نقد و نظر

جلد اوّل

تالیف

شہیدِ اسلام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوّر اللہ مرقدہٗ

ترتیب و تہذیب

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر ماہنامہ بینات

و اُستاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی



مکتبہ ختم نبوت

نقد و نظر

جلد اول

تالیف

شہیدِ اسلام
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

ترتیب وتہذیب

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
معاون مدیر ماہنامہ بینات
واستاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ ختم نبوت
دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
021-32780337,021-32780340

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب

نقد و نظر

تالیف

شہیدِ اسلام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

ترتیب وتہذیب

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر ماہنامہ بینات

واستاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

اشاعت اوّل اگست 2018ء

ناشر

مکتبہ ختمِ نبوت

دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

021-32780337,021-32780340

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

شہیدِ اسلام حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی قدس سرہٗ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمہ جہت شخصیت بنایا تھا، خصوصاً آپ کی تحریروں کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی تھی کہ جس موضوع اور جس فتنے کے خلاف آپ نے قلم اُٹھایا، اس میں تحقیق کا حق ادا کردیا۔ بڑے بڑے اکابر اور محققین آپ کی تحریر اور تحقیق کا انتظار فرماتے، اسی بنا پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہٗ نے آپ کو ''ترجمانِ علمائے حق'' کا خطاب دیا تھا۔

آپ ماہنامہ ''بینات'' کے ''بصائر وعبر'' کے عنوان سے اِداریہ تحریر فرماتے تھے جس کو ''اَربابِ اقتدار سے کھری کھری باتیں'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔ اسی طرح ''یادِ رفتگاں'' کے عنوان سے وفات پاجانے والی شخصیات پر جو تاثرات قلم بند فرمائے تھے، ایسی تمام تحریروں کو ''شخصیات وتاثرات'' کے نام سے دو جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔ اسی ماہنامہ ''بینات'' کا ایک مستقل عنوان ''نقد ونظر'' تھا، جس کے تحت حضرت شہیدِ اسلام کو تبصروں کی خاطر کتابیں بھیجی جاتی تھیں۔ آپ ہر کتاب کا عرق ریزی کے ساتھ فکری وفنی تجزیہ کرکے، اس کے محاسن ومعائب پر بے لاگ تبصرہ فرماتے، دورانِ تبصرہ بعض اوقات کتاب سے اقتباسات نقل کرکے قابلِ تنقید بات پر گرفت اور قابلِ تحسین جملوں پر داد دیے بغیر نہ رہتے تھے۔ بلاشبہ آپ کے تبصروں کو پڑھ کر غیرمعمولی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں ان تمام تبصروں کو موضوع وار جمع کیا گیا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

قرآنِ کریم اور علومِ قرآنیہ سے متعلق ۸۴ کتب، حدیث اور متعلقاتِ حدیث سے متعلق ۴۳ کتب، عقائد وایمانیات سے متعلق ۷۰ کتب، فقہ وفتاویٰ سے متعلق ۲۰۲ کتب، تصوف سے متعلق ۵۰ کتب، سیرتِ انبیائے کرام سے متعلق ۳۶ کتب، صحابہ کرامؓ واہلِ بیتؓ سے متعلق ۴۲ کتب، تذکرہ وسوانح سے متعلق ۱۲۰ کتب، تاریخ سے متعلق ۶۶ کتب، مقالات ومضامین، مکتوبات وادبیات سے متعلق ۳۷ کتب، مواعظ وملفوظات، خطبات وارشادات سے متعلق ۴۷ کتب، اِصلاحی کتب سے متعلق ۱۵۶ کتب، وظائف

ودُعاؤں سے متعلق ۱۱ کتب، رسائل وجرائد سے متعلق ۱۵ کتب، رسائل وجرائد کی خصوصی اشاعتوں سے متعلق ۲۰ کتب، درسِ نظامی سے متعلق ۷۰ کتب، رَدِّ فرقِ باطلہ ومذاہب باطلہ سے متعلق ۱۵۹ کتب اور رَدِّ قادیانیت سے متعلق ۶۰ کتب۔ اس طرح کُل ۱۳۱۸ کتب کا تعارف اور تبصرہ دو جلدوں کی صورت میں اس مجموعے میں آگیا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب علمی اور ادبی لٹریچر میں ایک اہم اضافہ اور اہلِ ذوق اور علم وکتاب سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لئے ایک عمدہ سوغات ہے۔

واضح ہو کہ اس کتاب میں صرف شہیدِ اسلامؒ کے قلم سے تحریر کردہ تبصروں کو ہی جمع کیا گیا ہے، اس کے علاوہ ماہنامہ ''بینات'' یا جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے وابستہ جن حضرات اور شخصیات نے کتابوں پر تبصرے کئے، وہ اس مجموعے میں شامل نہیں۔

اس کتاب کو حضرت شہید اسلامؒ کی تحریروں کا آخری مجموعہ کہا جاسکتا ہے، اس لئے کہ حضرت شہیدِ اسلامؒ کے علمی جانشین اور میرے شیخ ومربی، شہیدِ ناموسِ رسالت حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری نوراللہ مرقدہٗ (ماسوائے اس کتاب کے) تقریباً حضرت شہیدِ اسلامؒ کی ساری ہی تحریروں کو کتابی شکل میں شائع کرچکے تھے، اور اپنی شہادت سے قبل وہ حضرتؒ کی معرکۃ الآرا کتاب ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' تخریج اور نئی ترتیب کے ساتھ شائع کرنے میں لگے ہوئے تھے، لیکن وقتِ موعود آن پہنچا، ورنہ کوئی بعید نہیں کہ یہ کتاب بھی حضرت جلال پوری شہیدؒ کے ہاتھوں ہی پایۂ تکمیل تک پہنچتی۔ لیکن: وکان امر اللہ قدرًا مقدورًا!

اس کتاب کی تیاری میں جن جن دوستوں کا حصہ رہا، ان کے نام اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں، وہ مبارک باد کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور حضرت شہیدِ اسلامؒ کی اس عظیم کتاب سے بھی مسلمانوں کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد اعجاز مصطفیٰ
معاون مدیر ماہنامہ ''بینات'' کراچی
۱۴۳۹/۱۲/۲۳ھ

فہرست

قرآنیات

(علوم قرآنیہ سے متعلقہ کتب)

حدیث اور متعلقاتِ حدیث

فقہ وفتاویٰ

(مسائل اور احکام)

تذکرہ حضراتِ صحابہ واہلِ بیت رضی اللہ عنہم

تذکرہ وسوانح

(حالات اور واقعات)

❊❊❊

قرآنیات
(علومِ قرآنیہ سے متعلقہ کتب)

معالم التنزیل (مجلد، چار جلدوں میں)

اِمام محی الدین بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ناشر: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، بیرون بوہڑ دروازہ، ملتان، پاکستان۔

اِمام محی الدین حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعیؒ (متوفی:۵۱۶ھ) تفسیر و حدیث اور فقہ کے اِمام ہیں۔معالم التنزیل، مصباح السنۃ اور شرح السنۃ آپ کی شہرۂ آفاق تالیفات ہیں۔معالم التنزیل تفسیر''ماثور'' کا بہترین مجموعہ ہے، جس میں قرآنِ کریم کی قراءتِ متواترہ کی تشریح تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالسنۃ اور تفسیر القرآن باقوالِ السلف کا اِلتزام کیا گیا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل بارہا چھپ چکی ہے، لیکن جدید اِیڈیشن اِس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس میں ہر صفحہ کی زیرِ تفسیر آیات کو لوحِ صفحہ پر اَلگ درج کیا گیا ہے اور تفسیر میں آیات کے نمبروں کا حوالہ دیا گیا ہے، کہیں کہیں حواشی میں اَحادیث کی تخریج بھی کی گئی ہے۔حق تعالیٰ شانہٗ کا شکر ہے کہ ہمارے یہاں بھی اَب معیاری کتابیں شائع ہونے لگی ہیں، جن میں سے ایک معالم التنزیل بھی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۹ھ)

زمخشری کی تفسیر ''الکشاف''
ایک تحلیلی جائزہ

جناب مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب (ڈین دینیات فیکلٹی وصدر شعبۂ دینیات علی گڑھ مسلم

یونیورسٹی)۔شائع کردہ: دینیات فیکلٹی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا۔

علامہ جار اللہ زمخشری فنِ عربیت وبلاغت کے امام اور عقیدۃً ''کٹر معتزلی'' ہیں۔وہ تفسیر میں طرحِ نو کے موجد شمار کیے جاتے ہیں۔اُن کی تفسیر ''الکشاف'' جہاں عربیت وبلاغت کے نکات اور نظم قرآن کے رُموز واَسرار میں منفرد ہے، وہاں وہ بدعت واِعتزال کا زہر ایسے حسین پیرایوں میں گھول کر پلاتے ہیں کہ عام آدمی اس کا اِدراک بھی نہیں کرسکتا...!

زیرِ نظر کتاب دراصل پی، ایچ، ڈی کا مقالہ ہے، جس میں فاضل مصنف کو ڈاکٹریٹ کی سند حاصل ہوئی ہے، اور جسے ''مناسب حک واِضافہ کے بعد'' دینیات فیکلٹی علی گڑھ یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام شائع کیا گیا ہے۔کتاب ایک مقدمہ، چار ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔مقدمہ میں تین مباحث ہیں:

۱:....معنی تفسیر اور تأویل کے اَلفاظ کے مفہوم اور اُن میں فرق واِشتراک کے حدود۔

۲:....عہدِ رسالت سے فنِ تفسیر کی تدوین تک ایک مختصر تاریخی جائزہ۔

۳:....وہ تفسیری رُجحانات جو زمخشری کے دور (چھٹی صدی) تک نمودار ہوئے۔

پہلے باب میں چار مباحث ہیں:

۱:....تحریکِ اِعتزال کا سیاسی عروج وزوال۔

۲:....زمخشری کی سوانح حیات، اُن کا علمی مقام، اُن کا عقیدہ ومسلک اور اُن کے اَساتذہ وتلامذہ۔

۳:....زمخشری کی تصنیفات پر مفصل کلام، اور یہ کہ کون سی مطبوعہ ہیں، کتنی مخطوطوں کی شکل میں موجود ہیں اور کتنی ضائع ہوچکی ہیں۔

۴:....''کشاف'' کی تالیف کے فوری محرکات اور زمخشری کی تفسیر کا اصل الاصول۔

دُوسرے باب میں معتزلہ کے اُصولِ خمسہ یعنی توحید، عدل، وعدووعید، المعتزلۃ بین المنزلتین اور امر بالمعروف ونهی عن المنكر اور اُن کے مقتضیات کی تشریح تفصیل سے ذِکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ زمخشری ان اُصول کو اَپنی تفسیر میں کس طرح استعمال کرتے ہیں؟ اور اس سلسلہ میں اُن کا طریقۂ کار کیا ہے؟ یہ کتاب کا نہایت اَہم اور طویل باب ہے۔تیسرے باب میں اِعجازِ قرآن کے بارہ میں مختلف نظریات کا ذِکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ زمخشری کے نزدیک قرآن کا اِعجاز اُس کے نظمِ معجز اور اخبار بالمغیبات کی بنا پر ہے۔اور پھر اخیر میں اُن عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی مراجع ومصادر کی فہرست دی گئی ہے جن سے اس کتاب کی تیاری میں مدد لی گئی ہے، جن کی تعداد چار صد سے زیادہ ہے۔

راقم الحروف کا خیال تھا کہ وہ اِس علمی کتاب کے تعارف میں ایک مستقل مقالہ لکھے گا، لیکن افسوس کہ

طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود اس کی فرصت نہیں مل سکی، بلکہ مصروفیات میں یوماً فیوماً اضافہ ہی ہوتا چلا گیا، بہر حال اس اجمالاً تعارف سے اندازہ ہوا ہوگا کہ زیرِ نظر کتاب میں کشاف اور اُس کے مصنف کے بارہ میں معلومات کا جو ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے اور مختلف زاویوں سے الکشاف کو جس طرح تحلیلی جائزہ کی چھلنی سے گزارا گیا ہے، یہ ایک ایسی وقیع اور منفرد علمی خدمت ہے جس کے لیے مصنف علمی حلقوں کی جانب سے تبریک وتشکر کے بجا طور پر مستحق ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۹ھ)

تفسیر عزیزی اُردو، پارہ عم

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ۔ صفحات: ۵۱۲۔ قیمت: ۱۱۸ روپے۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک کراچی۔

نابغۂ ہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء- ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) اس شجرۂ طوبیٰ کی سب سے بڑی شاخ ہیں، جس کے علمی ثمرات کا تمام برصغیر خوشہ چین ہے۔ ہندو پاک کے اسلامی فرقوں کی تمام اسانید کا منتہیٰ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ ہی کی ذاتِ گرامی ہے، آپ کی شہرۂ آفاق تفسیر ''فتح العزیز'' کے بارہ میں امام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے کہ: ''اگر یہ تفسیر مکمل دستیاب ہوتی تو ہم اہلِ ہند بھی اس پر فخر کر سکتے تھے جس طرح اہلِ بغداد کو تفسیر ''رُوح المعانی'' پر ناز ہے۔'' تفسیر عزیزی پارہ عم کا ترجمہ ایک صدی پہلے جناب مولانا محمد حسن مصطفیٰ آبادی نے کیا تھا، جو اپنی قدامت کے باوصف نہایت سلیس اور شگفتہ ہے، مطبع مجیدی کانپور نے یہ نسخہ بہت ہی اہتمام سے بڑے خوب صورت انداز میں شائع کیا تھا، زیرِ نظر اشاعت اسی کی عکسی طباعت ہے۔ کاش! ناشرین تفسیر عزیزی کے بقیہ حصوں کے علاوہ اصل فارسی نسخہ بھی شائع کر دیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۴ھ)

ترجمہ قرآن مجید (شیخ الہندؒ)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ کا ترجمہ قرآن مجید ایک ایسا علمی شاہکار ہے جو ایک مستقل ضخیم مقالہ کا موضوع ہے۔ اَحباب کا اِصرار تھا کہ حضرتؒ قرآن مجید کا ترجمہ فرمائیں، غور وفکر کے بعد

حضرت نے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن مجید کو منتخب فرمایا، جو بامحاورہ اُردو تراجم میں اُمّ التراجم ہے اور جس کی زبان اور طرزِ اَدا اِلہامی ہے، حضرتؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے اس ترجمہ کی تسہیل کا قصد فرما کر اَپنے اَحباب کی اِعانت سے کام شروع کیا، حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمہ میں جو لفظ غریب یا محاورہ متروک ہوگیا تھا، اس کی جگہ متبادل لفظ رکھ دیا اور جہاں کہیں اِیجاز و اِختصار کی وجہ سے فہم مراد میں دِقت پیش آتی تھی، اس کو ایک آدھ لفظ سے کھول دیا، الغرض! مستقل ترجمہ کرنے کی بجائے حضرت شاہ صاحبؒ کے متبرک ترجمہ کی خدمت کو اَہم سمجھا، حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمہ کے محاسن اور اَپنی خدمت کے دائرۂ کار کو مقدمہ میں بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ دس پاروں کا ترجمہ مکمل ہو چکا تھا کہ سفرِ حجاز اور وہاں سے اَسارتِ مالٹا کا سانحہ پیش آیا اور بیس پاروں کا ترجمہ اور سورۃ النساء تک فوائد مالٹا میں تحریر فرمائے۔ مولانا مجید حسن صاحب (مالک مدینہ پریس بجنور) ''گزارش طابع وناشر'' کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:

> ''مختصر یہ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اَپنے رُفقاء کے ساتھ ۲۹ر ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو مالٹا پہنچے اور شوال ۱۳۳۵ھ سے ترجمہ کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اس طرح بقیہ بیس پاروں کا ترجمہ ایک سال کی قلیل مدت میں دو شوال ۱۳۳۶ھ کو اِختتام پذیر ہوا۔ ترجمہ سے فراغت ہوئی تو حواشی تحریر فرمانا شروع کیے اور سورۃ النساء تک لکھ چکے تھے کہ ۲۲ر ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ کو ہندوستان روانہ کردیے گئے۔''

ہندوستان تشریف لانے کے بعد تکمیلِ حواشی کی فرصت نہیں ملی، یہاں تک کہ ۱۸ر ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ کو رفیقِ اَعلیٰ سے جاملے۔

ترجمہ شیخ الہندؒ کی اِشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جناب مولانا مجید حسن صاحب (مالک مدینہ پریس بجنور) کے دِل میں داعیہ پیدا فرمادیا۔ موصوف نے حضرتؒ کے وصال کے بعد ترجمہ قرآن کریم کے مسودات گراں قدر معاوضہ دے کر حاصل کیے۔ اور نہایت اَعلیٰ طباعت کا اِنتظام فوراً شروع کردیا، حواشی میں سورۃ آلِ عمران کا مسودہ نہیں مل سکا، اس لیے طبع اَوّل میں سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء پر حضرت شیخ الہندؒ کے حواشی تھے، اور باقی جگہ ''موضح القرآن'' کے فوائد درج کیے گئے۔ مولانا مجید حسن صاحب نے ایک پارہ نہایت آب وتاب کے ساتھ چھاپ کر بہت سے مشاہیر کی خدمت میں بھیجا اور اُن سے تقریظ لکھنے کی فرمائش کی اور اُن کو ''ترجمہ قرآن مجید پر علمائے ہند کی رائے'' کے عنوان سے طبع اَوّل میں چھاپ دیا، اس طرح ''ترجمہ شیخ الہندؒ'' کا پہلا ایڈیشن بڑی تقطیع پر نہایت خوب صورت، دیدہ زیب اور خوش نما سنہری حاشیوں کے ساتھ شائع ہوا۔ مولانا مجید حسن صاحب کی تمنا تھی کہ بقیہ حواشی کی تکمیل

ہوجائے۔ اِس سلسلہ میں اُن کی نظر سب سے پہلے جانشینِ شیخ الہند حضرت مولانا سید حسین اَحمد مدنیؒ پر پڑی۔ حضرتؒ نے بھی نہایت مسرت کے ساتھ اِس خدمت کو قبول کرلیا، لیکن حضرتؒ اَپنے علمی وسیاسی مشاغل کے ہجوم کی بناپر اس کے لیے فرصت کے لمحات نہیں نکال سکتے تھے، اِس لیے یہ خدمت مولانا احمد حسن امروہی رحمہ اللہ کے سپرد کی گئی، مگر کسی وجہ سے وہ بھی نہ کر سکے تو حضرت مدنیؒ کے مشورہ سے اِس خدمت کے لیے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر اَحمد عثمانی رحمہ اللہ کو منتخب کیا گیا، اور موصوف نے نہایت محققانہ اَنداز میں فوائد کی تکمیل فرمائی۔ مولانا مجید حسن صاحب پر اِس ترجمہ کی اِشاعت کا جذبہ کس قدر غالب تھا اور اِس سلسلہ میں اُنہوں نے کس اِخلاص و جانفشانی کا مظاہرہ کیا، اِس کا کچھ اَندازہ موصوف کے اِس طویل مکتوب سے ہوسکتا ہے، جو اُنہوں نے مولانا احمد حسن امروہیؒ کی خدمت میں لکھا تھا، اور جسے مفتی عزیز الرحمٰن زید مجدہم نے ''تذکرۂ شیخ الہندؒ'' میں درج کیا ہے۔ (۱)

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت شیخ الہندؒ اور ترجمہ کے ناشر مولانا مجید حسن کے اِخلاص کی برکت سے اِس ترجمہ کو بہت ہی مقبولیت عطا فرمائی، پاکستان میں سب سے پہلے ''انجمن اِشاعت قرآن کراچی'' نے ہانگ کانگ سے بجنور کے نسخہ کا عکس شائع کیا، پھر'' مکتبہ رشیدیہ لاہور'' نے شائع کیا، اس کے بعد'' دارالتصنیف تبلیغی کالج کراچی'' نے جرمنی سے چھپوا کر اس کی اِشاعت کا بڑے پیمانے پر اہتمام کیا۔ اس کا فارسی ترجمہ افغانستان سے شائع ہو چکا ہے اور انگریزی ترجمہ کے بعض اجزا بھی چھپ چکے ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کے رفیق اسارتِ مالٹا حضرت مولانا عزیر گل مدظلہ العالی کی اہلیہ مرحومہ نے بہت ہی عقیدت کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ کو انگریزی میں منتقل کیا تھا، لیکن افسوس کہ ابھی تک وہ شائع نہیں ہوسکا، اِن شاء اللہ! جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی طرف سے اس کی اِشاعت کا اہتمام کیا جارہا ہے۔

(شخصیات وتأثرات، ج:۲ص:۸۸)

کشف الرحمٰن

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ۔ ناشر: حاجی محمد مسلم بن برکت اللہ صاحب۔

''پیش لفظ''

قرآن کریم وہ عطیۂ ربانی ہے جس سے بڑھ کر کوئی دولت کسی کو عطا نہیں ہوئی، یہ وہ آخری ''نورِ ہدایت'' ہے جو اِنسانیت کی فلاح ونجات کا کفیل ہے، جس کا حرف حرف من وعن محفوظ ہے، جس کے

(۱) ص:۸۵ومابعد۔

حضرت نے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن مجید کو منتخب فرمایا، جو بامحاورہ اُردو تراجم میں اُمّ التراجم ہے اور جس کی زبان اور طرز اَدا اِلہامی ہے، حضرتؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے اس ترجمہ کی تسہیل کا قصد فرما کر اَپنے اَحباب کی اِعانت سے کام شروع کیا، حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمہ میں جو لفظ غریب یا محاورہ متروک ہو گیا تھا، اس کی جگہ متبادل لفظ رکھ دیا اور جہاں کہیں اِیجاز و اِختصار کی وجہ سے فہم مراد میں دِقت پیش آتی تھی، اس کو ایک آدھ لفظ سے کھول دیا، الغرض! مستقل ترجمہ کرنے کی بجائے حضرت شاہ صاحبؒ کے متبرک ترجمہ کی خدمت کو اَہم سمجھا، حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمہ کے محاسن اور اَپنی خدمت کے دائرۂ کار کو مقدمہ میں بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ دس پاروں کا ترجمہ مکمل ہو چکا تھا کہ سفرِ حجاز اور وہاں سے اَسارتِ مالٹا کا سانحہ پیش آیا اور بیس پاروں کا ترجمہ اور سورۃ النساء تک فوائد مالٹا میں تحریر فرمائے۔ مولانا مجید حسن صاحب (مالک مدینہ پریس بجنور) ''گزارش طابع وناشر'' کے زیرعنوان لکھتے ہیں:

''مختصر یہ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اَپنے رُفقاء کے ساتھ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو مالٹا پہنچے اور شوال ۱۳۳۵ھ سے ترجمہ کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اس طرح بقیہ بیس پاروں کا ترجمہ ایک سال کی قلیل مدت میں دوشوال ۱۳۳۶ھ کو اِختتام پذیر ہوا۔ ترجمہ سے فراغت ہوئی تو حواشی تحریر فرمانا شروع کیے اور سورۃ النساء تک لکھ چکے تھے کہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ کو ہندوستان روانہ کر دیے گئے۔''

ہندوستان تشریف لانے کے بعد تکمیلِ حواشی کی فرصت نہیں ملی، یہاں تک کہ ۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ کو رفیقِ اَعلیٰ سے جا ملے۔

ترجمہ شیخ الہندؒ کی اِشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جناب مولانا مجید حسن صاحب (مالک مدینہ پریس بجنور) کے دِل میں داعیہ پیدا فرما دیا۔ موصوف نے حضرتؒ کے وصال کے بعد ترجمہ قرآن کریم کے مسودات گراں قدر معاوضہ دے کر حاصل کیے۔ اور نہایت اَعلیٰ طباعت کا اِنتظام فوراً شروع کر دیا، حواشی میں سورۃ آلِ عمران کا مسودہ نہیں مل سکا، اس لیے طبعِ اَوّل میں سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء پر حضرت شیخ الہندؒ کے حواشی تھے، اور باقی جگہ ''موضح القرآن'' کے فوائد درج کیے گئے۔ مولانا مجید حسن صاحب نے ایک پارہ نہایت آب وتاب کے ساتھ چھاپ کر بہت سے مشاہیر کی خدمت میں بھیجا اور اُن سے تقریظ لکھنے کی فرمائش کی اور اُن کو ''ترجمہ قرآن مجید پر علمائے ہند کی رائے'' کے عنوان سے طبعِ اَوّل میں چھاپ دیا، اس طرح ''ترجمہ شیخ الہندؒ'' کا پہلا ایڈیشن بڑی تقطیع پر نہایت خوب صورت، دیدہ زیب اور خوش نما سنہری حاشیوں کے ساتھ شائع ہوا۔ مولانا مجید حسن صاحب کی تمنا تھی کہ بقیہ حواشی کی تکمیل

ہوجائے۔ اِس سلسلہ میں اُن کی نظر سب سے پہلے جانشینِ شیخ الہند حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنیؒ پر پڑی۔ حضرتؒ نے بھی نہایت مسرت کے ساتھ اِس خدمت کو قبول کرلیا، لیکن حضرتؒ اَپنے علمی وسیاسی مشاغل کے ہجوم کی بنا پر اس کے لیے فرصت کے لمحات نہیں نکال سکتے تھے، اِس لیے یہ خدمت مولانا احمد حسن امروہی رحمہ اللہ کے سپرد کی گئی، مگر کسی وجہ سے وہ بھی نہ کرسکے تو حضرت مدنیؒ کے مشورہ سے اِس خدمت کے لیے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر اَحمد عثمانی رحمہ اللہ کو منتخب کیا گیا، اور موصوف نے نہایت محققانہ اَنداز میں فوائد کی تکمیل فرمائی۔ مولانا مجید حسن صاحب پر اِس ترجمہ کی اِشاعت کا جذبہ کس قدر غالب تھا اور اِس سلسلہ میں اُنہوں نے کس اِخلاص و جانفشانی کا مظاہرہ کیا، اس کا کچھ اَندازہ موصوف کے اِس طویل مکتوب سے ہوسکتا ہے، جو اُنہوں نے مولانا احمد حسن امروہیؒ کی خدمت میں لکھا تھا، اور جسے مفتی عزیز الرحمٰن زید مجد ہم نے ''تذکرۂ شیخ الہندؒ'' میں درج کیا ہے۔(۱)

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت شیخ الہندؒ اور ترجمہ کے ناشر مولانا مجید حسن کے اِخلاص کی برکت سے اس ترجمہ کو بہت ہی مقبولیت عطا فرمائی، پاکستان میں سب سے پہلے ''انجمن اِشاعت قرآن کراچی'' نے ہانگ کانگ سے بجنور کے نسخہ کا عکس شائع کیا، پھر ''مکتبہ رشیدیہ لاہور'' نے شائع کیا، اس کے بعد ''دارالتصنیف تبلیغی کالج کراچی'' نے جرمنی سے چھپوا کر اس کی اِشاعت کا بڑے پیمانے پر اہتمام کیا۔ اس کا فارسی ترجمہ افغانستان سے شائع ہوچکا ہے اور انگریزی ترجمہ کے بعض اجزا بھی چھپ چکے ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کے رفیق اسارتِ مالٹا حضرت مولانا عزیر گل مدظلہ العالی کی اہلیہ مرحومہ نے بہت ہی عقیدت کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ کو انگریزی میں منتقل کیا تھا، لیکن افسوس کہ ابھی تک وہ شائع نہیں ہوسکا، اِن شاء اللہ! جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی طرف سے اس کی اِشاعت کا اہتمام کیا جارہا ہے۔

(شخصیات وتأثرات، ج:۲ص:۸۸)

کشف الرحمٰن

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ۔ ناشر: حاجی محمد مسلم بن برکت اللہ صاحب۔

''پیش لفظ''

قرآنِ کریم وہ عطیۂ ربانی ہے جس سے بڑھ کر کوئی دولت کسی کو عطا نہیں ہوئی، یہ وہ آخری ''نورِ ہدایت'' ہے جو اِنسانیت کی فلاح ونجات کا کفیل ہے، جس کا حرف حرف من وعن محفوظ ہے، جس کے

(۱) ص:۸۵ومابعد۔

خادمِ علوم زندہ ہیں، اور جس کے علوم ومعارف کبھی ختم ہوئے نہ ہوں گے۔

قرآنِ کریم کی دُنیا کی مختلف زبانوں میں جس قدر تفسیریں لکھی گئیں، اس کی نظیر کسی دُوسری آسمانی کتاب میں نہیں ملتی اور یہ قرآنِ کریم کا ایک مستقل اعجاز ہے۔

خود اُردو زبان کا دامن تفسیری اَدب سے مالا مال ہے اور جب سے اُردو زبان وجود میں آئی، تب سے کلام اللہ کی ترجمانی کا شرف بھی اسے حاصل ہے۔

اُردو تراجم اور تفاسیر میں سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کا ترجمہ وتفسیر ''کشف الرحمن'' اپنی خوبیوں کے اِعتبار سے بے نظیر اور منفرد ہے، دِتی کی ٹکسالی زبان، سلیس اور سادہ ترجمہ، آسان اور شگفتہ اندازِ بیان، شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ وتفسیر کی قدم بقدم پیروی، سلف صالحین کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی، دورِ جدید کے شبہات کا عام فہم انداز میں اِزالہ، یہ اس کی چند خصوصیات ہیں۔

حضرت مرحوم نے اِس عظیم الشان قرآنی خدمت پر اپنی زندگی کے بہترین اٹھارہ برس صرف کیے اور حضرت مفتی محمد کفایت اللہ مفتی اعظم ہندؒ اور اُن کے ساتھ اہلِ علم کی ایک جماعت کی نگرانی میں اسے مکمل فرمایا۔

حضرت مفتیٔ اعظمؒ کی عظمت وجلالتِ قدر کا اندازہ کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ بعض اہم فتاویٰ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ اور ایک موقع پر شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے فرمایا تھا:

> ''ظفر! تمہیں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ جن فتاویٰ پر مفتی کفایت اللہ صاحب کے دستخط ہوں، اُن کو الگ چھانٹ کر، اُن پر ''الجواب صحیح'' لکھ کر اور مہر لگا کر میرے سامنے پیش کردیا کرو، میں پڑھے بغیر اُن پر دستخط کردیا کروں گا، مفتی صاحب کے فتاویٰ کو پڑھنے کی ضرورت نہیں۔''

الغرض! حضرت سحبان الہندؒ کا یہ ترجمہ وتفسیر اِس لائق ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اِشاعت کی جائے اور ہر مسلمان اس چشمۂ فیض سے سیراب ہو، اللہ تعالیٰ نے ہمارے معمر بزرگ حضرت الحاج الحافظ محمد مسلم بن برکت اللہ صاحب (جنھیں اکابر ومشائخ کی خدمت وصحبت کا شرف حاصل ہے) کے دِل میں خاص داعیہ پیدا کیا اور اُنہوں نے اپنے احباب کے تعاون سے اس کی فی سبیل اللہ اِشاعت کا بیڑا اُٹھایا، پہلی قسط میں وہ ایک مبارک متبرک صحیفہ کے دو ہزار نسخے شائع کر رہے ہیں۔ جس کے لیے موصوف نے حضرت مرحوم کے ورثاء سے باقاعدہ اِجازت حاصل کی ہے۔ حق تعالیٰ نے مزید توفیق دی تو یہ سلسلہ آگے بھی بڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت حاجی صاحب اور اُن کے رُفقاء کو دُنیا وآخرت میں اس کا بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے اور دیگر اہلِ خیر کو بھی ایسے عظیم الشان کاموں کی توفیق بخشے۔ آمین!

یہ مبارک ترجمہ وتفسیر کسی تعارف کے محتاج نہیں تھے۔ مگر اپنی سعادت کے لیے یہ چند ٹوٹے پھوٹے حروف نہایت عجلت میں لکھنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں، جس کے لیے حضرت حاجی صاحب کا شکر گزار ہوں۔

معالم العرفان فی دروس القرآن (سورة الفاتحة)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی (مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت (مجلد): ۱۲ روپے۔ پتا: ادارۂ نشرو اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

یہ کتاب جناب مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی کے درسِ سورة الفاتحة کا مجموعہ ہے، جسے الحاج لعل دِین صاحب ایم اے نے مرتب کیا ہے۔ فاضل مرتب نے اس درس کا تعارف اِن الفاظ سے کرایا ہے:

''صوفی عبدالحمید صاحب مدظلہ العالی نے درسِ قرآنِ پاک کا آغاز تقریباً آج سے تیس سال بیشتر جامع مسجد نور، نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ میں کیا، صوفی صاحب ہفتہ میں چار یوم بعد از نماز فجر درس دیتے ہیں۔ اس عرصہ میں قرآنِ پاک کا مکمل درس پانچ مرتبہ ہو چکا ہے اور اب چھٹی مرتبہ اس کا آغاز ہو چکا ہے۔ ہفتہ کے باقی ایام میں حدیث پاک کا درس ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داوٗد، نسائی، ابن ماجة، مشارق الأنوار، الترغيب والترهيب کا درس مکمل ہو چکا ہے اور اس وقت مُسند احمد کا درس جاری ہے.....''

جناب صوفی صاحب کے یہ درس ٹیپ کر لیے گئے تھے، جنہیں تنقیح وترقیم کے بعد اب کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے اور زیرِ نظر کتاب اس کی گویا پہلی قسط ہے، جس میں صرف سورة الفاتحة کی تفسیر ہے جو دس دُروس پر مشتمل ہے۔ اِن شاءاللہ! یہ سلسلہ بہت مفید ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد ۱، ۲، ۳)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی زیدمجدہم۔ مرتب: الحاج لعل دِین، ایم اے۔ حصہ اوّل، سورۃ الفاتحہ، صفحات: ۱۱۲۔ قیمت (مجلد): ۱۲ روپے۔ حصہ دوم، سورۃ الملک تا سورۃ نوح، صفحات: ۲۲۴۔ قیمت (مجلد): ۱۸ روپے۔ حصہ سوم، سورۃ الجن تا سورۃ المرسلات، صفحات: ۲۴۶۔ قیمت (مجلد): ۲۵ روپے۔

قرآنِ کریم علم وحکمت کا سرچشمہ اور سراپا نور وہدایت ہے، اُس کی تلاوت قلب کو منوّر کرتی ہے، اُس کا فہم ذہن وفکر کو جلا بخشتا ہے اور اُس کی تعلیم وتدریس رحمت وہدایت کے دروازے کھولتی ہے۔ ''معالم العرفان'' حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدت فیوضہم کے درسِ قرآن کی کتابی شکل ہے۔

جناب صوفی صاحب اور اُن کے برادرِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم اُن علمائے ربانیین میں سے ہیں، جن کے اوقات میں حق تعالیٰ شانہٗ نے مافوق العادت برکت فرمائی ہے اور دِینِ قیم کی بے لوث اور خاموش خدمت کے لیے اُن کو موفق بنایا ہے۔ درسِ قرآنِ پاک کے ''پیش لفظ'' میں جناب مرتب کا اِنکشاف اِسی کی شہادت ہے۔

قرآنِ کریم کا یہ درسِ صبح گاہی کیسٹوں میں محفوظ کرلیا گیا تھا، جسے جناب الحاج لعل دین صاحب ایم اے (علومِ اِسلامیہ) نے کاغذ پر منتقل کیا اور عنوانات کا اِضافہ کر کے کتابی شکل میں پیش کیا۔ اِس درس کے اَب تک تین خوب صورت حصے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ پہلا حصہ سورۃ الفاتحۃ، دُوسرا حصہ پارہ تبارک الذی نصف اَوّل اور تیسرا حصہ پارۂ تبارک الذی نصف آخر۔

درس کا اَنداز عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ عالمانہ، محققانہ، مصلحانہ اور عارفانہ ہے۔ آیاتِ بینات کی تشریح وتفسیر اَحادیثِ صحیحہ اور سلف صالحین کے علوم کی روشنی میں کی گئی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نوراللہ مرقدہٗ اور اُن کے صاحب زادۂ گرامی مسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے علوم واِفادات سے بطورِ خاص اِستفادہ کیا گیا ہے۔ خدا کرے! یہ پورا درسِ قرآن کتابی شکل میں شائع ہوجائے تو یہ ہمارے دور کی عظیم الشان تفسیر ہوگی۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد۴)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی (مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)۔ صفحات: ۶۹۷۔ قیمت: ۱۱۰روپے۔ پتا: مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

جناب حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی دامت فیوضہم کسی تعارف کے محتاج نہیں، آپ ایک بلند پایہ عالم دِین اور اپنے اسلاف کی تابندہ یادگار ہیں۔

زیرِ نظر تفسیر ''معالم العرفان'' آپ کے روزانہ کے درسِ قرآن کی کتابی شکل ہے، جس کو جناب الحاج لعل دِین ایم اے (علوم اسلامیہ) نے کاغذ پر منتقل کیا، اور عنوانات کا اِضافہ کر کے کتابی شکل میں پیش

کیا، جس کے اس سے قبل چھ حصے شائع ہوکر اکابر اہلِ علم سے دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ زیرِ نظر طباعت کے اِعتبار سے ساتواں حصہ ہے، ورنہ قرآنِ کریم کے موجودہ پاروں کی ترتیب سے چوتھا حصہ ہے۔ ان سات حصوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

حصہ اوّل: سورۃ الفاتحۃ، حصہ دوم: پارہ ۲۹ (مکمل)، حصہ سوم: پارہ ۳۰ (مکمل)، حصہ چہارم: پارہ اوّل (مکمل)، حصہ پنجم: پارہ ۲ تا اختتام سورۃ البقرۃ، حصہ ششم: سورۃ آلِ عمران، حصہ ہفتم: سورۃ النساء (مکمل)۔

(ماہنامہ 'بینات' کراچی، محرم ۱۴۱۰ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد۵)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہم (مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)۔
صفحات: ۴۹۳۔ قیمت: ۴۵ روپے۔ پتا: مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی زیدت معالیہم کے دروس القرآن کی چار جلدیں پہلے شائع ہوچکی ہیں۔ یہ اس سلسلہ کی پانچویں جلد ہے، جس میں سورۃ البقرۃ کی تفسیر پارہ اوّل کے ختم تک آئی ہے۔ قرآنِ کریم کے صحیح مفاہیم ومطالب کے ساتھ قرآنِ کریم کی روشنی میں جدید مسائل اور جدید اَفکار ونظریات پر بھی عاقلانہ ودانش مندانہ تبصرہ اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں خدا کرے! یہ سلسلہ مکمل ہوجائے تو اُردو زبان میں ایک حد تک ''تفسیر عزیزی'' ہوگی۔ قارئین کرام سے توقع ہے کہ وہ اِس سلسلہ کی قدر اَفزائی میں کسی بخل اور کوتاہی سے کام نہیں لیں گے۔

(ماہنامہ 'بینات' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد۶)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی۔ مرتبہ: الحاج لعل دِین، ایم اے علومِ اِسلامیہ۔
صفحات: ۵۱۶۔ قیمت: ۱۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ دُروس القرآن، محلہ فارُوق گنج، گوجرانوالہ۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہٗ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، آں موصوف کے تحقیقی، تصنیفی، تدریسی، تبلیغی سلسلہ سے ہر خاص وعام واقف ہے۔ زیرِ تبصرہ آپ کی تصنیفِ لطیف بھی اِسی سلسلہ کی اَہم کڑی ہے، جس میں ہلکے پھلکے، رواں، سلیس اور آسان اُردو زبان میں قرآنِ کریم کے اَلفاظ کا ترجمہ اور

سہل اَنداز میں مستند تفسیر، ضروری مسائل کی توضیح اور موجودہ وقت، زمانہ و ماحول کی خرابیوں کی نشان دہی اور اُن کا علاج قرآنِ کریم کی آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ ارشادات اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اَئمہ کرام و جمہور مفسرین رحمہم اللہ کی اِختیار کردہ توجیہات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کفر و شرک و بدعات اور اَدیانِ باطلہ کا نہایت مختصر، مفید اور بہتر طور پر رَدّ کیا گیا ہے۔ وَاقعی اِس تفسیر کو دیکھ کر ''تفسیر عزیزی'' کا شبہ ہوتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد ۷)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی دامت برکاتہم۔ ترتیب: جناب الحاج لعل دِین، ایم اے۔ صفحات: ۶۷۸۔ پتا: مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کا بحمداللہ! متعدد باران صفحات میں نہایت ہی تفصیل سے تذکرہ آچکا ہے۔ ''بینات'' کی گزشتہ فائلوں میں اس پر کیے گئے تفصیلی تبصرے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ بلاشبہ اس کو پڑھ کر تفسیر عزیزی کا شبہ ہوتا ہے اور حضرت مصنف گرامی کی ''معالم العرفان'' اپنی ہمہ گیری میں نہایت جامع ہے جو ہلکی پھلکی اور آسان اُردو میں عوام الناس کی ذہنی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے ترتیب دی گئی ہے، جس میں بلاشبہ نہایت سہل انداز میں مستند تفسیر، ضروری مسائل کی وضاحت، عصری تقاضوں کے تحت نئے پیش آمدہ مسائل اور اس سے پیدا ہونے والی مشکلات اور ماحول کی خرابیوں کی نہ صرف نشان دہی کی گئی ہے، بلکہ قرآن و سنت، صحابہ کرامؓ اور جمہور مفسرین کی اِختیار فرمودہ توجیہات کی رُو سے ان کے علاج کی طرف راہنمائی بھی کی گئی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ کتاب جہاں عوام کے لیے قرآن فہمی میں بے حد معاون ثابت ہوگی، وہاں یہ علمائے کرام کے لیے بھی ایک نہایت مفید اور اَہم تفسیر ہے جو اَپنی خصوصیات کے پیش نظر ایک اِنفرادی شان کی حامل ہے۔ زیر تبصرہ حصہ میں سورۃ الاعراف کی مکمل تفسیر آگئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۲ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد ۸)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی۔ مرتب: الحاج لعل دِین، ایم اے علومِ اِسلامیہ۔ صفحات: ۶۱۸۔ قیمت: ۱۷۵ روپے۔ پتا: مکتبہ دُروس القرآن، فارُوق گنج، گوجرانوالہ۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، آں جناب اُن مقبولانِ بارگاہِ خداوندی میں سے ہیں جن کے اوقات میں برکت اور اَقوال و اِرشادات میں چاشنی ہے۔ اُن کی تحریر و تحقیق میں اَکابر و اَسلاف کی تحریروں کا گمان ہوتا ہے۔

موصوف کی تحقیقات میں سے "معالم العرفان فی دروس القرآن" کو ایک اِمتیازی شان حاصل ہے، جو بجا طور پر اِس دور کی نہایت جامع اور مفید ترین تفسیر ہے جو کئی ایک تفسیروں کا نچوڑ ہے، اس کے مطالعہ سے بلاشبہ "تفسیر عزیزی" کا شبہ ہوتا ہے، یہ اس کی آٹھویں جلد ہے، جس میں سورۃ الأنفال اور سورۃ التوبۃ کی مکمل تفسیر آ گئی ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۴۱۲ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد۹)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی۔ ترتیب: الحاج لعل دِین ایم اے علوم اِسلامیہ۔ صفحات: ۸۵۶۔ قیمت: ۲۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ دروس القرآن، محلہ فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

"معالم العرفان فی دروس القرآن" اور اس کے مؤلف موصوف کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ "معالم العرفان فی دروس القرآن" کی ماشاءاللہ! آٹھ جلدیں اس سے قبل اہلِ علم سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں، جب کہ مؤلف موصوف زید مجدہٗ کی شخصیت اور تحقیق کو حلقۂ علماء اور اَربابِ تحقیق کے ہاں نہایت عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اسی طرح ان کا تقویٰ و طہارت اور تدین و تفقہ سند کا درجہ رکھتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اسی سلسلہ کی جلد۹ ہے جس میں سورۃ یونس، سورۃ ہود اور سورۃ یوسف کی پوری تفسیر آ گئی ہے۔ علم و تحقیق کے اس گراں قدر سرمایہ کی جس قدر ہمت افزائی کی جائے لائقِ تحسین ہے۔ اُمید ہے اہلِ علم حضرات حسبِ سابق اس کی قدر دانی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد۱۰)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی زید مجدہم۔ ترتیب: جناب الحاج لعل دِین ایم

اے علوم اسلامیہ۔ صفحات: ۷۴۴۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔ پتا: مکتبہ دروس القرآن، محلّہ فاروق گنج، گوجرانوالہ، اِدارہ شعبۂ نشر و اِشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی زید مجدہٗ کی قد آور شخصیت اَربابِ علم وتحقیق کے ہاں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آں جناب کی تفسیر "معالم العرفان فی دروس القرآن" کا مفصل تذکرہ بحمداللہ! متعدد بار "بینات" کی فائلوں میں آچکا ہے۔

"معالم العرفان فی دروس القرآن" اپنی ہمہ گیری، جامعیت، سلاست اور تسہیل وترتیب کے اِعتبار سے اُردو زبان کی نہایت معتبر اور مستند تفسیر ہے۔ یہ اِس سلسلہ کی دسویں جلد ہے، جس میں سورۃ الرعد، ابراھیم، حجر اور سورۃ النحل کی مکمل تفسیر آگئی ہے۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس سلسلہ کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین یا ربّ العالمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد ۱۱)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی زید مجدہٗ (مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)۔ ترتیب: جناب الحاج لعل دِین، ایم اے علوم اسلامیہ۔ صفحات: ۷۲۳۔ قیمت: ۲۱۰ روپے۔ پتا: مکتبہ دروس القرآن، محلّہ فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

"معالم العرفان فی دروس القرآن" کا مفصل تذکرہ بارہا ان صفحات کی زینت بن چکا ہے۔ زیرِ نظر گیارہویں جلد سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ الکھف اور سورۃ مریم پر مشتمل ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل: ۳۳، سورۃ الکھف: ۴۵ اور سورۃ مریم کو ۱۹ دروس پر تقسیم کیا گیا ہے، ہر درس میں بلا مبالغہ اِس قدر مضامین، نکات اور تحقیقی مواد ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اس سب سے بڑھ کر مولانا موصوف کا کمال یہ ہے کہ جس طرح اُنہوں نے ان تمام مضامین کو عوامی زبان میں نہایت سادہ مگر پُرکشش انداز میں بیان فرمایا ہے، اس سے کہیں زیادہ اس میں زبان کی سلاست و شستگی کو برقرار رکھا گیا ہے۔

حق تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مصنف کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت سے نواز کر سعادتِ دارین کا ذریعہ بناتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۱۴ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد۱۲)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی زید مجدہم (مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)۔
ترتیب: جناب الحاج لعل دین ایم اے علومِ اسلامیہ۔ صفحات: ۸۸۸۔ قیمت: ۲۳۰ روپے۔
پتا: مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کا مفصل تذکرہ بارہا ان صفحات کی زینت بن چکا ہے۔
زیرِ نظر بارہویں جلد سورۃ طٰہٰ، الانبیاء، الحج، المؤمنون اور سورۃ النور پر مشتمل دُروس کی تفسیر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۱۴ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد۱۳)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی۔ ترتیب: الحاج لعل دین، ایم اے علومِ اسلامیہ۔
صفحات: ۸۶۸۔ قیمت: ۲۳۰ روپے۔ پتا: مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

''معالم العرفان فی دروس القرآن'' اور اس کے مؤلف موصوف کسی تعارف کے محتاج نہیں۔
''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کی ماشاءاللہ! بارہ (۱۲) جلدیں اس سے قبل اہلِ علم سے دادِ تحسین حاصل کرچکی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس سلسلہ کی جلد ۱۳ ہے، جس میں سورۃ الفرقان، الشعراء، النمل، القصص، العنکبوت اور سورۃ الروم کی مکمل تفسیر آگئی ہے۔ ہمارے خیال میں جس کتب خانہ میں یہ تفسیر نہ ہو وہ کتب خانہ نامکمل ہے۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف موصوف کو صحت وعافیت کے ساتھ دیرگاہ سلامت رکھیں تاکہ یہ عظیم تفسیری کام (جس پر بلاشبہ ''تفسیر عزیزی'' کا شبہ ہوتا ہے) پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۵ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد۱۴)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی۔ ترتیب: جناب لعل دین، ایم اے علومِ اسلامیہ۔
صفحات: ۸۰۸۔ قیمت: ۲۰۵ روپے۔ پتا: مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی دامت برکاتہم کی شخصیت، آپ کی علمی ثقاہت واستناد کسی سے مخفی نہیں، آپ کے علوم ومعارف محتاج تعارف نہیں، آپ کی تصنیف ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کا تذکرہ بارہا ان صفحات میں آچکا ہے۔

زیر نظر جلد ۱۴ سورۃ لقمان، السجدۃ، الاحزاب، سبا، فاطر، یٰسٓ اور سورۃ الصٰفّٰت کے دروس پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کے بارہ میں کچھ لکھنا یا کہنا اپنی تعریف کرنے کے مترادف ہے۔ خدا کرے کہ یہ تفسیری سلسلہ پورا ہو جائے تو شاید ''تفسیر عزیزی'' کا کسی قدر بدل ہو سکے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۱۵ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد ۱۵)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہم (خطیب جامع مسجد نور و بانی ومہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)۔ مرتب: الحاج لعل دین صاحب (ایم اے اسلامیات)۔ صفحات: ۸۶۴۔ پتا: مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج، گوجرانوالہ، پاکستان۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی صاحب زیدمجدہم کی علمی شخصیت اور ان کی تحقیقی تصنیفات سے کون متعارف نہیں، بارہا ان صفحات میں ان کی تصانیف پر تبصرہ آچکا ہے۔

زیر نظر تصنیف مولانا موصوف کی اس شاہکار تفسیر کا ایک اور گراں قدر حصہ ہے جو وہ درسِ قرآن کی شکل میں اپنی مسجد نور میں دیتے چلے آرہے ہیں۔ اس سے پہلی جلدوں پر بھی ماہنامہ ''بینات'' میں تبصرہ آچکا ہے۔

اس پندرہویں جلد میں نو سورتوں کی۔ جو کم وبیش ۳ سپاروں پر مشتمل ہیں، سورۃ صٓ تا سورۃ الاحقاف۔ نہایت سہل اور آسان زبان میں سلف صالحین کے طرز پر تشریح کی گئی ہے اور خاص طور پر حضرات مفسرین میں سے بعض کی غامض، پیچیدہ اور دقیق علمی اصطلاحات کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے اور حواشی پر ربط آیات اور بعض تفسیری عنوانات سے مزین کر کے کافی آسانی پیدا کر دی ہے، جس سے ہر خاص وعام بخوبی استفادہ کر سکتا ہے، اور خاص طور پر ائمہ مساجد جو اپنی مساجد میں درسِ قرآن کا اہتمام کرتے ہیں ان کے لیے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد۱۶)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی زید مجدہٗ۔ مرتب: الحاج لعل دین ایم، اے۔ صفحات: ۵۲۸۔ قیمت: ۱۳۰روپے۔ ناشر: مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ۔

بحمداللہ ''معالم العرفان فی دروس القرآن'' کی سولہویں جلد منظر عام پر آگئی ہے جو تقریباً ۹ سورتوں اور ڈیڑھ سپارے پر مشتمل ہے۔ سورۃ محمد تا سورۃ رحمن؛ ان نو سورتوں کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی زید مجدہم کی شخصیت علمی حلقوں میں تعارف کی محتاج نہیں، اُن کی کئی تصانیف پر ماہنامہ ''بینات'' میں تبصرہ آچکا ہے۔ حضرت موصوف کے روزانہ کے درسِ قرآن مجید کے افادات کو الحاج لعل دین صاحب نے کتابی شکل میں ترتیب دیا ہے، جس کی یہ سولہویں جلد ہے۔ اس میں بھی حسبِ سابق سلف صالحین اور بزرگانِ دین کے طرز پر نہایت آسان زبان میں قرآن مجید کی تفسیر کی گئی ہے، جس سے ہر خاص وعام اِستفادہ کرسکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۱۶ھ)

معالم العرفان فی دروس القرآن (پارہ عم)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی زید مجدہٗ (مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم)۔ مرتب: الحاج لعل دِین ایم اے علومِ اِسلامیہ، شالامار ٹاؤن لاہور۔ صفحات: ۵۹۲۔ قیمت: ۴۰روپے۔ پتا: انجمن محبانِ اِشاعتِ قرآن، جامع مسجد نور و مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔

''معالم العرفان فی دروس القرآن'' حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہٗ کے درسِ قرآن کا مجموعہ ہے، اس کا مفصل تعارف ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ کے ''بینات'' میں آچکا ہے، اس سے پہلے ''سورۃ الفاتحۃ'' پر ایک جلد اور پارہ ۲۹ پر دو جلدیں آچکی ہیں۔

اِس سلسلہ کی زیرِنظر ضخیم جلد جو پارہ عم کی تفسیر پر مشتمل ہے، جس توسع اور تفصیل سے آیاتِ کریمہ کی تشریح کی گئی ہے، اس پر ''تفسیر عزیزی'' کا گمان ہوتا ہے۔ مضامین تمام تر اہلِ حق کے مطابق ہیں اور مصنف نے تفسیر وحدیث وغیرہ کی جن کتابوں سے اِستفادہ کیا ہے اُن کا حوالہ بقیدِ صفحات حاشیہ میں دے دیا گیا ہے۔ نیز مضامین کے عنوانات بھی حاشیہ میں درج ہیں، کتابت وطباعت بھی بڑی معیاری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ)

آسان تفسیر

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم۔ صفحات: ۳۲۸۔ قیمت: ۱۵ روپے۔
ناشر: دارالارشاد، کیمبل پور۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہٗ العزیز (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء-۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء) کے مسترشد ومجاز بیعت حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ کو تفسیر کے ذوق اور علم قرآن میں رُسوخ کی نعمت شیخ کے فیض سے ملی ہے۔ علوم قرآن پر اُن کی ایک کتاب ''معارف القرآن'' کے نام سے شائع ہو کر اہلِ علم سے تمغۂ قبول حاصل کرچکی ہے۔ قرآنِ کریم کی تفسیر کا سلسلہ بھی اُنہوں نے تدریساً وتحریراً جاری رکھا۔

زیرِ نظر ''آسان تفسیر'' جو سورۃ الفاتحۃ اور سورۃ البقرۃ کی تفسیر ہے، واقعی اِسم بامسمّٰی ہے۔ ترجمہ بین السطور بزاِمتین؛ حضراتِ دہلی کی طرز پر، ربطِ آیات، ضروری فوائد، خلاصۂ مضامین، آسان اور عام فہم زبان اس کے اِنفرادی خصائص ہیں۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کی صحت وعمر میں برکت فرمائیں۔ اگر اسی طرح قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل ہوجائے تو یہ بہت مفید خدمت ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۷ھ)

درسِ قرآن مجید، ساتواں سالانہ مجموعہ (اُردو)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم۔ مرتبہ: محمد عثمان غنی بی اے۔ صفحات: ۳۵۲۔ قیمت: ۲۴ روپے۔ پتا: دارالارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر۔

قرآنِ کریم علم وحکمت کا خزانہ ہے، جس کی تلاوت قلب کو منور اور فکر وفہم کو جلا بخشتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن سے دُوری اُمت کی محرومی کا باعث ہے۔ سرسبز وشاداب رکھے اللہ تعالیٰ علمائے دیوبند کو جنہوں نے اُمت کو اس چشمۂ صافی سے سیراب کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم بھی انہیں موفق حضرات میں سے ہیں جنہوں نے اپنے حلقہ میں ماہانہ دُروس کا سلسلہ جاری فرمایا ہوا ہے، جسے بعد میں مرتب کرلیا جاتا ہے۔ ۱۹۶۴ء سے شروع ہونے والے درسِ قرآن کی یہ ساتویں جلد ہے جو سورۃ الحج اور سورۃ النور کے پہلے رُکوع پر مشتمل ہے۔ یہ جلد رمضان ۱۳۹۰ھ سے رمضان ۱۳۹۱ھ تک کے عرصہ کے دُروس کا مجموعہ ہے۔ زبان عام فہم سادہ ودِل کش ہے۔ مؤلف موصوف مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''چونکہ درسِ قرآن بلا کسی سابقہ تیاری کے دیا جاتا ہے، اس لیے بعض اوقات آیات کے حوالہ جات یا دوسرے مضامین کے حوالہ جات رہ جاتے ہیں جن کو طباعت کے وقت حاشیہ میں درج کیا گیا ہے۔''

مگر یہ حقیقت ہے کہ اس مجموعہ کے مطالعہ سے یہ کسی طرح بھی محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کسی پیشگی تیاری کے بغیر دیا گیا ہے۔ حضرت مولانا نے نئی نسل کے لیے تفسیری مواد سے لبریز ایک بہت اچھا خاصا مواد یکجا کردیا ہے جو ان شاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ مگر آخر میں مولانا نے خود ہی اس کی تصریح فرمادی ہے کہ یہ درس چونکہ بطور تذکیر اور وعظ کے ہے، اس لیے کسی مسئلہ پر فتویٰ یا حکم سمجھنے کے لیے کسی محقق عالم دین کی طرف رجوع کریں۔ خدا کرے یہ سلسلہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ)

درسِ قرآن مجید (۷ جلدیں)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی زید مجدہم۔ ترتیب: محمد عثمان غنی، بی اے۔ صفحات پہلا حصہ: ۲۲۴۔ دوسرا حصہ: ۲۸۸۔ تیسرا حصہ: ۳۲۶۔ چوتھا حصہ: ۲۵۶۔ پانچواں حصہ: ۲۴۰۔ چھٹا حصہ: ۲۴۴۔ ساتواں حصہ: ۳۵۲۔ قیمت مکمل سیٹ: ۱۳۵۰ روپے۔ پتا: دار الارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر۔

وعظ و تلقین اور درس و تدریس علمائے حقہ کی رُوح اور غذا کا درجہ رکھتے ہیں، وہ علوم و معارف کو لٹا کر سرخ رُو اور شاداں و فرحاں نظر آتے ہیں۔ یہی اُن کا مقصدِ زندگی ہے اور اسی کو انہوں نے اپنی زندگی کا اوڑھنا اور بچھونا بنایا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ انہیں زندگی بے مقصد اور معاشرہ فضول اور سونا لگتا ہے۔

میانوالی کے مشہور مفسرِ قرآن حضرت مولانا حسین علی واں بھچراںؒ کے بارہ میں ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ جب میں نے اُن سے اپنی شادی میں شرکت کی درخواست کی تو فرمایا کہ میرا قرآن کوئی سنے گا؟ میں نے عرض کیا: اور کوئی نہ ہوا تو حضرت! میں تو ہوں۔ اس پر فرمایا: ہاں! قرآن سنانے ضرور جاؤں گا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۲۹۵ھ/۱۸۷۹ء-۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) کے شاگردِ رشید اور شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء-۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء) کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی زید مجدہم کی فیض رساں شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت قاضی صاحب بھی اپنے اسلاف و اکابر کی طرز پر ملک کے مختلف مقامات پر درسِ قرآن و حدیث دیتے ہیں۔ آپ کے حلقۂ دُروس میں ''انوار القرآن، لالہ رُخ، واہ آرڈی نینس فیکٹری، واہ کینٹ'' کا

درس اس اعتبار سے ممتاز اور منفرد ہے کہ سنہ ۱۹۶۴ء سے شروع ہو کر روز بروز ترقی پذیر ہے اور اس کی کئی ایک شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ یہ درس ہر انگریزی ماہ کے آخری اتوار اور اب جمعہ کو ہوتا ہے۔

اس علمی سرمایہ کو ٹیپ کی مدد سے نقل کر کے کتابی شکل دی جارہی ہے، جس کی بحمد اللہ! پچیس جلدیں مکمل ہو چکی ہیں، جن میں سے سات زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور باقی پر کام جاری ہے۔ جو جلدیں مکمل ہو چکی ہیں، اُن کی مقبولیت اور پسندیدگی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان میں سے کئی ایک جلدوں کے کئی کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

یہ درس عوام وخواص سب کے لیے یکساں مفید ہے، چونکہ یہ عوامی درس ہے اور مقصد وعظ وتذکیر ہوتا ہے، اس لیے اس میں علمی مباحث نہیں ہوتے۔ مگر کوشش یہ کی گئی ہے کہ اِرشاداتِ اِلٰہیہ کو عام فہم انداز میں پیش کیا جائے اور سبق پڑھانے کے انداز میں بعض جگہ ایک بات کو دُہرایا بھی گیا ہے۔ اگرچہ یہ تصنیفی رنگ نہیں مگر تدریس میں یہ انداز بے حد مفید ثابت ہوتا ہے کہ کم استعداد والے بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

بلاشبہ یہ درسِ قرآن جو آسان انداز کی تفسیر ہے، نوتعلیم یافتہ طبقہ کو معانیٔ قرآن سمجھانے کے لیے بے حد مفید ہے۔ پہلے ایڈیشنوں میں حوالہ جات نہیں تھے، اب عوام اور درس دینے والوں کی سہولت کے لیے اسے باحوالہ کر دیا گیا ہے۔ کتاب ماشاء اللہ! ہر اعتبار سے وقیع ہے۔

ہمارے خیال میں ان علوم وفیوض کی زیادہ سے زیادہ اِشاعت ہو، اور اَئمہ وخطباء حضرات اور دِینی وعلمی وانجمنوں کے احباب نہ صرف خود ان کا مطالعہ کریں، بلکہ ان کے عوامی درس وتدریس کا اِنتظام کریں، جس سے ان شاء اللہ! اُمت کی علمی، عملی، اخلاقی اِصلاح کے ساتھ ساتھ اکابر علمائے حقہ کے ساتھ تعلق پیدا ہوگا۔ اُمید ہے کہ اہلِ ذوق اس گراں قدر سرمایہ کی قدر دانی کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۱۰ھ)

درسِ قرآن مجید (آٹھواں حصہ)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ۔ صفحات: ۲۴۶۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ پتا: دارالارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر، پاکستان۔

درسِ قرآن مجید کا سلسلہ اَسلاف کے علوم ومعارف عوام تک پہنچانے کا مفید اور مؤثر ذریعہ ہے، مگر افسوس کہ اَب یہ سلسلہ چھوٹتا جارہا ہے۔

الحمدللہ! ہمارے بزرگ اور یادگارِ اَسلاف حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ نے تاحال یہ سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے، اُن کے دُروس کو بحمداللہ! کتابی شکل دے کر اِفادۂ عام کے لیے شائع کیا جارہا ہے، اِس سلسلہ کی سات جلدوں پر گزشتہ شمارہ میں مفصل تبصرہ شائع ہو چکا ہے، یہ حصہ ۲۸رنومبر ۱۹۷۱ء سے شروع ہو کر ۲۲راکتوبر تک کے بارہ دُروس کا مجموعہ ہے۔

بلاشبہ یہ درسِ قرآن جو آسان اَنداز کی تفسیر ہے، جدید تعلیم یافتہ حضرات کی قرآن فہمی کے لیے ایک اکسیرِ اَعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ خدا کرے حضرت قاضی صاحب کے یہ علمی اِفادات مکمل ہو کر جلد اَز جلد منظرِ عام پر آجائیں۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ)

درسِ قرآن مجید (بائیس واں وتیئس واں سالانہ مجموعہ)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی زیدمجدہٗ۔ مرتبہ: جناب محمد عثمان غنی، بی اے۔ صفحات: ۲۸۸+۲۸۰۔ پتا: دارالاشاد مدنی روڈ، اٹک شہر، پاکستان۔

زیرِ تبصرہ بائیسویں اور تیئسویں جلدیں سورۃ مزمل سے لے کر سورۃ النازعات تک کے حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ کے دُروس پر مشتمل ہیں۔

خدا کرے کہ یہ سلسلہ تکمیل کو پہنچ جائے اور حضرت قاضی صاحب کے علوم ومعارف سے اُمت بیش از بیش فائدہ اُٹھائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۴ھ)

درسِ قرآن مجید (بائیس واں، تیئس واں اور پچیس واں سالانہ مجموعہ)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی زیدمجدہٗ۔ بائیس واں سالانہ مجموعہ، صفحات: ۲۸۸۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ تیئس واں سالانہ مجموعہ، صفحات: ۲۸۰۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ پچیس واں سالانہ مجموعہ، صفحات: ۲۷۴۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ پتا: دارالارشاد، مدنی روڈ، اَٹک شہر۔

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی زیدمجدہٗ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آں موصوف اکابر کی یادگار

اور اسلاف کے علوم ومعارف کے امین ہیں اور اکابر کی طرز پر ہی آپ نے عوام الناس کی اصلاح کی غرض سے باوجود گونا گوں مصروفیات اور پیرانہ سالی کے درسِ قرآن کو معمول بنایا ہوا ہے۔

زیرِ نظر مجموعات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ ماشاء اللہ! اس سے قبل کے تمام مجموعات پر ''بینات'' میں مفصل تبصرہ آچکا ہے۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد از جلد اس انداز کے تفسیری مجموعوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر اِصلاحِ عوام وخواص کے لیے بیش از بیش مفید بنائے۔ آمین!

ویسے یہ درسِ قرآن ایک مکمل تفسیر کا نقشہ پیش کرتا ہے، جس سے عوام وخواص برابر مستفید ہو سکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۱۴ھ)

درسِ قرآن (جلداوّل)

جناب الحاج محمد احمد صاحب۔ صفحات: ۸۲۴۔ قیمت (مجلد): ۳۵ روپے۔ پتا: ۲/۴۷۲، ایچ بلاک، شمالی ناظم آباد، کراچی۔

حضرت محترم الحاج محمد احمد صاحب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ (۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء- ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) کے مسترشد اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حق تعالیٰ جناب مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے، اُن کی زیرِ نظر تالیف دیکھ کر دِل خوش ہوگیا۔ موصوف نے اس درسِ قرآن میں (جو اوّل سے آخر تک مسجد میں سنایا گیا) جن اُمور کی رعایت رکھی ہے، وہ یہ ہیں:

زبان بہت ہی سادہ اور عام فہم، جس کو عام اشخاص بھی آسانی سے سمجھ سکیں۔ قرآنِ کریم کا ترجمہ لفظ بلفظ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا لیا ہے، اور تفسیر میں اصل مدار تفسیر ''بیان القرآن'' کو بنا کر دیگر مستند اور معتبر تفاسیر سے اِستفادہ کیا ہے۔ تشریحات میں قرآن کریم کی اَصل دعوت، اِصلاح وتربیت، تعلق مع اللہ، ادائے حقوق، محاسبۂ آخرت وغیرہ کو شدت سے ملحوظ رکھا ہے، جسے اس کتاب کی ''رُوح'' کہنا چاہیے۔ تفاسیر ماشاء اللہ! بہت لکھی گئی ہیں، لیکن اِس ناکارہ کے خیال میں حضرت مؤلف دام مجدہٗ کا یہ درسِ قرآن صحت و متانت اور سہولت وسلامتِ فکر میں اپنی نرالی شان رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اِس کو خلعتِ قبول عطا فرمائے اور جنابِ مؤلف کے لیے زادِ آخرت بنائیں۔ والحمد للہ اَوّلاً واٰخراً!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۹ھ)

انوار البیان فی کشف اسرار القرآن (اُردو، جلد اوّل)

مولانا محمد عاشق اِلٰہی بلند شہری، مہاجر مدنی۔ صفحات: ۵۳۱۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، بیرون بوہر گیٹ، ملتان۔

برصغیر میں سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی قدس سرہٗ کا اُردو ترجمہ اور تفسیر ''موضح القرآن'' طبع ہوئی، اِس سے قبل کوئی اُردو ترجمہ وتفسیر نہ تھی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے علماء کو جنہوں نے برصغیر کے مسلمانوں اور اُردو داں طبقہ کی راہ نمائی کا خیال فرماتے ہوئے اس کی داغ بیل ڈالی۔ یہ ان کے خلوص و اِخلاص کی برکت ہے کہ پھر اس طرف حضرت تھانوی، حضرت شیخ الہند، حضرت مولانا شبیر اَحمد عثمانی، حضرت مولانا محمد اِدریس کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اور حضرت مولانا احمد سعید دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اکابر محققین نے خاص توجہ فرمائی اور اُردو زبان میں بہت ہی عمدہ مفصل ومستند تفسیری ذخیرہ جمع ہوگیا۔

زیرِ نظر تفسیر بھی اِسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس کا جناب مؤلف زید مجدہم نے لوحِ کتاب پر اِس طرح تعارف کرایا ہے:

''سلیس اور عام فہم اُردو زبان میں سب سے پہلی مفصل اور جامع تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام، دِل نشین انداز میں اَحکام ومسائل اور مواعظ ونصائح کی تشریح، اسبابِ نزول کا مفصل بیان، تفسیر وحدیث اور کتبِ فقہ کے حوالوں کے ساتھ۔''

اور بقولِ حضرت مصنف زید مجدہٗ:

''اور ساتھ ہی مسلمانوں کو جگہ جگہ جھنجھوڑا بھی ہے کہ قرآن مجید کا تم سے کیا مطالبہ ہے اور تمہاری اِجتماعی و اِنفرادی زندگی کس رُخ پر ہے؟!...... یہ تفسیر اِن شاء اللہ تعالیٰ ہر طبقہ کے مسلمانوں کے لیے مفید ہوگی، لیکن خصوصیت کے ساتھ ترجمہ وتفسیر پڑھنے والے طلبہ کی زیادہ رعایت کی گئی ہے۔ سببِ نزول لکھنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ تحت اللفظ ہو اور بامحاورہ بھی۔''(۱)

اُمید ہے کہ اس جوہرِ علم وتحقیق سے علماء، طلبہ اور عوام برابر کا اِستفادہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ناشرین کو جزائے خیر دیں اور حضرتِ مصنف کو اس عظیم علمی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے صحت وسلامتی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائیں۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ)

---

(۱) ص: ۱۸

آسان ترجمہ قرآن مجید (سورۃ البقرۃ)

جناب حافظ نذر احمد۔ سائز: ۱۷×۲۷/۸۔ صفحات: ۲۸۔ سفید کاغذ، کتابت و طباعت عمدہ۔ قیمت (سنہری جلد): ۲۴ روپے۔ (عام): ۲۱ روپے۔ پتا: ۱:... پاک مسلم اکادمی، محمد نگر لاہور ۵۔ ۲:... پاک مسلم اکادمی، الفضل مارکیٹ، ۱۷، اُردو بازار، لاہور ۲۔

جناب حافظ نذر احمد صاحب تصنیفی میدان میں اس سے قبل بھی کئی مثالی خدمات انجام دے چکے ہیں، مگر اِس جدید تالیف میں ایک عام اِنسان اور کم پڑھے لوگوں کو قرآن مجید کے ترجمہ سے رُوشناس کرانے کے لیے ایک نہایت عمدہ کوشش کی گئی ہے، جس کا انداز کچھ یوں ہے:

پہلی سطر میں قرآنِ مجید کی عبارت ہے، اور دُوسری سطر میں ایک ایک لفظ کا جدا جدا ترجمہ، اور تیسری سطر میں سلیس ترجمہ دیا گیا ہے اور خوبی یہ ہے کہ لفظی اور سلیس ترجمہ میں کوئی فرق نہیں۔

ہر صفحہ پر چار سطریں ہیں اور صفحہ کے آخر میں اس صفحہ کے افعال کی مشق دی گئی ہے اور ہر صفحہ پر افعال بھی اوسطاً چار ہیں۔

ترجمہ پر نظرِ ثانی کرنے والوں میں دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث؛ تینوں مکتبۂ فکر کے علماء شامل ہیں۔ بقولِ مؤلف: یہ اتحادِ فکری کا ایک مثالی نمونہ ہے، اگر اس طرح پورے قرآن مجید کا ترجمہ ہو جائے تو بہت ہی بڑا کارنامہ ہوگا۔

اِبتدا میں عربی زبان کے قواعد؛ بیس اسباق میں دیئے گئے ہیں، جو ایک مبتدی کے لیے نہایت مفید ہیں۔ اِس تالیف کا ایک منفرد کارنامہ یہ بھی ہے کہ جناب مؤلف نے سورۃ البقرۃ کے آخر میں اس سورۃ کے تمام مادّہ ہائے افعال مرتب کردیے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ پورے قرآن مجید کے مادّہ ہائے افعال (مجرد اور ثلاثی، مزید فیہ) کے دو چارٹ دو رنگوں میں حروفِ ابجد کی ترتیب کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔

قرآنِ مجید کو ''یسرنا القرآن'' ثابت کرنے کی یہ اپنی نوعیت کی بالکل سائنٹفک کوشش ہے۔ اِعرابی اَغلاط ضرور ہیں، اُمید ہے کہ آئندہ اِشاعت میں اِصلاح کردی جائے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۳ھ)

درسِ قرآن

مولانا عبدالرحیم بھیروی۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: جامعہ اِشاعت القرآن

والسنۃ، بھیرہ، ضلع سرگودھا۔

قرآنِ کریم عقائد واعمال اور اخلاق ومعاشرت کے ہر شعبہ میں سرچشمۂ ہدایت ہے، بشرطیکہ ایک اِنسان اپنی خواہشات سے خالی ہوکر قرآنِ کریم سے رہنمائی کا طالب ہو۔

زیرِ نظر کتابچہ میں فاضل مؤلف نے عقائد واعمال اور اخلاق وکردار کے شعبوں سے متعلق قرآنی آیات جمع کی ہیں اور اُن کی عام فہم شرح فرمائی ہے۔ عقائد میں صرف ان اُمور سے تعریض کی ہے، جن کے بارہ میں قرآنِ کریم نے صاف ہدایات دی ہیں، مگر اس کے باوجود لوگ فکری غلطیوں میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح اعمال واخلاق میں سے بھی صرف انہی کو لیا ہے، جن میں قرآنی ہدایت کے برعکس غلطیوں اور بے احتیاطیوں کا اِرتکاب ہورہا ہے۔

اُمید ہے کہ بنظرِ اِنصاف اس رسالہ کا مطالعہ عقائد واعمال اور اخلاق کی اِصلاح کے لیے مفید ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

درسِ قرآن

مولانا عبدالرحیم صاحب۔ صفحات: ۱۹۶۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: جامعہ اِشاعت القرآن والسنۃ، بھیرہ، ضلع سرگودھا۔

عقائد، عبادات اور اخلاق کے سلسلہ میں قرآنِ کریم کی تعلیمات اور اُن کی تشریح، مسئلۂ علمِ غیب، حاضر وناظر، مختارِ کُل، ندائے غیر، سجدۂ غیراللہ، انبیائے کرام علیہم السلام کی بشریت؛ قرآنِ کریم کی روشنی میں!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۳ھ)

تفسیر سورۃ الملک

اِفادات: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ۔ مرتب: مولانا نعیم الدین صاحب۔ صفحات: ۲۲۳۔ قیمت: ۶۰ روپے۔ ناشر: مکتبہ رشیدیہ نزد مسجد مقدس، اُردو بازار کراچی۔

زیرِ نظر کتاب ''تفسیر سورۃ الملک'' حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء-۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) کے درسِ قرآن کا مجموعہ ہے، جو حضرتؒ بمبئی میں ایک سال پورے ماہِ رمضان میں دیتے رہے اور اسے کیسٹوں کے ذریعہ محفوظ کرلیا گیا۔

اِس سلسلہ میں مرتب موصوف مولانا نعیم الدین (مدرّس جامعہ مدنیہ، لاہور) کتاب کا تعارف فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ نے دیگر خصوصیات کے ساتھ آپ کو تقریر وخطابت کا جو ملکہ عطا فرمایا تھا، وہ کم ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ راقم الحروف کو حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ کی متعدد تقاریر سننے کا شرف نصیب ہوا ہے۔ آپ کی تقریر کسی بھی قسم کے اُتار چڑھاؤ کے بغیر نہایت شستہ انداز میں ہوا کرتی تھی، یوں لگتا تھا جیسے علوم ومعارف کا ایک دریا ہے، جو بہتا چلا جارہا ہے۔ انداز اس قدر دل کش اور سہل ہوتا تھا کہ آپ کی تقریر فوراً ہی ذہن نشین ہوجاتی تھی۔ احقر ۱۹۸۸ء میں دیوبند گیا، تو معلوم ہوا کہ ایک دُکان پر حضرت قاری صاحبؒ کی کیسٹیں دستیاب ہیں، احقر نے وہ کیسٹیں خرید لیں، ان میں چھ کیسٹیں ایسی تھیں جن میں سورۃ الملک کی تفسیر بیان کی گئی تھی، معلوم کرنے پر پتا چلا کہ ایک سال رمضان المبارک میں حضرت قاری صاحب بمبئی تشریف لے گئے تھے، وہاں کے احباب کے اِصرار پر آپ پورے رمضان عشاء کی نماز کے بعد درسِ قرآن دیتے رہے، ان درسوں میں آپ نے سورۃ الملک کی تفسیر بیان فرمائی، آپ کے یہ دُروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کرلیے گئے، احقر یہ قیمتی کیسٹیں حاصل کرکے لاہور لے آیا اور یہ دُروس ماہنامہ "انوارِ مدینہ" میں قسط وار چھپتے رہے، ۲۳ قسطوں میں سورۃ الملک کی تفسیر مکمل ہوئی۔"

ماشاء اللہ! اب یہ کتابی شکل میں مخدومنا المکرّم حضرت مولانا قاری شریف احمد مدظلہٗ (مسجد شی اسٹیشن) کی سرپرستی میں "مکتبہ رشیدیہ کراچی" سے شائع ہوچکی ہے۔ ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ کا ہے اور تفسیر مکمل حکیم الاسلام علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں ہے۔ کتاب کی اِبتدا میں قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات بھی درج کیے گئے ہیں۔ مرتبِ موصوف نے کتاب کو مفید اور قیمتی عنوانات اور جلی سرخیوں سے مزین کیا ہے۔ ٹائٹل عمدہ ودیدہ زیب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مرتبِ موصوف کی کاوش کو قبول ومنظور فرمائے اور عوام وخواص دونوں کے لیے مفید بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ)

تفسیر سورۃ الضحیٰ

مولانا قاری لطف اللہ شہیدؒ۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۵۰ پیسے۔ پتا: قاری محمد رشید اللہ ارشد،

جامعہ رشیدیہ، ساہیوال۔

جامعہ رشیدیہ کے مولانا قاری لطف اللہ شہیدؒ بڑی خوبیوں کے مالک تھے، حافظ، قاری، پختہ عالم، شعلہ نوا اور بے مثل خطیب۔ ایک زمانہ میں پنجاب کا گوشہ گوشہ اُن کی صدائے سحر آفریں سے گونج رہا تھا۔ ''سیرتِ طیبہ'' اُن کی خطابت کا خاص موضوع، ''عظمتِ صحابہؓ'' اور ''رَدِّ بدعت'' اُن کا نصب العین اور ''ختمِ نبوت کی پاسبانی'' اُن کا اوّلین وآخرین مشن تھا۔

مرحوم نے مختلف موضوعات پر چند قیمتی رسائل بھی تالیف کیے تھے، ان میں سے زیرِ نظر کتابچہ غالبًا پہلی بار شائع ہوا ہے، جس میں ''سورۃ الضحیٰ'' کی تفسیر کے ضمن میں عمدہ نکات اور سیرتِ طیبہ کے بعض اچھوتے پہلو قلم بند کیے گئے ہیں۔ کاش! قاری صاحبؒ کے تمام رسائل یکجا شائع کردیے جاتے تو بہت ہی مفید ہوتا!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۳ھ)

سورۃ الفاتحہ کے علمی وتفسیری فوائد

مولانا سیّد محمد نجم الحسن تھانوی۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۳۰ پیسے۔ ناشر: مولانا وکیل احمد شروانی، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد، لاہور۔

مولانا موصوف بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت مجددُ الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے فیضِ التفات سے سرفراز رہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں آپ نے درسِ قرآن کے اِفادات کو قلم بند فرمایا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ پہلے آیت دی جاتی ہے، اس کے تحت ترجمہ لایا جاتا ہے، اس کے بعد مفردات کی تشریح کی جاتی ہے پھر آیت سے متعلقہ تفسیری وعلمی فوائد ذکر کیے جاتے ہیں۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ دورِ حاضر کے ذہن کو سامنے رکھ کر قرآنِ حکیم کے رُموز واَسرار سلیس زبان میں بیان ہوئے ہیں، جدید تعلیم یافتہ حضرات کو اس سے اِستفادہ کرنا چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

آخری سورتوں کی تفسیر

مولانا محمد متین ہاشمی (ایم اے پروفیسر قائد اعظم ڈگری کالج وبانی وصدر مدرسہ عربیہ اسلامیہ سید پور

(مشرقی پاکستان)۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت: ۲ روپیہ ۵۰ پیسے۔ پتا: جناب جمیل رضا صاحب، ریلوے مارکیٹ، سید پور (مشرقی پاکستان)۔

مولانا محمد متین صاحب ثقہ عالم اور قدیم وجدید دونوں کے جامع ہیں، زیرِ نظر تالیف موصوف کے قلم سے سورۃ الضحیٰ سے آخر تک قرآنِ کریم کی چھوٹی سورتوں بشمول سورۃ الفاتحہ کی تفسیر ہے، موصوف لکھتے ہیں:

''دراصل میرا خیال تھا کہ یہ تفسیر عام فہم اور آسان ہو، اسی لیے قصداً میں نے تفسیری مباحث سے احتراز کیا ہے اور نہایت سیدھے سادے انداز میں محض ان سورتوں کی تفسیر پیش کی ہے، جنھیں عام آدمی اکثر وبیشتر نمازوں میں پڑھتے ہیں، شروع میں (ہر سورت کا) مختصر سا تعارف دیا گیا ہے پھر ہلکی پھلکی تفسیر پیش کی گئی ہے اور اختتام پر سورۂ مذکورہ کا بنیادی تخیل خلاصہ کے عنوان کے تحت دے دیا گیا ہے، تاکہ سورت کا مفہوم ذہن نشین ہو جائے۔ میں نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ سلف صالحین کا تتبع کیا جائے پھر بھی اگر کہیں غلطی پائیں تو اللہ کے واسطے مطلع فرمائیں تاکہ یہ نابکار اصلاح کرلے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شیر خوارگی میں فرشتوں کے جھولا جھولنے اور آپ کے چاند سے کھیلنے کا واقعہ روایتی حیثیت سے کمزور ہے۔ کتاب میں درج شدہ اُحادیث وآثار کے اِستناد کے لیے حاشیہ میں ماٰخذ کی نشان دہی کی ضرورت تھی۔ بہرحال! جناب مؤلف اس تفسیری خدمت پر مبارک باد کے مستحق ہیں، حق تعالیٰ اسے شرفِ قبول بخشیں اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہوں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ)

تفسیر اعجاز القرآن (حصہ اوّل)

مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکی۔ صفحات: ۳۲۸۔ (تقطیع خورد) قیمت مجلد اعلیٰ: ۵/۵۰ روپے۔ دوم: ۴/۵۰ روپے۔ پتا: پاکیزہ دار المصنفین ہیرا آباد، جامع مسجد حیدرآباد، مغربی پاکستان۔

قرآنِ حکیم کی تفسیر کے موضوع پر فقہ، اَحکام، صرف، نحو، لغت، معانی، بیان وغیرہ ہر اعتبار سے اتنا کام ہو چکا ہے، جس سے عقل حیران ہے۔

قرآن کی فصاحت وبلاغت پر اُصولی بحث تو اس فن کی کتابوں میں کی گئی ہے بلکہ شاید یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ فن اسی مقصد کے لیے وجود میں آیا اور تفصیلی بحث تفسیر کی ان کتابوں میں کی گئی ہے جو خاص اسی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں، ان میں علامہ زمخشری کی ''الکشاف'' گویا ان تمام کی اصل الاصول ہے اور ابو سعود، بیضاوی اور نسفی وغیرہ نے اسی کا تتبع کیا ہے۔

قرآن کی فصاحت و بلاغت کا تعلق چونکہ کلامِ عربی سے ہے اور اس کا ٹھیک طرح سمجھنا بھی انہی حضرات کے لیے آسان ہے، جنہیں عربیت کا صحیح ذوق ہو، اس لیے اُردو تفاسیر میں اس کا اہتمام نہیں کیا گیا، زیرِ نظر کتاب اس سلسلہ کی پہلی کوشش ہے، مصنف کی خواہش ہے کہ اعجازِ قرآن کا سمجھنا صرف عربی داں طبقہ تک محدود نہیں رہنا چاہیے، چنانچہ انہوں نے بڑی خوبی سے قرآن کریم کے اسرارِ بلاغت کو اُردو میں منتقل کردیا ہے۔ مصنف کی یہ کوشش لائقِ تحسین ہے، مگر ہمارے خیال میں قرآنِ کریم کا اعجازِ بلاغت کوئی لفظی چیز نہیں، جس کا ادراک چند نکات و اسرار کے ذریعہ کیا جاسکے، وہ تو ایک ایسی لطیف اور معنوی چیز ہے جس کا ادراک عربیت کے صحیح ذوق پر موقوف ہے۔ ومن لم یذق لم یدر! مصنفِ محترم کو اس پر خاص تنبیہ کرنی چاہیے تھی کہ ان کے ذکر کردہ اسرار و نکات کو صحیح غلط پڑھ لینے کے بعد اُردو داں طبقہ کو ''جہلِ مرکب'' کی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

مقدمہ میں قرآنِ کریم کے معجزہ ہونے کی تقریر کئی اعتبار سے مخدوش ہے، اعجازِ قرآن کو صرف فصاحت و بلاغت پر منحصر کرنا صحیح نہیں، قرآنِ کریم کے جس پہلو کو لیا جائے اس میں اعجازی شان نظر آئے گی۔

یقیناً قرآنِ کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا سب سے بڑا معجزہ ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے معجزات نیز دیگر انبیائے کرام (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کے معجزات بھی کسی بے اعتنائی کے مستحق نہیں، اس لیے ایسی تقریر سے احتراز ضروری ہے جس سے ان کی نفی یا استخفاف کا ابہام لازم آئے۔ بہرحال! مصنفِ محترم کی یہ خدمت اپنی نوعیت کی پہلی پیش کش ہے جسے اُردو کی نئی تفسیر بیضاوی کہنا چاہیے۔ اُمید ہے اس سے اُردو داں حضرات سے زیادہ عربی طلبہ مستفید ہوسکیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۰ھ)

تفسیر اعجاز القرآن واسرار البیان (حصہ دوم)

حضرت مولانا سعد حسن خان صاحب یوسفی ٹونکی۔ کتابت و طباعت: اَعلیٰ۔ قیمت: ۵ روپے۔ ملنے کا پتا: لطیف آباد، بنگلہ ۴۵، ایونٹ نمبر ۶ بلاک سی، حیدرآباد۔

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی، یہ ابدی پیغامِ حیات ہے، انسانوں کی ہدایت کے لیے نسخۂ کیمیا ہے۔ علمائے اُمت نے مختلف جہات سے اس کی خدمت کی۔ قراء نے اس کی قراءتوں اور لہجوں کو یاد رکھا، فقہاء نے اَحکام کے لحاظ سے اس کی مبسوط تفسیریں لکھیں، علمائے کلام نے عقائد و اُصولِ دین کی جہت سے اس کے جمالِ

(مشرقی پاکستان)۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت: ۲ روپیہ ۵۰ پیسے۔ پتا: جناب جمیل رضا صاحب، ریلوے مارکیٹ، سید پور (مشرقی پاکستان)۔

مولانا محمد متین صاحب ثقہ عالم اور قدیم و جدید دونوں کے جامع ہیں، زیرِ نظر تالیف موصوف کے قلم سے سورۃ الضحیٰ سے آخر تک قرآنِ کریم کی چھوٹی سورتوں بشمول سورۃ الفاتحہ کی تفسیر ہے، موصوف لکھتے ہیں:

''دراصل میرا خیال تھا کہ یہ تفسیر عام فہم اور آسان ہو، اسی لیے قصداً میں نے تفسیری مباحث سے احتراز کیا ہے اور نہایت سیدھے سادے انداز میں محض ان سورتوں کی تفسیر پیش کی ہے، جنھیں عام آدمی اکثر و بیشتر نمازوں میں پڑھتے ہیں، شروع میں (ہر سورت کا) مختصر سا تعارف دیا گیا ہے پھر ہلکی پھلکی تفسیر پیش کی گئی ہے اور اختتام پر سورۂ مذکورہ کا بنیادی تخیل خلاصہ کے عنوان کے تحت دے دیا گیا ہے، تاکہ سورت کا مفہوم ذہن نشین ہو جائے۔ میں نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ سلف صالحین کا تتبع کیا جائے پھر بھی اگر کہیں غلطی پائیں تو اللہ کے واسطے مطلع فرمائیں تاکہ یہ نابکار اصلاح کر لے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شیر خوارگی میں فرشتوں کے جھولا جھولنے اور آپ کے چاند سے کھیلنے کا واقعہ روایتی حیثیت سے کمزور ہے۔ کتاب میں درج شدہ اَحادیث و آثار کے اِستناد کے لیے حاشیہ میں مآخذ کی نشان دہی کی ضرورت تھی۔ بہرحال! جناب مؤلف اس تفسیری خدمت پر مبارک باد کے مستحق ہیں، حق تعالیٰ اسے شرفِ قبول بخشیں اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہوں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ)

تفسیر اعجاز القرآن (حصہ اوّل)

مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکی۔ صفحات: ۳۲۸۔ (تقطیع خورد) قیمت مجلد اعلیٰ: ۵/۵۰ روپے۔ دوم: ۴/۵۰ روپے۔ پتا: پاکیزہ دار المصنفین ہیرا آباد، جامع مسجد حیدر آباد، مغربی پاکستان۔

قرآنِ حکیم کی تفسیر کے موضوع پر فقہ، اَحکام، صرف، نحو، لغت، معانی، بیان وغیرہ ہر اعتبار سے اتنا کام ہو چکا ہے، جس سے عقل حیران ہے۔

قرآن کی فصاحت و بلاغت پر اُصولی بحث تو اس فن کی کتابوں میں کی گئی ہے بلکہ شاید یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ فن اسی مقصد کے لیے وجود میں آیا اور تفصیلی بحث تفسیر کی ان کتابوں میں کی گئی ہے جو خاص اسی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں، ان میں علامہ زمخشری کی ''الکشاف'' گویا ان تمام کی اصل الاصول ہے اور ابو سعود، بیضاوی اور نسفی وغیرہ نے اسی کا تتبع کیا ہے۔

قرآن کی فصاحت و بلاغت کا تعلق چونکہ کلامِ عربی سے ہے اور اس کا ٹھیک طرح سمجھنا بھی انہی حضرات کے لیے آسان ہے، جنہیں عربیت کا صحیح ذوق ہو، اس لیے اُردو تفاسیر میں اس کا اہتمام نہیں کیا گیا، زیرِ نظر کتاب اس سلسلہ کی پہلی کوشش ہے، مصنف کی خواہش ہے کہ اعجازِ قرآن کا سمجھنا صرف عربی داں طبقہ تک محدود نہیں رہنا چاہیے، چنانچہ انہوں نے بڑی خوبی سے قرآن کریم کے اسرار بلاغت کو اُردو میں منتقل کردیا ہے۔ مصنف کی یہ کوشش لائقِ تحسین ہے، مگر ہمارے خیال میں قرآنِ کریم کا اعجازِ بلاغت کوئی لفظی چیز نہیں، جس کا ادراک چند نکات و اسرار کے ذریعہ کیا جاسکے، وہ تو ایک ایسی لطیف اور معنوی چیز ہے جس کا ادراک عربیت کے صحیح ذوق پر موقوف ہے۔ ومن لم یذق لم یدر! مصنفِ محترم کو اس پر خاص تنبیہ کرنی چاہیے تھی کہ ان کے ذکر کردہ اسرار و نکات کو صحیح غلط پڑھ لینے کے بعد اُردو دان طبقہ کو ''جہلِ مرکب'' کی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

مقدمہ میں قرآنِ کریم کے معجزہ ہونے کی تقریر کئی اعتبار سے مخدوش ہے، اعجازِ قرآن کو صرف فصاحت و بلاغت پر منحصر کرنا صحیح نہیں، قرآنِ کریم کے جس پہلو کو لیا جائے اس میں اعجازی شان نظر آئے گی۔

یقیناً قرآنِ کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت کا سب سے بڑا معجزہ ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے معجزات نیز دیگر انبیائے کرام (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کے معجزات بھی کسی بے اعتنائی کے مستحق نہیں، اس لیے ایسی تقریر سے احتراز ضروری ہے جس سے ان کی نفی یا استحقاق کا ابہام لازم آئے۔ بہرحال! مصنفِ محترم کی یہ خدمت اپنی نوعیت کی پہلی پیش کش ہے جسے اُردو کی نئی تفسیر بیضاوی کہنا چاہیے۔ اُمید ہے اس سے اُردو دان حضرات سے زیادہ عربی طلبہ مستفید ہوسکیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۰ھ)

تفسیر اعجاز القرآن واسرار البیان (حصہ دوم)

حضرت مولانا سعد حسن خان صاحب یوسفی ٹونکی۔ کتابت و طباعت: اَعلیٰ۔ قیمت: ۵ روپے۔ ملنے کا پتا: لطیف آباد، بنگلہ ۴۵ یونٹ نمبر ۶ بلاک سی، حیدرآباد۔

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی، یہ ابدی پیغامِ حیات ہے، انسانوں کی ہدایت کے لیے نسخۂ کیمیا ہے۔ علمائے اُمت نے مختلف جہات سے اس کی خدمت کی۔ قراء نے اس کی قراءتوں اور لہجوں کو یاد رکھا، فقہاء نے اَحکام کے لحاظ سے اس کی مبسوط تفسیریں لکھیں، علمائے کلام نے عقائد و اُصولِ دین کی جہت سے اس کے جمالِ

جہاں آرا کو واضح کیا، علمائے بلاغت ومعانی نے اس نوع سے اس کی خدمت کی، اس کتاب الٰہی کے لفظ ومعنی دونوں معجز ہیں، زمخشری، بیضاوی، ابوالسعود کی کوشش کون نہیں جانتا؟

اُردو کا دامن ایسی تفسیر سے خالی تھا جس میں بلاغت ومعانی کے اسرار ونکات سے پردہ اُٹھایا گیا ہے۔ حضرت مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکی اُردو داں طبقہ کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ موصوف نے اس سنگلاخ زمین میں قدم رکھا اور خوب نبھایا۔

''تفسیر اعجاز القرآن و اسرار البیان'' اسی تفسیر کا نام ہے جس کو مولانا موصوف نے نہایت محنت وکاوش سے تحریر فرمایا ہے۔ دو پاروں کی تفسیر اب تک منصۂ شہود پر آچکی ہے۔ پہلا حصہ دو سال قبل زیورِ طبع سے آراستہ ہوا تھا، دُوسرا حصہ اس وقت تبصرہ نگار کے سامنے ہے جس میں دوسرے پارہ کی تفسیر ہے۔ اُردو داں طبقہ اس تفسیر کے ذریعہ قرآنِ کریم کو بلاغت ومعانی کی نظر سے پڑھ کر اپنے قلب پر ایمان وایقان کی کیفیت پیدا کرسکتے ہیں۔ مدارسِ عربیہ کے طلبہ کے لیے یہ تفسیر مفید ہے، کیونکہ اس میں تلخیص المفتاح اور مختصر المعانی کے مسائل کی جھلک نہایت ہی سہل زبان میں ملے گی اور وہ اس سے ان مسائل کے جاری کرنے کا طریقہ بھی معلوم کرسکیں گے۔ جلالین، بیضاوی پڑھنے والے بھی اس سے فائدہ اُٹھاسکتے ہیں، کتابت وطباعت نہایت اَعلیٰ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۴ھ)

تعلیم الکتاب (پارہ عم)

جناب سیّد محمد اویس صاحب (سابق) ایڈیشنل کمشنر کراچی۔ صفحات: ۲۴۰۔ اَعلیٰ کتابت وطباعت۔ پتا: احمدی بیگم تعلیم الکتاب ٹرسٹ، ۲۰، کچہری روڈ کراچی۔

جناب سیّد محمد اویس صاحب اُن سعادت مند اِنسانوں میں سے ایک ہیں جنہیں۔ باوجود ممتاز سرکاری عہدوں پر فائز رہنے کے۔ مدت العمر کتابِ ہدایت سے گہرا تعلق رہا۔ کلامِ الٰہی سے اس قوی ربط وتعلق کا اصل ثمرہ تو آخرت میں ظاہر ہوگا، مگر انہیں دُنیا ہی میں اس کا یہ اِنعام ملا کہ کلام اللہ کی بہترین ترجمانی کی سعادت ان کے حصہ میں آئی۔ جو واردات ومحرکات ان کے لیے اس ترجمہ کے باعث ہوئے اور جن اصول ومقاصد کو انہوں نے اس ترجمہ میں ملحوظ رکھا، انہیں بڑی تفصیل سے موصوف نے قلم بند کیا ہے، جو دِلچسپ بھی ہے اور اِیمان افروز بھی۔ ترجمہ میں تا حدِ اِمکان لغوی معنی اور ترتیب الفاظ قرآن کی رعایت ملحوظ ہے۔ اس کے لیے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے ترجمہ کو مدار بنایا ہے۔ مضمون کے ربط وتسلسل کو نمایاں اور

مفہومِ قرآن کو واضح کرنے کی غرض سے ترجمہ میں جن الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے، انہیں کتابت میں ممتاز کر دیا گیا ہے۔ اختصار کے ساتھ ضروری اور اہم تشریحات بھی دی گئی ہیں، اُسلوبِ قرآن کو ترجمہ میں منتقل کرنے کے لیے الفاظ کے دروبست اور صوتی آہنگ کا خاص طور سے اہتمام کیا گیا ہے، جسے ''نثر ونظم کا مرکب'' کہنا چاہیے۔ ترجمہ کے لیے بڑی سادہ، عام فہم اور غیر علاقائی زبان اختیار کی گئی ہے، جسے فاضل مترجم ''عوامی زبان'' سے یاد کرتے ہیں۔ یہ احتیاط بھی ملحوظ ہے کہ ترجمہ کی تعبیر سلف کی تفسیر سے منحرف نہ ہو۔

اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآں ہونے کے لیے فاضل مترجم نے محض اپنی عقل وفہم پر اعتماد نہیں کیا، بلکہ اُردو، فارسی اور انگریزی تراجم وتفاسیر سے بھرپور استفادہ کے علاوہ اکابر علماء سے وقتاً فوقتاً مشورہ اور رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں۔ ''تعلیم الکتاب'' کا ابھی صرف پارہ عم شائع ہوا ہے، اس کی کتابت اور طباعت بھی جدت وندرت کا بہترین نمونہ ہے۔ مصنف نے جس محنت وعرق ریزی سے کلام اللہ کی یہ خدمت کی ہے، اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ انہیں اخلاص وقبولیت سے نوازے۔

مصنف کی اہلیہ مرحومہ جو اس ترجمہ کی نہ صرف داعیہ ومحرکہ تھیں بلکہ گویا عملاً اس میں شریک تھیں، ان کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے جو اس ترجمہ کی اشاعت کے اہتمام کا ذمہ دار ہے۔ اُمید ہے کہ پڑھا لکھا طبقہ جو قرآنِ حکیم کے حقائق سے آگہی کا خواہش مند ہے، اس ترجمہ کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے گا اور اس سے کماحقہ استفادہ کرے گا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۲ھ)

تدریس القرآن

مولانا محمد اجمل، لاہور۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ اشاعت اسلام جامع مسجد رحمانیہ، قلعہ گوجر سنگھ، عبدالکریم روڈ، لاہور۔

قرآنِ کریم کے مفردالفاظ مع ترجمہ چار پانچ ابواب کے تحت حروف تہجی پر مرتب کیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

راہِ نجات: ''سورۃ العصر'' کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب۔ صفحات: ۳۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایچی سن کالج، لاہور۔

ایچی سن کالج میں پرنسپل صاحب کی دعوت پر ڈاکٹر صاحب نے ''سورۃ العصر'' کا درس دیا تھا، جسے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کرلیا گیا ہے اور بعد میں موصوف کی نظرِ ثانی اور ترمیم و اضافہ کے ساتھ کالج نے اسے شائع کیا۔ تقریر بڑی جان دار اور فکر انگیز ہے۔ ص: ۱۳ پر نجات اور ایمان پر تقریر میں اجمال ہے، ''نجات'' کے ساتھ ''کامل'' کی قید لگانے کی ضرورت تھی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۳ھ)

اللہ کے اَحکام

حافظ نذر احمد۔ صفحات: ۹۴۔ قیمت: دو روپے۔ پتا: مسلم اکادمی ۲۹/۱۸، محمد نگر، علامہ اقبال روڈ، لاہور۔

زیرِ نظر رسالہ میں قرآنِ کریم کے چالیس اَوامر اور چالیس نواہی ترجمہ وتشریح کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں اور یہ اِلتزام کیا گیا ہے کہ کسی حکم کی تشریح ایک صفحہ سے متجاوز نہ ہو۔ بچوں کے ذہن کی رعایت رکھتے ہوئے بہت ہی آسان زبان اختیار کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

تفصیل الفاتحة مع مشهور تراجم

الحاج موج محمد خاں کوثر ایم اے (ملتان)۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت قسم اَوّل مجلد: ۲/۵۰ روپے۔ قسمِ دوم: ۲/۰۰ روپے۔ پتا: دار القرآن الاحسان، ڈبل پھاٹک، ملتان۔

سورۃ الفاتحہ کی تفسیر جس میں ہر آیت کے ایک ایک لفظ کی لغوی تحقیق، آیت کے مضمون کی تشریح اور اس مضمون سے متعلقہ تمام آیاتِ قرانیہ کا تتبع قرآنِ کریم کی اچھوتی خدمت ہے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے، جس میں تجوید کے اہم مسائل، تلاوت کے آداب، قرآن فہمی کے ضروری اصول اور فضائل قرآن مجید کا ذکر ہے۔ آخر میں مشہور تراجم کا تعارف اور پندرہ تراجم سے سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ دیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ)

فیوض القرآن

ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی۔ صفحات: ۱۵۴۲۔ قیمت (مجلد دو جلد): ۲۰۰ روپے۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

یہ ڈاکٹر صاحب کی مرتب کردہ تفسیر کا تیسرا ایڈیشن ہے۔ قرآن کریم کے ہر رکوع کا خلاصہ دے کر ایک کالم میں اس رکوع کی آیات، اس کے برابر ترجمہ اور آیت کی توضیح وتشریح بین القوسین۔ کہیں شاذ ونادر ہلکے پھلکے فٹ نوٹ کی شکل میں۔ یہ ہے ڈاکٹر صاحب کی تفسیر کا انداز۔

کتاب پر حضرت مولانا شمس الحق افغانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا پیر محمد ہاشم جان مجددی، جناب مولانا سید احمد سعید کاظمی، جناب مولانا پیر کرم شاہ ازہری اور ڈاکٹر غلام مصطفی حیدر آبادی کی تقریظات ہیں اور سب نے ملاحظہ کے بعد یہ رائے دی ہے کہ تفسیر سلف صالحین کے مطابق ہے۔

کتاب کا تعارف حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے الفاظ میں یہ ہے:

"زبان شگفتہ، تعبیر مؤثر، اسلوب جاذب، طباعت عمدہ، نستعلیق بہت خوب صورت، تشریح نہ اتنی کہ طبیعت اکتا جائے، نہ اتنی مختصر کہ تشنگی باقی رہے، مآخذ قابل اعتماد، سلف صالحین کے عقیدہ کی پابندی، نہ آزادی، نہ آزاد خیالی، ربط قرآنی کا التزام، موضوع سورت کا اجمالی خاکہ، جتنے مقامات نظر سے گزرے ان کو انھیں صفات سے موصوف پایا۔"

حق تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور نئی نسل کی رہنمائی کے لیے مؤثر ونافع فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

تعارف قرآن اور سورۃ الحجرات مع ترجمہ وتشریح

جناب حافظ قاری فیوض الرحمن صاحب (صدر شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد)۔ صفحات بالترتیب: ۸۰۔ ۳۲۔ قیمت: ۵۰/۱ روپے اور دوسری کتاب کے صرف باسٹھ پیسے۔ پتا: پاکستان بک سینٹر اردو بازار لاہور۔

پشاور یونیورسٹی نے بی اے اسلامیات کے لیے سورۃ الحجرات اور سورۃ لقمان کے علاوہ قرآن کریم سے متعلق چند عنوانات شامل نصاب کیے ہیں۔ طلباء کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مصنف نے یہ

دونوں کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ ''تعارفِ قرآن'' میں وحیِ قرآن، نزولِ قرآن، حفاظتِ قرآن، جمعِ قرآن، اِعرابِ قرآن، اور تراجمِ قرآن کے عنوانات پر مختصر، جامع اور نفیس بحث کی گئی ہے۔ اور دوسرے کتابچہ میں سورۃ الحجرات کے ترجمہ وتشریح کے ساتھ مشکل الفاظ کے معانی اور مفید حواشی دیئے گئے ہیں۔ سورۃ کے شانِ نزول اور آخر میں مضامین کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ دونوں کتابیں ماشاء اللہ! عمدہ ہیں۔ اُمید ہے طلباء ان کی قدر کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۱ھ)

اِشاریہ تفسیرِ ماجدی

حافظ نذر احمد (پرنسپل شبلی کالج، لاہور)۔ صفحات: ۴۴۰۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: مسلم اکادمی ۱۸/۲۹ محمد نگر، علامہ اقبال روڈ، لاہور۔

جناب مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کی تفسیر ''تفسیرِ ماجدی'' فی اَغلاط اور مضمون کے مخصوص فکری رُجحانات سے قطع نظر بعض خوبیوں میں منفرد اور جدید طبقہ میں مقبول ہے، مگر جدید ذوق کے مطابق اُس کا کوئی اِشاریہ نہیں تھا جس سے اس کے مضامین و مندرجات کی تلاش میں سہولت ہوتی، فاضل مرتب تشکر و اِمتنان کے مستحق ہیں کہ موصوف نے صدق وخلوص سے یہ خدمت اپنے ذمہ لی اور ''تفسیرِ ماجدی'' کے اَلفاظ و مضامین اور اسماء واماکن کا ایک جامع اِشاریہ بڑی محنت سے مرتب فرمایا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ)

الاتقان فی علوم القرآن

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ صفحات: ۴۰۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: سہیل اکیڈمی، چوک اُردو بازار، لاہور۔

''الاتقان'' امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر ''مجمع البحرین و مطلع البدرین'' کے مقدمہ کے طور پر تالیف فرمائی، جیسا کہ انہوں نے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اصل کتاب کا تو کہیں نام بھی سننے میں نہیں آتا، جب کہ ''الاتقان'' آفتاب کی طرح شہرۂ آفاق ہے، جس میں موضوع سے متعلقہ متقدمین کی تمام کتابوں کا عطر اور خلاصہ لے لیا گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب علومِ قرآن پر

سب سے جامع اور مفید قرار پائی ہے۔ علامہ نے علوم قرآن کو اسی (۸۰) اقسام کے تحت کیا ہے اور اس کا التزام فرمایا ہے کہ ان اقسام میں سے ہر نوع پر جو مستقل کتابیں تالیف کی گئی ہیں، ان میں سے اہم کتابوں کی نشان دہی کردی جائے اور مقدمہ میں علوم قرآن پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کی ایک اچھی خاصی فہرست پیش کردی گئی ہے۔ بہرحال علوم قرآن پر اس سے جامع اور مفصل کتاب تالیف نہیں کی گئی، بعد میں علوم قرآن کے طالب علموں کے لیے سب سے بڑا ماخذ یہی کتاب رہی ہے۔

سہیل اکیڈمی نے مصری نسخہ کا عکس (بہترین کاغذ اور اپنے معیاری انداز میں) شائع کیا ہے، حاشیہ قاضی ابوبکر باقلانی کی کتاب ''اعجاز القرآن '' ہے، جس کے بارہ میں علامہ سیوطیؒ نے ''الاتقان'' میں لکھا ہے:

"قال ابن العربی ولم یصنف مثلہ"[1]

''ابن العربی کہتے ہیں کہ اس موضوع پر ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

مشکلات القرآن

امام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ۔ صفحات: ۲۷۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرونِ بوہڑ گیٹ، ملتان شہر۔

مسند الوقت، امام العصر، غزالی زماں اور رازیٔ دوراں حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ کی عبقری شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، بلاشبہ امام العصر کے بارہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ، شارحِ صحیح مسلم (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۹ء-۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) کا یہ ارشاد صدفی صد صحیح ہے کہ ''لم تر العیون مثلہ ولم یر ھو مثل نفسہ '' آنکھوں نے آپ جیسی شخصیت نہیں دیکھی اور نہ ہی آپ نے اپنے جیسا کوئی اور دیکھا ہوگا۔ آپ کو اپنے معاصرین پر ہر طرح کا علو وفوقیت حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے علومِ نبوت کی جو خدمت لی وہ صرف آپ ہی کا حصہ تھی۔

آپ فرماتے ہیں کہ: جتنا پائے کی حدیث کی شروحات لکھی گئی ہیں، کاش کہ اس پائے کی قرآن کی کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔ اسی جذبۂ شوق وعشق اور شغل بالقرآن کے ماتحت آپ نے ''مشکلات القرآن ''

(۱) ۲-۱۱۶

تصنیف فرمائی۔ دُوسرے لفظوں میں زیرِ نظر کتاب اس شوق وجذبہ کی صدفی صد تکمیل ہے، جس کے شروع میں محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کا مقدمہ ہے جو مستقل ایک تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے۔

اہلِ علم کے ہاں ان دونوں تصانیف کا تعارف کرانا، اپنا تعارف کرانے کے مترادف ہے۔

یہ دونوں کتابیں اس سے قبل کئی بار شائع ہوچکی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ''ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ'' کے مالک جناب الحاج الحافظ محمد اسحٰق ملتانی صاحب کو (جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اکابر کے علوم ومعارف کو محفوظ کرنے اور اُن کی تصنیفات کو منظرِ عام پر لانے کا ذوقِ سلیم عطا فرمایا ہے) کہ انہوں نے اس کتاب کو حضرت بنوریؒ کے مقدمہ ''یتیمة البیان'' کے ساتھ شائع فرمایا ہے۔

کتاب کو رنگین جلد اور بہترین ٹائٹل کے ساتھ مزین کرکے جاذبیت میں مزید اِضافہ کردیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ)

یتیمة البیان فی شیء من علوم القرآن (عربی)

حضرت الشیخ محدث العصر مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ۔ صفحات: ۱۵۶۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مجلس دعوت وتحقیق اسلامی، جامعہ علومِ اِسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

''علومِ قرآن'' ایک مستقل موضوع ہے جس پر عمدہ سے عمدہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ چالیس/ بیالیس سال پہلے جب ''مجلسِ علمی ڈابھیل'' کی طرف سے امام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ کے اِفادات کو ''مشکلات القرآن'' کے نام سے شائع کیا گیا تو ہمارے حضرت بنوری قدس سرہٗ نے اس پر ''یتیمة البیان'' کے نام سے ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا، جس میں ''علومِ قرآن'' سے متعلق اَہم مباحث اور ''اعجازِ قرآن'' کے بارہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کے خصوصی اِفادات کی تشریح فرمائی اور مفید ومعتبر تفسیروں پر بھی ایک نوٹ لکھا۔

''یتیمة البیان'' کہنے کو تو ''مشکلات القرآن'' کا مقدمہ تھا، لیکن ''علومِ قرآن'' سے متعلق اس کے بعض مباحث ایسے نادر تھے جو اسے الگ شائع کرنے کے متقاضی تھے، چنانچہ حضرت رحمہ اللہ نے دو سال پہلے (رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ میں) اس پر نظرِ ثانی فرماکر بعض غیرضروری حصوں کو حذف کردیا اور بعض اَہم مباحث کا مزید اِضافہ فرمایا اور نہایت خوب صورت لباس میں اسے ٹائپ پر طبع کرایا۔ اس کتاب کی علمی

ثقاہت ومتانت اور بلندیٔ مرتبت کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ حضرت بنوری قدس سرہٗ کے رشحاتِ قلم ہیں، اس پر اپنی رائے لکھنا سوئے ادب ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۹ھ)

معارِفُ القرآن (پہلا ایڈیشن)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی۔ صفحات: ۳۱۱۔ قیمت اعلیٰ ایڈیشن: ۶ روپے ۲۵ پیسے۔ ستا ایڈیشن: ۵ روپے۔ پتا: دار الارشاد، کیمبل پور، مغربی پاکستان۔

قرآن فہمی کے لیے جن علوم کے جاننے اور جن صفات وشرائط سے موصوف ہونے کی ضرورت ہے، اس کے لیے عربی وفارسی میں متعدد کتابیں موجود ہیں۔ لیکن قرآن کے علوم ومعارف پر اُردو میں یہ پہلی جامع کتاب ہے، جو عصری ضرورتوں کو سامنے رکھ کر مرتب کی گئی ہے، جسے پڑھ کر جناب قاضی صاحب کے لیے بے اختیار دِل سے دُعائیں نکلتی ہیں۔ بارک الله فی علمه وعمله!

فاضل مرتب نے تحریف اور ''تفسیر بالرائے'' پر ۴۶ صفحے کا طویل مقالہ لکھا ہے، اس ضمن میں مؤرّخ اِسلام حضرت العلامہ مولانا سیّد سلیمان ندویؒ کے ایک غیر مطبوعہ مکتوب کا اِقتباس دیا ہے جو ''دریا بحباب اندر'' کا مصداق ہے۔ حضرت سیّد صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اس سلسلہ میں مجھے صرف دو باتیں کہنی ہیں: ایک تو یہ کہ قرآن پاک کے ترجمہ میں بے احتیاطی کو کام میں نہ لایا جائے، یہ تحریف ہے اور جس کی سزا کا حال معلوم ہے، ترجمہ بالکل لفظی کرنا چاہیے، پھر آپ اس کی تشریح اپنے ضروری مطلب کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ یہ کسی طرح دُرست نہیں کہ ترجمہ میں الفاظ کی رعایت کیے بغیر اپنے مطلوب کے مطابق کوشش کی جائے، یہ شدید تحریف ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ پھر کسی دوسری ضرورت کے وقت آپ کو اس آیت کا ترجمہ دوسرے ڈھنگ سے کرنا پڑے گا۔ اس وقت آپ پر یہ ثابت ہوجائے گا کہ ہم نے اِتباعِ ہویٰ کا نادانستہ ارتکاب کیا تھا۔

دُوسری چیز یہ ہے کہ جمہور اِسلام جس مسئلہ پر اِعتقادی وعملی طور پر متفق ہوں، اس کو چھوڑ کر تحقیق کی نئی راہ اختیار نہ کی جائے، یہ طریق تواتر وتوارث کی بیخ کنی کے مرادف ہے۔ اس گناہ کا مرتکب کبھی میں خود ہو چکا ہوں اور اس کی اعتقادی وعملی سزا بھگت چکا ہوں، اس لیے دِل سے چاہتا ہوں کہ اب میرے عزیزوں اور دوستوں میں سے کوئی اس راہ سے نہ نکلے، تاکہ وہ سزا سے محفوظ رہے جو ان سے پہلوں کو

مل چکی۔ مولانا ابوالکلام کا ایک فقرہ اس باب میں بہت خوب ہے، انہوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ:

''کبھی حضرت شاہ ولی اللہ اور سید احمد خاں: دونوں ایک ہی بات کہتے ہیں، مگر ایک سے ایمان پرورش پاتا ہے اور ایک سے کفر۔''

اس زمانہ کے اکثر لکھنے والے اس نکتہ سے تغافل برت رہے ہیں اور اس لیے خوف لگا رہتا ہے کہ ان سے ایمان کی بجائے کفر کو نشوونما کا موقع نہ ملے۔ (سیّد سلیمان، یکم ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ)۔''

علومِ قرآن کے طالب علموں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ)

معارفُ القرآن (دوسرا ایڈیشن)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی۔ صفحات: ۲۹۶۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: دار الارشاد، اٹک شہر۔

علوم القرآن پر عربی میں تو بہت سی کتابیں ہیں (جن میں سب سے جامع اب بھی علامہ سیوطیؒ کی ''الاتقان فی علوم القرآن'' ہی سمجھی جاتی ہے)، مگر اُردو میں بھی اب اچھی اچھی کتابیں آچکی ہیں، ان میں حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی زیرِ نظر کتاب مسلکِ اہلِ حق کے مطابق بھی ہے اور سہولت و سلاست کے اعتبار سے سہل بھی، جامعیت و ترتیب کے اعتبار سے منفرد بھی۔ جو لوگ قرآنِ کریم کے ترجمہ وتفسیر کی خدمت میں مشغول ہوں خواہ تقریراً یا تحریراً، وعظاً یا تدریساً ان کو اس کتاب سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۲ھ)

علوم القرآن

مولانا محمد تقی عثمانی۔ صفحات: ۵۰۸۔ قیمت: ۲۷ روپے۔ پتا: مکتبہ دار العلوم کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

قرآنِ کریم کی تفسیر کے اُصول وضوابط اور اس سے متعلق بنیادی معلومات جمع کرنے کا اہتمام علمائے اُمت کو ہر دور میں رہا ہے، اِس سلسلہ میں "الاتقان فی علوم القرآن"، "البرھان فی علوم القرآن"، "التبیان فی علوم القرآن" عربی میں اور ''البیان فی علوم القرآن'' اُردو میں شہرۂ آفاق ہیں۔ عصرِ جدید نے جن نئے مسائل پر شبہات کو جنم دیا ہے، وہ اس موضوع پر ایک جدید تالیف کے متقاضی

تھے۔ زیرِ نظر کتاب دورِ جدید کے اِسی چیلنج کا جواب ہے جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان کی تفسیر ''معارف القرآن'' کے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

فاضل مؤلف نے کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے: پہلا حصہ جو قرآنِ کریم کے بارہ میں ضروری معلومات ومباحث سے متعلق ہے، مندرجہ ذیل آٹھ ابواب پر مشتمل ہے:

۱:...تعارف قرآن، ۲:...تاریخ قرآن، ۳:...قرآن کے سات حروف، ۴:...ناسخ ومنسوخ، ۵:...حفاظتِ قرآن، ۶:...حفاظتِ قرآن سے متعلق شبہات کا جواب، ۷:...حقانیتِ قرآن اور ۸:...مضامینِ قرآن۔

اور دُوسرا حصہ جو علمِ تفسیر کے اُصول ومبادی سے متعلق ہے، چار ابواب پر مشتمل ہے: ۱:...علمِ تفسیر اور اس کے مآخذ، ۲:...تفسیر کے ناقابلِ اعتبار مآخذ، ۳:...تفسیر کے چند ضروری اُصول اور ۴:...قرونِ اُولیٰ کے چند مفسرین اور متأخرین کی چند تفسیریں۔

فاضل مؤلف نے بعض پیچیدہ مباحث کو بھی جس خوبی اور شائستگی سے سلجھایا ہے، اس پر اُن کے حق میں بے ساختہ دُعائیں نکلتی ہیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کا ایک فقرہ اس کتاب کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے طویل ترین تقریظ پر بھاری ہے: ''یہ مکمل کتاب ماشاء اللہ! ایسی ہے کہ اگر میں خود بھی اپنی تندرستی کے زمانہ میں لکھتا تو ایسی نہ لکھ سکتا۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۵ھ)

تفسیر معوّذتین (معرب)

تصنیف: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند۔ تعریب: مولانا عمید الزمان کیرانویؒ۔ صفحات: ۵۲۔ قیمت: ۱ روپیہ۔ پتا: مجلس معارف القرآن، دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور۔

حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے فارسی رسالہ ''اسرارِ قرآنی'' کی تعریب ہے، جو قرآنِ حکیم کی آخری دو سورتوں کے عجیب وغریب اسرار وحکم پر مشتمل ہے۔ شروع میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے قلم سے ۱۵ صفحات کا مقدمہ ہے، جس میں ''حکمتِ قاسمیہ'' کی تشریح فرمائی گئی ہے۔ صفحہ: ۱۱ پر شمس تبریز اور عارف رومی رحمہما اللہ کا تعلق شاید سہوِ قلم سے منقلب ہوگیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۷ھ)

انوار التنزیل

حافظ عبدالرزّاق، ایم اے۔ صفحات: ۹۸۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: اِدارہ اُویسیہ مسجد، مجددیہ چکوال۔

زیرِ نظر رسالہ میں قرآن کریم کا خلاصۂ مضمون- سورۃ الفاتحہ سے سورۃ الناس تک- پیش کیا گیا ہے۔ فاضل مؤلف کے الفاظ میں ان کی اس تالیف کا مقصد یہ ہے کہ:

''کتابِ ہدایت کے اَحکام اور تعلیمات کا خلاصہ اس انداز سے پیش کیا جائے کہ ایک عامی انسان اس سے اجمالی ہدایت حاصل کر کے اپنی عاقبت سنوار لے اور اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کر سکے۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ)

قرآنِ محکم

حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی مدفیضہٗ (نائب اَمیرِ شریعت بہار اڑیسہ)۔ صفحات: ۱۲۰۔ قیمت (مجلد): ۲ روپے۔ ملنے کا پتا: مجلس معارف القرآن، دارالعلوم دیوبند، انڈیا۔

مسئلۂ نسخ شروع ہی سے اچھا خاصا معرکۃ الآرا رہا ہے۔ یہود بے بہبود کے علاوہ تمام اہلِ شرائع جوازِ نسخ کے قائل رہے ہیں۔ اہلِ اِسلام میں ابومسلم اصفہانی معتزلی کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ وقوعِ نسخ کے قائل نہیں تھے اور قرآنِ کریم کی تمام آیات محتملة النسخ کی ایسی تاویل کرتے تھے کہ اس کے بعد انہیں منسوخ ماننے کی حاجت نہ رہے، لیکن بقول علامہ محب اللہ بہاریؒ ان کا یہ شاذ قول خود محتاجِ تاویل ہے: ولا یصح من مسلم الا بتاویل. [1] ان صاحب کے علاوہ اُمتِ مسلمہ کے تمام اکابر و اصاغر، متقدمین و متاخرین قرآنِ کریم میں وقوعِ نسخ کے قائل ہیں۔ البتہ متقدمین کے یہاں نسخ کا دائرہ وسیع ہے، وہ "رفع حکم سابق بحکم لاحق" کے علاوہ تخصیص، تقیید، توضیح، استثناء اور بیانِ غایت وغیرہ پر بھی نسخ کا اطلاق کردیتے ہیں، اور متاخرین کی اصطلاح میں اس قدر وسعت نہیں، اس لیے وہ اَوّل الذکر کے علاوہ باقی اُمور پر نسخ کا اطلاق نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ متقدمین کے یہاں آیاتِ منسوخہ کی طویل فہرست نظر آتی ہے، جب کہ متاخرین کے یہاں تقلیلِ نسخ کا رُجحان پایا جاتا ہے۔

چنانچہ حافظ سیوطیؒ نے تنقیح و تفتیش کے بعد آیاتِ منسوخہ کی تعداد بیس (۲۰) بتلائی اور حجۃ الاسلام حضرت

---

(۱) مُسلَّم الثبوت، باب نسخ.

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ان بیس (۲۰) آیات میں سے بھی صرف پانچ (۵) آیات کے بارہ میں نسخ کا دعویٰ تسلیم کیا، اور مصنفِ محترم نے زیرِ نظر کتاب میں ان پانچ (۵) آیات کی توجیہ (جو مانعینِ نسخ پہلے سے کرتے چلے آتے ہیں) پیش کر کے ''نسخ فی القرآن'' کو درجۂ صفر تک پہنچا دیا۔

مصنف کی بحث اگر یہیں تک محدود ہوتی کہ قرآنِ متلو میں کوئی آیت ایسی نہیں جسے باصطلاحِ متاخرین منسوخ ماننے کی حاجت ہو، بلکہ ایسی تمام آیات کی توجیہ ممکن ہے اور وہ فی الجملہ معمول بہا ہیں تو اس دعوے کے لیے کافی گنجائش تھی، اور یہ کہ ایک درجہ میں مفید خدمت بھی ہوتی کہ اس سے ان لوگوں کی تسلی کا سامان مہیا ہو جاتا جن کے ذہن حکمتِ نسخ کی دریافت سے قاصر ہیں، اور اس کی وجہ سے ''نسخ فی القرآن'' کا مسئلہ ان کے لیے خواہ مخواہ گرانیٔ طبع کا باعث ہوتا ہے، لیکن اس سلسلہ میں مصنفِ محترم نے بعض ایسے اُصولی مباحث پر بھی قلم اُٹھایا ہے جن میں مصنف سے اِتفاق مشکل ہے، مثلاً:

۱:....مصنف مطلقاً وقوعِ نسخ کو باطل قرار دیتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''اور جب مطلقاً نسخ کا قرآن مجید میں ہونا باطل ہو گیا تو اس کے اقسام کے نہ بیان کرنے کی حاجت ہے نہ اس کی تردید کی، کیونکہ انتفاءِ مقسم انتفاءِ اقسام کو مستلزم ہے، فالحمد للّٰہ علی ذالک۔''(۱)

اور آپ سن چکے ہیں کہ پوری اُمت کے خلاف صرف ابومسلم اصفہانی معتزلی اس نظریہ کے قائل ہیں اور ان کا یہ نظریہ خود محتاجِ تاویل یا قابلِ رَدّ ہے، چنانچہ امام ابوبکر جصاص رازیؒ نے بڑی سختی سے اسے رَدّ کیا ہے۔(۲)

ہمارے مصنفِ محترم نے مطلقاً نسخ کو باطل قرار دے کر متقدمین و متاخرین کے خلاف ابومسلم کی تائید کی ہے، (یہ واضح رہے کہ بحر العلوم نے ''شرح مُسلّم الثبوت'' میں ان صاحب کو ''من شیاطین المعتزلة'' سے یاد کیا ہے) اس لیے بجائے اس کے کہ اسے شانِ دارِ علمی تحقیق کا نام دیا جائے، ہمیں ابومسلم کی طرح مصنف کے دعویٰ کو بھی مؤوّل قرار دینا ہوگا یا اسے رَدّ کرنا ہوگا۔

۲:....مصنفِ محترم یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ ان کی بحث اِمکانِ نسخ سے نہیں بلکہ وقوعِ نسخ سے ہے، مسئلۂ نسخ کو قرآنِ کریم کے چہرے پر ''بدنما داغ'' سے تعبیر کرتے ہیں۔(۳)

اَوّل تو ان کا یہ دعویٰ اتنا آسان نہیں کہ اسے بلا دلیل تسلیم کر لیا جائے، کیونکہ یہود کے نظریۂ اِمتناعِ نسخ

(۱) ص:۱۲۰

(۲) ملاحظہ ہو: احکام القرآن، ص:۶۷

(۳) ص:۱۷

کی کھلی تائید ہے، بر تقدیرِ تسلیم ان تمام اکابرِ اُمت کی پوزیشن بے حد مجروح ہو جاتی ہے جو اس ''بدنما داغ'' کو چودہ سو سال تک برداشت کرتے آئے۔ اس سے بھی قطع نظر! یہ سوال خود حضرتِ مصنف پر عائد ہوتا ہے کہ وہ اس ''بدنما داغ'' کے اِمکان کو کیوں تسلیم کرتے ہیں؟ اور جس چیز کو ایک دفعہ ممکن تسلیم کر لیا جائے، اس کا وقوع ''بدنما داغ'' کیوں قرار پاتا ہے؟

۳:... مطلقاً اِنکارِ نسخ کا نتیجہ ہے کہ مصنفِ محترم ان تمام احادیث و آثار کو لائقِ التفات نہیں سمجھتے جن میں نسخ کا مضمون وارد ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو مسئلۂ نسخ میں تمام تر مدار نقل کے بجائے عقل پر رکھنا ہوگا، یہی وہ نظریہ ہے جسے امام ابوبکر جصاص نے یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ:

"قد عقلت الامة سلفها وخلفها من دين الله وشريعته نسخ كثير من شرائعه ونقل ذالك الينا نقلاً لا يرتابون به، ولا يجيزون فيه التاويل. كما قد عقلت ان في القرآن عامًا وخاصًا ومحكمًا ومتشابهًا، فكان دافع وجود النسخ في القرآن والسنة كدافع عامه وخاصه ومحكمه ومتشابهه اذ كان ورود الجميع ونقله على وجه واحد."(۱)

''اُمت کے سلف و خلف نے اللہ تعالیٰ کے دِین و شریعت سے یہی سمجھا ہے کہ بہت سے اَحکام منسوخ ہوئے ہیں اور یہ بات ایسی نقلِ متواتر سے ہم تک پہنچی ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور نہ اُمت کے سلف و خلف اس میں تاویل ہی کو جائز سمجھتے ہیں۔ ثبوتِ نسخ بالکل اسی طرح ہے جس طرح اُمت نے اس بات کو اچھی طرح سمجھا ہے کہ قرآنِ کریم میں عام، خاص، محکم، متشابہ کا وجود ہے، اب جو شخص نسخ کا اِنکار کرتا ہے، اس کا حال بالکل اس شخص کا سا ہوگا جو قرآن و سنت کے عام و خاص اور محکم و متشابہ کا اِنکار کر ڈالے، اس لیے کہ ان سب کا وقوع و ثبوت یکساں ہے۔''

مصنف نے ان احادیث سے بے اعتنائی کی دلیل وہی بیان کی ہے جو ان سے پہلے کے مانعینِ نسخ پیش کرتے چلے آئے ہیں، یعنی: ''آج جتنی مثالیں منسوخ التلاوۃ کی پیش کی جاتی ہیں، ان کے باب میں بجز اَخبارِ آحاد کے کوئی متواتر روایت نہیں ہے۔''(۲)

لیکن یہ دلیل دِلچسپ مغالطہ سے زیادہ وزنی نہیں ہے، اس لیے کہ ان اَخبارِ آحاد کا قدرِ مشترک متواتر ہے۔ یہاں بحث کسی خاص آیت سے ہوتی تو یہ دلیل مفید ہو سکتی تھی، لیکن یہاں تو بحث نفسِ نسخ سے ہے اور

(۱) احکام القرآن، ۱/۶۷
(۲) ص:۳۰

اس باب میں جس قدر ذخیرہ مروی ہے اسے سامنے رکھیے تو وقوعِ نسخ کا اِضطراری یقین حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر اتنا بڑا ذخیرہ بھی اِفادۂ یقین کے لیے کافی نہیں تو کہنا چاہیے کہ دُنیا کی کوئی خبر بھی مفیدِ یقین نہیں۔

پھر ان اَخبارِ آحاد کا ''قدرِ مشترک'' جب اُمت میں اوّل سے آخر تک متلقّی بالقبول رہا ہے تو اسے ''تواترِ طبقہ'' کہا جائے گا جیسا کہ امام جصاص کی تصریح اُوپر گزر چکی ہے، اس صورت میں ان کو اَخبارِ آحاد کہہ کر رَدّ کر دینا بڑی جرأت کی بات ہے۔

۴:...مصنفِ محترم اُولوالعزم منکرین کے طرزِ عمل کو ''دھینگا مشتی''، ''زبردستی'' اور ''بے اعتنائی'' قرار دیتے ہیں۔(۱) ہم محتاط لفظوں میں اسے ''سوئے تعبیر'' کا نام دے سکتے ہیں، اس لیے کہ جب آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ متقدمین کی اِصطلاح میں توسع ہے تو آپ کو ان کی اِصطلاح پر اِعتراض کرنے کا حق بجا طور پر حاصل ہے (ولا مشاحة فی الاصطلاح) لیکن اس توسع کے نتیجہ میں آیاتِ منسوخہ کی تکثیر سے بدکنا اور اسے ''دھینگا مشتی'' جیسے الفاظ سے تعبیر کرنا، نہ صرف بے جوڑ سی بات ہے، بلکہ ان اکابر کے حق میں سوئے ادب بھی۔ یغفر اللّٰہ لنا وایاھم!

اِسلامی شرائع کی تشریع میں تدریج کا اُصول کارفرما رہا ہے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا، اس تدریجی تشریع کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ حیاتِ نبوی میں ناسخ و منسوخ کا سلسلہ جاری رہا؟ یہی وجہ ہے کہ وقوعِ نسخ کو ضروریاتِ دِین میں شمار کیا گیا ہے، (ملاحظہ کیجیے: تقریر و تحبیر لابن امیر حاج) اس لیے وقوعِ نسخ کا انکار نہ کسی مسلم سے قابلِ قبول ہے نہ ''ابومسلم'' سے۔

قرآنِ متلو میں کسی آیتِ منسوخۃ الحکم کے وجود میں کوئی عیب نہیں۔ یہود کا اعتراض نیا نہیں، نہ ہنود کا عناد کوئی جدید حادثہ ہے۔ اس لیے صرف کج طبع معاندین کے غلط اِعتراضات سے متأثر ہوکر نسخ کا اِنکار کرنا بے معنی سی بات ہے۔ ہاں! بعض سطحی اذواق پر نسخ فی القرآن کا مسئلہ خواہ مخواہ شاق گزرتا ہے، اس کی تسلی کے لیے مصنف کی کوشش مفید ہے، ورنہ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ یہ کوئی خاص تحقیقی خدمت نہیں ہے۔ وبقول اللّٰہ ندین: "ما ننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها الم تعلم ان اللّٰہ علیٰ شیء قدیر. الم تعلم ان اللّٰہ له ملک السمٰوٰت والارض وما لکم من دون اللّٰہ من ولي ولا نصیر"(۲)

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ)

(۱) ص:۵۳، ۷۱

(۲) البقرۃ:۱۰۶، ۱۰۷

التفسیرات العبیدیه (عربی)

مولانا قاضی عبیداللہ نقشبندی مدفیضۂ۔ صفحات: ۲۲۴۔ پتا: مولانا قاضی شمس الدین دارالعلوم عبیدیہ، ڈیرہ غازی خان بلاک ۳۔

یہ اَمر دلائل سے ثابت ہے کہ قرآنِ حکیم کی آیات باہم متناسق اور مربوط ہیں، البتہ ربط کہیں خفی ہوتا ہے کہیں واضح، اکثر مفسرین نے ربطِ آیات کا اہتمام کیا ہے اور اس موضوع پر بعض مستقل رسائل بھی تالیف کیے گئے۔ زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں ربطِ آیات کے علاوہ بعض عمدہ تفسیری نکات بھی آگئے ہیں، اس لیے یہ مختصر مجموعہ علماء وطلباء کے لیے لائق قدر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ)

محاسن موضح قرآن

مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی۔ صفحات: ۸۸۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ذوالنورین اکادمی، بھیرہ، ضلع سرگودھا۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ ''موضح القرآن'' اُمّ التراجم کہلاتا ہے۔ اس کے بعد بیسیوں تراجم سامنے آئے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ قرآنِ کریم کے مشکلات کو حضرت شاہ صاحبؒ نے جس ایجاز و اختصار، الفاظِ قرآن کی کامل رعایت اور بامحاورہ ترجمہ سے حل کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمہ کی قدر و قیمت حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے دیباچۂ ترجمہ سے معلوم ہوسکتی ہے، یا امام العصر حضرت مولانا سید محمد اَنور شاہ صاحب کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات سے۔ حضرت اَمیرِ شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریروں میں حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمہ کو جس طرح داد دیا کرتے تھے، اس کی گونج ان کے بہت سے سامعین کے کانوں میں اب بھی تازہ ہوگی۔

جناب مولانا اخلاق حسین قاسمی (فاضل دارالعلوم دیوبند) کو حق تعالیٰ شانہٗ نے علومِ قرآنی کا خاص ذوق بخشا ہے، اور انہوں نے حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمہ پر سال ہا سال تک تحقیق و ریسرچ میں محنت و عرق ریزی کی ہے، اور قدیم سے قدیم نسخوں کو سامنے رکھ کر ''موضح قرآن'' کا ایک مستند نسخہ تیار کیا ہے۔

اُن کی زیرِ نظر تالیف ''موضح قرآن'' کا ہمہ جہتی جائزہ ہے، جس سے ''موضح قرآن'' کے دقائق ومحاسن کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ اِس ضمن میں اُردو تراجم، قرآن کی تاریخ، دیگر تراجم پر تبصرے اور

''موضح قرآن'' کے طابعین وناشرین کی تحریفات یاتصحیفات وغیرہ بہت سے اُمور زیر بحث آئے ہیں۔ یہ''موضح قرآن'' پرایک تحقیقی کتاب ہے جوصرف''موضح قرآن'' کے ارشادات کو سمجھنے کے لیے ''کلید'' کا کام دیتی ہے، بلکہ اس کے مطالعہ سے قرآن کے مطالب ومقاصد اور اُسلوب واَنداز سے بھی مناسبت پیدا ہوتی ہے۔

کاش! کہ موصوف کا مرتب کردہ مستند نسخہ''موضح قرآن'' بھی شائع ہوجائے تو یہ ایک علمی خدمت ہوگی۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، جمادی الاولی ۱۴۰۴ھ)

مضامینِ قرآنِ کریم

ابوظفر زین صاحب۔ صفحات: ۴۷۲۔ قیمت (مجلد): ۵۰ روپے۔ پتا: ۵/ای، ماڈرن کالونی، منگھوپیر روڈ، کراچی۔

قرآنِ کریم کے مضامین کی ترتیب وتبویب پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اس سلسلہ کی اَہم ترین کوشش ہے، جس میں مضامین کا اِشاریہ حروفِ تہجی پر مرتب کیا گیا ہے، اور ہر عنوان کے تحت متعلقہ آیات جمع کردی گئی ہیں۔ مؤلف نے صرف اُردو ترجمہ لیا ہے، بیشتر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا اور کہیں کہیں ہلکی ترمیم کے ساتھ مولانا مودودی کا۔ قرآنِ کریم کی آیات کا متن اِختصار کے پیشِ نظر حذف کردیا گیا ہے۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۴ھ)

معجم القرآن

صاحب زادہ سیّد فضل الرحمٰن شاہ صاحب۔ صفحات: ۵۱۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ادارہ مجددیہ، ۵/۱۲ ایچ، ناظم آباد نمبر۳، کراچی۔

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت سے ہمارے قارئین بخوبی واقف ہیں۔ زیرِ نظر کتاب حضرت مرحوم کے خلف الرشید جناب سیّد فضل الرحمٰن صاحب کی تراوشِ قلم کا نتیجہ ہے، جس میں قرآنِ کریم کے الفاظ کو جس شکل میں کہ وہ قرآنِ کریم میں آئے ہیں، حروفِ تہجی کی ترتیب سے ترجمہ کے ساتھ جمع کردیا گیا ہے۔ ایک لفظ اگر متعدد شکلوں میں آیا ہے تو اُسے تمام شکلوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اَفعال

میں صیغہ، فعل، باب اور ماخذ و اشتقاق ذکر کرنے کا، اسماء میں واحد، جمع درج کرنے کا اِلتزام کیا گیا ہے، اور قرآنِ کریم کے ان مقامات کی نشان دہی بھی کی گئی ہے جہاں وہ لفظ آیا ہے (البتہ اگر دس سے زیادہ جگہ آیا ہے تو تمام مواقع کو ذکر نہیں کیا گیا)۔ اِس طرح یہ معجم نہ صرف قرآنی الفاظ کے معنی ومفہوم سمجھنے کے لیے مفید ہوگی، بلکہ قرآنِ کریم کی آیات کے تلاش کرنے میں بھی کلید کا کام دے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۷ھ)

احکام القرآن (کامل ۳ جلد)

الامام الحُجَّة احمد بن علي الجصاص الرازي الحنفيؒ۔ صفحات: ۱۵۳۸۔
قیمت (مجلد): ۳۳۰ روپے۔ پتا: سہیل اکیڈمی، محمد علی امین مارکیٹ، چوک اُردو بازار، لاہور۔

الامام الحافظ الحجة ابوبكر احمد بن علي الرازي الجصاص الحنفيؒ (۳۰۵ھ-۳۷۵ھ) اُصولِ حدیث اور تفسیر میں مسلّم امام اور فقہ میں مجتہد فی المذاہب تھے۔ علمی، فقہی سلسلہ تین واسطوں سے امام محمد بن حسن الشیبانیؒ تک پہنچتا ہے۔ اپنے دور میں حنفیہ کے امام تھے اور زُہد وورع میں اپنے شیخ ابوالحسن کرخی (۲۶۰ھ-۳۴۰ھ) کے نقشِ قدم پر تھے۔

''احکام القرآن'' امام جصاصؒ کی بلند پایہ تصنیف ہے، جس سے اُصول وفقہ اور علمِ حدیث وقرآن میں ان کے علوِمرتبت اور اِجتہادی شان کی گیرائی وگہرائی کا اَندازہ ہوتا ہے۔ کتاب کی چند خصوصیات یہ ہیں:

۱:... آیاتِ اَحکام کی تشریح وتفسیر۔ ۲:... مفرداتِ قرآن کا حل اور عربی اشعار سے اس کا استناد۔ ۳:... آیت سے مستنبط اُصولی وفقہی مسائل۔ ۴:... فقہی مسائل میں اَئمۂ اِجتہاد کے اِتفاق واختلاف کی نشان دہی۔ ۵:... ہر فریق کے دلائل پر سیر حاصل بحث۔ ۶:... آیات و اَحادیث میں جمع وتطبیق۔ ۷:... متعارض دلائل میں راجح ومرجوح، صحیح ومجروح اور ناسخ ومنسوخ کی نشان دہی۔ ۸:... روایات کی تنقیح و تنقید اور رُواۃ پر جرح وتعدیل۔ ۹:... امام ابوحنیفہؒ کے اِجتہادی قرآن وسنت کے دلائل سے ترجیح۔

الغرض! یہ کتاب اِجتہاد و اِستنباط، درایت وروایت، فقہ واُصول اور علومِ قرآن وحدیث کا نفیس ترین ترجمہ ہے۔

یہ کتاب پہلی بار خلافتِ عثمانیہ کی وزارتِ اوقاف کے زیرِ اہتمام ۱۳۳۵ھ میں شائع ہوئی تھی، زیرِ نظر نسخہ اسی کا عکس ہے۔ بظاہر کسی کتاب کا عکس شائع کردینا ایک معمولی اور سہل کام ہے، (بہت سے اِدارے یہ

خدمت انجام دے رہے ہیں)، لیکن ''سہیل اکیڈمی'' کے ذمہ دار حضرات اس ''سہل انگاری'' کے قائل نہیں۔ وہ عکس میں خون و جگر کی آمیزش ضروری سمجھتے ہیں، جن لوگوں کی نظر سے ان کی مطبوعات (ازالۃ الخفاء، تحفۂ اثنا عشریۃ، الاتقان، مجموعہ رسائل ابن عابدین، تفسیر ابن کثیر وغیرہ) گزری ہوں گی، انہوں نے اصل اور عکس کا فرق محسوس کیا ہوگا۔

''احکام القرآن'' کے عکس کو بھی انہوں نے ڈیڑھ سال تک نورِ بصر سے روشن اور خونِ جگر سے سیراب کیا ہے، پھر اسے اعلیٰ ترین کاغذ پر شائع کیا ہے، تجلید بھی بہت دیدہ زیب اور دل کش ہے، فجزاھم اللّٰہ علی خدمۃ العلم و اھلہا جہاں پیش نظر اشاعت کے حسن و خوبی کی داد دینا ضروری ہے، وہاں ایک ہلکی سی شکایت بھی مناسب ہے۔ وہ یہ کہ ترکی نسخہ کے صفحۂ اوّل پر ''ھذا بیان للناس '' کے عنوان سے کتاب کا تعارف اور اس نسخہ کی تصحیح میں کی گئی کوششوں کا ذکر تھا، جسے حذف کر دیا گیا ہے۔ پھر صفحہ نمبر: ۳ پر ایک اغلاط نامہ تھا، اسے بھی حذف کر دیا گیا، لطف یہ کہ زیرِ نظر اشاعت میں وہ غلطیاں جوں کی توں باقی ہیں اور پوری کتاب کے کسی مقام سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ کس نسخہ کا عکس ہے، اور وہ کہاں اور کب شائع ہوا تھا؟ حالانکہ اصل نسخہ کے ٹائٹل پر سن طباعت ۱۳۳۵ھ درج ہے اور تیسری جلد میں خاتمۃ الطبع کی عبارت ہے، جس میں بتایا گیا کہ رجب ۱۳۳۸ھ میں طباعت مکمل ہوئی۔ ناشرین نے تو یہ سمجھا ہوگا کہ اصل نسخہ کا کوئی نشان باقی نہیں رہنا چاہیے (اور آج کل عموماً اسی انداز سے سوچا جاتا ہے)، لیکن یہ خیال نہیں کیا کہ اس طرح ان کے طبع کردہ نسخہ کا سلسلۂ نسب غائب ہو رہا ہے۔ اہلِ تحقیق کی نظر میں یہ طرزِ عمل سنگین غلطی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۳ھ)

مطالعہ قرآن

مولانا محمد حنیف ندوی۔ صفحات: ۴۱۸۔ قیمت (مجلد): ۲۰ روپے۔ پتا: ادارہ تالیفاتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

مولانا محمد حنیف ندوی علمی حلقوں کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اُن کا طرزِ نگارش اَدیبانہ، ذہن فلسفیانہ اور دِل مؤمنانہ ہے۔ قدیم کے علاوہ اُن کی نظر جدید پر بھی ہے، بلکہ نسبتاً زیادہ گہری۔ ''مطالعہ قرآن'' میں اُنہوں نے قرآنِ کریم سے متعلقہ اُن مباحث کو اَپنی جولانیٔ فکر و نظر کا موضوع بنایا ہے جن کی اَہمیت یوں تو ہمیشہ رہی ہے، مگر آج کچھ زیادہ ہی محسوس کی جا رہی ہے، اور اِس ضمن میں اُنہوں نے ان کانٹوں کو صاف

کرنے کی کوشش بطورِ خاص کی ہے جو مستشرقین اور اُن کے معتقدین کے ذہن میں خلش کا باعث بنے۔ اس کا مطالعہ اہلِ علم کو عموماً اور جدید طبقہ کو خصوصاً کرنا چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ)

آثار التنزیل

علامہ خالد محمود، پروفیسر ایم اے او کالج لاہور۔ صفحات: ۲۷۴۔ قیمت: ۶/۷۵ روپے۔
ناشر: ناشرانِ قرآن لمیٹڈ کبیر اسٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ ملنے کا پتا: مکتبہ رشیدیہ ساہیوال۔

علامہ خالد محمود، یونیورسٹی کے گریجویٹ، دار العلوم دیوبند کے فاضل، علومِ شرعیہ کے مستند عالم اور یونیورسٹی کے ماہر و تجربہ کار اُستاذ ہیں۔ چند برس پہلے موصوف نے کالج کے منتہی طلبہ کے لیے تعارفِ قرآن کے موضوع پر ہفتہ وار لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ یہ سلسلہ کوئی آٹھ ماہ جاری رہا۔ زیرِ نظر کتاب ''آثار التنزیل'' انہی لیکچروں کا تحریری نقش ہے۔ مصنف علامہ نے اس میں بڑے بڑے ۱۶ عنوانات کے ذیل میں قرآن فہمی کے اُصول و مبادی اور قرآنِ کریم سے متعلق عمومی مباحث کو بڑی عمدگی سے مرتب کیا ہے۔ اُمید ہے قرآنِ کریم کے شائقین اور تعلیم یافتہ حضرات اس سے اچھا استفادہ کرسکیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۰ھ)

قرآنی تعلیمات کا نقطہ ماسکہ توحید

جناب عبدالحمید فاروقی۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت: ۴/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ ابو معاویہ ۱۴/۱۲، فردوس کالونی کراچی، نمبر ۱۸۔

قرآنِ کریم کی دعوت کا اصل الاصول عقیدۂ توحید ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں آیاتِ توحید کو ایک خاص ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم کی کسی بھی پہلو سے کوئی بھی خدمت قابلِ قدر چیز ہے، مگر افسوس ہے کہ مصنف اس بابرکت کام کو اپنے مخصوص ذہنی ڈھانچہ سے محفوظ نہیں رکھ سکے۔ اُنہیں فرقہ واریت سے نفرت ہے، اور ذخیرۂ احادیث کو وہ اس نفرت کی بھینٹ چڑھانے کے لیے آمادہ ہیں، مگر ان کی تحریر خود ایک مخصوص فرقہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ واللہ المستعان!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۲ھ)

قرآن میں سائنسی رُموز

ڈاکٹر اسداللہ خاں (ہومیو پیتھ)۔صفحات: ۲۵۶۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ کتابت وطباعت: اَعلیٰ۔ ملنے کا پتا: اسداللہ خاں ہومیو پیتھ، اکبر روڈ، عقب فریر روڈ، کراچی نمبرا۔

قرآنِ کریم اس ظلمت کدۂ عالم کے لیے چراغِ ہدایت ہے۔اللہ تعالیٰ نے کتابِ جلیل کو اس لیے اُتارا کہ راہ فراموش اِنسانیت ہدایت کے راستہ پر چل کر صلاحِ دُنیوی وفلاحِ اُخروی سے ہم کنار ہو۔قرآنِ کریم ''مشاہدہ'' کا ''غیب'' سے تعلق قائم کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ تم جو کچھ دیکھ رہے ہو صرف یہی نہیں ہے، گردشِ لیل ونہار کے علاوہ بھی دُوسرے عالم ہیں، اوران کا اس عالم رنگ و بو سے گہرا ربط ہے۔غرض! قرآن اپنے پڑھنے والے، اپنے ماننے والے کے قلب ونگاہ کو وسعتیں عطا کرتا ہے۔ برخلاف اس کے موجودہ سائنس کہ وہ صرف مشاہدہ پر اپنی نگاہ مرکوز کر کے تنگی وتنگ ظرفی میں مبتلا کر دیتی ہے۔قرآنِ کریم سائنس کی کتاب تو نہیں ہے، لیکن اس نے وجودِ باری، رِسالت ونبوّت، حشر ونشر کے اِثبات کے لیے خطابی انداز میں اس کارخانۂ عالم کو بطور دلیل پیش کیا ہے اوراس ضمن میں سائنس کے ہزاروں اَسرار ورُموز سے عقدہ کشائی ہوگئی ہے۔ظاہر ہے کہ خالقِ کائنات سے زیادہ کائنات کے حقائق کو اور کون جان سکتا ہے؟ مسلمان سائنس دان ایمان ویقین سے سرشار ہو کر قرآنِ کریم کے ان اَسرار ورُموز کو اپنی تحقیقات کا محوَر بنائیں تو سائنس کی دُنیا میں اِنقلاب آسکتا ہے۔ضرورت تو اس بات کی تھی کہ مختلف جدید علوم کے ماہرین اپنے علوم میں تحقیقات کا سرچشمہ قرآنِ حکیم کو بناتے اوراس طرح جدید علوم اسلامی رنگ میں آجاتے تو ہماری نئی نسل اِسلام سے فرار کے راستے تلاش نہیں کرتی۔کلیات، جامعات میں پانچ گھنٹے کا فرانہ نظریات سے آلودہ علوم پڑھا کر ایک گھنٹہ دینیات واسلامیات کا رکھنے سے نئی نسل کے قلوب ایمان ویقین کی دولت سے بہرہ ور نہیں ہوسکتے۔

ڈاکٹر اسداللہ خاں ملک کے مایۂ ناز طبیب، امراضِ مزمنہ عسیر العلاج کے ماہر خصوصی ہیں۔پیرانہ سالی میں جوانوں کی طرح محنت کرتے ہیں۔تصنیف وتالیف کا بھی شوق ہے۔ چند مفید کتابیں موصوف کے قلم سے نکل چکی ہیں۔

''قرآن میں سائنسی رُموز'' بھی ڈاکٹر صاحب کی مفید ترین کتابوں میں سے ایک کتاب ہے۔محنت، تلاش وجستجو اس کی ایک ایک سطر سے عیاں ہے، سولہ ابواب پر مشتمل یہ کتاب ہے: تقریباً چودہ ابواب قرآن کی حقانیت اوراس کا مقامِ رفیع بیان کرنے کے لیے قائم کیے ہیں، پندرھواں باب جو سب سے طویل ترین باب ہے، سائنسی رُموز کے لیے وقف ہے۔اس میں طریقہ یہ اِختیار کیا ہے کہ آیتِ کریمہ اوراس کے ترجمہ

کے بعد سائنسی رُموز واَسرار کی طرف سائنسی تجزیہ کے زیرِ عنوان اشارے کرتے ہیں۔ آخری باب میں تفصیلی اِشاریہ ہے۔ مسلمان سائنس دان اس کتاب سے بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ کاش! کہ ہمارے ملک کے سائنس دان اس طرف توجہ کریں اور ڈاکٹر صاحب کی اس تمنا کو حقیقت بنا دیں:

''وہ کمی یہ ہے کہ سائنس دان حضرات اپنی تحقیق کی تائید میں تو کلام مجید کی آیات کا حوالہ دیتے ہیں، لیکن کلامِ مجید کی آیات کو بنیاد بنا کر تحقیق کا کام ابھی شروع نہیں کیا، توقع کی جاتی ہے کہ میری موجود پیش کش سائنس دانوں کو ایسا کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔''(۱)

مقدمہ کتاب کا یہ جملہ تبصرہ نگار کو بُری طرح کھٹکا:

''جس طرح دِین دار طبقہ میں اہلِ قرآن اور اہلِ حدیث پیدا ہو گئے ہیں۔''(۲)

''اہلِ قرآن'' سے غالباً ڈاکٹر صاحب واقف نہیں ہیں۔ یہ منکرینِ حدیث کا ایک ٹولہ ہے جو حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قانونی وتشریعی حیثیت کو ختم کر کے اپنی خواہشات پر مبنی ایک مکتبِ فکر کی تشکیل کر رہا ہے، جن کی فکر ژولیدہ اور نظر مستعار ہے۔ بہر حال! ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب نہایت مفید اور دِلچسپ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۴ھ)

آدابُ القرآن

مولانا محمد اجمل خاں (خطیب جامع رحمانیہ، لاہور)۔ صفحات: ۱۹۶۔ قیمت (مجلد): ۳ روپے۔ پتا: مکتبہ اشاعت اِسلام، اُردو بازار، لاہور۔

قرآن مجید کلامِ الٰہی ہے اور اس کی تلاوت قربِ خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ جس قدر اس کی عظمت ورفعت کے شایانِ شان آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی تلاوت کی جائے گی، اسی قدر انوار و برکات اور فوائد وثمرات بھی مرتب ہوں گے۔ مولانا محترم جزائے خیر کے مستحق ہیں کہ موصوف نے قرآن مجید کی تلاوت، تجوید اور کتابت وطباعت کے اہم ترین مسائل کو زیرِ نظر کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ مناسب ہے ان آداب سے لوگوں کو مطلع کیا جائے اور اس کتاب کے مطالعہ کی ترغیب دی جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ)

(۱و۲) ص:۵

تاریخِ قرآن

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب (خطیب ریلوے جامع مسجد، کراچی)۔ صفحات: ۳۳۶۔ قیمت (مجلد): ۱۸روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، پاکستان چوک کراچی۔

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب کا نام ان کی متعدد تصانیف کی وجہ سے علمی حلقوں میں معروف ہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں موصوف نے عام فہم زبان میں قرآنِ کریم سے متعلق عمدہ معلومات جمع کردی ہیں، مثلاً: نزولِ قرآن کی تاریخ، مع قرآن کی تاریخ، قرآنِ کریم کی پیشین گوئی، قرآنِ کریم کی حیرت انگیز تاثیر، قرآن کی بعض سورتوں اور آیتوں کے فضائل، خلفائے اربعہؓ کے زمانے میں قرآنِ کریم کی اشاعت، حفاظتِ قرآن کی مختلف صورتیں، تلاوت میں حسن پیدا کرنے کے اُصول وغیرہ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۴۰۵ھ)

دعوت القرآن

جناب ڈاکٹر فضل الدین اجمیری۔ صفحات: ۲۵۸۔ قیمت (مجلد کارڈ بورڈ مع سپلاسٹک کور): ۱۸روپے۔ پتا: قصرِ فاطمہ، ۱۲۶، ایف ۲ پی ای سی ایچ ایس، کراچی ۲۹۔

زیرِ نظر کتاب جناب ڈاکٹر صاحب نے نسلِ جدید کو قرآنِ حکیم کے مقاصد ومطالب کی طرف دعوت دینے کی غرض سے تالیف کی ہے، جس میں تقریباً نوے عنوانات کے تحت قرآنِ کریم کی آیات ترجمہ وتشریح کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔ اس تالیف میں مصنف نے ۵۷ کتابوں سے استفادہ کیا ہے، جن میں مسٹر محمد علی لاہوری (قادیانی) کا انگریزی ترجمہ، اور علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی کی تین کتابیں ''تذکرہ، خطاب، الاصلاح'' بھی شامل ہیں۔ شروع کے ۴۶ صفحات تمہیدات وتقریظات کے لیے وقف ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۶ھ)

تاریخِ تفسیر ومفسرین

جناب پروفیسر غلام احمد حریری۔ صفحات: ۷۵۴۔ تقطیع: ۲۲x۱۸/۸۔ قیمت (مجلد): ۴۵روپے۔ پتا: ملک سنز، کارخانہ بازار، فیصل آباد۔

قرآنِ کریم کے بہت سے وجوہِ اعجاز میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی تلاوت جس قدر کی جاتی ہے، دُنیا

کی کسی اور کتاب کو اس کا ہزارواں حصہ بھی نصیب نہیں۔ اور تنہا قرآن کریم پر جتنا لکھا گیا ہے، اس میں دُنیا بھر کی ساری اِلہامی کتابیں مل کر بھی اس سے چشم نمائی کا دعویٰ نہیں کرسکتیں۔ یہ دُنیا کی سب سے آسان ترین کتاب بھی ہے، جسے چھوٹے چھوٹے بچے بھی فرفر پڑھتے ہیں اور ہر شخص اسے بقدرِ استعداد سمجھتا ہے۔ پھر یہی دُنیا کی سب سے مشکل ترین کتاب بھی ہے کہ دُنیا کے بڑے بڑے عاقل وفہیم، حکیم وفلسفی، مفکر وقانون دان اور جبالِ علم بھی اس کی گہرائیوں میں برس ہابرس تک غوطے لگانے کے بعد یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ وہ اس کے عجائبات کا اِحاطہ، اس کی وسعت کا اندازہ اور اس کی گہرائی کا پتا لگانے سے قاصر ہیں۔ لا تنقضی عجائبہ!

نزولِ قرآن کے دور سے آج تک قرآن اور علومِ قرآن پر اِتنا کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جارہا ہے کہ اس کے اعداد وشمار جمع کرنا انسانی قدرت سے خارج ہے۔ لکھنے والوں میں مسلم بھی ہیں اور غیر مسلم بھی، مؤمن بھی اور منافق بھی، محقق بھی اور ملحد بھی، اہلِ سنت بھی اور اہلِ بدعت بھی، عالم بھی اور جاہل بھی، عاقل بھی اور احمق بھی، اور پھر لکھنے والوں نے جو کچھ لکھا، اس میں صحیح بھی تھا اور غلط بھی، قابلِ قبول بھی تھا اور لائقِ رَدّ بھی۔ اِس لیے ضرورت تھی کہ تفسیر اور مفسرین کی تاریخ مرتب کی جائے، ان کے طبقات معلوم کیے جائیں، معتبر ونامعتبر میں امتیاز کیا جائے اور ان کے درمیان فرقِ مراتب کی تعیین کی جائے۔ اس موضوع پر عربی میں قدیم وجدید مؤلفین کا مرتب کردہ ایک اچھا ذخیرہ موجود ہے، اُردو میں بھی اس پر کئی رسائل لکھے گئے، مگر اب تک کوئی مبسوط تاریخ سامنے نہیں آئی تھی۔ زیرِ نظر کتاب اس سلسلہ کی پہلی جامع ترین کتاب ہے۔

پروفیسر غلام احمد حریری اپنے سیال قلم اور متعدد تراجم وتالیفات کی بنا پر علمی حلقوں میں معروف شخصیت ہیں۔ موصوف کی زیرِ نظر کتاب کا بنیادی ماخذ مصر کے مشہور عالم شیخ محمد حسین الذہبی الشافعی کی کتاب ''التفسیر والمفسرون'' ہے۔ موصوف نے شیخ ذہبی کی کتاب کو صرف اُردو میں منتقل کرنے پر اِکتفا نہیں کیا، بلکہ اس پر مفید اضافے بھی کیے ہیں۔

کتاب ایک مقدمہ، تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں تفسیر وتاویل کے مفہوم اور ان کے درمیان فرق کی وضاحت کرنے کے بعد غیر عربی میں تفسیرِ قرآن کے جواز اور عدمِ جواز سے بحث کی گئی ہے۔

پہلا باب: جو پانچ فصلوں پر مشتمل ہے ''دورِ نبوی اور دورِ صحابہ میں تفسیر'' سے بحث کرتا ہے، اس میں مصنف نے سب سے پہلے تفسیر کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فہمِ قرآن سے بحث کی ہے۔ فہمِ صحابہ کے سلسلہ میں مصنف نے اِبنِ خلدون کا یہ فقرہ نقل کیا ہے:

''قرآن حکیم عربی زبان میں اُترا، اس کا اُسلوب وانداز بھی خالص عربی ہے، سب صحابہ قرآن کریم کو سمجھتے اور اس کے مفردات وتراکیب سے آگاہ تھے۔''(۱)

مصنف اس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے خیال میں ابن خلدون کا یہ قول دُرست نہیں کہ سب صحابہ قرآن کریم کو سمجھتے تھے، قرآن کے عربی میں نازل ہونے سے لازم نہیں آتا کہ تمام عرب اس کے مفردات وتراکیب کو بخوبی جانتے تھے۔''(۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کو سمجھتے تھے یا نہیں؟ یہ ایک الگ بحث ہے، مگر فاضل مصنف ابن خلدون کے فقرہ کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ کسی کتاب کے مشکلات کے سلسلہ میں رُجوع کرنے کی ضرورت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ شخص اس کتاب کو سمجھتا ہی نہیں۔ بلاشبہ سب صحابہ کرامؓ اپنی اپنی استعداد اور فہم کے مطابق قرآن کریم کو سمجھتے تھے اور ایسا سمجھتے تھے کہ بعد کا کوئی بڑے سے بڑا علامہ بھی مجموعی طور پر ان سے زیادہ قرآن فہمی کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اگر چہ یہ بھی اپنی جگہ مسلمہ حقیقت ہے کہ فہم قرآن کے سلسلہ میں ان کے درمیان تفاوت تھا۔

جناب مصنف نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فہم قرآن کے بارہ میں جو تاثر دیا ہے، وہ بڑا سطحی اور مایوس کن ہے، اور اس کا منشاء وہ خشک مزاجی ہے جو صحابہ کرامؓ کو آج کے انسانوں کی سطح پر لا کھڑا کرتی ہے۔ اگر چند شاذ واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح ہے کہ صحابہ کرامؓ میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو فہم قرآن سے محروم تھے تو شاید ''انّ علینا بیانه ''(۳) جیسی آیات سے کل یہ نتیجہ اخذ کیا جانے لگے کہ... نعوذ باللہ!... حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی قرآن کو نہیں سمجھتے تھے، اور دورِ حاضر کی ذہنی سطح جس طرح دن بدن گر رہی ہے، اس کے پیش نظر یہ کچھ بھی مستبعد نہیں۔

اسی ضمن میں مصنف نے ''عہدِ صحابہ میں تفسیر کے مآخذ'' سے بحث کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ ''عہدِ صحابہ میں تفسیر قرآن کا چوتھا مصدر و ماخذ یہود و نصاریٰ تھے۔''(۴)

اور اس سلسلہ میں اُنہوں نے ان اسرائیلیات کا ذکر کیا ہے جو صحابہ کرامؓ سے بعض واقعات وقصص کی تشریح میں منقول ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ دورِ جدید کے مصنفین کی سطحیت پرستی اور مستشرقین کے

(۱و۲) ص: ۳۷

(۳) القیامہ: ۱۹

(۴) ص: ۶۳

پروپیگنڈے سے غیر شعوری تأثر کا ثمر ہے۔

افسوس ہے کہ عہدِ صحابہ میں یہود و نصاریٰ کو تفسیرِ قرآن کا اہم مأخذ قرار دیتے ہوئے جناب مصنف نے یہ بات سمجھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ دراصل ''تفسیرِ قرآن'' کس چیز کا نام ہے؟

تیسری فصل میں مصنف نے مفسرینِ صحابہ میں سے چار حضرات کا تعارف کرایا ہے، اور سیّدنا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر یہودی مستشرق ''گولڈزیہر'' کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ اس باب کی چوتھی فصل میں تفسیرِ صحابہ کی اہمیت اور پانچویں فصل میں اس کی تفسیری خصوصیات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

کتاب کا دُوسرا باب ہے ''تفسیر: عصرِ تابعین میں۔'' اس کی پہلی فصل میں مصنف نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ کے تفسیری مکاتبِ فکر اور ان کے سربرآوردہ حضرات کا تعارف کرایا ہے۔ یہ فصل بڑی عمدہ ہے۔ دُوسری فصل میں اس پر بحث ہے کہ تابعین کی تفسیر قابلِ قبول ہے یا نہیں؟ تیسری فصل میں اس دور کی تفسیری خصوصیات کا تذکرہ ہے، اور چوتھی فصل میں ''تفسیر میں اِختلافِ سلف'' پر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ سلف کا تفسیری اختلاف محض تعبیر کا اِختلاف ہے، حقیقی اِختلاف نہیں۔ مصنف کی یہ بحث بیشتر حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مأخوذ ہے۔

کتاب کا تیسرا باب ہے ''تفسیر: عصرِ تدوین میں'' اور یہ درج ذیل آٹھ فصلوں پر مشتمل ہے:

۱:... تفسیر بالمأثور، ۲:... تفسیر بالرائے، ۳:... اہم کتبِ تفسیر، ۴:... اصحابِ بدعت کی تفاسیر، ۵:... تفسیرِ صوفیہ، ۶:... تفسیرِ فلاسفہ، ۷:... تفسیرِ فقہاء، ۸:... علمی تفسیر۔

اس باب کی تمہید میں مصنف نے تدوینِ تفسیر کے تاریخی ارتقاء کا جائزہ لیا ہے اور اس کے پانچ دور تجویز کیے ہیں۔ تفسیرِ ماثور پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے اس کے مفہوم اور مآخذ کے ساتھ ساتھ اس میں ضعف کے تین اسباب کی نشان دہی کی ہے، یعنی موضوع روایات، اسرائیلیات اور حذفِ اسناد۔

اسرائیلیات پر مصنف نے جس قدر شدید نکیر کی ہے، وہ بجا ہے، مگر تفسیر میں اس کے عمل دخل کو جس قدر نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے، وہ ہمارے ذخیرۂ تفسیر سے مایوسی پیدا کرنے کے مترادف ہے، تاہم مصنف نے جس اسرائیلی مأخذ کی تعیین کردی ہے، اس سے کسی حد تک اس مایوسی کا تدارک ہوجاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ فہمِ قرآن ایک بھی اسرائیلی روایت پر موقوف نہیں۔ حضراتِ مفسرین نے جو اِسرائیلی روایات درج کردی ہیں، محض قصص واقعات کی تفصیل کے لیے ہیں۔ ان میں سے جو قرآنی حقائق کے لیے مؤید ہو، وہ قابلِ قبول ہے۔ جو اِسلامی اُصول و قواعد کے یا عقلِ صریح کے خلاف ہو، وہ قطعاً مردود ہے۔ اور جو اِسلام کے کسی قاعدہ سے متصادم نہ ہو، اس کے روایت کرنے میں مضائقہ نہیں۔ مگر اس کے رَدّ و قبول سے

سکوت کیا جائے۔ بہر حال! فہمِ قرآن ان پر موقوف نہیں۔ یہ اُصول ہمیشہ سے علمائے اُمت کے سامنے رہا ہے، اس لیے اسرائیلی روایات سے خواہ مخواہ ڈرنا یا ڈرانا دراصل ہمارے ذخیرۂ تفسیر کو مشکوک بنانے کے مرادف ہے۔

اس فصل میں مصنف نے تفسیر بالمأثور کے سلسلہ کی آٹھ کتابوں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے:

۱:...تفسیر ابنِ جریر، ۲:...تفسیرِ سمرقندی، ۳:...تفسیرِ ثعلبی، ۴:...تفسیر بغوی، ۵:...تفسیر ابنِ عطیہ، ٦:...تفسیر ابنِ کثیر، ۷:...تفسیرِ ثعالبی، ۸:...تفسیرِ دُرِّ منثور سیوطی۔

دُوسری فصل ''تفسیر بالرائے'' سے متعلق، اوراس کی تمہید میں مصنف بتاتے ہیں کہ تفسیر بالرائے کی دو قسمیں ہیں: جائز اور مذموم۔

تفسیر بالرائے الجائز: اہلِ حق کی تفسیر ہے، اور تفسیر بالرائے المذموم: اہلِ بدعت کی تفسیر ہے۔ اسی ضمن میں مصنف نے تفسیرِ جائز کے اُصول وشرائط سے بھی بحث کی ہے اور تیسری فصل میں ''تفسیر بالرائے الجائز'' کے سلسلہ میں حسبِ ذیل دس کتابوں پر مفصل تبصرہ کیا گیا ہے:

۱:...تفسیر امام رازی، ۲:...تفسیر بیضاوی، ۳:...تفسیر نسفی، ۴:...تفسیر خازن، ۵:...البحر المحیط ازابوحیان، ٦:...تفسیر نیسا بوری، ۷:...تفسیر جلالین، ۸:...السراج المنیر للخطیب الشربینی، ۹:...تفسیر ابوالسعود، ۱۰:...تفسیر رُوح المعانی آلوسی۔

یہاں ہمیں مصنف کے طرزِ فکر سے دوجگہ اِختلاف ہے۔ ایک یہ کہ تفسیر بالرائے شریعت کا ایک اِصطلاحی لفظ ہے، اور اَحادیثِ طیبہ میں جس قدر اس کی مذمت آئی ہے، وہ اہلِ علم کو معلوم ہے۔ اس مذموم ترین اِصطلاح کو جس پر جہنم کی وعید وارد ہوئی ہے، اہلِ حق پر چسپاں کرنا یا تو اِسلامی اِصطلاح سے ناواقفیت کی دلیل ہے یا دیدہ ودانستہ ظلم ہے۔

دوم یہ کہ: مثلاً تفسیر ابنِ جریر اور تفسیر رُوح المعانی میں آخر کیا فرق ہے کہ آپ ایک کو تو تفسیر بالمأثور میں شمار کرتے ہیں اور دُوسری کو ''تفسیر بالرائے'' میں ذکر کرتے ہیں۔ کیا تفسیر ابنِ جریر میں عقل کو استعمال نہیں کیا گیا؟ صرف روایات پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے؟ یا کیا ''رُوح المعانی'' میں صرف عقل پر اعتماد کیا گیا ہے، مأثور روایت کو نظرانداز کردیا گیا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اس لیے اہلِ حق کی تفاسیر کو دوخانوں میں بانٹ دینا جدید اِستشراقی اِصطلاح ہے۔ ورنہ اہلِ حق کی تفسیریں عقل ونقل دونوں کی روشنی میں لکھی گئی ہیں اور ''تفسیر الدر المنثور للسیوطی'' کے سوا کسی کو خالص تفسیر بالمأثور کہنا صحیح نہیں ہے۔

چوتھی فصل میں ''مبتدعین کی تفسیر'' پر بحث ہے اور اس سلسلہ میں معتزلہ کی تین، شیعہ امامیہ کی چھ اور

زیدیہ کی دو تفاسیر کا تفصیلی تعارف کرایا ہے، اور ساتھ ہی ہر فرقہ کی تاریخ اور اس کے عقائد ونظریات کو بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اسی ضمن میں خوارج، اسماعیلیہ، بابیہ وبہائیہ کی تاریخ وعقائد اور ان کی تفسیری مساعی کا جائزہ لیا ہے، مگر ان کی کسی تفسیر پر تفصیلی تبصرہ نہیں کیا۔ کتاب کی یہ طویل ترین فصل معلومات افزا ہے۔

اسے ایک لطیفہ سمجھنا چاہیے کہ علامہ شوکانی زیدی شیعہ ہیں، خود مصنف نے بھی ان کی تفسیر ''فتح القدیر'' کو زیدی تفاسیر میں ذکر کیا ہے، مگر مصنف انہیں ہر جگہ ''امام شوکانی'' کہتے ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ شوکانی غیر مقلد تھے اور مصنف ہر ایسے شخص کو جو سلف کا مقلد نہ ہو ''امام'' کہنے کے لیے تیار ہیں۔

پانچویں فصل میں ''تفسیرِ صوفیہ'' کا ذکر ہے اور مصنف نے تصوف کے ارتقاء، اس کی اقسام اور صوفیانہ تفسیر پر بحث کرتے ہوئے اس سلسلہ کی تین تفسیروں کا مفصل تذکرہ کیا۔ شیخ ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مصنف کچھ زیادہ ہی ناراض ہیں اور اس میں وہ شاید کسی حد تک معذور بھی ہیں۔

چھٹی فصل میں فلاسفہ کی تفسیر کا جائزہ لیا ہے اور ساتویں فصل میں فقہاء کی تفسیر سے بحث کی ہے۔ اس کے تاریخی ارتقاء کا خاکہ پیش کرنے کے بعد مصنف لکھتے ہیں:

> ''ائمۂ اربعہ کی جانشینی ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئی جن کے قلب وذہن میں ان ائمہ کی تقلید مسلط ہو چکی تھی۔ اس تقلید کی اساس مسلکی تعصب پر رکھی گئی تھی، جس میں مخالف سے چشم پوشی کرنے اور حق وصداقت کی طلب وتلاش کے لیے کوئی گنجائش نہ تھی۔ اس تقلید میں فکری جمود کا یہ عالم تھا کہ اس میں حریتِ فکر ونظر اور آزادیٔ نقد وجرح کا شائبہ تک نہ تھا۔''(۱)

اکابر اُمت کے بارہ میں مصنف کی یہ رائے صرف ''غیر مقلدانہ'' ہی نہیں، بلکہ بڑی حد تک ''ملحدانہ'' ہے۔ وہ بدقسمتی سے آزادیٔ نقد وجرح کو فکری جمود کا نام دے رہے ہیں اور جدید نسل کو گزشتہ صدیوں کے تمام اکابر اُمت سے بدگمان کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ ائمۂ اربعہ کے بعد جتنے اہلِ حق ہوئے ہیں، وہ سب ائمۂ اربعہ کے جانشین اور مقلد ہی تھے۔ خود حافظ ابنِ تیمیہ اور حافظ ابنِ قیم رحمہما اللہ تعالیٰ اپنی جلالتِ قدر اور علوِ مرتبت کے باوجود امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد تھے۔ تفسیرِ فقہاء کے ضمن میں مصنف نے احکام القرآن للجصاص، احکام القرآن ازکیاہراسی، احکام القرآن ابن العربی اور احکام القرآن از قرطبی کے علاوہ دو شیعہ تفسیروں کا بھی تعارف پیش کیا ہے۔ امام جصاص رحمہ اللہ پر مصنف کی تنقید بڑی تیز ہے۔

آٹھویں فصل کا عنوان ہے ''علمی تفسیر'' اور مصنف بتاتے ہیں کہ قرآنِ کریم سے عصری علوم اور فلسفیانہ

(۱) ص: ۵۹۳

افکار و آرا کا استنباط کرنے کو علمی تفسیر کہتے ہیں۔ مصنف نے اس ''علمی تفسیر'' کا سرا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے جوڑا ہے اور اس سلسلہ میں اس کے رَدّ و قبول پر بحث کی ہے۔ ہمارے نزدیک عصری علوم قرآن سے مستنبط ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بحث سے قطع نظر دو باتیں قطعی ہیں: ایک یہ کہ قرآن کا موضوع یہ نہیں، اور دوسرے یہ کہ ایسی تفسیر کے لیے ''علمی تفسیر'' کی اصطلاح غلط ہے۔

خاتمۃ الکتاب میں مصنف نے ''تفسیر؛ عصرِ حاضر میں'' کے موضوع پر بحث کی ہے۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ متقدمین نے تفسیرِ قرآن کا حق ادا کر دیا تھا۔ متأخرین کی تفسیر نویسی میں جمود و تعطل رونما ہو گیا تھا اور عرصہ دراز تک اس میں کوئی نیا اضافہ نہ ہو سکا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ''جدید علمی تحریک کے آغاز کے ظہور تک تفسیر نویسی اسی طرح جمود و تعطل کا شکار رہی۔ جب بلادِ عرب میں علمی تحریک کا آغاز ہوا تو جو علماء تفسیرِ قرآن سے دلچسپی رکھتے تھے، اُنہوں نے تقلید و جمود کے بندھنوں سے آزاد ہونے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ تفسیرِ قرآن کے سلسلہ میں اگرچہ انہوں نے بھی بڑی حد تک متقدمین کی محنت و کاوش پر اعتماد کیا، تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تقلیدِ جامد سے پیچھا چھڑانے کے سلسلہ میں ان کی مساعی بڑی حد تک قابلِ تحسین ہیں۔''(۱)

مصنف کی یہ ساری داد و تحسین صرف ''تقلید سے پیچھا چھڑانے'' پر ہے، انہیں اس پر بے حد خوشی ہے کہ اب جدید دُنیا متقدمین کے نقشِ قدم سے آزاد ہو گئی، لیکن اس آزادی سے انہیں وصول کیا ہوا؟ یہ خود مصنف ہی سے سننے کی بات ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''عصرِ حاضر میں تفسیرِ قرآن کی بڑی بڑی قسمیں حسبِ ذیل چار ہیں:
> ۱:... علمی طرز و انداز، ۲:... مذہبی رنگ، ۳:... ملحدانہ طرزِ فکر، ۴:... ادبی و اجتماعی اُسلوب و انداز۔''(۲)

اس کے بعد مصنف نے ان چاروں اقسام پر تبصرہ کیا ہے۔ ''علمی تفسیر'' کو جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے قرآن کی سائنسی تفسیر ہے، جسے تفسیر کہنا ہی غلط ہے۔ ''ملحدانہ تفسیر'' پر خود مصنف نے بڑا اچھا تبصرہ کیا ہے۔ ''مذہبی رنگ کی تفسیر'' میں وہی تقلید و جمود کا شاخسانہ لگا ہوا ہے۔ رہی چوتھی قسم کی تفسیر تو اس سے مصنف کی مراد اس طرزِ فکر سے ہے جو مصر وغیرہ میں شیخ محمد عبدہ نے (اور ہندوستان میں سرسیّد نے) رائج کیا اور جسے بعد میں سیّد رشید رضا سے لے کر سیّد قطب تک لوگوں نے اپنایا۔

شیخ عبدہ اور رشید رضا کے ملحدانہ افکار و نظریات کا خود مصنف نے بھی تذکرہ کیا ہے، اگرچہ وہ اس اِلحاد

---

(۱) ص: ۶۳۸

(۲) ص: ۶۳۹

اور کجروی کے باوجود ترکِ تقلیدِ سلف کی بنا پر انہیں "امام" کا خطاب بھی دیتے ہیں۔
خلاصہ یہ کہ بقولِ مصنف "تقلید سے پیچھا چھڑانے" کے بعد ہمارے جدید مفسرین کے دامن میں الحاد کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔ کیا اسی پر مصنف کو ناز ہے؟ بہرحال! عصرِ حاضر کی تفاسیر کے ضمن میں مصنف نے پہلے "علمی تفسیر" کا جائزہ لیا ہے اور اس سلسلہ میں متعدد کتابوں کا مختصر سا تعارف کرانے کے بعد شیخ طنطاوی کی تفسیر "الجواہر" پر مفصل لکھا ہے، پھر "فرقہ وارانہ تفسیر نویسی" پر مختصر سا نوٹ لکھا ہے، اس کے بعد "ملحدانہ تفسیر" پر بحث کی ہے اور سچ یہ ہے کہ بہت عمدہ بحث کی ہے اور سب سے آخر میں شیخ محمد عبدہ اور ان کے تفسیری مکتب پر خاصی لمبی تفصیل سے بحث کی ہے اور اس کے اچھے اور بُرے دونوں پہلو اجاگر کیے ہیں۔ اس سلسلہ میں شیخ عبدہ کے تفسیری سرمایہ، سیّد رشید کی تفسیر "المنار" اور شیخ مصطفیٰ المراغی کی تفسیر کا تعارف کرایا ہے، اور یہی جنابِ مصنف کے اس تصنیفی سفر کی آخری منزل ہے۔
ان فروگزاشتوں سے قطع نظر جن کی طرف گزشتہ سطور میں اشارہ کیا گیا ہے، اور اس خاص طرزِ فکر سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے جو مصنف کی تحریر سے نمایاں ہے، ان کی یہ کتاب اپنے موضوع پر بڑی گراں قدر، معلوماتی، مبسوط اور جامع کتاب ہے۔ فاضل مصنف نے کوشش کی ہے کہ تفسیر کے طالب علم سے اس کا کوئی گوشہ مخفی اور کوئی بحث تشنہ نہ رہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رجب ۱۳۹۸ھ)

القرآن الكريم مع تشريح المتشابهات

جناب قاری عبدالحلیم چشتی۔ پتا: مدرسہ حفظ القرآن، اسلم روڈ، کراچی۔
جناب قاری عبدالحلیم چشتی صاحب بجا طور پر "قرآنی کمپیوٹر" کے لقب سے مشہور ہیں۔ انہیں حق تعالیٰ نے حفظِ قرآن کا ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ آپ کسی آیت کا کوئی ٹکڑا ان کے سامنے پڑھیے، وہ برجستہ بتادیں گے کہ فلاں سورۃ کی فلاں آیت کا حصہ ہے۔ قرآن مجید کا جو نسخہ ان کے زیرِ حفظ رہا ہے، وہ اس کے ایک ایک صفحہ کے بارے میں یہ بتادیں گے کہ فلاں لفظ سے شروع ہو کر فلاں لفظ پر ختم ہوا ہے۔ جو آیات یا فقرہ قرآن کریم میں مکرر آئے ہیں، ان کے بارہ میں یہ فوراً بتائیں گے کہ یہ قرآن مجید میں اتنی بار آئے ہیں، اور فلاں فلاں جگہ آئے ہیں۔ اور سب سے حیرت کی بات یہ کہ آپ اپنے دل میں کوئی آیت سوچ لیجیے، وہ آپ سے چند سوال کریں گے اور عموماً چوتھے پانچویں سوال میں آپ کو بتادیں گے کہ آپ کے ذہن میں فلاں آیت

ہے۔قرآنِ کریم کے الفاظ و آیات کا اِس قدر حیرت انگیز اِستحضار کم از کم راقم الحروف کے دیکھنے سننے میں نہیں آیا۔

قاری صاحب کے اس شغفِ قرآن کا تقاضا تھا کہ وہ دُوسرے حفاظ کی بھی ''متشابہاتِ قرآنی'' میں رہنمائی فرمائیں، چنانچہ انہوں نے اپنے معاونِ خصوصی و رفیق حافظ قاری سلیم رفیق کی معیت میں تین سال کی محنتِ شاقہ کے بعد یہ معرکہ بھی سر کرلیا۔قرآنِ کریم کا جو فقرہ بھی ایک سے زیادہ جگہ آیا ہے، انہوں نے اس پر نشان دے کر حاشیہ میں ان مقامات کی نشان دہی کردی ہے، اور اگر وہ تین سے زیادہ مقامات پر آیا ہے تو اس کے لیے حاشیہ میں ضمیمہ کا حوالہ دے دیا ہے جو آخر میں ملحق ہے۔متشابہاتِ قرآن پر متعدد رسائل لکھے جاچکے ہیں، تشریحِ متشابہاتِ قرآن میں قاری صاحب کا کارنامہ واقعی منفرد ہے۔حق تعالیٰ شانہٗ اسے شرفِ قبولیت عطا فرمائیں اور اُمت اس سے مستفیض ہو۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۵ھ)

متشابہاتُ القرآن (پہلا ایڈیشن)

جناب قاری عبدالرحمٰن رحمانی، کہروڑپکا۔صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۶ روپے۔قاری عبدالرحمٰن، مدرسہ رحمانیہ نزد بنگلہ انہار، کہروڑپکا، ضلع ملتان۔

قرآنِ کریم میں بکثرت متشابہات ہیں اور حفاظ کے لیے اکثر اُن کا ضبط کرنا مشکل ہوجاتا ہے، اِس لیے متشابہاتِ قرآن پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں ہر متشابہ کے بارے میں یہ نشان دہی کی گئی ہے کہ یہ لفظ یا فقرہ قرآنِ کریم میں اِتنی بار آیا ہے اور فلاں فلاں جگہ آیا ہے، اِس سے حفاظ کو ضبط کرنے میں خاصی مدد مل سکتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۴ھ)

متشابہاتُ القرآن (دوسرا ایڈیشن)

حافظ قاری عبدالرحمٰن رحمانی۔صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۶ روپے۔ قاری عبدالرحمٰن رحمانی، مہتمم مدرسہ رحمانیہ تجوید القرآن، نزد بنگلہ انہار کہروڑپکا، تحصیل لودھراں، ضلع ملتان۔

زیرِ نظر رسالہ میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، حفاظ کرام کی سہولت کے لیے قرآن کریم کے متشابہات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اس موضوع پر اگرچہ متعدد رسائل لکھے گئے ہیں، مگر اس رسالہ میں نہایت ہی اختصار اور سلیقہ سے متشابہات کی فہرست دی گئی ہے کہ ہر قاری بآسانی یہ معلوم کرسکتا ہے کہ فلاں آیت متشابہات میں سے ہے یا نہیں، اگر ہے تو یہ قرآنِ کریم کی کن کن سورتوں میں اور کتنی کتنی بار آئی ہے؟! اُمید ہے کہ اہلِ فن حضرات اس کی پذیرائی کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ)

صحیح لغات القرآن

جناب تاج محمد دہلوی۔ صفحات: ۴۸۸۔ قیمت (مجلد): ۵۰/۷ روپے۔ پتا: نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی۔

لغاتِ قرآن پر ہر دور میں اور مختلف زبانوں میں کتابیں لکھی گئیں۔ خود اُردو میں بھی اس پر اچھا خاصا کام ہوچکا ہے۔ جناب تاج محمد دہلوی کی زیرِ نظر کتاب بھی اس سلسلہ کی ایک ممتاز کڑی ہے، جس کی چند خصوصیات بہت واضح ہیں، مثلاً:

۱:... جو لفظ جس شکل میں قرآن کریم میں آیا ہے، اسی شکل میں اسے لیا گیا ہے۔ اس لیے ایک مادّہ کے جتنے صیغے قرآنِ کریم میں اِستعمال ہوئے ہیں، وہ سب الگ الگ دیئے گئے ہیں۔

۲:... جو لفظ تنہا اپنا پورا مفہوم ادا نہیں کرتا، اسے مابعد کے لفظ سے ملاکر ترجمہ کیا گیا ہے: ''سُقِطَ: وہ ڈالا گیا، گرایا گیا۔ سقوط: مصدر۔ سُقِطَ فِیْ أَیْدِیْهِمْ: وہ بہت پچھتائے، نادم ہوئے۔''

۳:... ترجمہ دہلی کی ٹکسالی زبان میں کیا گیا ہے، جس میں اِختصار و جامعیت کے ساتھ مرادفات کا اہتمام ہے: ''سکینة: تسکین، چین، آرام، تسلی، اطمینان۔''

۴:... فعل کا مصدر، مفرد کی جمع اور جمع کا مفرد ذکر کرنے کا بڑی حد تک اِلتزام ہے۔

۵:... ترجمہ صرف لغات کی مدد سے نہیں کیا گیا، بلکہ اکابر علماء کے مستند تراجم و تفاسیر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۶:... عربی میں بعض جگہ جماعت (جمع) کے لیے واحد مؤنث کا فعل آتا ہے، ایسے فعل کا ترجمہ بصیغۂ جمع کرتے ہوئے ''جمع مکسر'' کی اِصطلاح اِستعمال کی گئی ہے: ''تسعٰی: وہ دوڑتے ہیں، جمع مکسر۔''

یہ لغات جامعیت واختصار اور سلاست ونفاست کا مرقع ہے اور طلبہ کے لیے نہایت مفید اور قابلِ قدر ہے۔ آخر میں علامہ سیوطیؒ کی الاتقان سے ''قرآنِ کریم کے وجوہ ونظائر'' کا مفید اضافہ ہے۔ بڑی پیاری کتابت، بہترین طباعت، اعلیٰ کاغذ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ)

لغات القرآن (پارہ اوّل)

جناب میجر عزیز احمد۔ ۳۶۷۔اے، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی۔ صفحات: ۱۱۸۔ تقطیع: $\frac{۲۰\times۳۰}{۸}$۔ قیمت: ۸/۵۰ روپے۔ پتا: مسلم اکادمی، ۲۹/۱۸، محمد نگر، لاہور۔

قرآنِ حکیم عربیٔ مبین میں نازل ہوا ہے۔ اور ہر مسلمان کے دِل میں یہ آرزو مچلتی ہے کہ وہ خدا کے کلام کو خود اس کی زبان میں سمجھے اور خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرے، مگر اس کے لیے قرآن کی زبان اور قواعدِ زبان سے ناواقفیت آڑے آتی ہے، تاہم خدا کے کلام سے سچا عشق ہو تو آدمی نہ صرف یہ کہ خود اس گھاٹی کو عبور کرلیتا ہے، بلکہ دُوسروں کے لیے راستہ کھول دیتا ہے۔ جناب میجر عزیز احمد صاحب کا شمار انہی خوش نصیب اصحاب میں ہے، اُنہوں نے ''پچاس سال کی عمر میں ناظرہ قرآن پڑھا، اور کچھ روشنی دِکھائی دی، شوق بڑھتا گیا، حتیٰ کہ ستر سال کی عمر کے بعد قرآن پاک کو براہِ راست قرآنی الفاظ سے سمجھنے کی کوشش شروع کی۔''[1] اور پھر وہ نہ صرف اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے، بلکہ لغات القرآن کی تالیف کے ذریعہ قرآن فہمی کی نئی طرح ڈال دی، موصوف لکھتے ہیں:

> ''میں نے محض اپنی سہولت کے لیے پہلے پارہ کی لغت لکھنی شروع کی، مکمل ہونے پر ایسا معلوم ہوا کہ عین ممکن ہے کہ یہ لغت کچھ اور حضرات کے لیے بھی مفید اور کارآمد ہوسکے، اس لیے اسے شائع کررہا ہوں۔''[2]

بحمداللہ! اُردو زبان کا دامن قرآنِ کریم کے تراجم وتفاسیر کے علاوہ کتبِ لغاتِ قرآن سے بھی مالا مال ہے، مگر اب تک جس قدر لغات لکھے گئے، ان میں مادۂ اشتقاق کے اِعتبار سے حروفِ تہجی کی رِعایت ملحوظ رکھی گئی۔ ''لغات القرآن'' اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے، جس میں حروفِ تہجی کے بجائے قرآنِ کریم کی ترتیبِ آیات کے مطابق ہر لفظ کی مختصر مگر جامع تشریح کی گئی ہے اور ہر لفظ کے نمبر شمار کے ساتھ سورت اور آیت کا نمبر شمار بھی درج ہے، اس طرح مؤلف کا سفر اگرچہ نسبتاً طویل ہوجائے گا، مگر قارئین کے لیے بڑی

(۱و۲) ص:۴

آسانی اور سہولت پیدا ہوجاتی ہے۔ جنابِ مؤلف قرآن یا لغاتِ قرآن کے متخصص نہیں، نہ انہیں اس کا دعویٰ ہے، البتہ وہ (پیرانہ سالی میں) قرآنِ کریم کے ذہین، محنتی اور کامیاب طالب علم ہیں، یقیناً جنابِ مؤلف کے لیے یہ لائقِ صد رشک اعزاز ہے، جس پر انہیں جتنی مبارک دی جائے کم ہے، اُمید ہے ان کی اس خدمت کو شرفِ پذیرائی بخشا جائے گا اور اس سے زیادہ سے زیادہ اِستفادہ کیا جائے گا۔

آخر میں جنابِ مؤلف کی خدمت میں دو مشورے عرض کردینا مناسب ہوگا۔ اوّل یہ کہ: اُنہوں نے زیرِ تبصرہ پارۂ اوّل میں مستند اور ثقہ اہلِ علم کے ملاحظہ کو جس طرح ضروری سمجھا ہے، آئندہ حصص میں بھی یہ اِلتزام شدت سے رہنا چاہیے کہ اس کا ایک ایک حرف اہلِ علم کی تصدیق وتوثیق کے بعد شائع ہو۔ دوم یہ کہ: چونکہ وہ لغات ہی ترتیبِ قرآن کے مطابق مرتب کررہے ہیں، اس لیے متعلقہ آیت یا آیات بھی (مع ترجمہ) ساتھ کے ساتھ درج کرتے جائیں تو اس کے مطالعہ کے وقت ناظرہ خواں حضرات کو قرآن کریم سے آیت نکال کر دیکھنے کی ضرورت نہ ہوگی، بلکہ "لغات القرآن" اُردو میں "قرآن کی لغوی تفسیر" کی حیثیت اختیار کرے گی۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

مفتاح القرآن (مکمل ۵ حصوں میں)

مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؔ۔ کل صفحات ۵۴۶۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ ساہیوال (مغربی پاکستان)۔
قیمت: حصہ اوّل ۵۰/، دوم ۶۵/، سوم ۷۵/، چہارم ۳/۰۰، پنجم ۲/۲۵، کامل سیٹ ۶/۵۔

قرآن مجید کے معنی ومفہوم کو خود اسی کی زبان (عربی) میں سمجھنا مسلمانوں کی ایک ایسی دینی ضرورت ہے کہ کلام اللہ سے شیفتگی کی بنا پر ہر مسلمان اس کا مشتاق بھی ہے۔ اُردو خوانوں کو ترجمہ قرآن کریم سکھانے کے لیے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن مولانا محفوظ الرحمٰن نے مفتاح القرآن کے نام سے جو قرآنی نصاب مرتب کیا ہے، ایسا آسان، سلیس اور عمدہ نصاب ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ اسے بیک وقت مدارسِ عربیہ کے ابتدائی درجوں، پرائمری اسکولوں، تعلیم بالغان کے اداروں اور تعلیم النساء کے مدارس میں جاری کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف دو ڈھائی سال میں ترجمہ قرآن پر عبور حاصل ہوسکتا ہے، بلکہ صرف ونحو کے ضروری قواعد بھی طبعی تدریج کے ساتھ ذہن نشین ہوجاتے ہیں۔ مکتبہ رشیدیہ نے اسے معیاری کتابت اور عکسی طباعت سے اعلیٰ کاغذ پر چھاپ کر قرآن کریم سے کمال عقیدت کا ثبوت دیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۳۹۰ھ)

موضح القراآت فی السبع المتواترات

مولانا قاری حافظ محمد حبیب اللہ خاں۔ سائز: ۲۰×۲۶/۸۔ صفحات: تقریباً ۱۴۰۔ کاغذ، کتابت، طباعت: متوسط۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مدرسہ تجوید القرآن، فاروقی مسجد، میری ویدر ٹاور، کراچی نمبر۲۔

قرآن کریم کے معانی و مطالب سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی جو اہمیت ہے، وہی اس کی تلاوت کو بھی حاصل ہے، اور جس طرح اس کی تفسیر و تاویل اور اس کے اَحکام کی صورت و حقیقت اور حدود؛ روایت پر مبنی ہیں، اسی طرح اس کی تلاوت کی صحت اور لحن و ترتیل کا انحصار بھی روایت ہی پر ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور ہی سے اس کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ اور اس کی حفاظت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس طرح پورا ہوتا رہا ہے کہ سینہ بہ سینہ روایت اور شفاہی اِلقاء و تلقی کے ذریعہ نہ صرف نظمِ کلام بلکہ حرکات و سکنات، مدّ و ادغام، سکتات و اوقاف، اور لہجہ و لحن بھی آج تک اسی طرح محفوظ ہیں، بلکہ اسی روایت کے ذریعہ کتابت کی امکانی غلطیوں کی تصحیح ہوتی رہی ہے۔

جمع و ترتیب کا دور مکمل ہونے کے بعد اسلام کے عروج اور وسعت کے ساتھ ساتھ جب قرآن غیر عرب قوموں تک پہنچا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں لحن ولغت کے اختلاف سے حفاظت کے لیے قرآنِ کریم کے چند نسخے تحریر میں محفوظ کرائے اور حدودِ خلافت میں مختلف علاقوں کو بھیج دیے تاکہ تلاوتِ قرآن میں غلطی نہ ہو۔ اس مصحفِ عثمانی میں نقطے اور اِعراب و علامات نہیں تھے۔ اس وقت تک ان کا رواج ہی نہیں تھا اور قرائے عرب جو قرآن کے راوی اور معلّم تھے: اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد کلماتِ قرآن کے تلفظ، طرزِ ادا، اِعراب، اوقاف، مدات وغیرہ میں اختلافات پیدا ہوئے اور ان کی صحت و ضبط کی ضرورت محسوس کی گئی، اہلِ علم کی ایک جماعت نے اس خدمت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کیں اور روایاتِ قراءت کو جمع کیا اور اس طرح یہ ایک مستقل علم و فن بن گیا۔ ان مختلف قراءتوں میں سے سات قراءتیں زیادہ مشہور ہوئیں اور ان کے راوی اَئمۂ سبع قراءات کے نام سے مشہور و معروف ہوئے۔

اس علم کی بنیاد نقل و روایت پر ہے۔ جس طرح اُستاذ سے سنا جائے، اسی طرح اس کو ادا کیا جائے اور اسی طرح سینوں میں محفوظ کر لیا جائے۔ اُستاذ سے سنے اور سیکھے بغیر صرف کتابوں سے اس علم کو حاصل کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ غالباً اسی لیے قرائے سلف نے اس فن کو کتابوں میں مدوّن کرنے کی طرف اتنی توجہ

نہیں دی، جتنی اس کو سینہ بہ سینہ دُوسروں تک پہنچانے کی کوششوں میں مصروف رہے۔ کتابوں میں اس فن کی تدوین کئی صدی بعد شروع ہوئی اور ایک عرصہ تک حجاز و عراق و مصر میں اس کو عروج اور ترقی حاصل رہی۔

برصغیر ہند و پاکستان میں بھی مسلمانوں نے دُوسرے دینی و اسلامی علوم و فنون کی طرح اس فن کی ترقی میں اہم خدمات انجام دیں۔ ان خدمات کی اہمیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مکی و حجازی اور عراقی و مصری لہجوں کی طرح پانی پتی لہجہ کو بھی مدرّسی اور استنادی حیثیت سے تسلیم کیا گیا اور ماہرینِ قراءت نے تجوید و قراءت کے علم میں قابلِ قدر تصنیفات مرتب کیں، متواتر قراءتوں پر مشتمل مصاحف شائع کیے گئے۔ ایک عرصہ ہوا! سبع قراءات پر مشتمل ایک مطبوعہ قرآن کریم دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا، جس کو شیخ القراء حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم پانی پتی کے صاحب زادہ قاری عبدالعلیم صاحب نے مرتب فرمایا تھا اور تقریباً پچاس ساٹھ برس قبل مطبع فیض عام (مظفر نگر) سے شائع ہوا تھا۔ اس مصحف میں قراءت کے اُصول و قواعد، اصطلاحات اور ائمۂ قراءت کے حالاتِ زندگی فارسی زبان میں دیئے گئے تھے، ہر جگہ اِختلافِ قراءت کو محلِ اِختلافِ کلمہ اور حرف ہی پر دائرہ میں واضح کیا گیا تھا اور اس کے نیچے رُموزِ ابجد میں قراء کا حوالہ دیا گیا تھا۔ یہ ایک مفید ترتیب تھی، جس سے محلِ اِختلاف ہی پر اِختلافِ قراءت کی وضاحت ہو جاتی تھی اور آسانی سے ذہن میں محفوظ رہ سکتی تھی۔ یہ نسخہ قرآن یا اس قسم کے دوسرے مطبوعہ قرآن اب عام طور پر دستیاب نہیں ہیں۔

پاکستان میں اس فن کو زندہ اور رائج کرنے کی ایک مدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ اس ضرورت کے پیشِ نظر سب سے پہلے حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ نے اس فن سے متعلق متعدد تالیفات مرتب کر کے شائع کیں، جن میں عربی کے ایک مشہور متن ''شـاطبی'' کی اُردو شرح خاص طور پر قابلِ ذِکر ہے۔ اس کے علاوہ قاری رحیم بخش صاحب (صدر مدرّس درجہ تجوید خیر المدارس، ملتان) نے ہر روایت قراءت کو الگ الگ رسائل کی صورت میں شائع کیا۔ ان قابلِ قدر علمی خدمات کے باوجود ایک ایسی جامع تالیف کی ضرورت باقی تھی جس میں متواتر قراءات کو یکجا بیان کیا گیا ہو! زیرِ تبصرہ کتاب ''موضح القراآت فی السبع المتواترات'' کا یہ پہلا جزء اس ضرورتِ وقت کو پورا کرنے کی طرف پہلا قدم ہے۔ اگر اس کی حوصلہ افزائی کی گئی تو ان شاء اللہ! یہ خدمت جلد ہی پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گی۔

''موضح القراآت'' کے مؤلف مولانا محمد حبیب اللہ صاحب اس فن کے ممتاز ماہرین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی شخصیت اس امر کی ضمانت ہے کہ یہ کتاب اس فن کی قابلِ استناد اور مکمل کتاب ہوگی! موصوف نے اپنی اس تالیف میں اِختلافِ قراءت کو واضح کرنے کا جو طریقہ اختیار فرمایا ہے، وہ ایک حد تک

نیا ہے۔ اِختلافات کو مقابل کے الگ ایک صفحہ پر سمجھانے کی کوشش کی ہے اور ہر اِختلافِ قراءت کے ساتھ قاری کا نام بھی تحریر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اگر اصل متن میں بھی موضعِ اِختلاف پر قراءتوں کے اِختلاف کی نشان دہی کردی جاتی تو اِستفادہ زیادہ سہل اور ذہن نشین ہوسکتا تھا! شروع میں اِصطلاحات اور ائمۂ فن کے حالاتِ زندگی بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ان حالات کو ''سوانحِ قراءِ سبع'' کے نام سے ۱۹ صفحات کے ایک کتابچہ میں الگ بھی شائع کیا گیا ہے۔

کتاب کے آخر میں ایک ''غلط نامہ'' بھی دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ جس علم کی بنیاد ہی نقطہ و مدّ وحرکت پر ہو، اس کی کتاب میں اگر غلطیاں باقی رہ جائیں تو اس سے اِستفادہ میں بہت سی مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں! اور خاص طور پر توجہ طلب یہ ہے کہ یہ غلطیاں متنِ مصحف میں بھی ہوئی ہیں۔ ابھی صرف ایک ہی پارہ شائع ہوا ہے، آئندہ اِن شاء اللہ! اور بھی شائع ہوں گے، اس لیے آئندہ اس کی صحت کا خاص اہتمام کیا جانا چاہیے۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت اہم اور بروقت خدمت ہے، اس کی قدر کی جانی چاہیے! اور اہلِ خیر کو اس کی تکمیل میں حوصلہ مندی کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے! اس تعاون سے وہ ان برگزیدہ بندوں کی صفوں میں شامل ہوجائیں گے، جن کو اللہ تعالیٰ نے وارثِ کتاب بنایا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۵ھ)

التحفة المرضية فی شرح المقدمة الجزرية

مولانا محمد عاشق اِلٰہی بلندشہری۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ اصلاح وتبلیغ، ہیرآباد، حیدرآباد۔

مقدمہ جزریہ فنِ تجوید میں قراءت وتجوید کے امام علامہ جزری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مشہور رسالہ ہے، جس میں فن کے مسائل کو نظم کیا گیا ہے، اور یہ فنِ تجوید کے نصاب میں داخل ہے۔ جناب مولانا محمد عاشق اِلٰہی بلندشہری مدظلہ نے اس کی نہایت ہی آسان اور عام فہم شرح کی ہے، کتاب پر حضرت مولانا قاری فتح محمد مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ ہے۔ اس فن کے طالب علموں کے لیے یہ شرح حرزِ جان بنانے کے لائق ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

فوائد مرضیة شرح المقدمة الجزریة

جناب قاری محمد سلیمان دیوبندی۔ صفحات: ۱۱۸۔ تقطیع: ۲۰×۳۰/۸۔ قیمت: ۱۸ روپے۔ پتا: قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔

مقدمہ جزریہ فن تجوید کے امام محمد بن محمد الجزری رحمہ اللہ کا مشہور منظوم متن ہے، جس کے حفظ کرانے کا اہلِ فن کے ہاں معمول ہے، چونکہ نظم دقیق اور مشکل ہے، اس لیے متعدد اکابر نے اس کی شرحیں تالیف فرمائی ہیں۔ زیرِ نظر شرح بہت مفصل بھی ہے اور اُسلوب بیان سہل اور شگفتہ بھی۔ شروع میں جزریہ کا متن الگ بھی دیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۴ھ)

علم تجوید کے فروغ پر کارآمد تجاویز

جناب محبوب علی صاحب۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: بلا معاوضہ تقسیم کے لیے۔ پتا: محبوب علی، ۱۷، صالح بلڈنگ بالمقابل مدنی مسجد، بلیرٹی، کراچی ۲۳۔

قدرتِ الٰہیہ کا کرشمہ دیکھیے کہ وعدۂ الٰہی ''انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون''[1] کے پیش نظر نہ صرف قرآنِ کریم کی حفاظت ونگرانی کی گئی، بلکہ قرآن مجید کے متعلقہ تمام علوم کو بھی اللہ تعالیٰ نے باقی و برقرار رکھا۔ پھر اس کے لیے اللہ تعالیٰ گاہ بگاہ کچھ ایسے بندے پیدا فرماتے ہیں کہ اس میدان میں اگر کمی کوتاہی ہورہی تھی تو اُسے پورا کردیا گیا۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس میں جناب مؤلف نے جو خود باقاعدہ قاری نہیں ہیں، مگر خداتعالیٰ نے اِس میدان میں لگا دیا ہے اور نہایت جذبے اور لگن سے اپنے مشن میں ایک دُھن سے کام کررہے ہیں۔ بعض اوقات جذبات سے مغلوب بھی نظر آتے ہیں، جو اُن کی تحریر سے نمایاں ہے کہ وہ تصحیحِ قرآن کے معاملہ میں کسی رُو رعایت اور نرمی کے روادار نہیں ہیں۔ اُن کی کتاب جیسا کہ اُوپر آچکا ہے، عوامی انداز میں لکھی گئی ہے۔ کیونکہ وہ خود کوئی مستند قاری نہیں ہیں۔ میرے خیال میں ان کی کتاب تو اپنی جگہ صحیح ہے، مگر اِس قدر جذبات سے مغلوب بھی نہیں ہونا چاہیے کہ تمام دینی مدارس میں ہونے والے کام کو ناقص اور ناکافی تصور کیا جائے۔ مؤلف کی اِس رائے سے بھی ہمیں اتفاق نہیں ہے کہ: ''فنِ تجوید کی کتابیں انتہائی

(۱) الحجر: ۹

مشکل چلی آ رہی ہیں اور اُن کو آسان بنانے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں ہوئی۔" اِس موضوع پر حضرت قاری فتح محمد اور حضرت قاری رحیم بخش رحمہما اللہ اور قاری حبیب اللہ کراچویؒ کی کتب و رسائل بہت ہی قابلِ قدر ذخیرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہاں! یہ بات دُوسری ہے کہ ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی کہ جس کو پڑھ کر کوئی شخص خود ہی قاری بن جائے۔ ہمارے خیال میں ایسا ہونا بھی نہیں چاہیے، کیونکہ اَکابر علماء کا مقولہ ہے کہ: نصف علم کتابوں سے آتا ہے اور نصف اساتذہ سے۔ اور بغیر اُستاذ کے پڑھائے ہوئے کی ضمانت بھی کیا ہے کہ صحیح ہے یا غلط؟ مخارج کی ادائیگی مطلوبہ معیار کی ہے یا نہیں؟ وغیر ذالک!

حاصل یہ ہے کہ زیرِ نظر کتاب بہت ہی عمدہ جذبہ اور لگن سے لکھی گئی ہے۔ اِفادیت بھی ہے۔ بات کو اَہمیت کے ساتھ سمجھایا بھی گیا ہے اور اُمید ہے کہ اِن شاء اللہ! اس سے عوام اور مبتدی طلبہ کو فائدہ بھی ہوگا۔ اَربابِ مدارس اور حضراتِ قراء کو چاہیے کہ اِس عنوان سے غور فرمائیں، اور مؤلف موصوف کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ اگر کہیں ضرورت ہے تو تصحیح بھی فرمادیں، تاکہ کلامِ اِلٰہی کو اس کی شان کے مطابق پڑھا جائے اور اس میں کوئی نقص اور کمی نہ رہے، جس سے "نیکی برباد، گناہ لازم" کی کیفیت ہو۔

اُمید ہے کہ مؤلفِ موصوف کے اِس جذبہ کی قدر دانی کرتے ہوئے ان سے ہر ممکن تعاون کیا جائے گا۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ)

کتاب التجوید

جناب عبدالسنان چاندنہ۔ پتا: مکتبۃ الحسنات، رام پور، انڈیا۔

قرآنِ کریم کی تجوید کے مسائل و قواعد پر عام فہم رسالہ۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

معارف التجوید مع رسم القرآن المجید

جناب مولانا قاری محمد حبیب اللہ۔ صفحات: ۲۸۰۔ قیمت (مجلد): ۵ روپے۔ پتا: اِدارہ معہد القرآن، فاروقی مسجد، میری ویدر ٹاور کراچی۔

اُمتِ مسلمہ پر قرآن کا بالکل ابتدائی حق اور اوّلین فرض یہ ہے کہ اس کی تلاوت قواعدِ تجوید کے مطابق صحتِ حروف کے ساتھ کی جائے، لیکن اس فرض سے نہ صرف یہ کہ عملاً غفلت برتی جاتی ہے، بلکہ بعض لوگ اس کی ضرورت کا احساس بھی نہیں رکھتے۔ تجوید کے ضروری مسائل پر اگرچہ اُردو میں بہت سے رسائل موجود ہیں، لیکن قاری صاحب موصوف کی زیرِ نظر تالیف بڑی حد تک جامع ہے۔ جس میں تجوید اور قرآن مجید کے رسم الخط کے مسائل، بہت عمدہ طریق سے سوال و جواب کے انداز میں جمع کیے گئے ہیں۔ فنی حیثیت سے کتاب کے قابلِ اعتماد ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جناب قاری صاحب موصوف تجوید و قراءت کے مستند فاضل ہیں۔ مزید برآں یہ کہ اُستاذ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی مدفیضہم نے اسے حرفاً حرفاً سن کر اس کی تحسین فرمائی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ)

تحفۂ رحمانی فی تجوید قرآنی

قاری عبدالرحمٰن رحمانی۔ صفحات: ۱۷۲۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: قاری عبدالرحمٰن رحمانی، (مہتمم مدرسہ رحمانیہ تجوید القرآن)، نزد بنگلہ انہار کہروڑپکا، تحصیل لودھراں، ضلع ملتان۔

کتبِ سماویہ میں قرآنِ مجید کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے حروف، معانی اور لہجہ یعنی پڑھنے کا انداز اور طریقہ بھی آج تک ٹھیک اسی طرح محفوظ ہے، جس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو تجوید و ترتیل اور خوب صورت سمائی انداز سے پڑھنے اور پڑھانے کے لیے مستقل علم ''فنِ تجوید'' کے نام سے محفوظ فرمایا۔

زیرِ نظر رسالہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جو عام فہم اور سادہ زبان میں مبتدی اور منتہی ہر طرح کے طلبہ کے لیے یکساں مفید ہے۔ مؤلف موصوف نے سوال و جواب اور نقشوں کی مدد سے قواعدِ تجوید سمجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم حضرات اس کی پذیرائی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ)

۱:...آسان مدنی قاعدہ

جناب قاری محمد سلیمان، موتی مسجد کیمبل پور۔ صفحات: ۴۶۔ قیمت: ۵۰۔ پتا: دارالارشاد، کیمبل پور۔

۲:...حبیبی قاعدہ

جناب قاری حبیب اللہ صاحب، کراچی۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: معہد القرآن، فاروقی مسجد، میری ویدر ٹاور، کراچی، نمبر۲۔

بچوں کو قرآن مجید پڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے انہیں قاعدہ پڑھایا جائے، جس کے ذریعہ وہ قرآن پاک کے مفرد و مرکب حروف کا صحیح تلفظ اور انہیں روانی سے ادا کرنا سیکھ جائیں۔ اس کے لیے اب تک ''نورانی قاعدہ'' سب سے بہتر تسلیم کیا گیا ہے، اور اکثر مکاتب میں وہی رائج ہے۔ قاری محمد سلیمان صاحب اور قاری حبیب اللہ صاحب نے اپنے وسیع تجربہ اور بچوں کی نفسیات کے مطابق قاعدے مرتب فرمائے ہیں۔ دونوں میں تجوید کی ضروری ہدایات بھی ہر سبق کے شروع میں دی گئی ہیں۔ ''مدنی قاعدہ'' میں کم اور ''حبیبی قاعدہ'' میں زیادہ۔ اُمید ہے اساتذۂ مکاتب ان حضرات کے تجربوں سے فائدہ اُٹھائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۴ھ)

عثمانی قاعدہ

جناب مشتاق الرحمٰن عثمانی، راولاکوٹ، آزاد کشمیر۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ حلیمیہ متصل جامعہ بنوریہ، سائٹ ایریا، کراچی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، حفظ و ناظرہ کے طلباء کے لیے تجوید و قراءت کے قواعد سیکھنے کے لیے یہ قاعدہ مرتب کیا گیا ہے۔ یہ قاعدہ عام ابتدائی قاعدوں سے ہٹ کر ہے۔ اس میں محض تجوید کے قواعد بیان کیے گئے ہیں۔ ہاں البتہ جہاں متعلقہ حرف کے قاعدہ سے متعلق امثلہ کی ضرورت تھی، وہاں امثلہ بیان کی گئی ہیں۔ جیسے میم ساکن اور مشدد وغیرہ کو نہایت بسط و تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ حضرات اساتذہ اور طلبہ دونوں کے لیے تعلیم و تعلم میں معاون ثابت ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۱۹ھ)

***

حدیث اور متعلقاتِ حدیث

الابواب و التراجم

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے تراجم ہمیشہ سے معرکۃ الآرا اور مطمح الانظار رہے ہیں۔ حضرت شیخ الہند نوّر اللہ مرقدہٗ نے اس سلسلہ میں زیرِ نظر کتاب لکھنے کا آغاز فرمایا تھا، جس میں اوّلاً پندرہ اُصولِ تراجم بیان فرمائے۔ اس کے ہر ترجمۃ الباب پر لکھنا شروع کیا لیکن افسوس کہ یہ رسالہ "بـاب ذكـر العـلـم و الـفـتيـا فـی الـمـسجد" تک لکھا جاسکا۔ جانشینِ شیخ الہند حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ کے دیباچہ کے ساتھ یہ رسالہ شائع ہوا۔ حضرت مدنیؒ لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی آخری تحریر تراجم بخاری سے متعلق تھی، جس کو اس خیال سے کہ آپ کا فیضِ علمی تا قیامِ قیامت جاری رہے، شائع کیا جاتا ہے۔ عدم مساعدت مشیتِ ایزدی کی وجہ سے اگرچہ شیخ الہند قدس سرہٗ اس تمام لآلی و جواہر کو کاغذ کی سطح پر نہ رکھ سکے جن کا آپ نے اِرادہ کرلیا تھا، لیکن بحالتِ موجودہ بھی یہ گنجینۂ گراں مایہ سرآنکھوں پر رکھنے کے قابل ہے۔ اَربابِ نظر اور اَصحابِ قلم اِس مختصر سی تحریر سے جو فوائد حاصل کریں گے ان سے خود ہی واقف ہوجائیں گے۔ دُعا ہے کہ خداوندِ عالم اس تحریر کو قبولیتِ عامہ فرمادے۔''(۱)

رسالہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

''بالجملہ یہ رسالہ اس ناتمامی کی حالت میں بھی اگر بدرِ کامل کا کام نہیں دے گا تو ماہ دہ روزہ ضرور ثابت ہوگا۔''(۲)

---

(۱) الابواب و التراجم، ص:۳،۲

(۲) ص:۷۹

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے نقشِ قدم پر آپ کے شاگردِ رشید حضرت مولانا سیّد فخر الدین مراد آبادیؒ نے "القول الفصیح فیما یتعلق بابواب الصحیح" تحریر فرمائی، لیکن حضرتؒ کے کام کی تکمیل کی سعادت سیّدی وسندی قطب العالم برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے ہاتھوں مقدر تھی۔ چنانچہ آپ نے "مقدمہ لامع الدراری" میں ستر کے قریب تو "اُصولِ تراجم" ذکر فرمائے، اس کے بعد "الابواب والتراجم" کے نام سے کئی جلدوں پر محیط کتاب تالیف فرمائی۔

ہمارے شیخ محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ "لامع الدراری" کی تقدیم میں فرماتے ہیں:

''میں آخر میں کہتا ہوں کہ ابنِ خلدون کے بقول شرحِ بخاری کا قرض اُمت کی گردن پر ہے اور امام سخاویؒ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ قرض اُن کے شیخ حافظ ابنِ حجر کی کتاب ''فتح الباری'' کی تالیف سے چکا دیا گیا ہے۔ ہمارے شیخ (امام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ ''بخاری کے تراجم کا قرض ابھی اُمت پر باقی ہے، اسے آج تک کسی نے اَدا نہیں کیا۔''

میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت شیخ الہندؒ کی کتاب ''الابواب والتراجم'' مکمل ہوگئی ہوتی تو یہ قرض اَدا ہوجاتا۔ لیکن افسوس کہ وہ پوری نہیں ہوئی۔

اَب میں کہتا ہوں کہ یہ سعادتِ ازلیہ شیخ زکریا کے لیے مقدر تھی کہ وہ اس قرض کو اَدا کریں، اس لیے میں اُمید کرتا ہوں کہ حضرت شیخ نے شرح ابواب وتراجم کی جو خدمت کی ہے اس سے اِن شاء اللہ! یہ قرض اَدا ہوگیا۔''(۱)

آخر میں اپنے اکابر کے تمام منتسبین کی توجہ اس اَمر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ہم نے اپنے اکابر کے علوم و اِفادات سے ناقدر شناسی کا برتاؤ کیا ہے، ہم میں سے ایک دو نہیں ہزار ایسے ہوں گے جنھوں نے حضرت شیخ الہندؒ، حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا! ہماری بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ آج ان اکابر کے یہ علمی خزانے ناپید ہورہے ہیں اور ڈھونڈنے پر بھی کوئی کتاب مشکل ہی سے دستیاب ہوتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اخلاف اپنے اسلاف کے ذوق ومزاج سے ناآشنا ہوجائیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اکابر کے علمی جواہر کی اِشاعت کا وسیع پیمانہ پر اِنتظام کیا جائے۔ واللہ الموفق لکل خیر وسعادۃ!

(شخصیات وتأثرات، ج:۲)

---

(۱) تقدیم لامع الدراری۔

تقریر بخاری شریف (اُردو حصہ اوّل ودوم)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری مدظلہم۔ مرتبہ: مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری۔ تقطیع: ۲۰×۳۰/۸۔ صفحات حصہ اوّل: ۲۱۰۔ حصہ دوم: ۲۰۰۔ قیمت: ۴۵ روپے۔ ڈاک: ۶ روپے۔ پتا: مولوی محمد یحییٰ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نیو ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔ مکتبۃ الشیخ، ۱۱۱/۷ ۳۶۷، بہادر آباد، گلی نمبر ۱۹، کراچی۔

حضرت شیخ دامت برکاتہم کے علوم و اِفادات پر کچھ لکھنا ''مادح خورشید مداح خوداست'' کا مصداق ہے۔ حضرت اقدس کے سلسلۂ ''فضائل'' سے (جو ''تبلیغی نصاب'' کے نام سے معروف ہے) ایک عالَم مستفید ہورہا ہے، لاکھوں بندگانِ خدا کی کایا پلٹ اِسی سلسلۂ فضائل کو پڑھ سن کر ہوئی اور حضرت مدظلہٗ کی عربی تصنیفات: اوجز المسالک شرح موطا امام مالک، لامع الدراری، (تعلیقات بخاری)، الکوکب الدری (تعلیقات ترمذی)، حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ اکابر علماء کے لیے مایۂ صد افتخار رہا ہے۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں قریباً نصف صدی تک بخاری شریف حضرت شیخ مدظلہ العالی کے یہاں زیر تدریس رہی ہے۔ ظاہر ہے اس طویل مدت میں ان کے سینکڑوں تلامذہ نے ان کے درسی اِفادات کو قلم بند کیا ہوگا۔ مدت سے آرزو تھی کہ اللہ کا کوئی بندہ ان اِفادات کو شائع کردے تو حدیث کے طالب علموں کو بہت ہی فائدہ ہو، حق تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری کو کہ اُنہوں نے حضرت کے خصوصی تلامذہ کی جمع کردہ تین تقریریں فراہم کرکے انہیں بڑی محنت سے مرتب اور شائع کرنا شروع کیا ہے، جس کا حصہ اوّل کچھ عرصہ قبل سہارنپور سے شائع ہوا تھا اور اَب حصہ دوم بھی شائع ہوچکا ہے۔

حضرت شیخ مدظلہ العالی کے خادمِ خاص برادرِ محترم جناب مولانا محمد یحییٰ مدنی زید مجدہم جو حضرت شیخ کے مجازین میں سے ہیں، انہوں نے پاکستان میں اس کی اِشاعت کا خاص اہتمام فرمایا ہے، حضرت کے علوم واِفادات کی اِشاعت کے لیے انہوں نے ''مکتبۃ الشیخ'' قائم کیا ہے، تقریر بخاری کی یہ جلدیں مکتبہ کی پہلی پیش کش ہے۔ حصہ اوّل میں مقدمۃ العلم، مقدمۃ الکتاب، کتاب الایمان اور کتاب العلم کے مباحث ہیں اور حصہ دوم کتاب الوضو، کتاب الغسل اور کتاب الحیض کے مباحث پر مشتمل ہے۔

خدا کرے یہ پوری تقریر شائع ہوجائے تو اُردو میں صحیح بخاری کی ایک لائق اِعتماد مفصل شرح ہوگی۔ شنید ہے کہ بقیہ حصص بھی اِن شاء اللہ عنقریب شائع ہوں گے۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

انوار الباری اُردوشرح صحیح البخاری (مقدمہ)

حضرت مولانا سیّداحمد رضا بجنوری نقشبندی مجددی۔صفحات: ۵۲۶۔ تقطیع: ۲۰×۳۰/۸۔قیمت (مجلد): ۶۰ روپے۔ پتا: مکتبہ حفیظیہ، حمید مارکیٹ، مینا بازار، گوجرانوالہ۔

حضرت مؤلف اِمامُ العصر حضرت مولانا سیّد محمد اَنور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کے خصوصی تلمیذ اور آپ کے فرزندِ نسبتی ہیں۔اُنہوں نے بیس سال پہلے اپنے اکابر کی تحقیقات کی روشنی میں صحیح بخاری کی ایک مفصل اُردو شرح لکھنے کا بیڑا اُٹھایا تھا،موصوف اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''راقم الحروف نے بہ زمانۂ قیام مجلس علمی ڈابھیل دو سال درسِ بخاری شریف میں حاضر رہ کر حضرت (اِمامُ العصر مولانا سیّد محمد اَنور شاہ کشمیریؒ) کی تقریر درس قلم بند کی تھی۔اس کے علاوہ علامہ نیمویؒ کی ''آثارالسنن'' پرحضرت نے جو بے نظیر حدیثی تحقیقات خود اپنے قلم مبارک سے لکھی تھیں،اس کے بھی کچھ نسخے فوٹو کے ذریعے مجلس علمی کراچی نے محفوظ کردیے ہیں،جس کا ایک نسخہ سرپرست مجلس مذکور، محترم ومخلص،مولانا محمد میاں صاحب سورتی مدفیضہم نے اَحقر کو مرحمت فرمایا۔ان سب کو پیشِ نظر رکھ کر اور فتح الباری، عمدۃ القاری، لامع الدراری، امانی الاحبار، الکوکب الدری، اعلاء السنن وغیرہ کو سامنے رکھ کر ایک مجموعہ اِفادات اُردو زبان میں مرتب کرنے کا خیال ہوا۔''

یہ کتاب بہت ہی تفصیل وتنقیح کے ساتھ چھوٹے چھوٹے اجزا کی شکل میں شائع ہوتی رہی۔درمیان میں کچھ عوارض بھی پیش آئے،مگر اب یہ سلسلہ بحمداللہ!پورے شغف واِنہماک سے جاری ہے۔حق تعالیٰ شانہٗ حضرتِ مؤلف کی صحت وعمر میں برکت فرمائیں،ان کے قلم سے اس شرح کی تکمیل ہوجائے تو یہ اپنی نوعیت کی منفرد شرح ہوگی۔

ہندوپاک کے تعلقات اور مواصلاتی روابط کی بنا پر ہندوستان سے یہاں کتابوں کا آنا دُشوار ہے،اس لیے مکتبہ حفیظیہ نے حضرتِ مؤلف کی خصوصی اِجازت سے پاکستان میں اس کی اِشاعت کا اہتمام کیا ہے۔

''انوارالباری'' کی زیرِ نظر پہلی جلد مقدمہ کے دونوں حصوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصہ میں اِمامِ اعظمؒ، اُن کے تلامذہ اور دیگر اَکابر محدثین کا تذکرہ ہے اور دُوسرے حصہ میں امام بخاریؒ سے لے کر اپنے دور تک کے اکابر محدثین کا ذکرِ خیر ہے۔اس ضمن میں حضرتِ مؤلف نے ان خرافات پر شدید نقد کیا ہے جو حضرت اِمامؒ اور ان کے تلامذۂ کرامؒ کے بارہ میں پھیلائی گئیں اور جن کی بنیاد پر بہت سے لوگ ان اکابر سے سوئے ظن میں مبتلا رہے ہیں،اس سلسلہ میں بعض حضرات سے جو تسامحات ہوئے،ان کی بھی نشان دہی کی گئی

ہے۔ مقدمہ کے یہ دونوں حصے مستقل افادیت کے حامل ہیں۔ فاضل مؤلف نے "انوار الباری" کی بارہویں جلد میں لکھا ہے:

"امام بخاریؒ نے جن حالات و ماحول میں صحیح بخاری شریف تالیف کی تھی اور خود امام بخاریؒ کے ضروری حالات وسوانح، ان کی تمام تالیفات کا تعارف وغیرہ مقدمہ "انوار الباری" جلد دوم میں مذکور ہیں اور ان کا اپنے اذہان میں رکھنا تمام ناظرین "انوار الباری" کے لیے نہایت ضروری ہے ورنہ وہ اس تالیف سے پوری طرح اِستفادہ نہ کرسکیں گے۔"(۱)

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ)

انوار الباری اُردو شرح صحیح البخاری (حصہ ہشتم)

حضرت مولانا سیّد احمد رضا بجنوری۔ صفحات: ۲۳۳۔ قیمت (غیرمجلد): ۵ روپے۔ پتا: مکتبہ ناشر العلوم، بخارہ روڈ بجنور، یوپی انڈیا۔

قرآنِ حکیم کے بعد سطحِ زمین پر صحیح ترین کتاب امیر المؤمنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی تالیف "صحیح بخاری" ہے اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہو کہ قرآنِ حکیم کے بعد سب سے زیادہ خدمت بھی اسی کتاب کی کی گئی ہے اور کوئی شعبہ اس کی خدمت کا نہیں رہا جس پر علمائے اُمت نے توجہ نہ کی ہو۔

زیرِ نظر تالیف بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جنابِ مؤلف کی یہ سعادت ہے کہ انہیں نہ صرف امامُ العصر حضرت مولانا سیّد محمد اَنور شاہ کشمیریؒ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے بلکہ حضرت شاہ صاحب کے اِفادات کا ایک بڑا ذخیرہ ان کے پاس محفوظ ہے اور انہی اِفادات کی روشنی میں "انوار الباری" کی تدوین فرمارہے ہیں۔ کتاب میں مندرجہ ذیل اُمور کا اِلتزام کیا گیا ہے:

۱:... تراجم بخاری کی تشریح۔ ۲:... حدیث سے متعلقہ تمام مباحث کی تفصیل۔ ۳:... شروحِ حدیث بالخصوص فتح الباری اور عمدۃ القاری کی تلخیص۔ ۴:... بدر و شہاب کے درمیان محاکمہ۔ ۵:... معاصر شراح وحواشی اور تعلیقات پر نقد۔ ۶:... دلائلِ حنفیہ کا استقصاء۔ ۷:... حضرت شاہ صاحبؒ کے حدیثی، فقہی، کلامی، ادبی اور تاریخی اِفادات کا حسبِ موقع اہتمام وغیرہ۔

البتہ جنابِ مؤلف کی خدمت میں ایک دو باتیں عرض کی جاتی ہیں: اَوّل یہ کہ: ان کی مسافت کافی

(۱) ص:۲۸

طویل ہے (پیش نظر حصہ ہشتم کتاب الطهارة پر ختم ہوا ہے) اس لیے انہیں مباحث کو پھیلانے کے بجائے سمیٹنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

دوم یہ کہ: کتاب میں صرف وہی مضامین لیے جائیں جو شرح بخاری کے شایانِ شان ہوں، وقتی، ہنگامی اور شخصی قسم کے مباحث اخبار ورسائل میں کھپ جاتے ہیں، لیکن کلاسیکی کتابوں کے لیے موزوں نہیں ہوتے۔

سوم یہ کہ: نقدِ مذاہب و رجال کا کام یوں بھی بڑا نازک ہے اور ہمارے موجودہ ماحول نے اسے اور بھی نازک تر بنا دیا ہے، کسی قدیم یا جدید علمی شخصیت پر قلم اُٹھانے کی شدید ضرورت پیش آہی جائے تو اس کے لیے بہتر سے بہتر اُسلوب اختیار کیا جائے۔

بہرحال! یہ عظیم کتاب جس شغف اور محنت سے لکھی جارہی ہے، خدا کرے اسی نہج پر پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے تو یہ اُردو شروحِ حدیث میں سب سے جامع اور مفصل کتاب ہوگی۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ)

اِرشاد القاری الیٰ صحیح البخاری

مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی۔ صفحات: ۲۹۶۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ ناشر: اشرف المدارس، ناظم آباد کراچی نمبر ۵۔

جناب مفتی صاحب کو متعدد جگہ بخاری شریف کی تدریس کا موقع ملا ہے، اس دوران موصوف نے کچھ علمی یادداشتیں جمع کرلی تھیں، نیز اُن کے مستعد تلامذہ نے اُن کی تقریروں کو قلم بند کرلیا تھا، اب اَحباب کے اِصرار پر مفتی صاحب نے ان پر نظرِ ثانی فرما کر ان کا زبدہ وخلاصہ لے لیا ہے اور اسے ''ارشاد القاری'' کے نام سے شائع کردیا ہے جو بدء الوحی، کتاب الایمان اور کتاب العلم تک محدود ہے۔ مصنف نے دقیق مباحث کو مختصراً مگر آسان تعبیر میں پیش کرنے، دورِ حاضر کے ذہن ومزاج کو ملحوظ رکھنے اور جدید شبہات کے اِزالہ کی کوشش کی ہے اور مقدمہ میں حجیتِ حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے اِنکارِ حدیث کا بڑا اچھا تجزیہ کیا ہے۔

کتاب میں عمدہ نکات آگئے ہیں، اُمید ہے طلبہ حدیث اِس سے بہتر فائدہ اُٹھاسکیں گے۔ صفحہ: ۶۰ پر شعیب علیہ السلام کا نوح علیہ السلام سے پہلے ہونا ذکر کیا گیا ہے، غالباً یہ سہوِ قلم ہے۔ نبی اور رسول کے فرق میں حافظ ابن تیمیہؒ کی تقریر مصنف کے نزدیک سب سے عمدہ اور دلچسپ ہے جب کہ وہ بداہۃً منقوض ہے، کئی جگہ منطق سے نفرت دِلائی گئی ہے مگر اس سے منطق کی ضروری اِصطلاحات مراد لینا صحیح نہیں، اور افسوس ہے کہ جن کو نفرت دِلائی جاتی ہے وہ اِلا ماشاء اللہ ان اصطلاحات سے بھی کورے ہیں اور یہ حادثہ بجائے خود

علم کا ماتم ہے۔ بہرحال! مصنف کی یہ محنت لائق صد تبریک ہے۔ حق تعالیٰ مصنف کے علوم میں برکت فرمائے اور طلبہ حدیث کو ان کی اس علمی خدمت سے مستفید فرمائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۰ھ)

الحل المفهم لصحیح مسلم (جلد اوّل)

اِمامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ۔ ضبط وتحریر: حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی قدس سرہٗ۔ تحقیق وتعلیق: مولانا محمد عاقل (صدر المدرسین جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)۔ صفحات: ۳۵۶۔ قیمت (مجلد): ۶۰ روپے۔ پتا: مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔

حضرت الشیخ برکۃ العصر مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی نور اللہ مرقدہٗ (۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء- ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۰ء- ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء) نے اِمامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ (۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ء- ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) کی خدمت میں دو سال (۱۳۱۲ھ-۱۳۱۳ھ) میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی تھی اور حضرت گنگوہیؒ کے درسی اِفادات کو عربی میں قلم بند کرنے کا اہتمام کیا تھا، ان میں سے تقریرِ ترمذی ''الکوکب الدری'' کے نام سے اور تقریرِ بخاری ''لامع الدراری'' کے نام سے حضرت شیخ الاِمام الکبیر مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ کی تعلیقات کے ساتھ شائع ہوکر اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کرچکی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''الحل المفهم'' صحیح مسلم کی تقریر ہے، جس کی تحقیق وتعلیق کا کام حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے اِرشاد پر اور آپ ہی کی نگرانی میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے صدر مدرّس مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ نے (جو حضرت شیخؒ کے نسبتی فرزند بھی ہیں، شاگرد بھی اور خلیفہ مجاز بھی) شروع کیا تھا اور حضرت شیخؒ کے خادمِ خاص جناب مولانا حبیب اللہ بہاری اس کام میں ان کے رفیق ومعین تھے، ابھی یہ علمی سفر اِبتدائی مراحل میں تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا وصال ہوگیا، لیکن بحمد اللہ! یہ مبارک سلسلہ مدینہ طیبہ ہی میں جاری رہا اور چھ ماہ میں اس کی تکمیل ہوگئی۔

زیرِ نظر پہلا حصہ کتاب الصوم پر پورا ہوا ہے، جو پہلے ہندوستان میں (ٹائپ پر) شائع ہوا اور پاکستان میں ''مکتبۃ الشیخ'' نے اس کا عکس شائع کیا ہے۔ ''الحل المفهم'' کے ذریعہ صحیح مسلم پر حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے اِفادات پہلی بار منظرِ عام پر آئے ہیں، جو اہلِ علم کے لیے نعمتِ غیرمترقبہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۵ھ)

مقدمة "فتح الملهم"

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ۔ صفحات ۲۷۰۔ بہترین ٹائپ طباعت۔ قیمت: ۱۶ روپے۔ پتا: مکتبۃ الحجاز، اے-۲۱۹، سی بلاک، شمالی ناظم آباد، کراچی۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۹ء - ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) بہت سی خوبیوں میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے، عربی اور اُردو کے بہترین ادیب، بے مثل خطیب، نکتہ ور عالم، محدث، مفسر، فقیہ اور متکلم تھے۔ اُردو میں تفسیرِ عثمانی (ترجمہ شیخ الہندؒ کے حواشی) اور عربی میں صحیح مسلم کی صحیح شرح اُن کے قلم کے شاہکار ہیں۔ تحریکِ پاکستان کے سلسلہ میں اُن کی خدمات اور اَنتھک محنت سب کو معلوم ہے، مگر کتنی جگر خراش ہے یہ حقیقت کہ اُن کی وفات کے بعد اُن کے علمی آثار اور اُن کی ملی خدمات سے یکسر صرفِ نظر کیا گیا! ملک میں کوئی سرکاری یا غیر سرکاری اِدارہ ایسا نہیں جس نے یہ فرض اپنے ذمہ لیا ہو۔ دو تین سال پہلے "بینات" میں "فتح الملهم شرح صحيح مسلم" کی جدید طباعت کا اعلان پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی تھی، مگر بعد میں کچھ پتا نہ چلا کہ اس منصوبہ کا کیا بنا؟ حق تعالیٰ جناب علی مطہر نقوی صاحب کو جزائے خیر دیں اور ان کی مساعی میں برکت فرمائیں کہ انہوں نے بے سروسامانی کے باوجود اس عظیم الشان کام کا بیڑا اُٹھایا۔ موصوف نے پہلے مرحلہ میں "فتح الملهم" کا مقدمہ بہترین ٹائپ میں اَعلیٰ معیار پر طبع کرایا ہے۔

یہ مقدمہ ایک اعتبار سے مستقل تصنیف ہے، جس میں اُصولِ حدیث کے اہم مباحث پر متقدمین ومتاخرین کی کتاب کا نچوڑ پیش کرنے کے بعد حضرت مصنفؒ نے اپنی تحقیقات ثبت فرمائی ہیں اور صحیح مسلم کے علاوہ صحاح کی دیگر کتب پر نہایت بیش قیمت مباحث سپردِ قلم فرمائی ہیں۔ جس انداز میں مقدمہ فتح الملهم طبع ہوا، اگر پوری کتاب اسی آب وتاب سے شائع ہوجائے تو یہ نہ صرف علمی برادری پر عظیم احسان ہوگا بلکہ حضرت مصنفؒ کے نام لیواؤں کے ذمے کا قرض بھی کسی حد تک ادا ہوجائے گا۔ ہمارے خیال میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور نیازمندوں کو اس کارِ خیر میں دِل کھول کر حصہ لینا چاہیے، تاکہ یہ علمی سوغات نہ صرف پاکستان کے علماء اور طلبہ حدیث کے پاس پہنچے، بلکہ عرب ممالک بھی حضرتِ موصوفؒ کے افادات سے مستفید ہوں۔ بہرحال! یہ کام شروع ہوچکا ہے تو صرف وسائل مہیا نہ ہوسکنے کی بنا پر اس کا ادھورا رہ جانا ایک المیہ ہوگا۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۳۹۴ھ)

تکملة فتح الملهم (جلد اوّل)

مولانا محمد تقی عثمانی۔ صفحات: ۶۹۲۔ قیمت: ۲۲۰ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی ۱۴۔

شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۹ء-۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) کی عظیم الشان تالیف "فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم" اپنے بدیع اُسلوب اور نادر تحقیقات کے لحاظ سے عدیم النظیر ہے، لیکن افسوس کہ حضرت علامہؒ اِس کی تکمیل نہ فرما سکے۔ کتاب (جو تین ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی) "كتاب النكاح" تک ہو سکی۔ اس کی تکمیل حضرت علامہؒ کے متعلقین پر قرض تھا، بحمد اللہ! مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (بانی جامعہ دارالعلوم کراچی) کے حکم سے اُن کے فرزند گرامی برادر محترم جناب مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہم نے (جو واقعتاً الولد سرٌّ لأبيه کے مصداق، اپنے عظیم المرتبت والدِ گرامی کے صحیح جانشین اور اُن کے علوم کے وارث ہیں) اس کی تکمیل کا بیڑا اُٹھایا، بحمد اللہ! اِس مبارک کام کا پہلا نقش جو رضاع، طلاق، عتاق، بیوع اور مساقات کے ابواب پر مشتمل ہے، فرحت افزائے قلب و نظر ہے۔ دُوسری جلد زیرِ طباعت اور تیسری زیرِ قلم ہے۔ وفقه الله تعالىٰ للاتمام!

مصنف نے اِس تکملہ میں جن اُمور کا اِلتزام کیا ہے، اُن کی تفصیل دیباچہ میں موجود ہے اور اُس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

۱...... حوالہ کی سہولت کے لیے ہر روایت کا نمبر شمار درج کر دیا ہے۔

۲...... ہر حدیث کی تخریج کی گئی ہے اور بالعموم صحاحِ ستہ سے اور احیاناً دُوسری کتب سے اس کے مصادر و مراجع ذِکر کیے ہیں۔

۳...... اکثر جگہ رجال و اماکن کے اسماء میں ضبط کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۴...... بہت سی جگہ رواۃ کے تراجم بھی مختصراً ذِکر کیے گئے ہیں۔

۵...... ہر کتاب (مثلاً طلاق) کے آغاز میں اس موضوع پر ایک مقالہ سپردِ قلم کیا گیا ہے، جس میں اِس کے اُصول، اس کی تاریخ، اس کے اسرار اور اکثر جگہ دیگر مذاہب سے اس کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

۶...... کوشش کی گئی ہے کہ ہر حدیث کی شرح میں روایت کے وہ اضافے نقل کر دیے جائیں جو صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتبِ حدیث میں ہیں اور جن سے حدیث کے مفہوم کی توضیح یا قصہ کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

۷...... ہر فقہی بحث میں ائمۂ فقہاء کے مذاہب کتبِ معتمدہ سے پوری شرح و تفصیل سے ذِکر کیے گئے ہیں، تاکہ مذاہب کے سمجھنے میں قاری کو کوئی غلط فہمی نہ ہو، جب کہ نقلِ مذاہب میں عموماً گڑبڑ ہو جاتی ہے۔

۸...... ہر فقہی مسلک کے دلائل کتاب وسنت سے ذکر کیے گئے ہیں اور احادیث کے متن وسند پر اس انداز سے کلام کیا گیا ہے، جس سے طلبہ کو اِستفادہ سہل ہو۔ مذہب راجح کی ترجیح کے دلائل بغیر کسی تکلف وتعسف کے منصفانہ انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

۹...... وہ جدید مسائل جو جدید دور میں رُونما ہوئے ہیں اور جن کا حکم متقدمین کی کتابوں میں نہیں ملتا، مناسب مواقع پر اُن کے اَحکام ذکر کرنے کا اِلتزام کیا گیا ہے۔ اِس سلسلہ میں یا تو ہم عصر فقہاء کی تصریحات پیش کی گئی ہیں یا کتاب وسنت اور ائمۂ فقہاء سے اِستنباط کیا گیا ہے۔

۱۰...... بعض مسائل متقدمین کے دور میں ہر قسم کی بحث وتمحیص سے بالاتر تھے، لیکن ہمارے دور کے متجددین کی کج فہمی نے اُن کو ہدفِ طعن بنا رکھا ہے، مثلاً: مسئلۂ غلامی، مسئلۂ طلاق، بیع حقوق، بینک کے سود کا مسئلہ، ایسے مسائل کی تشریح اور متجددین کے شبہات کے اِزالہ کا اِلتزام کیا گیا ہے۔ تلک عشرۃ کاملۃ!

مصنف کے یہ اِلتزامات اپنی جگہ سب ہی اَہمیت کے حامل ہیں، لیکن نمبر۵، نمبر۹ اور نمبر۱۰ سے واضح ہے کہ اِس تکملہ میں دورِ حاضر کی نفسیات وضروریات کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا گیا ہے۔

راقم الحروف کو اِس جلد سے چند صفحات کے بالاستیعاب چیدہ چیدہ مباحث کے سرسری مطالعہ کا موقع ملا، ماشاءاللہ! کتاب کے مطالعہ سے ہر جگہ اِنشراح واطمینان کی کیفیت محسوس ہوئی ع

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است

حق تعالیٰ شانہٗ برادرِ محترم جناب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے علوم واِفادات اور صحت وعمر میں برکت فرمائیں اور اِس کام کی تکمیل میسر فرمائیں۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ)

حقائق السنن شرح جامع ترمذی (جلداوّل)

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ۔ تعاون ونگرانی: جناب مولانا سمیع الحق صاحب (مدیر الحق)۔ ترتیب ومراجعت: مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات: ۵۴۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مؤتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، پاکستان۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی وصدر مہتمم حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی اس دور میں اکابر سلف کا نمونہ ہیں۔ تقریباً چالیس سال سے دارالعلوم حقانیہ میں صحیح بخاری وترمذی کا درس انہی کے یہاں ہوتا ہے اور ان کے درسی افادات کو ان کے لائق اور ہونہار شاگرد ہر سال قلم بند کرتے ہیں، ان کے صاحب

زادۂ گرامی قدر جناب مولانا سمیع الحق صاحب نے دو سال دورۂ حدیث میں شرکت کی اور دونوں سال جامع ترمذی کی درسی تقریر قلم بند کی اور پھر مزید اہتمام یہ کیا کہ دو سال (۱۳۹۵ھ-۱۳۹۶ھ) کی تقریریں ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کرلیں۔

ان تقریروں کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے ان کی تحقیق و تعلیق اور ترتیب و تہذیب کا فریضہ مولانا عبدالقیوم حقانی (فاضل دارالعلوم حقانیہ) کے سپرد کیا گیا، چنانچہ موصوف نے جناب مولانا سمیع الحق صاحب کی نگرانی و رہنمائی میں یہ کام شروع کیا، ٹیپ ریکارڈ سے تقریر نقل کی گئی اور مولانا سمیع الحق صاحب اور صاحب زادہ مولانا انوار الحق کی ضبط کردہ تقریروں سے اس میں اضافے کیے گئے، عبارت کی نوک پلک درست کی گئی، ترتیب کی در وبست کی گئی، حوالوں کی مراجعت کر کے حواشی میں ان کا اضافہ کیا گیا، بعض دیگر فوائد ضروریہ بھی بڑھائے گئے، ان تمام مراحل کے بعد یہ مسودہ صاحبِ امالی حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی سماعت سے گزرا اور آپ نے ضروری اصلاحات فرمائیں، پھر مولانا سمیع الحق صاحب کی نظر سے گزرنے کے بعد مسودہ کاتب کے حوالے کیا گیا۔ اس طرح یہ مفید شرح وجود میں آئی۔

چونکہ ترمذی شریف کا پورا متن بھی کتاب میں شامل ہے، اِس لیے اس کی حیثیت اِملائی تقریر کے بجائے ایک مبسوط مفصل شرح کی ہے۔ جس میں کتاب کے ہمہ جہتی فنی مباحث پر بحث، فقہی حیثیت اور ان کے دلائل، مذہبِ حنفی کی وجوہِ ترجیح، متعارض دلائل میں تطبیق و توفیق کے علاوہ بہت سے ضمنی فوائد، اخلاقی نکات اور اصلاحی و تربیتی اشارات بھی آتے گئے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۵ھ)

منہاج السنن شرح جامع ترمذی (حصہ اوّل)

حضرت مولانا محمد فرید (مفتی دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک)۔ صفحات: ۳۲۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔

صحیح بخاری شریف کے بعد جامع ترمذی تدریس کے لحاظ سے سب سے اہم کتاب ہے، اس کی متعدد خصوصیات کی بنا پر اہلِ علم کی سب سے زیادہ توجہ اس کتاب کی طرف رہی ہے۔ اس کی شرحیں، بعض امالی کی شکل میں اور بعض مستقل شروح کی صورت میں لکھی گئی ہیں۔ حضرت مؤلف جو حدیث و فقہ کے جید عالم اور دارالعلوم حقانیہ کے صدر مفتی اور اُستاذِ حدیث ہیں، کئی سالوں سے دارالعلوم حقانیہ میں ترمذی شریف کی

تدریس پر مامور ہیں۔ موصوف نے اپنے اکابر کے افادات اور اپنے تجربہ کی روشنی میں ترمذی شریف کی یہ مختصری شرح تالیف فرمائی ہے۔

کتاب کی زبان عربی ہے، مگر عبارت بہت صاف اور سلیس، مباحث مختصر مگر کافی وشافی۔ زیرِ نظر حصہ صرف ابواب الطهارة تک ہے۔ شروع میں دس فصلوں پر مشتمل مقدمہ ہے، جس میں علم حدیث کے مبادی اور کتاب سے متعلقہ ضروری مباحث ہیں۔ یہ شرح اسی انداز میں پوری ہو جائے تو طلبہ کے لیے بہترین اتالیق کا کام دے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۴۰۲ھ)

درسِ ترمذی (جلد اوّل)

مولانا محمد تقی عثمانی۔ ترتیب: مولانا رشید اشرف سیفی۔ صفحات: ۵۳۸۔ قیمت (مجلد): ۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ دار العلوم کورنگی، کراچی نمبر۱۴۔

برادرم مولانا محمد تقی عثمانی علم وفضل، تحریر وتقریر ہی میں نہیں بلکہ ذوق ومزاج میں بھی ماشاء اللہ! اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے جانشین ہیں۔ حق تعالیٰ اُن کے علوم وافادات میں برکت فرمائے۔ نسلِ جدید کو اُن کی ذات سے بہت سی توقعات ہیں۔ گزشتہ دس سال سے دار العلوم کراچی میں ترمذی شریف کی تدریس اُن سے متعلق ہے۔

زیرِ نظر کتاب اُن کی درسی تقریروں کا مجموعہ ہے، جسے اُن کے خواہر زادہ عزیز مولوی رشید اشرف صاحب نے مختلف برسوں کے طلبہ کی لکھی ہوئی تقریروں کو سامنے رکھ کر ایک مربوط کتابی شکل میں مرتب کیا ہے اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے مطالعہ کے دوران جو یادداشتیں جمع کر رکھی تھیں اُن کو بھی کہیں اصل متن اور کہیں حاشیہ میں سمو دیا ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہونہار مرتب نے ان درسی تقریروں کو ایک مستقل تالیف کی شکل دینے میں بڑی محنت وریاضت اور سلیقہ سے کام لیا ہے۔ تقریر کے تمام حوالوں کے لیے اصل مآخذ کی طرف رُجوع کیا، حوالوں کی تخریج، ناتمام حوالوں کو مکمل کیا، جہاں ضرورت ہوئی، اصل عبارتیں نقل کی ہیں۔ اُن کی جانفشانی نے اس درسی تقریر کو ایک مفید اور لائق اِستفادہ تالیف کے قالب میں ڈھال دیا ہے، جس سے دورۂ حدیث کے طلبہ کو بہت سہولت ہو جائے گی۔ شروع میں علم حدیث، فقہِ حنفی اور کتاب اور مصنفِ کتاب پر ایک مبسوط مقدمہ ہے جو خاصا معلومات افزا ہے۔

اس مرتب تالیف پر نظرِ ثانی کا موقع مولانا عثمانی کو نہیں ملا، اس لیے بعض جگہ مسامحات پر بھی نظر پڑی۔ مثلاً: قبر پر شاخیں گاڑنے کی بحث میں ابنِ بطال اور مازری رحمہما اللہ سے اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہونا نقل کر کے لکھا ہے کہ:

''اس قسم کی تصریحات حافظ ابنِ حجر، علامہ عینی، امام نووی اور علامہ خطابی رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی منقول ہیں، البتہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بذل المجہود (ج:۱، ص:۱۵) میں ابنِ بطالؒ اور مازریؒ کے مذکورہ قول پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ.....

اس بنا پر مولانا سہارنپوریؒ کا رُجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے قبر پر شاخ گاڑ دینا جائز بلکہ بہتر ہے۔''(۱)

ابنِ بطالؒ اور مازریؒ کے قول پر حضرت سہارن پوریؒ نے اعتراضات نہیں کیے، بلکہ حافظ کا اعتراض نقل کیا ہے۔ بذل المجہود کی جو عبارت ''قال الحافظ فی فتح الباری....'' سے شروع ہوئی ہے، وہی آخر تک چلی گئی اور اس کے آخر میں ''انتھی'' ختم عبارت کی علامت ہے۔ اس عبارت میں ایک موٹا سا ''قلتُ'' جو آیا ہے وہ حضرت سہارن پوریؒ کا نہیں بلکہ حافظ رحمہ اللہ کا ہے۔

اِسی طرح صفحہ:۱۳۳۱ پر ''فتح الملھم'' کا جو حوالہ نقل کیا ہے کہ: ''دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اَہم معاملات میں اور بہت سے شرعی معاملات کی تحدید میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔'' اس عبارت سے سخت غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے۔ جن معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے، وہ ایسے اُمور تھے جن میں من جانب اللہ! اجازت دی گئی تھی، جیسا کہ ''فتح الملھم'' میں اس کی صراحت ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

درسِ ترمذی (جلد دوم)

مولانا محمد تقی عثمانی۔ ترتیب وتحقیق: مولانا رشید اشرف۔ صفحات: ۶۶۲۔ قیمت: ۶۵ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی ۱۴۔

''درسِ ترمذی'' مولانا محمد تقی عثمانی زیدمجدہم کی درسی تقریروں کا مجموعہ ہے جو اُن کے خواہرزادہ عزیز مولوی رشید اشرف سیفی کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، اس کا مفصل تعارف رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ

(۱) ص:۲۸۶

کے شمارہ میں اس کی جلد اوّل پر تبصرہ کے ضمن میں آچکا ہے۔ زیرِ نظر دُوسری جلد ''باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ'' سے شروع ہوکر کتاب الصوم کے اواخر پر ختم ہوئی ہے، گویا یہ جلد کتاب الصلاۃ، کتاب الزکاۃ اور کتاب الصوم کے اہم ترین مسائل ومباحث پر مشتمل ہے۔

''درسِ ترمذی'' کی تقریر ایسی صاف اور شستہ ہے کہ اس پر تقریر کا گمان مطلق نہیں ہوتا، بلکہ با قاعدہ شرح کا گمان ہوتا ہے، اور فاضل مرتب کی محنت لائقِ تحسین ہے کہ اُنہوں نے نہ صرف تقریر کے ایک ایک حوالہ کی تخریج کی ہے، بلکہ نفیس اِضافے بھی کیے ہیں۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''درسِ ترمذی'' کی یہ جلد؛ جلد اوّل سے اِس حیثیت سے ممتاز ہے کہ اس میں احادیث وآثار اور مذاہبِ فقہاء کے حوالے دینے کا نسبتاً زیادہ اہتمام کیا گیا ہے، اور باقاعدہ حواشی بھی لکھے گئے ہیں، جو اِن شاء اللہ! مفید ہوں گے۔ نیز اُستاذِ محترم (مولانا محمد تقی عثمانی) کی امالی میں چُھٹے ہوئے اہم ابواب کی ضروری مختصر شرح بھی لکھ دی گئی ہے۔ بعض کی شرح خود اُستاذِ محترم نے لکھی، جب کہ ابواب کی شرح مرتب کی تحریر کردہ ہے، ایسے تمام ابواب کے آخر میں بطورِ علامت ''از مرتب عفا اللہ عنہ'' لکھ دیا ہے۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۵ھ)

تصحیح ابی داوٗد

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نوّر اللہ مرقدہٗ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نوّر اللہ مرقدہٗ کا اہم علمی کارنامہ اور علم حدیث کی ایک عظیم الشان خدمت ''سنن ابو داود'' کے نسخہ کی تصحیح ہے، اس کی کیفیت حضرت مولانا میاں سیّد اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ نے اس طرح قلم بند کی ہے:

''ابوداوٗد کے قلمی ومطبوعہ قدیم جدید نسخوں کو جمع فرماکر آپ نے ان کے مطالعہ اور مقابلہ سے ایک صحیح نسخہ مرتب فرمانے کا اِرادہ کیا، درس وتدریس سے فراغت پانے کے بعد آپ منتخب فارغ التحصیل طلبہ کی جماعت کو لے کر اور تمام نسخے سامنے رکھ کر تصحیح پر متوجہ ہوتے، ہر لفظ واِعراب کو صحیح فرماتے، تعلقاتِ عبارت کے رُموز ثبت فرماتے اور دُوسرے نسخوں کی عبارات زوائد جو قلم ناتخین سے متن میں شامل ہوگئی تھیں، ان کو بہ حسنِ ترتیب حاشیہ پر درج کراتے اور جو عبارات والفاظ غلطی سے چھوٹ گئے تھے، ان کو اِضافہ فرماتے، اور دیگر کتبِ حدیث وشروح سے بھی مدد لے کر صحت میں کوشش فرماتے،

طویل مدت اور کمال محنت سے ایک نسخہ بغایت صحت مراتب ہوا جو ۱۳۱۸ھ میں مطبع مجتبائی دہلی میں طبع کیا گیا۔‘‘(۱)

مولانا عبدالاحد ناشر نے کتاب کے آخر میں تحریر فرمایا:

’’اور پھر خاکسار نے عمدۃ العلماء قدوۃ الاذکیاء ماہرفن مولانا مولوی محمود حسن صاحب مدرّس اعلیٰ مدرسہ عالیہ دیوبند سے اس کی تصحیح کا کام لیا، صحت کے لیے اکثر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ قدیم نسخے جمع کیے گئے۔ خاص کروہ نسخے جو گزشتہ اور موجودہ بڑے بڑے محدثین کے درس وتدریس میں سال ہا سال رہ چکے ہیں۔‘‘(۲)

(ماہنامہ ’’بینات‘‘ کراچی، جمادین ۱۴۰۶ھ)

مجانی الاثمار من شرح معانی الآثار (جلداوّل)

مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری۔ صفحات: ۲۸۲۔ قیمت (تقطیع کلاں): ۶۰ روپے۔ پتا: مکتبہ قاسم العلوم، ۱۴۰ اجے ون، کورنگی، کراچی۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ’’شرح معانی الآثار ‘‘(جو عام طور سے طحاوی شریف کے نام سے معروف ہے) اپنے انداز کی بے مثل کتاب ہے۔ اَحادیث کی تشریح، متعارف روایات کے مابین تطبیق، راویوں کی جرح وتعدیل، مذاہبِ فقہاء کا بیان، شرعی مسائل کی عقلی وفقہی توجیہ وغیرہ اس کے خاص محاسن ہیں۔

طحاوی شریف کی دو شرحیں حافظ بدرالدینؒ نے تحریر فرمائی تھیں، مگر وہ شائع نہیں ہوسکیں۔ ایک شرح ’’امانی الاحبار ‘‘ کے نام سے دعوت وتبلیغ کے امیر ثانی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ (۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء- ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء) نے لکھنا شروع کی تھی، مگر افسوس کہ وہ ’’باب الوتر ‘‘ کے اِختتام تک بھی نہ پہنچی تھی کہ حضرت مرحوم سفر آخرت پر تشریف لے گئے۔ اب جناب مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری مدظلہٗ نے (جن کو فقہ وحدیث سے ہمیشہ مزاولت رہی ہے) اس کی شرح پر قلم اُٹھایا ہے۔ زیرِنظر جلدِ اوّل ’’کتاب الطھارۃ ‘‘ پر ختم ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ مولانا کے وقت اور قلم میں برکت عطا فرمائیں کہ وہ اس عظیم الشان خدمت کی تکمیل کرسکیں۔ اس شرح کی خصوصیات حسبِ ذیل ہیں:

---

(۱) حیات شیخ الہندؒ، ص: ۲۳۹
(۲) تذکرہ شیخ الہندؒ، ص: ۸۰

۱:...طحاوی شریف کا متن الگ دیا گیا ہے۔
۲:...''قولہ'' لکھ کر بصورتِ تعلیق شرح کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔
۳:...امام طحاویؒ کے مقاصد کو آسان اور مختصر الفاظ میں حل کیا گیا ہے۔
۴:...شرح معانی الآثار کی تخریج ایک مستقل عنوان: ''تبھیج الراوی بتخریج احادیث الطحاوی'' سے کی گئی ہے۔
۵:...شروع میں حضرت مصنف امامؒ کے حالات پر ایک مقدمہ ہے، جو بڑے قیمتی اِفادات پر مشتمل ہے۔
۶:...مروّجہ نسخوں کی مطبعی اغلاط پر متنبہ کیا گیا ہے۔
۷:...اُمید ہے اہلِ علم اس کی کماحقہ پذیرائی کریں گے۔ حضرتِ مؤلف کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اس علمی و دِینی خدمت کو خلعتِ قبول عطا فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۰ھ)

مصباح الطحاوی

حضرت مولانا سیّد مصباح اللہ شاہ صاحبؒ (سابق شیخ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)۔ ترتیب و پیش کش: مولانا مفتی عمران الحق کلیانوی۔ صفحات: ۲۴۸۔ قیمت درج نہیں۔
پتا: مکتبہ کلیانوی، بیت الابرار، مکان: آر ۶۰، سیکٹر ۱۰ اکلیانہ ٹاؤن، نارتھ کراچی۔

حضرت مولانا سیّد مصباح اللہ شاہ صاحب قدس سرہٗ کی شخصیت علم و عمل، دیانت و امانت، تقویٰ و طہارت اور خدا خوفی کا دُوسرا نام تھا۔

حضرت شاہ صاحبؒ محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کے ان قدیم تلامذہ میں تھے، جنھوں نے حضرت بنوری رحمہ اللہ کے دارالعلوم ٹنڈو الہ یار کے تدریسی دور میں آپ سے اِکتسابِ فیض کیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فراغت کے بعد اِبتدائی سالوں میں زیادہ عرصہ صادق آباد میں تدریس فرمائی۔ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے قیام کے چند سالوں کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ اپنے شیخ و مربی محدث العصر حضرت بنوری قدس سرہٗ کے ایما اور حکم پر مستقل طور پر جامعہ علوم اِسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تشریف لے آئے اور پھر تادمِ واپسیں یہاں ہی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ اپنے شیخ و اُستاذ کے اعتماد پر پورے اُترے۔ ابتدائی درجات سے آخری درجات تک مختلف

سالوں میں متفرق کتب کی تدریس فرمائی اور چند ہی سالوں بعد دورۂ حدیث کی اہم کتاب ''طحاوی شریف'' کی تدریس سے آپ متعلق ہوگئے۔ آپ نے اپنے شیخ کے حکم پر یہ کتاب پڑھائی اور پڑھانے کا حق ادا کردیا۔

آپ کی تقریر وتدریس حشو وزوائد سے مبرا ہوتی۔ مشہور تھا کہ حضرت شاہ صاحب نے طحاوی شریف کی تدریس میں پہلے دِن جو تقریر فرمائی، پورے زمانۂ تدریس میں اس سے ایک حرف آگے پیچھے نہیں فرمایا۔

آپ کی تقریر طحاوی طلبۂ حدیث میں بہت مقبول تھی۔ آخری سالوں میں آپ کے شاگرد جناب مفتی عمران الحق کلیانوی سلمہٗ نے اسے دورانِ درس قلم بند کر کے نہایت اہتمام سے ''مصباح الطحاوی'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع فرمایا۔

پیش نظر کتاب مصباح الطحاوی کا حصہ اوّل ہے جو کتاب الطهارة سے کتاب الجنائز تک کے ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کیا ہے؟ حضرت شاہ صاحب کے زندگی بھر کے تدریسی تجربات کا نچوڑ ہے۔ خدا کرے! اس کتاب کی تکمیل ہوجائے اور مؤلف و ناشر اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے لیے ذخیرۂ آخرت ثابت ہو۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ)

ایضاح الطحاوی، اُردو (جلد اوّل)

مولانا شبیر احمد قاسمی (مفتی جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد، انڈیا)۔ صفحات: ۶۳۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: المکتبۃ الشریفیہ، وسیم مینشن برنس روڈ، کراچی، ۷۴۲۰۰۔

امام طحاویؒ کا دور قریب قریب وہی ہے جو اَصحابِ صحاحِ ستہ کا ہے، بلکہ ایک قول کے مطابق بعض مؤلفینِ صحاحِ ستہ کے ساتھ ان کی بعض اساتذہ سے تحصیلِ علم میں رفاقت بھی رہی ہے۔ اِسی لیے حضراتِ محققین کی رائے میں طحاوی شریف صحاحِ ستہ میں سے صحیحین کے علاوہ کسی کتاب سے کم رُتبہ نہیں ہے۔

چونکہ طحاوی شریف کا موضوع فقہی مسائل سے متعلق روایات کا جمع کرنا اور تطبیق ہے، اس لیے احناف کے لیے یہ کتاب بہت ہی اہمیت کی حامل ہے، بلکہ حق یہ ہے کہ یہ کتاب اِمام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی نمایاں طور پر ترجمان ہے۔ اِس لیے اس کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ اس کی کوئی عام فہم اور محقق و مدلل شرح ہونی چاہیے، جس سے علماء وطلبہ برابر کے مستفید ہوسکیں۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے زیرِ نظر کتاب مرتب کی گئی ہے جو دراصل جناب مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی سابق معین المدرّسین و فاضل دارالعلوم دیوبند کے درسِ طحاوی

کی تقریر ہے، جسے ان کے تلامذہ نے قلم بند کیا اور پھر موصوف کی نظرِ ثانی کے بعد اسے شائع کیا گیا ہے۔ کتاب اپنے موضوع پر بہترین اور شان دار تحقیقی مواد کا مرقع ہے۔ حصہ اوّل میں کتاب الطهارة سے رفع یدین تک کے مسائل نہایت تفصیل سے آگئے ہیں۔

کتاب کی خصوصیات کے بارہ میں اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے ذیل میں جناب مولانا ریاست علی صاحب اُستاذ دارالعلوم دیوبند کے تأثرات نقل کیے جاتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''۱:...ہر باب کے شروع میں یہ تجزیہ کیا گیا ہے کہ اس میں کتنے مسائل اور مباحث ہیں؟! پھر ترتیب وار ان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

۲:...آدابِ تدریس کے مطابق کتاب کی عبارت کے حل پر پورا زور صرف کیا گیا ہے، امام طحاوی کی مشکل عبارتوں اور ''نظرِ طحاوی'' کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔

۳:...امام طحاوی کی بحث میں جو فذهب قوم اور خالفهم فی ذالک آخرون کے الفاظ آتے ہیں، ان کے مصداق کی تعیین معتبر حوالوں کے ساتھ کی گئی ہے۔

۴:...ائمہ مجتہدین، فقہاء اور محدثین کے مذاہب کی تفصیل کی گئی ہے۔

۵:...امام طحاوی کے کسی بھی عنوان کے تحت دی گئی احادیث کو عنوان سے مرتب کیا گیا ہے۔

۶:...تعارضِ روایات کو رفع کرنے کی کامیاب سعی کی گئی ہے۔''

بہرحال کتاب ہر اعتبار سے لائق صد تحسین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ)

ایضاح الطحاوی (جلد ثانی)

مولانا شبیر اَحمد قاسمی (مفتی جامعہ قاسمیہ، شاہی مراد آباد، انڈیا)۔ صفحات: ۶۳۸۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل پاکستان چوک، کراچی۔

زیرِ تبصرہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے امام طحاویؒ کی مشہور و معروف کتاب شرح معانی الآثار المعروف به طحاوی شریف کی اُردو زبان کی پہلی شرح ہے، جس کی جلد اوّل پر اس سے قبل انہیں صفحات میں تبصرہ آچکا ہے۔

زیرِ نظر دُوسری جلد باب التطبیق سے لے کر کتاب الجنائز تک ہے، کتاب میں بلاشبہ علمی تحقیق کا حق ادا کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ علماء اور طلبہ اس نعمتِ غیر مترقبہ کی قدر دانی میں بخل نہیں کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۳ھ)

الحاوی علیٰ مشکلات الطحاوی

مولانا قاری سعید الرحمٰن (خطیب جامعہ اسلامیہ، راولپنڈی)۔ صفحات: ۲۱۹۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور۔

کتاب کا صحیح تعارف جس میں ذرا بھی تکلف اور مبالغہ نہیں، فاضل مرتب کے الفاظ میں یہ ہے:

''مظاہر علوم سہارنپور میں جب اس کتاب (شرح معانی الآثار للطحاوی) کی تدریس حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب صدر المدرّسین کے حوالہ ہوئی تو حضرت مولانا کی خواہش پر اکابر مدرّسین کا مشورہ ہوا کہ چونکہ اس کتاب کی کوئی شرح نہیں ہے، اس لیے اس کتاب کی مشکلات کے حل کے لیے ایک بورڈ مقرر کیا جائے جو بحث وتمحیص کے ذریعہ اس کتاب کی مشکلات کے حل پر غور کرے، چنانچہ دورانِ تدریس جو شبہ و اِشکال مولانا عبدالرحمٰن صاحب کو پیش آتا وہ تحریر فرما کر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کے پاس بھیج دیا کرتے، وہ اس پر اپنا جواب تحریر فرماتے، پھر یہ سوال و جواب حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب اور حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب کے پاس بھیج دیتے اور یہ حضرات بھی اپنی اپنی رائے تحریر فرماتے، ان حضرات کے جوابات پر بھی مولانا عبدالرحمٰن کی طرف سے شبہات پیش کیے جاتے اور اس طرح جواب الجواب کا سلسلہ بھی رہتا۔''

یہ مجموعہ انہی تحریرات سے مرتب شدہ ہے، یہ تحریرات حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے کتب خانہ میں محفوظ تھیں، کچھ تحریرات حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی کم تھیں، جو انہوں نے مظاہر علوم کے کتب خانہ سے نقل کرا کے ارسال فرمائیں۔ مجموعہ کی ترتیب اس طرح ہے، پہلے ''معانی الآثار'' کی عبارت، اس کے بعد مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی طرف سے اِشکال، اس کے بعد ان کا تحریر کردہ جواب، اس کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کا جواب، اس کے بعد مولانا اسعد اللہ صاحب کا جواب، ابتدائی مقامات میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب اور قاری سعید احمد صاحب کے جوابات بھی ہیں، بعض مقامات پر مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی طرف سے جواب الجواب، ہر جگہ ان اُمور کی نشان دہی کر دی گئی ہے، تاکہ

قارئین کو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

اس کتاب میں اٹھانوے (۹۸) مقامات کا حل یا توضیح و تصحیح ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے جوابات اُردو میں اور مولانا اسعد اللہ صاحب کے عربی میں ہیں، یہ مجموعہ علماء اور خصوصاً طحاوی شریف پڑھانے والوں کے لیے نادر تحفہ ہے، بعض مقامات پر فقہی و حدیثی مباحث اتنی تفصیل سے آگئے ہیں کہ صرف کتاب کے حل کے لیے نہیں بلکہ ایک مدرّس، محدث اور فقیہ کے لیے ان کا مطالعہ بڑا مفید ہوگا۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنے دربار میں قبولیت سے نوازے اور ان اکابر حضرات کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۷ھ)

نثر الازہار (۲ جلد)

مولانا محمد امین اورکزئی۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ یوسفیہ، شاہو وام ہنگو۔

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جن خصوصی انعامات سے نوازا، ان میں سے ایک خاص الخاص اِنعام علومِ حدیث اور انفاسِ نبویہ کی خدمت ہے، تعلیم سے فراغت کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ آپ سے کسی نہ کسی طرح حدیث کی خدمت لیتے رہے، قریباً نصف صدی تو حدیث شریف کی تدریس میں گزری، اس کے علاوہ آپ نے علمِ حدیث پر جو علمی آثار چھوڑے ہیں ان کی مختصر سی تفصیل یہ ہے:

۱:...بخاری شریف کی مشہور شرح ''فیض الباری'' جو آپ کے شیخ انورؒ کے افادات کا مجموعہ ہے، اسے مرتب تو حضرت مولانا سیّد محمد بدرِ عالم میرٹھی ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا، لیکن اس کی تالیف میں بھی حضرت بنوری نور اللہ مرقدہٗ کے مشورے اور علمی افادات شریک رہے، اس سلسلہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ بعض عجیب لطائف بھی سنایا کرتے تھے، اور پھر اس کی طباعت اور تقدیم کا سارا کام حضرتؒ نے خود کیا اور قریباً ایک سال تک اس میں منہمک رہے۔

۲:...جامع ترمذی کی شرح ''معارف السنن'' تالیف فرمائی۔

۳:...اپنے اِدارہ میں ''تخصص فی الحدیث'' کا شعبہ قائم فرمایا، جو اپنے کام کی نوعیت کے اعتبار سے شاید پورے عالم میں منفرد مقام رکھتا ہے، ''تخصص فی الحدیث'' کے شرکاء سے حدیث

کے انتہائی اہم موضوعات پر مقالات لکھوائے، جن کی اہمیت وافادیت کا صحیح اندازہ اشاعت کے بعد ہی اُمت لگا سکے گی۔

۴:... جامع ترمذی کی تقریر ''العرف الشذی'' کی تصحیح بھی فرمائی جس کا نسخہ محفوظ ہے۔

۵:... جامع ترمذی کے ''وفی الباب'' کا کام شروع فرمایا، جس کی تکمیل آپ کے تلمیذ رشید جناب مولانا محمد حبیب اللہ مختار صاحب فرما رہے ہیں۔

۶:... سنن ابوداوٗد کے مشکل مقامات پر تعلیقات وحواشی بھی تحریر فرمائے، یہ غیر مطبوعہ شکل میں محفوظ ہیں۔

۷:... نصب الرایہ کی طباعت، تقدیم اور تحشیہ کی خدمت۔

۸:... امام طحاویؒ کی شرح ''معانی الآثار'' کی خدمت کا آغاز فرمایا، ذیل میں اسی کا تعارف مقصود ہے۔

حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ امام طحاویؒ کی عبقریت اور فقہ وحدیث میں ان کی مہارت وحذاقت کے بڑے مداح تھے، فرماتے تھے کہ ان کے معاصرین میں بھی کوئی ان کا ہمسر نہیں تھا اور بعد کے محدثین میں سے بھی کسی کو ان کے مقامِ رفیع تک رسائی نصیب نہیں ہوئی، حضرتؒ نے ''تخصص فی الحدیث'' کے بعض شرکاء کو مقالہ نویسی کے لیے یہ موضوع دیا تھا ''الامام الطحاوی ومیزاته بین معاصریة'' یعنی امثال ونظائر سے یہ ثابت کیا جائے کہ امام طحاویؒ کو ابنِ جریرؒ، ابنِ خزیمہؒ، محمد بن نصرؒ وغیرہ معاصرین پر کن کن اُمور میں فوقیت حاصل ہے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ دار قطنیؒ، بیہقیؒ اور خطیبؒ تینوں مل کے حدیث میں طحاویؒ کے ہم سنگ ہوتے ہیں مگر تفقہ اور عقلیت میں طحاویؒ کا پلہ پھر بھی بھاری رہتا ہے۔

امام طحاویؒ کی تالیفات میں شرح ''معانی الآثار'' اُمت کے سامنے موجود ہے جو فقہ وحدیث کا ''مجمع البحرین'' ہے، مگر افسوس ہے کہ اب تک دیگر کتب حدیث کی طرح اس کی خدمت نہیں ہوسکی اور اگر ہوئی ہو تو اُمت کے سامنے نہیں۔ حافظ بدرالدین عینیؒ نے مدۃ العراس کا درس دیا اور اس کی تین شرحیں لکھیں، لیکن حیرت ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حلیہ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ اور بھی کئی نامور اہلِ علم نے اس پر کام کیا مگر کسی کی محنت منظرِ عام پر نہیں آئی۔ حضرتؒ محسوس فرماتے تھے کہ اس پر مندرجہ ذیل پہلوؤں سے کام کرنے کی ضرورت ہے:

الف:... رجالِ سند کی تحقیق۔ جس کی روشنی میں حدیث کا مرتبہ متعین ہوسکے۔

ب:... متون کی تخریج۔ جس سے ایک طرف تو امام طحاویؒ کی ہر روایت کے متابعات وشواہد سامنے آجائیں، اور امام طحاویؒ کی احادیث کے قبول کرنے میں بعض لوگوں کو جو کھٹکا ہوتا ہے وہ دُور ہوجائے، دُوسرے حدیث کے متعدد طرق میں واردشدہ الفاظ بیک نظر سامنے آنے سے حدیث کی مراد بھی واضح

ہو جائے، اسی کے ساتھ دیگر کتب حدیث میں اس حدیث کی نشان دہی کرنے سے ان کتابوں کی شروح کی طرف مراجعت آسان ہو جائے۔

ج:... امام طحاویؒ ائمۂ احناف کے مسلک کی تصریح کر جاتے ہیں اور دیگر مجتہدین کے مذاہب کی طرف اجمالاً اشارہ کر جاتے ہیں، مگر ہر مذہب کے قائلین کی تصریح نہیں فرماتے، ضرورت ہے کہ اس اجمال کو رفع کیا جائے۔

د:... امام طحاویؒ نے قریباً ہر مسئلہ میں احادیث و آثار کے علاوہ ''وجہ النظر'' کے ذیل میں عقلی دلیل کا التزام فرمایا ہے جو خاصی دقیق اور مشکل ہوتی ہے، اس کی تہذیب و تنقیح کر کے مقصد کی توضیح کی جائے۔

ھ:... حضرات متقدمین کے کلام مین اکثر طوالت ہوتی ہے جس سے بعض دفعہ مبتدی کو فہم مطالب میں دقت پیش آتی ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ طحاوی کے ہر باب کے مقاصد کی تلخیص کی جائے، یہ کام متقدمین میں سے حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کر چکے ہیں لیکن ان کی تالیف دستیاب نہیں اور ماضی قریب میں حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تلخیص کی مگر بہت زیادہ اختصار کی وجہ سے مفید عام نہ ہو سکی۔

و:... یہ بھی ضرورت ہے کہ ہر باب کی احادیث و آثار کی فہرست مرتب کر دی جائے کہ اتنی مرفوع ہیں، اتنی مراسیل، اتنی موقوف اور اتنی مکرر۔

ز:... اور سب سے اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ شرح ''معانی الآثار'' کے متن کی تصحیح کی جائے، کیونکہ اس میں بکثرت اغلاط ہیں، بعض اغلاط تو ایسی ہیں جن سے عبارت نا قابلِ فہم بن گئی ہے یا مفہوم بالکل مسخ ہو چکا ہے اور تعجب ہے کہ حافظ جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے دوسرے اکابر بھی بعض جگہ ان غلطیوں سمیت نقل کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے جو نسخہ تھا اس میں بھی یہ اغلاط موجود تھیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ مندرجہ بالا اُمور کو پیش نظر رکھ کر طحاوی شریف پر کام کیا جائے، چنانچہ آپ نے اپنے تلمیذ سعید جناب مولانا محمد امین صاحب زید مجدہٗ کو اس کام پر مامور فرمایا، شروع میں رجال کی تحقیق پر بھی کام ہوتا رہا۔ چنانچہ کتاب الطہارت تک کوئی ہزار کے قریب رجال کی چھان بین ہوئی، لیکن چونکہ طحاویؒ کے رجال عموماً صحاحِ ستہ کے رجال ہیں اور ان پر بھی کافی کام ہو چکا ہے، اس لیے تحقیق رجال کا کام فی الحال رکوادیا۔

اب مولانا موصوف طحاوی شریف پر جو کام کر رہے ہیں اس کا انداز یہ ہے:۔

اوّلاً:... ہر باب کی تلخیص۔ ثانیاً:... اسی تلخیص کے ضمن میں مذاہب ائمہ کا بیان۔ ثالثاً:... ائمۂ اربعہؒ

کے مذاہب ان کی کتبِ فقہ سے بقیدِ حوالہ نقل کرنا۔ رابعاً:...زیرِ بحث باب کے آثار کی تعداد اور تفصیل۔ خامساً:...نمبروار باب کی ہر حدیث کی تخریج۔ سادساً:...اصل کتاب کی حتی المقدور تصحیح۔ سابعاً:...حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کے آخری ایام زندگی میں خواہش کے مطابق ہر باب کے آخر میں بحث سے متعلق حنفیہ کی مؤید احادیث اور آثار کا اضافہ کیا جو شرح ''معانی الآثار'' میں نہیں۔

مناسب ہوگا کہ مولانا موصوف کی تلخیص کا ایک نمونہ یہاں بیان کردیا جائے۔ طحاوی شریف میں تین طلاق بیک وقت دینے کی بحث کئی صفحات پر محیط ہے، اس کی تلخیص صرف ایک صفحہ میں کی گئی، جس میں ائمہ کے مذاہب و دلائل بھی آگئے ہیں، حدیثی وفقہی ابحاث کو بھی سمیٹ لیا گیا ہے اور اس باب کی احادیث کی تعداد کے ساتھ مذاہب کی کتابوں کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں، تلخیص کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

باب الرجل يطلّق امرأته ثلاثاً معاً

زعم اهل الظاهر و الزيدية أن من طلق امرأته ثلاثا في طهر لا جماع فيه فهي واحدة ويحكى ذلك عن طاؤس، وعطاء، وعمرو بن دينار، وابي الشعثاء وابن جبير، وابن اسحق، وابن أرطاة، وابن مقاتل، وغيرهم، واحتجوا بحديث ابن عباس رضي الله عنه: "كان الثلاث تجعل واحدة على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وابي بكر رضي الله عنه وثلاثاً من امارة عمر رضي الله عنه" ولان التطليق ثلاثاً خلاف ما أمر الله تعالى به فلا ينفذ، كما اذا أمر رجل رجلاً ان يطلق امرأته كذا على صفة كذا فخالف أمره. وعند الجمهور تقع الثلاث وبه قالت الاربعة، والاوزاعي، والثوري، واسحق، وعامة فقهاء الامصار، وانعقد عليه اجماع الصحابةؓ في عهد عمرؓ. وصح عن غير واحد من الصحابةؓ، منهم ابن عباسؓ راوي حديثهم ذلك، ثم في حديثه: "فلما كان زمان عمرؓ قال: أيهاالناس! قد كان لكم اناءة وانه من تعجل اناءة الله في الطلاق ألزمناه" فخاطب بذلك الناس جميعا، وفيهم من علم ماثبت في ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم، ولم ينكر عليه منكر، فكان ذلك أكبر حجة على نسخ ما كان، لان اجماعهم على فعل كما يكون حجة، فكذالك اجماعهم على القول، وكما ان اجماعهم في النقل معصوم عن الخطاء، فكذالك اجماعهم على رأى محفوظ عن الزلة. ونظائر ذلك كثيرة، منها: تدوين الدواوين، والمنع عن بيع أم الولد، والتوقيت في حد الخمر، وكل ذلك لم يكن

في أول الامر، ثم اجمعوا عليها لسنوح دليل يرشدهم الى ذلك. وقد اجيب عن حديثهم باجوبة اخرى، منها: ضعفه من حيث الاسناد. ومنها: انه في طلاق البتة فجعلها بعض الرواة ثلاثاً حسب رأيه. والجواب عن نظرهم أن الواجب بالمخالفة انما هو التاثم، واذا لا ينافي ان نلزمهم ما التزموه. لانهم فعلوا مافعلوه لانفسهم، بخلاف الوكيل فانه يفعل مايفعل عن المؤكل ويحل في افعاله محله فاذا فعل خلاف ما أمره لم ينفذ. وقد راينا اشيآء نهى الله سبحانه عنها، ثم اوجب على من ارتكبها احكاماً، كالظهار، فانه منكر من القول وزور، ومع ذلك تحرم به المرأة وتجب الكفارة. ونهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن طلاق الحائض ثم أمر ابن عمرؓ بالرجوع لما طلقها. والرجوع لا يكون الا بعد الوقوع. وهذا بخلاف أمر النكاح، فانه لا ينعقد اذا كان على خلاف ما أمر الله تعالىٰ كالنكاح في العدة، لان النكاح وكذا سائر العقود لايمكن الدخول فيها الا كما أمر. وأما الخروج عنها فيمكن بغير ما امر ايضاً كالصلاة لا يدخل فيها الا كما أمره، ويخرج منها بأكل وشرب وكلام وغير ذلك مما ينافي الصلاة، فمن فعلها خرج من صلاته، وان كان اثماً للمخالفة هذا. والله سبحانه أعلم. وجميع ما في الباب (۲۰) اثرا، المرفوع منها خمسة والثلاثة منها معلقة وغيرها موقوفة. وراجع للمذهب المعالم ۳/۳۳۸، ۳۳۹. المبسوط للسرخسي ٦/ ٥٧. وبداية المجتهد ۲/ ٦٠. والمغني ٧/ ١٠٣. ثم أعلم ان في المسئلة مذهبا ثالثاً وهو مذهب الامامية فانهم قالوا: لايقع شيء.

اس تلخیص کے بعد باب کی ایک ایک حدیث کی تخریج شروع ہوتی ہے، اوراس ضمن میں حدیث کے طرقِ صحیحہ، ضعیفہ اور معللہ پر بھی تنبیہ کر دی گئی ہے۔ تخریج کے سلسلہ میں یہ بتانا بھی ضروری ہوگا کہ مرفوع احادیث تو اکثر وبیشتر صحاح، سنن، اسانید اور معاجم میں مل جاتی ہیں، اور ان کی تخریج کی جا سکتی ہے مگر طحاوی شریف میں آثار صحابہؓ بھی بکثرت ہیں اور کتب حدیث سے ان کے مآخذ تلاش کرنے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ اس لیے کہ کتب احادیث میں آثار کی تخریج بہت کم ہوئی ہے۔ مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن سعید بن منصور وغیرہ میں آثار صحابہؓ وتابعینؒ کا اچھا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے، لیکن مؤخر الذکر دونوں اہم مراجع مکمل صورت میں شائع نہیں ہوئے۔ مؤلف نے آثار کے تتبع میں ایک طرف تو ان کتابوں کی مراجعت

کی، دوسری طرف سنن بیہقی، سنن دارقطنی، المحلی لابن حزم، جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبریؒ وغیرہ سے فائدہ اُٹھایا اور اس پر مستزاد یہ کہ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل دفاتر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔

۱:...تاریخ بغداد؛ خطیب بغدادی، ۱۴ مجلدات۔ ۲:...حلیۃ الاولیاء؛ ابونعیم اصفہانی، ۱۰ مجلدات۔ ۳:...طبقات؛ ابن سعد، ۸ مجلدات۔ ۴:...تاریخ کبیر؛ امام بخاریؒ، ۸ مجلدات۔ ۵:...الکنیٰ؛ ابوبشر دولابی، ۲ مجلدات۔ ۶:...معجم صغیر؛ طبرانی، ۱ جلد۔ ۷:...تاریخ جرجان؛ حمزہ سہمی، ۱ جلد۔

اور پھر ان سات کتابوں کی تمام احادیث و آثار کو کتبِ حدیث و فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا، مولانا موصوف نے تو صرف اپنی تخریج کے لیے یہ کام کیا تھا، مگر یہ بجائے خود ایک ایسا علمی کارنامہ ہے جس پر علمی دُنیا کو ممنون ہونا چاہیے، اور اگر یہ محنت مطبوعہ شکل میں سامنے آجائے تو اہلِ علم کے لیے گراں قدر تحفہ ہوگا۔

حافظ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح طحاوی کا نسخہ مصر میں موجود تھا اور حضرتؒ ایک مدت سے اس کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔ الحمدللہ کچھ عرصہ پہلے اس کی مائکروفلم پہنچ گئی ہے، اور اب مولانا محترم اپنی تخریج کا حافظ بدرالدینؒ کی تخریج سے مقابلہ کر رہے ہیں، تاکہ اگر اپنے کام میں نقص ہو تو اس سے اس کا تدارک کرلیا جائے۔ مناسب ہوگا کہ اس مقابلے کا بھی ایک نمونہ قارئین کے سامنے آجائے۔

''باب سؤر الھرۃ'' میں حدیث ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کے لیے حافظ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، ابن خزیمہ اور ابن مندہ کا حوالہ دیا ہے، جب کہ ہمارے مولانا محمد امین صاحب زید مجدہٗ مندرجہ ذیل حوالوں سے اس حدیث کی تخریج کرچکے ہیں۔

۱:...موطا امام مالک، ص:۸۔
۲:...موطا امام محمد، ص:۸۳۔
۳:...شافعی؛ کتاب الام، ج:۱، ص:۶۔
۴:...عبدالرزاق، ج:۱۰، ص:۱۰۱۔
۵:...مسند احمد، ج:۵، ص:۳۰۳-۳۰۹۔
۶:...ابوداؤد، ج:۱، ص:۱۱-۱۲۔
۷:...نسائی، ج:۱، ص:۳۶۔
۸:...ابن ماجہ، ص:۳۰۔
۹:...مسند حمیدی، ص:۴۳۰۔
۱۰:...ابن خزیمہ، ج:۱، ص:۵۵۔
۱۱:...ابن سعد، ج:۸، ص:۴۷۸۔
۱۲:...ابن ابی شیبہ، ج:۱، ص:۳۱۔
۱۳:...ابن حبان، بحوالہ اموارد الظمآن، ص:۶۱۔
۱۴:...ابن جارود، ص:۳۰۔
۱۵:...بیہقی، ج:۱، ص:۲۴۵-۲۴۶۔
۱۶:...بغوی، ج:۲، ص:۶۹۔
۱۷:...ابن مندہ بحوالہ نصب الرایہ، ج:۱، ص:۱۳۷۔
۱۸:...دارمی، ص:۱۰۔

اور ہر حوالہ کی تخریج کے ساتھ اس کے طریق اور متن کے الفاظ کی طرف بھی مختصراً اشارہ کیا گیا ہے، یہ

اس باب کی اٹھارہ احادیث میں سے صرف ایک حدیث کی تخریج کی مثال ہے۔ اس سے مؤلف کی محنت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، بحمد اللہ تعالیٰ اب تک یہ کام کتاب المناسک تک ہو چکا ہے، حق تعالیٰ اس کی تکمیل فرمائے اور یہ اُمت کے سامنے آجائے تو یہ ایک عظیم علمی و فقہی اور حدیثی خدمت ہوگی، اور یہ حضرت الشیخ بنوری نور اللہ مرقدہٗ کے مآثر کا صرف ایک گوشہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم، صفر، ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ)

اشرف الکلام فی احادیث خیر الانام

جناب الحاج صوفی محمد اقبال قریشی۔ صفحات: ۹۵۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ نزد مسجد فردوس، ہارُون آباد، بہاول نگر۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ العزیز (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء-۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کو بارگاہِ الٰہی سے جس جامعیت سے نوازا گیا، وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ کون سا ایسا موضوع یا مسئلہ ہوگا جس پر حضرتؒ کی کوئی تصنیف و تالیف نہ ہوگی؟ زیرِ نظر رسالہ میں حضرت تھانویؒ کی ارشاد فرمودہ احادیثِ طیبہ کی عجیب و غریب انداز سے کی گئی شرح و تفصیل کے چند نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ کتابت کی اغلاط ضرور ہیں، جن سے بعض جگہ اِشتباہ بھی ہوجاتا ہے۔ اُمید ہے کہ آئندہ اِصلاح کی طرف توجہ فرمائی جائے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۸ھ)

الامام الترمذی وتخریج کتاب الطهارة من جامعه

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار۔ ناشر: مجلس دعوت و تحقیق اِسلامی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ کراچی۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے نائب رئیس و اُستاذ، ہمارے رفیق محترم و حبیب معظم جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار زید مجدہم حضرت بنوریؒ کے عزیز داماد، محبوب و ممتاز تلمیذ، حضرتؒ کی خصوصی عنایات و توجہات کے مورد اور حضرتؒ کے علوم و افادات کے وارث و امین ہیں۔ حضرت بنوریؒ نے ''معارف السنن'' کی تالیف کے دوران امام ترمذیؒ کے ''وفی الباب'' کی تخریج کا ارادہ فرمایا تھا اور عیدین، زکوٰۃ اور صوم کے چند ابواب کی مختصر تخریج بھی فرمائی تھی۔ لیکن اس کام کی وسعت و طوالت جس قدر

فرصت وفراغت اور قوت ونشاط کی متقاضی تھی، حضرتؒ کے مشاغل کثیرہ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں تھی، اس لیے حضرتؒ کے محبوب تلمیذ مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار جب مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہوئے تو حضرتؒ نے ان کو اس کام پر لگا دیا، چنانچہ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ سے موصوف نے ترمذی شریف کے ''وفی الباب'' کی تخریج کا آغاز کیا اور الحمد للہ دیگر مشاغل کے ہجوم کے باوجود وہ اس عظیم الشان کام میں پوری قوت ونشاط کے ساتھ منہمک ہیں اور ''کشف النقاب عما یقوله الترمذی وفی الباب'' کے نام سے تخریج احادیث کا ایسا عدیم النظیر ذخیرہ جمع کر رہے ہیں کہ ''مالا عین رات ولا اذن سمعت!'' یہ کتاب ان شاء اللہ! اپنے موضوع پر دائرۃ المعارف ہوگی۔ کام بہت ہی طویل اور صبر آزما ہے، حق تعالیٰ شانہٗ جناب مؤلف کو باحسن وجوہ اس کے اِتمام وتکمیل کی توفیق وسعادت نصیب فرمائیں۔ بحمد اللہ! ساتھ کے ساتھ اس کی طباعت کا کام بھی شروع کر دیا گیا ہے۔

''کشف النقاب'' پر تو کام ہو ہی رہا تھا کہ حضرتؒ کے حکم اور مشورہ سے موصوف نے جامعہ کراچی سے پی.ایچ.ڈی کرنے کا فیصلہ کیا۔ ترمذی، کتاب الطهارة کی تخریج اُن کے مقالہ کا موضوع قرار پایا اور جامعہ کراچی کی طرف سے حضرت بنوریؒ ہی موصوف کے مشرف ونگران مقرر کیے گئے۔ ابھی مقالہ کی تکمیل نہیں ہوئی تھی کہ حضرتؒ کو بلاوا آ گیا اور وہ رحمتِ اِلٰہی کی طرف منتقل ہو گئے، اُن کی رحلت کے بعد جناب ڈاکٹر اِمتیاز صاحب صدر شعبۂ علومِ اِسلامیہ جامعہ کراچی مشرف مقرر ہوئے اور موصوف کی رہنمائی میں مقالہ کی تکمیل ہوئی۔ یہی مقالہ ''الامام الترمذی و تخریج کتاب الطهارة من جامعه'' کے نام سے ایک مبسوط کتاب کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

مؤلف زید مجدہم نے یہ مقالہ ایک مقدمہ، تین ابواب اور خاتمہ پر تقسیم کیا ہے، مقدمہ میں امام ترمذیؒ کے ''وفی الباب'' کی خصوصی اہمیت، اس کی تخریج کی ضرورت واِفادیت، جن بزرگوں نے اس موضوع پر کام کیا اُن کے اسمائے گرامی اور اُن کے کام کی نوعیت کو ذکر کرنے کے بعد مؤلف نے اپنی اس تخریج میں جن اُمور کا اِلتزام فرمایا ہے، ان کی تفصیل درج کی ہے۔ نیز اس تخریج میں مؤلف نے جن ۴۸ کتب حدیث سے بلا واسطہ اور ۱۷۶ کتابوں سے بالواسطہ استفادہ کیا ہے، اُن کا حوالہ دینے کے لیے ہر کتاب کی الگ رمزیہ علامت مقرر کی ہے اور پھر ان کتابوں کی دو فہرستیں دی ہیں: پہلی فہرست میں کتاب اور مؤلف کا نام، مؤلف کا سن وفات اور اس کتاب کے لیے وضع کردہ علامت درج کی ہے۔ دوسری فہرست میں ان ۲۲۴ علامتوں کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے درج کر کے ان کتابوں کا نام مع اسماء مؤلفین درج کیا گیا ہے۔

باب اَوّل میں اِمام ترمذی کی شخصیت اور ان کے علمی مرتبہ ومقام سے بحث کی گئی ہے، اس باب میں

مؤلف کی بحث وتحقیق کے اہم عنوان یہ ہیں:

اِمام ترمذی کا اسم ونسب اور کنیت، ان کا مؤلد ومنشا (لفظ ترمذ کی تحقیق)، ان کے علمی اسفار، ان کے ۲۲۱ شیوخ حدیث کی فہرست، امام ترمذی کے اجلہ تلامذہ، امام ترمذی نے جن مشائخ سے عللِ حدیث میں اِستفادہ فرمایا، اُن کا ذکر اور اِمام بخاریؒ سے اِستفادہ کی چند مثالیں، اَئمہ حدیث کی طرف سے اِمام ترمذی کے علومرتبہ کا اعتراف، حافظ ابنِ حزم کا اِمام ترمذی کو مجہول کہنا اور اس کی تردید، اِمام ترمذی کا فقہی مسلک اور یہ کہ وہ مجتہد ہیں یا مقلد؟ اِمام ترمذی کے دور میں علم حدیث کا ارتقاء، اِمام ترمذی کی تالیفات، ان کی وفات اور چند علمائے ترمذ کا تذکرہ۔

دُوسرا باب جامع ترمذی پر ہے اور اس میں بحث کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

کتاب کا نام: اس سلسلہ میں اہلِ علم کے چھ اقوال ذِکر کر کے اُن پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔

مشمولاتِ کتاب وتعدادِ ابواب: اس کے ذیل میں ترمذی کے عنواناتِ عامہ کا جدول اور ہر بڑے عنوان کے ذیل میں ابواب کی تعداد ذِکر کی گئی ہے، مثلاً ''الطھارۃ'' کے ذیل میں ۱۱۱ باب ہیں اور ''الصلاۃ'' کے ذیل میں ۲۱۲، اس جدول میں جلد اوّل کے ۲۴ اور جلد دوم کے ۲۳ عنوانات عامہ درج ہیں، جن کے ذیل میں ۱۸۸۰ اَبواب ہیں۔

جامع ترمذی کی اِمتیازی خصوصیات اور اِمام ترمذیؒ نے کتاب میں جن علوم کا ادماج کیا ہے، ان کی تفصیل۔ فنی لحاظ سے جامع ترمذی کا مرتبہ ومقام اور اس سلسلہ میں اہلِ علم کی آرا اور مؤلف کی ذاتی تحقیق۔

جامع ترمذی کی روایت اور اس کے راویوں کی تفصیل: اس ضمن میں مؤلف نے اِمام ترمذی تک اپنی اسانید بھی ذکر کی ہیں۔

ترمذی میں ثلاثیات، رُباعیات اور عشاریات کی تفصیل۔

روایات کی توثیق میں اِمام ترمذیؒ کے طرزِ عمل پر اہلِ علم کی تنقید اور اِمام ترمذیؒ کی طرف سے اس کا دفاع۔

اِمام ترمذیؒ کی منفرد اِصطلاحات کی تشریح اور حسن وصحیح اور حسن وغریب کو جمع کرنے کی توجیہات، جامع ترمذی کی شروح وتعلیقات (اس کے ذیل میں تیس شروح وتعلیقات اور امالی کا تذکرہ ہے)۔

ترمذی کے مختصرات، مستخرج اور تجرید۔ اس کے نادر اور تاریخی مخطوطات کی تفصیل۔

اس اجمالی تعارف سے اندازہ ہوا ہوگا کہ جنابِ مؤلف زید مجدہم نے اِمام ترمذیؒ اور ان کی کتاب کے بارہ میں نہ صرف بہترین علمی جواہر کے جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے، بلکہ ان کو بحث وتحقیق کی چھلنی میں چھان کر ان کا مغز وخلاصہ بھی پیش کر دیا ہے۔

تیسرے باب میں جامع ترمذی کی کتاب الطھارۃ کے ابواب کی تخریج ہے اور یہی دراصل مقالہ کا اصل موضوع ہے۔ مؤلف نے امام ترمذیؒ کے ہر باب کے ذیل میں تین فصلیں قائم کی ہیں:

پہلی فصل میں ان احادیث کی تخریج کی ہے جن کو امام ترمذیؒ نے سند کے ساتھ ذکر کیا ہے یا جن کی طرف "وفی الباب" کے لفظ سے اشارہ کیا ہے، صاحب تخریج نے ہر حدیث کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ (ترمذی کے علاوہ) فلاں فلاں کتابوں میں ہے۔ دُوسری فصل میں ان مرفوع احادیث کی تخریج ہے جو اس موضوع پر کتبِ حدیث میں موجود ہیں مگر ان کی طرف امام ترمذیؒ نے اشارہ نہیں کیا۔ تیسری فصل میں آثارِ صحابہؓ وتابعین کی تخریج ہے۔

پہلی اور دُوسری فصل میں مؤلف نے ہر صحابیؓ کی حدیث کے بقدرِ ضرورت الفاظ نقل کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے، لیکن تیسری فصل میں بغرضِ اختصار صرف حوالہ جات پر اکتفاء کیا گیا ہے، آثار کے الفاظ نقل نہیں کیے گئے۔

خاتمہ میں مؤلف نے ایک جدول دیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ ترمذی کی کتاب الطھارۃ میں سے ہر باب میں امام ترمذیؒ نے کتنی احادیث کی تخریج کی ہے، "ما فی الباب" سے اُن کی طرف اشارہ ہے کہ مؤلف نے امام ترمذیؒ پر کتنی احادیث کا اضافہ کیا ہے اور ہر باب میں مرفوع، مرسل اور آثار کی تعداد کتنی ہے؟

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ)

کشف النقاب (جلد۱، ۲، ۳)

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار۔ ناشر: مجلس دعوت وتحقیق اسلامی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ کراچی۔

جامع ترمذی اپنی گوناگوں خصوصیات، فقہی وحدیثی اور علمی فوائد کی بناء پر صحاحِ ستہ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتی ہے۔ امام ترمذیؒ نے اختصار اور تکثیرِ فوائد کے پیشِ نظر یہ التزام کیا ہے کہ وہ ہر باب میں صرف ایک صحابیؓ کی حدیث لاتے ہیں (اور کسی خاص نکتہ کی بنا پر بعض جگہ دو یا زیادہ صحابہؓ کی حدیث بھی لاتے ہیں) اور بقیہ احادیث کی طرف "وفی الباب عن فلان وفلان" سے اِشارہ کر جاتے ہیں، جس سے قاری کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اس مسئلہ میں اتنے صحابہؓ کی احادیث موجود ہیں۔

اِمام ترمذیؒ کے ''وفی الباب'' کی اہمیت کے پیشِ نظر اکابر محدثین نے اس کی تخریج کی طرف توجہ فرمائی۔ (تخریج کا مطلب یہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے ''وفی الباب'' کے تحت جن صحابہؓ کی احادیث کا حوالہ دیا ہے، یہ بتایا جائے کہ یہ احادیث کن کن کتابوں میں کہاں کہاں ملیں گی؟) چنانچہ تخریج کرنے والوں میں ابن سید الناسؒ، حافظ زین الدین عراقیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے نام ذکر کیے گئے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ یہ تخریجات اب تک گوشۂ گم نامی میں ہیں۔ محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری نوّر اللہ مرقدہٗ نے ''معارف السنن'' کی تالیف کے دوران اِمام ترمذیؒ کے ''وفی الباب'' کی تخریج کا ارادہ فرمایا تھا اور عیدین، زکوٰۃ اور صوم کے کچھ ابواب کی مختصر تخریج بھی فرمائی، لیکن اس کام کی وسعت وطوالت کے لیے جس قدر فرصت وفراغت اور قوت ونشاط کی ضرورت تھی، حضرتؒ کے مشاغلِ کثیرہ میں اس کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ اس لیے حضرتؒ کے محب ومحبوب تلمیذ رشید مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار جب مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہوئے تو حضرتؒ نے ان کو اس کام کے لیے منتخب کیا۔ چنانچہ موصوف نے جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ سے ترمذی شریف کے ''وفی الباب'' کی تخریج کا آغاز کیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اپنی دیگر علمی وانتظامی مصروفیات کے باوجود موصوف اس عظیم الشان کام میں مصروف ہیں اور نصف کتاب پر تقریباً ۱۵ جلدوں کا مسودہ مرتب کر چکے ہیں، اس سلسلہ کی پہلی ۳ جلدیں (جو ایک ہزار آٹھ سو بتیس صفحات پر محیط ہیں) ہمارے سامنے ہیں۔ چوتھی جلد زیرِ طبع ہے۔ مؤلف محترم نے اس تخریج میں جن اُمور کا التزام کیا ہے، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱:... ہر حدیث کی تخریج میں یہ اِلتزام کیا گیا ہے کہ یہ حدیث فلاں کتاب کے فلاں صفحہ اور فلاں باب میں ہے اور جن کتابوں میں احادیث کے نمبر دیئے گئے ہیں، وہاں حدیث کا نمبر بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۲:... ہر حدیث کے الفاظ نقل کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اور اگر حدیث طویل ہو تو اِختصار کے مدِنظر اُس کا بقدرِ ضرورت حصہ نقل کیا گیا ہے۔

۳:... ایک صحابیؓ سے اگر متعدد روایتیں ہیں تو سب کی نشان دہی کی گئی ہے۔

۴:... اگر روایت صحاحِ ستہ کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں ہو، اور اس میں کوئی راوی ضعیف ہو تو ائمۂ فن سے اس کی تصریح بھی نقل کر دی گئی ہے، لیکن اس میں زیادہ کرید اور تفتیش کا کام نہیں کیا گیا۔

۵:... ایک اہم اِلتزام یہ کیا گیا ہے کہ جہاں تک حدِ اِمکان میں ہو، اصل ماخذ سے تخریج کی جائے۔ صرف کتبِ تخریجات کے حوالہ پر اِکتفاء نہ کیا جائے۔ البتہ جہاں بالواسطہ حوالہ دینا ناگزیر ہوا، وہاں واسطہ کا ذکر مع قید صفحات کیا گیا ہے۔

۶:... مؤلف کا طریقۂ تخریج یہ ہے کہ ہر باب کے تحت تین فصلیں قائم کی ہیں: پہلی فصل میں وہ ان صحابہؓ کی احادیث کی تخریج کرتے ہیں، جن کی طرف اِمام ترمذیؒ نے ''وفی الباب'' میں اشارہ کیا ہے۔ ''وفی الباب'' کی احادیث کے بعد فصلِ اوّل ہی میں حدیث الباب کی تخریج کرتے ہیں۔

دُوسری فصل میں ان صحابہؓ کی احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن کو اِمام ترمذیؒ نے ''وفی الباب'' کے ذیل میں ذکر نہیں کیا، لیکن کتبِ حدیث میں ان کی احادیث اس باب میں موجود ہیں۔ یہ فصل گویا اِمام ترمذیؒ پر استدراک ہے۔ تیسری فصل میں صحابہؓ وتابعینؒ کے آثارِ موقوفہ کو ذکر کیا گیا ہے، گویا کسی مسئلہ پر جتنی احادیثِ مرفوعہ اور آثارِ موقوفہ موجود ہیں، کوشش کی گئی ہے کہ حتی الوسع اُن سب کا اِحاطہ کرلیا جائے اور وہ سب بیک نظر سامنے آجائیں۔ اور یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ ایک ہی صحابیؓ کی حدیث اگر مختلف طرق سے مروی ہے تو ان تمام طرق کی تخریج کی جائے۔

۷:... فاضل مؤلف نے ایسی ۴۸ کتابوں کی فہرست دی ہے جن کی طرف ایک ایک حدیث کی تخریج کے لیے بالالتزام مراجعت کی گئی۔ ان کے حوالے نقل کرنے میں ان کے مؤلفینؒ کے سنینِ وفات کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

چنانچہ سب سے پہلے مسندِ اِمام اعظمؒ، پھر موطا اِمام مالکؒ، پھر موطا اِمام محمدؒ، پھر کتاب الاُمّ للشافعیؒ، پھر مسندِ شافعیؒ، پھر مسندِ طیالسیؒ، پھر مصنف عبدالرزاقؒ، پھر مسندِ حمیدیؒ، پھر مصنف ابنِ ابی شیبہؒ، پھر مسندِ اِمام احمدؒ، پھر مسندِ دارمیؒ، پھر صحیح بخاریؒ، پھر صحیح مسلمؒ، پھر سنن ابنِ ماجہ..... ثم وثم......

اس کے علاوہ ۱۷۶ ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی طرف احیاناً مراجعت کی گئی۔ ان میں سے بعض کتابیں جو غیر مطبوعہ بلکہ ناپید ہیں، یا جن کی طرف مراجعت نہیں ہوسکی، اُن کا حوالہ بالواسطہ دیا گیا ہے اور جس کتاب سے اُن کا حوالہ نقل کیا گیا، اس کے صفحات کی نشان دہی کردی گئی ہے۔

''کشف النقاب'' کی تین جلدیں جو ہمارے سامنے ہیں، ان میں سے صرف ایک ایک باب کی تخریج کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے، تاکہ قارئین کو جنابِ مؤلف کی محنت وجانفشانی اور کتاب کی قدر وقیمت کا اندازہ کرنے میں کچھ مدد مل سکے۔

جلدِ اوّل: (از ص ۳۲۵ تا ۳۷۰)

اِمام ترمذیؒ نے ''باب ماجاء فی السواک'' میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں: حدیث ابی ہریرہؓ اور حدیث زید بن خالد الجہنی، اور وفی الباب میں درج ذیل سترہ صحابہؓ کی احادیث کا حوالہ دیا ہے: حضرات ابوبکر صدیق، علی، عائشہ، ابنِ عباس، حذیفہ، زید بن خالد، انس، عبداللہ بن عمرو، اُمِّ حبیبہ، ابنِ عمر، ابواُمامہ،

ابوایوب، تمام بن عیاش، عبداللہ بن حنظلہ، اُمّ سلمہ، واثلہ، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم۔

مؤلف نے ان سترہ حضرات کی احادیث کی تخریج کے بعد مزید ۳۸ صحابہؓ سے ۱۳۴ مرفوع، ۱۴ مرسل احادیث اور صحابہؓ و تابعینؒ کے ۱۴۱ آثار نقل کیے ہیں اور صرف اس ایک باب کی تخریج پچاس صفحات پر محیط ہے۔

جلد دوم: (از ص: ۳۴۹ تا ۳۹۷)

اِمام ترمذیؒ ''باب المسح علی الخفین ''میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں، جناب مؤلف نے بارہ طرق سے اس کی تخریج کی ہے۔

اِمام ترمذیؒ نے اس باب میں درج ذیل ۱۸ صحابہ کرامؓ کی احادیث کا حوالہ دیا ہے: حضرات عمر، علی، حذیفہ، مغیرہ، بلال، سعد، ابوایوب، سلمان، بریدہ، عمر بن امیہ، انس، سہل بن سعد، یعلی بن مرہ، عبادہ بن صامت، اُسامہ بن شریک، ابواُمامہ، جابر اور اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہم۔ فاضل مؤلف نے حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی ۱۴ طرق سے تخریج کی ہے، حدیثِ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی ۲۴ طرق سے، حدیثِ بلالؓ کی ۶ طرق سے، حدیثِ سعدؓ کی ۴ طرق سے اور حدیثِ ابوایوب کی ۸ طرق سے۔ اس طرح ایک ایک کر کے ان ۱۸ حضرات کی احادیث کی تخریج ان تمام مآخذ سے کی ہے جو مؤلف کی دسترس میں تھے۔

اسی باب کی دوسری فصل میں فاضل مؤلف نے اِمام ترمذیؒ پر اِستدراک کرتے ہوئے مزید ۴۵ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ۵۱ مرفوع احادیث نقل کی ہیں، اور تیسری فصل میں صحابہؓ و تابعینؒ کے ۹۲ آثار درج کیے ہیں اور چونکہ بعد کے تین باب بھی ''مسح علی الخفین '' سے متعلق ہیں، اس لیے متعدد احادیث و آثار ان ابواب میں ذکر کیے گئے ہیں۔

جلد سوم: (ص: ۲۱۸ تا ۲۴۱)

''باب ماجاء فی مواقیت الصلاۃ ''میں اِمام ترمذیؒ نے حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے حدیثِ جبریل روایت کی ہے، اور وفی الباب میں درج ذیل ۹ صحابہؓ کی احادیث کا حوالہ دیا ہے: حضرات ابوہریرۃ، بریدۃ، ابوموسیٰ، ابومسعود، ابوسعید، جابر، عمرو بن حزم، براء بن عازب اور انس رضی اللہ عنہم۔

مؤلف نے فصلِ اوّل میں ان ۱۱ صحابہؓ کی احادیث کی مفصل تخریج کے بعد فصلِ ثانی میں اِمام ترمذیؒ پر اِستدراک کیا ہے اور ۷ ا مرفوع اور ۱۳ مرسل احادیث کا اضافہ کیا ہے، اور فصلِ ثالث میں صحابہؓ و تابعینؒ کے ۲۷ آثار نقل کیے ہیں۔

تخریج کے اس اجمالی خاکہ سے قارئین کو اس عظیم الشان کام کی اہمیت کا اندازہ ہوا ہوگا۔ بلاخوف

تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک ایسا علمی شاہ کار ہے جس کی کوئی نظیر ہمارے سامنے نہیں، اور جس کے لیے جہابذہ محدثین کا حافظہ و ذکاوت درکار ہے اور اس کام کی وسعت و ہمہ گیری کا اندازہ اس سے ہوگا کہ اٹھارہ سو (۱۸۰۰) صفحات پر مشتمل تین (۳) جلدوں میں ترمذی شریف کے صرف ۲۸ صفحوں کی تخریج ہوسکی ہے۔

چوتھی جلد کا آغاز ''باب ما یقول اذا أذن المؤذن'' سے ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف و کرم سے جناب مؤلف زید مجدہم کے علم و فضل اور صحت میں خاص برکت عطا فرمائیں اور انہیں اس عظیم مہم کو سر کرنے کی توفیق خاص ارزانی فرمائیں اور یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی شان سے مکمل ہوجائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ)

برکۃ المغازی (عربی)

مولانا محمد حسن جان، اُستاذِ حدیث جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔ صفحات: ۸۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مؤتمر المصنفین، جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور۔

صحیح بخاری شریف میں ''باب برکۃ المغازی فی مالہ حیًا و میتًا'' کے تحت سیدنا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترکہ کا واقعہ مذکور ہے، یہ ایسا پیچیدہ ہے کہ اکثر طلبہ اس کے حساب میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ میں فاضل مصنف نے (جو دار العلوم حقانیہ میں اُستاذِ حدیث ہیں) صحیح بخاری کے اس باب کی شرح دس مباحث کے تحت ذکر کی ہے، جو ہمارے طالب علموں کے دیکھنے کی چیز ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۹ھ)

شرح نسائی، اُردو (جلد اوّل)

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن، اُستاذِ حدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار، سندھ۔ صفحات: ۵۴۰۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: مکتبہ اِصلاح و تبلیغ مارکیٹ ٹاور، حیدر آباد، سندھ۔

سنن نسائی شریف صحاح ستہ کی مشہور کتاب ہے، مگر جس طرح صحاح ستہ کی دیگر کتب کی مبسوط و مفصل شروح لکھی گئی ہیں، نسائی شریف کی ایسی کوئی شرح نہیں تھی۔

بلاشبہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی مختصر شرح ''زهر الربى'' اور علامہ سندھی رحمہ اللہ کا حاشیہ نسائی شریف پر چڑھے ہوئے ملتے ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ ایسی بھرپور شرح کہ جس میں تفصیلی مباحث، مسائل اور مذاہب

مختلفہ کو شافی انداز میں ذکر کیا گیا ہو، نہیں لکھی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ کو! جنھوں نے اِس موضوع پر قلم اُٹھایا اور بھرپور شرح لکھ ڈالی، جس میں مفید ترین اور ماشاء اللہ! عالمانہ کلام کیا گیا ہے، بہترین توجیہات وتشریحات کو باحوالہ ذکر فرما کر کتاب کی اِفادیت کو دوبالا فرمادیا ہے۔

اِس دور میں جب کہ آزاد خیال لوگ کتبِ احادیث کے اُردو تراجم کرکے سادہ ذہنوں کو اُلجھانے میں مصروف ہیں، ایسی مفید اور اَہم اُردو شرح کا لکھا جانا یقیناً بہت بڑی اَہمیت رکھتا ہے اور مولانا موصوف نے یہ مفید ترین شرح لکھ کر جہاں اہلِ علم طبقہ کی طرف سے فرضِ کفایہ اَدا کیا ہے، وہیں جدید تعلیم یافتہ حضرات کے اذہان کو ذہنی اور فکری اِنتشار سے بچانے اور آزاد خیال لوگوں کے دامِ تزویر سے محفوظ کرنے کا بہترین کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ کتاب ماشاء اللہ! ہر اِعتبار سے خوب ہے۔ اُمید ہے اہلِ ذوق حضرات اس سے خوب خوب اِستفادہ فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ)

اشرف التوضیح تقریرِ اُردو مشکوٰۃ المصابیح (جلد اوّل)

شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد دامت برکاتہم۔ صفحات: ۵۸۳۔ قیمت: ۹۶ روپے۔ پتا: مکتبہ اِسلامیہ اِمدادیہ، گلشن اِمداد، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔

سرزمینِ پاک وہند میں علمائے دیوبند کی دینی خدمات محتاجِ تعارف نہیں۔ درس وتدریس کا میدان ہو یا تحریر وتقریر کا، حدیث وتفسیر کی سند ہو یا تحقیق واِفتاء کا منصب، سلوک واحسان کا میدان ہو یا تزکیۂ نفس اور اِصلاحِ احوال کی شاہراہ، فلسفہ کے مباحث ہوں یا کلام وعقائد کی باریکیاں، تردیدِ باطل ہو یا بحث ومناظرہ، غرض کوئی علمی میدان ایسا نہیں جہاں علمائے دیوبند نے اُمت کی رہبری وراہ نمائی نہ فرمائی ہو۔

زیرِ نظر تالیف بھی اسی سلسلہ کی ایک سنہری کڑی ہے۔ جناب مولانا نذیر احمد مدظلہٗ سلسلۂ تھانویؒ کے نہایت قابلِ فخر چشم وچراغ یعنی حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز، علمی حلقوں کی جانی پہچانی شخصیت اور ماہر وممتاز اُستاذِ حدیث ہیں۔

مولانا جہاں ایک تجربہ کار مدرّس ہیں، وہاں وہ بہترین اِنتظامی صلاحیتوں کے مالک بھی ہیں، اُن کی ماہرانہ صلاحیتوں اور تدبر وفراست کا منہ بولتا ثبوت اُن کا اپنا لگایا ہوا علمی پودا ''جامعہ اِسلامیہ اِمدادیہ، فیصل آباد''

ہے۔ جو بہت ہی تھوڑے عرصہ میں اپنا نام و مقام پیدا کر چکا ہے۔

مولانا موصوف کا مشکوٰۃ شریف کا درسِ حدیث علماء و طلباء میں یکساں مقبولیت کا حامل ہے۔ زیرِ نظر کتاب موصوف کے درسِ مشکوٰۃ کی امالی ہے۔ جو مختلف سالوں میں املا کرائی گئی تقریروں اور افادات کو سامنے رکھ کر مرتب و مدوّن کی گئی ہے۔ حسنِ اتفاق سے ترتیب و تدوین کا شرف بھی مولانا کے صاحب زادگان مولانا محمد زاہد اور مولانا محمد مجاہد کے حصہ میں آیا ہے۔ زیرِ نظر حصہ اوّل ''مسئلہ آمین'' تک کے مباحث پر مشتمل ہے۔ کتاب کا تعارف جناب مولانا محمد زاہد صاحب کے الفاظ میں یوں ہے:

''اُستاذی و والدی الکریم شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب دامت برکاتہم کے درسِ حدیث کا شمار بھی پاکستان کے اہم اور مقبول ترین دُروسِ حدیث میں ہوتا ہے، خصوصاً آپ کا درسِ مشکوٰۃ آپ کے طویل تدریسی و تعلیمی تجربہ و مطالعہ اور دیگر بہت سی خصوصیات کی بنا پر ملک کے صفِ اوّل کے چند گنتی کے درسوں میں سے ایک ہے۔ اِسی وجہ سے ہر سال طلبائے حدیث کی ایک اچھی خاصی تعداد اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی اور اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوتی ہے۔

آپ کے درس کی اِسی مقبولیت کی بنا پر جامعہ اِسلامیہ اِمدادیہ، فیصل آباد میں زیرِ تعلیم طلباء کے پاس طلباء اور اُساتذہ کرام کی طرف سے اِس قسم کی فرمائش اکثر آتی رہتی ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی مشکوٰۃ، جامع ترمذی یا صحیح بخاری کی تقریر فوٹو اسٹیٹ کرا کر بھیجیں۔ چنانچہ سال ہا سال سے ان تقریرات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں مختلف مدارس کے اُساتذہ و طلباء میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان سے اِستفادہ جاری ہے۔ دُوسری طرف خود طلبائے جامعہ بھی علمی اِستعداد اور قوتِ تحریر کی کمی کی وجہ سے یہ تقریر ساتھ ساتھ قلم بند کرنے میں دِقت محسوس کرتے تھے۔ بہت سے طلباء دُوسرے ساتھیوں کی لکھی ہوئی کاپیوں کی فوٹو اسٹیٹ پر اِکتفا کرتے تھے۔ اِس صورتِ حال کی بنا پر عرصہ سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ان تقریروں کو مرتب کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔''(۱)

ماشاءاللہ! کتابت و طباعت اور تجلید کی عمدگی نے کتاب کو مزید چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اُمید ہے اہلِ علم حلقے اس اہم علمی خدمت کی بڑھ چڑھ کر پذیرائی کریں گے۔ کتاب میں جن مفید مباحث کو جگہ دی گئی ہے ان میں حجیتِ حدیث، منکرینِ حدیث کے شبہات کے جوابات، خبرِ واحد کا حکم، تدوینِ حدیث، آداب المحدث، آداب الطالب اور مقدمۃ الکتاب قابلِ ذکر ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ)

(۱) ص: ۲۰-۲۱

کتاب الآثار

الامام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت الکوفیؒ متوفی ۱۵۰ھ۔ بروایت الامام الربانی محمد بن الحسن الشیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ صفحات: ۴۸۲۔ قیمت: ۷۵ روپے۔ پتا: الرحیم اکیڈمی، ۱ے ۷/۷، اعظم پوسٹ آفس لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

عام طور پر ''کتاب الآثار'' کو حضرت الامام محمد بن حسن الشیبانی کی تصنیف سمجھا جاتا ہے، مگر تحقیقی بات یہ ہے کہ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفیؒ کی تالیف ہے۔ بلاشبہ یہ بات اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ موجودہ کتاب الآثار حضرت امام محمدؒ کی روایت کردہ ہے۔

کتاب اپنی دیگر گوناگوں خصوصیات کے علاوہ اس شرف کی حامل ہے کہ یہ براہِ راست صاحب مذہب اور امام الائمہ کی تصنیف ہونے کے باعث مسلکِ حنفی کا اوّل ترین مأخذ ہے۔

اس کے علاوہ اس کتاب کو یہ شرف مسابقت بھی حاصل ہے کہ فقہی ابواب پر مرتب ہونے والی دُوسری کتب اس کی ترتیب پر لکھی گئی ہیں، کیونکہ یہ فقہی ابواب کے مطابق لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب ہے۔

کتاب اپنی انہی گوناگوں خصوصیات کے باعث ہر دور میں بے حد مقبول ہوئی اور علمائے محققین کی تحقیق وتدقیق کا مرکز رہی۔ مگر اس کے باوجود کتاب جس اعتنا اور توجہ کی مستحق تھی، اس کی طرف کماحقہ توجہ نہیں دی گئی۔ چنانچہ اگرچہ بعض مدارسِ دینیہ کے نصاب میں شامل رہی (بلکہ اب تو ماشاء اللہ! وفاق المدارس العربیہ پاکستان میں شامل نصاب بھی ہے) لیکن اس کی تصحیح اور طباعت کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی رہی۔ اب بحمداللہ ''الرحیم اکیڈمی'' نے اسے شایانِ شان طریقہ پر نہایت عمدہ تصحیح اور محدث جلیل حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی دامت برکاتہم کے مقدمہ اور حواشی کے علاوہ محدث اور فقیہ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی تالیق المختیار اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی الآثار بمعرفة رواة الآثار کے اہم اور گرامی قدر اضافوں کے ساتھ نہایت ہی حسین انداز سے شائع کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۱ھ)

الازہار علیٰ کتاب الآثار (جلداوّل)

مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن، استاذ حدیث دارالعلوم سعیدیہ اوگی، ہزارہ۔ صفحات: ۵۶۰۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: دارالتصنیف دارالعلوم سعیدیہ، اوگی، ضلع مانسہرہ پاکستان۔

احادیث کے قدیم ترین مجموعوں میں امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الآثار بھی ایک مستند ترین مجموعہ ہے جو ان کے شاگرد امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی سند سے مشہور ہوا۔ امام محمدؒ کی کتاب ''الآثار'' احادیث وآثار صحابہؓ اور اقوال تابعین کا ایک مستند مجموعہ ہے، یہ کتاب ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے نصاب درجہ عالیہ سال دوم کے طلباء کے لیے مقرر ہے۔

اس کتاب میں بعض آثار نہایت غامض ہیں جو عام علماء وطلباء کے فہم سے بالاتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جناب مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کی اُردو میں شرح لکھنی شروع کی۔ شرح کے شروع میں علم حدیث کے اُصول، تعریف، موضوع وغرض وغایت، اِصطلاحات، اقسام، فضیلت و شرافت، مرتبت ومنزلت، اہمیت ومکانیت، علم حدیث کی کتابت وتدوین اور اس کے مراحل، منکرینِ حدیث کے باطل نظریات اور ان کی تردیدی وجوابات، علم حدیث میں اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ کا مقام ومرتبہ، ان کی امانت ودیانت، ان کا دورِ آزمائش، اِستقامت اور ان کی شہادت، مناقب وفضائل، محدثینِ کوفہ کی فہرست، فقہِ حنفی کی قبولیت اور اس کی وجوہات، اِمام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے مفصل حالاتِ زندگی، اور ائمۂ ثلاثہ: اِمام مالکؒ، اِمام شافعیؒ، اِمام احمد بن حنبلؒ کا مختصر تذکرہ اور دیگر عمدہ مضامین پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ قلم بند کیا ہے جو ان شاء اللہ! طالبانِ دینِ متین کے لیے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

مزید برآں یہ کہ کتاب کا سلیس آسان زبان میں بامحاورہ اُردو ترجمہ جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار مدظلہم کی کتاب ''المختار شرح کتاب الآثار'' سے لیا گیا ہے، جس سے شرح کی اہمیت وافادیت اور قدر ومنزلت اور بڑھ گئی۔ نیز یہ کتاب نہ صرف درجاتِ عالیہ کے طلبہ کے لیے اَز حد مفید ہے بلکہ مراحلِ عالیہ منتہی طلباء بلکہ دیگر تشنگانِ علومِ نبوّت، اساتذۂ حدیث وفقہ، محققین ومصنفین اور شارحین کے لیے بھی قابلِ قدر مرجع ہے۔ جلد نہایت دیدہ زیب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ)

البشیر والنذیر

ترجمہ وتشریح: الترغیب والترہیب

مولانا محمد عثمان، مدینہ منورہ۔ صفحات: ۶۳۵۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔ پتا: زم زم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی۔

ساتویں صدی ہجری کے محدث اور شیخ حضرت حافظ زکی الدین بن عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری اور اُن کی مشہورِ زمانہ کتاب ''الترغیب والترهیب'' کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اہلِ علم طبقہ اور فنِ حدیث اور وعظ وبیان سے تعلق رکھنے والے طلبہ، کتاب اور صاحبِ کتاب سے خوب واقف ہیں۔ ''الترغیب والترهیب'' چونکہ عربی زبان میں تھی اور اس سے عربی دان طبقہ ہی مستفید ہوتا تھا، ضرورت تھی کہ ''الترغیب والترهیب'' کی احادیث کو اُردو کے قالب میں ڈھال کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامِ ترغیب وترہیب عوام تک پہنچایا جائے اور ہر آدمی اپنے گھر، دُکان اور کاروبار کی جگہ بیٹھ کر براہِ راست فرامینِ نبوی سے مستفید ہوسکے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا محمد عثمان صاحب کو کہ اُنہوں نے یہ کام نہایت احسن طریقے سے کردیا۔ موصوف نے تمام احادیث کو بحوالہ نقل کرکے ان کا بامحاورہ ترجمہ کیا ہے اور عنوانات لگاکر ان کی تشریح فرمائی ہے اور اس عنوان اور موضوع سے ملتی جلتی دُوسری کتابوں کی احادیث اور اس کے مضامین کو فائدہ میں شامل کرکے کتاب کی اَہمیت وافادیت میں اِضافہ کیا ہے۔

پیشِ نظر کتاب اِس سلسلہ کی تیسری جلد ہے جس میں روزہ، عیدین، قربانی، حج، جہاد، قرآنِ کریم کی تلاوت، ذِکر ودُعا کے سلسلہ کی ترغیب وترہیب کو بیان فرمایا گیا ہے۔ کتاب کے اندرونی ٹائٹل پر کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث مبارکہ کا عربی متن وترجمہ اور ضروری فوائد کے ساتھ فضائل کا مستند ذخیرہ، جس میں نیک اور بھلے اعمال پر دُنیا وآخرت میں فوائد اور کوتاہی سے آنے والے نقصانات کا ذِکر ہے، جس کے پڑھنے سے ایک مسلمان کے دِل میں نیکیوں کی رغبت اور گناہوں کی نفرت پیدا ہوتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے زم زم پبلشرز کے اَحباب کو جنہوں نے اسے نہایت خوب صورت کمپوزنگ، اچھی جلد اور عمدہ طباعت سے مرصع کرکے قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۲۱ھ)

ترجمان السنة (جلد۴)

حضرت مولانا سیّد محمد بدرِعالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ۔ صفحات: ۴۶۰۔ ناشر: حاجی وجیہ الدین چیریٹیبل ایسوسی ایشن کراچی۔ پتا: جناب حاجی حافظ فرید الدین احمد الوجیہ، ''الوجیہ'' جے ایم، ۱/۱۰۰، کراچی نمبر۳۔

حضرت مولانا سیّد محمد بدر عالم مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی شخصیت بیک وقت مدرسہ وخانقاہ، منبر ومحراب، مسند درس وافتاء اور بزم شعروادب کے لیے زینت تھی۔ امام العصر حضرت العلامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ (نوراللہ مرقدہٗ) کے ارشد تلامذہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ آپ کے علمی آثار میں: فیض الباری (۴ جلد)، ترجمان السنة (۴ جلد)، خلاصہ زبدۃ المناسک، جوہر حکمیہ (۳ حصص) اور ترجمہ الحزب الاعظم مدت سے تشنگانِ علومِ نبوی کو سیراب کررہی ہیں۔

اس وقت "ترجمان السُنّة" کی جلد چہارم ہمارے پیش نظر ہے جو وفات سے چند ماہ پیشتر تالیف فرمائی۔ یہ جلد ۳۲۰ احادیث کے ترجمہ وتشریح پر مشتمل اور المعجزات، الکرامات، المہدی اور خروج دجال کے مباحث پر پھیلی ہوئی ہے۔ (کرامت معجزہ ہی کی فرع ہے اور مہدی ودجال کی احادیث بھی معجزات کی ایک قسم "انباء الغیب" میں داخل ہیں، اس لیے پوری جلد کو معجزات ہی سے متعلق سمجھنا چاہیے۔) احادیث معجزات سے پہلے ۱۱۳ صفحات کا مقالہ ہے، جس میں موضوع سے متعلقہ اہم مسائل کو محققانہ انداز سے حل کیا گیا ہے، مثلاً: معجزہ کی حقیقت، معجزہ کی ضرورت واہمیت، معجزہ کے اقسام، قرآن کریم اور معجزات، معجزہ اور سحر میں فرق، معجزہ اور حوادثِ طبیعہ کے درمیان مابہ الامتیاز، تواترِ معجزات، تعدادِ معجزات، تقلیلِ معجزات کے دواعی، تاویلِ معجزات کے اسباب، معجزات پر محدثانہ تصنیفات وغیرہ۔

"ترجمان السُنّة" کی ترتیب میں مولانا مرحوم کا اِلتزام تھا کہ کسی پر رَدّ وقدح کیے بغیر صحیح صحیح حقائق پیش کردیے جائیں، لیکن زیرِ نظر جلد کے موضوع کی اہمیت کا تقاضا موصوف کے لیے داعی ہوا کہ جن قابلِ اِعتماد اور ثقہ اہلِ قلم سے اس باب میں کچھ تسامح ہوا ہے، اس کی نشان دہی بھی اِصلاحی نقطۂ نظر سے ضروری ہے۔ موصوف پیش لفظ میں فرماتے ہیں:

> "ترجمان السنة کے دیکھنے والے یہ اندازہ خود فرماسکتے ہیں کہ اس کے مؤلف کا قلم رَدّ وقدح سے ہمیشہ کتنا بچ بچ کر چلتا رہا ہے اور یہی وطیرہ اس میں بھی قائم رکھنے کی سعی کی گئی ہے، مگر جہاں صاف گوئی نے مجبور کیا ہے، وہاں بادلِ ناخواستہ کچھ اِشارات کردیے گئے ہیں، جس کے لیے ہم اس مذاق کے قارئینِ کرام کے سامنے یہ شعر پیش کردینا کافی سمجھتے ہیں۔
>
> رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی میں معاف!
> آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے۔"

مؤرخِ اِسلام سیّد الملّت حضرت العلامہ مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی تصنیف "سیرۃ النبی" جلد سوم "معجزات" کے موضوع پر شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں معجزات کے خلاف قدیم وجدید

عقلیت پرستی کے مزعومات کا توڑ خود انہی کے اُصول ونظریات سے کیا گیا ہے۔''سیرۃ النبیؐ'' جلد ۳ میں معجزات اور فلسفہ جدیدہ کا پورا باب (از صفحہ: ۸۶ تا صفحہ: ۱۴۸، طبع اوّل) حضرت مولانا عبدالباری ندوی، (پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن) کے قلم سے ہے، جس میں نظائر وأمثلہ سے معجزہ کے استبعاد کو رفع کیا گیا ہے اور مسئلۂ معجزات کو اس قدر قریب اِلی الفہم کر دیا گیا ہے کہ اس پر اِضافہ بھی مشکل ہے، لیکن اس میں معجزات کی جو توجیہات پیش کی گئی ہیں، حضرت مولانا سیّد محمد بدر عالم صاحبؒ نے ان پر تنقید کی ہے۔ پیش لفظ میں فرماتے ہیں:

''تعجب ہے کہ یہاں بعض وہ اہلِ علم جو اس مسئلہ کو قریب اِلی الفہم بنانے کے لیے باہر نکلے تھے، وہ چلتے چلتے خود کہیں سے کہیں جا نکلے۔ بلکہ خود بھی منکرینِ معجزات کی صف میں آکر کھڑے ہوگئے، جن کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے کہ:

مسیحا آپ ہی بیمار ہے!''

''معجزات اور فلسفہ جدیدہ'' کے مؤلفِ محترم نے ''عملِ تنویم''، ''نبی کی نفسی قوت'' یا ''بعض اسبابِ خفیہ'' سے معجزۂ عصائے موسوی، ولادتِ عیسوی اور شق القمر وغیرہ معجزات کی توجیہ فرمائی اور اسی سلسلہ میں معجزات کے اِضافی ہونے کے اِمکان کو تسلیم فرمایا۔ (معجزہ کے اِضافی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ معجزہ اسی وقت کے لیے معجزہ ہے جب تک کہ اس کے اسبابِ خفیہ کی دریافت نہیں ہوئی تھی، لیکن اس دریافت کے بعد وہ معجزہ نہیں، بلکہ ایک فطری واقعہ ہے۔) نیز معجزہ وسحر کے درمیان اِلتباس کی گرہ کشائی فرماتے ہوئے اُنہوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ ''معجزہ نبوّت کی منطقی دلیل نہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ اخلاق کے ساتھ وہ صرف تائیدِ مزید کا کام دیتا ہے۔'' مولانا مرحوم کو نہ صرف ان توجیہات اور ان سے پیدا شدہ نظریات سے شدید اِختلاف ہے، بلکہ وہ اس تمام بحث کو حقیقتِ معجزہ میں تلبیس کا موجب اور اِنکارِ معجزات کے ہم معنی قرار دیتے ہیں۔ اس موقع پر دیگر اکابر کے علاوہ مولانا مرحوم نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تحریر کا اقتباس بھی پیش فرمایا ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ کی وہ تحریر چونکہ اس موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے اور حضرت مولانا سیّد محمد بدر عالم صاحبؒ کی تمام تنقید گویا اسی کی شرح وتفصیل ہے، اس لیے بہتر ہوگا کہ اس تحریر کا پورا متن یہاں نقل کر دیا جائے۔ وھو ھذا:

''چوتھا نادرہ در تنقید بر حصہ معینہ جلد سوم سیرۃ النبی

اظہارِ رائے در باب حصہ معینہ سیرت النبی مجلد سوم حسبِ استدعا مؤلف حصہ مذکورہ اشرف علی عفی عنہ،

بخدمت مکرمی جناب مولانا عبدالباری صاحب دام الطافکم، السلام علیکم!

سیرۃ النبی مجلد سوم پہنچی، حسب الارشاد معجزات اور فلسفۂ جدیدہ کا باب دیکھا، گو نظرِ غائر سے دیکھنے کا وقت نہیں ملا، تاہم سرسری نظر بھی میرے خیال میں ضرورت کے لیے اِن شاء اللہ! کافی سے کم نہیں رہی۔ حسب الارشاد اپنی عرض کرتا ہوں، اگر توافق نہ ہو، قبول نہ فرمائیے۔ مگر مکدر نہ ہو جائیے۔ کیونکہ مامور معذور ہے۔ و ھو ھذا:

اس میں شک نہیں کہ اس باب میں ایک کام تو اتنا بڑا اور کافی سے بھی زیادہ ہو گیا کہ غالباً اس میں اضافہ کی حاجت بلکہ گنجائش بھی نہیں رہی اور وہ کام دفعِ استبعاد ہے۔ فلسفۂ قدیمہ کے اُصول علمی ہیں، ان کی بنا پر جو استبعاد ہوتا ہے، وہ علوم ہی سے دفع ہو جاتا ہے، مگر اس سے صرف عقل کو قناعت ہو جاتی ہے جو کہ واقع میں کافی ہے۔ لیکن فلسفۂ جدیدہ زیادہ تر بلکہ تمام تر بزعمِ خود مشاہدات کا پابند ہے۔ اور ''بزعمِ خود'' اس لیے عرض کیا کہ واقع میں وہ اس کا بھی پابند نہیں۔ چنانچہ مادّہ کے متعلق اس کے اکثر اَحکام جزافی و خیالی ہی ہیں، تاہم اس کو ناز ہے کہ میں بے دیکھے نہیں مانتا۔ اس لیے ایک وہ شخص جس نے اوّل ہی سے عقل کو چھوڑ کر حواس ہی کی خدمت کی ہو، وہ بابِ معجزات میں بھی ان کے نظائر کے مشاہدات کا جویاں رہتا ہے، اور بدوں اس کے اس کی قوتِ وہمیہ کو قناعت نہیں ہوتی اور استبعاد نہیں ہوتا۔ اور اس زمانۂ قحطِ علم و عقل میں کثرت اسی مذاق کی ہو گئی ہے، اس لیے اس اُصول پر بھی دفعِ استبعاد کی ضرورت یا مصلحت تھی، سو اس تحریر میں استبعاد کا تو نام و نشان نہیں رہا، لیکن اس کے ساتھ ہی تین باتیں ایسی بھی پائی گئیں جو میرے خیال میں محتاجِ نظرِ ثانی ہیں:

ایک یہ کہ: بعض اقوال پر معجزات کو انبیائے کرام علیہم السلام کی قوت سے مسبب مانا گیا۔

دوسرے یہ کہ: صدورِ معجزات کے چند طرق محتملہ تجویز کیے گئے، لیکن معجزات میں جو طریق واقعی ہے، اس کی تعیین نہیں کی گئی اور وہ صرف یہ کہ ان کے صدور میں اسبابِ طبعیہ کو اَصلاً دخل نہیں ہوتا، نہ جلیہ کو نہ خفیہ کو، نہ صاحبِ معجزہ کی کسی قوت کو، نہ خارجی قوت کو، وہ براہِ راست حق تعالیٰ کی مشیت سے بلاتوسط اسبابِ عادیہ کے واقع ہوتا ہے، جیسا صادرِ اوّل بلا کسی واسطہ کے صادر ہوا ہے، (یعنی فلاسفہ کے نزدیک)، پھر قیامت تک بھی کوئی شخص اس میں سببِ طبعی نہیں بتلا سکتا، کیونکہ معدوم کو موجود کون ثابت کر سکتا ہے؟ ورنہ اگر معجزہ سے کسی زمانۂ خاص میں صاحبِ معجزہ کی تائید ہو جاتی، دوسرے زمانے میں سببِ خفی بتلانے سے اس کی تکذیب ہو جاتی تو کسی نبی کی نبوّت پر یقین مؤبد نہیں ہو سکتا۔ وھذا کما تری. یہی سبب ہے کہ کسی معجزہ پر اس کے جنس کے ماہرین نے کوئی سببِ خفی بتلا کر باقاعدہ شبہ نہیں کیا، نہ اس کی مثل کو ظاہر کر کے مقاومت کر سکے، بالخصوص اگر نبی کی قوت اس کا سبب

ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اپنے معجزہ سے خود نہ ڈر جاتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض فرمائشی معجزات کی تمنا پر یہ نہ فرمایا جاتا: ''فان استطعت ان تبتغي نفقًا في الأرض أو سُلّما في السماء فتأتيهم بآية'' الخ (الانعام: ۳۵) اور استناد الی الاسباب الخفیہ کے احتمال پر معجزہ و دیگر عجائبِ طبعیہ میں کوئی فرق واقعی نہیں اور جو فرق اس تحریر میں نکالا ہی گیا ہے، اس پر معجزہ خود مستقل دلیل نہیں ٹھہرتا، حالانکہ وہ خود بھی مستقل دلیل ہے، خواہ کسی خاص طبقہ کے لیے ہو۔

تیسرے: انضمام اخلاق وکمالات کے ساتھ (جس میں قوت بھی داخل ہے) جس کو دلیل کہا گیا ہے تو ان اخلاق کی مخصوصہ نوعیت کو پہچاننے میں جتنی غلطی ہوسکتی ہے، وہ معجزات کے متعلق غلطی ہونے سے کہیں زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ اس تحریر میں ایک مشہور ہندو کا بھی ذکر اس طور سے کیا گیا ہے کہ کتاب کا پڑھنے والا یہ ضرور سمجھے گا کہ مؤلف کے اعتقاد میں یہ بھی کمالاتِ رُوحانیہ رکھتا ہے، قطع نظر اس سے کہ سیرتِ نبویہ میں ایک ایسے شخص کا ذکر جو صاحبِ سیرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل السیر یعنی نبوّت ہی کی تصدیق اِسلامی نہیں کرتا، کس قدر اَمرِ ثقیل وخطب وبیل ہے، جس کا اثر حدیث میں وارد ہے: ''اذا مدح الفاسق اهتز له العرش'' جس کا ترجمہ مولانا نے مثنوی میں اس طرح کیا ہے ۔

می بلرزد عرش از مدح شقی
بدگماں گردد ز مدحش متقی

اس سے قطع نظر ایک بڑی غلطی میں ڈالنے والا ہے، وہ یہ کہ دیکھنے والا اس سے یہ سمجھے گا کہ جو اخلاق و کمالات علاماتِ نبوّت ہیں، اس ہندو کے اخلاق وکمالات بھی انہی کے مشابہ ہیں، پھر اس پر دو غلطیوں کا وقوع نہایت قریب ہے، اس طرح سے کہ جب یہ ہندو نبی نہیں ہے اور اخلاق میں مشابہ نبی کے ہے تو کسی نبی پر غیر نبی ہونے کا یا غیر نبی پر نبی ہونے کا شبہ ہوسکتا ہے، اور یہ کتنا بڑا مفسدہ ہے! یہ معروضات تھے جو سرسری نظر سے پیش کرنے کے قابل سمجھے گئے۔ اگر یہ کچھ وقعت رکھتے ہوں تو ان کا تدارک فرمادیا جاوے ورنہ میری جسارت معاف کی جاوے۔ ۱۵رشعبان المعظم ۱۳۴۸ھ۔''(۱)

''سیرۃُ النبی'' جلد سوم کے اس ''حصۂ معینہ'' کے علاوہ دیگر بعض مباحث میں بھی اِختلاف وتنقید کا یہ سلسلہ قائم رہا ہے، مثلاً حضرت سیّد صاحبؒ نے اس امر کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ: ''معجزہ کا سبب اور علت براہِ راست حق تعالیٰ کی مشیت اور اِرادہ ہے، کبھی یہ مشیت اور اِرادہ عادتِ جاریہ اور ظاہری اسباب و علل کے پردہ میں ظاہر ہوتا ہے، اور کبھی یہ مشیتِ الٰہی عادتِ جاریہ اور اسبابِ ظاہر کا نقاب اوڑھ کر نہیں،

(۱) بوادر النوادر، ص: ۳۸۱-۳۸۲/۲

بلکہ بے پردہ نشان بن کر سامنے آتی ہے۔'' معجزہ کی باعتبار خرقِ عادت کے چار قسمیں قرار دی ہیں: یعنی ۱:...کبھی نفسِ واقعہ خرقِ عادت ہوتا ہے۔ ۲:...کبھی نفسِ واقعہ خلافِ عادت نہیں ہوتا، اس کا اس وقت خاص طور پر رُونما ہونا خرقِ عادت بن جاتا ہے۔ ۳:...کبھی نفسِ واقعہ اور اس کے ظہور کا وقتِ خاص تو عادتِ جاریہ کے خلاف نہیں ہوتا، مگر اس کا طریقۂ ظہور خلافِ عادت ہوتا ہے۔ ۴:...کبھی نہ تو واقعہ خارقِ عادت ہوتا ہے، نہ اس کا طریقۂ ظہور بلکہ اس کا قبل اَز وقت علم خارقِ عادت ہوتا ہے۔ (۱)

حضرت سیّد صاحبؒ کی اس تقسیم کے طرد و عکس کو خلافِ واقعہ قرار دیتے ہوئے مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ آخری تین قسموں میں یہ ثابت کرنا کہ یہاں نفسِ واقعہ خرقِ عادت نہیں، معجزات کی رُوح کو فنا کر دینا اور قدرت کے بدیہی نشانات کو پھر نظری بنا دینا ہے۔ مولانا کا خیال ہے کہ اس تقسیم کی بنا پر اکثر معجزات میں اعجاز کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی، نہ معجزات کے معجزات ہونے کا ثبوت باقی رہتا ہے۔ کیونکہ جن واقعات کے بارہ میں یہ تسلیم کرلیا گیا کہ وہ عادتِ جاریہ میں داخل ہیں، ان کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ وہ کسی رسول کی تکذیب کا نتیجہ تھے کیا منکرین پر حجت ہوسکتا ہے، چہ جائیکہ ان کو معجزہ قرار دیا جائے؟(۲)

شقِ صدر کی بحث میں حضرت سیّد صاحبؒ نے کئی تفردات اختیار فرمائے، مثلاً: ۱:...حضرت تھانویؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تصریح کے مطابق اس واقعہ کا چار مرتبہ پیش آنا ثابت ہے، مگر سیّد صاحبؒ نے اسے صرف ایک واقعہ قرار دیا۔ ۲:...مسلم شریف میں بچپن کے واقعہ کو حماد بن سلمہ کے سوئے حفظ کا نتیجہ قرار دے کر مجروح کردیا۔ ۳:...معراج میں شقِ صدر کو تسلیم کرتے ہوئے اسے رُوحانی عالم کا واقعہ قرار دیا۔ ۴:...پھر اس کی تعبیر ''شرحِ صدر'' اور تفسیر ''علمِ لدنی'' سے فرمائی جو بتفاوتِ مراتب انبیاء و اولیاء سبھی کو حاصل ہے۔

حضرت مولانا سیّد محمد بدرِ عالم صاحبؒ نے ان تمام تفردات پر گرفت کی ہے۔ مولانا کا خیال ہے کہ جس باب کا عنوان ہی معجزات ہو، وہاں بشرطِ انصاف ادنیٰ سے ادنیٰ ثبوت بھی کافی ہونا چاہیے، اسے سخت سے سخت سوہان لگا کر جھوٹ اور اِفترا قرار دے ڈالنا نہ علم کی بات ہے، نہ عقل کی۔ پھر ان کی ایسی تاویل کرنا جس کے بعد الفاظ کا کوئی مصداق ہی باقی نہ رہے، اس کا نام تاویل نہیں، اِنکار بھی نہیں، بلکہ تحریف ہے۔ حماد بن سلمہ کی وجہ سے مسلم شریف کے واقعہ کی تکذیب مولانا کے خیال میں بلا دلیل ظن و تخمین ہے۔ پھر اس ناسوتی واقعہ کو صرف رُوحانی عالم کا واقعہ قرار دینا اور اسے ''شرحِ صدر'' اور ''علمِ لدنی'' سے تعبیر کرنا صحابہؓ کے ایک عینی مشاہدہ کی تکذیب ہے۔

---

(۱) تفصیل کے لیے ''سیرۃ النبی'' جلد:۳ طبع اوّل ص:۱۹۹ و مابعد کی مراجعت فرمائی جائے۔
(۲) ملاحظہ ہو: ''ترجمان السنۃ'' جلد:۴ ص:۳۳ و مابعد۔

مولانا فرماتے ہیں کہ: ''حدیث ''شقِ صدر'' میں یہ اُمور بالتفصیل مذکور ہیں: ۱:...فرشتے کی آمد، ۲:...آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چت لٹانا، ۳:...قلبِ اطہر کو چاک کرنا، ۴:...اس سے جما ہوا خون نکالنا، ۵:...اسے یہ کہہ کر پھینکنا کہ یہی وہ حصہ ہے جس کی وجہ سے شیطانی تاثیر ہوتی تھی، ۶:...پھر قلب کو سونے کے طشت میں رکھنا، ۷:...اسے آبِ زم زم سے دھونا، ۸:...پھر قلبِ اطہر کو اپنی جگہ رکھنا، ۹:...پھر چاک شدہ حصہ جسم کو سینا، ۱۰:...وہاں موجود بچوں کا آپ کی دایہ کے پاس دوڑے جانا اور یہ بیان دینا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کرڈالے گئے، ۱۱:...اس پر لوگوں کا لپکنا، ۱۲:...محلِ وقوع میں آپ کو سہا ہوا پانا، ۱۳:...حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اپنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ مشاہدہ بیان کرنا کہ ہم سینۂ مبارک پر ٹانکوں کے نشان دیکھتے تھے۔ اب اس تمام سرگزشت کو صرف ''شرحِ صدر'' اور ''علمِ لدنی'' کہا جاسکتا ہے تو کہیے! لیکن واقعہ کا ایک ایک لفظ اس کی تردید کرے گا۔'' مولانا بڑے درد وکرب سے فرماتے ہیں:

''اِنصاف فرمائیے کہ اگر ساری شریعت پر غور کرنے کا یہی ڈھنگ پڑ جائے تو دین کی کیا صورت بن جائے گی؟ اور اس طرح کی تاویلات کرنے سے جن کے لیے الفاظ میں گنجائش نہ ہو، کیا شریعت سے ایمان اُٹھا دینا نہیں ہے؟''

میلادی محفلوں میں جن روایات کی گرم بازاری ہے، انہیں سامنے رکھ کر حضرت سیّد صاحبؒ نے ان تمام روایات کو بھی ناقابلِ اِلتفات قرار دیا جن میں اِصطلاحی صحت کا اعلیٰ معیار قائم نہیں رہ سکا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ کتبِ دلائل ہی کو جھوٹ کا طومار بتلادیا۔ نیز اَئمۂ حدیث کے بارے میں بعض تیز وتند لفظ بھی اِستعمال فرمائے، جن سے ان اکابر کی عظمت ودیانت مجروح ہوکر رہ جائے۔ مولانا مرحوم کا مؤقف یہ ہے کہ بلاشبہ موضوع روایات ملا ملاکر تکثیرِ معجزات کا دعویٰ کوئی مستحسن عمل نہیں، لیکن مستند معجزات کو ہر ممکن طریقہ سے مجروح کرنے کو ایک فن بناڈالنا بھی کوئی قابلِ تحسین خدمت نہیں ہے۔ یہاں پوری علمی جرأت کے ساتھ ''اُمتیانہ غیرت'' بھی درکار ہے۔ تقلیلِ معجزات کے لیے نظریۂ اضافیت کے ذریعے معجزہ کی حقیقت کو کھوکھلا کرنا، پھر انہیں زبردستی مادّی قوانین کے تحت کھینچ لانا، پھر حسّی معجزات کو گرانے کی کوشش کرنا اور اس کے بعد بھی جو حصہ بچ رہے، اسے اسنادی بحثوں یا من مانی تاویلوں کی نذر کردینا کتنا مکروہ عمل ہے! مولانا کا خیال ہے کہ اگر علمِ حدیث کے اصناف واقسام اور ان کے باہمی فرقِ مراتب پر نظر ڈالی جاتی تو اس باب میں اتنی ''خشکی'' پیدا نہ ہوتی۔ اس موقع پر مولانا مرحوم نے کتبِ حدیث کے فرقِ مراتب، درجاتِ حدیث اور علمِ اُصولِ حدیث کے بیش قیمت فوائد ونکات ذکر فرمائے ہیں اور حضراتِ محدثین (شکر اللہ مساعیھم!) کی طرف سے دِفاع کرتے ہوئے ان کی بارگاہ میں جگہ جگہ جذباتِ عقیدت پیش فرمائے ہیں۔

بہر حال! میں نے نہایت اِختصار و اجمال سے دو تین مثالیں مولانا مرحوم کی تنقید کی پیش کردی ہیں۔ مجھ ایسے فقیر بے نوا کو نہ فرماں روائے اِقلیم قلم و سخن ''سلیمانِ'' ذی جاہ پر حرف گیری زیبا ہے، نہ ذرّۂ بے مقدار کو آسمانِ علم و معرفت کے ''بدرِ'' کامل پر اُنگشت نمائی کا اِستحقاق! دونوں اپنے مرجعِ عقیدت ہیں، ہمارا دل دونوں کے لیے جذباتِ تشکر سے لبریز ہے، دونوں کے لیے دل کی گہرائیوں سے بے ساختہ دُعائیں نکلتی ہیں کہ ایک نے اگر منکروں کے مقابلے میں قلم اُٹھایا اور انہی کی اِصطلاحات سے اِتمامِ حجت کا حق ادا کردیا تو دُوسرے نے اپنوں کے تسامحات پر متنبہ کیا اور مجاراۃ مع الخصم، شدتِ موقف یا کج دار و مریز کی نزاکت ملحوظ نہ رہنے کی وجہ سے جو لغزشیں پیدا ہوئیں، یا ہوسکتی تھیں، ان کی نشان دہی کی، اور راستہ کے تمام کانٹوں کو چن چن کر صاف کیا۔ (رحمهما الله رحمة واسعة!) ذرا سوچیے کہ حضرت سیّد صاحبؒ کے بعض مسامحات یا تفردات جو ان کے کسی اِبتدائی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان پر اگر حضرت مولانا سیّد محمد بدرِ عالمؒ بھی متنبہ نہ فرماتے تو کیا یہ کام میرے جیسے لوگ کرلیتے؟ اس لیے پیروں کے اِختلاف کو مریدوں کی جنگ میں تبدیل نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ دونوں کتابیں اہلِ علم کے سامنے ہیں، صحیح غور و فکر کے بعد جس بزرگ کے جس موقف کو مزاجِ نبوّت اور مقاصدِ شریعت سے قریب تر پایا جائے، اسے اِختیار کیا جائے۔ اس سلسلہ میں دونوں کتابوں کے زمانۂ تصنیف اور موضوعِ سخن کو پیشِ نظر رکھنا بھی ضروری ہوگا جس کی طرف اجمالی اشارہ انہی سطور میں کردیا گیا ہے۔ اہلِ علم و فہم کے لیے تفصیل کی ضرورت نہیں۔ وفقنا الله لما یحبه ویرضاه!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۷ھ)

معارفُ الحدیث (جلد چہارم)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی۔ صفحات: ۲۸۸۔ قیمت (مجلد): ۶ روپے، ۵۰ پیسے۔ ناشر: کتاب خانہ الفرقان لکھنؤ، یوپی، بھارت۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدفیضہم نے چند سال قبل جو تشریحِ حدیث کا سلسلہ شروع فرمایا تھا، اُس کی تین جلدیں کتاب الایمان، کتاب الاخلاق و الرقاق اور کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل تھیں، جو قبولیتِ عام سے مشرف ہیں۔ زیرِ نظر جلد اِسی بابرکت سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے، جو اَرکانِ ثلاثہ (زکوٰۃ، روزہ، حج) کی احادیث کے ترجمہ و تشریح کے لیے وقف ہے۔

اگرچہ اُمتِ مرحومہ اِس وقت متعدّد اَمراض کا شکار ہے، لیکن اُمت کا اصل مرض مولانا محترم کی تشخیص

کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے رابطہ ایمان کا کمزور پڑ جاتا ہے، اِسی کے علاج کے لیے اِرشاداتِ نبوّت سے یہ ''نسخۂ کیمیا'' مرتب کیا جارہا ہے۔ احادیث کے اِنتخاب، ترتیب اور ترجمہ وتشریح میں متکلمانہ یا فقہیانہ نہیں، بلکہ عصری مزاج کے عین مطابق خالص داعیانہ انداز اِختیار کیا گیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے فرموداتِ نبویہ دِل کی گہرائیوں میں اُترتے چلے جاتے ہیں اور ایمان وعمل اور یقین ومحبت میں اِضافہ ہوجاتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا موصوف اِس کارِ خیر کے لیے موفق من اللہ ہیں۔ حق تعالیٰ موصوف کی صحت وعمر میں برکت فرمائے، تا کہ وہ اِس مفید سلسلہ کو جاری رکھ سکیں۔ آمین!

شریعتِ مطہرہ نے وجوبِ زکوٰۃ کے لیے مال کی ایک خاص مقدار مقرر کی ہے، جسے ''نصابِ زکوٰۃ'' کہا جاتا ہے۔ مصنفِ محترم نے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی حکمت اِس طرح نقل فرمائی ہے:

''پانچ وسق (۳۰ من) کھجوریں ایک مختصر گھرانے کے سال بھر کے گزارے کے لیے کافی ہوجاتی تھیں، اِسی طرح دوسو درہم میں سال بھر کا خرچ چل سکتا تھا اور مالیت کے لحاظ سے قریب قریب یہی حیثیت پانچ اُونٹوں کی ہوتی ہے، اِس لیے اِس مقدار کے مالک کو خوش حال اور صاحبِ مال قرار دے کر زکوٰۃ واجب کردی گئی۔''

اِس پر مولانا محترم نے یہ نوٹ دیا ہے:

''حضراتِ علماء کے لیے یہ بات قابلِ غور ہے کہ اب جب کہ روپے کی قیمت اور حیثیت زمانۂ نبوّت کے درہم کے مقابلہ میں بھی بہت ہی کم رہ گئی ہے، بلکہ ہمارے ہی ملک میں اب سے پچیس سال قبل روپے کی جو قیمت اور مالیت تھی، اس کا بھی صرف دسواں حصہ یا اس سے بھی کم رہ گئی ہے تو اِس صورت میں زکوٰۃ کا نصاب کم سے کم کیا ہوگا؟''(۱)

اور اِس پر ایک ''متجدد'' معاصر نے یوں ''گرہ'' لگائی ہے:

''یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، جب معاشی حالات کی تبدیلی کی وجہ سے نصابِ زکوٰۃ میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی گئی ہے تو آج جب اِجتماعی حالات بہت زیادہ ہوگئے ہیں تو کیا اس کی ضرورت نہیں کہ زکوٰۃ کے مصرف میں مناسب تبدیلیاں کی جائیں؟''(۲)

نصاب یا مصارفِ زکوٰۃ میں ''مناسب تبدیلی'' پر غور کرنے سے پہلے اس اُصولی مسئلہ پر غور کرلیا جانا

---

(۱) ص:۳۶
(۲) ماہنامہ ''فکر ونظر''، راولپنڈی، فروری ۱۹۶۸ء

ضروری ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے عبادات کے لیے جو مخصوص شکلیں اور مقداریں صاف طور پر مقرر کردی ہیں، کیا کسی ظاہری مصلحت کے پیشِ نظر اُن میں رَدّ وبدل کیا جاسکتا ہے؟ مثلاً: نماز کے اوقات، تعدادِ رکعات، رُکوع وسجود، یا دیگر اَرکان وشرائط میں اِجتماعی حالات کے مطابق ''مناسب تبدیلیاں'' کی جاسکتی ہیں؟ کیا فرض روزوں کی تعداد، مقدار یا اوقات کو بدلنا صحیح ہے؟ کیا حج کے زمان ومکان اور شرائط وارکان میں وقتی حالات کی بنا پر تغیر جائز ہے؟ کیا نکاح کے قیود وشرائط کے رَدّ وبدل پر غور کیا جاسکتا ہے؟ کیا شریعت کے قطعی حلال وحرام اُمور میں بدلے ہوئے معاشی اور اِجتماعی حالات کی وجہ سے ''مناسب تبدیلی'' ممکن ہے؟

جہاں تک ہمارے ناقص علم وفہم کی رسائی ہے، اس قسم کی خودساختہ مصلحتوں کی بنا پر اَحکامِ شرعیہ میں تبدیلی کی تجویز عقلاً ونقلاً غلط ہے۔ حق تعالیٰ نے جن اُمور کے لیے خاص حدیں قائم کی ہیں، جن شرائط کو لازم کیا ہے، جو مقداریں قطعی طور پر مقرر کردی ہیں، حلال وحرام اور جائز وناجائز کے بارہ میں جو واضح فیصلے دیے ہیں، اُن میں ادنیٰ سے ادنیٰ تبدیلی کی گنجائش نہیں، اَحکامِ اِلٰہیہ کو بدل دینے کا حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا گیا، چہ جائیکہ کسی ادنیٰ اُمتی کی عقلِ نارسا کو یہ منصب تفویض کردیا جاتا۔ اِرشادِ خداوندی ہے:

"قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ، اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ"(۱)

''آپ فرمادیجیے! یہ میرے بس کی بات نہیں کہ میں اسے از خود بدل ڈالوں، میں تو صرف اس حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجا جاتا ہے، اگر میں اپنے رَبّ کی بے حکمی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔''

غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ شرائعِ اِلٰہیہ کے مقابلے میں مصلحت تراشی کا یہی مرض تھا جس نے اُمم سابقہ کو غارت اور پہلی شریعتوں کو مسخ کیا۔ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسبابِ تحریف پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''من جملہ اسبابِ تحریف کے ''استحسان'' ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص یہ دیکھ کر کہ شارع نے ہر حکمت کے مناسب وضع کا حکم دیا ہے، ہمارے ذکر کردہ بعض اسرارِ تشریع کو سامنے رکھے اور پھر اپنی خودتراشیدہ مصلحت کے مطابق لوگوں کے لیے اَحکام وضع کرنے لگے، جیسا کہ یہود نے جب یہ دیکھا کہ شارع نے خاص جرائم کے لیے خاص نوعیت کی جو سزائیں مقرر کی ہیں، اُن کا مقصد گناہوں سے باز رکھنا اور اِصلاح کرنا تھا اور اَب (ہمارے بدلے ہوئے حالات میں ان اَحکام پر یہ مصلحت

(۱) یونس:۱۵

مرتب نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس) رجم سے اختلاف اور جنگ وجدال برپا ہوتا ہے اور اس میں بجائے اِصلاح کے شدید فساد ہے تو اُنہوں نے رجم کے بجائے منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے کی سزا مناسب سمجھی۔

فبین النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ تحریف ونبذ لحکم اللّٰہ المنصوص فی التوراۃ بآرائھم۔"(۱)

ترجمہ:"چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ یہود کا یہ طرزِ عمل تحریف اور محض اپنی رائے سے توراۃ کے منصوص حکم خداوندی کو پس پشت ڈالنا تھا۔"

معاشی اور اِجتماعی حالات کی آڑ میں آج اگر زکوٰۃ کے نصاب اور مصارف میں "مناسب تبدیلیاں" کردی جائیں، کل روزے پر نظرِ عنایت ہونے لگے، اور پرسوں نماز پر غور کیا جانے لگے، تو سوچنا چاہیے کہ کیا چند دِن بعد ہماری شریعت کا حلیہ بھی اسی طرح نہیں بگڑ جائے گا جس طرح یہود ونصاریٰ کی بدعقلی نے اُن کی شریعتوں کو برباد کیا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ اَحکامِ منصوصہ میں تبدیلی کو حکمائے اُمت نے کبھی برداشت نہیں کیا۔ مکہ ومدینہ اور حجازِ مقدس کی جوزمینیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اِسلام کے زیرِ نگیں آچکی تھیں، ان کے بارہ میں امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فلا یزاد ولا ینقص، لانہ شیء قد جریٰ علیہ حکم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فلا یحل للامام ان یحولہ عنھا۔"(۲)

ترجمہ:"اُن میں کمی بیشی اور ردّوبدل نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ صادر ہوچکا ہے، اس لیے امام کے لیے یہ جائز نہیں کہ اسے بدل ڈالے۔"

ممکن ہے! یہاں یہ کہا جائے کہ "جب ہمیں کسی حکم شرعی کی مصلحت معلوم ہے، اگر کسی وقت وہ مصلحت اس پر مرتب نہ ہو تو اس حکم خداوندی کو ہٹا کر اس کے بجائے کیوں نہ ایسا حکم نافذ کردیا جائے جس پر وہ مصلحت مرتب ہوسکے!" یہی وہ شبہ ہے جسے بعض لوگ نصوصِ قطعیہ کی قطع وبرید کے جواز کے لیے بڑی آب وتاب سے پیش کیا کرتے ہیں۔ وہ ہر حکم شرعی کی اِدھر اُدھر سے کوئی نہ کوئی مصلحت ڈھونڈ لاتے ہیں اور پھر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ چونکہ خدا کا یہ حکم مصلحت کو پورا نہیں کرتا، اس لیے اس کا بدل ڈالنا ہی عین تقاضائے اِسلام ہے، لیکن یہ شبہ صریح مغالطہ پر مبنی ہے۔

(۱) حجۃ اللّٰہ البالغہ، ص: ۱۲۱، ج: ۱، الطبع منیریۃ

(۲) کتاب الخراج، ص: ۵۸

اِن مصلحت تراشوں سے دریافت کیا جائے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ جو مصلحت آپ نے تجویز کی ہے، وہ شارع کی نظر میں بھی کوئی وزن رکھتی ہے؟ عقل جب خواہشِ نفس سے ہم رشتہ ہوتی ہے تو بسا اوقات مفاسد کو مصالح کی شکل میں جنم دیتی ہے، اِس لیے ہوسکتا ہے کہ آپ کی تجویز کردہ مصلحت واقعہ کے اِعتبار سے مصلحت نہ ہو بلکہ مفسدہ ہو، پھر اِنسانی عقل کے لیے اَحکامِ شرعیہ کے تمام مصالح کا اِحاطہ کب ممکن ہے؟ اگر کسی حکمِ شرعی کی ایک آدھ مصلحت معلوم بھی ہوگئی تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس کے علاوہ حکمِ شرعی میں اور کوئی مصلحت نہیں؟

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ- جنھیں شریعت کے اَسرار وحِکَم کا اِمام تسلیم کیا گیا ہے- کتنی صفائی سے اِس میدان میں اِنسانی عقل کی درماندگی کا اِعتراف کرتے ہیں:

"ولا استوعب المذكور جميع ما هو مكنون فى صدورنا من اسرار الشريعة...... ولا استوعب ما جمع الله فى صدورنا جميع ما انزل على قلب النبي صلى الله عليه وسلم، و كيف يكون لمورد الوحي ومنزل القران نسبة مع رجل من امته؟ هيهات ذالك! ولا استوعب ما جمع الله فى صدره صلى الله عليه وسلم جميع ما عند الله تعالىٰ من الحكم والمصالح المرعية فى احكامه تعالىٰ، وقد اوضح عن ذالك الخضر عليه السلام حيث قال: "ما نقص علمي وعلمك الا كما نقص هذا العصفور من البحر." فمن هذا الوجه ينبغي ان يعرف فخامة امر المصالح المرعية فى الاحكام الشرعيه وانها لا منتهى لها، وان جميع ما يذكر فيها غير واف بواجب حقها ولا كاف بحقيقة شانها."(۱)

''وہ تمام اَسرارِ شریعت جو ہمارے سینہ میں محفوظ ہیں، اس کتاب (حجۃ اللہ) میں نہیں سما سکے...... پھر جو اَسرار ہمارے سینہ میں جمع ہیں، وہ ان تمام اَسرار کو محیط نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اَطہر پر نازل کیے گئے، جس ذاتِ قدسی صفات صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اور قرآن نازل ہوا، اُس کے ساتھ اُمت کے کسی معمولی فرد کو آخر کیا نسبت ہوسکتی ہے؟ قطعاً کوئی نسبت نہیں! پھر جو اَسرار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے جمع کیے تھے، وہ ان تمام اَسرارِ اِلٰہیہ پر حاوی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اَحکام میں ودیعت فرمائے ہیں، اس اَمر کو حضرت خضر علیہ السلام نے واضح کیا، چنانچہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا: ''میرے اور تیرے (اور اَوّلین وآخرین کے) علوم کی

(۱) حجة الله البالغة: ص: ۲۰۴، ج: ۲، الطبع منيرية

نسبت علمِ الٰہی کے مقابلے میں اتنی بھی نہیں، جو سمندر کے مقابلہ میں اس چڑیا کی چونچ میں اُٹھائے ہوئے قطرۂ آب کی ہے۔'' یہیں سے معلوم کرنا چاہیے کہ اَحکامِ شرعیہ میں جن مصالح کی رعایت رکھی گئی ہے، اُن کا معاملہ کس قدر عظیم الشان ہے اور یہ کہ ان مصالح کے لیے کوئی نہایت نہیں اور یہ کہ ان مصالح کے باب میں جو کچھ بھی بیان کیا جائے، اُس سے نہ تو اُن کا حق واجب اَدا ہوتا ہے، نہ اُن کی حقیقت تک رسائی ممکن ہے۔''

پوری اُمت کا مجموعی علم بھی انبیائے کرام علیہم السلام کے علم سے وہ نسبت نہیں رکھتا جو ذرّہ کو آفتاب سے ہوسکتی ہے۔ جب انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے بھی اَحکامِ شرعیہ کے اَسرار وحِکَم اور فوائد ومصالح کا اِحاطہ ممکن نہیں، تو کسی اُمتی کے لیے کب زیبا ہے کہ کسی حکمِ شرعی کی قطعی مصلحت کا دعویٰ کرے اور پھر اس کی بنیاد پر حق تعالیٰ کے حکم کو پس پشت ڈالنے کے لیے آمادہ ہوجائے؟

الغرض! حکمائے اُمت نے اس تصوّر کو کبھی جائز نہیں رکھا کہ شریعت کے منصوص اَحکام کے لیے اپنی طرف سے ایسی علت یا حکمت تراش لی جائے، جس سے اَحکامِ شرعیہ کا باطل ہونا لازم آئے۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''باب الفرق بين المصالح والشرائع'' میں اس اَمر کی تصریح فرمائی ہے کہ جن اُمور کے لیے شریعتِ مطہرہ نے مخصوص ہیئت، مخصوص وضع، مخصوص مقدار اور مخصوص شکل متعین فرمادی ہیں، اور جنہیں ''علم الشرائع والحدود والفرائض'' کہا جاتا ہے، ان میں یہ مخصوص وضع اور مقدار ہی مقصود بالذات ہے، حق تعالیٰ کی رضامندی وناراضی انہی مقادیر پر دائر ہے، وہاں مصالح کا اِعتبار نہیں بلکہ قابلِ اِعتبار تقدیراتِ شرعیہ ہیں۔ شرائع مصالح کے تابع نہیں، بلکہ خود مصالح ان مقادیرِ شرعیہ سے وابستہ ہیں۔ اگر ان تقدیراتِ شرعیہ کو ہٹادیا جائے تو تمام مصالح باطل ہوکر رہ جائیں گے، اس کے بعد شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقد اتفق من يعتد به من العلماء علىٰ ان القياس لا يجرى فى باب المقادير، وعلىٰ ان حقيقة القياس تعدية حكم الأصل الى الفرع لعلة مشتركة، لا جعل مظنة مصلحة علةً، او جعل شىء مناسب ركنًا او شرطاً، وعلىٰ انه لا يصلح القياس لوجود المصلحة، ولكن لوجود علة مضبوطةٍ ادير عليها الحكم. فلا يقاس مقيم به حرج على المسافر فى رخص الصلوٰة والصوم، فان دفع الحرج مصلحة الترخيص لا علة القصر والافطار، وانّما العلة هى السفر."(۱)

(۱) حجة الله البالغه، ص: ۱۳۰، ج: ۱، الطبع منيرية

ترجمہ: ''قابلِ شمار علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مقادیر کے باب میں قیاس نہیں چلتا، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قیاس کی حقیقت منصوص کے حکم کو غیر منصوص کی طرف متعدی کرنا ہے، کسی مظنہ مصلحت کو علت یا کسی مناسب چیز کو رُکن یا شرط قرار دے لینا قیاس نہیں (بلکہ تحریف ہے)، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ محض وجودِ مصلحت کی بنا پر قیاس صحیح نہیں بلکہ ایسی منضبط علت کے وجود پر قیاس ہوگا جس پر حکم کا مدار ہو۔ مثلاً ایک مقیم کو کتنا ہی حرج لاحق ہو، لیکن نماز اور روزے کی رُخصتوں میں اسے مسافر پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ دفعِ حرج رُخصت کی مصلحت ہے، مگر قصر و اِفطار کی علت نہیں، اس کی علت صرف سفر ہے۔''

خلاصہ یہ کہ باتفاقِ اُمت محض قیاس آرائی اور مصلحت تراشی کے ذریعہ شریعت کے منصوص اَحکام میں رَدّ و بدل جائز نہیں، نہ وہاں مصالح کے ترتب و عدمِ ترتب کا سوال ہے۔ شریعت نے سفر میں قصر و اِفطار کا حکم کیا ہے، اب مسافر کو کسی قسم کا حرج نہ لاحق ہو تب بھی یہ حکم باقی رہے گا اور مقیم کو ہزار حرج لاحق ہوں تب بھی اُسے دفعِ حرج کے لیے یہ رُخصت نہیں دی جاسکتی، البتہ اگر خود شارع کی جانب سے تصریح کردی جائے کہ فلاں حکم کی علتِ مقصودہ فلاں مصلحت ہے، اور یہ حکم محض اس مصلحت پر دائر ہے، بلاشبہ وہاں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ جب یہ مصلحت باقی نہیں رہی تو حکم کی مقصدیت فوت ہوگئی، اسی کا نام فقہائے اُصول کی اِصطلاح میں: ''ارتفاع الحکم بارتفاع العلۃ'' ہے، لیکن جہاں حکم کی مصلحت خود شارع کی جانب سے مصرّح نہیں بلکہ محض انسانی ذہن کی اِختراع ہے، وہاں یہ دعویٰ کرنا کہ چونکہ ہماری مخترع مصلحت نہیں پائی جاتی، اس لیے شارع کا حکم باطل ہوگیا، ایک طرح سے خود صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ ہے۔ اگر اِنسانی ذہن و فکر میں یہ اِستعداد ہوتی ہے کہ وہ خود ہی مصالح تجویز کرلیا کرے اور خود ہی اُن کے مناسب اَحکام وضع کرلیا کرے تو نزولِ شریعت اور بعثتِ انبیاء علیہم السلام کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ اِرشاد کس قدر حکیمانہ ہے!:

"نعلم انه لابد من تقدير النصاب فى الزكٰوة ونعلم ان مائتى درهم وخمسة اوساق قدر صالح للنصاب، لانه يحصل به غنًى معتد به، وهما امران مضبوطان مستعملان عند القوم، ولا نعلم ان الله تعالىٰ كتب علينا هذا النصاب وادار الرضاء والسخط عليه الا بنص الشرع. كيف؟ وَكم من سبب له لا سبيل الىٰ معرفته الا الخبر!"(۱)

(۱) حجۃ اللّٰہ البالغہ، ص: ۱۳۰، ج: ۱، الطبع منیریۃ

ترجمہ: ''ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ وجوبِ زکوٰۃ کے لیے تعیین نصاب کی ضرورت ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ دو سو درہم اور پانچ وسق نصاب کی مناسب مقدار ہے، کیونکہ اس سے معتد بہ غنا حاصل ہو جاتا ہے، اور یہ دونوں چیزیں سب کو معلوم اور عام و خاص کے یہاں مستعمل ہیں، لیکن یہ اَمر کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ نصاب مقرر فرمایا ہے اور اپنی رضامندی و ناراضی کا مدار اِسی پر رکھا ہے، شارع کی تصریح کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا تھا، اور یہ معلوم بھی کیونکر ہو سکتا ہے؟ جب کہ بہت سے اسبابِ حُکم ایسے ہیں جن کا علم اِطلاعِ خداوندی کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا!''

جب عقلِ اِنسانی بذاتِ خود اَسبابِ اَحکام کو دریافت نہیں کر سکتی ہے، نہ اَحکامِ صحیحہ کو تجویز کر سکتی ہے، نہ اَحکامِ اِلٰہیہ کے اِسرار و علل اور حِکم و مصالح کا اِحاطہ کر سکتی ہے، بلکہ ان تمام اُمور میں قدم قدم پر نورِ وحی اور نصِ شرعی کی محتاج ہے، حتیٰ کہ معتزلہ جن کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ عقل کو حاکم مانتے ہیں، اُن کے نزدیک بھی عقل وضعِ اَحکام میں مستبعد نہیں تو اس صورت میں شریعت کے منصوص اور قطعی اَحکام کو عقلی یا وہمی مصالح کی قربان گاہ پر ذبح کرنے کی جراَت کرنا عقل اور شریعت؛ دونوں سے بے اِنصافی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ نصِ شرعی کے حکم کو موقوف کر دینا ''نسخ'' ہے اور یہ صرف شارع کا وظیفہ ہے؟! اُمت کے کسی فرد کو نہ نسخِ شریعت کی اِجازت ہے، نہ تحریفِ مِلت کی۔

اس اُصولی بحث کے بعد اَب مولانا نعمانی مدفیضہٗ کے سوال پر چند معروضات پیش کی جاتی ہیں:

ظاہر ہے کہ مولانا محترم کا سوال حضرت شاہ صاحبؒ کی بیان کردہ مصلحت سے ناشی ہے، لیکن مولانا کو ''مصلحت'' اور ''علت'' کے درمیان اِلتباس ہوا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ قصر و اِفطار کی علت سفر ہے، اور دفعِ حرج اس کی مصلحت ہے۔ ٹھیک اِسی طرح وجوبِ زکوٰۃ کی علت نصاب نامی ہے، اور اس کی مصلحت حصولِ غنا ہے۔ حکم اپنے وجود و عدم میں مصلحت پر نہیں، بلکہ علت پر دائر ہوتا ہے۔ چنانچہ مسافر کو واقعتاً حرج نہ بھی لاحق ہو، تب بھی اُس کے لیے قصر و اِفطار کی رُخصت حاصل ہے۔ اور مقیم کو کتنا ہی حرج لاحق ہو، لیکن اُس کی وجہ سے قصر و اِفطار کی رُخصت اسے حاصل نہ ہوگی۔ پس جس طرح شریعت نے دفعِ حرج کو سفرِ شرعی کے ساتھ منضبط کر دیا ہے، اِسی طرح حصولِ غنا کو بھی ملکیتِ نصاب کے ساتھ متعین کر دیا۔ اس لیے زکوٰۃ کے وجوب و عدمِ وجوب میں قابلِ اِعتبار براہِ راست حصولِ غنا نہیں، بلکہ نصابِ شرعی ہے۔

پھر اس پر بھی غور کیا جائے کہ پانچ وَسق (۳۰ من) کھجوروں، پانچ راس اُونٹوں اور بیس مثقال سونے سے آج بھی مختصر گھرانے کا خرچ اسی طرح چل سکتا ہے، جس طرح کہ بقدرِ کفاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ میں چل سکتا تھا۔ پس زیادہ سے زیادہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے نصاب کا مسئلہ مولانا کے سوال کا محل بن سکتا ہے۔ اِس لیے اَوّل تو مطلق نصاب کو محلِ بحث لانا غیر معقول ہوا۔ پھر زکوٰۃ صرف صاحبِ نصاب پر واجب نہیں ہوتی، بلکہ سال بھر کے اخراجات اور حوائج اَصلیہ کے بعد جس شخص کے پاس بقدرِ نصاب مال بچ رہتا ہے، اُس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اَب ایک شخص تو سال بھر سے نانِ جویں کا محتاج ہے اور دُوسرا شخص ایسا ہے کہ سال بھر کے خرچ کے بعد بھی ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت اس کے پاس باقی بچ رہتی ہے تو کیا اِسلامی عدل و اِنصاف کا تقاضا یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اُسے یہ حکم دیا جائے کہ اس فاضل مال کا چالیسواں حصہ وہ فقراء و مساکین پر خرچ کر ڈالے؟

مولانا موصوف نے روپے کی قیمت میں کمی واقع ہو جانے کو جو تبدیلیٔ نصاب کے سوال کی بنیاد بنایا ہے، یہ بھی محلِ نظر ہے۔ اِس لیے کہ زکوٰۃ سونے چاندی اور غلہ وغیرہ کی متعین مقداروں پر واجب ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ روپے کی قیمت میں کمی واقع ہو جانے سے بیس مثقال سونے اور ساڑھے باون تولے چاندی کی مقدار کم نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں یہ بھی دیکھیے کہ کیا دورِ نبوی سے حضرت شاہ صاحب کے دور تک ان چیزوں کی قیمت یکساں رہی تھی؟ اگر روپے کی قیمت میں کمی بیشی تبدیلیٔ نصاب میں مؤثر ہوتی تو اَوّل تو خلافت راشدہ ہی کے دور میں اس پر غور کر لیا گیا ہوتا، ورنہ کم از کم شاہ صاحبؒ کے دور تک تو اس کا فیصلہ ہو ہی جانا چاہیے تھا۔ جب روپے پیسے اور سونے چاندی کی قیمتوں میں کمی بیشی کے باوجود چودہ سو سال تک کسی کے ذہن میں تبدیلیٔ مقدارِ نصاب کا خطرہ تک نہیں گزرا تو کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ مولانا موصوف کے سوال کی یہ بنیاد صحیح ہے؟

اور سچ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اہلِ اِیمان کے متعلق: ''یخرجھم من الظلمات الی النور''[1] اللہ تعالیٰ ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے، کی جو خبر دی ہے، مولانا اگر گہرائی میں اُتر کر دیکھتے تو عنایتِ خداوندی کا یہ کرشمہ اُنہیں تعیینِ نصاب میں بھی نظر آتا۔ تفصیل کی تو گنجائش نہیں، اور مختصر یہ کہ اگر شارع کی طرف سے زکوٰۃ کے لیے مال داری کا ایک خاص پیمانہ یا نصاب مقرر نہ کر دیا جاتا اور حکم صرف اِتنا ہوتا کہ مال داروں پر زکوٰۃ فرض ہے تو ''مال دار'' کے مفہوم میں ابہام کی جو تاریکی پائی جاتی ہے، کیا اس سے نکلنا کسی کے لیے ممکن ہوتا؟ ''مال دار'' کسے کہتے ہیں؟ خوش حالی کا معیار کیا ہے؟ تموّل کا اطلاق کتنی مالیت پر کیا جا سکتا ہے؟ شارعِ حکیم کی اِطلاع اگر نہ ہوتی تو سوچنا چاہیے کہ ان پیچیدہ سوالات کا شافی جواب اِیمان و یقین کی پوری روشنی میں کیا اسی طرح دیا جا سکتا تھا، جس طرح آج ہم دے سکتے ہیں اور دے رہے ہیں؟

(۱) البقرۃ: ۲۵۷

''مال دار'' کا لفظ جتنا آسان ہے، اس کے مصداق کی تعیین اور قطعی تعیین بھی کیا اتنی ہی آسان ہے؟ ہم بہت دُور کی کوڑی لاتے تو بس اِتنا کہہ دیتے کہ: ''جس کی سالانہ آمدنی اس کے سالانہ اِخراجات کے لیے کفایت کر سکے، اسے ادنیٰ درجہ کا مال دار سمجھنا چاہیے۔'' لیکن دُنیا میں ''ھل من مزید'' یا ''جوع البقر'' کا جو نقشہ ہمارے سامنے ہے، یعنی آمدنی سیکڑوں سے لاکھوں اور لاکھوں سے کروڑوں تک جا پہنچے، لیکن اِخراجاتی دوزخ کی شکم پُری کے لیے سمجھا جاتا ہے کہ وہ بھی ناکافی ہے۔ جتنا آتا ہے، کھپتا چلا جاتا ہے۔ اِس صورت میں کتنوں کو ہمت ہوتی کہ اپنے کو ''مال دار'' سمجھ کر زکوٰۃ ادا کرنے پر آپ سے آپ آمادہ ہو جایا کرتے؟ شریعت نے اِنسانوں کی اِسی کمزوری پر رحم فرماتے ہوئے ''تموّل'' کا معیار نصاب کی مقدار کو قرار دیا اور یوں ابہام کی تاریکیوں سے تعیین کی روشنی کی طرف ان کو کھینچا۔

دوسروں کی مجھے خبر نہیں، لیکن میں تو ''حجة الله البالغة'' کے بار بار کے مطالعہ سے یہی سمجھا ہوں کہ تعیینِ نصاب کے ذریعہ جو رحمت حق تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرمائی ہے، شاہ صاحبؒ اسی کو لوگوں کے ذہنوں میں اُتارنا چاہتے ہیں۔ اب شرعی نصاب کو بدلنے کی ''عقل مندی'' اگر کی جائے تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ اِنسانوں کو ایک دفعہ پھر انہی تاریکیوں کی طرف دھکیل دیا جائے، جن سے ہاتھ پکڑ کر شریعت نے انہیں نکالا تھا...!

بہر حال! جہاں تک ہم نے غور کیا، مولانا موصوف کا یہ نوٹ نہ صرف یہ کہ کسی صحیح بنیاد پر مبنی نہیں ہے، بلکہ اندیشہ ہے کہ یہ نوٹ بعض کج فہموں کی فتنہ سامانی کا باعث نہ بن جائے!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۸۸ھ)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی وضاحت

''معارف الحدیث'' (جلد چہارم) میں زکوٰۃ کے بیان میں نصابِ زکوٰۃ سے متعلق صحیحین کی مشہور حدیث درج کی گئی ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ ''دوسو درہم سے کم چاندی میں اور ۵ وَسق (قریباً ۳۰ من) سے کم کھجوروں میں اور اسی طرح ۵ راس سے کم اُونٹوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

پھر اس حدیث کی تشریح کے ضمن میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ ۵ وَسق کھجور، دوسو درہم بھر چاندی اور ۵ راس اُونٹوں کی مالیت اتنی ہوتی تھی کہ ایک مختصر گھرانے کا سال بھر کا خرچ اس سے چل سکتا تھا، اس لیے ایسے شخص کو جس کے پاس سال پورا کرنے کے بعد اتنا محفوظ ہو، خوش حال اور صاحبِ مال قرار دے کر وجوبِ زکوٰۃ کا حکم کیا گیا۔

پھر اس پر ایک مختصر حاشیہ لکھا گیا تھا جس میں فی زمانہ روپیہ کی قیمت اور مالیت میں بہت زیادہ کی

ہوجانے کی بناپر زکوٰۃ کے کم سے کم نصاب پر غور کرنے کے لیے حضرات علمائے کرام سے عرض کیا گیا تھا۔
بعض حضرات نے اس حاشیہ سے میرا مطلب یہ سمجھا کہ اس زمانہ میں معاشی حالات میں جو تبدیلیاں ہوگئی ہیں، ان کی وجہ سے نصاب زکوٰۃ کی منصوص مقادیر پر اَز سرِنو غور کرنے کی میں علمائے کرام کو دعوت دے رہا ہوں اور ان میں کسی ترمیم وتبدیلی کی گنجائش سمجھتا ہوں۔
یہ بات کبھی میرے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کی ہوئی اس طرح کی حدود ومقادیر میں تبدیلی وترمیم کا حق اُمت کے کسی ادارہ یا طبقہ کو ہرگز نہیں دیا جاسکتا۔
دراصل میں نے اس حاشیہ کے ذریعہ حضرات علمائے کرام کو اس صورتِ حال پر غور کرنے کی دعوت دینا چاہا تھا کہ ہمارے اس زمانہ میں لوگوں کے پاس دولت یا تو نوٹوں کی شکل میں ہوتی ہے یا ''بضائع'' اور تجارتی اموال کی شکل میں اور اب چاندی، سونے اور سوائم (اُونٹوں وغیرہ) کے منصوص نصابوں کی مالیت میں وہ یکسانی باقی نہیں رہی ہے، جس کا ذکر حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے کیا ہے، بلکہ بہت بڑا فرق ہوگیا ہے، تو اس صورت میں یہ مسئلہ علمائے کرام کے غور وفکر کا مستحق ہے کہ کس نصاب کی مالیت کو معیارِ زکوٰۃ قرار دے کر زکوٰۃ کے وجوب یا عدمِ وجوب کا فیصلہ کیا جائے۔
ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ منصوص دائرہ سے باہر کی چیز ہے۔ بہرحال! میرا مقصد اس صورتِ حال کی طرف توجہ دلا کر غور وفکر کی دعوت دینا تھا۔ میں یہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے مسائل میں انفرادی فتوؤں کے بجائے حتی الامکان اجتماعی اور شورائی فیصلے ہونے چاہییں۔
میں نے اب غور سے دیکھا تو مجھے اعتراف ہے کہ میرے حاشیہ کے الفاظ میرا یہ مقصد ادا کرنے کے لیے ناکافی ہیں اور اگر کسی کو غلط فہمی ہوئی تو اس کی ذمے داری میری تعبیر کے قصور اور ابہام پر بھی ہے۔
واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!

(مولانا) محمد منظور نعمانی (مدفیضہٗ)
مدیر ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ''

راقم الحروف کا وضاحتی نوٹ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدفیضہم کا شمار اس دور کے ان خواص اکابر میں ہے، جن کے علم وعمل، اِخلاص ودیانت اور فہم وبصیرت پر اعتماد کیا جاتا ہے، ''معارف الحدیث جلد چہارم'' کے مذکورہ بالا نوٹ کو یہاں کے بعض حلقوں نے ''تحریف فی الدین'' کے جواز کے لیے زینہ بنالینے کی کوشش کی تھی، اس لیے ''بینات'' میں اس پر تنقید کی گئی۔ حق تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر دیں کہ اُنہوں نے بروقت وضاحت فرما کر

ایک بڑے فتنے کا سد باب کر دیا۔ حضرت مولانا کے نئے سوال پر اکابر اہلِ فتویٰ غور کر سکتے ہیں۔ ہمارے خیال میں ''بضائع'' کی زکوٰۃ کے لیے احد النقدین کا معیار ہونا راجح ہے۔ واللہ اعلم!

ہمارے یہاں اکابر اہلِ حق کی یہ روایت قدیم ہے کہ ان سے کسی تعبیر میں اگر تسامح ہو جاتا ہے، یا کوئی تحقیق کسی اُلجھن کا باعث ہوتی ہے تو تنبہ کے بعد فوراً اس سے براءت کا اظہار کر دیتے ہیں۔ (حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں تو باقاعدہ ''ترجیح الراجح'' کا سلسلہ قائم تھا اور چند معتمد اہلِ علم کو اس پر مامور کیا گیا تھا کہ اگر آپ کی تالیفات میں کہیں تسامح نظر آئے تو اس کی نشان دہی کریں۔) اس کے برعکس اہلِ زیغ کا طرزِ عمل یہ رہا ہے کہ کسی غلطی پر متنبہ کیے جانے کے بعد بھی انہیں اپنے موقف سے رُجوع کی ہمت نہیں ہوتی، پہلے تاویلات کا سہارا لیا جاتا ہے اور اگر اس سے کام نہ چلے تو آئندہ ایڈیشن میں چپکے سے عبارت بدل دی جاتی ہے، (نظریہ جوں کا توں رہتا ہے)۔ حضرت مولانا دامت فیوضہم نے اس وضاحت سے اکابر اہلِ حق کی رسمِ کہنہ کو پھر سے زندہ کر دیا اور بعد والوں کے لیے ایک اچھی روایت قائم کر دی۔ فضاعف اللہ اجرہ وادام فیوضہ واحسن جزاءہ!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ)

معارف الحدیث (جلد پنجم)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی۔ صفحات: ۴۱۶۔ کاغذ وطباعت اعلیٰ۔ قیمت (مجلد): ۱۲/۷۵ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی، ساہیوال۔

مولانا محمد منظور نعمانی مدفیضہٗ اُن خوش بخت حضرات میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیغامِ نبوت کو جدید تقاضوں کے مطابق سمجھانے اور اُمت تک پہنچانے کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ موصوف نے اپنے مخصوص اصلاحی ودعوتی انداز میں حدیثِ نبوی (علیٰ صاحبہ الف الف صلوٰۃ وسلام) کے ترجمہ وتشریح کا جو سلسلہ چند سال پہلے ''معارف الحدیث'' کے عنوان سے شروع فرمایا تھا، زیرِ نظر کتاب اس کا ''نقشِ پنجم'' ہے جو ''ذکر ودُعا'' سے متعلق ۳۲۲ اَحادیث کا اِنتخاب ہے۔ جن عنوانات پر اَحادیث کو مرتب کیا گیا ہے، اُن میں سے چند جلی عنوان یہ ہیں:

ذکر اللہ کی عظمت اور اس کی برکات، خاص خاص کلماتِ ذکر اور اُن کی فضیلت و برکت، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور اُن کی فضیلت، قرآن مجید کی تلاوت، خاص خاص سورتوں اور آیتوں کی برکات، دُعا اور اُس

کی برکات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں، مختلف اوقات و احوال کی دُعائیں، جامع اور ہمہ گیر دُعائیں، دعوات اِستعاذہ، اِستغفار اور توبہ، صلوٰۃ وسلام، دُرودشریف کے خاص کلمات۔

مولانا موصوف کو آسان الفاظ میں بات سمجھانے کا خاص ملکہ اور حکمت و دانائی کے ساتھ دعوت و موعظت کا خاص ذوق ہے۔ اِس لیے پوری کتاب میں حکیمانہ دعوت کا رنگ نمایاں ہے۔ مزید برآں ترجمہ کی سلاست ومتانت، تشریحات کی عالمانہ ثقاہت وتوازن، تحریر کی بے ساختگی و برجستگی اور اُسلوبِ بیان کی دِل کشی وعمدگی نے کتاب کی اِفادیت کو چار چاند لگادیے ہیں۔ شروع میں مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کا قیمتی مقدمہ اپنی جگہ سینکڑوں صفحات پر بھاری ہے۔

یہ کتاب مکتبہ ''الفرقان'' لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی اور پاکستان میں اس کا حصول دُشوار تھا، ناشرین جزائے خیر کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے مصنفِ محترم سے اِجازت لے کر اسے شائع کرایا۔ کتاب کی فوٹو آفسٹ طباعت، اعلیٰ کاغذ اور بہترین جلد بندی ناشرین کی خوش ذوقی اور حدیثِ نبوی سے عقیدت کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۲ھ)

دُروس الحدیث (جلد۱)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی زید مجدہم۔ مرتبہ: الحاج لعل دِین ایم اے علومِ اِسلامیہ۔ صفحات: ۳۳۲۔ قیمت: ۷۵روپے۔ پتا: مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب مدظلہٗ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی تصانیف مثلاً ''معالم العرفان فی دُروس القرآن'' وغیرہ پر ''بینات'' کے صفحات پر مفصل تبصرہ آچکا ہے، یہ حضرت موصوف کی کرامت ہے کہ مدرسہ کے اہتمام، تدریس اور خطابتِ جمعہ کی مصروفیات کے باوجود ۱۹۵۲ء سے لے کر اب تک پانچ مرتبہ درسِ قرآنِ کریم مکمل ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ صغانی کی مشارق الانوار، بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداوٗد شریف، ابنِ ماجہ شریف، نسائی شریف، الترغیب والترہیب، منذری، موطا امام مالک اور مسند احمد کی جلد اوّل کا درس مکمل ہو چکا ہے، اور اب حضرت کے متعلقین ومتوسلین آپ کے درسِ قرآن کی طرح درسِ حدیث کو بھی کیسٹ میں محفوظ کر کے اس کی اشاعت کا اہم کام بھی شروع کر چکے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اس سلسلہ کی کڑی ہے جو مسندِ احمد کے دُروس پر مشتمل ہے، مگر یہ دُروس مسندِ احمد کی احادیث کی ترتیب سے نہیں ہیں، بلکہ منتخب احادیث سے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں درس دی گئی ہر حدیث کے ساتھ جلد اور صفحہ نمبر کا حوالہ دیا گیا ہے۔

دُروسِ حدیث بھی حضرت مصنف کی کتاب دُروس القرآن کی طرح سہل، آسان اور دِل نشین انداز سے لکھی گئی کتاب ہے، جو عوام وخواص سب کے لیے بے حد مفید ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ)

دُروس الحدیث (جلد۲)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی زیدمجدہم۔ مرتبہ: الحاج لعل دِین، (ایم اے علومِ اسلامیہ)۔صفحات: ۴۰۵۔ قیمت: ۹۰ روپے۔ پتا: مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج گوجرانوالہ۔

اِس سلسلہ کی پہلی جلد پر ''بینات'' ذوالقعدہ ۱۴۱۴ء میں راقم الحروف نے تبصرہ لکھا تھا۔ اِس دُوسری جلد میں بھی مسندِ اَحمد کی دوسو اَٹھتر (۲۷۸) اَحادیث کی تشریح کو نہایت ہی دِل نشین اور سہل انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

جناب مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب پیش لفظ میں اِس جلد کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دُوسری جلد میں بھی مسندِ احمد کی دوصد اَٹھتر اَحادیث کی تشریح اسی انداز میں بیان کی گئی ہے، جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی چوراسی روایات، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اناسی روایات اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک سو پندرہ (۱۱۵) روایات ہیں، جن کو بالکل رواں دواں، آسان اور عام فہم زبان میں واضح کیا گیا ہے۔ دقیق وعمیق علمی اَبحاث نہیں کی گئیں۔ لفظی معنی کو بھی زیادہ دخیل نہیں کیا گیا، بلکہ عوام الناس کے اذہان کے مطابق احادیث کی وضاحت اور مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ رُواۃ پر بحث سے گریز کے ساتھ زیادہ اختلافی مسائل سے بھی تعرض نہیں کیا گیا، کیونکہ یہ باتیں طلبہ کرام اور علمائے عظام کے لیے مفید ہو سکتی ہیں، عوام الناس اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے، بلکہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ عربی عبارات پر اِعراب اور ہر ہر حدیث کے ساتھ مسندِ اَحمد طبعِ بیروت کا بقید صفحہ حوالہ بھی درج کر دیا گیا ہے، تاکہ اصل ماخذ سے حدیث تلاش کرنے میں کسی قسم کی دِقت پیش نہ آئے۔ اس جلد میں صرف تین صحابہؓ۔ جنہیں ''عبادلہ ثلاثہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت

عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی احادیث جمع کی گئی ہیں۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۱۵ھ)

دُروس الحدیث (جلد۳)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی زیدمجدہٗ۔ مرتب: الحاج لعل دِین صاحب (ایم اے علومِ اِسلامیہ)۔ صفحات: ۳۹۲۔ قیمت: ۹۰ روپے۔ پتا: مکتبہ دُروس القرآن، فاروق گنج، گوجرانوالہ، پاکستان۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی زیدمجدہم کی علمی شخصیت اور ان کی تحقیقی تصنیفات کا تعارف بارہا ان صفحات میں آچکا ہے۔

زیرِ نظر تصنیف بھی آپ کے ان گراں قدر اِفادات میں سے ہے جن کو جناب الحاج لعل دِین صاحب نے ٹیپ کی مدد سے کاغذ پر منتقل کردیا ہے، یہ کتاب آپ کے دُروسِ حدیث کی تیسری جلد ہے، اس سے قبل جلد اوّل اور دوم پر ''بینات'' میں مفصل تعارف وتبصرہ آچکا ہے۔

زیرِ نظر جلد سوم میں بھی امام احمد بن حنبلؒ کی مسندِ احمد کی منتخب احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو دو صد ستر (۲۷۰) روایات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب بھی سابقہ جلدوں کی طرح نہایت آسان، سلیس اور شستہ انداز کی حامل ہے، جس سے اِن شاء اللہ! ہر آدمی خواہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو یا متوسط پڑھا لکھا یا معمولی اُردو خواں، برابر مستفید ہوسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے اِستدعا ہے کہ اس سلسلہ کو جلد از جلد مکمل کرادیں، تاکہ اُمت اس سے بیش از بیش مستفید ہوسکے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۶ھ)

درسِ حدیث

اِدارہ اِصلاح وتبلیغ لاہور۔ صفحات: ۵۱۰۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: مسلم اکادمی ۲۹/۱۸ محمد نگر، علامہ اقبال روڈ، لاہور۔

''اِدارہ اِصلاح وتبلیغ'' کی جانب سے مئی ۱۹۵۵ء سے اکتوبر ۱۹۶۵ء تک پندرہ روزہ ''درسِ قرآن'' شائع ہوتا رہا، جس کے آخری دو صفحے ''درسِ حدیث'' کے ہوتے تھے، اس مدت میں جہاں پورے قرآنِ کریم کے دُروس کی تکمیل ہوئی، وہاں پانچ سو احادیث کی تشریح بھی آگئی۔ زیرِ نظر مجموعہ میں یہی ''درسِ حدیث'' نظرِ ثانی کے بعد نئی ترتیب کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ ترجمہ وتشریح کو زیادہ سے زیادہ عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور احادیث کے اِنتخاب میں اُمت کی اَخلاقی ومعاشرتی اِصلاح کو خاص طور سے ملحوظ رکھا گیا ہے، مکرر اَحادیث شاذ و نادر لائی گئی ہیں اور اِس اَمر کا خوب اِلتزام کیا گیا ہے کہ ایک حدیث (یا اس کے مستقل فقرے) کا ترجمہ وتشریح ایک صفحہ سے زائد نہ ہونے پائے، اِس لیے پانچ سو اَحادیث ٹھیک پانچ سو صفحات میں سمودی گئی ہیں۔ ترجمہ وتشریح میں کہیں کہیں تسامح بھی نظر آیا، مثلاً صفحہ: ۱۸۸ پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ''فی عهد قریش'' کا ترجمہ یوں کیا گیا: ''اور صلح حدیبیہ کے زمانہ میں قریش کے مشرکوں کے گروہ میں شامل تھی۔'' اور آگے تشریح بھی اسی ترجمہ کے مطابق ہے، حالانکہ لفظ ''فِیْ'' قَدِمَتْ سے متعلق ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ ''میری ماں صلح حدیبیہ کے زمانہ میں میرے پاس آئی۔'' اِسی طرح صفحہ: ۳۰۰ پر ''واما العین فمقرة'' میں مقرة کو مقررة سمجھ کر ترجمہ کیا گیا ہے۔ بہرحال! اس نوعیت کی معمولی فروگزاشتوں سے قطع نظر یہ مجموعہ ماشاء اللہ! بہت ہی بابرکت، مفید اور لائقِ عمل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ)

الاربعین فی الاحکام الضروریة للدین

جناب سعید بن ادریس، نمک میانی، ضلع سرگودھا۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۶۲ پیسے۔

زیرِ نظر چہل حدیث میں دِین کے مختلف شعبوں سے متعلقہ احادیث مع ترجمہ وتشریح جمع کی گئی ہیں۔ آغاز ''انما الاعمال بالنیات'' اور اِختتام ''انما الاعمال بالخواتیم'' پر ہوا ہے۔ ترجمہ وتشریح میں دعوت وتبلیغ کا رنگ ہے۔ یہ چہل حدیث مصنف کے پتے سے مل سکتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۲ھ)

زاد الطالبین

مولانا محمد عاشق اِلٰہی بلند شہری۔ صفحات: ۱۱۱۔ ٹائٹل عمدہ و دیدہ زیب۔ ناشر: المکتبۃ الغفوریہ العاصمیہ، جمشید روڈ کراچی۔

''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے نصاب درسِ نظامی کے مرحلہ عالیہ میں ''مشکوۃ المصابیح'' پڑھائی جاتی ہے، وہاں تک پہنچنے میں طالب علم کو ایک عرصہ لگتا ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عنایت فرمائیں جناب مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مدظلہ کو کہ مبتدئین کے لیے موصوف نے ایک کتاب جو ''مشکوۃ المصابیح'' یعنی صحاح ستہ کی احادیث کا انتخاب فرما کر تصنیف کی ہے جو حجم میں تو مختصر ہے لیکن نفع میں بہت بڑھ کر ہے اور اس کا نام ''زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین'' رکھا۔ کتاب جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، ابتدائی درجہ عربی کے لیے ''وفاق'' کے نصاب میں داخل ہے اور تقریباً تیس سال سے ''وفاق'' کے تحت تمام مدارس میں پڑھائی جارہی ہے، کتاب اپنے طرزِ تحریر میں بے مثال ہے، اس سے قبل اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی۔

اس کتاب کی چند خصوصیات یہ ہیں کہ مصنف نے کتاب کو دو بابوں پر تقسیم کیا ہے: پہلے باب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ''جوامع الکلم'' لائے ہیں جو نحوی ترکیب کے عنوانات کے تحت ہیں، مثلاً جملہ اسمیہ وفعلیہ، مثبت ومنفیہ اور بہت سی احادیث امر ونہی کے صیغوں سے لائے ہیں، اسی طرح شرط وجزا اور کچھ احادیث افعالِ ناقصہ میں سے ''لیس'' سے شروع کی ہیں اور اس مجموعی ترتیب سے مقصود یہ ہے کہ طلبہ عربی جملے بنانے اور نحوی ترکیب پر قادر ہو جائیں اور ساتھ ہی ساتھ احادیث مبارکہ بھی یاد کرلیں۔

پھر دُوسرے باب میں چالیس قصے جمع کیے ہیں جو اکثر وبیشتر حضور علیہ السلام کے قصے ہیں، آپ کے اقوال اور مواعظ پر مشتمل ہیں اور جن میں بلند اخلاق، تزکیہ نفوس اور اصلاحِ معاشرت اور آخرت کی تیاری کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے۔ گویا اس کتاب میں الفاظ ومعانی دونوں اعتبار سے ادب ہی ادب ہے جو طالب علم کو کتے، بلی، شیر وغیرہ جانوروں کے قصوں سے مستغنی کرنی والی ہے۔

کتاب کے نیچے حواشی لائے ہیں جن میں احادیث کی مختصر تشریح وتخریج ہے، جو طلبہ کے لیے بے حد مفید ہے۔ اس سے قبل کتاب مختلف مطبعوں سے چھپتی رہی ہے، موجودہ نسخہ عمدہ ٹائپ آفسٹ پر ہے۔

ٹائٹل نہایت دیدہ زیب اور طباعت عمدہ ہے۔ ہر خاص وعام طالب علم کی علمی ودینی ضرورت ہے۔ مکتبہ غفوریہ عاصمیہ کے مالک جناب مولانا محمد عاصم ذکی صاحب نے اسے شائع کیا ہے، شائقین خرید کر مستفید ہوں، اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۸ھ)

اِبنِ ماجہ اور علمِ حدیث

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی۔ صفحات: ۳۶۰۔ قیمت (مجلد): ۱۴ روپے۔ پتا: نور محمد کارخانۂ تجارت، آرام باغ، کراچی۔

زیرِ نظر کتاب اُن اعلیٰ معیاری کتابوں میں سے ایک ہے جو حدیث اور محدثین کے سلسلہ میں نہایت محققانہ انداز میں لکھی گئی ہیں، فاضل مصنف نے کتاب کے خاتمہ پر بالکل صحیح لکھا ہے:

'' کہنے کو یہ اِمام ابن ماجہؒ کی سوانح عمری ہے، لیکن درحقیقت یہ تدوینِ حدیث کی تفصیلی تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لیے اُٹھائی ہیں، تاکہ اَمانتِ وحی کی ذمہ داری میں- جو اِس اُمت کے سپرد کی گئی تھی- کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اللہ کی حجت تمام اہلِ مِلل واَدیان پر تمام ہوجائے۔''

تدوینِ حدیث کے ہر دور کی تفصیلی تاریخ، عالمِ اِسلام کے ایک ایک شہر اور ایک ایک قریہ کے محدثین کی جستجو اور اُن کے کارناموں کا تذکرہ، حافظ ابنِ حجرؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جیسے اکابر کے مسامحات سے اَدب کے لہجہ میں اِختلاف، حدیث کی کتبِ مشہورہ پر تبصرہ اور ائمۂ اَحنافؒ کی حدیثی خدمات کو نمایاں کرنا اِس کتاب کی خصوصیات ہیں۔ اِس کتاب کے لیے یہی شرف و اِبتہاج کیا کم ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی کے مقدمہ لامع الدراری میں اس کا بھی حوالہ دیا گیا ہے.... اہلِ علم اور حدیث کے منتہی طالب علموں کے مطالعہ کی چیز ہے۔ واللّٰہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۹۲ھ)

انہاء السکن مقدمة ''اعلاء السنن'' (عربی)

حضرت العلامہ مولانا ظفر احمد عثمانی مدفیضہ۔ صفحات: ۱۲۲۔ سائز: $\frac{۱۸ \times ۲۳}{۴}$۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: علی مطہر نقوی، مکتبۃ الحجاز، ۳/۹۵ مارٹن کوارٹرز، کراچی نمبر ۵۔

زیرِ نظر کتاب اُصولِ حدیث پر فاضلانہ تالیف ہے، جو ایک مقدمہ اور دس فصلوں پر منقسم ہے۔ مقدمہ میں علمِ اُصولِ حدیث کی وہ تمام اِصطلاحات جمع کردی گئی ہیں جن کی ضرورت حدیث اور اُصولِ حدیث کے طالب علم کو ہمہ وقت پیش آتی ہے، اور دس فصلوں میں فن کے اَحکام و مسائل ہیں، ہر مسئلہ میں فقہائے محدثین کے ساتھ اَحناف کا نقطۂ نظر پیش کرنے کا اِلتزام کیا گیا ہے۔ حدیث، اُصولِ حدیث، اسماء الرجال اور جرح و

تعدیل کی ضخیم کتابوں سے اہم اقتباسات اور اُن سے اخذ کردہ مفید نتائج جو اس کتاب میں جمع کر دیے گئے ہیں، ان سے مؤلفِ محترم کی محنت، فنی مہارت، وسعتِ مطالعہ، قوتِ اِستحضار اور دقیقہ رسی کا اندازہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔

یہ کتاب جو مؤلفِ محترم کی ضخیم تالیف ''اعلاء السنن'' کے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے، مدت ہوئی خانقاہِ اِمدادیہ تھانہ بھون کے زیرِ اہتمام چھپی تھی اور عرصہ سے کمیاب تھی، مقامِ شکر ہے کہ اب اس کا دُوسرا ایڈیشن بڑی آب وتاب سے نکلا ہے، خوب صورت اور جلی ٹائپ، بہترین کاغذ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۳۸۸ھ)

اعلاء السنن (عربی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر اَحمد عثمانی تھانوی قدس سرہٗ۔ پتا: اِدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۴۳۷-ڈی، گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک، کراچی، پاکستان۔

''اِدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' کے مؤسس وبانی اور مالک ومدیر جناب مولانا نور اَحمد صاحب زِید مجدہم مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء-۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) کے نسبتی فرزند (داماد) ہیں۔ موصوف بلا کے ذہین وطباع، ذکی ومدبر اور فعال کارکن ہیں، قدرت نے اُنہیں معاملہ فہمی اور حسنِ اِنتظام کا خاص سلیقہ بخشا ہے۔ ایک عرصہ تک جامعہ دارالعلوم (کورنگی) کراچی کے ناظم رہے اور دارالعلوم کو چار چاند لگائے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے اُنہوں نے ''اِدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' قائم کیا، جس کا مقصد قرآنِ کریم اور علومِ اسلامیہ کی نشر واِشاعت تھا، اس وقت خیال بھی نہ تھا کہ یہ اِدارہ اِتنی ترقی کرے گا کہ واقعی اِسم بامسمّیٰ ثابت ہوگا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اس اِدارہ کی جانب سے ایسے علمی جواہر کی اِشاعت ہوئی کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوئی۔

اِدارہ نے اپنی اِشاعتی مہم کا آغاز قرآنِ کریم کی اِشاعت سے کیا اور چھوٹے بڑے پندرہ سائزوں میں قرآنِ کریم کے نسخے شائع کیے، جن کی مجموعی تعداد غالباً لاکھ سے متجاوز ہی ہوگی۔ ان میں بعض نسخے ایسے ہیں جن کی کتابت میں یہ خاص اِلتزام کیا گیا ہے کہ ہر صفحہ آیت پر ختم ہوتا ہے تاکہ حفظ کرنے والے بچوں کو بار بار ورق گردانی کی ضرورت نہ رہے۔

اِس کے ساتھ قرآنِ کریم مترجم بھی بڑے اہتمام سے شائع کیا گیا ہے، جس میں ترجمہ حضرت حکیم

الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء-۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کا ہے اور حاشیہ پر خلاصہ ''بیانُ القرآن'' شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد تھانوی عثمانی رحمہ اللہ (۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء-۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) کے قلم سے ہے۔ قرآنِ کریم کی اِشاعت کی برکت سے حق تعالیٰ نے کارکنانِ اِدارہ کو حدیث وفقہ کی اَہم ترین کتابوں کی اِشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔ جو علمی ذخائر اِدارہ کی طرف سے اَب تک شائع ہوئے ہیں اُن میں سے ''اعلاء السنن'' کا تعارف حسبِ ذیل ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوّراللہ مرقدہٗ کے دِل میں شدید داعیہ تھا کہ فقہِ حنفی کے دلائل احادیثِ طیبہ سے جمع کیے جائیں۔ حضرت نے اس موضوع پر ''احیاء السنن'' کے نام سے خود کتاب لکھنا شروع کردی، لیکن کسی وجہ سے اس کا مسودہ ضائع ہوگیا۔ اس کے بعد ایک مختصری کتاب ''جامع الآثار'' اور اس کی تعلیق ''تابع الآثار'' تالیف فرمائی، لیکن ضرورت ایک ایسی کتاب کی تھی جس میں کتاب الطھارۃ سے کتاب الفرائض تک فقہی مسائل پر اَحادیث شریفہ کا ذخیرہ جمع کردیا گیا ہو اور جس میں احادیثِ مبارکہ پر جرحاً وتعدیلاً، شرعاً وتفصیلاً، ترجیحاً وتطبیقاً سیر حاصل کلام کیا گیا ہو۔ حضرت حکیم الامتؒ اپنی مصروفیت کی بنا پر خود اِس عظیم الشان کام کے لیے فارغ نہیں ہوسکتے تھے، اِس لیے آپ نے یہ کام اپنے متعلقین میں سے مولانا اَحمد حسن سنبھلیؒ کے سپرد کیا اور اُنہوں نے حضرتؒ کی نگرانی میں ''احیاء السنن'' کے نام سے یہ کتاب اور اُس کی شرح ''التوضیح الحسن'' کے نام سے لکھنی شروع کی، یہ سلسلہ کتاب الحج تک پہنچا تھا کہ طباعت سے قبل مؤلف نے نظرِ ثانی میں بہت سی ترمیمات کرڈالیں، پہلی جلد شائع ہوئی اور حضرتؒ نے اسے ملاحظہ فرمایا تو مؤلف کی یہ ترمیمات پسند نہ آئیں، اِس لیے یہ کام اپنے خواہرزادہ مولانا ظفر اَحمد عثمانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے سپرد فرمایا۔ حضرت مولانا عثمانیؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کی نگرانی میں اور آپ کے مشوروں اور اِفادات کی روشنی میں اٹھارہ (۱۸) جلدوں میں اس کام کی تکمیل فرمائی، اس کا نام حضرتؒ نے ''اعلاء السنن'' تجویز فرمایا اور ''احیاء السنن'' پر بھی ''استدراک الحسن'' کے نام سے نظرِ ثانی فرمائی اور اُس کی غلطیوں کی اِصلاح فرمائی۔

ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ مطابق جنوری ۱۹۷۵ء کے ''بصائر وعبر'' میں محدث العصر حضرت مولانا علامہ سیّد محمد یوسف بنوری نوّراللہ مرقدہٗ (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء-۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) نے حضرت مولانا ظفر اَحمد عثمانی رحمہ اللہ کی وفات پر جو تعزیتی نوٹ تحریر فرمایا تھا، اُس میں ''اعلاء السنن'' کے بارہ میں بھی اپنے تأثرات کا اظہار فرمایا تھا۔ اُس کا ضروری اِقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

''اگر اُن کی تصانیف میں ''اعلاء السنن'' کے علاوہ اور کوئی تصنیف نہ ہوتی تو تنہا یہ کتاب ہی اُن

کے علمی کمالات، حدیث، فقہ ورجال کی قابلیت ومہارت اور بحث وتحقیق کے ذوق محنت وعرق ریزی کے سلیقہ کے لیے برہانِ قاطع ہے، ''اعلاء السنن'' کے ذریعہ حدیث وفقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابلِ قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ یہ کتاب ان کی تصانیف کا شاہکار اور فنی و تحقیقی ذوق کا معیار ہے۔ علمی جواہرات کی قدر شناسی وہی شخص کر سکتا ہے جس کی زندگی اسی وادی میں گزری ہو، دُور دراز مواقع اور غیر مظان سے جواہرات نکال کر خوب صورتی سے سجا کر رکھ دینا، یہ وہ قابلِ قدر کارنامہ ہے جس پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے۔ موصوف نے اس کتاب کے ذریعہ جہاں علم پر احسان کیا ہے، وہاں حنفی مذہب پر بھی احسانِ عظیم کیا ہے۔ علمائے حنفیہ قیامت تک اُن کے مرہونِ منّت رہیں گے۔ بلاشبہ اس بے نظیر کتاب میں حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے اَنفاسِ قدسیہ، توجہاتِ عالیہ اور ارشاداتِ گرامی کا بہت کچھ دخل ہے، لیکن حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے ذریعہ اُن کا ظہور پُر نور اُن کے کمال کی دلیل ہے۔

سن ۱۳۵۷ہجری میں جب راقم الحروف قاہرہ میں ''مجلس علمی'' کی طرف سے ایک علمی خدمت پر مامور تھا اور میرے رفیقِ کار مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری تھے، اُس وقت حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے ''اعلاء السنن'' کے طبع شدہ اجزاء بھیجے اور خواہش ظاہر کی کہ جب تک تمہیں اس کی ضرورت ہو اپنے پاس رکھو اور ضرورت کے بعد حضرت شیخ محمد زاہد کوثری کو ہدیتاً پیش کر دیں اور اگر ان کے ذریعہ قاہرہ میں عمدہ ٹائپ سے طبع ہو سکے تو بہت اچھا ہے اور بقیہ اجزاء غیر مطبوعہ بھی نقل کروا کر اِرسال کر دوں گا۔

حضرت شیخ کوثری اس وقت دُنیائے اِسلام کے محقق عالم اور نادرۂ روزگار تھے، اور علمائے احناف کے سرمایۂ اِفتخار اور بے نظیر محقق، وسیع النظر متبحر عالم تھے، ترکی الاصل تھے، فتنۂ کمالیہ میں وطن سے ہجرت کر کے مصر میں مقیم ہو گئے تھے۔ جب کتاب میں نے پیش کی تو حضرت نے مطالعہ کر کے فرمایا کہ احادیثِ اَحکام میں حنفیہ کے نقطۂ نگاہ سے اس کتاب کی نظیر نہیں اور فرمایا کہ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ قدماء کی کتابوں میں بھی اِس اِستیعاب واستیفاء کے ساتھ اَدلۂ حنفیہ کو جمع کر کے اس کی تحقیق وتنقیح کی مثال مشکل سے ملے گی اور پھر وہ تقریظ تحریر فرمائی جو کتاب کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

''اعلاء السنن'' کا مقدمہ ''انہاء السکن'' کے نام سے تالیف فرمایا، یہ مقدمہ اُصولِ حدیث کے نوادر اور نفائس پر مشتمل ہے، تمام کتبِ رجال، کتبِ حدیث اور کتبِ اُصولِ حدیث سے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ وہ نفائس جمع کر دیے ہیں کہ عقل حیران ہے۔ یہ بجائے خود ایک مستقل بے مثال کتاب ہے۔

حلب کے مایۂ ناز عالمِ ربانی اور دُنیائے اِسلام کے محقق فاضل اور ہمارے مخلص ومحترم کرم فرما الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ کو حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے، جنہوں نے مصنف سے اِجازت لے کر کتاب کا نام 'قواعد التحدیث'' تجویز فرمایا اور اِس پر قابلِ قدر تعلیقات واضافات ومقدمہ لکھ کر علم اور اہلِ علم پر احسانِ عظیم فرمایا اور نہایت آب وتاب کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ کیا، جسے دیکھتے ہی دِل سے دُعا نکلتی ہے، کتاب جس خدمت کی مستحق تھی، الشیخ ابوغدہ اطال اللّٰہ بقائہ نے اس خدمت کو خوش اُسلوبی سے انجام دیا کہ قیامت تک آنے والی نسلیں ان کی احسان مند رہیں گی۔''(۱)

حضرت بنوری رحمہ اللہ نے حضرت شیخ مولانا محمد زاہد کوثری کی جس تقریظ کا حوالہ دیا وہ ''مجلۃ الاسلام'' میں طبع ہوئی تھی، بعد میں ان کے مقالات میں شائع ہوئی اور اعلاء السنن کی بارہویں جلد کے آخر میں ملحق ہے۔ شیخ کوثریؒ کی تقریظ کا ایک اِقتباس ملاحظہ فرمائیے:

''والحق يقال: انّي وهشت من هذا الجمع وهذا الاستقصاء ومن هذا الاستيفاء البالغ في الكلام علىٰ كل حديث بما تقضي به الصناعة متنًا وسندًا من غير ان يبدو عليه اثار التكلف في تائيد مذهبه، بل الانصاف رائدة عند الكلام علىٰ آراء اهل المذاهب فاغتبطت به غاية الاغتباط، وهكذا تكون هم الرّجال وجد الابطال فياليت بعض اصحاب المطابع الكبيرة بمصر سعى في جلب الكتاب المذكور من مؤلفه، وطبعه بالحروف الجميلة المصرية ولو فعل ذٰلک احدهم لخدم العلم خدمة مشكورة وملأ فراغًا في هذا الباب.''

''سچ بات تو کہنی ہی پڑتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ میں اِس جامعیت اور اِس ہمہ گیری کو دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اس کتاب میں ہر حدیث پر فنِ حدیث کے تقاضوں کے مطابق متناً اور سنداً کتنا مکمل اور ہمہ گیر کلام موجود ہے! اور اس کے ساتھ کہیں اس بات کے آثار نظر نہیں آتے کہ مصنف نے اپنے مذہب کی تائید میں تکلف سے کام لیا ہو، اس کے بجائے اُنہوں نے فقہی مذاہب کی آرا پر گفتگو کرتے ہوئے اِنصاف کو اپنا راہ نما بنایا ہے۔ مجھے یہ کتاب دیکھ کر اِنتہائی رشک آیا، ہمتِ مردانہ اور دادِ شجاعت اس کو کہتے ہیں۔ کاش! کہ مصر کے بڑے مطابع میں سے کوئی مطبع اس کتاب کو منگوانے کی کوشش کرے اور پھر

(۱) ''بصائر وعبر''، ج:۲، ص:۶۷۱ _ ۶۷۳، ط: المکتبۃ البنوریۃ، کراچی

اسے خوب صورت مصری ٹائپ پر طبع کرادے! اگر کسی نے یہ کام کرلیا تو یہ علم کی قابلِ رشک خدمت ہوگی اور اس سے ایک بہت بڑا خلا پُر ہوگا۔"(۱)

کتاب کے دس اجزاء حضرت حکیم الامتؒ نے خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون کی طرف سے شائع کروائے تھے اور بقیہ اجزاء پاکستان آکر حضرت مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ نے شائع کرائے تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ کی خواہش تھی (اور اسی خواہش کا اظہار شیخ کوثریؒ نے مندرجہ بالا اقتباس میں فرمایا) کہ: یہ کتاب بہترین ٹائپ پر طبع کی جائے، تاکہ اہلِ عرب بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے دِل میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اِس خواہش کی تعمیل کا داعیہ پیدا ہوا اور اُنہوں نے اپنے صاحب زادہ جناب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زیدمجدہم کو اِس کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ اِشاعت پر مامور فرمایا، چنانچہ کتاب کا ایک حصہ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی تحقیق وتعلیق کے بعد "مکتبہ دارالعلوم" کی جانب سے شائع ہوا۔ دُوسرے حصہ کی تعلیق بھی ہوچکی تھی، لیکن مولانا کی شدید مصروفیات کی وجہ سے اِس سلسلہ میں زیادہ پیش رفت نہ ہوسکی۔ حق تعالیٰ شانہٗ مولانا نور اَحمد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ اُنہوں نے نہایت محنت وجانفشانی اور مصارفِ کثیرہ کے ساتھ مکمل کتاب بہتر ٹائپ اور عمدہ کاغذ پر "اِدارۃ القرآن" کی جانب سے شائع کردی۔

"اعلاء السنن" پر تین مقدمے لکھے گئے، ایک مقدمہ حدیث؛ جسے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے بیش قیمت تعلیقات کے ساتھ "قواعد فی علوم الحدیث" کے نام سے شائع فرمایا تھا۔ دُوسرا مقدمہ فقہ؛ (یہ مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ کے قلم سے تھا)، اور تیسرا مقدمہ حضرت اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور محدثینِ حنفیہؒ کے تراجم پر مشتمل ہے۔

یہ تینوں مقدمے بھی زیرِ نظر اِشاعت میں شامل ہیں، جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ۹۳۶ ہے اور کتاب مع مقدمات سات ہزار چھ سو (۷۶۰۰) صفحات پر محیط ہے۔ اصل کتاب کے اجزاء مقدمات سمیت اکیس (۲۱) تھے، جنہیں زیرِ نظر اِشاعت میں چودہ (۱۴) جلدوں میں جمع کردیا گیا ہے۔

بہرحال "اِدارۃ القرآن" کی طرف سے بہترین لباس میں کتاب کی اِشاعت ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رجب ۱۴۰۶ھ)

(۱) مقالاتِ کوثری، ص:۷۵

اعلاء السنن حصہ دوم (عربی)

حضرت العلامہ مولانا ظفر احمد عثمانی۔ صفحات: ۲۱۰۔ تقطیع: کلاں۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: مکتبۃ الحجاز، ۳/۹۵، مارٹن کوارٹرز، کراچی نمبر ۵۔

اِسلامی شریعت کی بنیاد قرآنِ حکیم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ طیبہ پر ہے، تمام اَئمۂ مجتہدین جنہیں شرعی قانون کی تشریح میں آخری سند تسلیم کیا جاتا ہے، اس اُصول پر متفق ہیں کہ اِسلامی اِجتہاد کی بنیادیں قرآن وحدیث کے نصوص پر اُستوار ہونی چاہئیں۔ اور کسی شرعی مسئلہ میں نصوص سے ہٹ کر جو رائے قائم کی جائے وہ ناقابلِ قبول ہے۔ البتہ جن حوادث کا حکم قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہ ہو، وہاں نصوصِ شرعیہ کو سامنے رکھ کر یہ دریافت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے کہ اس کا حکم خدا اور رسول کے نزدیک کیا ہوسکتا ہے؟ اسی اِمکانی کوشش کا نام قیاس اور اِجتہاد ہے۔

تقسیم سے چند سال پہلے تک ہندوستان میں جب کہ انگریزی پالیسی کے تحت مناظروں اور مجادلوں کی فضا قائم تھی، جہاں اُمت کے طبقہ کو بدنام کرنے کے لیے ''وہابی'' اور ''بزرگانِ دین کے منکر'' کے نعرے وضع کیے گئے اور اُنہیں خوب خوب اُچھالا گیا، وہیں دُوسری طرف یہ پروپیگنڈا بھی بڑی شدت سے کیا گیا کہ حنفی مذہب- جس پر اُمت کا تقریباً دوتہائی حصہ ہر دور میں عمل پیرا رہا ہے- محض انکل اور قیاس پر مبنی ہے، حدیثِ نبوی کو یہ نہیں مانتا، نہ اس پر عمل کو ضروری سمجھتا ہے۔

اِن حالات میں حکیم الامت مجددِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دِل میں داعیہ پیدا ہوا کہ رسمی مناظرہ بازی کے بجائے علمی سطح پر اس چیلنج کو قبول کیا جائے اور حدیث کے بحرِ ذخار سے وہ تمام اَحادیث جن پر فقہِ حنفی کی بنیاد ہے، جمع کردی جائیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے یہ کام پہلے بذاتِ خود شروع کیا تھا اور ''جامع الآثار'' کے نام سے کچھ لکھا بھی تھا لیکن حضرتؒ کی غیر معمولی مصروفیات اس کی تکمیل سے مانع تھیں، اس لیے حضرتؒ نے اپنے معتمد عزیز مولانا ظفر اَحمد عثمانی کو جو علومِ عقلیہ ونقلیہ خصوصاً حدیث وفقہ اور اَدبِ عربی کے ممتاز فاضل ہیں، اس عظیم الشان خدمت پر مامور فرمایا، چنانچہ سال ہاسال کی محنتِ شاقہ کے بعد موصوف نے کتاب الطهارة سے کتاب الوصایا تک احادیثِ طیبہ سے فقہِ حنفی کے دلائل جمع کیے، اُن کی صحت وعدمِ صحت کو اُصولِ حدیث کے مسلّمہ قواعد جرح وتعدیل سے جانچا، فقیہانہ دِقتِ نظر سے اُن کے وجوہِ اِستنباط پر گفتگو کی، اَئمۂ فقہ کے مذاہب اور اُن کے دلائل پیش کرتے ہوئے فقہِ حنفی کے وجوہِ ترجیح پر کلام کیا اور جن احادیث کے بارے میں خیال کیا جاتا تھا کہ وہ فقہِ حنفی

کے خلاف ہیں، اُن کا صحیح محمل واضح کیا۔ اِس تمام محنت سے مؤلف کا مقصد دیگر ائمۂ مجتہدین کے موقف کو ...معاذ اللہ!...غلط اور باطل قرار دینا نہیں تھا، بلکہ صرف یہ دِکھانا تھا کہ ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں حنفی مسلک کا قدم کسی سے پیچھے نہیں، بلکہ بہتوں سے آگے ہے، اسے خلافِ سنت کہنا صحیح نہیں، بلکہ وہ اوفق بالسُّنَّۃ ہے۔ اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کیا مجال ہے کہ وہ صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ اِشارہ کی مخالفت کا تصور بھی کریں؟ نہیں! بلکہ وہ دیگر ائمۂ فقہ کی بہ نسبت شارع علیہ السلام کے سب سے بہتر ترجمان ہیں۔

یہ بات جنابِ مؤلف کے لیے موجبِ شکر اور سرزمینِ ہندو پاک کے لیے مایۂ فخر ہے کہ موصوف نے اِس تالیف میں محنت و مشقت اور تحقیق و تنقیح کا جو اعلیٰ معیار قائم کیا، اُس نے عالمِ اِسلام کے چوٹی کے علماء سے دادِ تحسین وصول کی۔ حضرت علامہ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعض اجزا دیکھنے کے بعد بڑے وقیع انداز کے تعریفی کلمات لکھے تھے۔

کتاب اٹھارہ حصوں میں مکمل ہوئی، (مقدمہ اس کے علاوہ ہے)۔ گیارہ حصے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی حیات میں خانقاہِ اِمدادیہ کے زیرِ اہتمام شائع ہوتے ہی ختم ہونا شروع ہوئے، (اور اَب تقریباً کمیاب ہیں)۔ البتہ آخری سات حصے ابھی دو سال ہوئے حضرت تھانویؒ کے برادرزادہ حضرت مولانا شبیر علی تھانوی صاحب کے زیرِ اہتمام شائع ہوئے ہیں۔

شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا تھی کہ یہ کتاب بہترین مصری ٹائپ میں چھپے۔ حق تعالیٰ مکتبہ ''الحجاز'' کے ناظم جناب علی مطہر نقوی کو جزائے خیر دیں کہ اُنہوں نے اسے اعلیٰ معیار پر ٹائپ میں چھاپنے کا اِرادہ کرلیا ہے، چنانچہ مقدمہ کے بعد حصہ دوم کا - جو بالکل معدوم تھا - نقشِ دوم ہمارے سامنے ہے۔ یہ حصہ کتاب الصلاۃ سے شروع ہوکر ابواب القراءۃ پر ختم ہوا ہے، بقیہ حصص تدریجاً زیرِ طبع ہیں۔ اگر اہلِ علم اور اہلِ ذوق کی طرف سے اُن کی ہمت افزائی ہو تو یہ مفید ترین کتاب بہت جلد دُوبارہ منظرِ عام پر آسکتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۸ھ)

سنتِ نبویہ اور قرآنِ کریم

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار۔ صفحات: ۳۶۰۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: مجلس دعوت وتحقیق اِسلامی، جامعہ علومِ اِسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ کراچی نمبر۵۔

دورِ جدید میں مغرب کے مستشرقین اور ان کے ہم نوا مشرق کے متغربین کی طرف سے سنتِ نبوی کے بارہ میں جوطرح طرح کے شبہات پیدا کیے گئے ہیں، ان کا اصل مقصد مسلمانوں کو دینِ اسلام سے برگشتہ کرنا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی تشریح صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے ہوئی ہے۔ پس اگر اُمتِ اسلامیہ کا رابطہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے کاٹ دیا جائے تو اس کے لیے قرآنِ کریم پر عمل کرنا ممکن نہیں ہوگا اور اس کے بعد اُمتِ اسلامیہ یہود و نصاریٰ اور دیگر گمراہ قوموں کی طرح ضلالت و گمراہی کی وادیوں میں بھٹکنے پر مجبور ہوگی، لیکن حق تعالیٰ شانہٗ نے دینِ قیم کی حفاظت خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے، اس لیے دُشمنانِ اسلام کی کوئی تدبیر ان شاء اللہ! قیامت تک کارگر نہیں ہوگی۔ سنتِ نبویہ (علی صاحبها الصلاة و التسليم) کی اہمیت گھٹانے کے لیے یہودی مستشرقین اور ان کے وفادار شاگردوں نے جتنے عذر تراشے ہیں، بحمداللہ! علمائے اُمت نے ایک ایک کا کلہ شکن جواب دیا ہے اور اس پر نہایت گراں قدر اور وقیع کتابیں لکھی گئی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

۱۳۸۳ھ میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی مدظلہ العالی کی نگرانی میں شعبۂ تخصص فی علوم الحدیث کا اجرا ہوا، جس میں دو سال کی تحقیق و مطالعہ کے بعد طالب کو (پی ایچ ڈی کے طرز پر) علمِ حدیث کے کسی خاص موضوع پر مقالہ پیش کرنا ہوتا ہے۔ رفیقِ محترم جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار اور اُن کے رُفقاء کو اس سعادت میں اوّلین کا شرف حاصل ہوا۔ پیش نظر کتاب موصوف کا وہ مقالہ ہے، جس پر انہیں التخصص فی علوم الحدیث کی سند دی گئی اور جسے حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہٗ کی نظرِ ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ جنابِ مؤلف لکھتے ہیں:

''دو سالہ نصاب کی تکمیل کے بعد جب شرکاء درجہ تخصص کے لیے اُخیر سہ ماہی میں مقالات لکھنے کے لیے مختلف عنوانات مقرر کیے گئے تو خوش قسمتی سے بندہ کے لیے ''سنتِ نبویہ اور قرآنِ کریم'' کا موضوع مقرر کیا گیا۔ یہ میرے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ اور نیک فال تھی۔ اس موضوع یا عنوان کا مقصد قرآنِ کریم سے حجیتِ حدیث کو ثابت کرنا تھا، چنانچہ اس عظیم مقصد کے لیے بندہ نے دو مرتبہ قرآنِ کریم کا اوّل سے آخر تک غور و خوض اور تدبر و امعان کے ساتھ مطالعہ کیا اور موضوع سے متعلق خاص خاص آیات منتخب کر کے ان کی شرح و تفسیر کے لیے احادیثِ نبوی، اقوالِ سلف صالحین اور شروحِ محققین کو یکجا کرنے کی حتی الوسع کوشش کی جو اس رسالہ میں قارئین کے سامنے ہے۔''(۱)

رسالہ کا اصل موضوع تو سنتِ نبوی کی حجیت کو قرآنِ کریم سے ثابت کرنے کا ہے، مگر آیاتِ قرآنیہ کی

(۱) ص:۱۰

تشریح و وضاحت کے لیے احادیثِ طیبہ اور صحابہ کرامؓ اور اکابرِ اُمت کے اِرشادات کا ایک وقیع ذخیرہ بھی جمع کر دیا گیا ہے۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے سنتِ نبویہ کی عظمت و اہمیت کے بہت سے ایسے نئے گوشے سامنے آتے ہیں، جن کی طرف عام طور سے نظر نہیں کی جاتی۔ حق تعالیٰ شانہٗ جنابِ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اُردو دان طبقہ کو ان کی نگارشات سے زیادہ سے زیادہ مستفید فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ)

الشرح و التفصیل فی الجرح و التعدیل (عربی) (پہلا ایڈیشن)

مولانا محمد انور بدخشانی۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مولانا محمد انور بدخشانی، (اُستاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)، جمشید روڈ کراچی، نمبر ۵۔

زیرِ نظر رسالہ رفیق محترم جناب مولانا محمد انور بدخشانی زید مجدہٗ کا ایک مقالہ ہے، جس میں اُنہوں نے جرح و تعدیل کے اہم اُصول و قواعد کو مرتب کیا ہے اور اس کے ساتھ صحیح مسلم شریف کے مقدمہ میں جن مجروح راویوں کا ذکر ہے، اُن کی فہرست جارحین کے اسماء اور وجوہِ جرح کے ساتھ دی گئی ہے، یہ رسالہ علمِ حدیث کے طلبہ خصوصاً صحیح مسلم شریف پڑھنے والوں کے لیے بہت مفید ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۳۹۹ھ)

الشرح و التفصیل فی الجرح و التعدیل مع تسهیل مقدمة صحیح مسلم (عربی) (دُوسرا ایڈیشن)

مولانا محمد انور بدخشانی (اُستاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی)۔ صفحات: ۱۲۰۔ قیمت: ۱۴ روپے۔ پتا: مولانا محمد انور بدخشانی صاحب، جامع مسجد سبحانی، پٹیل پاڑہ، بزنس ریکارڈر روڈ، کراچی نمبر ۵۔

اسمائے رِجال اور علم الجرح و التعدیل کے موضوع پر اس سے قبل بہت سی معتبر کتابیں تصنیف کی جاچکی ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس میں مؤلفِ موصوف نے مقدمہ صحیح مسلم کے مجروح رُواۃ مع ان کے جارحین اور وجوہِ ترجیح کو نہایت ہی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے علم الجرح و التعدیل کی ضرورت، اہمیت جیسے کئی نفیس مباحث کا بھی اس مختصر رسالہ میں استقصاء کیا

ہے۔ یہ رسالہ پہلی بار ۱۳۹۵ھ میں شائع ہوا تھا، اب دُوسری بار طبع ہو کر منظرِ عام پر آرہا ہے، جس میں بحثِ معنعن کو اِنتہائی آسان اور سلیس انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

اُمید ہے اساتذہ اور طلبہ حدیث اس سے بھرپور اِستفادہ کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۳ھ)

المصنوع فی معرفة الحديث الموضوع

للشيخ الامام العلامة الفقيه مُلّا علی بن سلطان محمد القاری رحمه الله.

صفحات: ۳۴۵۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارة نشر الثقافة النعمانية، ۲ ۱ /۸ ڈی، ناظم آباد، کراچی ۱۸، پاکستان۔

حضرت الشیخ صدر الافاضل اور عمدۃ الاماثل، امام الحدیث والفقہ ملا علی قاریؒ اپنی فقہی، حدیثی اور تفسیری خدمات اور گوناگوں تحقیقات کے پیشِ نظر مرجع قدیم و جدید رہے ہیں۔ جہاں حدیثِ پاک کی خدمات کے سلسلہ میں مشکوٰۃ شریف کی شرح ''مرقاۃ'' اُن کا ایک عظیم کارنامہ ہے، وہاں حدیث کی جانچ پرکھ کے لیے موصوف کی تصنیفات میں موضوعات کی معرفت کے لیے دو تصانیف کا تذکرہ ملتا ہے: موضوعاتِ کبریٰ اور موضوعاتِ صغریٰ۔ اوّل الذکر تو علماء کے ہاں مشہور و متداول تھی، مگر مؤخر الذکر نایاب تھی، جسے حضرت الشیخ علامہ عبدالفتاح ابوغدہ حنفی اطال الله بقاءہ (تلمیذ رشید حضرت الشیخ الکبیر محمد زاہد بن الحسن الکوثری حنفی قدس سرہٗ) نے ۲۰ سالہ مسلسل جد و جہد اور تلاشِ بسیار کے بعد بالآخر ریاض (سعودی عرب) کے ایک کتب خانہ سے اس کبریتِ اَحمر کو دریافت فرمالیا اور نہایت عرق ریزی سے مخطوطوں سے مقابلہ کرکے اس کی تصحیح فرمائی اور اس میں موجود الفاظ کی تقدیم و تاخیر کی اِصلاح فرمائی اور نہایت ہی قیمتی اور جان دار قسم کا مقدمہ تحریر فرمایا، جس میں کتاب کے تعارف کے علاوہ مؤلف رحمہ اللہ کا تعارف اور موضوع اَحادیث سے متعلق ایسی اِصطلاحات جو محدثین کے کلام میں پائی جاتی ہیں، اُن کی وضاحت کرکے کتاب سے اِستفادہ کو نہایت ہی سہل کردیا۔

کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اُن موضوع اَحادیث کے بارہ میں ہے جو زبان زد مشہور ہیں۔ مؤلفؒ کتاب کے اِفتتاحیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ جماعتِ حفاظِ حدیث نے ایسی تمام اَحادیث کو جو زبان زد اور مشہور ہیں، جمع

کر کے نہایت ہی سلیقہ سے اُن کے صحیح، حسن اور موضوع ہونے کو بیان کر دیا ہے تو مجھے خیال آیا کہ اس مفصل ذخیرہ کو اگر مختصر کر دیا جائے تو ضبط کرنے والوں کو آسانی ہو جائے گی، لہٰذا میں نے (اپنی اس تالیف) میں ان تمام اَحادیث کو جمع کر دیا ہے، جن کے بارہ میں محدثین نے ''لا اصل'' یا ''موضوع'' ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔''(۱)

کتاب شیخ ابوغدہ مدظلہ کی تعلیقات کے ساتھ نہایت ہی آب و تاب کے ساتھ بیروت سے شائع ہوئی۔ زیرِ نظر ایڈیشن اسی کا عکس ہے، جو مولانا محمد نعیم صاحب نے إدارة نشر الثقافة النعمانية سے شائع کر کے اہلِ علم پر احسان فرمایا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ)

الموضوعات الكبير

علامہ نور الدین علی بن سلطان المعروف ملا علی قاریؒ۔ تقطیع: $\frac{۲۳\times۳۶}{۸}$۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال نمبر۲، پوسٹ بکس: ۱۱۱۸۲، کراچی۔

''موضوعات کبیر'' ملا قاری رحمہ اللہ (م: ۱۰۱۴ھ) کی شہرۂ آفاق تالیف ہے، اس کی وجہ تالیف میں فرماتے ہیں کہ:

''بہت سے حفاظِ حدیث نے ان احادیث کو جو زبان زدِ عام و خاص ہیں جمع کیا اور یہ نشان دہی فرمائی ہے کہ ان میں سے کون سی حدیث صحیح ہے، کون سی ضعیف، پھر کون سی مرفوع ہے، کون سی موقوف ہے اور کون سی موضوع؟ دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان دفاتر کو مختصر انداز میں مرتب کر دیا جائے اور صرف ان روایت کو لیا جائے جن کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ ان کی کوئی اصل نہیں یا یہ کہ وہ موضوع ہیں تا کہ ان کا ضبط کرنا آسان ہو۔ اور جس روایت کے موضوع ہونے میں اختلاف تھا، اسے اس مجموعہ میں شامل نہیں کیا گیا۔''(۲)

یہ کتاب حروفِ تہجی پر مرتب کی گئی ہے۔ مقدمہ حدیث ''**من كذب علىّ متعمدًا فليتبوّأ مقعدهٗ من النّار**'' کے طرق نہایت اختصار کے ساتھ جمع کیے گئے ہیں۔ اور واعظین جو بغیر تحقیق کے من گھڑت

(۱) ص: ۴۴
(۲) صفحہ: ۱۵ ملخصاً

روایتیں بیان کرتے ہیں، ان کی آفات کو خاصی تفصیل سے لکھا گیا ہے اور خاتمہ میں احادیثِ موضوع کی شناخت کے اُصولِ کلیہ ذکر کیے گئے ہیں۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ احادیث کی تنقید میں حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی طرح کچھ نرم واقع ہوئے ہیں، تاہم یہ مجموعہ اہلِ علم کے نزدیک مستند اور متداول ہے۔

پیشِ نظر ایڈیشن مجتبائی نسخہ کا عکس ہے، جو آج سے ستاون برس پہلے ۱۳۴۶ ہجری میں دوسری بار شائع ہوا تھا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۳ھ)

نخبة الفكر فى مصطلح اهل الاثر

ويليه: نزهة النظر

حافظ احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ۔ صفحات: ۱۲۳۔ قیمت: ۲۲ روپے۔
پتا: الرحیم اکیڈمی، اے ۷/ ۷، اُعظم نگر، پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

اِصطلاحاتِ اَحادیث پر کئی ایک کتب اور رسائل لکھے گئے ہیں مگر حافظ وحجۃ حضرت الشیخ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا رِسالہ اِختصار و جامعیت میں ہر ایک سے ممتاز ہے۔ حافظؒ جس طرح فنِ رِجال میں اپنی تصانیف میں ممتاز و بے مثال ہیں، اِسی طرح اِصطلاحاتِ حدیث میں بھی اُن کی کتاب مرجعِ خاص وعام ہے۔

شرح نخبۃ یوں تو بار ہا شائع ہوئی اور ہوتی رہتی ہے، مگر زیرِ نظر نسخہ چند اِعتبار سے دُوسرے نسخوں سے ممتاز ہے:

۱:... اِس میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نخبۃ کا متن شروع میں یکجا اکٹھا شائع کیا گیا ہے، جس سے اِستفادہ میں بہت ہی زیادہ سہولت ہوگئی ہے۔

۲:... اس میں حضرت الشیخ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہٗ کے ذاتی نسخہ میں موجود مفید اور اَہم انکشافات پر مبنی فہرست کو درج کیا گیا ہے، جس سے کتاب کے مضامین کے تکشف میں بہت ہی آسانی ہوگئی ہے۔ کتاب ماشاء اللہ! کتابت اور طباعت کی عمدگی سے مزین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ)

حجیتِ حدیث (انگریزی) (The Authority of Sunnah)

مولانا محمد تقی عثمانی۔ صفحات: ۱۲۶۔ قیمت: ۲۷روپے۔ پتا: اِدارۂ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، پاکستان۔

دینِ اسلام میں سنتِ نبویہ کی بڑی اہمیت ہے، شرائعِ اسلامیہ کا دُوسرا ماخذ سنتِ نبویہ ہے، قرآنِ کریم کی تشریح اور عملی تفسیر ہم سنتِ نبویہ ہی میں پاتے ہیں۔ اِس موضوع کی اہمیت وضرورت کو عصرِ حاضر کی مشہور شخصیت برادرم مولانا محمد تقی عثمانی کی تصنیفِ لطیف نے بدرجۂ اَتم پورا کیا ہے۔ مصنف نے مسلمانانِ عالم خصوصاً انگریزی سے دِلچسپی رکھنے والے تعلیم یافتہ طبقوں پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ یہ کتاب انگریزی زبان میں نہایت محققانہ اور فاضلانہ انداز میں لکھی گئی ہے، جو اِسلامی اَدب وتاریخ میں ایک اِضافہ ہے۔ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے:

بابِ اَوّل میں ماٰخذ اُصول الشرع میں سنت کی دُوسری حیثیت، سنت کی جامع تعریف، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، پیغمبرِ اسلام کی اِطاعت واَہمیت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام، وحی کی دُوسری قسم یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَقوالِ مبارکہ اور اِطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اِطاعت حکمران میں فرق جیسے مضامین نہایت شستہ اور جاذبانہ انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ وہ اُصول و مبادی ہیں جن کے اِستحضار کے بغیر حدیث یا سنتِ نبویہ سے بحث تشنہ رہ جاتی ہے۔

بابِ ثانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے اِستنباط، شریعت کا حکم، قرآن وسنت کا آپس میں اِرتباط، قرآن دانی، ضرورتِ حدیث، سنتِ نبویہ عالمگیر مسائل کے حل کی ضمانت دہندہ اور اِس طرح کے کئی تکنیکی مباحث -جن کا سنتِ نبویہ کی قانونی حیثیت سے مطالعہ مفید ہے- کو زیرِ قلم لایا گیا ہے۔

تیسرے باب میں نہایت تفصیل کے ساتھ مقامِ سنت، ضرورتِ حدیث، حدیث کی اقسام، حفاظت حدیث کے تین طریقے، حفظِ حدیث، مذاکرۂ حدیث اور عمل بالحدیث، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں طریقِ حفظِ حدیث اور کتابتِ حدیث کا رَواج ایسے دُوسرے تاریخی حالات کا جائزہ ہے۔

علاوہ اَزیں اس باب میں کثیر الرواۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء وحالات اور اُن کی رغبتِ حدیث کے واقعات بھی شامل ہیں، جن میں حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت ابنِ عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسماء شامل ہیں۔

باب کے آخر میں پہلی صدی کی مکمل حفظِ حدیث کی تفصیل کے بعد دُوسری صدی ہجری کے آغاز میں حفاظتِ حدیث سے متعلق کتابت اور ائمۂ حدیث کا مبسوط تذکرہ ہے۔ اس طرح ایک صدی کو دُوسری صدی کے ساتھ ارتباط و انتقال کے ضمن میں اَخذِ حدیث کی شرائط، اَقسامِ حدیث، اَقسامِ رُواۃ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

کتاب جہاں باطنی خوبیوں سے آراستہ ہے، وہاں ظاہری لحاظ سے بھی دیدہ زیب ہے۔ اللہ کریم مصنف کو تادیر زندہ رکھیں۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ)

حجیتِ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قاری قیام الدین حسینی۔ صفحات: ۴۱۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: قاری قیام الدین، خطیب مرکزی جامع مسجد عثمان غنی، پنڈ دادن خان، جہلم۔

زیرِ نظر مختصر سے رسالہ میں عامۃ المسلمین کو قطعی اور واضح دلائل سے حدیث کا حجت ہونا سمجھایا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۴ھ)

تاریخ حفاظتِ حدیث و اُصولِ حدیث (مع منتخباتِ حدیث)

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد۔ صفحات: ۳۶۴۔ قیمت: ۱۴۵ روپے۔ ٹائٹل: عمدہ، دیدہ زیب۔ ناشر: کفایت اکیڈمی، کراچی، لاہور۔

علمائے اِسلام کا ہر دور میں اس بات پر اِجماع رہا ہے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینی حیثیت میں قطعاً کوئی فرق نہیں، اور یہ دونوں حجت ہیں، اور ان پر یکساں طور پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہے، کیونکہ قرآن و سنت دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے، قرآن وحیٔ متلو ہے، اور سنت وحیٔ غیر متلو ہے، اور دونوں کا منبع وحیٔ خداوندی ہے، ان میں سے کسی ایک کا اِنکار دونوں کا اِنکار ہے اور ہدایت و نجات کے لیے ان دونوں پر اِیمان لانا اور عمل کرنا لازمی ہے، کیونکہ اُمت کے جس تواتر سے آج قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا ثابت ہے، اسی تواترِ اُمت سے سنتِ نبوی کا اِثبات بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ علمائے اُمت نے اس سلسلہ میں بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ صحابہ کرامؓ و محدثین عظامؒ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک

حرکت و سکون کو محفوظ کر دیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء ! ہر دور میں علمِ حدیث و اُصولِ حدیث پر بہت کام ہوا ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت ہوتا رہے گا۔

زیرِ تبصرہ کتاب ''تاریخ حفاظتِ حدیث و اُصولِ حدیث مع منتخباتِ حدیث'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ محترم و مکرم جناب ڈاکٹر فضل احمد زید مجدہم کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں۔ موصوف سدا بہار فیض رساں شخصیت کے مالک ہیں۔ جامعہ کراچی کے شعبۂ علوم اسلامیہ میں بحیثیت سینئر اُستاذ و محقق علمی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ کتاب اُنہوں نے جامعہ کراچی اور جامعہ پنجاب کے شعبۂ علومِ اسلامی کے ''حدیث و اُصولِ حدیث'' کے موجودہ نئے نصاب کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی ہے۔ اس کا اندازہ قارئین: کتاب کو دیکھ کر اور مطالعہ کر کے لگا سکتے ہیں۔ یہ کتاب جہاں مصنف کی صلاحیتوں و قابلیتوں کا پتا دیتی ہے، وہیں طلبہ کو اس موضوع پر دیگر کتب سے بے نیاز کر دیتی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ موصوف ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ علومِ دینیہ اور علومِ جدیدہ دونوں میں یدِطولیٰ رکھنے کے ساتھ ساتھ علمی، تدریسی، تبلیغی، تصنیفی اور سماجی خدمات میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔

پیشِ نظر کتاب کی بیشتر خصوصیات میں سے چند اہم خصوصیات حسبِ ذیل ہیں:

* ... بی اے آنرز اور بی اے اختیاری اسلامیات کے طلبہ کے لیے یکساں مفید ہے۔
* ... کتاب کے جملہ مباحث ارتقائی انداز میں لکھے گئے ہیں۔
* ... حدیث و سنت کی جملہ انواع و اقسام کا مع اصطلاحات آسان انداز میں تعارف کرایا گیا ہے۔
* ... جمع و تدوینِ حدیث و حجیتِ حدیث کی مکمل تاریخ، آغاز سے آج تک کے دور تک کا مختصر اور جامع تذکرہ موجود ہے۔
* ... آج کے دور کا خطرناک ترین فتنہ ''اِنکارِ حدیث'' ہے، لہٰذا اِنکارِ حدیث کی تاریخ، منکرینِ حدیث کا تعارف اور اُن کے اہم اعتراضات کا عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ مثبت انداز میں جواب دیا گیا ہے۔
* ... حدیثِ نبوی کی حفاظت کے لیے علمِ رجال، اس کی مکمل تاریخ اور اہم کتبِ رجال کا تعارف کرایا گیا ہے۔
* ... کتاب مستندانہ انداز میں لکھی گئی ہے، پوری کتاب میں حواشی و حوالہ جات کا مکمل اہتمام کیا گیا ہے، اور کتاب کے تینوں حصوں میں مباحث کے اختتام پر جملہ حواشی دے دیئے گئے ہیں۔

یہ کتاب اِن شاء اللہ! جامعات، دینی مدارس، علماء، اساتذہ، دانش ور طلباء اور عوام کے ساتھ تشنگانِ علومِ حدیث کے لیے یکساں مفید ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۸ھ)

تاریخِ حدیث

ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔ صفحات: ۲۰۴۔ قیمت (مجلد): ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، ۳۲/ اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

کتاب کا تعارف خود فاضل مصنف کے الفاظ میں یہ ہے:

''پچھلے دِنوں علامہ جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) کی ''الجامع الصغیر'' ہاتھ لگ گئی، اَحادیث کا یہ مجموعہ اِتنا پسند آیا کہ میرے دل میں بھی اِنتخاب کی اُمنگ پیدا ہوگئی، چنانچہ کتبِ حدیث کا مطالعہ شروع کردیا، بے شمار پُر حکمت، حسین اور رُوح افزا اقوال نظر آئے، انہیں جمع کیا اور اَب یہ اِنتخاب آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔

جب اِس اِنتخاب کا دیباچہ لکھنے بیٹھا تو وہ چلتے چلتے تدوینِ حدیث کی پوری تاریخ بن گیا، چنانچہ اسے کتاب کا بابِ اَوّل بنالیا اور عنوانِ کتاب میں لفظ ''تاریخ'' کا اِضافہ کردیا۔''(۱)

''منتخب اَحادیث کی تعداد سات سو ہے، ان کا اندراج بیاسی عنوانات کے تحت ہوا ہے، عنوانات کی ترتیب ہجائی ہے، ضخامت سے بچنے کے لیے صرف ترجمہ پر اِکتفا کیا ہے اور کہیں کہیں متن بھی دے دیا ہے تاکہ عربی جاننے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت سے بھی لطف اندوز ہوسکیں۔''(۲)

کتاب کا حصہ اَوّل جو حدیث کی اَقسام اور علمِ حدیث کی اِصطلاحات سے شروع ہوتا ہے، تاریخ تدوینِ حدیث کا خلاصہ اور کتبِ حدیث کا گویا چھوٹا سا اِنسائیکلو پیڈیا ہے جس میں ۵۱۶ کتبِ حدیث کا تعارف، اُن کے مؤلفین کے نام ونسب، نسبت اور سنِ وفات کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے جس محنت و جانفشانی اور پھر جس مہارت وسلیقہ سے یہ کتاب مرتب فرمائی، اس پر وہ ہزار تحسین کے مستحق ہیں۔

(۱) ص:۱۲
(۲) ص:۸۵

ہمیں اُمید ہے کہ حدیث کے طالب علم اُن کی اس علمی خدمت سے نفع اندوز ہوں گے۔صفحہ:۱۸ پر ''غریب'' کی تعریف یہ کی گئی ہے:''جس کے سلسلۂ اَسناد میں کوئی راوی رہ گیا ہو۔'' یہ تسامح ہے، یہ تعریف ''غریب'' کی نہیں ''منقطع'' کی ہے۔

''ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ کو دُعا سکھلائی اور پھر سنی، انہوں نے یوں سنائی: آمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: نبیک کی جگہ رسولک پڑھو۔''(۱)

اس میں تسامح ہوا ہے، دراصل صحابیؓ نے ''ورسولک الذی ارسلت'' پڑھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِصلاح فرمائی کہ ''رسولک'' کی جگہ ''نبیک'' پڑھو۔''قال البراء: فقلت: وبرسولک الذی ارسلت. قال: فطعن بیده فی صدری ثم قال: ونبیک الذی ارسلت.''(۲)

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ)

مقدمة المشكاة

مولانا مقصود احمد جالندھری۔صفحات:۱۶۔قیمت:۲۵ پیسے۔

مشکوٰۃ شریف کی تدریس کے آغاز میں جن مبادی ومقدمات کا بیان اساتذۂ کرام کے معمولات میں شامل ہے، زیرِ نظر رسالہ میں انہیں اچھے اُسلوب میں قلم بند کیا گیا ہے، اور علمِ اُصولِ حدیث کی چند اِصطلاحات ومعلومات کا اِضافہ کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۲ھ)

اربعینِ نوویؒ مع ترجمہ وخلاصۂ مطالب

حافظ نذر احمد۔صفحات:۹۶۔قیمت:۶۰/۱ روپے۔پتا: مسلم اکادمی، نذر منزل ۲۹/۱۸، محمد نگر، علامہ اقبال روڈ، لاہور۔

اربعینِ نووی حدیث کا مشہور رسالہ ہے، جس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔فاضل مصنف نے یونیورسٹی

(۱) ص:۲۵

(۲) ترمذی، ج:۲، ص:۱۷۷، ط: قدیمی۔

کے طلبہ کی ضرورت اور ذوق کے پیش نظر یہ مختصر شرح تالیف کی ہے، جس میں اربعین کا متن، مشکل الفاظ کا حل، بامحاورہ ترجمہ اور خلاصۂ مطالب درج کیا گیا ہے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے، جس میں حدیث سے متعلق مفید اور ضروری معلومات درج ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ)

تحفۂ علم وحکمت

مولانا ابوعامر محمد اِسحٰق خان۔ تقطیع: $\frac{۲۰\times۳۰}{۸}$۔ صفحات: ۵۵۰۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ پتا: ادارۂ نشر و اِشاعت دارالعلوم تعلیم القرآن، پلندری، آزاد کشمیر۔

اِمام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ (۶۷۶ھ) کی مرتب کردہ اربعین (چہل حدیث) علمائے اُمت میں بے حد مقبول ہوئی اور بہت سے بزرگوں نے اس کی شرحیں لکھیں۔ یہ چہل حدیث بیالیس (۴۲) احادیث پر مشتمل تھی۔ حافظ ابنِ رجب حنبلی (عبدالرحمٰن بن احمد بن رجبؒ، م: ۷۹۵ھ) نے اس پر آٹھ (۸) احادیث کا اِضافہ کرکے ''جامع العلوم والحکم شرح خمسین حدیثًا من جوامع الکلم'' کے نام سے اس کی ایک مبسوط شرح لکھی، جو غالبًا اربعین نوویؒ کی سب سے بہترین اور نفیس شرح ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی انہی پچاس حدیثوں کی طرح مفصل شرح ہے، جو گویا حافظ ابنِ رجبؒ کی ''جامع العلوم والحکم'' کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔ یہ احادیث اِیمان، اخلاق، معاشرت، معاملات وغیرہ زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق ہیں اور ہر حدیث گویا ایک مستقل علم کی نشان دہی کرتی ہے اور جناب مصنف نے ہر حدیث کے ذیل میں اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اُردودان طبقہ کے لیے یہ کتاب حافظ ابنِ رجبؒ کی کتاب ''جامع العلوم والحکم'' کا بدل ہوگی اور شاید اسی مناسبت سے اس کا نام بھی ''تحفۂ علم وحکمت'' تجویز کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ)

فنِ اسماء الرجال

مولانا تقی الدین ندوی مظاہری۔ صفحات: ۱۱۰۔ قیمت: ۱/۷۵ روپے۔ پتا: مکتبہ فلاحِ دارین، ترکیسر، سورت، انڈیا۔

حق تعالیٰ کی عنایت ہے کہ اس نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے نہ صرف حدیثِ نبوی (علیٰ صاحبہ الف الف صلاۃ و سلام) کی حفاظت فرمائی، بلکہ اس کے طفیل تقریباً چار صدیوں کے راویانِ حدیث کے حالات اور سیر و سوانح کی حفاظت کا اِنتظام فرمایا۔ یہی "فنِ اسماء الرجال" کہلاتا ہے، جو اس اُمت کا طرۂ اِمتیاز ہے اور جس کے ذریعہ آج بھی ایک ایک روایت کے ایک ایک راوی کے بارہ میں جرح و تعدیل کی عدالت سے یہ فیصلہ لیا جاسکتا ہے کہ وہ حدیث کی روایت میں ثقہ تھا یا نہیں؟

اَئمۂ حدیث نے جس محنت و جانکاہی سے یہ فن مدوّن کیا اور راویانِ حدیث کی جرح و تعدیل کے لیے جو اُصول و ضوابط وضع کیے، عربی میں اس پر بہترین کتابیں موجود ہیں، مگر اُردو میں اس پر بہت تھوڑا کام ہوا، فاضل مؤلف شکرَ اللہ سعیہ نے زیرِ نظر تالیف میں اس کمی کو بڑی حد تک پورا کردیا، جس میں فنِ اسماء الرجال کی اہمیت و ضرورت، جرح و تعدیل کے اُصول و ضوابط اور اس باب میں محدثینؒ کی مخصوص اِصطلاحات پر خالص علمی انداز میں بحث کی گئی ہے، آخر میں اسماء الرجال کی اہم اور مشہور کتابوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ اُردو دان طبقہ اور طلبہ حدیث اس سے خوب مستفید ہوں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

۴۰

تاریخِ حدیث و محدثین (جلد اوّل)

مولانا سیّد احمد اللہ ندوی (سابق مصحح "دائرۃ المعارف" حیدرآباد دکن)۔ صفحات: ۲۹۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: انجمن اشاعتِ قرآنِ عظیم، جامع مسجد نیوٹاؤن، کراچی ۵۔

مولانا حکیم سیّد احمد اللہ ندوی علمی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں، موصوف ۱۹۲۳ء سے ۱۹۴۷ء تک حیدرآباد دکن کے مشہور علمی ادارہ "دائرۃ المعارف" کے شعبۂ تصحیح سے منسلک رہے ہیں، اور مستدرک حاکم اور سنن کبریٰ للبیہقی ایسی بلند پایہ کتبِ حدیث کی تصحیح و مقابلہ سے عہدہ برا ہوئے ہیں۔ اس دوران انہیں حدیث، رِجال اور تاریخ حدیث کے گہرے مطالعہ کا موقع ملا، زیرِ نظر کتاب گویا ان کی علمی زندگی کا خلاصہ ہے۔

زیرِ نظر حصہ اوّل میں حدیث و سنت کے لغوی و اِصطلاحی مفہوم اور مرتبہ کے بعد دورِ نبوی، دورِ خلفائے راشدینؓ، دورِ صحابہؓ اور دورِ تابعینؒ میں حدیث کی تعلیم و تعلّم، حفظ و ضبط اور کتابت و تدوین کا جائزہ لیا گیا ہے، اس سلسلہ میں مکثرین، مقلین اور اقلین صحابہ کرامؓ کے ناموں کی تین فہرستیں اور متعدد اکابر صحابہؓ

وتابعینؒ کے تراجم بھی دیئے گئے ہیں۔ کتاب کے دُوسرے حصہ میں (جو غالباً ابھی زیرِ قلم ہے) دورِ تابعینؒ سے آٹھویں صدی تک کا تاریخی جائزہ پیش کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر اگرچہ پہلے بھی بحمداللہ! اچھی اچھی کتابیں موجود ہیں، تاہم یہ کتاب اپنے موضوع میں گراں قدر اضافہ تصوّر کی جائے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

تاریخِ حدیث ومحدثین (جلددوم)

مولانا حکیم سیّد احمداللہ ندوی۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: انجمن اشاعتِ قرآنِ عظیم، جامع مسجد نیوٹاؤن کراچی نمبر۵۔

اس کتاب کی جلد اوّل کا تذکرہ ان صفحات میں قارئین کی نظر سے گزر چکا ہے۔ زیرِ نظر جلد دُوسری صدی سے لے کر آٹھویں صدی تک کی تاریخِ حدیث پر مشتمل ہے، جس میں حدیث کے اہم مباحث و اصطلاحات، کتبِ حدیث کی اَقسام اور صدی وار اَہم کتبِ حدیث اور اُن کے مؤلفین کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ علمِ حدیث کے طلبہ کے لیے مصنفِ محترم نے بڑا دلچسپ اور قیمتی مواد جمع کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۵ھ)

المغنی فی اسماء الرجال

شیخ محمد بن طاہر گجراتی۔ تقطیع: ۲۲×۲۹۔ صفحات: ۹۸۔ قیمت: ۷/۵۰ روپے۔ پتا: دارنشر الکتب الاسلامیہ، ۱۹، گورونانک پورہ، گوجرانوالہ۔

علومِ حدیث میں سب سے پیچیدہ فن راویانِ حدیث کے ناموں کا صحیح تلفظ ہے، جس میں طلبہ ہی نہیں بلکہ بسا اوقات ماہر اساتذہ بھی چکرا جاتے ہیں، لغتِ حدیث کی شہرۂ آفاق کتاب مجمع البحار کے نامور مصنف الشیخ العلامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمہ اللہ (م:۹۸۶ھ) کو حق تعالیٰ شانہٗ بہترین جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے زیرِ نظر عدیم النظیر کتاب تالیف فرما کر خادمانِ حدیث کی اس مشکل کو بڑی حد تک آسان فرمادیا ہے۔ دیکھنے میں تو یہ چند ورقی رسالہ ہے، لیکن حضرت مصنفؒ نے جس محنت وسلیقہ، جس کاوش وعرق ریزی اور پھر جس جامعیت و اِختصار سے صحاحِ ستہ اور دیگر کتبِ حدیث کے ہزاروں راویانِ حدیث کے اسماء، انساب، القاب اور کُنیٰ کو حروفِ تہجی پر مرتب کرکے ان کا صحیح ضبط بتایا ہے، ان کے مختصر تراجم ذکر کیے ہیں،

مشتبہ ناموں کے باہم فروق بیان فرمائے ہیں، طبقاتِ رُواۃ کی تعیین کی ہے اور موقع بموقع اس فن کے قواعد و ضوابط اور نکات ولطائف پر متنبہ فرمایا ہے، اسے دیکھ کر آدمی ششدر رہ جاتا ہے۔ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ مصنفؒ نے اسماء الرجال کے ضخیم دفاتر کو ان چند اوراق میں سموکر ''دریا بحباب اندر'' کی زندہ مثال پیش کردی ہے۔ ناشرین کا پوری علمی برادری پر احسان ہے کہ انہوں نے اس گنج گراں مایہ کو دوبارہ شائع کر کے وقفِ عام کردیا۔ اب یہ اہلِ علم کی توفیق پر منحصر ہے کہ وہ اس سے کہاں تک اِستفادہ کرتے ہیں! ہمارے نزدیک یہ کتاب حدیث کے ہر طالبِ علم کے پاس ہمہ وقت رہنی چاہیے۔

تنبیہ: مصنفؒ خود حنفی ہیں اور انہوں نے زیرِ نظر کتاب میں صفحہ: ۷۹-۸۰ پر اِمام ابوحنیفہؒ کا سب سے مفصل ترجمہ ذِکر کیا ہے، مگر تابعیتِ اِمام کے سلسلہ میں جو عبارت نقل کی ہے، وہ خلافِ تحقیق ہے، وللتفصیل محل آخر!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتهرة

الامام جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطیؒ۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت: ۱۳/۵۰ روپے۔ پتا: دائرۃ المعارف الاسلامیہ، آسیا آباد، مکران بلوچستان۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ موصوف نے تفسیر، اُصولِ تفسیر، حدیث، اُصولِ حدیث، فقہ اور اسمائے رِجال جیسے اہم عنوانات پر نادرۂ روزگار تصنیفی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ زیرِ نظر جیبی سائز کا یہ رسالہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو دراصل شیخ بدرالدین زرکشیؒ کی تصنیف کا اِختصار ہے۔ عوام الناس اور علم حدیث سے گہری نظر نہ رکھنے والے فقہاء کے ہاں شہرت پاجانے والی احادیث کی تنقیح کی گئی ہے کہ کون سی موضوع اور کون سی ضعیف، حسن یا صحیح ہے؟ موصوف کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> ''میں نے اس کو مختصر کردیا ہے، نیز جہاں کہیں کوئی چیز لائقِ تنبیہ تھی، اس کی نشان دہی کردی، لیکن جہاں جہاں میں نے اپنی طرف سے اِضافے کیے ہیں، ان کے شروع میں ''قـلـت'' اور آخر میں ''انتھی'' لکھ کر مصنف کی عبارت سے ممتاز کردیا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے اسے حروفِ تہجی کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔''

خداتعالیٰ جزائے خیرعطافرمائے"دائرۃ المعارف الاسلامیہ" کے اربابِ حل وعقد کو جنہوں نے ۱۳۸۰ھ میں مصر سے شائع شدہ نسخہ کا عکس لے کر شائقینِ علومِ حدیث کے لیے کتابی دُنیا میں ایک گوہرِ گراں مایہ کا اِضافہ کردیا۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۷ھ)

مفتاح کنوز السنۃ (پہلا ایڈیشن)

مستشرق ڈاکٹر ای فنسنگ۔ عربی ترجمہ: الاستاذ محمد فواد عبدالباقی۔ صفحات: ۵۸۶۔ قیمت (مجلد): ۳۶روپے۔ پتا: سہیل اکیڈمی ۴-بی، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

زیرِ نظر کتاب میں ان تمام احادیث کی فہرست مرتب کی گئی ہے، جو مندرجہ ذیل چودہ کتابوں میں درج ہیں:

ا تا ٦:... صحاحِ ستہ، ۷:... موطا امام مالک، ۸:... مسندِ امام احمد، ۹:... سننِ دارمی، ۱۰:... مسندِ طیالسی، ۱۱:... طبقات ابنِ سعد، ۱۲:... سیرت ابنِ ہشام، ۱۳:... مغازی واقدی، ۱۴:... مسندِ زید بن علی۔

مصنف نے احادیث کے عنوانات کو حروفِ تہجی پر مرتب کر کے ہر عنوان سے متعلقہ احادیث کے بارہ میں یہ نشان دہی کی ہے کہ فلاں حدیث فلاں فلاں کتابوں میں فلاں فلاں مقامات پر ملے گی۔ حدیث کے بحرِ ناپیدا کنار کو کوزہ میں بند کرنے کے لیے مصنف نے خاص اِصطلاحی اِشارات اِستعمال کیے ہیں، جن کی تفصیل کتاب کے دیباچہ میں دی گئی ہے۔

کتبِ احادیث کے خزانہ سے کسی حدیث کا تلاش کرنا کتنا کٹھن مرحلہ ہے؟ اس کا ٹھیک اندازہ وہی کرسکتے ہیں جنہیں کبھی اس سے سابقہ پڑا ہو۔ کتبِ حدیث کی ورق گردانی جن حضرات کا شب و روز کا مشغلہ ہے اور جنہیں حدیث کی متداول کتابوں پر اچھا خاصا عبور ہے، ان کے لیے بھی بسااوقات یہ معلوم کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ اس حدیث کی تخریج کن کن کتابوں میں کہاں کہاں کی گئی ہے؟

"مفتاح کنوز السنۃ" واقعتاً اِسم بامسمّٰی ہے، جس سے خزانۂ احادیث کا قفل بڑی آسانی سے کھولا جاسکتا ہے اور جس کے ذریعہ چند لمحوں میں مطلوبہ حدیث کا پتا نشان مل سکتا ہے۔

مصنف کی محنت وکاوش کا اندازہ اس سے کیا جائے کہ موصوف نے گیارہ برس اس کی ترتیب وتدوین پر صرف کیے ہیں اور ترجمہ نگار نے چار سال کی مسلسل محنت سے ہر حدیث کے لیے متعلقہ کتابوں کی مراجعت کی ہے، گویا دو ذہین دماغوں کی چودہ سالہ عرق ریزی کا ثمرہ "مفتاح کنوز السنۃ" کی شکل میں ہمارے

سامنے ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۵۳ء میں سیّد رشید رضا مصری مدیر "المنار" کے زیرِ اہتمام مصر سے شائع ہوئی تھی۔ علمی حلقوں کو "سہیل اکیڈمی" کا ممنون ہونا چاہیے، جس نے اس کی ضرورت کا صحیح احساس کرتے ہوئے اس کی اشاعت کے مصارف کا بارِ گراں برداشت کیا۔ ہمیں توقع ہے کہ حدیثِ نبوی سے ادنیٰ شغف رکھنے والے حضرات بھی اس نعمتِ عظمیٰ کے استفادہ سے محروم نہیں رہیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۳۹۱ھ)

مفتاح کنوز السنة (دوسرا ایڈیشن)

مستشرق ڈاکٹر اے فنسنک۔ عربی ترجمہ: الاستاذ محمد فؤاد عبدالباقی۔ صفحات: ۵۸۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: سہیل اکیڈمی، ۴-بی، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

اکیس برس پہلے (شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ میں) "بینات" میں اس کتاب پر تبصرہ شائع ہوا تھا۔ کتاب کے تعارف کے لیے اس پر مزید کسی اضافہ کی ضرورت نہیں، البتہ اکیس سال قبل زیرِ تبصرہ کتاب کا نقشِ اوّل تھا (جس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے) اور غالباً "سہیل اکیڈمی لاہور" نے اپنے اشاعتی کام کی بسم اللہ اسی سے کی تھی۔ آج کی صحبت میں پیشِ نظر اس کا نقشِ ثانی ہے جو تین خصوصیات پر مشتمل ہے۔

اوّل:... یہ کہ پہلی اشاعت میں کتاب کی تقطیع (بذریعہ عکس) چھوٹی کردی گئی تھی، نقشِ دوم میں اس نقص کی اصلاح کردی گئی ہے۔

دوم:... پہلے ایڈیشن میں بھی کتاب کی طباعت و تجلید (اس وقت کے مطابق) بڑی معیاری تھی، لیکن پیشِ نظر اشاعت کا معیار بہت ہی اُونچا ہے اور ناشرین کا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ: "الحمد للہ کہ اس طرح "مفتاح کنوز السنة" کا یہ ایڈیشن اب صوری و معنوی لحاظ سے دُنیا بھر میں شائع ہونے والے تمام ایڈیشنوں سے ہر اعتبار سے بہتر ہوگیا ہے۔"

سوم:... اس ایڈیشن میں مفتاح کنوز السنة کے ساتھ ایک مستقل کتاب "مفتاح الصحیحین" ملحق کردی گئی ہے، جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم کی طرف سے اس دیدہ زیب ایڈیشن دوم کی کماحقہٗ پذیرائی کی جائے گی۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ)

المدخل فی اصول الحدیث للحاکم النیسابوری

محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی۔ صفحات: ۱۳۴۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: الرحیم اکیڈمی اے، ۷/۱۷،اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی۔

محقق العصر الشیخ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی زیدمجدہم کی شخصیت حلقۂ اہلِ علم وتحقیق میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ ایک بلند پایہ مصنف ونقاد اور بہترین مدرّس اور ماہر اُستاذِ حدیث ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی آپ کی دیگر تصانیف کی طرح علم وتحقیق کا شاہکار ہے۔ یہ کتاب دراصل اِمام حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک علی الصحیحین کے مشہور رسالہ المدخل فی اصول الحدیث پر ایک علمی اور تحقیقی تبصرہ ہے، جس میں اس کے مباحث پر تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔ یہ تبصرہ مصنفِ موصوف کی زندگی کا پہلا مضمون تھا جو ماہنامہ ''برہان'' دہلی میں شائع ہوکر اہلِ علم سے دادِ تحسین وصول کرتا رہا، مگر اس کی تحقیق کی پختگی اور گہرائی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مقالہ آج سے پچاس سال پہلے سپردِ قلم کیا گیا تھا، اس عرصہ میں علم اسماء الرجال اور فنِ اُصولِ حدیث پر بہت سی نادر کتابیں جو اَب تک قلمی تھیں، طبع ہوگئیں۔ مگر مصنفِ موصوف نے جو کچھ لکھا تھا، اس پر کہیں نظرِ ثانی کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

حاصل یہ کہ تحقیق وتنقید کے اس گراں قدر مجموعہ کا ایک ایک حرف آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مالک ''الرحیم اکیڈمی'' کو جنہوں نے اس گوہرِ آب دار کو علیحدہ کتابی شکل میں شائع کر کے اہلِ علم طبقہ پر احسان فرمایا۔

کتاب کے شروع میں اِمام حاکم کی المدخل کا مکمل متن دے دیا گیا ہے، اور اس کے آخر میں اس پر نقد وتبصرہ شروع کیا گیا۔ اس انداز سے مضمون اور کتاب کی اہمیت دوبالا ہوگئی۔ اہلِ علم حضرات سے اُمید ہے کہ وہ تنقید وتحقیق کے اس عظیم سرمایہ کو حاصل کرنے میں کسی سے پیچھے نہ رہیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۳ھ)

الدرایة فی اصول الروایة

مولانا مفتی امجد العلی صاحب۔ صفحات: ۲۵۶۔ قیمت (مجلد): ۵۰/۷ روپے۔ ناشر: محمد سعید اینڈ سنز، تاجران کتب، قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔

مولانا مفتی امجد العلی صاحب قدیم طرز کے عالمِ دِین ہیں، تقسیم ملک سے پہلے مدرسہ مطلع العلوم رام پور

میں شیخ الحدیث تھے اور اَب چند سال سے ''اِدارۂ تحقیقاتِ اسلامی'' سے وابستہ ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں آپ نے مستند مآخذ سے علمِ اُصولِ حدیث کی اہم اِصطلاحات جرح وتعدیل کے ضوابط، اَخذِ حدیث کے طرف، آدابِ شیخ وطالب اور علمِ حدیث کے ضروری معلومات جمع کردیے ہیں۔ اُردو زبان میں اُصولِ حدیث کی بڑی حد تک جامع کتاب ہے۔ جو حضرات علمِ اُصولِ حدیث سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں، مگر براہِ راست عربی کتابوں سے اِستفادہ نہیں کرسکتے، اُن کے لیے اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ)

اِختلاف الأئمہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مظاہر علوم سہارنپور۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: جناب الحاج یوسف صاحب رنگ والے، پوسٹ بکس نمبر۴۹۹۴، کراچی۔

زیرِ نظر رسالہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم نے تفصیل سے ان نکات پر بحث کی ہے کہ روایاتِ حدیث میں اِختلاف کے کیا اسباب تھے؟ اور فروعی مسائل میں صحابہؓ وتابعینؒ بالخصوص اَئمۂ دِین میں اِختلاف کیوں رُونما ہوا؟ اور یہ کہ یہ اِختلاف اُمتِ مرحومہ کے حق میں زحمت نہیں، رحمت ہے۔ اور یہ کہ جو شخص اَحادیث کی صحت وسقم، راجح ومرجوح، ناسخ ومنسوخ اور جمع وتطبیق سے باخبر نہ ہو، اس کے لیے اَئمۂ دِین کی اِتباع لازم ہے۔

رمضان ۱۳۴۶ھ میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب نے جامعہ مظاہر علوم سے ایک ماہوار رسالہ ''المظاہر'' نکالا تھا۔ موصوف کے اِصرار پر حضرت شیخ نے اس رسالہ کے لیے ''اِختلافِ اَئمہ'' پر یہ مضمون لکھنا شروع کیا تھا، اس موضوع پر کوئی ۵۰۰ سو صفحات لکھنے کا اِرادہ تھا، ہر مہینے دو چار صفحے آجاتے تھے، تیرہ چودہ مہینے یہ سلسلہ جاری رہا، پھر ''المظاہر'' بند ہوگیا تو یہ سلسلہ بھی ختم کردیا گیا۔ اس کے بعد بہت سے جرائد نے اس کی تکمیل کا تقاضا اور اِشاعت پر اِصرار بھی کیا مگر دیگر مشاغل نے مہلت نہ دی۔ کاش! یہ مبارک سلسلہ جاری رہتا تو علماء، طلبہ اور اہلِ فہم واِنصاف کے لیے بہت ہی کام کی چیز ہوتی! تاہم جتنا ہے، وہ بھی اپنی جگہ نہایت بیش قیمت ہے، اور روایاتِ حدیث میں جمع وتطبیق کے اُصولِ کلیہ معلوم ہوجاتے ہیں اور مذاہبِ اَئمہ کے اِختلاف کا مسئلہ جو بہت سے لوگوں کے لیے ایک معما ہے، اس رسالہ کے پڑھنے سے حل ہوجاتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۲ھ)

السهم المصيب

سلطان الملک المظفر ابوبکر بن ایوب۔ صفحات:۱۳۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دارالکتب العلمیہ، اکوڑہ خٹک۔

السلطان الملک المظفر عیسیٰ ابن ابی بکر بن ایوب (م:۶۲۴ھ) ان خوش بخت لوگوں میں سے ہیں جو علم وعَلَم اور تاج وقلم کے جامع تھے۔ ''السهم المصيب في الرد على الخطيب'' موصوف کا مشہور رسالہ ہے، جس میں خطیب بغدادی کی ان روایاتِ مثالب پر جرحاً وتعدیلاً اور سنداً ومتناً کلام کیا ہے جو موصوف نے امامِ اعظم فقیہ الامت فقیہ الملت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ذکر کی ہیں۔ سلطان کے کلام میں شاہانہ وقار وتمکنت، متانت ورزانت پائی جاتی ہے۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے خطیب کی ذہنی واخلاقی حیثیت پر بھی مختصر کلام کیا ہے۔

اس کتاب کا ایک نادر نسخہ جدہ میں شیخ محمد حسین نصیف کے کتب خانہ میں تھا، حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے برادر شیخ محمود کی وساطت ومعونت سے ۱۳۴۹ھ میں شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ اس کی نقل لائے اور ''کتب خانہ اعزازیہ دیوبند'' سے شائع ہوئی۔ حق تعالیٰ ناشرین کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کا عکس شائع کر کے اہلِ علم پر احسان کیا۔

کتاب کی لوح پر مصنف کا نام ابوبکر بن ایوب لکھا ہے، جب کہ ان کا نام عیسیٰ بن ابی بکر ایوب ہے۔ ان کا مختصر سا ترجمہ حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''البداية والنهاية ''(۱) میں لکھا ہے۔ حافظ قاسم بن قطلو بغا تاج التراجم (۲) میں لکھتے ہیں: ''وترجمته مستوفاة عند الذهبي۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ)

اتحاف النبيه فيما يحتاج اليه المحدث والفقيه

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی نوراللہ مرقدہٗ۔ تحقیق وتعلیق: مولانا عطاء اللہ حنیف۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت: ۷روپے۔ پتا: مکتبہ سلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

شاہ صاحبؒ کی کتاب الانتباه في سلاسل اولياء الله دراصل تصوف، حدیث اور فقہ تینوں کی

(۱) ج:۱۳، ص:۱۸۱

(۲) ص:۴۹

اسانید پر مشتمل تھی۔ حدیث و فقہ کے حصے اب تک غیر مطبوعہ تھے، جناب مولانا عطاء اللہ حنیف نے جو مسلک اہلِ حدیث کے نہایت علم دوست اور فاضل بزرگ ہیں، اس کے دو قلمی نسخے فراہم کیے، ان کے مقابلہ و تصحیح پر محنت کی اور تعلیقات و حواشی سے مزین کر کے اتحاف النبیہ کے نام سے شائع کر دیا۔ اس کے بیشتر مضامین اگرچہ دوسری کتابوں میں موجود ہیں، تاہم شاہ صاحبؒ کی ایک گمنام کتاب کا شائع ہو جانا نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ)

بستان المحدثین اُردو (پہلا ایڈیشن)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ۔ ترجمہ: مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ۔ تزئین: جناب محمد بشیر دہلوی۔ صفحات: ۲۲۶۔ قیمت: ۶ روپے۔ ناشر: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی۔

''بستان المحدثین فی تذکرۃ کتب الحدیث و المحدثین'' حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (نور اللہ مرقدہٗ) کا مشہور و معروف رسالہ ہے، جس میں تقریباً ایک سو کتبِ حدیث کا تعارف اور جلیل القدر محدثین کے حالات کا تذکرہ ہے۔ شاہ صاحبؒ وجہِ تالیف میں لکھتے ہیں:

''چونکہ اکثر رسالوں اور تصنیفوں میں ایسی کتابوں سے حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن پر اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے سننے والوں کو حیرانی پیش آتی ہے۔ اس وجہ سے اصل مقصود تو انہی کتابوں کا ذکر ہے، مگر تبعاً ان کے مصنفین کا بھی ذکر کیا جائے، کیونکہ مصنف سے اس کی تصنیف کی قدر معلوم ہوتی ہے۔''

مولانا عبدالسمیع دیوبندی نے اسے اُردو میں منتقل کیا تھا اور اب جناب محمد بشیر صاحب دہلوی نے اس کی اِصلاح و تزئین کے بعد اسے شائع کیا۔ ''عجالہ نافعہ'' کی طرح ''بستان المحدثین'' بھی طلبہ حدیث کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ)

بستان المحدثین اُردو (دُوسرا ایڈیشن)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نوّر اللہ مرقدہٗ۔ ترجمہ: مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ۔ تزئین: مولانا سحبان محمود (اُستاذ دارالعلوم کراچی)۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت (مجلد): ۶ روپے۔ پتا:

کلام کمپنی، مولوی مسافر خانہ کراچی نمبرا۔

''بستان المحدثین'' کا تعارف ''بینات'' کی سابقہ اشاعت میں آچکا ہے۔ زیرِ نظر ایڈیشن ہر اعتبار سے عمدہ اور بہتر ہے۔ جناب مولانا سبحان محمود صاحب کی اصلاح وتصحیح کے بعد ترجمہ میں خاصی جدت، تازگی اور عمدگی پیدا ہوگئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولی ۱۳۸۹ھ)

صحیفہ ھمام بن منبہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ صفحات: ۲۰۶۔ قیمت: بلا ہدیہ۔ پتا: جناب رشید اللہ یعقوب، مکان ۸، زمزمہ اسٹریٹ ۳، زمزمہ، کلفٹن کراچی ۷۵۶۰۰۔

قرآنِ کریم دستورِ اسلام اور ضابطۂ حیات ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مجموعہ اَحکام کی تفسیر وتعبیر کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عملی نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل اور عمل سے اس کی تعلیم دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی قول وفعل اور عمل کا نام ''حدیث'' ہے، جو اِسلامی قوانین کا دُوسرا اہم مصدر و مأخذ ہے۔

حضراتِ صحابہ کرامؓ نے اس کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآنِ کریم کے علاوہ اَحادیثِ نبویہ کے مجموعے بھی مرتب فرمائے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ علم وفضل، قوتِ حافظہ اور کثرتِ روایات میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ اُن کے شاگردِ رشید حضرت ابوعقبہ ہمام بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی: ۱۰۱/۱۰۲ھ) نے اپنے شیخ صحابیِ رسول حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اخذ کردہ اَحادیث کو کتابتاً محفوظ کرلیا، جو اَحادیثِ نبویہ کے مجموعوں میں سب سے قدیم ترین ہے۔ حضرت ہمام بن منبہؒ کی ولادت سنہ ۱۵ ہجری کی ہے اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۵۸ ہجری میں ہوئی۔ اس اعتبار سے یہ صحیفہ ۵۸ ہجری سے پہلے کا مرتب کردہ، صحیح بخاری و مسلم اور دیگر تمام کتبِ حدیث سے قدیم ترین ہے۔ اس گوہرِ نایاب کو اُمت نے محفوظ رکھا اور اس فن کے قدر دان، دُنیائے علم کی مایۂ ناز شخصیت جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ خان صاحب نے صحیفہ ہمام ابنِ منبہ کے مختلف نسخوں کو تلاش کیا اور اصلاح وتصحیح اور مقابلہ کے بعد صحیح ترین نسخہ مرتب فرمایا۔ اور ان نسخوں میں جہاں کہیں سہوِ ناسخ یا اِختلاف تھا، اس کی نشان دہی فرمائی۔ یہ نسخہ ہندوستان میں ۱۹۵۶ء میں شائع ضرور ہوا تھا، مگر اس کا معیارِ طباعت اہلِ علم کے لیے باعثِ کشش ثابت نہ ہوا۔ موجودہ طباعت کئی اعتبار سے خصوصیت کی حامل ہے۔

کتاب کے شروع میں کتاب کا تعارف، تاریخی پس منظر اور جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کا نہایت ہی جان دار مقدمہ، دیباچہ اور تمہید ہے، جس میں تدوینِ حدیث وحفاظتِ حدیث پر نہایت عمدہ کلام کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صحیفہ ہمام ابنِ منبہ کی تمام اَحادیث پر سلسلہ وار نمبر لگاکر ہر حدیث کے ذیل میں اس کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ اس طرح صحیفہ میں ۱۳۸ اَحادیث آئی ہیں۔

اس کے آخر میں مخطوطہ دمشق اور مخطوطہ برلین کے آخری اِختتامیے بھی دیئے گئے ہیں، پھر مخطوطہ دمشق اور برلین میں جو جو اِختلاف الروایات تھے، اُنہیں بھی الگ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب رشید اللہ یعقوب صاحب کو جنہوں نے یہ گوہرِگراں مایہ بلاہدیہ اہلِ علم، لائبریریوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں تک پہنچانے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت وسعی کو قبول فرمائے اور اُمت کو اس عظیم سرمایہ سے مستفید فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۱۹ھ)

انوار السنن (عربی مع ترجمہ)

مولانا قاضی شمس الدین علوی۔ صفحات: ۲۴۸۔ قیمت: ۵ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: دارالعلوم عبیدیہ نقشبندیہ، ڈیرہ غازی خان۔

اَحادیثِ اَحکام کا یہ مختصر مجموعہ جو شیخ الاسلام حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی متداول کتاب ''بلوغ المرام'' کے تتبع میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں ''طہارت'' سے ''وصایا'' تک کی کوئی بارہ سو احادیث ایک سو دو (۱۰۲) ابواب کے تحت جمع کی گئی ہیں۔ جمع وتدوین میں اختصار اور حنفی مذہب کی تائید کا مقصد نمایاں ہے، احادیث کا زیادہ حصہ ''بلوغ المرام'' ہی کا ہے، مگر فاضل مرتب نے مزید اور مزید علیہ کے درمیان امتیازی علامت کی ضرورت نہیں سمجھی، جو شاید ضروری تھی۔ مقصدِ تالیف غالباً یہ ہوگا کہ حنفی مدارس کے وسطانی درجوں میں اسے پڑھایا جائے۔ بلاشبہ یہ خیال بڑا مبارک ہے، بشرطیکہ آئندہ طباعت میں چند اُمور کی اصلاح کرلی جائے:

۱:... مؤلف کا اصل مأخذ جہاں سے حدیث لی گئی ہے، اس کی نشان دہی بقیدِ صفحات حاشیہ میں کردی جائے۔

۲:... حدیث پر صحت، حسن، ضعف، وغیرہ کا حکم کرتے وقت اَئمہ فن کے نام کا اِلتزام کیا جائے (مثلاً: قال الحاکم: صحیح، قال الدارقطنی: معلولٌ. وغیرہ)۔

۳:...زیرِ نظر طباعت کچھ ایسی نہیں، اسے حدیث کی درسی کتاب کے شایانِ شان طبع کیا جائے۔
۴:...اُردو ترجمہ علاوہ اس کے کہ بالکل بے جان ہے، غیر ضروری بھی ہے۔ اس کی جگہ حسبِ ضرورت مختصر عربی حاشیہ آجائے۔
اگر ان اُمور کا اہتمام ہو جائے تو وسطانی درجوں کے لیے یہ بہترین درسی کتاب ثابت ہوسکتی ہے۔
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۸ھ)

''فوائدِ جامعہ'' بر ''عجالۂ نافعہ'' (پہلا ایڈیشن)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ۔ ترجمہ وتشریح: مولانا محمد عبدالحلیم چشتی (فاضل دارالعلوم، دیوبند)۔ تقطیع: $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$۔ صفحات: ۶۲۵۔ کتابت وطباعت: متوسط۔ کاغذ: عمدہ۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ معمولی کاغذ: ۱۲ روپے۔ ناشر: نور محمد تجارتِ کتب، کراچی۔

''عجالۂ نافعہ'' حضرت شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مختصر اور بغایت مفید تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے علم حدیث کے مبادیات، اُصول وقواعد، آداب وفوائد، طبقات واقسامِ کتبِ حدیث اور اسمائے رجال ورُواۃِ حدیث کے متعلق نہایت ضروری اور مفید معلومات جمع فرمادی ہیں۔ یہ رسالہ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے ایک شاگرد جناب سیّد قمرالدین حسینی کی درخواست کے جواب میں لکھا تھا، جس میں انہوں نے آپ سے روایت اور حدیث کی خدمت کے لیے اِجازت چاہی تھی۔ اس لیے رسالہ کی حیثیت ایک قلم برداشتہ وصیت کی سی ہے، جو آپ نے اس سعادت مند تلمیذ کو علم حدیث سے اشتغال اور تحدیث و روایت کی اجازت دیتے ہوئے فرمائی تھی اور اس میں اپنی سنداتِ کتب اور طرقِ روایت کو بیان فرمایا تھا۔ رسالہ کی یہ حیثیت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے نام ہی سے ظاہر فرمادی ہے کہ ''یہ عجیب و غریب رسالہ دراصل جلدی میں پیش کی ہوئی وہ معلومات ہیں جو علم حدیث سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے انتہائی ضروری اور مفید ہیں۔'' اور اس اعتبار سے یہ عجیب وغریب بھی ہے کہ اس عجلت میں بھی آپ نے اس مختصر سے رسالہ میں ایسے ضروری قواعد وفوائد پر مطلع فرمادیا ہے، جو ایک طالبِ فنِ حدیث کے لیے ناگزیر ہیں اور جن کو پیش نظر رکھے بغیر حدیث کے متن وسند کی صحت وتلفظ وروایت اور اس کے معانی ومطالب کا سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے اور ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

''فوائدِ جامعہ'' حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے اسی قلم برداشتہ رسالہ کی ایک جامع شرح ہے۔ ان تشریحی فوائد کے جامع اور مرتب جناب مولانا محمد عبدالحلیم چشتی صاحب علمی و ادبی حلقوں میں ایک متعارف شخصیت ہیں، ان کے متعدد علمی مقالات اور تالیفات علمی حلقوں سے ان کی کاوشِ تحقیق کی داد حاصل کرچکے ہیں۔ ان تمام علمی کاموں میں جو اس وقت تک سامنے آچکے ہیں ''فوائدِ جامعہ'' ان کا ایک قابلِ قدر کارنامہ ہے! جس میں انہوں نے حدیث و روایت اور ان سے متعلقہ علوم کے بارہ میں اس قدر متنوع اور مفید معلومات جمع کردی ہیں کہ اس کو ایک مأخذ کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

کتاب: ''عجالۂ نافعہ'' کے فارسی متن (۲۶ صفحات)، اُردو ترجمہ (۲۴ صفحات)، تشریحی فوائد (تقریباً ۵۱۰ صفحات) پر مشتمل ہے۔ وسطی حصہ میں تین جزء کا ایک کتابچہ شامل کیا گیا ہے، جو بظاہر متن سے غیر متعلق حصہ معلوم ہوتا ہے، شاید اسی لیے ان ۴۸ صفحات کا شمار بھی صفحاتِ کتاب کے مسلسل نمبر سے الگ ہے، مقدمہ اور فوائد کی فہرست میں بھی ان کا کوئی حوالہ نہیں ہے، کتاب کے صفحات ۲۲۱-۲۲۰ کے درمیان ان اجزاء کا اضافہ کیا گیا ہے اور ان کا عددِ صفحات بھی حلقہ ''0'' کے ذریعہ ممتاز کردیا گیا ہے۔ غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے ''عجالۂ نافعہ'' میں فقہائے محدثین حنفیہ کا جو مختصر تذکرہ فرمایا ہے، اس پر جامعِ فوائد نے مزید تراجم کا قابلِ قدر اضافہ کیا ہے اور اسی ضمن میں یہ اجزا بڑھائے گئے ہیں۔ تاہم یہ اضافہ ناتمام اور غیر مربوط ہے۔ اس اضافہ سے وہ خلا بھی پُر نہیں ہوتا جس کو پُر کرنے کا شارح نے اہتمام کیا ہے اور اس میں تاریخی ترتیب اور تسلسل بھی نہیں ہے۔ صفحہ ۲۲۰ کے آخر میں ''فقہائے محدثین حنفیہ'' کی فہرست میں اضافہ کا ذکر کرتے ہوئے جامعِ فوائد نے کہا ہے کہ: ''انہی فقہائے محدثین کے زُمرہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، فقیہِ ہند مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ کا بھی شمار ہے۔''

اس اضافہ میں حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ، مولانا احمد علی سہارنپوریؒ (محشی ''صحیح بخاری'')، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (شریکِ تحشیہ مولانا احمد علیؒ)، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (شارح ''سنن أبی داود'')، شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (صاحب ''فتح الملهم'') وغیرہ علمائے احناف میں سے بہت سے فقہائے محدثین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے! ان محدثین کے متعلق مؤلف کو کافی مواد نہ ملا ہو۔ اور اگر یہ اضافہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کے سلسلۂ اسانید کے حنفی فقہائے محدثین تک محدود ہے، تب بھی یہ غیر مرتب اور ناتمام ہے۔ صفحہ ۲۲۰ کے اس اجمالی اضافہ کے بعد

جامعِ فوائد نے ان اجزا کا اضافہ کیا ہے، جن میں صرف ملا علی قاریؒ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے تراجم کا مفصل تذکرہ ہے۔

کتاب کے آخر میں ۲۱۶ مراجع و مآخذ کی فہرست کے بعد ۳۲ صفحات کا ''صحت نامہ'' ہے اور شروع میں ''عجالۂ نافعہ'' اور ''فوائد'' کی ۲۲ صفحات پر مشتمل فہرستِ مضامین ہے، اس طرح کتاب کی ضخامت چھ سو چالیس صفحات تک پہنچ گئی ہے۔

چھبیس صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ کے تشریحی فوائد کی یہ ضخامت اس محنت و کاوش کی منہ بولتی شہادت ہے جو مؤلف نے اس کتاب کی تالیف و ترتیب میں صرف کی ہے۔ ان ''فوائد'' میں فاضل مؤلف نے حدیث اور متعلقاتِ حدیث کے ۳۲۵ موضوعات پر گفتگو کی ہے۔ اہم مضامین یہ ہیں:

حدیث (تعریف، اہمیت، قواعد و غایات)، اِصطلاحات، اقسامِ حدیث، کتبِ حدیث، اقسامِ کتبِ حدیث، تعارفِ کتبِ حدیث و رجال، محدثین کی تالیفات، رُواۃِ صحاح، ضبطِ اسماء و کنیت، فقہائے محدثین (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، ظاہریہ)، اُصولِ درایت اور احادیثِ موضوعہ وغیرہ۔

اس امر کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ متن میں جس کتاب یا راوی کا ذکر آ گیا ہے، اس کے متعلق تمام ضروری تفصیلات فوائد میں پیش کر دی گئی ہیں جو کسی ایک کتاب میں یکجا نہیں مل سکتیں۔ اس طرح مؤلف کی قابلِ قدر محنت و کاوِش نے علم حدیث کے طلباء، اساتذہ اور تحقیقی کام کرنے والوں کو مراجع و مآخذ کی تلاش و جستجو کی بہت سی مشکلات سے بچالیا ہے۔

''فوائدِ جامعہ'' کو اس افادیت اور جامعیت کے اعتبار سے ایک مستقل تالیف اور مآخذِ فن کی حیثیت حاصل ہے، لیکن فاضل مؤلف نے اس کے باوجود اس کو ایک مختصر رسالہ کا ذیل بنانا پسند کیا ہے اور اس کی اہمیت کو ضمنی حیثیت دی ہے۔ یہ غالباً ان کا ادب اور وہ احترام و عقیدت ہے جو انہوں نے محدثینِ دہلی کے چشم و چراغ، یگانۂ عصر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے حضور پیش کیا ہے! حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز خود مؤلف کے سلسلۂ اسانید کی بھی ایک مرکزی شخصیت ہیں۔ بلبل ہمیں کہ قافیہ گل بود بس است۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۵ھ)

''فوائدِ جامعہ'' بر ''عجالۂ نافعہ'' (دُوسرا ایڈیشن)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ۔ ترجمہ و تشریح: مولانا محمد عبدالحلیم چشتی

(فاضل دار العلوم، دیوبند)۔ صفحات:۶۲۲۔ قیمت (مجلد قسم اوّل):۱۵ روپے۔ (قسم دوم): ۱۲روپے۔ ناشر: نور محمد کارخانۂ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی۔

''عجالۂ نافعہ'' سراج الہند اُستاذ الاساتذہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نوّر اللہ مرقدہٗ کا مختصر سا ''ثبتِ مشائخ'' ہے۔ جو موصوف نے ایک شاگرد کی فرمائش پر قلم برداشتہ تحریر فرمایا تھا۔ رسالہ کل دو فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ فصلِ اوّل میں علم حدیث کی ضرورت، حدیث فہمی کے مختصر اُصول، ضبطِ رجال کے قواعد اور کتبِ حدیث کے اقسام وطبقات کا بیان ہے۔ فصلِ دوم میں صحاحِ ستہ، موطا امام مالک، مشکوٰۃ المصابیح اور حصن حصین کا اُن کے مصنفین تک سلسلۂ سند ذکر فرمایا ہے۔ خاتمہ میں وضعِ حدیث کے اسباب اور مشہور وضاعین کا تذکرہ ہے۔

زیرِ نظر اِشاعت میں ''عجالہ'' کا فارسی متن شروع کے ۲۶ صفحات میں آیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ:۶۲ تک جناب مولانا محمد عبدالحلیم چشتی صاحب کا سلیس ترجمہ ہے، اس کے بعد عجالہ کے قابلِ تشریح مقامات پر ۳۲۵ فوائد ہیں۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''طبقاتِ کتبِ حدیث'' کی بحث من وعن اپنے والد ماجد حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کردی ہے، اور اس پر کوئی تنقید نہیں فرمائی۔ شارحِ محقق بھی اس مقام پر تو خاموشی سے گزر گئے ہیں، البتہ اس بحث کو شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حالات میں پھر ذکر کیا ہے اور انہی کی کتاب ''المنهج القويم فی شرح الصراط المستقيم'' سے اس نظریہ پر تنقید نقل کی ہے۔

حق تعالیٰ فاضل مؤلف جناب مولانا عبدالحلیم چشتی کو جزائے خیر دیں کہ انہوں نے انتہائی دیدہ وری اور عرق ریزی سے کتبِ حدیث ورِجالِ حدیث سے متعلق معلومات کا اتنا وافر ذخیرہ جمع کردیا ہے کہ ''عجالہ'' کے قطرہ کو دریا کر دِکھایا۔

کہیں کہیں تو کلام اطناب کی حد تک وسیع ہوتا گیا۔ طلبہ حدیث کو اس خزانۂ عامرہ کی قدر کرنی چاہیے۔

کتاب کے آخر میں بتیس (۳۲) صفحات کا ''صحت نامہ'' ہے، لیکن پھر بھی بعض فاحش اغلاط رہ ہی گئے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۸ھ)

تشکیل سندات البخاری

مرتبہ: مولانا محمد فاروق احمد انبٹھویؒ (چارٹ)۔ قیمت: ۷۵ پیسے۔ پتا: نعمانی منزل پرانا

دھوبی گھاٹ، بادشاہ روڈ کراچی ۳۔

مولانا فاروق احمد صاحب مرحوم نے اسانیدِ بخاری کا یہ شجرہ چارٹ کی صورت میں مرتب کیا تھا، جس سے بہت سے مشاہیر کا سلسلۂ سند آسانی سے معلوم ہوسکتا ہے۔ جناب مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی صاحب نے اسے باضافاتِ جدیدہ شائع کیا ہے۔ ناشر کے مطابق یہ شجرہ کبھی طلبہ دارالعلوم میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ طلبہ حدیث کے کام کی چیز ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۹ھ)

***

عقائد وایمانیات

کیا خدا ہے؟ (پہلا ایڈیشن)

مولانا مفتی عبدالحکیم سکھروی۔ صفحات: ۲۱۶۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر۱۴۔

خدا تعالیٰ کے وجود کے دلائل وشواہد ایک ناول کے رنگ میں بیان کیے گئے ہیں۔ رسالہ دلچسپ ہے اور فکر انگیز، مگر اِستفہامی نام کھٹکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۴ھ)

کیا خدا ہے؟ (دُوسرا ایڈیشن)

حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم سکھرویؒ۔ صفحات: ۲۱۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم، کراچی نمبر۱۴۔

کتاب کا نام اگرچہ موہوم سا ہے، مگر یہ حقیقت ہے کہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں جس شیفتگی اور شستگی سے اپنے مافی الضمیر کا اِظہار کیا ہے، قابلِ داد ہے۔ کتاب میں وجود باری تعالیٰ پر دلائلِ نقلیہ اور عقلیہ قائم کیے گئے ہیں۔ مؤلفِ موصوف نے کتاب میں اپنے مخصوص انداز سے منکرینِ خدا کے کلامی فلسفوں کا بطلان مشاہداتی واقعات کے تناظر میں واضح کرکے دِکھلا دیا ہے۔

کتابت، طباعت، کاغذ کی عمدگی اور ٹائٹل کی جدّت نے کتاب کو مزید باعثِ کشش بنادیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

اَرکانِ اَربعہ (اُردو)

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۴۰۰۔ قیمت (مجلد): ۲۲ روپے۔ پتا: مجلس نشریات اسلام، ۱، کے/۳، ناظم آباد نمبر ۱، کراچی۔

اِسلامی عبادات میں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اِسلام کے بنیادی ارکان کہلاتے ہیں جو پورے دِین کا مرکز ومحور ہیں اور جن پر دِین کا سارا نظام گردش کرتا ہے۔ اگر کسی شخص کی زندگی میں یہ چار ارکان اپنی صحیح رُوح کے ساتھ آجائیں تو اس کی زندگی کے سارے شعبے اسلامی تعلیمات کے تحت آجائیں گے، اور اگر خدانخواستہ اِن ارکانِ اربعہ میں کُلًّا یا بعضاً خلل واقع ہو تو نہ اسلامی زندگی اپنے تمام تقاضوں کے ساتھ بروئے کار آسکتی ہے، نہ معاشرہ میں اپنا صحیح کردار ادا کرسکتی ہے، اور نہ آخرت میں حق تعالیٰ شانہ کی رضا وقرب کا موجب ہوسکتی ہے، (الا ان یتغمده اللّٰه برحمته)۔ ان ارکانِ اَربعہ کا ایک مسلمان کی پوری زندگی کے ساتھ ایک ایسا خفی ربط ہے، جس کا اِدراک علمائے راسخین ہی کا حصہ ہے۔ اس لیے اکابر محققین نے ان کے آداب وشرائط اور اسرار وحکم پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔ ان میں شیخ ابنِ عربی، شیخ ابنِ عطاء اللہ اسکندری، امام غزالی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (قدس اللہ اسرارہم) کا نام نامی نمایاں ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں حضرت مصنف نے اِسلام کے ان چاروں بنیادی اَرکان کے اسرار وحِکَم، ان کے آداب واثرات اور اُن کی حقیقت ورُوح پر جدید اُسلوب میں کلام فرمایا ہے۔ جس میں نہ صرف اکابرِ سلف کی تحقیقات کو بہترین انداز میں پیش کیا ہے بلکہ اپنی خداداد فہم وبصیرت اور ایمان وایقان کی روشنی میں بہت سے ایسے نکات کا اضافہ کیا ہے جن کی دورِ جدید میں بے حد ضرورت تھی، بالخصوص اسلامی عبادات کا دیگر مذاہب کی عبادات کے ساتھ اور اِسلام کے فلسفۂ اِجتماع کا دِیگر نظام ہائے فکر کے ساتھ تقابلی مطالعہ اس کتاب کے خاص محاسن میں شمار ہوگا۔

حق تعالیٰ نے اس کتاب کو حسنِ قبول بھی خوب نصیب فرمایا ہے، عربی، اُردو، ترکی اور انگریزی چاروں زبانوں میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔

حق تعالیٰ حضرت مصنف کو اس اہم ترین دِینی خدمت کا بہترین صلہ عطا فرمائیں اور اہلِ دانش کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق دیں۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ)

اَرکانِ اِسلام

مولانا اشرف علی قریشی۔صفحات:۷۸۴۔ قیمت (مجلد):۵۰روپے۔پتا: جامعہ اشرفیہ، پشاور۔
جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب اِسلام کے ارکانِ اَربعہ نماز، زکوٰۃ، حج اور روزہ کے مسائل وفضائل اور اَدعیہ مسنونہ پر مشتمل ہے۔ کتاب، حجاجِ کرام کی ضرورتوں کے پیش نظر لکھی گئی ہے، اس لیے حج کے مسائل پر بہت ہی توسع سے کام لیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ عازمینِ حج کے لیے ''زادِ سفر'' کا کام دے گی۔
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۴۰۵ھ)

مسلمان کسے کہتے ہیں؟

مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی۔صفحات: ۹۶۔ قیمت: ۷روپے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، نور باوا، گوجرانوالہ۔
اِسلام کے ضروری عقائد، اَعمال اور اخلاق کو قرآن وحدیث کے حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۴ھ)

شفاء القلوب فی رد الشرک والشکوک

قاری عبدالمجید صاحب۔صفحات: ۸۰۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: سنی پبلی کیشنز، الوہاب مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔
قاری عبدالمجید صاحب ہزاروی ایک عرصہ سے حجازِ مقدس میں مقیم ہیں اور کتاب اللہ کی تعلیم میں مصروف ہیں۔
زیرِ نظر کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے: پہلے باب میں ایمان باللہ کی تفصیل اور شرک پر رَدّ ہے، دُوسرے باب میں غیراللہ کو پکارنے کا حکم ہے، تیسرا باب عبادت کے اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہونے پر ہے، چوتھے باب میں ایمانی اخلاق وصفات کا بیان ہے اور جو اخلاق منافیٔ ایمان ہیں، ان کا تذکرہ ہے، پانچویں باب میں اِتباعِ سنت کی تاکید ہے، چھٹا باب نماز پر ہے اور ساتویں باب میں نذر ونیاز کا مسئلہ ہے، اور اس مسئلہ پر مصنف کا ایک مستقل رسالہ کتاب کے ساتھ ملحق ہے۔

زبان و بیان اور طرزِ نگارش سے قطع نظر مصنف کی اصلاحی کوشش لائقِ قدر ہے۔ کہیں کہیں مضامین میں تسامح بھی ہوا ہے، مثلاً صفحہ: ۱۲۲-۱۲۵ پر مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اکابر کے توسل سے دُعا کرنے کو بھی ناجائز اور شرک لکھ دیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ)

النظام العقائدی فی الاسلام (عربی)

محمد آصف افغانی۔ صفحات: ۱۶۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ادارۃ البحوث والدعوۃ الاسلامیۃ، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، زرگری کوہاٹ، پاکستان۔

موجودہ پُرفتن دور میں جب کہ باطل پرست اَقوام مسلمانوں کی تشکیک وتفریق میں کوشاں ہیں، ضرورت اِس بات کی تھی کہ بتلادیا جائے کہ چین وسکون اور اَبدی کامیابی صرف اور صرف تعلیماتِ اِلٰہیہ اور عقائدِ اِسلامی کے اپنانے میں ہے۔

زیرِ نظر رِسالہ اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس کو فاضل مؤلف نے ایک مقدمہ، دس ابواب اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے۔ کتاب کی اَغلاط کے علاوہ بعض جگہ مرجوح اقوال کو لیا گیا ہے، جیسا کہ ص: ۱۴۰ پر نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی (زمین پر) مدتِ قیام کے بارے میں لکھتے ہیں:

''قد ورد ان عیسیٰ علیہ السلام یحکم بشریعۃ الاسلام سبع سنین ثم یموت ....الخ''

یوں نقل کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام (نزول کے بعد) سات سال تک شریعت اِسلامی کے مطابق فیصلے کریں گے، پھر اُن کا اِنتقال ہوجائے گا۔''

حالانکہ صحیح اَحادیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر چالیس سال تک (زِندہ) رہنا ثابت ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ)

ترجمہ مقدمہ عقیدۃ الاسلام

امام العصر الشیخ العلامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ۔ صفحات: ۳۸۸۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: مجلس علمی، پوسٹ بکس: ۴۸۸۳، میری ویدٹاور، کراچی ۲۔

''پیش لفظ''

اِمام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری نوّر اللہ مرقدہٗ کی بے نظیر تالیف "عقیدة الاسلام فی حیاة عیسیٰ علیہ السلام" مجلس علمی کراچی کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی ہے، جس پر حضرت الشیخ العلامہ مولانا سیّد محمد یوسف بنوری مدظلہٗ کے قلم سے ایک فاضلانہ مقدمہ ہے، جو اپنے قیمتی اِفادات کے لحاظ سے مستقل مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ کتاب حال ہی میں مجھے تبصرہ کے لیے موصول ہوئی، تو جی چاہا کہ قارئینِ ''بینات'' کے لیے اس مقدمہ کا اُردو ترجمہ بھی پیش کردیا جائے۔

یہ مقدمہ تین مباحث پر مشتمل ہے، اِمام العصرؒ کے اِجمالی حالات، عقیدة الاسلام کی خصوصیات کا تفصیلی تعارف، اور مسئلہ نزولِ مسیح علیہ السلام پر محققانہ بحث۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ لِکُلِّ خَیْرٍ وَّسَعَادَۃٍ!

محمد یوسف لدھیانوی

۱۳۸۷/۸/۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی جعل علماء ھٰذہ الاُمّة کنجوم السماء فبھم یھتدیٰ فی دیاجر الکفر وظلمات اُلاحاد غایة اُلاتداء، وبھم زینة ھٰذہ البسیطة الغبراء، وبھم یرجم شیاطین اُلاس فی کل لیلة لیلاً، والصلاة والسلام علیٰ سیّد الرُسل محمد خاتم الأنبیاء، الممثل للاُمّة بالمطر، والمبشر بنزول سیّدنا عیسٰی رُوح اللّٰہ الأطھر، فیصلح به الاُمّة العوجاء، وعلیٰ آله الأصفیاء وصحبه السعداء ما استنار القمر وتجلت ذکاء، أمّا بعد:

حضرت الاستاذ اِمام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری... نوّر اللہ مرقدہٗ... کے مشکلاتِ علوم، دُشوار مسائل اور دقیق حوادث ونوازل کی تحقیق کے سلسلہ میں اُمت پر عظیم اِحسانات ہیں، ہر علم کے پیچیدہ اور دُشوار مسائل کے حل کے لیے آپ کی ذات سرزمینِ ہند میں اہلِ علم کا مرجع تھی، علومِ نبوّت کی تدریس اور کسی بھی موضوع سے متعلق متن وسند اور جرح وتعدیل کے تمام مباحث کی تحقیق میں منفرد طریقہ کے موجد تھے، مذاہبِ اُمت کے اِستحضار وتحقیق میں ''آیة من آیات اللّٰہ'' تھے، اور فقہائے اُمت کے مختلف فیہ مسائل کی تنقیح میں مجدد تھے۔

اسی طرح اہلِ بدعت واہلِ فتن، بالخصوص فتنۂ کبریٰ ''قادیانیت ومرزائیت'' کی تردید کے سلسلہ میں اُمتِ مسلمہ پر آپ کے اِحسانات ناقابلِ فراموش ہیں، اس ''شجرۂ خبیثہ''... فتنۂ مرزائیت... کی بیخ کنی کے

لیے آپ خود بھی متوجہ ہوئے، علمائے کرام پر حفاظتِ دین کی جو ذمہ داری عائد کی گئی ہے، انہیں بھی اس کا اِحساس دِلایا، اس سلسلہ میں زبان وقلم سے ان کی مدد فرمائی اور اپنے علمی ذخیروں اور قلمی یادداشتوں کے خزانوں کو سب کے لیے وقفِ عام کردیا، جس کے نتیجہ میں آپ کے فاضل تلامذہ نے ''رَدِّ مرزائیت'' پر عظیم الشان اُردو، عربی کتابیں لکھیں، درآں حالیکہ آپ نہ کسی سے جزا کے طالب تھے، نہ شکریہ کے، بلکہ یہ سب کچھ محض رضائے اِلٰہی کے لیے تھا، آپ کا دروازہ ہر مستفید کے لیے کھلا تھا، اور آپ کے علمی خزانے ہر طالب کے لیے وقف تھے۔ اس ''تاریک فتنہ'' کی مضرت کے اِحساس سے آپ کا ذکی اور حساس قلب مبارک بے تاب رہتا تھا، اور حریمِ دِین کی حفاظت میں اہلِ علم کی غفلت کوشی پر آپ کی پاکیزہ رُوح دردوکرب میں مبتلا رہتی تھی، بسا اوقات آپ پر ان اَفکار کا اِتنا ہجوم ہوتا کہ ساری ساری رات آنکھوں میں کاٹ دیتے، آپ کی تمنا بس یہی تھی کہ کسی طرح حق کا جھنڈا سر بلند ہو، اور نشانِ باطل سرنگوں ہو۔

اس لیے میں چاہتا ہوں کہ قارئین کے لیے اِمام العصرؒ کی حیاتِ طیبہ کا اِجمالی خاکہ پیش کروں، اس کے بعد آپ کی تصنیف ''عقیدۃ الاسلام'' کے خصائص پر قدرے روشنی ڈالوں۔

نام ونسب:

الشیخ الامام محدثِ کبیر، محققِ زمان، اِمام العصر، محمد انور شاہ بن شیخ معظم شاہ بن شاہ عبدالکبیر۔ آپ کا سلسلۂ نسب شیخ مسعود نوری رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے، آپ کے اَسلاف بغداد سے ملتان آئے، وہاں سے لاہور اور پھر لاہور سے کشمیر منتقل ہوئے، اور خطۂ کشمیر ان کی اولاد کا وطنِ مالوف بن گیا، گویا عربی شاعر کی زبان میں:

فالقٰی عصاہ واستقر بہ النویٰ
کما قر عینا بالأیاب المسافر

ترجمہ:... ''پس اس نے ڈیرے ڈال دیے، اور مسلسل سفر سے سکون وقرار پالیا، جیسا کہ وطن کی واپسی سے مسافر کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں۔''

ولادت مبارکہ اور نشوونما:

آپ کی ولادت ۲۷ رشوال المکرم ۱۲۹۲ھ کو بروز ہفتہ بارہ مولا (کشمیر) میں ہوئی، والد ماجد نہایت متقی عالم اور سلسلۂ سہروردیہ کے صاحبِ نسبت شیخ تھے، یہ سلسلہ ان کے خاندان میں پشت در پشت چلا آتا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی بڑی نیک بخت اور عبادت گزار خاتون تھیں، آپ نے ان دونوں نیک ونکوکار ہستیوں کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی، آپ کی صغر سنی میں والد ماجد نمازِ تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو آپ

کو اُٹھا کر اپنے پہلو میں بٹھا لیتے اور خود نماز میں مشغول ہو جاتے۔

یوں بچپن ہی سے آپ پر برکات کا نزول ہوتا اور دعواتِ صالحہ آپ کا احاطہ کرتیں، ایسے علم و صلاح کے گھرانے میں ایسی خاص نگہداشت، اور عجیب تربیت کی آغوش میں آپ کی نشو و نما ہوئی۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی، پھر اپنے قصبہ کے دُوسرے علماء سے، پھر خطۂ کشمیر کے مشاہیر سے، پھر کشمیر سے ملحقہ علاقہ ضلع ہزارہ کی طرف تعلیمی سفر کیا، پھر برِصغیر ہندو پاکستان کے سب سے بڑے علمی مرکز ''دارالعلوم دیوبند'' تشریف لے گئے، جو اس وقت کے فاضل ترین علماء و اتقیاء کا مرکز تھا، جسے بلا مبالغہ ہندوستان کا قرطبہ اور اُزہر کہا جا سکتا ہے۔ وہاں سے ۱۳۱۳ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، جب کہ طالب علمی کے زمانہ ہی سے آپ وفورِ علم، وسعتِ نظر، بے نظیر حافظہ اور وَرَع و تقویٰ کے اِعتبار سے ''مشارٌ اِلیہ'' تھے۔

میں نے ۱۳۴۷ھ میں سفرِ کشمیر کے دوران آپ کے والد ماجد کی زبان مبارک سے آپ کے اِبتدائی تعلیمی حالات سنے، انہوں نے فرمایا کہ:

''مولوی محمد انور، قدوری کے سبق میں مجھ سے ایسے سوال کیا کرتے تھے جن کا جواب دینے کے لیے مجھے ہدایہ کے مطالعہ کی ضرورت پیش آتی تھی، پھر میں نے ان کا سبق فلاں عالم کے سپرد کر دیا تو انہوں نے بھی یہی شکایت کی کہ یہ صاحب زادہ سوال بہت کرتے ہیں، حالانکہ اوقاتِ درس کے علاوہ آپ بالکل ساکت و صامت رہا کرتے تھے، کھیل کود کی رغبت جو عموماً اس عمر کے بچوں میں پائی جاتی ہے، وہ آپ کے اندر قطعاً نہ تھی۔''

نیز والد ماجد فرماتے تھے:

''میں ان کو ایک عارفِ کامل، مستجاب الدعوات بزرگ کی خدمت میں لے گیا، انہوں نے دیکھ کر فرمایا: یہ لڑکا اپنے وقت کا سب سے بڑا عالم ہوگا۔''

میں نے خود حضرت اِمام العصرؒ کی زبانِ مبارک سے سنا، فرماتے تھے:

''میں نے فارسی کی تمام درسی کتابیں، جو اس وقت مروّج تھیں، پانچ سال میں پڑھیں، اور علومِ عربیہ کی تعلیم میں پانچ سال مشغول رہا۔''

اس لحاظ سے آپ کی طالب علمی کی مدت دس سال سے زائد نہیں ہوتی، آپ کے شاگردِ عزیز اور رفیقِ خاص مولانا مشیت اللہ بجنوری نے مجھے بتلایا کہ:

''حضرت الاستاذ... طالب علمی کے زمانہ میں... صرف جمعہ کی رات کو بستر پر سویا کرتے تھے، ورنہ

اس کے علاوہ ہفتہ کی باقی راتوں میں مطالعۂ کتب میں مصروف رہتے اور جب نیند کا غلبہ ہوتا تو بیٹھے بیٹھے سو جاتے۔''

میں نے خود حضرت الاستاذ کی زبانِ مبارک سے سنا کہ:

''جس سال حضرت الاستاذ شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں میرا بخاری شریف کا درس شروع ہونے والا تھا، اس سال میں نے رمضان المبارک میں پوری 'عمدۃ القاری شرح بخاری'' کا مطالعہ کرلیا تھا، اور کتاب شروع ہونے کے بعد بخاری شریف کے ساتھ ساتھ 'فتح الباری شرح بخاری'' کا مطالعہ سبقاً سبقاً کیا کرتا تھا، بعض اوقات پوری جلد کا مطالعہ ایک رات میں کرنا ہوتا، اسی سال میں ایک مرتبہ ۱۷ دن بیمار رہا، جس کی وجہ سے شریکِ درس تو نہ ہوسکا مگر 'فتح الباری'' کا مطالعہ جاری رہا، اٹھارویں دن جب سبق میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت کا درس ابھی تک وہاں نہیں پہنچا ہے جہاں تک میں 'صحیح بخاری'' اور 'فتح الباری'' کا مطالعہ کرچکا ہوں۔''

نیز فرماتے تھے:

''میں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ہدایہ آخرین، صحیح بخاری، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی پڑھیں، اور حضرت مولانا محمد اسحٰق کشمیری ثم مدنی (متوفی ۱۳۲۲ھ) سے صحیح مسلم، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ پڑھی ہیں۔''

راقم الحروف (حضرت بنوری) نے آپ کے مآثرِ علمی اور نقوشِ زندگی پر ایک مستقل کتاب "نفحۃ العنبر فی حیاۃ الشیخ الأنور" کے نام سے لکھی ہے، نیز کچھ سوانحِ زندگی اور درسی خصوصیات کا تذکرہ مقدمہ ''فیض الباری'' اور مقدمہ ''مشکلات القرآن'' میں کیا ہے، یہاں چند مختصر اشارات پر قناعت کروں گا۔

اَعمال واَشغال:

آپ طبعاً گمنامی کو پسند فرماتے تھے، فطری ذوق یہی تھا کہ کسی سے جان پہچان نہ ہو، بس ہمہ وقت مصروفِ مطالعہ رہا کریں، لیکن قدرت آپ کو کسی بڑے کام کے لیے تیار کررہی تھی، سب سے پہلے آپ کے رفیقِ خاص مولانا امین الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دعوت دی کہ دہلی میں ایک دینی مدرسہ کے قیام کے سلسلہ میں آپ میری مدد کریں۔ چنانچہ آپ نے ان کی دعوت قبول فرمائی اور مدرسہ کی تاسیس میں ان کی امداد فرمائی، مدرسہ کا نام 'مدرسہ امینیہ' رکھا گیا، جو اپنے بانیوں کے اِخلاص اور للّٰہیت کی برکت سے آج تک دہلی میں علم وہدایت کی شمع فروزاں ہے۔ آپ نے خود اَز راہِ اِخلاص وایثار اس مدرسہ کو سب سے

پہلے دس روپے چندہ دیا اور آپ ہی اس کے پہلے صدر مدرّس ہوئے، پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ کو وطنِ مالوف (کشمیر) جانا پڑا، وہاں بھی برابر عوام کی اِصلاح میں مشغول رہے، وعظ وتذکیر کے ذریعہ اِصلاحِ معاشرت، تصحیحِ عقائد اور اِصلاحِ بدعات ورُسوم کے سلسلہ میں بڑی محنت برداشت فرمائی، ایک ایک بستی میں جاتے، فصیح کشمیری زبان میں وعظ وتلقین فرماتے، لوگ آپ کے مواعظِ حسنہ سے اس قدر متاثر ہوتے کہ وعظ سن کر بے تحاشا روتے اور بدأعمالیوں سے تائب ہوتے، بالآخر بستی بارہ مولا میں ''فیضِ عام'' کے نام سے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالی، جس سے وہاں کے بہت سے لوگوں خصوصاً اہلِ علم کی اِصلاح ہوئی۔

سفرِ حج:

۱۳۲۳ھ میں بغرضِ حج وزیارت حجازِ مقدس کا سفر کیا، وہاں چند ماہ قیام رہا، کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مکتبہ محمودیہ اور دُوسرے کتب خانوں کی بہت سی نایاب اور غیرمطبوعہ کتابوں کا مطالعہ کیا، علاوہ ازیں اس سفر میں اس زمانہ کے باکمال اہلِ علم وفضل سے بکثرت ملاقاتیں میسر آئیں، اور علمی مذاکرات میں آپ کے وفورِ علم، فضل وشرف اور عبقریت کا ظہور ہوا، جن حضرات سے آپ کی ملاقاتیں ہوئیں، ان میں سلطنتِ عثمانیہ کے عالمِ کبیر شیخ حسین بن محمد طرابلسیؒ، مصنف رسالہ حمیدیہ، بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔

سفرِ حرمین سے واپسی:

حرمین شریفین کے انوار وبرکات سے اِستفادہ کے بعد مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور چند سال خطۂ کشمیر میں درس وتدریس میں مشغول رہے، اور علمائے کرام کو درس واِفتاء سے مستفید فرمایا، تین سال تک ماہرینِ فقہ وقضا کی ''جدید فقہی مسائل'' میں راہ نمائی فرمائی، اور وہ اِختلافی مسائل جو اَربابِ فتویٰ کے درمیان محلِ نزاع چلے آرہے تھے، ان کے بارہ میں فیصلہ کن فتوے دیئے، جو بالاتفاق تسلیم کیے گئے اور عجیب بات یہ کہ اس سہ سالہ مدتِ فتویٰ نویسی میں آپ کو فقہ وفتاویٰ کی کسی کتاب کی طرف مراجعت کی ضرورت پیش نہیں آئی...خارقِ عادت حافظہ کی مدد سے ضخیم فقہی کتب کے حوالے پیش فرماتے، جو کتاب سے ملانے کے بعد بالکل صحیح نکلتے، بسااوقات مطبوعہ کتب میں کتابت یا نقل کی اغلاط کی نشان دہی بھی فرماتے... یہ بات میں نے خود حضرت الاستاذؒ کی زبانِ مبارک سے سنی ہے۔

ہجرتِ حجاز کا قصد اور دیوبند میں قیام:

پھر دیارِ حبیب کے اِشتیاق میں وطنِ مالوف کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینے اور حرمین شریفین کی طرف ہجرت کرنے کا عزم فرمایا اور کشمیر سے حجاز جاتے ہوئے اثنائے سفر میں اپنے شیخ کبیر حضرت شیخ الہند مولانا

محمود حسن رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے دیوبند حاضر ہوئے، حضرت شیخ الہندؒ کو قصدِ ہجرت کا علم ہوا، انہوں نے محسوس فرمایا کہ سرزمینِ ہند اور مرکزِ علوم دارالعلوم دیوبند آپ کے علمی فیضان کے زیادہ مستحق ہیں، اور یہ بنجر علاقے آپ کی بارانِ علوم ومعارف کے لیے بے حد تشنہ ہیں، اس لیے حضرت شیخ الہندؒ نے آپ پر زور دیا کہ ہجرت کا ارادہ ترک کردیں اور دیوبند میں مستقل قیام فرمائیں، چنانچہ آپ سے زادِ سفر لے کر کسی دُوسرے صاحب کو حج وزیارت کے لیے تیار کردیا۔ یہ واقعہ بھی میں نے حضرت الاستاذ (نوراللہ مرقدہٗ) سے سنا۔

صدارتِ دارالعلوم دیوبند:

حضرت شیخ الہندؒ کے اِصرار پر آپ دیوبند کے قیام پر آمادہ ہوگئے، اور اسی سال دارالعلوم دیوبند میں اُستاذِ حدیث مقرر ہوئے، اور جب ۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے خاص نصب العین کے تحت سفرِ حرمین شریفین کا قصد فرمایا تو اپنی جگہ حضرت الاستاذ (مولانا سیّد محمد انور شاہؒ) کو صدر مدرّس اور شیخ الحدیث کے منصب پر متعین فرمادیا، آپ صحاحِ ستہ اور اُمہاتِ کتبِ حدیث کی تدریس میں مشغول ہوگئے، اس وقت سرزمینِ ہند میں آپ ہی کی ذات مسندِ وقت تھی، ملک کے اَطراف واَکناف میں آپ کا علمی غلغلہ بلند ہوا، اور آپ کی بارگاہ اہلِ علم اور طالبانِ علومِ نبوّت کا مرجع بن گئی، دارالعلوم میں آپ کا سراپا علمی وجود طریقۂ تدریس کی اِصلاح وتجدید اور دقیق مسائل کے تجزیہ وتحلیل کا سبب بنا، آپ کے وفورِ علم، وسعتِ نظر اور کثرتِ معلومات کا سمندر ساحلِ دارالعلوم سے اُچھل اُچھل کر اَطراف واَکناف کے ہر تشنہ اور خشک خطے کو سیراب کرنے اور تشنگانِ علومِ نبوّت کی پیاس بجھانے لگا، سماحتِ نفس، کمالِ اِخلاص اور جذبۂ فیض رسانی کا یہ حال تھا کہ آپ اپنی قلمی یادداشتیں جو مطالعۂ کتب کے دوران مرتب فرمالیا کرتے تھے، اور جو گراں قدر علمی ذخائر اور نفیس خزائن پر مشتمل ہوتی تھیں، اور جنہیں عام طور پر اہلِ علم کے حلقہ میں بلامبالغہ جان سے زیادہ عزیز سمجھا جاتا ہے، مانگنے پر بڑی فیاضی اور کشادہ دِلی سے دے دیا کرتے تھے۔

ڈابھیل میں جامعہ اِسلامیہ اور مجلسِ علمی کی تأسیس:

۱۳۴۶ھ میں بعض وجوہ کی بنا پر، جن کے بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں، آپ دارالعلوم دیوبند کی صدارت سے سبکدوش ہوگئے، اور ملک کے ہر گوشے سے بااِخلاص ارادت مندوں کی جانب سے آپ کو اپنے یہاں لے جانے کی دعوت دی گئی، بالآخر آپ قصبہ ڈابھیل، جو سورت کے قریب بمبئی کے علاقہ میں واقع ہے، تشریف لے جانے پر مجبور ہوگئے، وہاں آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے ایک عظیم الشان دینی مدرسہ ''جامعہ اسلامیہ'' کے نام سے، اور ایک اِدارۂ نشر واشاعت ''مجلسِ علمی'' کے نام سے قائم ہوا،

مؤخر الذکر ادارہ مختلف موضوعات پر بڑی بلند پایہ کتابیں شائع کر چکا ہے۔ وہاں آپ کی حیاتِ طیبہ کے شب و روز درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تذکیر و تلقین اور وعظ و ارشاد میں گزرتے تھے، چنانچہ آپ کے علوم و معارف کے انوار سے یہ علاقے بھی منور ہوگئے اور علم و عمل اور سنت و حدیث کا رواج عام ہو گیا، علاوہ ازیں آپ کی بدولت حق جل شانہٗ نے وہاں کے بہت بڑے طبقہ کی اصلاح فرمادی۔

آپ پر رقت کا بڑا غلبہ تھا، درس و وعظ کے دوران بے اختیار گریہ طاری ہو جاتا، اور خوب روتے اور رُلاتے، اسی طرح حیاتِ مبارکہ کے آخری حصہ میں حقائقِ الٰہیہ سے شغف بہت بڑھ گیا تھا، مجلسِ درس اور مجلسِ وعظ کے علاوہ عام مجلسی گفتگو میں بھی حقیقت تجلی، برزخی حالات اور دیگر حقائق کی شرح میں عجیب و غریب علوم و معارف بیان فرماتے تھے، آخر وقتِ موعود آ پہنچا، اور صفر ۱۳۵۲ھ میں بمقام دیوبند رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةَ الْاَبْرَارِ الصَّالِحِيْنَ، وَرَضِيَ عَنْهُ وَاَرْضَاهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْقَبَهُ وَمَثْوَاهُ!

جامع کمالات:

حق تعالیٰ نے نسبی سیادت اور خاندانی مجد و شرف کے ساتھ آپ میں بہت سے خصائص و کمالات جمع کر دیئے تھے، چنانچہ نیک سرشت والدین کے سایۂ شفقت میں تربیت پائی، وادیٔ کشمیر جیسے معتدل ترین خطہ کی پاکیزہ فضا اور صاف ستھری آب و ہوا میں نشو و نما ہوا، فطرۃً پاک طینت اور ذکی طبیعت نصیب ہوئی، دُعائے بزرگاں کی برکات سے فیض یاب ہوئے، دائمی توفیق شاملِ حال رہی، صحت اتنی عمدہ تھی کہ نہ کبھی گرانی کا احساس ہوتا، نہ تھکاوٹ کا، مسلسل انتھک محنت کی عادت، فوق العادت حافظہ، عقلِ سلیم، فہم مستقیم اور اپنے وقت کے ائمۂ رُشد و ہدایت اور اربابِ علم و فضل سے استفادہ کی نعمتیں آپ کو میسر آئیں۔

مشیتِ اَزلیہ کا فیصلہ یہی تھا کہ آپ علم و عمل، دین و عبادت، وَرَع و تقویٰ، فقہ و حدیث، ادب و تاریخ اور کلام و فلسفہ میں اپنے دور کے تمام فضلاء سے سبقت لے جائیں، علمی مشکلات کے حل میں غوطہ زنی، دقیق مباحث کی تحقیق، شبانہ روز مطالعہ، دائمی غور و فکر اور طویل سکوت آپ کا شعارِ زندگی تھا، جب کسی غامض اور مشکل مسئلہ کے بارہ میں آپ سے دریافت کیا جاتا تو آپ کا حسین چہرہ بجلی کی طرح چمک اُٹھتا، آپ سیلِ رواں کی طرح بہنے اور موسلا دھار بارش کی طرح برسنے لگتے۔ حق تعالیٰ نے ''نورِ تقویٰ'' کے ساتھ جمالِ خَلق اور کمالِ خُلق بھی نصیب فرمایا تھا، چہرۂ انور سے انوار کی شعاعیں پھوٹتی تھیں۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خارقِ عادت علمی تبحر کے ساتھ ساتھ جمالِ صورت، کمالِ سیرت اور حسنِ خلق کے تمام ظاہری و باطنی محاسن بھی

آپ میں جمع کر دیئے تھے، اس لیے آپ کی شخصیت بیک وقت نورافزائے دیدہ و دل تھی۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے، آپ کے زمانہ میں آسمان کی نیلی چھت کے نیچے کوئی شخص علم و فضل اور خصائلِ حمیدہ کی جامعیت میں آپ سے فائق نہیں تھا۔

اِمام العصرؒ اکابر معاصرین کی نظر میں:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''میرے نزدیک اُمتِ اسلامیہ میں مولانا محمد انور شاہ کا وجود اِسلام کی حقانیت و صداقت کا زندہ معجزہ ہے، اگر دینِ اسلام میں ذرا بھی کجی یا خامی ہوتی تو مولانا انور شاہ کبھی اسلام پر قائم نہ رہتے۔''

حضرت حکیم الامتؒ کا یہ اِرشاد سب سے پہلے میں نے اُمیرِ شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، بعد اَزاں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ سے، پھر حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ خلیفہ اجل حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ نائب مہتمم دار العلوم دیوبند نے فرمایا:

''مولانا محمد انور شاہ صاحب سطحِ زمین پر چلتا پھرتا اور بولتا چالتا زندہ کتب خانہ[1] ہیں۔''

نیز موصوف نے آپ کے بارہ میں درج ذیل القاب تحریر فرمائے:

''شیخ، ثقہ، ورع، تقی، حافظ، حجۃ، محدث، علومِ عقلیہ نقلیہ میں بحرِ بے کراں، غامض و مہم مسائلِ علمیہ میں تحقیق کا علم بلند کرنے والے۔''

حضرت العلامہ مولانا سیّد سلیمان ندویؒ نے فرمایا:

''مرحوم کی مثال اُس سمندر جیسی ہے جس کی اُوپر کی سطح ساکن ہو اور اَندر کی گہرائیاں گراں قدر موتیوں سے معمور ہوں۔''

شیخ الاسلام حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ شارحِ مسلم فرماتے ہیں:

---

(۱) حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ اُستاذ حدیث دار العلوم دیوبند فرماتے تھے:
''مجھے جب کسی فقہی مسئلہ میں اِشکال پیش آتا ہے تو دار العلوم کے عظیم کتب خانہ میں کتابوں کا تتبع استقراء بالغ کے ساتھ کرتا ہوں، اگر کسی کتاب میں وہ مسئلہ مل جائے فبہا، ورنہ مولانا محمد انور شاہ صاحب سے مراجعت کرتا ہوں، اگر وہ بیان فرما کر کسی کتاب کا حوالہ دیں تو خیر، لیکن اگر یہ فرمادیں کہ: ''کہیں نظر سے نہیں گزرا'' تو یقین کر لیتا ہوں کہ اب یہ مسئلہ کسی کتاب میں نہیں ملے گا، اس لیے کتابوں میں اس کی تلاش بے سود ہے۔'' (نفحة العنبر، ص:۱۹۵)

''فقید المثال، عدیم العدیل، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، بحرِ مواج، سراجِ وہاج،[1] جس کی مثال نہ آنکھوں نے دیکھی اور نہ خود آپ نے اپنی نظیر دیکھی۔''

دُوسری جگہ لکھتے ہیں:

''میں تو کیا چیز ہوں، اپنے زمانہ کے بڑے بڑے مبصر ناقدین بھی مرحوم کو ''آیة من آیات اللّٰہ'' اور ''حجة اللّٰہ علی العالمین فی زمانہ'' سمجھتے رہے ہیں۔''

حضرت مولانا رحیم اللہ بجنوریؒ تلمیذِ رشید حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (نوّر اللہ مرقدہٗ) فرماتے ہیں:

''حبر کامل، محقق، مدقق، فخر الأقران و أبناء الزمان.''

اِمام المناظرین مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

''شیخ الاسلام و المسلمین، مجمع بحور الدنیا و الدین.''

اُستاذِ کبیر شیخ محمد زاہد کوثریؒ ''تانیب الخطیب'' میں آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

---

(۱) لطیفۂ عجیبہ:... اصل عربی جملہ یوں ہے: ''لم تر العیون مثله، ولم یر هو مثل نفسه'' یہ عجیب اِتفاق ہے کہ یہ جملہ جن جن اکابر کے حق میں کہا گیا، بالکل صحیح ثابت ہوا، چنانچہ:

❋:... سب سے پہلے یہ جملہ شیخ عثمان بن سعید دارمیؒ کے بارہ میں ابوالفضل الفراتؒ نے کہا اور بجا طور پر ان پر صادق آیا۔

❋:... پھر اِمام ابوالقاسم قشیریؒ (متوفی: ۴۶۵ھ) کے حق میں کہا گیا، چنانچہ وہ علم ظاہر و باطن، وَرَع و تقویٰ اور معارفِ شرعیہ و حقائقِ کونیہ کے جامع ترین شخص تھے۔

❋:... پھر حجۃ الاسلام اِمام ابوحامد محمد بن محمد غزالیؒ (متوفی: ۵۰۵ھ) کے حق میں یہ جملہ کہا گیا، بلاشبہ وہ اپنے دور کی بے نظیر شخصیت تھے۔

❋:... پھر اِمام موفق الدین ابنِ قدامہ حنبلی صاحب ''المغنی'' (متوفی: ۶۸۲ھ) کے بارہ میں شیخ ابنِ حاجب مالکیؒ نے یہ جملہ کہا، اور صحیح کہا۔

❋:... پھر شیخ تقی الدین ابنِ دقیق العیدؒ (متوفی: ۷۰۶ھ) کے حق میں اِمام ابنِ سید الناسؒ نے یہ جملہ کہا، اور بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ: ''عہدِ صحابہؓ سے لے کر ان کے دور تک معانیٔ حدیث کے بیان اور اِستخراجِ فوائد میں ان جیسا شخص پیدا نہیں ہوا، صرف ایک حدیث سے چار سو فوائد مستنبط فرمائے۔''

❋:... پھر یہی جملہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ حرانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۷۲۸ھ) کے بارہ میں کہا گیا، اور بلاشبہ متعدد کمالات کے اِعتبار سے وہ بے نظیر تھے۔

❋:... پھر حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے اپنے اُستاذِ محترم حافظ ابوالحجاج مزیؒ (متوفی: ۷۴۲ھ) کے بارہ میں یہ جملہ کہا، اور واقعی وہ علومِ حدیث میں اپنی مثال آپ تھے۔

❋:... پھر حافظ الدنیا شہاب الدین ابنِ حجر عسقلانیؒ (متوفی: ۸۵۲ھ) کے بارہ میں یہی جملہ کہا گیا، اور بلاشک وہ وسعتِ اِطلاع، معرفتِ رِجال، ملکۂ تصنیف، اور شعر و عربیت وغیرہ بہت سے کمالات میں یکتائے زمانہ تھے۔ (هذا ما لخصته من نفحة العنبر، ص:۱۹۱،۱۹۳)۔ (مترجم)

"العلامة، الحبر البحر، محمد انور شاہ کشمیری."

متکلم عصر، شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری ترکی نزیل قاہرہ اپنی تالیف "العلم والعقل والدین "(۱) میں لکھتے ہیں:

"میں نے ہندوستان کے عالم کبیر (مولانا) محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تصنیف مرقاة الطارم (علیٰ حدوث العالم) کا مطالعہ کیا (اصل مسئلہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں) مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ ہم دونوں کی رائے (اس مسئلہ میں) متفق ہے۔"

شیخ مصطفیٰ صبری جن دنوں مصر جدید میں اپنے دولت خانہ میں مقیم تھے، میں نے ان کی خدمت میں "مرقاة الطارم" کا نسخہ پیش کیا، مطالعہ کے بعد فرمایا:

"میرا خیال نہیں تھا کہ ہندوستان کی سرزمین میں بھی ایسا محقق پیدا ہوسکتا ہے (صدر شیرازی کی کتاب اسفارِ اَربعہ سامنے رکھی تھی، اس کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا) میں اس رسالہ "مرقاة الطارم" کو اس کتاب اسفارِ اَربعہ سے بہتر سمجھتا ہوں۔"

میں ۱۳۵۷ھ میں شیخ کوثریؒ کے دولت خانہ العباسیہ (قاہرہ) میں حاضر تھا، شیخ کوثریؒ نے اس موقع پر فرمایا:

"احادیثِ نبویہ کے تحت نادر اَبحاث کے اُٹھانے میں شیخ ابن ہمامؒ کے بعد مولانا محمد انور شاہ کشمیری جیسا شخص پیدا نہیں ہوا۔ پھر فرمایا: یہ پانچ چھ صدیوں کا وقفہ کوئی معمولی مدت نہیں ہے۔"

آپ کے اُستاذ شیخ کبیر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ نے سندِ اجازت میں لکھا ہے:

"قد اعطی فهمًا ثاقبًا ورأيًا صائبًا وطبيعةً زكيةً واخلاقًا مرضيةً."

ترجمہ:... "(مولانا محمد انور شاہ کو) فہم ثاقب، رائے صائب، طبیعتِ زکیہ اور اَخلاقِ مرضیہ عطا کیے گئے ہیں۔"

علامہ، فقیہ، محدث مولانا محمد سجاد بہاریؒ نے آپ کا تذکرہ ان الفاظ سے فرمایا:

"علامۂ دہر، فہامۂ عصر، فقیہِ زمان، محدثِ دوراں، روایت میں ثقہ، درایت میں حجت، علماء کے شیخ۔"

شیخ حسین بن محمد طرابلسیؒ سے مدینہ منورہ میں آپ کی ملاقات ہوئی تھی، اس وقت آپ جواں عمر تھے،

(۱) ج:۳، ص:۲۳۲۔

اور ابھی تک آپ کے علم وفضل کا عام چرچا بھی نہیں ہوا تھا، مگر اس وقت بھی شیخ طرابلسی نے آپ کو "الشیخ الفاضل" کے خطاب سے یاد کیا تھا۔

الحاصل آپ کے ہم عصر مشائخ اور طبقۂ مشائخ کے اکابر کی جانب سے آپ کے کمالات کا اعتراف ایسے الفاظ سے کیا جانا جن کا کچھ حصہ ہم نے یہاں ذکر کیا ہے، اس اَمر کی بین دلیل ہے کہ آپ علم وعمل اور فضل وکمال کے جس بلند مرتبہ پر فائز تھے، آپ کے ہم عصر اہلِ علم وفضل وہاں تک رسائی پانے سے قاصر تھے، آپ کی شخصیت ان چیدہ جہابذہ واساطینِ اُمت کی نظیر تھی جن کی مثال صدیوں بعد دیکھنے میں آتی ہے۔

آپ کے بارہ میں مختصراً اتنا کہا جاسکتا ہے کہ:

آپ کی نادر شخصیت میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے گوناگوں کمالات جمع کردیئے تھے، جمالِ صورت، حسنِ سیرت، پاکیزگیٔ عادات، وَرَع وزُہد، تقویٰ وطہارت، صبر وعزیمت، تربیتِ صالحہ، حیاتِ طیبہ، جامعیتِ علوم، روایت ودرایت، بصیرتِ نافذہ، رات دن مطالعہ کا شغف، خارقِ عادت حافظہ، ہر چیز میں تحقیق وتدقیق کا عشق، سعیٔ مسلسل کی توفیق جس میں نہ تنگ دِلی کا نام تھا، نہ تھکن کا اِحساس، نہ گرانیٔ طبع کا شائبہ تھا، نہ تعب ومشقت کی پروا، باکمال اساتذہ سے تلمذ، علماء، صلحاء، عرفائے ربانیین سے گہرے روابط، یہ تمام اُمور بیک وقت اسی شخص میں جمع ہوسکتے ہیں جس کے حق میں مشیتِ اَزلیہ کا قطعی فیصلہ ہو کہ اسے اُمت کا اِمام اور مقتدیٰ بنایا جائے اور اس کی شان وہی ہو جو عربی شاعر نے بیان کی ہے:

لكل زمان واحد يقتدى به
وهذا زمان أنت لا شك واحد

ترجمہ:... "ہر زمانہ میں ایک منفرد شخصیت ایسی ہوتی ہے جس کی سبھی اِقتدا کرتے ہیں، بلاشبہ اس دور میں آپ ہی وہ منفرد شخصیت ہیں۔"

آپ کی تصنیفات پر ایک نظر:

تصنیف وتالیف کا شغل آپ کا طبعی ذوق نہیں تھا، عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ مطالعہ کے دوران متفرق اَفکار اور قیمتی نقول جو نظر سے گزرتے انہیں مختلف یادداشتوں (نوٹ بکوں) میں اِشاریے کے طور پر درج فرمالیا کرتے تھے۔ البتہ جب کسی خاص بحث کی تحقیق، کسی دِینی مسئلہ کی وضاحت، کسی علمی نزاع کے حل یا کسی ایسے گوشہ کی نقاب کشائی کے لیے جو عام طور سے اہلِ علم کی نظر سے مخفی ہو، آپ کسی خاص موضوع پر تالیف کے لیے مجبور ہی ہوجاتے تو اس کے لیے قلم اُٹھاتے تھے، آپ کی تمام تصنیفات اسی اُصول کے ذیل میں آتی

ہیں، یہاں اس کی وضاحت کا موقع نہیں، میں نے اس کی قدرے وضاحت اپنی عربی تالیف[1] "نفحة العنبر فی حیاة الشیخ الأنور" میں نیز اپنے اُردو مقالہ مشمولہ "حیاتِ انور" میں کردی ہے۔

قادیانیت ایک سازش:

مرزا غلام احمد قادیانی نے قصبہ قادیان ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں فتنۂ قادیانیت کی بنیاد ڈالی۔ مرزائے قادیان نے اپنے دعاوی[2] میں تدریجی رفتار ملحوظ رکھی، چنانچہ پہلے "مجددیت" کا دعویٰ کیا، پھر "مثیلِ مسیح" ہونے کا، پھر "مہدویت" کا، پھر (جب ان دعاوی میں کامیابی نظر آئی تو) ایک قدم اور آگے بڑھایا اور دعویٰ کیا کہ میں وہی "مسیح موعود" ہوں[3] جنہیں آسمان سے نازل ہونا تھا، اس کے بعد "غیر تشریعی نبی" ہونے کا دعویٰ کیا، پھر صاحبِ شریعت رسول ہونے کا دعویٰ کیا، اور اپنی وحی کو "قرآن کی مثل" بتلایا، نسخِ جہاد اور نسخِ حج کا اعلان کیا، برطانوی سامراج کے بارہ میں دعویٰ کیا کہ وہ زمانہ میں "ظل اللہ" ہے، مرزا صاحب قرآن مجید کی آیات کو بڑی جسارت سے اپنی ذات پر منطبق کیا کرتے، باطنیہ اور زنادقہ کی طرح ان کی عجیب و غریب تاویلیں کیا کرتے، اور ٹھیک "فرقہ بہائیہ" اور "بابیہ" جیسے ملعون فرقوں کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔

عوام الناس کو فریب دینے کے لیے مرزا صاحب نے بعض ایسے مسائل میں بحث شروع کی، جنہیں ان کے دعوائے نبوت سے کوئی دُور کا علاقہ بھی نہیں تھا، چنانچہ دعویٰ کیا کہ "عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوچکی ہے":

---

(۱) نفحة العنبر من هدی الشیخ الأنور: امام العصرؒ کی حیاتِ طیبہ پر شیخ بنوری دامت برکاتہم کی بہترین تالیف ہے، جسے ملاحظہ فرما کر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے مولانا بنوری کو لکھا تھا:

"آپ نے "نفحة العنبر" لکھ کر حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کی یاد تازہ کردی اور مشامِ جان کو معطر کردیا..... حق یہ ہے کہ آپ نے ان کی بابرکات زندگی کے جن پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے اور جن خصوصیات کی طرف نہایت بلیغ اور موجز انداز میں اشارے کردیئے ہیں، میرے نزدیک اس سے آگے کچھ لکھنا "سواد فی بیاض" سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، یعنی بسط و تفصیل جس قدر چاہے کرلیجیے، خلاصہ اور مآل پھر بھی یہی رہے گا۔"

یہ کتاب ۱۳۵۵ھ میں "مجلسِ علمی" کے زیرِ اہتمام چھپی تھی، اب تقریباً نایاب ہے، کاش حضرت مؤلف کی نظرِ ثانی اور اضافات کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کرنے کی کسی صاحب ہمت کو توفیق ہوجائے۔ (الحمد للہ! بعد میں دوبارہ شائع ہوگئی)۔ (مترجم)

(۲) یہ مرزا صاحب کے دعوؤں کا بہت مجمل تذکرہ ہے، اس موضوع پر "دعاویٔ مرزا" وغیرہ رسائل کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (مترجم)

(۳) مرزا "غلام احمد بن چراغ بی بی" (مرزا صاحب کی والدہ کا نام) کو سچ مچ "عیسیٰ بن مریم" بننے کے لیے "میں ولد میں" کا جو نظریہ ایجاد کرنا پڑا اور اس کے لیے جو رکیک تاویلیں کرنا پڑیں، میرا خیال ہے کہ کسی سنجیدہ آدمی کے لیے کسی باوقار محفل میں اس کا تذکرہ بھی آسان نہیں۔ (مترجم)

''ابنِ مریم مرگیا حق کی قسم!''

اور اَب وہ آسمان سے نازل نہیں ہوں گے، اس مسئلہ سے متعلقہ اَحادیثِ صحیحہ متواترہ کی غلط اور مضحکہ خیز تاویلیں کرنا اور آیاتِ قرآنیہ میں کھلی تحریف کرنا، ان کا دلچسپ موضوع بن گیا۔ آیات واَحادیث کو نہایت بے محل پڑھتا اور ان کی عجیب وغریب تاویلیں کرتا، اس طرح وہ بہت سے بیہودہ دعوے ہانکتا، فتنہ برپا کرتا اور کفر والحاد کی وادیوں میں بھٹکتا رہا، میں نے اس کی کچھ تفصیل "نفحة العنبر" میں ذکر کی ہے، اور حضرت شیخ (مولانا محمد انور شاہ نوراللہ مرقدہٗ) نے بھی "عقیدة الاسلام" کے شروع میں خطبہ کتاب سے پہلے بطورِ مقدمہ، اس کا ذکر کیا ہے۔

مرزا صاحب کے اَتباع واَذناب کا ایک مختصر سا ٹولہ وجود میں آگیا تھا، جو حکومتِ برطانیہ کے ''ظلِّ حمایت'' میں پرورش پاتا رہا۔ اسلامی عقائد میں رخنہ اندازی اور مسلمانوں میں ''مذہبی انارکی'' پھیلانے کے لیے حکومتِ برطانیہ کو ان کے دعاوی اور خوش فہمیوں سے بہتر اور کیا حربہ ہاتھ آسکتا تھا؟ چنانچہ حکومت نے اس فتنہ کو خوش آمدید کہا، اور متعدد وسائل سے، جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، اس کی حوصلہ افزائی کی۔ مختصر یہ کہ فتنۂ قادیانیت، گورنمنٹ برطانیہ کا ساختہ پرداختہ... یا خود مرزا صاحب کے الفاظ میں... ''خود کاشتہ پودا'' تھا،(۱) جو اسی کے ظلِّ حمایت میں پھلا پھولا اور تدریج وترقی کے مراحل طے کرتا رہا۔ اس ملک میں کوئی اسلامی حکومت موجود نہ تھی، جو اپنی شرعی ذمہ داری کا اِحساس کرتے ہوئے اس فتنہ پر کاری ضرب لگاتی اور اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کردیتی... جیسا کہ اسلامی حکومتوں کے دور میں نبوّت کے جھوٹے دعوے داروں کے ساتھ یہی ہوتا رہا... ناچار علمائے کرام کو اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے میدان میں اُترنا پڑا، چنانچہ ان حضرات نے حقِ واجب ادا کیا، دینِ اسلام کی حفاظت، مسلمانوں کے اِسلامی عقائد کی حمایت، اور فتنۂ قادیانیت کے رَدّ میں زبان وقلم سے جہاد کیا، اور مرزائے قادیان کے ایک ایک دعوے کی قلعی کھول کر رکھ دی، یہاں تک کہ ہر موضوع اور ہر مسئلہ پر کتابوں کا اچھا ذخیرہ وجود میں آگیا۔

فتنۂ قادیانیت کی بیخ کنی میں اِمام العصرؒ کی خدمات:

ہمارے شیخ اِمام العصر رحمہ اللہ کو اس آفتِ کبریٰ... فتنۂ مرزائیت... نے بے چین کر رکھا تھا، آپ نے

(۱) مرزا صاحب نے برٹش گورنمنٹ کے حضور ''خاکسار مرزا غلام احمد'' کی جانب سے جو ''عرضی'' پیش کی تھی، اس میں بڑے فخر سے اپنی جماعت کو ''گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا'' کے لقب سے یاد کیا۔ نیز لکھتے ہیں: ''اے بابرکت قیصرۂ ہند! تجھے یہ تیری عظمت اور نیک نامی مبارک ہو، خدا کی نگاہیں اس ملک پر ہیں، جس پر تیری نگاہیں ہیں، خدا کی رحمت کا ہاتھ اس رعایا پر ہے، جس پر تیرا ہاتھ ہے، تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے تجھے بھیجا ہے۔'' (ستارۂ قیصرہ ص:۹) (مترجم)

اس کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے لیے کمرِ ہمت باندھی۔ خود بھی تقریر و تحریر کے میدان میں کود پڑے اور دُوسرے اہلِ علم کو بھی متوجہ فرمایا اور ان کی ہمت افزائی کی، چنانچہ آپ کے علوم کے سیلِ رواں سے علم کی وادیاں بہنے لگیں۔

آپ نے اپنی تالیفات میں عمدہ اَبحاث اور نادر تحقیقات کا بہترین ذخیرہ فراہم کردیا، آیاتِ قرآنیہ کی تشریحات کے ضمن میں عربیت کے عجیب و غریب دقائق و اَسرار بیان فرمائے، اور ایسی تمام مطبوعہ اور غیرمطبوعہ کتابوں سے، جو عام طور پر اہلِ علم کی دسترس سے بعید تھیں، رَدِّ قادیانیت پر اَحادیثِ مقدسہ کا ذخیرہ اس قدر حیرت انگیز طریق پر جمع کیا، جسے دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح:

چنانچہ نزولِ مسیح علیہ السلام کے سلسلہ کی تمام احادیث ایک رسالہ میں جمع کردیں جسے "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" کے نام سے موسوم فرمایا، یہ اپنے موضوع پر جامع ترین کتاب ہے۔

اِکفار الملحدین:

اسی طرح ایک کتاب "اِکفار الملحدین" کے نام سے مسئلۂ تکفیر پر لکھی، جس میں ہرفن کی مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ ضخیم کتابوں سے ایک ہزار ایک کے قریب اَئمۂ دِین کی عبارتیں پیش کیں۔ بلاشبہ اس کتاب کی تالیف اُمتِ اسلامیہ پر آپ کا عظیم الشان اِحسان ہے، اس میں آپ نے مدارِ نجات، اور مناطِ کفر و ایمان، کی خوب تحقیق فرمائی، اور ان دقیق مسائل کو منقح کیا، جن میں مدتِ دراز سے بڑے بڑے لوگوں کے لیے لغزش کا موقع تھا، اور ان دقیق علمی مسائل کی تنقیح کے لیے آپ نے آیات، احادیث، آثار اور اکابر متقدمین و متأخرین کی عبارات سے دلائل پیش کیے۔ اس کتاب کو مرتب کرنے کے بعد آپ نے اسے اپنے دور کے اکابرِ اُمت اور محققینِ اہلِ سنت کی خدمت میں تصدیق و تصویب کے لیے پیش کیا، چنانچہ تمام اکابر نے اس کتاب پر تقریظیں لکھیں، بے حد تعریف فرمائی اور ان منقح تنقیحات میں آپ سے پورا پورا اِتفاق کیا۔ اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ "مدارِ نجات" اور "مسئلۂ تکفیر" پر تمام علمائے کرام کا اِتفاقِ رائے ہوجائے۔ اس کتاب میں یہ ثابت فرمایا ہے کہ "ضروریاتِ دِین کا اِنکار کرنا، یا ان میں تاویل کرنا، دونوں باتیں موجبِ کفر ہیں۔" محققین علمائے اُمت کی تقریظات کے بعد یہ کتاب اس موضوع پر "اِجمالی دستاویز" کی حیثیت رکھتی ہے۔ اکابر علماء سے تقریظ لکھوانے سے آپ کا یہی مقصد تھا، ورنہ حضرت اِمام العصرؒ کی شخصیت مدح و ثنا سے

بالاتر تھی، اور آپ کے ذوق سے یہ بات قطعاً بعید تھی کہ لوگ آپ کی کتاب کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہوں، آپ کے پیشِ نظر صرف یہی تھا کہ ''مسئلۂ کفر وایمان'' پر تمام علمائے اُمت کا اِتفاق ہوجائے، ان کی آرا واَفکار جمع ہوجائیں اور ان لوگوں کی اِصلاح ہوجائے جن کے لئے ان دُشوار مسائل میں حق وباطل باہم مشتبہ ہوجاتے ہیں۔ یہ بات میں محض ظن وتخمین سے نہیں کہتا، بلکہ خود حضرتِ اقدس سے سن کر عرض کر رہا ہوں۔ قارئین کو یہ تاریخی حقائق ملحوظ رکھنے چاہئیں، تاکہ انہیں اس کتاب کی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ ہوسکے۔ بہرحال! یہ کتاب اپنے موضوع پر بے حد جامع، مفید اور اہم کتاب ہے، جس میں آپ نے ان تمام اِشکالات کو صاف کردیا ہے، جن کا حل مدت سے مشکل سمجھا جاتا تھا۔ (۱)

رسالہ شرح خاتم النّبیین:

ایک فارسی رسالہ آیت ''خاتم النّبیین'' کی شرح میں تحریر فرمایا، جو آپ کے بلند پایہ اَفکار اور ان وہبی تحقیقات پر مشتمل ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرحِ صدر نصیب فرمایا تھا، لیکن یہ رسالہ بہت دقیق اور غامض ہے (الحمدللہ! کہ اس رسالہ کے ترجمہ کی ناکارہ مترجم کو توفیق ہوئی، جس پر حضرتِ بنوری نے دقیق مقدمہ تحریر فرمایا، یہ رسالہ ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' نے شائع کیا)۔

عقيدة الاسلام اور تحية الاسلام:

''عقیدۂ حیاتِ مسیح علیہ السلام'' کے موضوع پر ایک نہایت اہم اور قیمتی کتاب تحریر فرمائی، جس کا نام "عقيدة الاسلام فی حياة عيسىٰ عليه السلام" رکھا، پھر اس پر تعلیقات اور حواشی کا اِضافہ فرمایا اور "تحية الاسلام" اس کا نام رکھا۔

اب یہ پانچ کتابیں ہوئیں، جو آپ نے رَدِّ قادیانیت کے سلسلہ میں تحریر فرمائیں۔ میرے اس مقدمہ کا موضوع اسی آخرالذکر کتاب (عقيدة الاسلام) اور اس کے حواشی کی اہمیت پر قدرے روشنی ڈالنا ہے۔

''عقيدة الاسلام'' کا اصل موضوع:

اس کتاب "عقيدة الاسلام فی حياة عيسىٰ عليه السلام" کا دُوسرا نام حضرتِ شیخ نے "حياة المسيح بمتن القرآن والحديث الصحيح" بھی تجویز فرمایا تھا، اور آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ:

''میری اس کتاب کا موضوع قرآنِ کریم کے دلائل سے حیاتِ مسیح علیہ السلام کو ثابت کرنا ہے،

(۱) الحمدللہ! امام العصر نوراللہ مرقدہٗ کے تلمیذِ رشید حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ، اُستاذِ حدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نیوٹاؤن کراچی، کے قلم سے اس کا اُردو ترجمہ بھی ''مجلس علمی'' کراچی کے اہتمام سے شائع ہوچکا ہے۔ (مترجم)

احادیث وآثار محض آیاتِ قرآنیہ کی وضاحت کے لیے لائے گئے ہیں، تمام احادیث وروایات کو اس میں جمع کرنا مقصود نہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اہلِ علم کا یہ خیال صحیح نہیں کہ آپ نے اس کتاب میں تمام آیات واَحادیث کو جمع کردیا ہے۔ روایات کا اِستقصاء تو آپ کی دُوسری تالیف ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' میں کیا گیا ہے، جیسا کہ پہلے بتلایا جاچکا ہے۔ یہاں تو آپ کے پیشِ نظر صرف ان آیاتِ کریمہ کی تفسیر ہے جن کا حیاتِ مسیح سے تعلق ہے۔

البتہ وسعتِ نظر اور وفورِ علم کی بنا پر عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب کسی مسئلہ پر بحث فرماتے تو اس مقام سے متعلقہ تمام مواد، عمدہ نقول اور نفیس اَبحاث کو سمیٹتے چلے جاتے، عربیت واَسرارِ عربیت میں تو اِمام ومجتہد تھے، اگر آپ کو ''علومِ عربیت کا خلیل وسیبویہ'' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، بلکہ آپ کے اس علمی پہلو کو اُجاگر کرنے کے لیے شاید یہ صحیح تر اور لطیف تر تعبیر ہوگی، جو بہت سے اہلِ علم وفضل کی نظر سے اوجھل ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں علومِ بلاغت، بدیع اور عربیت کے ان مسائل کو بیان فرمایا ہے، جنھیں دیکھ کر آپ کے تبحر، ذوقِ سلیم اور بیانِ حقائق میں آپ کے ملکۂ راسخہ سے انسان دنگ رہ جاتا ہے، میں جب کبھی کسی بھی موضوع پر آپ کی کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں تو میری حیرت وتعجب میں اِضافہ ہوجاتا ہے، اور میں دیر تک سراسیمہ ہوکر اس سوچ میں ڈُوب جاتا ہوں، کہ زیرِ بحث مسئلہ سے متعلقہ پورے کے پورے مواد کو آپ نے کیسے سمیٹ لیا، اور یہ عجیب وغریب نکات ایسے بعید مقامات سے کس طرح نکال لائے، جن کے بارہ میں کسی کو وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ وہاں اس موضوع سے متعلقہ کوئی چیز مل سکے گی؟ اس موقع پر جی چاہتا ہے کہ عربی شاعر کا وہی شعر دُہراؤں جو اِمام غزالیؒ پڑھا کرتے تھے:

وناد تنی الأشواق مهلًا فهٰذه
منازل من تهویٰ رویدک فانزل
غزلت لهم غزلًا رقیقًا فلم أجد
لغزلی نساجًا فکسرت مغزلی

ترجمہ:...''جذباتِ عشق نے مجھ سے پکار کر کہا: ذرا ٹھہرو! منزلِ محبوب یہی ہے، میں نے ان کے لیے ایسا باریک سوت کاتا کہ مجھے اس سوت کے بننے والا نہ ملا، پس میں نے اپنا چرخہ توڑ ڈالا۔''

نیز مجھے اِجازت دیجیے کہ میں آپ کے حق میں یہ شعر پڑھوں:

ولو ان ثوبًا حیک من نسج تسعة
وعشرین حرفًا من علاہ قصیر

ترجمہ:... ''اور اگر کوئی کپڑا اُنتیس حرفوں کی بناوٹ سے بنا جائے وہ بھی آپ کی قامت سے کوتاہ ہوگا۔''

جس کسی ناقد بصیر محقق کو آپ کی کسی کتاب کے مطالعہ کا اِتفاق ہوگا، وہ مجبور ہوگا کہ وہیں اپنی سواری ٹھہرادے، اپنا عصا ڈال دے اور یہ کہے:

فالقی عصاہ واستقرّ بہ النویٰ
کما قرّ عینًا بالأیاب المسافر

نیز وہ کہے گا:

ھل غادری الشعراء من متردم
ام قد عرفت الدار بعد توھم

ترجمہ:... ''کیا شاعروں نے کسی کھنڈر کو چھوڑا ہے (جس پر مرثیہ خوانی نہ کی ہو) یا میں نے منزلِ محبوب کو وہم وخیال کے بعد پہچانا ہے۔''

محقق کوثریؒ مقالات (۱) میں رقم طراز ہیں:

''مولانا الحبر (علامہ محمد انور شاہ) کشمیری رحمہ اللہ کی کتاب "عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام" میں اہلِ حق کے عقیدہ (حیاتِ عیسیٰ) پر دلائل کتاب اللہ کے ہر پہلو کو بڑی شرح وتفصیل سے واضح کیا گیا ہے، جو لوگ مزید دلائل معلوم کرنا چاہیں اس کی مراجعت فرمائیں۔''

میں نے اس کتاب اور اس کے حواشی کے مآخذ شمار کیے تو صرف ان کتابوں کی تعداد تین سو نکلی جن سے براہِ راست عبارتیں نقل کیں، یا ان کے صفحات کا حوالہ دیا ہے، اور اگر کوئی بحث محض ضمنی طور پر زیرِ بحث آجاتی ہے، اس میں بھی کتابوں کے حوالے اس کثرت سے ملیں گے گویا آپ نے پوری عمر صرف اسی مسئلہ کی تحقیق میں صَرف فرمائی ہو، اگر کہیں اَناجیلِ اَربعہ، عہدِ قدیم وعہدِ جدید اور ان کے شروح کماری وغیرہ سے یا کتبِ رَدّ ومناظرہ سے نقل کی نوبت آئی، تو کوئی کتاب ایسی نہیں ملے گی جس کا تذکرہ یہاں نہ آگیا ہو، اور کوئی دقیق نکتہ ایسا نہیں رہے گا جسے آپ نے ذکر نہ کردیا ہو۔

پھر اس سے زیادہ حیران کن اَمر یہ ہے کہ اگر کسی موضوع سے متعلق کچھ عبارتیں کسی کتاب میں متفرق جگہ بکھری ہوئی ہوں، اس کے ضخیم مجلدات سے چن چن کر ان کو ایک جگہ جمع کرلیتے ہیں، اور کسی کے لیے یہ

(۱) ص:۳۵۴

گنجائش نہیں چھوڑتے کہ وہ اس کتاب سے اس مسئلہ پر کوئی مزید نقل پیش کر سکے، یہ وجدانی اور بستانی کی ''دائرۃ المعارف'' جیسی ضخیم کتابیں آپ کی نظر میں گویا ایک صفحہ ہے، آپ نے ان دونوں کا حرفاً حرفاً مطالعہ کیا، اور کسی موقع پر ان میں موضوع سے متعلق کوئی چیز موجود ہوتو اسے نقل کر دیتے ہیں، یا ان کا حوالہ دے جاتے ہیں۔ یہ فتح الباری، فتوحاتِ مکیہ اور اسی قسم کی ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ضخیم کتابوں میں موضوع سے متعلقہ کوئی چیز باقی نہیں چھوڑتے، پھر ایسی کتابوں سے بھی بہترین نقول لے آتے ہیں، جنہیں بظاہر موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ حاصل یہ کہ ہر موضوع کے قریب وبعید مالۂ وماعلیہ کو پوری طرح سمیٹ لیتے ہیں، یہ فوق العادت تبحر، بے مثال مہارت وفطانت، اور بیدار ذہنی، پھر یہ صبر آزما بحث وتفتیش، پھر یہ محیط حافظہ کہ جو چیز ایک دفعہ نظر سے گزر جاتی ہے وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتی ہے، ان تمام اُمور سے آدمی حیرت زدہ رہ جاتا ہے، سبحان اللہ! حق تعالیٰ فضائل وکمالات عطا کرنے والے ہیں، جسے چاہیں اپنی رحمت سے نوازدیں، واللہ ذُو الفضل العظیم۔

پھر (بے نفسی کا یہ حال ہے کہ) اگر کسی ہم عصر نے کوئی بات لکھی ہوتو اسے نقل فرماتے ہیں یا اس کا حوالہ دیتے ہیں، اور پوری فراخ دِلی سے اس کی تعریف فرماتے ہیں، اس میں ذرا بخل واخفا سے کام نہیں لیتے۔ اگر ان تمام اُمور کی مثالیں پیش کی جائیں تو بحث طویل ہو جائے گی، یوں بھی کتاب ہر صاحبِ نظر کے سامنے ہے، جو بھی فکرِ صحیح سے غور کرے گا، وہ ان معروضات کی تصدیق کرے گا، وَاللہُ یَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ!

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حواشی تفسیر یہ میں لکھتے ہیں:

''.....میں اہلِ علم کو توجہ دِلاتا ہوں کہ ہمارے مخدوم علامہ فقید النظیر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری (اطال اللہ بقانہ) نے اپنے رسالہ ''عقیدۃ الاسلام'' میں جو علمی لعل وجواہر ودیعت کیے ہیں، ان سے متمتع ہونے کی ہمت فرمائیں، میری نظر میں ایسی جامع کتاب اس موضوع پر نہیں لکھی گئی۔''(۱)

اور ''فتح الملہم شرح مسلم'' میں فرماتے ہیں:

''شیخ علامہ (حضرت مولانا) محمد انور شاہ (رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب ''عقیدۃ الاسلام'' میں معنی ''توفی'' کی تحقیق اور حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام سے متعلقہ تمام مباحث کی اس قدر تفصیل فرمائی ہے جس پر اضافہ ممکن نہیں، اہلِ علم اس کی مراجعت کریں۔''(۲)

---

(۱) حاشیہ ترجمہ قرآن مجید از شیخ الہند

(۲) ج:۱،ص:۲۰۳

شیخ محقق محمد زاہد کوثریؒ اس کتاب، نیز ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' کے بے حد مداح تھے، میں نے یہ دونوں کتابیں ان کی خدمت میں پیش کی تھیں، التصریح ان سے کہیں گم ہوگئی، تو قاہرہ سے مجھے خط لکھا، میں ان دنوں بمبئی کے علاقہ میں قیام پذیر تھا، چنانچہ دوبارہ بذریعہ ڈاک ان کی خدمت میں بھیجی گئی۔

شیخ کوثریؒ مقالات [۱] میں لکھتے ہیں:

''......مولانا (محمد انور شاہ) محدث کشمیری (نوراللہ مرقدہٗ) کی کتاب ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' میں ستر مرفوع اَحادیث ذکر کی گئی ہیں جن میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے۔''

نیز مقالات [۲] میں تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ سبحانہٗ علامہ فقیہِ اِسلام محدث مجاح شیخ محمد انور کشمیری کو جنت کے بالا خانوں میں بلند مراتب عطا فرمائے اور انہیں حریمِ دِین کی حفاظت کرنے والوں کے شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے، انہوں نے اپنے پُرزور اور قطعی دلائل سے قادیانیت کا قلع قمع کیا اور متعدد زبانوں میں رَدِّ قادیانیت پر عمدہ کتابیں لکھ کر ہندوستان کے مداہنت شعار تجدد پسندوں کے شر کو پھیلنے سے روک دیا، انہوں نے اپنی کتاب ''اِکفار الملحدین'' میں ان کی اور ان جیسے لوگوں کی تکفیر کا مسئلہ صاف کردیا۔''

ضمنی اَبحاث:

حضرت اِمام العصرؒ نے ''عقیدۃ الاسلام'' میں مناسبتِ مقام سے ضمنی طور پر چند نادر بحثیں بھی ذکر فرمائی ہیں، جو بہت اہم تھیں، یا جن کا شمار نہایت پیچیدہ مسائل میں ہوتا تھا۔ مثلاً یاجوج ماجوج کی تعیین، ذی القرنین کی بحث اور سدِ یاجوج کی تحقیق، یہ ایک عجیب وغریب تاریخی مقالہ ہے جو اس کتاب کے خصائص میں سے ہے، یا یہ تحقیق کہ کنایہ حقیقت ہے یا مجاز؟ یہ مسئلہ علمِ بلاغت کے اہم مسائل میں سے ایک ہے۔ آپ اس کتاب میں فنِ بلاغت کی چوٹی کی کتابوں سے، نیز اس فن کے بلند پایہ علماء کی عبارتوں کے اہم اقتباس ملاحظہ فرمائیں گے، یا مثلاً: کتبِ سابقہ، اناجیل اور عہدِ قدیم کی کتابوں میں سیّد المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور آپ کی سیادت وخاتمیت کا اِعلان، یا مثلاً دُنیا کی حقیقت اور حدوثِ عالم کی تحقیق، اور یہ تحقیق کہ اس عالم میں علت ومعلول کا سلسلہ نہیں، بلکہ سبب ومسبب اور شرط ومشروط کا سلسلہ ہے۔

تمام عالم حق تعالیٰ شانہٗ کی صنعِ قدرت کا کرشمہ ہے اور عالم اور صانعِ عالم کے مابین وہی وسائط ہیں جو

(۱) ص:۳۵۵
(۲) ص:۳۵۹

فعل اور فاعل کے مابین ہوتے ہیں، یہ تمام اسباب ومسبّبات حادث اور مخلوق ہیں، وَکَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ..... نیز معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قصیدہ بھی اس کتاب میں شامل ہے، جس میں آپ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شبِ اِسراء میں دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوئے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اعمال کی پیشی کا مسئلہ اور یہ تحقیق کہ یہ عرض، عرضِ اِجمالی ہے، جیسا کہ ملائکہ پر علمِ اَسماء اِجمالاً اِلقا کیا گیا، یہ علم محیط نہیں۔ نیز آپ نے اپنے فارسی رسالہ ''خاتم النّبیین'' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خصائص بیان فرمائے تھے، ''عقیدۃ الاسلام'' میں ان مضامین کا بڑا عمدہ خلاصہ ''تفسیر آیت ختم نبوّت'' کے عنوان سے پیش فرمادیا۔ الغرض! اسی قسم کے دیگر بے شمار عجیب مباحث اور بیش قیمت فوائد پر یہ کتاب مشتمل ہے، جن کی تحصیل کے لیے دُور دراز کا سفر کیا جاتا تھا۔

مرزا قادیانی کے کفریات:

''عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام'' میں اس عقیدہ کا اِثبات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے، اُمتِ اِسلامیہ کا یہ قطعی عقیدہ ہے، جو روزِ اوّل سے آج تک مُسلّم ومتواتر چلا آرہا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کا اِنکار کیا اور کہا کہ وہ آسمان سے نازل نہیں ہوں گے۔ اسی پر بس نہیں، بلکہ اس نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو... نعوذ باللہ... سولی پر لٹکایا گیا (جس سے وہ زندہ اُتار لیے گئے، ایک حجرہ نما قبر میں ان کو رکھا گیا، وہاں ان کا علاج ہوتا رہا، بالآخر وہ کشمیر آکر فوت ہوگئے) اور یہ کہ وہ بن باپ پیدا نہیں ہوئے، بلکہ یوسف نجار کے بیٹے تھے:

''آسمان پر یوسف نجار کا بیٹا کہاں؟''

مرزائے قادیان نے سیّدنا مسیح علیہ السلام کے حق میں سب وشتم اور توہین وتذلیل کے ایسے ناشائستہ اور گھناؤنے الفاظ اِستعمال کیے ہیں، جن کے سننے سے اِنسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دِل وجگر شق ہوجاتے ہیں، اس طرح صاف عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزائے قادیان کے کفر واِلحاد اور زَندقہ و اِرتداد کے متعدّد وجوہ جمع ہوگئے، جن کی علماء نے وضاحت کی ہے اور اسے منہ توڑ جواب دیا، اس کے دُوسرے کفریات مزید برآں رہے، مثلاً:

- ...: نبوّت ورِسالت کا دعویٰ۔
- ...: وحی وشریعت کے نزول کا دعویٰ۔

* :...نصوصِ شرعیہ قرآن وسنت کی تحریف۔
* :...ضروریاتِ دِین کا اِنکار۔
* :...عقیدۂ ختم نبوت کا اِنکار۔
* :...تمام انبیاء ومرسلین سے خود کے افضل ہونے کا دعویٰ۔
* :...پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی برتری کا دعویٰ۔
* :...اپنے لیے معجزات کا دعویٰ۔
* :...اپنے معجزات کو تمام انبیاء ومرسلین کے معجزوں سے زیادہ اور فائق بتلانا اور آیاتِ قرآنیہ کو اپنی ذات پر چسپاں کرنا، وغیرہ وغیرہ۔

ان صریح کفریات کے ہوتے ہوئے اس کا کفر کسی سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا، لیکن اس نے اپنے کفر واِلحاد اور بے اِیمانی وبددِینی کے مکروہ چہرہ پر پردہ ڈالنا چاہا اور کم فہم کے نادانوں کو شکار کرنے اور علمائے کرام کی تنقید سے بچنے کے لیے چند علمی مسائل میں بحث چھیڑ دی اور اِسلام کے وہ قطعی عقائد جو تیرہ سو سال سے اُمتِ محمدیہ میں متواتر ومُسلَّم چلے آرہے تھے، ان میں طرح طرح کی تأویلیں شروع کیں، جیسا کہ ہر زمانہ میں بے دِین ملحدوں کا یہی وطیرہ رہا ہے۔ اس لیے علمائے مجاہدین کے لیے دِین کا دِفاع اور اِسلامی عقائد کی حفاظت ناگزیر ہوئی، ان علمی حقائق کی بحث وتنقیح کے لیے جو سب سے بڑی شخصیت میدان میں آئی وہ ہمارے شیخ اِمام العصر مصنف ''عقیدۃ الاسلام'' کی گراں قدر ہستی تھی، آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کے موضوع پر مستقل کتاب ''عقیدۃ الاسلام'' تحریر فرمائی، جس میں قرآنِ حکیم کے دلائلِ شافیہ، احادیثِ متواترہ اور صحابہ وتابعین، مفسرین ومحدثین اور فقہاء ومتکلمین کے اِجماع سے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کیا، اور یہ واضح کیا کہ یہ عقیدہ ایسا قطعی ویقینی ہے جس میں کسی تأویل کی گنجائش نہیں، بلکہ یہ عقیدہ ان ضروریاتِ دِین میں داخل ہے جن کا منکر اور متأوّل دونوں کافر ہیں، اور یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول جیسے تمام خوارق کو محیط ہے، اور یہ کہ قربِ قیامت تو خود ہی خوارقِ اِلٰہیہ کے ظہور کا زمانہ ہے، اس لیے اس وقت یہ خرقِ عادت معجزہ ظاہر ہونا بالکل قرینِ عقل وقیاس ہے۔

حکمتِ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام:

''تحیۃ الاسلام'' (حاشیہ عقیدۃ الاسلام) میں فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ اس عالم میں بھی آخرت کے کچھ نمونے موجود ہیں.....اور قربِ قیامت کا زمانہ تو خرقِ عادت کا وقت ہے، اور نبوّت، دجل وفریب کے مقابلہ اور مقاومت کے لیے ہے، جیسا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاد میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ: ''اگر وہ (دجال) میری موجودگی میں آیا تو اس کے مقابلہ کے لیے میں خود موجود ہوں۔'' اور عیسیٰ علیہ السلام تو درحقیقت اس باب میں دجال کی بالکل ضد ہیں، پس جب دُنیا ہی میں آخرت کے نمونے موجود ہیں تو قیامت کے آنے کو کیوں مستبعد سمجھا جائے؟ اور علاماتِ قیامت کا کیوں اِنکار کیا جائے؟ اور جب ویسے بھی دُنیا میں دجل، سحر، شعبدہ بازی جیسے اعمال بہرحال پائے جاتے ہیں تو ان کے مقابلہ میں معجزاتِ حسیہ کا وجود بھی ضروری ہے، کیونکہ سنت اللہ یوں ہی جاری ہے، اور چونکہ دجال؛ حضرت مسیح علیہ السلام کا نام چرالے گا (اور خود مسیح بن بیٹھے گا) تو اس کے مقابلہ میں اس کی تردید وتکذیب کی غرض سے مسیح علیہ السلام کا نزول ضروری ہوا، اور چونکہ مسیح علیہ السلام خود من جملہ اَرواح کے ہیں اور نمونۂ آخرت ہیں، اس لیے ان کی حیات کا طویل ہونا بھی (کوئی مستبعد چیز نہیں بلکہ) سنت اللہ ہے۔''(۱)

تفصیل اس اِجمال کی یہ ہے کہ عادتُ اللہ ہمیشہ سے یوں ہی جاری ہے کہ نبوت کے ذریعہ ہر دور کے لوگوں پر حجت قائم ہوتی رہی ہے، اور انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں خوارقِ اِلٰہیہ کا ظہور ہوتا رہا ہے، تاکہ علیٰ رُؤوس الاشہاد یہ واضح ہوسکے کہ یہ اسبابِ عادیہ خواہ کتنی ہی حیرت انگیز ترقی کر جائیں، لیکن حق تعالیٰ کی قوتِ قاہرہ بہرصورت ان سب سے بڑھ کر ہے، وہ پورے نظامِ کائنات پر غالب وقاہر ہے، اس کی قوتِ قاہرہ، مخلوق کی ہر قوت سے بڑھ کر ہے، اور اس کی قدرتِ خارقہ ہر قدرت پر غالب وبرتر ہے۔

پس جب عہدِ حاضر کی اس مادیت کو یہ اِرتقا میسر ہے جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں، اور جب عالم میں قوائے طبعیہ کی تسخیر سے ایسے ایسے عجائبات ظہور پذیر ہو رہے ہیں جن سے فکر ونظر حیران ومبہوت ہے، اور جب دجالیت اور فریب کاری کا عالم یہ ہے کہ مادّہ پرست قومیں انہی وسائلِ طبعیہ اور حیرت افزا ترقیات کو، قوتِ ربانیہ اور خوارقِ اِلٰہیہ کے اِنکار کا ذریعہ بنا رہی ہیں، تو پھر کیا بعید ہے کہ اس دورِ ترقی کی اِنتہا ایسے دجال کی نشأۃ وظہور پر ہو جو نوامیسِ اِلٰہیہ کا دُشمن ہوگا، جو اپنی خدائی منوانے کے لیے عجائباتِ مادیت کو پیش کرے گا، جو اپنے دجل وتلبیس سے انہی مادّی عجائبات کے بل بوتے پر لوگوں کے دِین واِیمان کو برباد کرے گا، او رجو خالقِ علیم، قادرِ حکیم، مالکِ زمین وآسمان پر اِیمان لانے کے بجائے خود اپنی خدائی کے منوانے پر لوگوں کو مجبور کرے گا، جیسا کہ احادیثِ نبویہ میں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے۔ یقیناً اس وقت (حق تعالیٰ کی قدرتِ خارقہ اور قوتِ قاہرہ ظہور پذیر ہوگی) عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے اور آپ کے دستِ مبارک پر ایسے معجزات کا ظہور ہوگا جن کا مقابلہ کرنے سے انسانی عقل اور مادّی اِرتقا عاجز ہوں گے، یوں اللہ تعالیٰ کی

(۱) تحیۃ الاسلام، ص:۸

حجت ایک بار پھر قائم ہو جائے گی، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دورِ اوّل میں حجۃ اللہ قائم کی تھی اور باذنِ اللہ مُردوں کو زندہ، مادرزاد اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو شفایاب کر کے اس زمانہ کے حاذق طبیبوں کو عاجز کردیا تھا، اسی طرح وہ اپنے دورِ ثانی میں باذنِ الٰہی حجۃ اللہ قائم کریں گے، تاکہ وہ لوگ بھی قدرتِ الٰہیہ کے سامنے سپر ڈال دینے پر مجبور ہو جائیں جو مقناطیسی عجائبات، ایٹمی ایجادات، برق و باد کی دل فریبیوں، اور مادّیت کی رنگینیوں پر ایمان لاکر اپنا وقت ضائع اور اپنا دین برباد کرتے رہے، اور جن لوگوں نے تسخیرِ مادّہ کے ذریعہ فضاؤں میں اُڑنے، تباہ کن آلات کے بنانے اور بحر و بر کو مسخر کرنے ہی کو معراجِ کمال سمجھ لیا تھا اور ان تمام اُمور کو بر و بحر میں فساد برپا کرنے کا ذریعہ بنالیا تھا۔

الغرض! قرآن وحدیث کی تصریحات کے موجب سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اتنے طاقت ور حسی معجزات دیئے جائیں گے، جن کے مقابلہ میں سائنس کی تمام کرشمہ سازیاں بچوں کا کھیل بن کر رہ جائیں گی، تاکہ اللہ کی حجت ایک بار پھر پوری ہو جائے، اور تمام اُقوامِ عالم اس کے سامنے سپر انداز ہو جائیں۔

معجزات، اسباب وعلل سے بالاتر ہوتے ہیں:

یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ہاتھ سے اسبابِ عادیہ کے بغیر خوارقِ الٰہیہ کو ظاہر کیا جاتا ہے، جیسا کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی تاریخ اس پر شاہد ہے، اور ہر اہلِ ملت کے نزدیک مُسلَّم ہے۔ مزید برآں یہ کہ ہر نبی کے معجزات میں لطیف اشارہ اس نوع ترقی کی طرف ہوتا ہے جو مادّی اسباب و وسائل کے دائرہ میں اختراع و ایجاد کے ذریعہ اس اُمت کو حاصل ہوگی، حضرت شیخ امام العصرؒ نے ضرب الخاتم علیٰ حدوث العالم میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

فذالک اعجاز وخرق لعادة
وان کان کل الکون اعجاز منتهیٰ

ترجمہ:... ''جو اُمور کہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے بغیر واسطۂ اسباب صادر ہوں، یہ انبیائے کرام علیہم السلام کا خرقِ عادت معجزہ اور اعجازِ نبوت کہلاتے ہیں، اگرچہ درحقیقت یہ ساری کائنات اعجاز ہی اعجاز ہے۔''

وقد قیل ان المعجزات تقدم
بما یرتقی فیه الخلیقة فی مدیٰ

ترجمہ:... ''اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ معجزاتِ انبیاء اس ترقی کی طرف پیش قدمی ہوتی ہے جو مخلوق کو مدت ہائے مدید کے بعد (اسباب کے دائرہ میں رہ کر) نصیب ہوگی۔''

آج سائنسی ارتقاء کی بدولت جو چیزیں ہمارے گرد و پیش میں پھیلی ہوئی ہیں، مثلاً برقی مشینیں ہیں، کہربائی آلات ہیں، ٹیلی فون ہے، تار ہے، ٹیلی ویژن ہے، طیارے ہیں، مصنوعی خلائی سیارے ہیں، رات دن قوائے طبعیہ کو مسخر کیا جا رہا ہے، فضاؤں پر کمندیں ڈالی جا رہی ہیں، سمندروں کے جگر شق کیے جا رہے ہیں، صحراؤں کے طبعی دفینے تلاش کیے جا رہے ہیں، ذرّے کا جگر چیر کر ایٹمی توانائی حاصل کی جا رہی ہے اور ہلاکت آفرین ایٹمی ہتھیار ایجاد کیے جا رہے ہیں، الغرض! یہ اور اس قسم کی تمام چیزیں جنہیں آج سائنسی ترقی کا کرشمہ قرار دیا جا رہا ہے، انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں یہ تمام اُمور آپ کو کامل ترین صورت میں ملیں گے۔ فرق یہ ہے کہ یہاں مادّی اسباب و وسائل کا واسطہ ہے، اور وہاں بدوں توسطِ اسباب، قدرتِ الٰہیہ کا اعجاز ظاہر ہوتا ہے۔ پھر یہاں برس ہا برس کی ٹھوکریں کھانے، تجربات کرنے اور اربوں کی رقمیں ضائع کرنے کے بعد کسی قدر کامیابی نصیب ہوتی ہے، اور وہاں بغیر کسی سابقہ تجربہ کے چشم زدن میں قدرتِ قاہرہ کی اعجاز نمائی ظاہر ہوتی ہے، یہاں اس بحث کی مزید تفصیل کی گنجائش نہیں۔

قتلِ دجال کے لیے مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کا راز:

پھر جاننا چاہیے کہ دجالِ لعین مسیحِ ضلالت ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیحِ ہدایت ہیں، یہود کی یہ بدقسمتی تھی کہ انہوں نے مسیحِ ہدایت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تو مخالفت کی اور آپ کے قتل و صلب کی سازش کی (مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور انہیں آسمان پر اُٹھالیا) لیکن وہ مسیحِ ضلالت دجال کی پیروی کریں گے، جو خود بھی یہودی ہوگا، اس لیے حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا تھا کہ مسیحِ ہدایت؛ مسیحِ ضلالت کو قتل کرنے کے لیے نزول فرمائیں، اور ان یہود کو بھی قتل کریں جنہوں نے مسیحِ برحق مسیح بن مریم علیہ السلام کی تو مخالفت اور عداوت کی اور جھوٹے مسیحِ دجال کی پیروی کرلی، اسی کے ساتھ ساتھ ان عقائدِ باطلہ کی بھی اصلاح کریں جو عیسائیت میں گھس آئے تھے اور صلیب کو توڑ ڈالیں۔

اور چونکہ دجالِ لعین مسیحیت کا لبادہ اوڑھ کر خود ''مسیح'' کہلائے گا، اُلوہیت کا دعویٰ کرے گا، خباثت اور ضلالت کی آخری حد پار کر جائے گا، قوائے طبعیہ پر حکمرانی کرے گا، مُردوں کو زندہ کر کے مسیح علیہ السلام کے منصب میں تلبیس کرے گا، علاوہ ازیں شعبدہ بازیوں، جادو کے کرشموں اور حیوانات و جمادات کی تسخیر کے ذریعہ لوگوں کے ایمان پر ڈاکا ڈالے گا، اس لیے یہ بات بالکل قرینِ قیاس تھی کہ قتلِ دجال کے لیے ایک ایسی شخصیت کو لایا جائے جو تسخیری کمالات میں نہایت بلند درجہ پر فائز اور منصبِ نبوّت سے سرفراز ہو، ایسی

برگزیدہ شخصیت ہی قتلِ دجال پر قادر ہوسکتی اور دجالی کرشمہ سازیوں کا مقابلہ کرسکتی تھی، یہ شخصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہوگی۔

پھر چونکہ عیسیٰ علیہ السلام رُوحانیت میں اس قدر بلند مقام رکھتے ہیں کہ انہیں ''رُوح اللہ'' کے لقب سے مشرف کیا گیا، وہ حق تعالیٰ کے ''کلمہ کن'' سے پیدا ہوئے اور وہ بحکمِ اِلٰہی اپنی مسیحائی سے مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے، اس لیے وہ بجاطور پر اس کے مستحق تھے کہ آسمان میں طویل مدت تک زندہ رہ کر نزولِ اِجلال فرمائیں، تاکہ ان کے دستِ مبارک سے ایسے خوارقِ اِلٰہیہ کا ظہور ہو جو ''دجالِ اکبر'' اور عام دجالوں کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والے تمام عجائبات سے بدرجہا فائق ہوں، تاکہ تمام لوگوں پر ''حجتِ اِلٰہیہ'' قائم ہوجائے۔ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَة!

اس موقع پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ''فتح الملھم'' (۱) میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے کلام کی وضاحت کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے، نیز حافظ ابنِ تیمیہؒ کی کتاب "الجواب الصحیح" اور حافظ ابنِ قیمؒ کی کتاب "ھدایۃ الحیاری" کی منتخب عبارتیں جو حضرت شیخ اِمام العصرؒ نے ''عقیدۃ الاسلام'' میں نقل کی ہیں، ان کا مطالعہ کیا جائے، نیز عقیدۃ الاسلام "فصل فی الحکمۃ فی نزولہ" (۲) کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ (۳)

عقیدۂ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام، اِجماعِ اُمت کی روشنی میں:

خلاصۂ کلام یہ کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ وہ اِجماعی عقیدہ ہے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے آج تک تمام اہلِ حق کا اِتفاق چلا آیا ہے، راجح تفسیر کے مطابق قرآنِ عزیز نے اس کی تصریح کی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ متواترہ میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے، نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر اَحادیث کے متواتر ہونے کی تصریح اِمام ابوجعفر ابنِ جریر طبریؒ، ابوالحسن آبریؒ، ابنِ عطیہ مغربیؒ، ابنِ رُشد الکبیرؒ، قرطبیؒ، ابوحیانؒ، ابنِ کثیرؒ، ابنِ حجرؒ وغیرہ ائمۂ دِین اور حفاظِ حدیث نے کی ہے۔ جیسا کہ شیخ

(۱) ج:۱ص:۳۲۹

(۲) ص:۳۱ تا ۳۴

(۳) اُردودان حضرات ''ترجمان السُّنۃ'' (ج:۴ص:۵۲۱ تا ۵۹۳) مؤلفہ مولانا بدرِعالمؒ کا مطالعہ فرمائیں، مولانا بدرعالم صاحبؒ کا یہ مضمون ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام'' کے نام سے الگ کتابی شکل میں بھی شائع ہوگیا ہے، قابلِ مطالعہ ہے۔ (مترجم)

محقق علامہ کوثریؒ نے اپنے رسالہ "نظرة عابرة في مزاعم من ينكر نزول عيسى عليه السلام قبل الآخرة"(۱) میں نقل کیا ہے۔

شیخ کوثریؒ اسی رسالہ کے صفحہ:۷ پر فرماتے ہیں:

''ایک طرف تمام صحابہؓ وتابعینؒ، فقہاءؒ و محدثینؒ اور مفسرینؒ و متکلمینؒ ہیں، جن کی تائید میں کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اِجماعِ اُمت موجود ہے، دُوسری طرف یہ متخاطب ہے جس کی تائید میں لے دے کر قادیان کا مرزائے کذاب ہے یا کسی زمانہ میں طرہ کا فلسفی تھا اور بس۔''

صفحہ:۱۹ پر فرماتے ہیں:

''کتاب اللہ، سنتِ متواترہ اور اِجماعِ اُمت عقیدۂ نزولِ مسیح علیہ السلام پر متفق ہیں۔''

صفحہ:۳۶ پر کتاب اللہ کی روشنی میں حیات ونزولِ مسیح علیہ السلام پر طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں:

''اور یہ بھی واضح ہوا کہ تنہا قرآنی نصوص ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اُٹھائے جانے اور آخری زمانہ میں ان کے نازل ہونے کو قطعی طور پر ثابت کرتے ہیں، کیونکہ ایسے خیالی اِحتمالات کا کوئی اِعتبار نہیں، جو کسی دلیل پر مبنی نہ ہوں، پھر جب کہ قرآنی تصریحات کے ساتھ اَحادیثِ متواترہ بھی موجود ہوں اور خلفاً عن سلف تمام اُمت اس عقیدہ کی قائل چلی آتی ہو، اور دورِ قدیم سے لے کر آج تک اس عقیدہ کو کتبِ عقائد میں درج کیا جاتا رہا ہو، تو اس کی قطعیت میں کیا شبہ باقی رہ سکتا ہے؟ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ (اب حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا رکھا ہے؟)''

صفحہ:۳۷ پر فرماتے ہیں:

''اور ہم نے ثابت کردیا ہے کہ قرآنِ حکیم کے نصوصِ قطعیہ رفع ونزول پر دَلالت کرتے ہیں، اور ہر زمانہ میں اَئمہ دِین، علمائے اُمت، بالخصوص مفسرین قرآنی آیات کی یہی مراد سمجھتے چلے آتے ہیں۔''

صفحہ:۳۸ پر فرماتے ہیں:

''پس جو شخص رفع ونزول کا اِنکار کرتا ہے، وہ ملتِ اِسلامیہ سے خارج ہے، کیونکہ وہ ہوائے نفس کی رَو میں بہ کر کتاب وسنت کو پشت انداز کرتا ہے، اور ملتِ اِسلامیہ کے اس قطعی عقیدہ سے رُوگردانی کرتا ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہے۔''

صفحہ:۴۰ پر فرماتے ہیں:

''اَطرافِ حدیث پر نظر کرنے کے بعد نزولِ مسیح کا اِنکار بے حد خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے،

(۱) ص:۱۰

رفع و نزول کے مسئلہ میں احادیثِ متواترہ کا وجود قطعی ہے، اور بزدویؒ نے ''بحثِ متواتر'' کے آخر میں تصریح کی ہے کہ ''متواتر کا منکر اور مخالف کافر ہے۔'' شیخ بزدویؒ نے متواتر کی مثال میں ''قرآنِ حکیم، نمازِ پنج گانہ، تعدادِ رکعات اور مقادیرِ زکوٰۃ'' جیسی چیزوں کا ذکر کیا ہے، اور کتبِ حدیث میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر، مقادیرِ زکوٰۃ سے کسی طرح کم نہیں (پھر جب مقادیرِ زکوٰۃ کا منکر کافر ہے تو نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا منکر کیوں کافر نہ ہوگا؟)''

صفحہ: ۴۷ پر فرماتے ہیں:

''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ صرف کسی ایک مذہب کا عقیدہ نہیں، بلکہ یہ ''اِجماعی عقیدہ'' ہے، کوئی مذہب ایسا نہیں ملے گا جو اس کا قائل نہ ہو، چنانچہ فقہِ اکبر بروایت حماد، فقہِ اوسط بروایت ابومطیع، الوصیۃ بروایت ابی یوسف، اور عقیدۂ طحاوی سے واضح ہے کہ اِمام ابوحنیفہؒ اور آپ کے تمام متبعین عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا عقیدہ رکھتے ہیں... نصف اُمت تو یہی ہوئی... اسی طرح اِمام مالکؒ اور تمام مالکیہ، اور تمام شافعیہ سب کے سب اس عقیدہ پر متفق ہیں، اِمام احمد بن حنبلؒ نے عقائدِ اہلِ سنت کے بیان میں جو چند خطوط اپنے شاگردوں کے نام لکھے تھے، ان سب میں یہ عقیدہ مذکور ہے، یہ رسائل اہلِ علم کے یہاں صحیح سندوں سے ثابت اور مناقبِ احمد لابنِ جوزیؒ اور طبقاتِ حنابلہ لابی یعلیٰ میں مدوّن ہیں۔ اسی طرح ظاہریہ بھی نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں، چنانچہ ابنِ حزمؒ کی تصریح، کتاب الفصل، ج:۳، ص:۹۴۲ میں اور المحلیٰ ج:۱، ص:۹، ج:۷، ص:۱۹۳ میں موجود ہے، بلکہ معتزلہ بھی اس کے قائل ہیں، جیسا کہ علامہ زمخشری کے کلام سے واضح ہے، اسی طرح شیعہ بھی اس کے قائل ہیں، اب ایسا مسئلہ جس کی دلیل تمام صحاح، تمام سنن اور تمام مسانید میں موجود ہو، اور تمام اِسلامی فرقے جس کے قائل ہوں، اس میں مذہبی تعصب کا گمان کیسے ہوسکتا ہے؟''

صفحہ: ۴۹ پر فرماتے ہیں:

''مہدی رضی اللہ عنہ، دجال اور مسیح علیہ السلام کے بارہ میں احادیث کا تواتر ایسی چیز ہے جس میں حدیث کے معمولی طالبِ علم کے لیے بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔''

صفحہ: ۵۷ پر فرماتے ہیں:

''صدرِ اوّل سے لے کر آج تک کتبِ عقائد کا مسئلہ رفع و نزول پر متفق ہونا ایسی چیز ہے جو اس عقیدہ پر اِجماع کے منعقد ہونے میں ادنیٰ شک وشبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتی۔''

حافظ ابنِ حزمؒ ''مراتب الاجماع'' میں لکھتے ہیں:

''اجماع، ملتِ حنیفیہ کے قواعد میں سے ایک عظیم الشان قاعدہ ہے، جس کی طرف رُجوع کیا جاتا ہے، اس کی پناہ لی جاتی ہے، اور اس کے مخالف کی تکفیر کی جاتی ہے۔''

شیخ کوثریؒ ''الاشفاق'' اور ''النظرة'' میں فرماتے ہیں:

''اجماع کے حجتِ شرعیہ ہونے پر تمام فقہائے اُمت متفق ہیں، اور اسے (کتاب وسنت کے بعد) تیسری دلیلِ شرعی قرار دیتے ہیں، حتیٰ کہ ظاہریہ بھی...فقہ سے بُعد کے باوجود... اجماعِ صحابہ کو حجت مانتے ہیں، بلکہ بہت سے علماء نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ مخالفِ اجماع کافر ہے......اور دلائل سے یہ ثابت ہے کہ یہ اُمت من حیث المجموع خطا سے محفوظ ہے، شہداء علی الناس ہے، اور خیرِ اُمت ہے جو اِنسانوں (کی خیر وفلاح) کے لیے لائی گئی ہے، معروف کا حکم کرتی ہے اور منکر سے روکتی ہے، ان کا پیروکار، انابت الی اللہ کے راستہ پر ہے، ان کا مخالف اہلِ ایمان کی راہ سے برگشتہ اور تمام علمائے دین کا مخالف ہے....(چند سطر بعد لکھتے ہیں)....جب اہلِ علم، اجماع کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد انہی حضرات کا اِتفاق ہوتا ہے جو مرتبہ اِجتہاد پر فائز ہوں، نیز وہ ورع وتقویٰ سے موصوف ہوں، جو انہیں محارم اللہ سے روک سکے، تاکہ ان کے حق میں ''لوگوں پر گواہ'' کا مفہوم صادق آئے، اِس لیے جن لوگوں کا مرتبہِ اِجتہاد پر فائز ہونا علماء کے نزدیک مُسلَّم نہیں، مسئلہ اِجماع میں ان کا کلام قابلِ اِلتفات نہیں، خواہ وہ صالح اور پرہیزگار بھی ہوں۔''

''القنطرة'' کے صفحہ:۶۰ پر فرماتے ہیں:

''اجماع کے معنی یہ نہیں کہ ہر مسئلہ کے لیے ایک لاکھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر مشتمل کئی کئی رجسٹر مرتب کیے جائیں اور پھر ہر صحابی سے روایت ذِکر کی جائے، بلکہ صحتِ اجماع کے لیے اتنا کافی ہے کہ مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم جو تقریباً بیس ہیں، سے صحیح روایت موجود ہو، اور ان میں سے کسی کا اِختلاف ثابت نہ ہو، بلکہ بعض مقامات پر ایک دو صحابہ کی مخالفت بھی صحتِ اجماع کے لیے مضر نہیں ہوتی، یہی صورت عہدِ تابعین اور تبع تابعین میں سمجھنی چاہیے۔''

صفحہ:۶۲-۶۳ پر فرماتے ہیں:

''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر تیس صحابہ کرامؓ کی تصریح اور ان کے آثارِ موقوفہ علامہ (محمد انور شاہ) کشمیریؒ کی کتاب ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' میں موجود ہیں، اور کسی ایک صحابی سے اس کے خلاف ایک حرف بھی منقول نہیں۔ پس اگر ایسا مسئلہ بھی اجماعی نہیں، تو کہنا چاہیے کہ دُنیا میں کوئی اجماعی مسئلہ ہی موجود نہیں۔''

شیخ کوثریؒ، علامہ تفتازانیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

''نقل کبھی ظنی ہوتی ہے تو اجماع سے قطعی بن جاتی ہے۔''

الغرض! نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ قرآنِ حکیم، سنتِ متواترہ اور چودہ سو سالہ اُمت کے قطعی اجماع کی روشنی میں آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے، اَحادیثِ نبویہ میں نزولِ عیسیٰ کے مسئلہ پر جس قدر حلفیہ تاکیدات فرمائی گئی ہیں اس کی نظیر کسی دُوسرے مسئلہ میں نظر نہیں آتی ہے، ان تمام تاکیدات کا منشا یہ ہے کہ یہ مسئلہ عام لوگوں کے لیے محلِ حیرت وتعجب، بلکہ بعض نادانوں کے لیے باعث رَدّ و اِنکار ہوگا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ، وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ، وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يَسْعٰى عَلَيْهَا، وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ، وَلَيَدْعُوَنَّ اِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ اَحَدٌ." (۱)

ترجمہ:... ''ضرور بالضرور ایسا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حاکمِ عادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے، پس وہ ضرور بالضرور صلیب کو توڑ ڈالیں گے، اور ضرور بالضرور خنزیر کو قتل کریں گے، اور ضرور بالضرور جزیہ کو موقوف کردیں گے، اور ضرور بالضرور (ان کے زمانہ میں) جوان اُونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا، پس ان پر سواری نہ ہوگی، اور ضرور بالضرور لوگوں کے درمیان باہمی کینہ، بغض اور حسد جاتا رہے گا، اور یقیناً وہ لوگوں کو مال کی طرف بلائیں گے، مگر کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔''

(حدیث کے ہر فقرے پر تاکیدات ملاحظہ ہوں) یہ مسندِ احمد اور صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں، اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں:

"وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ! لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ ... الخ." (۲)

ترجمہ:... ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ضرور بالضرور تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے... الخ۔''

پھر ان حلفی تاکیدات پر بس نہیں، بلکہ احادیثِ نبویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام، کنیت، نسب، والدہ کا نام، نانے کا نام، والدہ ماجدہ کے اوصاف، عیسیٰ علیہ السلام کی صورت، سیرت، رنگ، قد وقامت، بالوں کا رنگ، بالوں کی کیفیت، بالوں کا طول وغیرہ وغیرہ سو سے زائد صفات کی تصریح کی گئی ہے، جیسا کہ

(۱) صحیح مسلم، ج:۱ ص:۸۷۔ مسندِ احمد، ج:۲ ص:۴۹۴
(۲) صحیح بخاری، ج:۱ ص:۴۹۰

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور دُوسرے حضرات نے ان تمام اوصاف کو جمع کردیا ہے۔

ان تمام اوصاف کو سامنے رکھیے تو ہر قسم کے شک وشبہ کی جڑ کٹ جاتی ہے، مسئلۂ نزول میں ہر قسم کی تأویل ومجاز اور تمثیل کا سدِ باب ہوجاتا ہے اور اس باب میں کسی کے لیے زیغ والحاد یا اِنکار وتحریف کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

آیتِ کریمہ: "وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا" اپنی تاکیداتِ بلیغہ میں بالکل حدیثِ نبوی کے ہم رنگ ہے، وَاللهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ!

عقیدۂ نزولِ مسیح سے اِنکار کیوں؟

گزشتہ بیان سے واضح ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا ثبوت ناقابلِ تردید حقیقت ہے، قرآنِ کریم نے اس کی تصریح کی ہے، احادیثِ متواترہ قطعیہ نے اس کی شہادت دی ہے، اور تمام اُمتِ محمدیہ نے اس پر اِجماعی تصدیق کی مہر ثبت کی ہے، لہٰذا اس عقیدہ کا اِنکار یا تو کھلی جہالت اور واضح اِلحاد ہے، یا اس کا منشا وہ خیالی وواہی اِستبعاد ہے جس پر عقلِ صریح کی کوئی سند نہیں، یہ اِستبعاد، قدرتِ الٰہیہ کے نشانات اور آیاتِ بینات سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

اِنسانی فہم کی بنیادی کمزوری:

اِنسانی فہم کی فطری کم ظرفی اور بنیادی کمزوری یہ ہے کہ جب اس کے سامنے کسی ایسی حقیقتِ واقعہ کا اظہار کیا جائے جو اس کے ناقص علم، محدود تجربے، ناتمام مشاہدے، کمزور حواس اور ضعیف عقل کی گرفت سے بالاتر ہو، وہ اسے فوراً ناممکن اور محال کہہ کر اپنے عجز وجہل کو چھپانے کا عادی ہے۔ غور فرمائیے! دورِ جدید کی یہ اِیجادات واِختراعات، جو آج سب کے سامنے ہیں، کیا حد درجہ حیرت انگیز نہیں؟ یہ برقی لہریں، یہ زہریلی گیسیں، یہ تباہ کن اسلحہ، یہ ایٹم بم، یہ ہائیڈروجن بم، یہ فضائی راکٹ، یہ مصنوعی چاند، یہ خلائی سیارے، یہ فضائی اسٹیشن، پھر یہ راکٹ جو چاند پر اُتارا گیا، اور اس کے چاند کی سطح سے ٹکرانے کی آواز یہاں زمین پر ریکارڈ کی گئی، اور یہ راکٹ جو سائنس دانوں کے بقول چاند سے صحیح سالم واپس آیا، اور یہ عجیب وغریب راکٹ جس میں "لائکا" نامی کتیا کو بھیجا گیا اور اس میں ایسے آلات نصب کیے گئے جو کتیا کے دورانِ خون، حرکتِ قلب، حرارتِ جسم، نظامِ تنفس اور اس کی شریانوں اور پھیپھڑوں کے تمام حالات ریکارڈ کرکے زمین پر بھیجیں، اور یہ مصنوعی سیارہ جس سے فضائی حالات، درجۂ حرارت اور شمسی شعاعوں کو ریکارڈ کیا گیا، پھر یہ

نصف ''ٹن'' کا ''سپوٹنیک'' نامی مصنوعی سیارہ جس نے ۱۶ منٹ میں زمین کے اردگرد ایک دورہ مکمل کیا، کیا دورِ جدید کے ان حیرت انگیز اِنکشافات کو کچھ عرصہ قبل محض وہم وخیال نہیں سمجھا جاتا تھا؟ لیکن آج یہ سب کچھ افسانہ طرازی نہیں، سامنے کے حقائق ہیں، اسی طرح نہیں معلوم کتنے حقائق اب تک پردۂ اِخفا میں ہوں گے، جنہیں عنقریب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونا ہے، کیا ان تمام اُمور کو قبل اَز وقت ''محال'' اور ''خلافِ عقل'' کہنا عقل سے بے اِنصافی نہیں؟

اسی طرح علمِ کیمیا، فزیالوجی اور فلکیات کے عجیب وغریب اِنکشافات پر غور کرو، مثلاً ۱۹۵۷ء میں پہلی مرتبہ ''زہرہ'' سیارہ سے لاسلکی رابطہ قائم کیا گیا، کیا قبل اَز وقت یہ تمام اِنکشافات حیرت افزانہ تھے؟

ان فلکیات کو جانے دیجیے! ذرا انہی چیزوں پر غور کیجیے جو سب کو ان آنکھوں سے نظر آرہی ہیں، یہ فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے طیارے، یہ دریاؤں میں غوطہ زن آبدوزیں، یہ بحرِ منجمد میں شگاف ڈالنے والے ایٹمی بحری جہاز، یہ آواز سے زیادہ تیز رفتار جیٹ طیارے، اور اسی نوع کی دیگر سینکڑوں اِیجادات، کیا آج سے نصف صدی پہلے یہ محض خیالی چیزیں نہیں تھیں؟ کیا اس وقت کا اِنسان ان راکٹوں کی برق رفتاری کا تصوّر بھی کرسکتا تھا جو آج پچیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مصروفِ پرواز ہیں؟ کیا پچاس سال پہلے کے اِنسان کا وہم تسلیم کرسکتا تھا کہ ایسے مصنوعی سیارے بھی وجود میں آئیں گے، جن میں نصب کردہ آلات فضائی حالات کو محفوظ کریں گے، پھر ''لاسلکی'' کے ذریعہ یہ فضائی خبریں سینکڑوں میل دُور زمین پر سنی جائیں گی؟ کیا کوئی کہہ سکتا تھا کہ ایسے ریڈار بھی اِیجاد ہوں گے جو ہزاروں میل سے جیٹ طیاروں کی پرواز اور سمتِ پرواز کا پتا بتلایا کریں گے؟

ان فضائیات کو بھی رہنے دیجیے! نائلون وغیرہ کے ان عجیب وغریب کپڑوں کو لیجیے جو معدنی مواد سے تیار کیے جاتے ہیں، اور ریشم کی نرمی اور نفاست کو بھی مات کرتے ہیں، کیا یہ تمام چیزیں کسی زمانہ میں محض خواب وخیال کے درجہ میں نہیں تھیں؟ اگر ماضی قریب میں ان اُمور کو کوئی شخص بیان کرتا تو اسے مراق وجنون اور خرافات ولغویات کا نام نہ دیا جاتا؟ لیکن آج یہ روزمرہ کے استعمال کی چیزیں ہیں، جن میں نہ حیرت ہے نہ اِستعجاب!

قدرتِ خداوندی کے مظاہر:

اب ایک طرف ان اِختراعات واِیجادات کو رکھو جو اِنسانِ ضعیف کی مادّی عقل نے دریافت کی ہیں، اور دُوسری طرف حق تعالیٰ کی قدرت وخالقیت، علم وحکمت اور عزّت وبرتری کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرو کہ حق

تعالیٰ کسی اِنسان (مثلاً عیسیٰ علیہ السلام) کو آسمان پر زندہ اُٹھالینے، وہاں طویل مدت تک زندہ رکھنے اور پھر اسے زمین پر نازل کرنے کا فیصلہ فرمائیں، تو کیا قدرتِ اِلٰہیہ کے ان نشانات کو ''ناممکن اور محال'' کہنا صحیح ہوگا؟ نہیں! ہرگز نہیں...! ہاں انہیں عجیب وغریب کہہ سکتے ہو، ''خارقِ عادت'' کا نام دے سکتے ہو، اِنسانی عقل وفکر سے بالاتر بتلا سکتے ہو۔ بلاشبہ ان کو ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ یہ انسانی علم وقدرت کا کارنامہ نہیں، بلکہ یہ اس خالقِ کائنات... اللہ تعالیٰ... کی کن فیکونی صنعت ہے، جو علیم بھی ہے اور قدیر بھی، حکیم بھی ہے اور خبیر بھی۔ اس لیے صادق ومصدوق رسولِ امین صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اُمور کی اِطلاع دی ہے، انہیں ''خرقِ عادت'' تو چاہے سوبار کہو، لیکن انہیں ''محال'' قطعاً نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح دیگر وہ حقائق جو دِینِ اسلام نے بتلائے ہیں، مثلاً آسمانوں کا وجود، ملائکہ کا وجود، فرشتوں کا ایک لحہ میں آسمان سے زمین اور زمین سے آسمان پر پہنچ جانا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِسراء ومعراج کا واقعہ، یہ تمام اُمور اس کائنات میں قدرتِ اِلٰہیہ کے عجائبات ہیں، جو قدرتِ خداوندی کے لحاظ سے نہ محال ہیں نہ مستبعد!

اِنسانی مصنوعات اور خدائی مخلوقات کے مابین موازنہ:

ایک طرف ان اِیجادات کو رکھو اور دُوسری طرف حق تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ غالبہ کے نشانات کو رکھو، پھر ان میں موازنہ کرکے بتلاؤ کہ کیا انسانی اِیجادات کی حیثیت نشان ہائے قدرت کے مقابلہ میں ٹھیک وہی نہیں جو عاقل بالغ مردوں اور عورتوں کے حق میں بچوں کے کھلونوں اور بچیوں کی گڑیوں کی ہوا کرتی ہے؟[1]

عجیب وغریب کھلونے جن پر سائنس دانوں کو ناز ہے، جن کی اِیجاد پر مدح وتحسین کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں، جن کے اعلانات سے مشرق ومغرب کو چونکا دیا جاتا ہے، اور جنہیں پسندیدگی، قدردانی بلکہ حیرت ودہشت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، ذرا خیال کرو کہ چاند، سورج اور ستاروں کے مقابلہ میں ان کی کیا حقیقت ہے؟ جو نامعلوم زمانہ سے بے شمار اَسرارِ خفیہ پر مشتمل ہونے کے علاوہ ہماری زمین اور فضا کے لیے ایسے اَن گنت فوائد بھی رکھتے ہیں جو بالکل واضح اور روشن ہیں، یہ ہے عزیز وعلیم کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ،

---

(۱) اور یہ بھی محض تفہیم اور تقریب الی الذہن کے لیے کہا گیا ہے، ورنہ تمام عقلاء کی ذہنی کاوشیں اور اَوّلین وآخرین کی اِیجادات، قدرتِ اِلٰہیہ کے مقابلہ میں ''تارِ عنکبوت'' کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں، آخر جو خدا اپنے ''کن فیکونی'' اِرادہ سے ایک لحہ میں سینکڑوں عالم پیدا کرسکتا ہے، اس کی قوت سے بیچاری مخلوق کی قوت کا موازنہ ہی کب کیا جاسکتا ہے! لیکن اس کا کیا کیجیے کہ آج ''نظیر اور مثال'' کے بغیر لوگ سمجھنے ہی کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں۔ (مترجم)

پس یہ بلند وبالا فضائی طبقات، یہ دُور سے نظر آنے والے بے شمار ستارے اور کائنات میں پھیلے ہوئے قدرتِ ربانیہ کے یہ نشانات کیا عقل مندوں کے لیے حیرت وتعجب کا کوئی سامان نہیں رکھتے؟

"رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا، سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ." (آلِ عمران)

اِنسانی عقل کی بیچارگی:

یہ تو قدرت کے وہ نشانات ہیں، جن تک ہماری عقل وفکر اور علم ومشاہدہ کی رسائی کسی درجہ میں ہوسکی ہے، اب ان کے مقابلہ میں مادّہ وکائنات کے ان پوشیدہ اَسرار، پھر نفس ورُوح کے ان عجائبات پر غور کرو جو ابھی تک ہماری سرحد اِدراک سے وراء الوراء ہیں اور خدا جانے کتنے حقائق ابھی تک مجہول ہیں!

انسانی علم واِدراک کے عجز کا حال یہ ہے کہ یہ زمین جس پر ہم دِن رات چلتے پھرتے، بیٹھتے اُٹھتے اور اس کی گود میں پرورِش پاتے ہیں،(۱) ابھی تک اسی کی ماہیت مجہول ہے، نہیں معلوم اس کے باطن اور گہرائی کی طبیعت کیا ہے؟ چنانچہ ماہرین علمائے طبیعات کو اِعتراف ہے کہ وہ کائنات کے بے شمار اَسرار کی دریافت سے قاصر ہیں، اور یہ کہ سائنس کی ان ترقیات کے باوجود ہماری معلومات ہنوز عہدِ طفولیت میں ہیں۔ حضرت شیخ اِمام العصر اپنے قصیدہ "ضرب الخاتم علیٰ حدوث العالم" میں فرماتے ہیں:

يقال اى الحين استهاموا وما دروا

علاقة ما بين الروح والفكر ماذا

ترجمہ:... "کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ آج تک کی سرگردانی کے باوجود یہ معلوم نہیں کرسکے کہ رُوح اور فکر کے درمیان کیا رابطہ ہے؟"

بيولوجيا اضحى كذالك محبطًا

لتخريجهم سر الحياة وما انجلى

ترجمہ:... "اسی طرح "بیالوجی" سرِ حیات کے اِدراک سے آج تک قاصر ہے، اور اس کے لیے یہ بھید نہیں کھل سکا۔"

فذالك اعجاز وخرق لعادة

وان كان كل الكون اعجاز منتهى

(۱) یعنی اسی سے نکلتے اور اسی میں لوٹتے ہیں، "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى" (مترجم)

ترجمہ:...''پس اسی کا نام ''اعجاز'' اور ''خرقِ عادت'' ہے، اگرچہ درحقیقت ساری کائنات ہی قدرت کا معجزہ ہے۔''

عقیدۂ نزولِ مسیح کا دیگر عقائدِ قطعیہ سے مقابلہ:

عقیدۂ نزولِ مسیح پر حیرت وتعجب کا اِظہار کرنے والوں کو دُوسرے اِسلامی عقائد سے اسے ملاکر دیکھنا چاہیے، مثلاً: ملتِ اِسلامیہ اور دُوسرے تمام اہلِ ملل اس کے قائل ہیں کہ ایک دِن سارے نظامِ عالم کو توڑ پھوڑ کر قیامت برپا کردی جائے گی، مُردے قبروں سے اُٹھائے جائیں گے، اور تمام اگلے پچھلے اور نیک وبد میدانِ محشر میں جمع ہوں گے، ظاہر ہے کہ عقیدۂ حشر ونشر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول سے کہیں زیادہ حیرت واِستبعاد کا محل ہے، اب یہ قطعی عقیدہ جو تمام اَدیانِ سماویہ کے یہاں متفق علیہ عقیدہ ہے، اور جس پر اِیمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا، کیا کوئی شخص اس کے اِنکار کرنے میں محض اس وجہ سے معذور تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ یہ حشر ونشر اور بعث وحساب کا مسئلہ اس کی عقلِ نارسا کے لیے محلِ حیرت وتعجب ہے؟ اگر نہیں، تو عقیدۂ نزولِ مسیح تو اس قدر عجیب وغریب بھی نہیں، پھر اس پر اِیمان لانے میں یہ عذر کیسے چل سکتا ہے...!

نزولِ مسیح کی حکمت:

بہرکیف! حکمتِ اِلٰہیہ کا تقاضا ہے کہ جب یہ مادّیت حیرت ودہشت کی حد تک ترقی کرجائے گی، سائنس دان ترقیاتی ایجاد واِختراع کے نقطۂ معراج کو پہنچ جائیں گے، ان کے قلوب فخر وغرور سے یہاں تک پھول جائیں گے کہ صانعِ عالم، خالقِ حکیم اور عزیز وعلیم ہی کا اِنکار کر بیٹھیں گے، اور مسیح لعین کانا دجال ظاہر ہوگا، جو یہودی النسل ہوگا، جس کے ماتھے پر ''کافر'' یا ''ک ف ر'' لکھا ہوگا، اور اس کے کفر میں کسی مؤمن کو شک وشبہ نہیں ہوگا، وہ رُبوبیت واُلوہیت کا دعویٰ کرے گا، اس کے پاس بہت سے طلسم، شعبدے اور طبعی تسخیرات کے فن ہوں گے، اور یہ دُنیا کفر وضلالت، ظلم وعدوان اور قساوت وبدتہذیبی سے بھری ہوگی، اس وقت قدرتِ اِلٰہیہ اور مشیتِ اَزلیہ خاتم انبیائے بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی حیثیت سے نازل کرے گی، وہ شریعتِ محمدیہ کو نافذ کریں گے، دُنیا کو عدل واِنصاف سے بھردیں گے، نشانِ کفر مٹادیں گے، صلیب توڑ ڈالیں گے، خنزیر کے قتل کا حکم کریں گے، ''دجالِ اکبر'' کو قتل کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر ایسے خارقِ عادت معجزات ظاہر کریں گے جن سے علمائے

طبیعات دنگ رہ جائیں گے، ان معجزات میں نہ مادّی وسائل ہوں گے، نہ طبعی تدابیر کا استعمال ہوگا۔

پس چونکہ مسیحِ ضلالت دجال دُنیا کو خبث وضلالت اور جور وظلم سے بھردے گا، صنعتی عجائبات سے دہشت پھیلا کر اُلوہیت کا دعویٰ کرے گا، اور کسی کے لیے اس کے مقابلے کی تاب نہ ہوگی۔ اس لیے مسیحِ ہدایت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نازل کیا جائے گا، ان کو دیکھتے ہی دجالِ لعین برف کی طرف پگھلنے لگے گا، یہاں تک آپ اسے قتل کرڈالیں گے، دُنیا کو عدل وانصاف سے معمور کریں گے، ہر قسم کے کفر وخبث سے اسے پاک کردیں گے، کج ملتوں کو سیدھا کردیں گے اور دینِ اسلام ہی تمام رُوئے زمین کا دِین ہوگا۔ پس حق تعالیٰ کا ارشاد: "وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا" (اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں، پس تم اس پر ہرگز شک نہ کرو)، گویا انہی معجزات کی طرف اِشارہ ہے، جو بطورِ مقدمۂ قیامت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوں گے، پس یہ خوارقِ اِلٰہیہ معجزات اور نشان قیامت کی کھلی نشانی ہوں گے، جس سے لوگوں کو یقین ہوجائے گا کہ قدرتِ اِلٰہیہ کے سب سے بڑے خارقِ عادت واقعہ کے ظہور یعنی اس عالم کی بساط لپیٹ دیئے جانے کا وقت آن پہنچا ہے، اس آیتِ کریمہ کے خاتمہ پر یہ اِرشاد: "فَاتَّبِعُونِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ" "پس تم میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے" نہایت برمحل ہے، اس میں قبولِ حق کی دعوت ہے، اور اس اَمر کی وضاحت کہ وحیٔ اِلٰہی پر اِیمان لانا ہی صراطِ مستقیم ہے، اور اس سے اِنکار کرنا، شک وسوسہ کے غار میں گر جانے کے مترادف ہے، اور کجراہی وگمراہی ہے۔

خلاصۂ کلام:

خلاصۂ کلام یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا واقعہ اس عالم کے عجیب واقعات میں سے ہے، جس کی قرآنِ حکیم نے تصریح کی ہے، احادیثِ نبویہ اس واقعہ پر متواتر ہیں، اور عہدِ صحابہؓ سے آج تک اُمتِ اسلامیہ نسلاً بعد نسلٍ اس اِعتقاد پر قائم چلی آتی ہے، پھر یہ واقعہ نہ تو قدرتِ اِلٰہیہ کے اِعتبار سے ایسا عجیب ہے، نہ عقلِ صریح کے لحاظ سے محال ہے، نہ موجودہ ترقیاتی ایجادات کی نیرنگیوں کے پیشِ نظر میں اس پر اِستبعاد کا کسی کو حق حاصل ہے، اس لیے:

عقیدۂ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر اِیمان لانا فرض ہے، اس کا اِنکار کفر ہے، اور اس کی تاویل کرنا زیغ وضلال اور کفر واِلحاد ہے۔

اللہ تعالیٰ اُمتِ محمدیہ... علیٰ صاحبها الف الف تحیة وسلام... کو صراطِ مستقیم کی توفیق بخشیں، اور اسے ہر قسم کے شر وفساد، ضلال واِلحاد اور کفر وعناد سے بچائیں۔

اِختتامیہ:

میں انہی سطور پر مقدمۃ عقیدۃ الاسلام کو ختم کرتا ہوں، کتاب (عقیدۃ الاسلام) آپ کے سامنے ہے، اس کے مطالعہ سے حق وصواب کی راہیں کھلیں گی، اور کسی کج رو کے کفر والحاد کی گنجائش نہ رہے گی، اس مقدمہ کا نام "نزل اھل الالام فی نزول عیسیٰ علیہ السلام" رکھتا ہوں۔

الفقیر الی اللہ تعالیٰ

محمد یوسف بن سیّد زکریا بن سیّد میر مزمل شاہ بن میر احمد شاہ

البنوری الحسینی

مدیر مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵

بروز ہفتہ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ

(تحفۂ قادیانیت، ج:۲)

عقیدۃ الاسلام مع تحیۃ الاسلام

امام العصر الشیخ العلامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ۔ صفحات: ۳۸۸۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: مجلسِ علمی، پوسٹ بکس: ۴۸۸۳، میری ویدر ٹاور، کراچی ۲۔

کتاب کا تفصیلی تعارف حضرت بنوری مدفیضہم کے مقدمہ میں آچکا ہے۔ ''عقیدۃ الاسلام'' کا حاشیہ ''تحیۃ الاسلام'' جو پہلے الگ طبع ہوا تھا، اب اسے بھی کتاب کے ذیل ہی میں لے لیا گیا ہے اور کچھ مزید حواشی کا اضافہ حضرت مولانا سیّد احمد رضا بجنوری کے قلم سے ہے۔ ''حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام'' کے تمام اطراف و جوانب کا احاطہ جس طرح اس کتاب میں کیا گیا ہے، وہ بجائے خود کرامت یا خرقِ عادت کہلانے کا مستحق ہے۔ راقم الحروف کا احساس یہ ہے کہ کسی عالم کا عقیدۃ الاسلام کے مطالعہ سے محروم رہنا بڑی محرومی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۷ھ)

عبقات (عربی)

المجاہد فی سبیل اللہ مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ۔ صفحات: ۳۵۲۔ اعلیٰ کاغذ۔ بہترین ٹائپ۔ قیمت (مجلد): ۴ روپے۔ پتا: مجلسِ علمی، پوسٹ بکس: ۴۸۸۳، میری ویدر ٹاور، کراچی ۲۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی اور امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رحمہم اللہ) علم و معرفت اور مشاہدہ و عرفان کے جن مدارج علیا پر فائز تھے، عقولِ متوسطہ کی وہاں تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے ان اکابر کے علوم و معارف اور لطائف وحقائق ''خواص'' کے لیے بھی اچھا خاصا معما ہیں۔ شاہ شہیدؒ کی زیرِ نظر کتاب ان مشائخِ ثلاثہ کے علوم کی تلخیص وتسہیل ہے۔ تا کہ جو لوگ مشاہدہ و عرفان کی راہ سے ان حقائقِ عالیہ تک رسائی سے معذور ہیں، وہ دلیل و برہان ہی کی راہ سے ان علوم کو سمجھنے کی ہمت کریں۔ یہ کتاب گویا علمِ حقائق کے مبادی و مقدمات پر مشتمل ہے یا خود مصنفؒ کے لفظوں میں ''عیان و بیان اور مشاہدہ و برہان کے درمیان برزخ ہے۔''

تعجب ہے کہ ''منصبِ امامت'' اور ''عبقات'' ایسی نادرۂ روزگار کتابوں کے مصنف، شاہ ولی اللہؒ کے حفیدِ شہیدؒ سے بھی بعض لوگ ''سوئے ظن'' کے روگ میں مبتلا ہیں۔ (**ومن لم یجعل اللّٰہ لہ نورًا فما لہ من نور**) **نعوذ باللّٰہ من الغوایۃ والغباوۃ!**

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۷ھ)

حجۃ الاسلام (مکمل)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانیٔ دار العلوم دیوبند)۔ تسہیل وتشریح: مولانا اشتیاق احمد (اُستاذ دار العلوم دیوبند)۔ اعلیٰ کتابت و طباعت۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت (مجلد): ۳ روپے۔ پتا: مجلس معارف القرآن، دار العلوم دیوبند، ضلع سہارنپور، انڈیا۔

حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کا مشہور رسالہ جو چاند پور کے میلہ خداشناسی کے لیے ایک دِن ورات میں ارتجالاً لکھا گیا تھا، اُصولِ اسلام کی وضاحت میں اپنی نظیر آپ ہے۔ یہ رسالہ بارہا چھپا، مگر نامکمل، بلا تشریح اور بغیر اہتمامِ تصحیح۔ اب مجلس نے اسے کامل و مکمل، تشریح وتسہیل کے ساتھ باہتمامِ تصحیح شائع کر کے اس کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۷ھ)

تأویل الاحادیث (عربی)

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ تحقیق وتقدمہ: مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی۔ صفحات:

۱۴۴۔ قیمت: ۳ روپے۔ ملنے کا پتا: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، صدر حیدر آباد (پاکستان)۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی شخصیت کا شمار ان ''نوابغ'' میں سے کیا گیا ہے جن کے ذریعہ ہر دور میں اللہ کی حجت قائم ہوتی رہی ہے اور ان کا وجود اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے لیے مایہ صد ناز رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ بیک وقت مفسر بھی ہیں اور محدث بھی، فقیہ بھی ہیں اور صوفی بھی، متکلم بھی ہیں اور فلسفی بھی۔ علومِ اسلامیہ کی جامعیت کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ نے انہیں حکیمانہ اور فلسفیانہ ذہن عطا فرمایا ہے، وہ ہر حکمِ خداوندی کی غایت کا سراغ لگانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کی جولانیٔ طبع اسرار و رُموز کی تلاش میں ملأ اعلیٰ کی طرف مصروفِ پرواز نظر آتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں حضرت شاہ صاحبؒ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے قرآنی واقعات وقصص کے اسباب وعلل اور اَسرار و رُموز سے بحث فرمائی ہے، بلاشبہ شاہ صاحبؒ کی نکتہ آفرینی ان کے وفورِ علم، کمالِ فراست، صفائے باطن اور بلندیٔ طبع کی واضح دلیل ہے۔ بالخصوص کتاب کا وہ حصہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُصولِ علوم پر کلام کیا گیا ہے، یہ گویا پوری کتاب کی جان ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے تشریعی اَحکام ہوں یا تکوینی اَوامر؛ ان کے اَسرار وحِکَم اور اسباب وغایات کی بحث اس قدر نازک واقع ہوئی ہے کہ اس کی حدود متشابہات سے جاملتی ہیں۔ اَوّل تو عالمِ ناسوت میں اَسرارِ الٰہیہ کا پورا انکشاف ہی ناممکن ہے۔ ثانیاً یہ کہ گوشت پوست سے بنے ہوئے ضعیف انسان کے دِل ودِماغ، ذہن وادراک، عقل وبصیرت اور خرد وفہم کی تمام وسعتیں بھی سرِّ الٰہی کے اِحاطہ سے درماندہ ہیں۔ یہاں اُولوالعزم انبیاء علیہم السلام کو بھی سرِ تسلیم خم کیے بغیر چارہ نظر نہیں آتا، اور خضرِ راہ کی جانب سے (وكيف تصبر على ما لم تحط به خُبــــراً (۱)) کا صبر آزما فقرہ بعض وقت انہیں بھی سننا پڑتا ہے۔ اور ثالثاً یہ کہ اگر بعض اَسرار پر کسی کو مطلع بھی کردیا جائے تو زبان وبیان کے ضعف اور فہمِ مخاطب کے عجز کا مرحلہ پھر بھی باقی رہ جاتا ہے۔ بیان کرنے والا زبان، لغت، تعبیر اور اَلفاظ کہاں سے لائے جس سے ان غوامض کو اَدا کرسکے؟ اور سننے والا عقل وشعور کہاں سے ڈھونڈ لائے جو اَسرارِ الٰہیہ کا اِحاطہ کرسکے؟ سمجھانے والا بہرحال انسانی تعبیر ہی سے کام چلانے پر مجبور ہے جو ''بے کیف و بے رنگ'' اسرار کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی سے قاصر ہے، اور سننے والا بہر کیف اپنی عقل وفہم ہی سے کام لے گا جس کی بے مائیگی حکمِ خداوندی کے اِحاطہ سے عاجز ہے۔ اس لیے اَسرار وحِکَم کا معاملہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ اگر متکلم اور سامع دونوں ایمانی فراست اور ذوقِ سلیم سے بہرہ مند ہوں تو یہ تریاقِ ایمان ہے، ورنہ زہرِ قاتل۔ یہاں تعبیر وبیان کا ادنیٰ قصور اور فہم وادراک کی معمولی

(۱) الکہف: ۶۸

لغزش بھی ایمان سوز ثابت ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدارِ قرب و نجات یہ اَسرار و حِکَم نہیں، بلکہ وہ شرعی عقائد واعمال ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اُمت کو دیے گئے۔

زیرِ نظر کتاب میں اَسرارِ قصص کی تفہیم کے لیے حضرت شاہ صاحبؒ نے جو اِصطلاحات اِختراع یا اِستعمال کی ہیں، ان میں مذکورہ بالا مشکلات پوری طرح نمایاں ہیں، جن سے خام طبع اور کم فہم آدمی غلط مفہوم اَخذ کرسکتا ہے، اور یہی چیز ان کی بعض دُوسری تصنیفات ''تفہیمات'' وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ اب یہ حضرت شاہ صاحبؒ کے شارحین کا فرض ہے کہ وہ ان ''مبہمات'' کی شرح کرتے وقت شرعی قواعد کو پیشِ نظر رکھیں اور شاہ صاحبؒ کی ان پیچیدہ اِصطلاحات کو ایسے معنی نہ پہنائیں جو اِسلام کے محکم اُصول وقواعد اور عقائد ونظریات سے متصادم ہوں۔

ہمیں جناب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی کے وسیع مطالعہ اور اعلیٰ علمی اِستعداد سے شکایت ہے کہ اُنہوں نے حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم کی خدمت کرتے ہوئے دورِ حاضر کے ''ذہنی روگ'' اور ''دماغی دِق'' کی صحیح تشخیص کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی، اس لیے کہ:

الف:... انہوں نے ولی اللّٰہی تصانیف میں سے چھانٹ چھانٹ کردہ کتابیں منتخب کی ہیں، جن کے مباحث اس قدر دقیق اور شاہ صاحبؒ کے مدارک اس قدر بلند و بالا ہیں، جنہیں راسخین فی العلم ہی سمجھ سکتے ہیں! آج کے دورِ جہالت میں ان کتابوں کے مطالب کو بگاڑا تو جاسکتا ہے، لیکن ان کے صحیح فہم کی توقع خوش فہمی سے زیادہ نہیں۔

ب:... پھر ان کتابوں کے بیشتر مشمولات عملی زندگی سے متعلق نہیں، بلکہ تصوف کے دقیق وجدانی مباحث اور فلسفۂ اُولیٰ کے ذوقی اُمور ہیں۔ آج جب کہ قوم کا جذبۂ عمل سرد، اخلاقی حس مردہ، ایمانی ضمیر ناکارہ اور احسانی وجدان عنقاء ہے۔ اِلحاد و زَندقہ کے دِق سے علم و عمل کی ساری توانائیاں قصۂ ماضی بن چکی ہیں۔ حرص وآز، ہواوہوس، خودرَوی اور خودرائی کے جھکڑ سے ایمانی شمع ہی گل ہوا چاہتی ہے، کیا اس قوم کے سامنے اَسرار و حِکَم کی یہ داستانِ دراز زیب دیتی ہے؟ کیا دورِ حاضر کے مریض ذہن کا علاج ان بلند پایہ مضامین سے کیا جاسکتا ہے؟ کیا قوم کے مدقوق معدہ کو یہ ثقیل غذا راس آسکتی ہے...؟

جو لوگ معجزاتِ انبیاء کے تسلیم کرنے سے بھی ہچکچاتے ہیں، ان کے سامنے اَسرار و حِکَمِ خداوندی کے راز کھولنا، اور جو لوگ نبی کی حیثیت ایک ''اخلاقی مصلح'' سے زیادہ ماننے سے بھی شرماتے ہیں، انہی کو اَسرارِ انبیاء کا محرمِ راز بنانا، کم از کم ہماری سمجھ سے بالاتر چیز ہے۔

ج:... کتاب کے مقدمہ اور حاشیہ میں متعدد جگہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو ''شارحِ فلسفۂ ولی اللّٰہی''

قرار دے کر بعض غیر مانوس نظریات شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ مولانا سندھیؒ ہمارے اکابر کی جگہ میں ہیں، ہم ان کی ملی اور سیاسی خدمات کے معترف ہیں، لیکن ''شارحِ فلسفۂ ولی اللّٰہی'' کا لقب تنہا مولانا سندھیؒ پر چسپاں کرنا بڑا ہی عجیب نظر آتا ہے۔ شاہ صاحبؒ کے علوم کی تشریح ان کے صاحب زادگان سے آج تک سلسلہ بسلسلہ منتقل ہوتی چلی آتی ہے، اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تک سبھی شاہ صاحبؒ کے علوم کو پڑھتے پڑھاتے چلے آئے ہیں، اور آج کے اکابرِ دیوبند ولی اللّٰہی مسلک و مشرب ہی کے حامل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ تمام حضرات فلسفۂ ولی اللّٰہی کی وہ شرح کیوں نہیں کرتے جو مولانا سندھیؒ کی غیر معروف اور غیر مطبوع کتابوں کے حوالے سے پیش کی جاتی ہے؟ نیز یہ کہ فلسفۂ ولی اللّٰہی کی یہ غیر مانوس قسم کی شرح مولانا سندھیؒ نے کہاں سے حاصل کی تھی؟ اور اس شرح کا راوی مولانا سندھیؒ کے علاوہ دُوسرا کون ہے...؟

مولانا سندھی مرحوم مسلسل سیاسی ناکامیوں کی وجہ سے ذہنی اختلاط میں مبتلا ہوگئے تھے اور ان کی جانب سے بعض ایسے نظریات کا اظہار ہوا تھا جن کی تردید مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا مناظر احسن گیلانیؒ جیسے اکابر کو کرنی پڑی تھی، اس لیے ہم یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ شاہ صاحب کے علوم کی وہ شرح و تفسیر قطعاً ناقابلِ قبول ہے جو تنہا مولانا سندھیؒ کے واسطے سے کی جائے۔ جو لوگ غلط قسم کے نظریات مولانا سندھیؒ یا خود شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں، وہ ان دونوں بزرگوں کے علوم کی خدمت نہیں کررہے، بلکہ اندیشہ یہ ہے کہ وہ ان دونوں بزرگوں کے نام کی آڑ لے کر ایک نیا ''نظریاتی فتنہ'' کھڑا کردیں گے، اور اس طرح ان دونوں بزرگوں کی جو وقعت عالمِ اسلام میں پائی جاتی ہے، شاید اسے بھی صدمہ پہنچائیں گے۔ ہم مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کی خدمت میں التماس کریں گے کہ وہ معروضہ بالا اُمور کی اصلاح کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔ ان أرید الّا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الّا باللّٰہ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ)

تأویل الاحادیث (اُردو)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلویؒ۔ ترجمہ: مولانا غلام مصطفیٰ القاسمی۔ تقدمہ: محمد سرور۔ صفحات: ۱۷۸۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: شاہ ولی اللہ اکادمی، صدر حیدرآباد، سندھ۔

تاویل الاحادیث کا موضوع انبیائے کرام علیہم السلام کے ان قصص و واقعات کے اسباب و علل اور

اَسرار ورُموز سے بحث کرنا ہے جو قرآن مجید میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اہلِ حق کے ہاں اَسرار ورُموز کا جو صحیح مقام ہے اس کے لیے ذیل کے نکات پیشِ نظر رہنے چاہئیں:

الف:.... اَسرار ورُموز اور معارف وحِکَم کا مدار یا تو محض ظن وتخمین پر ہے، یا کشف پر، اور یہ دونوں حجتِ شرعیہ نہیں، بلکہ خود ان کا قواعدِ شرعیہ کے مطابق ہونا شرط ہے۔

ب:.... اَسرار ورُموز کی زبان اکثر گنگ واقع ہوئی ہے، اور اسے اِشارات واِستعارات سے کام لینا پڑا ہے، اور اِستعاراتی بیان کبھی اُلجھن سے خالی نہیں ہوتا۔

ج:.... ان اَسرار کو صحیح سمجھنے کی اِستعداد بھی ہر شخص میں نہیں ہوتی، بلکہ یہ ان خواص کا کام ہے جو نہ صرف متعلقہ علوم پر حاوی ہوں، بلکہ طہارتِ قلب اور صفائے باطن کے بلند مقام پر فائز ہوں اور اُصولِ شرعیہ پر ان کی گہری نظر ہو۔

د:.... حق تعالیٰ کی رضامندی وناراضی اور آخرت کی جزاوسزا کا مدار ان چیزوں پر نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والے اعمال پر ہے۔ رہے رُموز واَسرار! تو یہ شریعت کے مقاصد میں سے نہیں، ہاں! کسی کو راہ چلتے مل جائیں تو نعمتِ غیرمترقبہ ہے، مگر رضائے الٰہی میں انہیں ذرا بھی دخل نہیں۔

*.... ان اُمور کو ذہن میں رکھ کر ''تاویل الاحادیث'' کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں بعض مقامات خود تاویل کے محتاج ہیں، مثلاً:

*.... شاہ صاحبؒ نے کئی جگہ ستاروں کی تاثیر پر اپنے اَسرار ورُموز کو مبنی کیا ہے۔ جب تک ہم اس کی تأویل نہ کریں، یہ قواعدِ شرعیہ پر منطبق نہیں۔

*.... سجودِ ملائکہ کی بحث میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ: ''عنصری ملائکہ کو بنفسہٖ اور ملأاعلیٰ کے ملائکہ کو اپنے اشباہ اور قالبوں سے سجدہ کرنے کا حکم ہوا۔'' جب تک اس کا صحیح مطلب بیان نہ کیا جائے، تب تک یہ قواعدِ شرعیہ کے خلاف ایک ''مجازفہ'' معلوم ہوگا۔

*.... انبیائے کرام علیہم السلام اور اُن کی اُمتوں کو جتنے حالات وواقعات پیش آئے، شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ''یہ سب خوابیں ہیں اور ان کے اُصول اشباہ ہیں۔'' صحیح توجیہ کے بغیر یہ محض ''سفسطہ'' نظر آئے گا۔

اس نوعیت کے بیسوں مقام قابلِ تأویل ہیں، اور ان کی صحیح تأویل ہوسکتی ہے۔ مگر یہ عجیب حادثہ ہے کہ شاہ صاحبؒ کے ان دقیق علوم کی ترجمانی کے مدعی بیشتر وہ حضرات ہیں جنھیں نہ تو قواعدِ شرعیہ پر عبور ہے، نہ

حضراتِ صوفیاء کی اِصطلاحات سے مس ہے، نہ "علم الاعتبار" تک ان کی رسائی ہے، نہ ان کی دینی فہم کجی سے محفوظ ہے۔ "اذاوُسّد الأمر الی غیر أھله فانتظر الساعة۔"(۱)

اسی کا نتیجہ ہے کہ زیغ آلود نظریات کو "فلسفۂ ولی اللّٰہی" کے نام سے پیش کیا جاتا ہے اور اس کے لیے شاہ صاحبؒ کے حوالے بڑی خوب صورتی سے دیے جاتے ہیں۔ اس زیغ کی دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱:...شاہ صاحبؒ نے معجزۂ شق القمر کی ایک مادّی توجیہ علم الاثر اور حکمتِ طبیعی کے کسی عالم کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ جناب محمد سرور صاحب نے بڑی رنگ آمیزی سے اسے نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ گویا شاہ صاحبؒ کے نزدیک یہی منتہائے تحقیق ہے اور اسے مزید پختہ کرنے کے لیے حاشیہ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ: "اس (علم الاثر اور حکمتِ طبیعی کے عالم) سے مراد غالباً شاہ ولی اللہ صاحب خود ہیں۔" مگر خود شاہ صاحبؒ نے اس پر جو تبصرہ کیا ہے، اس سے سکوتِ مصلحت آمیز اختیار کیا، شاہ صاحب لکھتے ہیں:

> "میں کہتا ہوں: میں نے تو یہ قول محض احتمال و امکان کے طور پر ذکر کیا ہے، ورنہ اللہ کی قدرت بڑی وسیع ہے۔ والعلم عند اللّٰہ تعالیٰ! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس مسئلہ میں اور اس کے ہم مثل متشابہات میں جیسے خدا کے لیے ہاتھ پیر کا ہونا، یا جیسے قیامت کے دُوسرے حالات: ان میں راہِ راست یہ ہے کہ ان کے ظاہر کو دیکھا جائے اور وجود کی کیفیت میں مشغول نہ ہوا جائے۔ بہرحال یہ اعتقاد رکھے کہ جو کچھ اللہ و رسول نے فرمایا، وہ حق ہے اور یہ نہ کہے کہ اللہ نے یہ ارادہ فرمایا اور یہ ارادہ نہیں فرمایا، چنانچہ تم دیکھو گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ کرامؓ اور ان کے تابعینؒ؛ یہ سب اس بحث میں نہیں پڑتے تھے۔"

بعد ازاں معتزلہ کی تأویلات اور ان کے جواب میں اہلِ سنت کی تأویلات پر شاہ صاحبؒ نے شدید نکیر کی ہے اور اسے "فلاسفہ سے چوری" قرار دیا ہے۔ اس پوری بحث کو پڑھنے کے بعد ہر سلیم الفطرت یہی سمجھے گا کہ "شق القمر" کی مادّی توجیہ اور اس قسم کی دیگر نکتہ آفرینیوں کو شاہ صاحبؒ راہِ راست سے تجاوز قرار دیتے ہیں۔

۲:...ایک جگہ حضرت ایوب (علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰت والتسلیمات) کے اپنی اہلیہ محترمہ کو سو دُرّے مارنے اور حق تعالیٰ کی جانب سے اس میں آسانی پیدا کردینے کی توجیہ شاہ صاحبؒ نے جو کی ہے، اُس کا حاصل یہ ہے کہ: بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ملأ اعلیٰ میں جو فیصلہ تجویز ہوا، اس میں حرج اور تکلیف ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کی مخصوص عنایت اور ارادہ - جو اس کے مقبول بندوں کے شاملِ حال ہوتی ہے- اس کے

(۱) مشکوٰۃ ص:۴۶۹

بجائے کوئی آسان صورت نکال دیتی ہے اور ایک پہلو کو چھوڑ کر دُوسرے پہلو پر اکتفا کر لیا جاتا ہے۔

شاہ صاحب کا صحیح مطلب سمجھے بغیر جناب سرور صاحب اس پر گرہ لگاتے ہیں:

''یہ عبارت بڑی مبہم ہے، ہمارے نزدیک اس میں شاہ صاحبؒ نے اس اَمر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب شرائع سے حرج اور تکلیف واقع ہو تو ملأ اعلیٰ کی جانب سے ان میں تغیر و تبدل کیا جانا تقاضائے عدل ہے۔''

(ملأ اعلیٰ سے مراد غالباً اعلیٰ سطح کا بااِختیار اِدارہ ہے۔) جناب سرور صاحب کو نہ تو یہ معلوم ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں عزائم و رخص کے دو باب پہلے سے موجود ہیں۔ اس لیے یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ جن شرائع کا بندوں کو مکلف کیا گیا ہے، ان میں ایسے جرح و تکلیف کی صورت بھی کبھی پیش آسکتی ہے، جس کی وجہ سے بقول ان کے ملأ اعلیٰ کی جانب سے تغیر و تبدل کی ضرورت پیش آئے۔ نہ انہوں نے اس ''مبہم عبارت'' کی تشریح کے لیے شاہ صاحبؒ کی دُوسری تصریحات کو سامنے رکھنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ شاہ صاحبؒ شریعتِ نبویہ پر بحث کرتے ہوئے اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

''......مبہم اَحکام منضبط ہوئے، مقادیر کی تعیین ہوئی، تاکہ لوگوں کو ایک ایسے باضابطہ اَمر کا مکلف بنایا جائے جسے تحریف (تغیر و تبدل) لاحق نہ ہو سکے اور اس میں تسلسل خلل انداز نہ ہو۔''(۱)

بہر حال شاہ صاحبؒ کی یہ کتاب ان علومِ مشکلہ پر حاوی ہے جو عام لوگوں کی گرفت سے خارج ہیں، فضلاً عن الزائغین! مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کا ولی اللّٰہی علوم سے شغف بڑا مبارک ہے اور زیرِ نظر کتاب کو اُردو میں منتقل کرنے میں موصوف نے بڑی محنت اور عرق ریزی کا ثبوت دیا ہے، لیکن علومِ مشکلہ صرف ترجموں سے حل نہیں ہو جاتے، بلکہ ترجمہ سے بسا اوقات اِشکال کی گرہیں اور بھی اُلجھ جاتی ہیں۔ یہاں اس کی صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کے تذکرہ میں شاہ صاحبؒ نے ان کے آسمان پر اُٹھائے جانے کا ذکر کیا ہے۔ فاضل مترجم نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے اُن کی ''ایک مثالی صورت بنائی اور اس کو آسمان پر اُٹھالیا'' اور ان کے پیروؤں یا دُشمنوں کے کسی شخص کو ان جیسا بنا دیا تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں قتل ہوا۔''(۲)

خط کشیدہ فقرہ کو ایک بار پھر پڑھیے! ترجمہ سے معاً ذہن اس طرف جاتا ہے کہ عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کو نہیں بلکہ ان کی مثالی صورت جو بنائی گئی تھی، اس کو آسمان پر اُٹھالیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ شاہ صاحبؒ

(۱) ص:۱۵۰

(۲) ص:۱۴۳

کی صحیح ترجمانی نہیں۔ (واضح رہے کہ شاہ صاحبؒ نے اسی کتاب میں علاماتِ قیامت کے ذیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تصریح کی ہے)[1] اور اگر خط کشیدہ فقرہ یوں ہوتا: ''اور اُن کو آسمان پر اُٹھالیا'' تو واقعہ کی صحیح ترجمانی ہوتی۔ ممکن ہے مولانا قاسمی صاحب نے ''اس کو'' کی جگہ ''ان کو'' ہی لکھا ہو اور کاتب صاحب کے لطف وعنایت نے ''ان'' کو ''اس'' بناڈالا ہو۔ جیسا کہ ایک جگہ ''مسیح دجال'' کی جگہ ''عیسیٰ دجال'' لکھ کر عبارت کی خوب صورتی کو کہیں سے کہیں پہنچادیا گیا۔ اگر یہ واقعتاً سہوِ کتابت ہے تو ''ان'' کو ''اس'' سے یہ شکایت کرنی چاہیے:

ہم دُعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
ایک نقطے نے ہمیں محرم سے مجرم کردیا

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۰ھ)

شریعتِ اِسلامیہ کی دائمی حیثیت

جناب محمد شریف بن فاضل صاحب۔ صفحات: ۱۲۷۔ قیمت: ۳۵ روپے۔ پتا: انٹرنیشنل سروسز ٹریڈرز، ۲۰ سی، سینٹرل کمرشل ایریا، پی ای سی ایچ ایس، کراچی ۳۹۔

اللہ تعالیٰ نے اِسلام کو جو آفاقی حیثیت عطا فرمائی ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، اسی طرح قرآن وسنت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ذریعۂ نجات اور باعثِ فلاح قرار دیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے واضح کیا گیا ہے کہ شریعتِ اِسلامیہ کو قیامت تک کی دائمی حیثیت حاصل ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی وتنسیخ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ)

اسلام میں تصوّرِ خلافت

مولانا محمد صدیق اشرفی کاشمیری۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۱ روپیہ۔ ناشر: شعبۂ نشر واشاعت، جمعیت خطبائے اہلِ سنت، پاکستان۔

رسالہ کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، فاضل مؤلف نے منصبِ خلافت کی اہمیت، خلیفہ کے

(۱) ص: ۱۵۳

شرائط، انتخابِ خلیفہ کا طریقہ اور خلفائے اَربعہ کے مآثر پر بحث کی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۵ھ)

اِسلام کا نظامِ اَمن

مولانا ظفیر الدین صاحب مفتاحی (اُستاذ دار العلوم دیوبند)۔ صفحات: ۳۷۰۔ کاغذ، کتابت وطباعت: معیاری۔ قیمت (غیرمجلد): ۸ روپے۔ ملنے کا پتا: شعبۂ تصنیف وتالیف مفتاح العلوم، مئوناتھ بھنجن، ضلع اعظم گڑھ (یوپی، انڈیا)۔

''امن'' اِنسان کی ایسی بنیادی اور فطری ضرورت ہے، جس کے بغیر اِنسانی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے اور اِنسان بسااوقات اسے موت سے بدتر قرار دیتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ہم امن کی تلاش کے لیے کس کے دروازے پر دستک دیں؟ کیا امن کی توقع ان نام نہاد قانون سازوں سے رکھی جائے جو بگڑے ہوئے معاشرے کے بدلتے ہوئے تیور دیکھ کر قانونی دفعات مرتب کرنے کے خوگر ہوگئے ہیں؟ کیا امن کی ضمانت کا مستحق ان دانش مندوں کو قرار دیا جائے جو ایک عورت کے لیے کئی شوہر رکھنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ (گزشتہ دنوں برطانیہ کے ایک مشہور ماہرِ عمرانیات نے کہا تھا کہ چند سال تک عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت کم رہ جائے گی اس لیے عورتوں کو ایک سے زیادہ شوہر رکھنے کے مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ نیز کہا تھا کہ ایک عورت کے لیے ایک مرد کوئی قطعی مسئلہ نہیں ہے۔) کیا امن کی کفالت ان لوگوں کے سپرد کردی جائے جن کی قانونی اِصطلاح میں زِنا اگر طرفین کی رضا ورغبت سے ہو تو وہ قانونی حدود سے بالاتر ہوجاتا ہے۔ (بعض ممالک میں نکاحِ ثانی قابلِ تعزیر جرم ہے، لیکن اگر کوئی شخص ناجائز آشنائی کے طور پر داشتہ رکھ لے تو قانون خاموش تماشائی بن جاتا ہے۔) کیا امن کی دولت ان لوگوں سے میسر آسکتی ہے جو ہم جنس کے ساتھ غیرفطری تعلق کو قانوناً جائز تسلیم کرتے ہیں؟ (برطانیہ کے ایوانِ اعلیٰ نے حال ہی میں یہ قانون منظور کیا ہے۔) کیا امن کا سرمایہ مغربی جمہوریت کے خزانوں میں موجود ہوسکتا ہے جو مساوات کے بلند وبانگ دعووں کے باوجود رنگ ونسل کی بنیاد پر اِنسانیت کو موت کے گھاٹ اُتار دینا ایک ضروری حق تصوّر کرتی ہے؟ کیا امن کا نسخہ رُوسی اشتراکیت مہیا کرسکتی ہے جو انسان کو صرف ایک مزدور کی حیثیت میں لاکھڑا کرتی ہے؟

ہمارا جواب نفی میں ہے، اس لیے کہ موجودہ دور کے تمام برخود غلط نظریے اپنی بھرپور کوششوں کے

باوجود اُمن قائم کرنے سے عاجز و درماندہ ہیں۔ اگر انسانیت کو حقیقی اور پائیدار اَمن کی ضرورت ہے تو اسے نبیٔ اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی طرف پلٹنا ہوگا، نہ صرف اُخروی بلکہ دُنیوی امن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نقوشِ قدم سے حاصل ہوگا۔ مصنوعی نعروں کو چھوڑ کر جب بھی انسانیت میں امن کی سچی تڑپ پیدا ہوگی اُسے پھر کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ فطرت اور قانونِ ربانی کو اپنائے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔ ''لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الّا ما صلح بہ اولھا.''

زیرِ نظر کتاب میں اسی سوال کے مثبت اور منفی پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ہم نے اس کتاب کو عقیدت مندانہ نظر سے نہیں بلکہ ناقدانہ نظر سے پڑھا اور ہم حضرت مؤلف کو مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب نکلے ہیں، فجزاہ اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء! کاش اسلامی حکومتیں، اسلامی قانونِ امن کے نفاذ کا دیانت داری سے ارادہ کرلیتیں تو اس کی برکات کا مشاہدہ آج بھی اسی طرح ہوسکتا جیسا کہ قرونِ اُولیٰ میں ہوا ہے۔ فالی اللہ المشتکی من غربۃ الاسلام وذویہ.

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ)

علمائے دیوبند کا مسلک

حکیم الاسلام حضرت العلامہ مولانا قاری محمد طیب صاحب مدفیضہ۔ صفحات: ۵۶۔
قیمت: ا روپیہ ۱۲ پیسے۔ ملنے کا پتا: کتب خانہ صدیقیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان (مغربی پاکستان)۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں ناکامی سے ہندوستانی مسلمانوں پر اُداسی، سراسیمگی اور پریشان حالی کی جو عام فضا مسلط تھی، اس کا ایک دھندلا سا خاکہ تاریخی اوراق میں آسکا ہے۔ ان کا سیاسی مرکز ٹوٹ چکا تھا اور اہلِ نظر کو شدید خطرہ یہ تھا کہ فرنگیت کا سیلِ رواں مسلمانوں کی دینی، مذہبی اور اخلاقی اقدار و روایات کو بھی خس و خاشاک کی طرح بہا کر نہ لے جائے، مگر حفاظتِ دین کا ''خدائی وعدہ'' اس وقت کے اہل اللہ کے قلوب میں تشکیلِ مرکز کے لیے موجزن ہوا اور اس الہامی القاء نے دارالعلوم دیوبند کی صورت اختیار کرلی۔ دارالعلوم دیوبند کا قیام محض بخت و اتفاق کا نتیجہ نہیں تھا، نہ صرف انسانی دماغ کی سوچی سمجھی اسکیم تھی بلکہ یہ شکستہ دلانِ ہند کے لیے رحمتِ خداوندی کا پیغام تھا۔ تقدیرِ الٰہی کا ارادہ تھا کہ اس کے ذریعہ منتشر اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح مربوط رکھا جائے کہ طوفانِ مغرب اپنی تمام طغیانیوں کے باوجود انہیں بہالے جانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

دارالعلوم دیو بند نے اپنے صد سالہ دور میں دین وملت کی کیا کیا خدمت انجام دیں؟ اہلِ اسلام کی کن کن نازک مرحلوں میں قیادت کی؟ مغربی اِستعمار اور اس کے درآوردہ فتنوں کو کن کن میدانوں میں للکارا؟ اور پھر اس طویل عرصہ میں اس کا مسلک ومشرب، مقصدِ حیات اور نصب العین کیا رہا؟ وہ کون سے نظری وعملی خطوط پر گامزن رہا؟ یہ سوالات دارالعلوم دیو بند کا نام سنتے ہی اکثر خالی الذہن حضرات کے ذہن میں گھومنے لگتے ہیں۔ ان کا تفصیلی جواب تو دارالعلوم دیو بند کی مفصل تاریخ ہی دے سکے گی، لیکن کافی وشافی جواب ہمیں زیرِ نظر کتاب ''علمائے دیو بند کا مسلک'' میں مل جاتا ہے۔ جسے حکیم الاسلام حضرت العلامہ مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیو بند نے اپنے مخصوص حکیمانہ انداز میں مرتب فرمایا ہے۔ قارئین ''بینات'' سے بے اِنصافی ہوگی اگر ہم حضرتِ موصوف کے چند اِفادات ان کی خدمت میں پیش نہ کردیں۔

حضرتِ موصوف اس امر کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ علمائے دیو بند اہلِ سنت والجماعت ہیں، اہلِ سنت والجماعت کے مفہوم کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:

''سو اہلِ سنت والجماعت کے اصل طبقہ یا علمائے دیو بند کے اس جامع اور معتدل ترین مسلک کو سمجھنے کے لیے - جس میں اِفراط ہے، نہ تفریط، نہ غلو ہے نہ مبالغہ، بلکہ کمالِ اِعتدال و جامعیت کا جوہر پیوست ہے - سب سے پہلے اس کے لقب اور لقب کے ماخذ پر غور کرلیا جائے تو اسی سے اس کی بنیادیں واضح ہوجائیں گی اور معیار بھی مشخص ہوکر سامنے آجائے گا، اور وہ یہ ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کا یہ مرکب اور مسلکی لقب دو اجزا سے مرکب ہے۔ ایک "السُّنَّة" اور ایک "الجماعة" ان دونوں کے مجموعے ہی سے علمائے دیو بند کا مسلک بنتا ہے، تنہا کسی ایک کلمہ سے نہیں۔

"السُّنَّة" کے لفظ سے اُصول، قانون اور طریق نمایاں ہے اور "الجماعة" کے لفظ سے ذوات، شخصیات اور رُفقائے طریق نمایاں ہیں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس مسلک میں اُصول وقوانین بغیر ذوات کے اور ذوات بغیر اُصول وقوانین کے معتبر نہیں، جب کہ قوانین ان ذوات ہی کے راستے سے آئے ہوں اور ذوات ان قوانین ہی سے پہچانی گئی ہوں، اس لیے ماخوذ کو لے لیا جانا اور ماخذ کو چھوڑ دینا، یا بالعکس کوئی معقول مسلک نہیں ہوسکتا۔''(۱)

اس امر کی مفصل تشریح کے بعد کہ: ''دین اور دینی ہدایت وتربیت کے لیے تنہا کتاب یا تنہا شخصیت کافی نہیں بلکہ دونوں کا وجود ناگزیر ہے'' فرماتے ہیں:

(۱) ص:۹

''اس اُصول کی روشنی میں دیکھا جائے تو شریعت کے تمام علمی و عملی شعبے اور نہ صرف علمی و عملی شعبے بلکہ دین کی وہ ساری حجتیں (دلائل) جن سے یہ شعبے اور خود شریعت بنی ہے، وہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کی مختلف الانواع نسبتوں کے ثمرات و آثار ہیں، مثلاً:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ ایمانی سے عقائد کا شعبہ پیدا ہوا، جس کا فنی اور اصطلاحی نام ''کلام'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ اسلامی سے عملی اَحکام کا شعبہ پیدا ہوا، جس کا اِصطلاحی نام ''فقہ'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ احسانی سے تزکیۂ نفس اور تکمیلِ اخلاق کا شعبہ پیدا ہوا، جس کا اِصطلاحی نام ''تصوف'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ اِعلائے کلمۃ اللہ سے سیاست و جہاد کا شعبہ پیدا ہوا، جس کا عنوانی لقب ''اِمارت وخلافت'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ اِستنادی سے سند کے ساتھ نقلِ دین کا شعبہ پیدا ہوا، جس کا اِصطلاحی نام ''فنِ روایت واسناد'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ اِستدلالی سے حجت طلبی اور حجت بیانی کا شعبہ پیدا ہوا، جس کا اِصطلاحی نام ''روایت وحکمت'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ اِتقائی سے علومِ فراست و معرفت کا شعبہ پیدا ہوا، جس کا اِصطلاحی نام ''فنِ حقائق واَسرار'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ اِستقرائی سے کلیات دین اور قواعدِ شرعیہ کا شعبہ پیدا ہوا، جس کا اِصطلاحی نام ''فنِ اُصول'' ہے، خواہ وہ اُصولِ فقہ ہوں یا اُصولِ تفسیر وحدیث وغیرہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ اِجتماعی سے تعاونِ باہمی اور حسنِ معاشرت کا شعبہ پیدا ہوا، جس کا فنی واصطلاحی نام ''حضارت ومدنیت'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ تیسیری سے سہولت پسندی اور میانہ روی کا شعبہ پیدا ہوا، جس کا اصطلاحی لقب ''عدل واقتصاد'' ہے۔

پھر شرعی حجتوں (دلائل) کے سلسلہ میں دیکھیے! جن سے اس جامع شریعت کا وجود ہوتا ہے تو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ انبائی (نبوّت) سے وحیٔ متلو کا ظہور ہوا، جس کے مجموعہ کا نام ''القرآن'' ہے۔ آپ کی نسبتِ اعلامی وبیانی سے وحیٔ غیر متلو یعنی قولی وفعلی اُسوۂ حسنہ یا بیانِ قرآن کا ظہور ہوا، جس کے مجموعہ کا نام ''السُّنّۃ'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ خاتمیت سے اُمت میں دوامی ہدایت اور عدمِ اجتماعی بر ضلالت کا مقام پیدا ہوا، جس سے اس میں حجیت کی شان ظاہر ہوئی، جس کا اصطلاحی نام ''اِجماع'' ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ اِلقائی ووجدانی سے اِستنباط و اِستخراجِ مسائل کا ظہور ہوا، جس کا اصطلاحی نام ''اِجتہاد'' ہے۔

اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نسبتوں سے دین کی چار حجتیں قائم ہوئیں، جن سے شریعت کے مسائل کا شرعی وجود ہوتا ہے: کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، اِجماعِ اُمت اور اِجتہادِ مجتہد، جو فرقِ مراتب کے ساتھ متعارف ہیں۔''

اہلِ سنت والجماعت کے ہمہ گیر اور ہمہ جہتی اِعتدال کے ضمن میں ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں علمائے دیوبند کے مسلکِ اعتدال کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پھر اس مقدس طبقہ (حضرات انبیاء علیہم السلام) کی آخری اور سب سے زیادہ برگزیدہ ہستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، جن کی عظمت و سربلندی ہر بلند و برتر ہستی سے بمراتب بے شمار زیادہ اور بڑھ کر ہے۔ اِس لیے ان کی تعظیم و توقیر کے درجات اور حقوق بھی اوروں سے زیادہ ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بھی علمائے دیوبند کا مسلک وہی نقطۂ اِعتدال و میانہ روی ہے جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیمات کی پیدا کردہ ہے۔ چنانچہ علمائے دیوبند بصدقِ قلب سیدالکونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الکائنات، افضل البشر اور افضل الانبیاء یقین کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی آپ کی بشریت کا بھی اِقرار کرتے ہیں۔ غلوِ عقیدت و محبت میں نفیٔ بشریت یا اِدّعائے اوتاریت یا پردۂ مجاز وغیرہ کہنے کی جرأت نہیں کرتے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی تمام کمالاتی خصوصیات خلت، اصطفائیت، کلیمیت، رُوحیت، صادقیت، مخلصیت اور صدیقیت وغیرہ کا جامع بلکہ مبدائے نبوّتِ اَنبیاء اور منشائے ولایتِ اولیاء سمجھتے ہیں اور آپ ہی پر تمام مختاراتِ خداوندی کی ریاست کی اِنتہا مانتے ہیں، لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کمال ''عبدیت'' یقین کرتے ہیں۔ وہ کمالاتِ نبوی اور علوِّ درجات کو اِنتہائی ثابت کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدودِ عبدیت کو توڑ کر حدودِ معبودیت میں پہنچا دینے سے مدد نہیں لیتے، اور نہ ہی اسے جائز سمجھتے ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعتِ مطلقہ کو فرضِ عین جانتے ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو جائز نہیں سمجھتے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات میں فردِ اکمل اور بے نظیر جانتے ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں خصوصیاتِ اُلوہیت تسلیم نہیں کرتے اور اس میں

ذاتی و عرضی کا فرق بھی معتبر نہیں سمجھتے۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارہ میں اہلِ سنت والجماعت یا علمائے دیوبند کے مسلک کی ترجمانی کے سلسلہ میں صرف دو فقرے ملاحظہ فرمائیے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقدس ترین طبقہ نبی کے بلا واسطہ فیض یافتہ اور تربیت یافتہ لوگوں کا ہے، جن کا اصطلاحی لقب "صحابہ" کرام ہے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ خدا تعالیٰ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے من حیث الطبقہ اگر کسی گروہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صرف صحابہؓ کا طبقہ ہے، ان کے سوا کسی طبقہ کو من حیث الطبقہ مقدس نہیں فرمایا کہ طبقہ کے طبقہ کی تقدیس کی ہو۔ مگر اس پورے کے پورے طبقہ کو راشد و مرشد، راضی و مرضی، تقی القلب، پاک باطن، مستمر الطاعۃ محسن و صادق اور موعود بالجنۃ فرمایا۔"

"حسبِ مسلک علمائے دیوبند جہاں وہ (صحابہ کرامؓ) منفرداً اپنی اپنی ذوات کے لحاظ سے تقی و نقی اور صفی و وفی ہیں، وہیں بحیثیتِ مجموعی اُمت کی نجات بھی انہی کے اتباع میں منحصر ہے اور وہ بحیثیتِ قرانِ خیر من حیث الطبقہ پوری اُمت کے لیے نبی کے قائم مقام اور معیارِ حق تھے۔ پس جیسے نبوت کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے، ایسے ہی ان کے اجماع کا منکر بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے، حتیٰ کہ ان کا تعامل بھی بعض ائمۂ ہدایت کے یہاں شرعی حجت تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لیے جذباتی رنگ سے انہیں گھٹانا، بڑھانا، یا چڑھانا اور گرانا جس طرح عقل و نقل قبول نہیں کرتی، اسی طرح علمائے دیوبند کا جامعِ عقل و نقل مسلک بھی قبول نہیں کرتا۔"

الغرض! اسی محققانہ انداز میں تصوف اور صوفیا، فقہ اور فقہاء، حدیث اور محدثین، کلام اور متکلمین، سیاست اور خلفاء، عقل اور عقلاء کے بارے میں مسلکِ اعتدال، مذہبِ اہلِ سنت والجماعت اور نظریۂ علمائے دیوبند کا بیان ہوتا چلا گیا ہے اور آخر میں بطورِ خلاصہ فرمایا گیا ہے:

"بہرحال علمائے دیوبند اپنے جامع ظاہر و باطن مسلک کے لحاظ سے نہ تو منقولات اور احکامِ ظاہری سے بے قیدی اور آزادی کا شکار ہیں، اور نہ اس کی باطنی اور عمومی گنجائشوں کے ہوتے ہوئے قومی نفسیات اور مقتضیاتِ وقت سے قطع نظر کر لینے کی بیماری اور ضیق النفس میں گرفتار ہیں۔ علمائے دیوبند کا یہی وہ جامع اور معتدل مسلک ہے جو ان کو آخری دور میں اہلِ سنت والجماعت کے مسلوک طریقہ پر ان کے علمی مورثِ اعلیٰ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی، اور بانیٔ دارالعلوم حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، اور اس کے سرپرستِ اعظم قطبِ وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی... قدس اللہ اسرارہم... سے پہنچا جس پر وہ خود بھی رواں دواں ہیں اور اپنے مستفیدوں کو بھی

سو برس سے اسی پر تعلیم وتربیت دے کر رواں دواں کر رہے ہیں، اس لیے اب اس جامع اور معتدل مسلک کا اِصطلاحی الفاظ میں خلاصہ یہ ہے کہ:

ا:... علمائے دیو بند دِیناً مسلم ہیں، ۲:... فرقتاً اہلِ سنت والجماعت ہیں، ۳:... مذہباً حنفی ہیں، ۴:... مشرباً صوفی ہیں، ۵:... کلاماً ماتریدی ہیں، ۶:... سلوکاً چشتی بلکہ جامعِ سلاسل ہیں، ۷:... فکراً ولی اللّٰہی ہیں، ۸:... اُصولاً قاسمی ہیں، ۹:... فروعاً رشیدی ہیں اور ۱۰:... نسبتاً دیو بندی ہیں۔ والحمدللّٰہ علیٰ ھذہ الجامعیۃ!''

آخر میں اِجمالاً دس (۱۰) نظریاتی اُصول کا ذِکر ہے جن پر یہ جامع اور معتدل مسلک عملی نقشوں میں ڈھلتا ہے۔ بہرحال یہ عجالۂ نافعہ ایک دستور العمل ہے اور مجموعۂ حقائق وحِکم ہے۔ جناب مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب (مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان) کی رائے سے ہمیں پوری طرح اِتفاق ہے کہ: ''ہم ازراہِ عقیدت ہی نہیں بلکہ اپنی دیانت دارانہ رائے کے پیشِ نظر اس اَمر کا اِظہار ضروری خیال کرتے ہیں کہ ہماری فہم میں یہ مقالہ صرف بیانِ مسلک ہی نہیں، بلکہ پوری اُمت کی فلاح ونجات کے لیے ایک جامع مانع دستاویز ہے۔'' ضرورت ہے کہ اِعتدال پسند طبائع کی نظر سے یہ مقالہ ضرور گزرے۔ وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العلمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ)

مسئلۂ تکفیر اور اَکابرِ دیو بند

حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۴ روپے۔ پتا: شعبۂ تصنیف وتالیف، دارالعلوم اِسلامیہ عربیہ، شیر گڑھ، ضلع مردان، صوبہ سرحد، پاکستان۔

زیرِ نظر رسالہ حضرت علامہ افغانی رحمہ اللہ کا وہ وقیع مقالہ ہے جو ماہنامہ ''الرشید'' کے ''دارالعلوم دیو بند نمبر'' میں شائع ہوا تھا (جس میں -اِس اِشکال کا جواب دیتے ہوئے کہ علماء کافر بناتے ہیں- یہ وضاحت کی گئی ہے کہ علماء کافر نہیں بناتے بلکہ کافروں کی نشان دہی کرتے ہیں،) جس کو شعبۂ تصنیف وتالیف دارالعلوم اِسلامیہ عربیہ شیر گڑھ کی طرف سے مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم حضرات اس کی قدر کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۴ھ)

المسامرہ شرح المسایرہ

الشیخ الامام ابن ھمام، الشیخ العلامہ ابن ابی شریف الحافظ العلامہ قاسم بن قطلوبغا، الشیخ الامام کمال الدین محمد بن عبدالواحد الشھیر بابن الھمام رحمہ اللہ

کا رسالہ ''کتاب المسایرہ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ'' علم عقائد کا متنِ متین ہے۔ دراصل حضرت مصنفؒ نے بعض طلبہ کی فرمائش پر امام غزالیؒ کے ''رسالہ قدسیہ'' کی تلخیص شروع کی تھی، دو ہی قدم چلے تھے کہ بعض ضروری نکات وفوائد کا اضافہ ناگزیر نظر آیا، رفتہ رفتہ کتاب تلخیص کے بجائے مستقل تالیف بن گئی اور ''رسالہ قدسیہ'' کی پابندی صرف ترتیب تک محدود رہ گئی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ''رسالہ قدسیہ'' چار اَرکان پر مشتمل تھا: رُکنِ اوّل ذاتِ اِلٰہی میں، رُکنِ دوم صفاتِ اِلٰہی میں، رُکنِ سوم اَفعالِ اِلٰہی میں، رُکنِ چہارم صدقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ پھر ان اَرکانِ اَربعہ میں سے ہر رُکن دس اُصولوں پر مشتمل تھا، چنانچہ شیخ ابنِ ہمامؒ نے بھی اِسی ترتیب کی پابندی کی، اَلبتہ کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ کا اضافہ کیا ہے جو علمِ عقائد کی تعریف، اس کے موضوع، اور اس کی غرض وغایت پر مشتمل ہے، اور آخر میں ایک خاتمہ کا، جو اِیمان واِسلام کے مباحث پر حاوی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۹ھ)

تحذیر الناس

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۳/۶۰ روپے۔
پتا: مکتبہ قاسم العلوم، جے ون ۱۴۰، کورنگی، کراچی نمبر ۳۱۔

کتاب کا موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ کبریٰ ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ نے عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمان، مکان اور شرف ومرتبہ تینوں کے لحاظ سے خاتم ہیں، اور آیتِ کریمہ ''خاتم النّبیین'' کے تحت تینوں قسم کی خاتمیت آجاتی ہے، اور اگر آیت میں صرف خاتمیتِ مرتبی مراد ہو، تو خاتمیتِ زمانی اس کو خود لازم ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''سو اگر (آیت خاتم النّبیین میں) اطلاق ہوتب تو ثبوتِ خاتمیتِ زمانی ظاہر ہے، ورنہ (اگر آیت کا مفہوم مطابقی خاتمیتِ مرتبی ہو تب بھی) تسلیم لزومِ خاتمیتِ زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے، اِدھر تصریحاتِ نبوی مثل: ''لعلیؓ: انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی

بعدی" (مشکوٰۃ: ۵۶۳) جو بظاہر بطرزِ مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے، اس باب میں کافی، کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا ہے، گو الفاظِ مذکورہ بسند متواتر منقول نہ ہوں، سو یہ عدمِ تواترِ الفاظ باوجود تواترِ معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواترِ اعداد رکعاتِ فرائض و وتر، باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعرِ تعدادِ رکعات متواتر نہیں، اُس کا منکر کافر ہے، ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔"

زیرِ نظر طباعت میں عنوانات اور حاشیہ میں عربی و فارسی عبارتوں کے ترجمہ کا قابلِ قدر اضافہ ہے، مگر تصحیح کا اہتمام کم۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۳۹۶ھ)

حیاتِ پاک برزخی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

جناب حافظ نذیر احمد نقشبندی مجددی۔ صفحات: ۱۱۷۔ قیمت: ۱۸ روپے۔ پتا: انجمن نصرۃ القرآن، جامع مسجد مدنیہ، مدنی محلہ، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق حضرات علمائے دیوبند کا مسلک کیا ہے؟ اس سلسلہ میں "المهند علی المفند" کے عنوان سے ایک جامع دستاویز حضراتِ اکابر علمائے دیوبند کے دستخطوں سے مزین مطبوعہ شکل میں موجود ہے، مگر اس کے باوجود بھی کچھ لوگوں نے اس مسئلہ کو نظری اور کلامی بنا رکھا ہے۔ جناب حافظ نذیر احمد نقشبندی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ برزخی کے اِثبات و ثبوت کے لیے زیرِ نظر رسالہ تصنیف فرمایا ہے، جس پر حضراتِ اکابرین کی تقریظات ثبت ہیں، چنانچہ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہٗ سجادہ نشین خانقاہ کندیاں شریف اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی تقریظات کے علاوہ جناب مولانا سیّد محمد انظر شاہ خلف رشید حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کا فاضلانہ مقدمہ بھی موجود ہے۔ حضرت شاہ صاحب اپنے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"حافظ نذیر احمد نقشبندی موصوف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ برزخی کے اِثبات و ثبوت کے لیے تصنیف کی طرف متوجہ ہوئے اور بقامت کہتر لیکن بقیمت بہتر رسالہ تیار کردیا، جس میں تمام علمائے اسلام اور علمائے دیوبند کے عقیدہ کو اس طرح منقح کیا کہ اب نہ کوئی اندھیرا رہا، نہ کوئی اُلجھاؤ، نہ کوئی تاریکی، نہ کوئی ابہام۔ بلاشبہ اُنہوں نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا، وہی علمائے حق و حقانی کا عقیدہ اور

حلقۂ دیوبند کا قاطع فیصلہ ہے۔"
کتابت، طباعت اور رنگین ریگزین کی جلد بندی نے کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔
(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان ۱۴۰۹ھ)

عصمتِ انبیاء علیہم السلام اور حرمتِ صحابہؓ

محدث العصر حضرت مولانا علامہ سیّد محمد یوسف بنوری صاحب دامت برکاتہم۔ صفحات: ۲۹۔ قیمت قسم اعلیٰ: ۵ پیسے۔ عام: ۳۰ پیسے۔ پتا: مکتبہ حکمتِ اسلامیہ، نوشہرہ، پشاور۔
ماہنامہ "بینات" ماہِ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ کا "بصائر وعبر" خوب صورت رسالہ کی شکل میں۔ اس پر رائے دہی کا حق "بینات" کو نہیں، دُوسرے اہلِ علم حضرات کا یہ حق ہے۔
(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ)

ادراک فی الدعا بالوسیلة

مولانا ریاض احمد اشرفی و مولانا مفتی سیّد عبدالشکور صاحب ترمذی۔ صفحات: ۸۸۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، ہرنوں میانوالی۔
انبیاء و اولیاء کے توسل سے دُعا جائز ہے۔ اس موضوع پر روزنامہ "جنگ" راولپنڈی میں مولانا حافظ ریاض احمد اشرفی کے مضامین شائع ہوئے تھے۔ جناب مولانا مفتی سیّد عبدالشکور صاحب ترمذی کے طویل مقدمہ کے ساتھ زیرِ نظر کتابچہ کی شکل میں شائع کیے گئے ہیں۔
(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان ۱۴۰۴ھ)

العقیدة الطحاویة

اِمام طحاویؒ۔ تعلیق: محمد بن مانع۔ صفحات: ۳۰۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: دائرة المعارف الاسلامیہ، آسیا آباد، مکران۔
العقیدة الطحاویة اِمام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامة الازدی الطحاوی رحمہ اللہ (متوفی: ۳۲۱ھ) کا مشہور رِسالہ ہے، جس میں سلف صالحین کے عقائد کو قلم بند کیا گیا ہے۔

زیرِ نظر رسالہ شیخ محمد بن عبدالعزیز بن مانع سلفی کے حواشی اور جناب مولانا احتشام الحق آسیا آبادی کی تصحیح کے ساتھ بہترین ٹائپ میں شائع کیا گیا ہے۔ مولانا آسیا آبادی نے اس کا ترجمہ بلوچی زبان میں ''مسلمانانی عقیدہ ہانی بیان'' کے نام سے الگ بھی شائع کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۴ھ)

صحیح اِسلامی عقیدہ یعنی عقیدۂ اہلِ سنت والجماعت اوراس کے منافی اُمور

سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبداللہ بن باز۔ جمع وترتیب: اسرار احمد شیخ بن عبدالرحیم۔ صفحات: ۹۳۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مدرسہ رشیدیہ، لال مسجد، فردوس کالونی، گل بہار، کراچی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب سعودی عرب کے مفتیٔ اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے مختلف خطبات کی کیسٹوں سے مرتبہ کردہ ہے، جس میں اِسلامی عقائد کو یعنی: توحید، رسالت، شرک وبدعات، اچھی بُری تقدیر کے من جانب اللہ ہونے، ملائکہ اور انبیاء ورُسل سے متعلق قرآن وسنت کی تصریحات اور اہلِ سنت کی واضح نصوص کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کو دارالافتاء جامعہ بنوری ٹاؤن کے نائب رئیس جناب مولانا مفتی محمد عبدالمجید دِین پوری صاحب نے اَز اوّل تا آخر ملاحظہ فرماکر اس کی تائید وتثبیت فرمائی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۲۱ھ)

الخليفة المهدى فى الاحاديث الصحيحة

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہٗ۔ تقدیم وتعلیق وتحشیہ: مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی، اُستاذ دارالعلوم دیوبند۔ صفحات: ۵۶۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ پتا: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت، حضوری باغ روڈ، ملتان، پاکستان۔

قیامت کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں کہ کب، کہاں اور کس سن وسال میں قائم ہوگی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں سوال ہوا تو فرمایا: ''جس طرح سائل کو معلوم نہیں، اسی طرح مسئول عنہا بھی اس سے زیادہ واقف نہیں۔'' حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کی علامات دریافت کیں تو چند علامات ارشاد فرمائیں۔

حضرات علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں قیامت کی جو جو علامتیں بیان فرمائی ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں: علاماتِ بعیدہ، علاماتِ وسطیٰ اور علاماتِ قریبہ۔ اور علاماتِ قریبہ کو علاماتِ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظہور، دجال کا خروج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں شمار کیا جاتا ہے کہ ان کے ظہور کے بہت ہی قریب قیامت قائم ہو جائے گی۔

شیعوں نے ''اِمامِ غائب'' کے نام سے مخصوص شرائط و قیود سے اِمام مہدی کا تصور دیا ہے، اس لیے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مہدی کا تصور شیعی نظریات کا پَرتو ہے، جب کہ حقیقت اس سے مختلف ہے کہ ''الخلیفة المهدی'' کا عقیدہ اور تصور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ہے۔ صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، مصنف اِبنِ ابی شیبہ اور مستدرک حاکم وغیرہ متعدد کتب میں اس سلسلہ کی صحیح اور متواتر احادیث موجود ہیں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مہدی علیہ الرضوان کی علامات، نام، ولایت، نسب اور مقامِ بیعت وغیرہ تمام تفصیلات اِرشاد فرمائی ہیں۔

حضرت مہدیؒ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خادم، معاون اور ایک نماز میں اُن کی اِمامت کا شرف حاصل فرمائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فضیلت و منقبت بیان فرمائی ہے، اس لیے بہت سے طالع آزماؤں نے مہدی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا، اس لیے ضرورت تھی کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے بارہ میں صحیح احادیثِ نبویہ کی روشنی میں اُمت کی صحیح راہنمائی کی جائے۔

زیرِ نظر مجاہد شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہٗ کا وہ رسالہ ہے جس کا تذکرہ حضرت مدنی قدس سرہٗ کے ان مکاتیب غیر مطبوعہ میں ہے جو ماہنامہ ''الرشید'' ساہیوال کے ''مدنی و اِقبال نمبر'' میں شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت ایک سائل کے جواب میں لکھتے ہیں:

''حضرت اِمام مہدی قیامت سے پہلے بلکہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور خروجِ دجال اور فتنۂ یاجوج ماجوج ودابۃ الارض وطلوع شمس من المغرب وغیرہ سے پہلے ظاہر ہوں گے۔ قیامت میں تو تمام انبیاء اور اولیاء کا اجتماع ہوگا، حضرت مہدی دُنیا میں مذہبِ اِسلام کی زندگی اور اس کی تقویت کے باعث ہوں گے۔ وہ اُس وقت ظہور فرمائیں گے جب کہ دُنیا ظلم و ستم سے بھر گئی ہوگی، ان کی وجہ سے دُنیا عدل وانصاف، دِین وایمان سے بھر جائے گی، ان کا اور ان کے والد کا نام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور آپ کے والدِ ماجد کے نام کے مطابق ہوگا، صورت بھی آپ کی صورت کے مشابہ ہوگی، آپ ہی کی اولاد سے ہوں گے، یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسل میں سے۔

مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوں گے، اوّل جو جماعت ان کے ہاتھ پر بیعت کرے وہ تین سو تیرہ آدمی ہوں گے۔ حسب عدد اصحابِ بدر واصحابِ طالوت۔ لوگوں میں یک بارگی انقلاب پیدا ہوگا، حجاز کی اصلاح کے بعد سیریہ اور فلسطین کی اصلاح کریں گے۔ دار السلطنت بیت المقدس ہوگا، ان کی حکومت پانچ یا سات یا نو برس ہوگی۔ اس بارہ میں صحیح روایتیں تقریباً چالیس میری نظر سے گزری ہیں اور حسن وضعیف بہت زیادہ ہیں، ترمذی شریف، مستدرک حاکم، ابوداؤد، مسلم شریف وغیرہ میں یہ روایات موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر قیامت آنے میں صرف ایک دن باقی رہ جائے گا، جب بھی اللہ تعالیٰ مہدی کو ضرور ظاہر کرے گا اور قیامت ان کے بعد لائے گا۔ لہٰذا اس میں بجز تسلیم کوئی چارہ نہیں۔ بہت سے جھوٹوں نے اب تک مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر کسی میں یہ علامتیں نہیں پائی گئیں جو مہدیٔ موعود کے متعلق ذکر کی گئی ہیں۔

میں نے مالٹا جانے سے پہلے مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں تلاش کر کے صحیح صحیح روایتیں جمع کی تھیں، مگر افسوس کہ وہ رسالہ رُوسی انقلاب میں جاتا رہا۔ اب میرے پاس وہ نہیں رہا اور جن لوگوں نے اسے نقل کیا تھا، وہ بھی وفات پا گئے اور رسالہ پھر نہ مل سکا۔''

مشہور مؤرخ علامہ ابنِ خلدون نے اپنے مقدمہ میں حضرت مہدیؒ کے ظہور سے متعلق تمام روایات کے بارہ میں یہ تاثر دیا ہے کہ اس سلسلہ کی کوئی روایت علت سے خالی نہیں ہے، حضرت مدنی قدس سرہٗ نے رسالۂ ھٰذا میں اس بات کا خاص اہتمام کیا ہے کہ جن احادیث پر علامہ ابنِ خلدون نے کلام کر کے ان کی صحت کو مشکوک ثابت کرنے کی کوشش کی تھی، جرح وتعدیل سے متعلق ائمۂ حدیث کے مقرر کردہ اُصولوں کی روشنی میں ان کی صحت وحجیت کو مدلل ومبرہن کر دیا ہے۔ یہ رسالہ اپنے اختصار کے باوجود کئی ایک ضخیم کتب سے زیادہ مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی مدظلہٗ کو، جنھوں نے اس گوہرِ آب دار کی تلاش وجستجو میں محنت وسعی فرمائی، اس پر ۸ صفحات پر مشتمل مقدمہ لکھا، دریافت کی رُوئیداد تحریر کی، احادیث کے غریب ومشکل الفاظ کی لغت کی کتب سے تشریح نقل کر دی، اور جہاں کہیں کسی راویٔ حدیث پر کلام کی ضرورت تھی، مختصر کلام کر دیا، اور شومیٔ قسمت کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دریافت شدہ رسالہ میں پوری چالیس احادیث نہیں تھیں، موصوف نے کتبِ احادیث کے تتبع سے مزید احادیث جمع کر کے اس رسالہ کو مکمل کیا ہے۔

الغرض! ''بقامت کہتر وبقیمت بہتر'' اس دُرِّ نایاب کو اُمت کے سپرد کر دیا، اور شکریہ کے مستحق ہیں

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت پاکستان کے اربابِ حل و عقد جنہوں نے اسے پاکستان میں زیورِ طباعت سے آراستہ کرکے حلقۂ اہلِ علم پر اِحسانِ عظیم کیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۹ھ)

عقیدۂ ظہورِ مہدی

جناب مولانا مفتی نظام الدین شامزئی (مفتی و اُستاذِ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی)۔
صفحات: ۱۹۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: محمد یٰسین، اے ۸۵۹، بلاک ایچ نارتھ ناظم آباد کراچی۔

قربِ قیامت کی علامات میں ظہورِ مہدی، خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی بہت سی احادیث میں وارد ہے۔ یہ احادیث فرداً فرداً تو اَخبارِ آحاد ہیں، لیکن قدرِ مشترک متواتر ہے، اور دِین کی جو باتیں تواتر سے ثابت ہوں وہ ضروریاتِ دِین میں داخل ہیں اور ان پر اِیمان لانا واجب ہے۔ کیونکہ ان کی تکذیب... نعوذ باللہ!... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔

دورِ جدید میں دِین سے غفلت و بے قیدی کی بنا پر دِین کے متواترات کو بھی جرح و تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے، چنانچہ بعض اہلِ قلم نے ظہورِ مہدی کے عقیدہ پر شکوک و شبہات کا اِظہار کیا اور یہ مضمون بعض ادبی رسائل کی زینت بنا۔ ظہورِ مہدی کے عقیدہ پر علامہ ابنِ خلدون اپنے مشہور مقدمہ میں بھی کلام کرچکے ہیں اور اہلِ حق کی طرف سے علامہ کے اعتراضات کا جواب دیا جاچکا ہے، چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے فتاویٰ جلد ششم میں صفحہ: ۲۵۹ سے صفحہ: ۲۶۷ تک ''مؤخرۃ الظنون عن ابن خلدون'' کے نام سے ایک رسالہ ابنِ خلدون کے ردّ میں موجود ہے۔

دورِ جدید کے جن اہلِ قلم نے اس مسئلہ پر قلم اُٹھایا ہے، ان کا بیشتر اِنحصار ابنِ خلدون ہی پر ہے۔ مگر چونکہ ان شبہات کو جدید رنگ میں اُٹھایا گیا ہے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ کوئی محقق عالم ان شبہات کا جواب دے۔ حق تعالیٰ شانہٗ جناب مفتی نظام الدین شامزئی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے زیرِ نظر رسالہ لکھ کر اہلِ علم کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کیا ہے اور نفسِ مسئلہ کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے بڑی متانت اور سنجیدگی سے اس مسئلہ میں اُٹھائے گئے شبہات کو حل کیا ہے۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء!**

رسالہ ۴ ابواب پر مشتمل ہے: پہلے باب میں ان احادیث کو سنداً و متناً ذکر کیا ہے جو اَحادیث کے متداول مجموعوں میں ظہورِ مہدی سے متعلق وارد ہیں۔ دُوسرے باب میں ان محدثینِ کرام کا ذکر ہے جنہوں نے اپنی

کتابوں میں ''ظہورِ مہدی'' کا باب قائم کر کے احادیث روایت کی ہیں۔ تیسرے باب میں ان متکلمین کا ذکر ہے جنہوں نے اس مسئلہ کو عقائد میں ذکر کیا ہے، اور چوتھے اور آخری باب میں ابنِ خلدون اور اُن کے خوشہ چین دورِ جدید کے اہلِ قلم کے شبہات کا جواب ہے۔ کتاب کے شروع میں حضرت مولانا سید محمد بدرِ عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ کی کتاب ''ترجمان السُّنّة'' سے ''الامام المهدی'' کے بارہ میں مختصر مگر جامع نوٹ نقل کیا ہے اور علم حدیث کی چند ضروری اصطلاحات بھی درج کردی ہیں، جن کا معلوم ہونا رسالہ کے مباحث میں قارئین کے لیے ناگزیر ہے۔ رسالہ کے حواشی میں امام عبدالرزاق صاحبِ ''مصنف'' اور امام حاکم صاحبِ ''مستدرک'' کے تشیع پر بہت اچھا کلام کیا ہے۔ نیز چوتھے باب کے شروع میں علامہ ابنِ خلدون کے علمی مرتبہ کے بارہ میں اچھی معلومات فراہم کردی گئی ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ اہلِ علم حضرات کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ حضرات بھی اس ''علمی سوغات'' کی قدر کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ)

عقیدۂ ظہورِ مہدی احادیث کی روشنی میں

مفتی نظام الدین شامزئی (مفتی و اُستاذِ حدیث جامعہ علومِ اسلامیہ، کراچی)۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ادارہ دعوت اسلام، جامعہ یوسفیہ بنوریہ، شرف آباد، کراچی۔

حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا عقیدہ اُمتِ مسلمہ کا چودہ سو سالہ قدیم عقیدہ ہے۔ جس پر صحیح اَحادیث کے علاوہ اُمتِ مسلمہ کا تقریباً تسلسل چلا آ رہا ہے، مگر شومیٔ قسمت کہ گزشتہ ایک عرصہ سے ایک طبقہ ایسا بھی وجود میں آ گیا ہے جس نے اس عقیدہ کے بارہ میں لوگوں کو شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب اس سلسلہ کی ایک اہم تحقیقی اور کلامی دستاویز ہے، جسے جناب مفتی نظام الدین شامزئی (اُستاذِ حدیث و مشرف درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی) نے اپنے زمانۂ عنفوانِ شباب میں نہایت عرق ریزی و سلیقہ مندی سے تصنیف فرمایا تھا۔ کتاب کی وجۂ تقریب بیان کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

> ''جنوری کے ''قومی ڈائجسٹ'' میں جناب اختر کاشمیری صاحب کا ایک مضمون خروجِ مہدی کے متعلق چھپا تھا، جس میں اُنہوں نے تحقیق اور سنجیدہ طریقہ پر ظہورِ مہدی کے مسئلہ پر کلام فرمایا۔ اُنہوں نے اس پر زور دیا کہ ظہورِ مہدی کے متعلق جتنی احادیث مروی ہیں وہ قابلِ اعتبار نہیں اور ثبوت کے

درجہ تک نہیں پہنچتیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ظہورِ مہدی کا عقیدہ جو مسلمانوں میں چودہ سو سالوں سے منتقل ہوتا آیا ہے، بے بنیاد ہے۔ چونکہ صاحبِ مضمون نے فرمائش کی ہے کہ دُوسرے علماء اِس موضوع پر قلم اُٹھائیں اور یہ کہ اگر صحیح احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوجائے تو صاحبِ مضمون اپنا خیال بدل سکتا ہے۔ ساتھ ساتھ یہ خطرہ بھی تھا کہ اگر سکوت اختیار کیا جائے تو عام مسلمان شکوک وشبہات میں مبتلا ہوں گے اور سلف صالحین کے متعلق بدگمانی پیدا ہوگی کہ انہوں نے ایک ایسے مسئلہ کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، جس کی کوئی صحیح بنیاد موجود نہیں۔ یہی وہ محرکات تھے کہ بندہ کو قلم اُٹھانے کی جرأت ہوئی۔''(۱)

مصنفِ موصوف نے اس موضوع کو جس خوب صورتی سے نبھایا ہے، یہ انہی کا کمال ہے۔ کیونکہ کسی خشک اور علمی موضوع کو دِلچسپ بنانا اور فقہی وحدیثی اور کلامی اِصطلاحات کو عوامی انداز سے پیش کرنا ایک مستقل فن ہے، جس پر مصنف کو الحمدللہ! مکمل عبور حاصل ہے۔ کتاب کے شروع میں ''الامام المهدی'' کے عنوان سے حضرت مولانا سیّد محمد بدرِ عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی تصنیفِ لطیف ''ترجمان السُّنَّة'' سے حضرت اِمام مہدیؒ سے متعلق احادیث اور ان کا مفصل تذکرہ وتعارف درج ہے۔

کتاب کو مصنف نے چار ابواب اور ایک اِفادہ پر تقسیم کیا ہے۔ اِفادہ میں علمِ اُصولِ حدیث کی تقریباً مختصر مختصر تمام اِصطلاحات کو نقل کیا گیا ہے۔ بابِ اوّل: ''عقیدۂ ظہورِ مہدی، اَحادیث کی روشنی میں'' کے اندر اس عقیدہ سے متعلق ۱۵۱ اَحادیث نقل کی گئی ہیں، جن میں سے ان کے بعض متکلم فیہ رُواۃ پر کلام بھی کیا گیا ہے۔

بابِ دوم: ''عقیدۂ ظہورِ مہدی محدثین کی نظر میں'' کے اندر اِمام ترمذی رحمہ اللہ سے لے کر محدثِ کبیر حضرت مولانا سیّد محمد بدرِ عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ تک تیس محدثین سے عقیدۂ ظہورِ مہدی کی تصریحات نقل کی ہیں۔

بابِ سوم: ''ظہورِ مہدی متکلمین کی نظر میں'' کے اندر اِمام اِبنِ تیمیہؒ سے لے کر علامہ سمہودی تک دس متکلمین سے اس عقیدہ کی تصریحات نقل کی گئی ہیں۔

بابِ چہارم میں عقیدۂ ظہورِ مہدی کے منکرین کے دلائل کا جائزہ لیتے ہوئے ہر ایک دلیل کا مفصل ومدلل جواب دیا گیا ہے، اور اس سلسلہ کے تمام تر شکوک وشبہات کا مکمل اِزالہ کرتے ہوئے مسئلہ کو نہایت واضح اور منقح کیا گیا ہے۔

---

(۱) ص:۲۲،۲۱

الغرض! مؤلفِ موصوف کی یہ نادر تصنیف اُن کی علمی، فقہی اور کلامی بصیرت کا شاہکار ہے، جو اس سے قبل متعدّد بار مختلف اِداروں کی طرف سے شائع ہوکر حلقۂ اہلِ علم میں شرفِ پذیرائی اور دادِ تحسین حاصل کرچکی ہے۔ اُمید ہے کہ باذوق قارئین اِس عظیم تحقیقی سرمایہ کو حاصل کرنے میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۶ھ)

علاماتِ قیامت اور نزولِ مسیح

اِمام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ، مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا محمد رفیع عثمانی (اُستاذ دارالعلوم کراچی)۔ صفحات: ۱۷۴۔ قیمت درج نہیں۔

پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا مسئلہ اِسلام کا ایسا عقیدہ ہے جس میں کبھی اِختلاف نہیں ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی (م: ۱۹۰۸ء) نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو جہاں بے شمار آیات و اَحادیث میں تحریف اور اِسلامی عقائد سے اِنحراف کیا، وہاں عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ''نظرِ عنایت'' فرمائی۔ کبھی اُن کے معجزات کا اِنکار کیا، کبھی اُن کا مذاق اُڑایا، کبھی اُن کے نسب کو ...معاذ اللہ!... مشتبہ ٹھہرایا، کبھی اُنہیں یوسف نجار کا بیٹا کہا، کبھی اُنہیں ''شرابی'' کا خطاب دیا، کبھی اُن کی پیش گوئیوں کو غلط کہا۔ مقصد یہ تھا کہ کسی طرح مسلمان، عیسیٰ علیہ السلام کو بھول جائیں، نیز مرزا صاحب کی سیرت و کردار کو زیرِ بحث لانے سے اِحتراز کریں۔ اِسی طرح مرزا صاحب نے یہودی نظریہ کی تائید کرتے ہوئے اِسلامی تاریخ میں پہلی بار یہ اِنکشاف کیا کہ: عیسیٰ علیہ السلام کے منہ پر... معاذ اللہ!... تھوکا گیا، اُنہیں طمانچے رسید کیے گئے، کانٹوں کا تاج پہنایا گیا، سولی دی گئی، چار میخ کیا گیا، کئی گھنٹے سولی پر آویزاں رہنے کے بعد اُنہیں مردہ سمجھ کر اُتار لیا گیا، ایک غار میں تین دِن تک اُن کا علاج ہوتا رہا اور زخم مندمل ہوئے تو وہ وہاں سے بھاگ کر افغانستان سے شمالی ہند تک کی سیر کرتے ہوئے بالآخر کشمیر پہنچے اور ۸۲ سال کی عمر پاکر فوت ہوئے، کشمیر میں کسی قبر کے بارہ میں کہہ دیا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی فاتحہ سے فارغ ہوکر مرزا جی نے اپیل کی کہ: اصل مسیح تو اَب تشریف نہیں لائیں گے کیونکہ میں اُنہیں مار کر کشمیر میں دفن کر آیا ہوں، اِس لیے اَب اِس خاکسار کو بحیثیتِ ''مثیلِ مسیح'' کے قبول کرلیا جائے۔

اہلِ عقل نے مرزا صاحب کے ان ہذیانات کو سن کر کہا:

بصاحب نظر بنما گوہر خودرا
عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

ترجمہ:... ''کسی صاحبِ نظر سے اپنا (دماغی) جوہر ٹیسٹ کراوٴ، چند گدھوں کے مان لینے سے عیسیٰ نہیں بن جاتے۔''

علمائے اُمت نے -جزاهم الله احسن الجزاء- جہاں مرزاجی کے دیگر ہفوات و ہذیانات کی قلعی کھول کر رکھ دی، وہیں عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام بحمداللہ! زندہ ہیں، مرزا صاحب انہیں کیا مارتے؟ اُن کے پیشرو یہودی بھی اُنہیں قتل نہ کرسکے اور ان شاء اللہ! وہ اپنے وقتِ موعود پر تشریف لاکر مرزا صاحب کے بڑے بھائی دجالِ اکبر کو اس کے ہم نوا یہودیوں سمیت قتل کریں گے۔ اور یہ کہ بفرضِ محال! عیسیٰ علیہ السلام زِندہ سلامت نہ بھی ہوتے، اور بالفرض! قرآن و حدیث میں جس عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی خبر دی گئی ہے، اُس سے سچ مچ ''مثیلِ مسیح'' ہی مراد ہوتا، تب بھی ''دہقانِ قادیان'' - جس کے دماغ کی کوئی چول سیدھی نہیں تھی، جس کی ساری عمر لاف و گزاف میں گزری، جس کے بیسوں جھوٹ عالم آشکار ہیں، اور جس کا کل سرمایۂ حیات انگریز کافر کی کاسہ لیسی رہا ہے- کسی منطق سے ''مثیلِ مسیح'' کا مصداق نہیں، کیا اس پر آنے والے مسیح کی کوئی ایک آدھ علامت ہی صادق آتی ہے؟ اس سلسلہ میں عربی، اُردو، سندھی، انگریزی اور دیگر زبانوں میں جو کتابیں لکھی گئیں، ان کی فہرست طویل ہے۔

حضرت العلامہ مولانا سیّد محمد اَنور شاہ کشمیری قدس سرہٗ نے اس مسئلہ پر تین عظیم الشان اور بے نظیر کتابیں تالیف فرمائیں:

۱:... **عقيدة الاسلام فی حياتِ عيسىٰ عليه السلام** (عربی) جس میں قرآنِ کریم کی آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کو ثابت کیا اور علم و حکمت کے ایسے لعل و جواہر بکھیرے کہ پوری علمی دُنیا اُن کی ممنون ہے۔ (شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ کے ''بینات''، جلد نمبر۱۱، شمارہ نمبر۲ میں اس پر تفصیلی تبصرہ ہوچکا ہے)۔

۲:... **تحية الاسلام فی حياتِ عيسىٰ عليه السلام** (عربی) یہ **عقيدة الاسلام** پر تعلیقات ہیں۔

۳:... **التصريح بما تواتر فی نزول المسيح** (عربی)۔

اس میں اَحادیث کی ضخیم کتابوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دُوبارہ تشریف آوری اور اس دور کے حالات سے متعلقہ تمام اَحادیث کو چھانٹ کر جمع فرمایا اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی کو اس کی تبویب کا حکم فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب نے اسے نہایت سلیقہ سے مرتب کیا اور اس پر ایک مبسوط

مقدمہ لکھا۔ یہ کتاب پہلے ۱۳۴۴ھ میں طبع ہوئی اور دُوسری مرتبہ ۱۳۸۵ھ میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کے مبسوط مقدمہ، تخریجات وتعلیقات اور اِضافوں کے ساتھ بہترین اور نفیس و بدیع اُسلوب میں حلب سے شائع ہوئی۔

اِس کتاب کے مطالعہ سے دو باتوں کا قطعی فیصلہ ہوجاتا ہے: اوّل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان متواتر اَحادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو صفات و علامات ذِکر کی ہیں، وہ مرزا صاحب یا کسی دُوسرے مسیحِ کذّاب پر قطعاً صادِق نہیں آتیں، چنانچہ انہی اَحادیث سے حضرت مسیح علیہ السلام کی ۱۷۵ علامات منتخب کر کے حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے ان کا مقابلہ مرزا صاحب کے سراپا سے کر دِکھایا۔ یہ رِسالہ ''مسیحِ موعود کی پہچان'' کے نام سے الگ طبع ہوا ہے اور ''التصریح'' کے حلبی ایڈیشن کے آخر میں اس کا عربی ترجمہ ملحق ہے۔ یہ ایسا قیمتی رِسالہ ہے کہ پڑھ کر ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔

دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اَحادیثِ متواترہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کو ایسے اہتمام سے ذِکر فرمایا کہ اس سے متعلقہ معمولی معمولی جزئیات تک بیان فرمائیں، مثلاً: نزول کا وقت، اُس کی کیفیت، اُس کی جگہ، شہر کا نام، منارہ کا نام، اس وقت مسلمانوں کی حالت، نزول کے وقت نماز میں اُن کی شرکت کا ذِکر، نماز کے بعد کے کارنامے، مدّتِ قیام، اس مدّت میں پیش آنے والے حالات، آپ کا حج وعمرہ کرنا، اِحرام باندھنے کی جگہ، روضۂ اقدس پر حاضری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوابِ سلام دینا، اُن کے نکاح و اولاد کا ذِکر، وفات، موضعِ وفات، موضعِ دفن، اُن کی وفات کے بعد اُن کی جانشینی، جانشین کا نام اور اُس کی مدّتِ حیات، اس کے بعد کی علامات وغیرہ وغیرہ۔

الغرض! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس قدر تفصیل سے حالات بیان فرمائے کہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوری سوانح عمری مرتب ہوسکتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں اور قیامت پر اِیمان لانا اسلام کا قطعی عقیدہ ہے، ٹھیک اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، اُن کے آسمان سے نازل ہونے اور فرائضِ متعلقہ اَنجام دینے پر اِیمان لانا بھی اِسلام کا قطعی عقیدہ ہے جو کسی مولوی ملا نے نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ اور اُس کے مقدس رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری صراحت و وضاحت سے بیان کردیا ہے، اور اس میں کسی کافر کے کفر، کسی منافق کے نفاق، کسی شکی مزاج کے شک و اِرتیاب اور کسی ملحد اور بددِین کے اِلحاد و کجروی کے لیے کوئی گنجائش وتأویل نہیں چھوڑی۔ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔

یہ کتاب اگرچہ اصل موضوع کے اِعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربِ قیامت میں تشریف

آوری سے متعلق تھی، مگر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا آنا ہی اِس بات کی علامت ہے کہ اَب دُنیا کی بساط لپیٹ دیے جانے کا نقارہ بج چکا ہے، اور عنقریب اِس عالم پر عالمِ سکرات طاری ہونے والا ہے۔ اِس لیے قدرتی طور پر اَحادیثِ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے ذیل میں بہت سی وہ علاماتِ قیامت بھی آجاتی ہیں جن سے دِل کانپ کانپ جاتا ہے، اور اِس کائنات کی بے بسی و بے چارگی کا نقشہ آدمی کی آنکھوں کے سامنے پھیل جاتا ہے۔ گویا ایک طرف یہ کتاب اگر اِسلام کے عظیم ترین عقیدہ ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام'' کی تفصیلات پیش کرتی ہے، تو دُوسری طرف قیامت کی علاماتِ کبریٰ کی وضاحت و تفصیل کی بھی کفیل ہے۔

زیرِ نظر کتاب اِسی مبارک کتاب ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' کا اُردو ایڈیشن ہے جو تین حصوں پر مشتمل ہے۔

حصہ اوّل: ''مسیحِ موعود کی پہچان'' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا رسالہ، جس کا تذکرہ اُوپر کی سطور میں گزر چکا ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۱۷۵ علامات پر مشتمل ہے اور اصل کتاب کے لیے گویا اِشاریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

حصہ دوم: اصل کتاب کا اُردو ترجمہ ہے جو صاحب زادہ مولانا محمد رفیع عثمانی (اُستاذ دار العلوم، کراچی) کے قلم سے نکلا ہے۔ موصوف نے ضروری مقامات پر مفید حواشی لکھ کر کتاب کی اِفادیت کو دوبالا کردیا ہے۔

حصہ سوم ''علاماتِ قیامت'': اصل کتاب میں قیامت کی جو علامات متفرق طور پر آئی تھیں، جناب مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب نے اُنہیں تاریخی ترتیب سے مرتب کردیا ہے اور بطورِ مقدمہ علاماتِ قیامت کا مفہوم، اُن کی اَہمیت اور اُن کے اَقسام ذِکر کرکے بعض علاماتِ صغریٰ کے وقوع کی نشان دہی فرمائی ہے۔ اب یہ مجموعہ ماشاء اللہ! اِس لائق ہے کہ ہر پڑھا لکھا مسلمان اِس کو پڑھے، گھر میں عورتوں اور بچوں کو سنائے اور قادیانیت کے مارگزیدہ اَفراد کو اس کے ذریعہ حق کی دعوت دے۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ)

سنی مذہب حق ہے!

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین دامت برکاتہم، چکوال۔ صفحات: ۱۴۸۔ قیمت: ۴ روپے۔
پتا: تحریک خدامِ اہلِ سنت چکوال، ضلع جہلم۔

مذہب اہلِ سنت کی حقانیت کے دلائل اور دس (۱۰) شبہات کا جواب۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

عقل کا دائرۂ کار

مولانا محمد تقی عثمانی۔ صفحات: ۳٦۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: میمن اسلامک پبلشرز، ۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

یہ جناب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا ایک خطاب ہے جو اُنہوں نے ''دعوۃ اکیڈمی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد'' میں ججوں اور وکلاء کے سامنے کیا تھا۔ جس میں اسلامائزیشن کی ضرورت اور اسلام اور عقل کا تقابل، عقل کی حدود اور اس کی فریب کاریاں اور اس کے مقابلہ میں وحیٔ اِلٰہی کی ضرورت اور اس کی رہنمائی کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا تھا۔ اس خطاب کو جناب مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب نے قلم بند کیا تھا، جس کو اِفادۂ عام کے لیے ''میمن اسلامک پبلشرز'' نے چار رنگا خوب صورت ٹائٹل اور اعلیٰ کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ یہ رسالہ اُن لوگوں کے حق میں زیادہ مفید ہے جو اِسلام کے مقابلہ میں عقل کو پیش کردیتے ہیں کہ اِسلام کی یہ بات عقل کے خلاف ہے اور یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مفید بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ)

دِینی نفسیات

مولانا محمد اِسحٰق صاحب صدیقی سندیلوی ندوی۔ صفحات: ۴۲۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا:
۱:...مدرسہ عربیہ اِسلامیہ، نیوٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔ ۲:...مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی ساہیوال۔

قرآنِ کریم نے عقائدِ صحیحہ کے ثبوت میں منطقی اِستدلال کے بجائے آفاقی و اَنفسی دلائل کا راستہ اِختیار کیا ہے۔ کیونکہ منطقی اِستدلال کے خارزار میں اُلجھ کر عقل وخرد کا دامن مطلوب تک پہنچنے سے پہلے ہی تار تار ہوجاتا ہے، اور وادیٔ منطق کا تھکا ہارا مسافر منزلِ یقین تک رسائی سے عموماً قاصر اور شک و اِرتیاب کے صحرا میں سرگرداں رہتا ہے، جب کہ قرآنِ کریم فطرتِ سلیمہ کی اُنگلی پکڑ کر آفاقی و اَنفسی دلائل کے راستہ سے - جو قریب ترین بھی ہے اور پُرسکون بھی - اسے منزلِ عرفان و اِیقان تک پہنچادیتا ہے۔

مسلمانوں کا علمِ کلام جس زمانہ میں مرتب ہوا، اس دور پر منطقیت کا غلبہ تھا۔ ایک سیدھی سادی بات کو جب تک صغریٰ کبریٰ میں نہ ڈھالا جائے، اُن کے نزدیک اِستدلال کی چولیں ڈھیلی شمار کی جاتی تھیں، اِسی لیے ہمارے اکابر نے قرآنی دلائل کو منطقی طرزِ اِستدلال میں ڈھالا، مگر مدّت ہوئی دورِ منطق اپنی بساط لپیٹ

کر ''نفسیات'' کے لیے جگہ خالی کر چکا ہے۔ دورِ حاضر کا نازک مزاج ذہن منطقی دلائل کے بوجھ سے ابا کرتا ہے۔ بنا بریں شدید ضرورت تھی کہ قرآنِ کریم کے عقائدِ صحیحہ کو مطالعۂ نفس کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ حق تعالیٰ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ موصوف نے زیرِ نظر کتاب میں اس اچھوتے موضوع پر قلم اُٹھایا ہے۔ فاضل مصنف نے جو قدیم وجدید علوم کے جامع ہیں، ''نفسیات'' کے ایک مجتہد کی حیثیت سے ان اسباب کا نفسیاتی تجزیہ کیا ہے جو دعوتِ انبیاء میں حائل ہوتے ہیں۔ اُمید ہے کہ اس کے مطالعہ سے ملاحدہ کے شکوک وشبہات کی تاریکی کافور ہوجائے گی اور نئے تعلیم یافتہ طبقہ کو سکون وطمانیت کی نئی دولت میسر آئے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۹۲ھ)

فرائض الاسلام (عربی)

حضرت العلامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تحقیق وتعلیق: مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی۔ صفحات: ۱۴۸۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ پتا: مولانا محمد عالم، مہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم، بھینڈو، حیدر آباد، سندھ۔

بارہویں صدی کے مشہور عالم ومحقق حضرت الشیخ العلامہ مخدوم محمد ہاشم قدس سرہٗ جو علمی تبحر، کثرتِ اِفادہ اور تحقیق وتالیف میں سندھ کے شاہ ولی اللہؒ تھے، اُن کی بہت سی کتابیں ابھی حلیۂ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئیں، لیکن ان کی جو کتاب بھی اُٹھا کر دیکھیے، اس میں علم وتفقہ کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آئے گا۔

اُن کی زیرِ نظر کتاب ''فرائض الاسلام'' اپنی نوعیت کی عجیب ترین کتاب ہے، جس میں حضرت رحمہ اللہ نے اِسلام کے اَرکانِ خمسہ سے متعلق آدمی پر جو جو فرائض اِسلام کی جانب سے عائد ہوتے ہیں، اُن کی فہرست گن گن کر بتادی ہے کہ ایمان باللہ سے متعلق اتنے فرائض ہیں، ایمان بالملائکہ سے متعلق اتنے، ایمان بالکتب سے متعلق اتنے..... وغیرہ وغیرہ۔

بلاشبہ یہ رسالہ اپنے موضوع پر اچھوتی چیز ہے اور آدمی کو اس کے فرائض سے آگاہ کرنے کے لیے بے نظیر۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۹ھ)

فرائض الاسلام (اُردو)

علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھویؒ۔ ترجمہ: مولانا ابوالعلاء محمد عبدالعلیم ندوی۔ صفحات: ۲۳۶۔

قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: مولانا محمد عالم، مہتمم مدینۃ العلوم بھنڈہ، حیدر آباد (سندھ)۔

آج سے آٹھ سال بیشتر محرم الحرام ۱۳۹۹ھ کے ''بینات'' میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس سرہٗ اور ان کی زیرِ نظر تالیف کا تذکرہ نہایت ہی جامع انداز میں آچکا ہے۔

کتاب کی چونکہ زبان عربی تھی، اس لیے اس سے اِستفادہ صرف عربی دان طبقہ تک محدود تھا، ضرورت تھی کہ اس گراں قدر علمی جوہر کو اُردو کا جامہ پہنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا محمد عالم صاحب! کو جن کی مساعیٔ جمیلہ سے مولانا ابوالعلاء محمد عبدالعلیم صدیقی ندوی نے حضرت کی تصنیفات کے تعارف اور سوانحی خاکہ پر مشتمل ۶۰ صفحات کے مبسوط اور مفصل مقدمہ کے ساتھ کتاب کو اُردو کے قالب میں ڈھال دیا۔ اُمید ہے اہلِ ذوق اس قیمتی جوہر کی قدر کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ)

توحیدِ الٰہ العالمین

مولانا حافظ عبدالمجید صاحب شاکر۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: چغتائی جنرل اسٹور، اینڈ بک ڈپو کہروڑ پکا، ضلع ملتان۔

زیرِ نظر کتاب کی اِفادیت واَہمیت کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ کتاب کی اِبتدا میں حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب فاضل دیوبند اور جامع المعقول والمنقول حضرت العلامہ مولانا محمد شریف صاحب کاشمیری، شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی آرا درج ہیں، جو اِس کتاب کے مندرجات کی تصدیق وتائید کے لیے کافی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

اِیمان و اِیمانیات

مولانا محمد اِسحٰق صدیقی۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مجلسِ دعوت وتحقیق، پوسٹ بکس: ۳۴۶۵، کراچی نمبر ۵۔

جدید نسل کی تعلیم وتربیت کے لیے ''مدرسہ عربیہ اسلامیہ'' کے شعبۂ نشر واشاعت نے ایسی کتابوں کی تالیف واِشاعت کا سلسلہ شروع کیا جن میں اسلامی اُصول وعقائد کی موٴثر اُسلوب میں تشریح کی گئی ہو۔ زیرِ نظر رسالہ ''اِیمان واِیمانیات'' اس سلسلہ کی اہم ترین کڑی ہے، جس میں اِسلام کے بنیادی عقائد (توحید،

رسالت، ختمِ نبوت، وحی، ملائکہ، قیامت، تقدیر وغیرہ) کی توضیح جدید ذہن کی عقلی ونفسیاتی سطح کے مطابق کی گئی ہے۔ یہ رسالہ اس کا مستحق ہے کہ طلبہ کے تعلیمی نصاب میں شامل کیا جائے۔ آج نئی نسل کی کجروی کی شکایت عام ہے، لیکن اس کے مؤثر علاج کی طرف سے یا تو غفلت ہے یا صحیح تدبیر کا فقدان ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخری ۱۳۹۵ھ)

اِسلام کے بنیادی اُصولوں: توحید، نبوّت، قیامت کی تشریح
بالکل نئے اور انوکھے طرز پر

جناب ڈاکٹر محمد عبدالحمید بیگ (ہومیو پیتھ)۔ صفحات: ۱۳۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، مرار اسٹریٹ، پاکستان چوک، کراچی نمبر ۱۔

کتاب کا طویل نام سمّی کا واقعی ترجمان ہے، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی اور جناب مفتی ولی حسن خان ٹونکی کی تقریظ کا شرف بھی اسے حاصل ہے۔ جدید طبقہ کے لیے اس کا مطالعہ بہت ہی مفید ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

دلیل المشرکین (عربی)
مع ترجمہ: ایضاح المؤمنین

تصنیف: مولانا احمدالدین بگوی (المتوفی: ۱۲۸۶ھ)۔ ترجمہ: مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی۔ صفحات: ۲۶۰۔ قیمت (غیر مجلد): ۶ روپے۔ پتا: اِدارہ نشر و اِشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک میں ''شرک'' کی جس قدر مذمت کی گئی ہے اور اس کے گھناؤنے انجام سے جس قدر ڈرایا گیا ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مگر شیطان، بنی آدم کی زیادہ سے زیادہ فوج بھرتی کر کے اسے جہنم میں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کفر وشرک کے علاوہ جتنے گناہ ہیں ان کی کسی نہ کسی وقت اور کسی نہ کسی طرح معافی ہوسکتی ہے، اس لیے اس کی کوشش ہمیشہ یہ رہی کہ اولادِ آدم کو کفر وشرک میں مبتلا کر کے انہیں ابدی جہنم کا مستحق بنائے، اس کے لیے وہ شرک کی خوش نما شکلیں وضع کرتا ہے اور توحید کے

خوب صورت غلاف میں لپیٹ کر اس زہر کو ان کے حلق سے اُتارنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے مشرکوں کو ہمیشہ یہ پٹی پڑھائی کہ یہ بت، یہ دیوتا، یہ بزرگوں کے مجسمے، یہ مٹی اور پتھر کی مورتیاں، یہ چاند، سورج اور ستارے، یہ گائے بیل اور درخت اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کا مظہر ہیں، ان کی عبادت دراصل اللہ کی عبادت ہے، اور ان کو سجدہ درحقیقت اللہ کو سجدہ ہے۔ شیطان کی یہ چال کامیاب نکلی، چنانچہ کٹر سے کٹر مشرک بھی توحید کا دَم بھرتے ہیں، گائے بیل اور ان کے پیشاب اور گوبر کو پوجنے والے بھی ''خدا پرستی'' کا دعویٰ رکھتے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا اکلوتا بیٹا بنا کر انہیں اور ان کی والدہ ماجدہ کو خدائی کا منصب عطا کر کے ''تین ایک اور ایک تین'' کا انوکھا فلسفہ بگھارنے والے بھی دعویٔ توحید سے نہیں شرماتے۔ شیطان کے اس دام ہمرنگ زمین سے بچانے کے لیے اُمتِ مسلمہ کو قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ میں شرک کی حقیقت سے پوری طرح آگاہ کر دیا اور علمائے اُمت نے اس کی تفصیلات کو قلم بند کر کے ہر قسم کے شرک کا راستہ بند کر دیا ہے۔

اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئیں، زیرِ نظر کتاب ان میں بڑی حد تک جامع نظر آتی ہے۔ کتاب کے مصنف تیرھویں صدی کے جید عالم اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی قدس سرہٗ کے شاگردِ رشید ہیں۔ مصنف نے شرک کی بیس قسمیں بیان کی ہیں اور ہر قسم کو قرآن وحدیث اور ائمۂ سلف کے حوالوں سے روشن کیا ہے، قرآن مجید کی آیات نقل کرتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ ان کی تفسیر و تشریح بھی کرتے جاتے ہیں۔ رسالہ کے آخر میں فِرَقِ باطلہ کا بیان، رقص وغنا کے بارے میں ایک وصیت اور فضائل و رذائل کا بیان ہے۔ رسالہ میں اگرچہ بعض کمزوریاں بھی ہیں جن کی طرف فاضل مترجم نے اشارہ کیا ہے، تاہم مصنف نے ''شرک'' کے موضوع پر بڑی بیش قیمت معلومات جمع کر دی ہیں جو ان کی دِقتِ نظر اور تبحرِ علمی کی دلیل ہے۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی زید مجدہٗ مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے اس نفیس کتاب کا نسخہ تلاش کر کے اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع فرمایا۔ ترجمہ بڑا سلیس ہے، جگہ جگہ بین القوسین تشریحی عبارتوں کا اضافہ کیا گیا ہے، اور بعض جگہ ضروری نوٹ بھی دیتے گئے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ)

اسلامک فیتھ اینڈ پریکٹس

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی۔ ترجمہ: ڈاکٹر محمد آصف قدوائی ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی۔ صفحات: ۱۴۲۔ قیمت (مجلد): ۶ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی ساہیوال۔

یہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کی معروف کتاب ''دین وشریعت'' کا انگریزی ترجمہ ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ اِسلام کے دو حصے ہیں: اِعتقادی اور عملی۔ اِسلام کا اِعتقادی شعبہ "الدین" کہلاتا ہے، اور اس کے عملی شعبہ کو ''شریعت'' کہا جاتا ہے۔ پہلے شعبہ کے ذیل میں مصنف نے اسلامی عقائد: وجودِ باری، توحید، رسالت اور آخرت کے مسائل کو ایسے دِل نشین انداز میں پیش کیا ہے کہ کٹر سے کٹر دہریہ کے دِل میں بھی بات اُترتی چلی جائے، بشرطیکہ اس نے دِل و دِماغ کے سارے دروازوں کو بند ہی رکھنے کا فیصلہ نہ کرلیا ہو، اور شریعت کے ذیل میں عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، معاشرت، سیاست، حمایت ونصرت اور تصوف پر بڑی خوش اُسلوبی سے گفتگو کی گئی ہے۔ کتاب کا مسک الختام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ وبابرکت دُعاؤں پر ہوتا ہے۔ کتاب کا مقصد چونکہ پورے اِسلام کا تعارف ہے، اس لیے ہر بحث میں اختصار و جامعیت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ البتہ بعض جگہ خوب شرح وبسط سے کام لیا گیا ہے۔ یہ کتاب انگریزی داں طبقہ کے لیے بے حد مفید ہے، جو اِسلام کا صحیح تعارف حاصل کرنے کے مشتاق ہیں۔ نیز مغربی ممالک کے مسلمانوں یا نومسلموں کے لیے بھی یہ کتاب نعمتِ غیر مترقبہ اور قابلِ قدر تحفہ ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ)

ا:...الفقہ الاکبر

اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۷۵ پیسے۔

۲:...عقیدۂ طحاوی

اِمام ابوجعفر طحاویؒ۔ صفحات: ۹۸۔ قیمت: ۵۰/۱ روپیہ۔ پتا: اِدارۂ نشر و اشاعت، جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، پنجاب۔

ان دونوں رسالوں کی قدر و منزلت علمی حلقوں کے لیے محتاجِ تعارف نہیں۔ اہلِ حق (اہلِ سنت والجماعت) کے عقائد کے بیان میں جو چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں، یہ دونوں گویا سب کی اصل الاصول اور ''اُمہات العقائد'' ہیں۔ اِدارہ نشر و اِشاعت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی دامت برکاتہم کے اُردو ترجمہ کے ساتھ ان کو شائع کر کے گراں قدر علمی خدمت انجام دی ہے۔

''الفقہ الاکبر'' پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر زید مجدہم کا فاضلانہ

مقدمہ ہے، جس میں اِمام ابوحنیفہؒ کی جلالتِ قدر کو بڑی جامعیت واختصار سے اُجاگر کیا گیا ہے، نیز بعض لوگوں کے اس شبہ کو کہ ''الفقہ الاکبر'' اِمامِ اعظمؒ کی تصنیف نہیں، شافی دلائل سے زائل کیا گیا ہے۔ ''عقیدۂ طحاویؒ'' پر مقدمہ خود مولانا سواتی نے لکھا ہے اور کتاب کے آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا رسالہ ''عقیدۂ حسنہ'' بھی ملحق ہے۔ موجودہ نظریاتی اِفتراق کے دور میں یہ دونوں رسالے بہت ہی مفید وکارآمد ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۲ھ)

مشرک کون؟

ایچ ایم قادری۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: اِدارۂ اِصلاح وخدمت انسانیت، سی پی او بکس: ۴۳۳۱، پوسٹ کوڈ ۷۴۷، کراچی۔

کفر اِسلام کی اور شرک توحید کی ضد ہے، مگر نادانی وجہالت کی وجہ سے بہت سے لوگ بعض کفریہ عقائد کو اِسلام اور مشرکانہ عقائد کو توحید سمجھتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ صاف ستھرے انداز میں عام فہم اُسلوب سے عوام الناس کو یہ باور کرایا جائے کہ ایمان واِسلام اور توحید کی حدود کون کون سی ہیں؟ تمام انبیائے کرام اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام اکابرینِ اُمت نے اس کی دعوت دی۔ زیرِ نظر مجموعہ میں اسی موضوع کو قرآن وسنت اور اکابرینِ اُمت کی تصنیفات سے منقح کرکے اختصار سے سوال وجواب کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ قارئین اس کو پڑھ کر محظوظ ہوں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ)

سائنس اور اِسلام

شیخ التفسیر علامہ شمس الحق افغانیؒ۔ ترتیب: مولانا عبدالرحمٰن صدیقی۔ صفحات: ۲۷۱۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ پتا: مکتبۃ الحسن، ۹/۲۹، لال چوک، عبدالکریم روڈ، قلعہ گوجر سنگھ، لاہور۔

موجودہ دور کے ''پڑھے لکھے'' حضرات سائنسی اِیجادات کو دیکھ کر احساسِ کمتری کا شکار ہوجاتے ہیں اور اِسلام کے بجائے سائنسی اِیجادات اور سائنس والوں کے ذہن وفکر سے مرعوب دکھائی دیتے ہیں۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے متفرق مقالات میں قوتِ اِستدلال کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے کہ سائنس درحقیقت اسلامی فلاسفہ کی جدوجہد اور موشگافیوں کا نتیجہ ہے اور سائنس کے

اُصول وفروعِ اسلامی اور عرب سائنس دانوں کی کاوشوں کا ثمرہ ہیں اور اِسلام اور سائنس ایک دُوسرے سے متصادم نہیں بلکہ موجودہ سائنس اسلامی معتقدات کی مؤید ہے۔

مرتب موصوف نے کتاب کا تعارف یوں کرایا ہے:

''موجودہ کتاب منتشر مضامین کا مجموعہ ہے، جسے سیاہ کار نے بڑی تگ ودو سے ایک مربوط تصنیف کی شکل میں جمع ومرتب کیا ہے، مختلف آیات وعربی عبارات کا ترجمہ کرکے نئے عنوانات قائم کیے اور مضامین کی اہمیت کے لحاظ سے اسے آٹھ ابواب پر ترتیب دیا۔''(۱)

کتاب ہر اعتبار سے جاذبِ نظر ہے، کتابت، طباعت اور تجلید کی عمدگی نے اسے جاذبِ نظر بنادیا ہے۔ اُمید ہے باتوفیق قارئین اس قیمتی خزانہ سے اِستفادہ کرنے میں بخل سے کام نہ لیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ)

خلائی تسخیر اور قرآنِ کریم

مولانا ابومسعود نقشبندی۔ صفحات: ۲۵۲۔ قیمت (قسم اوّل): ۴ روپے۔ (قسم دوم): ۳ روپے۔ پتا: ادارۂ فروغِ اِسلام، شجاع آباد، ضلع ملتان۔

بعض مرعوب ذہن سائنسی ترقی اور خلائی تسخیر کو قرآنِ کریم کے پیش فرمودہ فطری حقائق کے لیے زبردست چیلنج تصوّر کرتے ہوئے ''اِسلام کی نئی تعبیر'' کا مشورہ دیتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں بتلایا گیا ہے کہ سائنس کی تمام اِمکانی ترقیات بھی قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور شریعتِ مقدسہ کے پیش کردہ حقائق کو غلط ثابت نہیں کرسکتیں، بلکہ سائنس کی بدولت بہت سے حقائقِ شرعیہ آفتابِ نیمروز کی طرح روشن ہوگئے ہیں۔ کتاب بڑی دِلچسپ، فکرانگیز اور عام فہم ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۷ھ)

سائنس دانوں کو دعوتِ حق

جنابِ اسداللہ خاں، بی ایس سی (علیگ)۔ صفحات: ۲۷۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: بارگاہِ ادب، اکبر روڈ کراچی ۱۱۔

(۱) ص۱۰

سائنس -جس کا موضوع نوامیسِ فطرت اور قوانینِ طبیعہ سے نقاب کشائی ہے- عجیب بات ہے کہ خود اسی کے اُصول ونظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ مؤلف -جو خود بھی سائنس کے گریجویٹ ہیں- کے نزدیک: ''اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان نظریات کو اِنسان قائم کرتا ہے اور اِنسان خطا کا مرکب ہے، لہٰذا اس کی بنائی ہوئی کوئی تھیوری نقائص سے خالی نہیں ہوسکتی۔'' قرآنِ کریم کی آیاتِ بینات میں کائنات کے خلق و اِرتقا اور مظاہرِ فطرت کی بوقلمونیوں کے بارہ میں جو غیر متبدل اُصول وقوانین پیش کیے گئے ہیں، زیرِ نظر کتاب میں ان تمام آیات (کے صرف ترجمہ) کو گیارہ (۱۱) عنوانات کے تحت مرتب کرتے ہوئے فاضل مؤلف نے تمام سائنس دانوں کو خواہ وہ کسی مذہب وملت کے قائل ہوں یا نہ ہوں، یہ دعوت دی ہے کہ سائنسی اُصول ونظریات میں اِنسان کے اِختراعی طریقوں سے ضرور فائدہ اُٹھایا جائے، لیکن ''ایسے اُمور میں جہاں منجانب اللہ کچھ رہبری ہورہی ہو تو اس سے بھی ہم کو فائدہ اُٹھانا چاہیے۔'' محترم مؤلف کی یہ کوشش مبارک ہے۔ آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری مدفیضہم کا تصدیق شدہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۷ھ)

عالمگیر مذہب

حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدفیضہٗ۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت (قسم اوّل): ۳۰ پیسے۔ (قسم دوم): ۳۵ پیسے۔ ناشر: شعبۂ نشر واِشاعت مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت، احمد پور شرقیہ۔

یہ کتابچہ حضرت علامہ کا فاضلانہ مقالہ ہے جو ملک کے مؤقر ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک میں شائع ہوا تھا اور مجلس نے اس کی اِفادیت کے پیشِ نظر الگ شائع کیا ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی مذہب کی عالمی رہنمائی کی صلاحیت کے لیے عقلی معیار کیا ہیں؟ اور کیا اِسلام کے سوا کوئی مذہب یہ صلاحیت رکھتا ہے؟ مقالہ بلاشبہ بصیرت افروز ہے، اس کا ترجمہ دُنیا کی دیگر معروف زبانوں میں بھی آنا چاہیے۔ حق تعالیٰ ناشرین کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

اَساسیاتِ اِسلام

مولانا محمد حنیف ندوی۔ صفحات: ۳۰۴۔ قیمت: ۱۰/۵۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ ثقافت

اِسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

مولانا محمد حنیف ندوی ایک بلند پایہ مفکر، اَدیب اور مصنف کی حیثیت سے علمی حلقوں کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اہلِ حدیث مسلک سے تعلق ہے۔ فلسفہ اُن کا خاص موضوع ہے۔ اِمام غزالی، اِبنِ تیمیہ، اِبنِ خلدون اور اشعری رحمہم اللہ کے اَفکار کی تشریح و توضیح میں ان کی فکری کاوشیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔

''اَساسیاتِ اِسلام'' کے نام سے کتاب کے موضوع کی وضاحت نہیں ہوتی، اِس لیے سرورق پر کتاب کا موضوع اِن الفاظ میں مشخص کیا گیا ہے:

''اِسلام کی روشنی میں فرد اور معاشرہ کے فکری اور تہذیبی مسائل کا تجزیہ اور حل''

مغرب کے صنعتی اِنقلاب نے جس جاہلیتِ جدیدہ کو جنم دیا، اُس نے نہ صرف بے شمار مسائل، ان گنت ناہمواریوں، لاتعداد تضادات اور بے حد اُلجھنوں کے تحائف سے جدید اِنسان کو نوازا، بلکہ اسے اِنسانی قدروں اور رُوحانی رِشتوں سے اِس حد تک محروم کر دیا کہ وہ اچھا خاصا ''حیوانِ آکل'' بن کر رہ گیا۔ مور بیضہ کی طرح اس کی تگ و تاز کا میدان اس فضائے نیلگوں تک محدود ہے، وہ مادّیت کے ایک ایک شعبۂ حیات کے لیے مستقل سائنس رکھتا ہے، کیڑے مکوڑے اور درختوں کے پتے تک اُس کی سائنٹفک ریسرچ کا موضوع بنے ہوئے ہیں اور اس کی سائنسی تحقیقات سے مشرف ہو رہے ہیں، لیکن جو چیز اس کی نظرِ اِلتفات سے محروم ہے، وہ خود اس کا فلسفۂ موت و حیات اور قلب و نظر کی سائنس ہے، جسے ''مذہب'' کہا جاتا ہے، اور جو اِنسان کے سر پر "ولقد کرمنا بنی آدم" [۱] کا تاج رکھ کر صرف اقلیم مادّیات کی سیادت و قیادت ہی اسے عطا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی معصوم اور نورانی مخلوق کو اس کے آگے سرنگوں دیکھنا چاہتا ہے: "واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم"۔ [۲]

جدید اِنسان کا گوشۂ چشم کبھی اپنے فلسفۂ زیست (مذہب) کی طرف ملتفت ہوا بھی تو اس نیت سے نہیں کہ وہ اس کے ذریعہ شرفِ اِنسانیت کی تکمیل کا مواد فراہم کرے، یا اپنے داغِ جگر اور افسردگیٔ قلب کا مداوا ڈھونڈے، بلکہ اس نقطۂ نظر سے کہ: مادّیت کے جدید اسلحہ سے مذہب کی رُوح کو کچلنے میں کامیابی کس طرح حاصل کی جائے؟

الغرض! آج کا جدید اِنسان، سائنسی اِنسان اور مشینی اِنسان مذہب بیزاری کی بدولت رُوحانی خودکشی کر چکا ہے، وہ خود اَپنے ہاتھوں جس قدر مظلوم، بے بس، محروم اور بے مقصد بن چکا ہے، تاریخ نے اپنے

(۱) الاسراء: ۷۰
(۲) البقرۃ: ۳۴

طویل ترین سفر میں اُسے کبھی اتنا مظلوم اور لاچار نہیں دیکھا ہوگا۔ مولانا ندوی نے صحیح لکھا ہے:

''مادیت کے اس بڑھتے ہوئے ریلے میں دُنیا کس عظیم خطرے سے دوچار ہے، اس کو سمجھنے کے لیے یورپ اور امریکا کے اُس لٹریچر کو پڑھنا چاہیے جس کو وہاں کے ''مستقبل آشنا'' اہلِ دانش نے ترتیب دیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اگر سائنس اور ٹیکنالوجی کے ترقی پذیر تقاضوں کے لیے کوئی نصب العین نہ وضع کیا گیا یا ارتقا برائے ارتقا کے اُصول پر پابندیاں عائد نہ کی گئیں اور اس چیز کے مواقع فراہم کیے جاتے رہے کہ لذتِ ایجاد کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ خود تہذیب انسانی کے لیے خطرات پیدا ہو جائیں گے، مثلاً دُھویں اور گیس سے ساری فضا زہر آلود ہو جائے گی، انسانی اختیار اور نشاط آفرینی کا دائرہ نت نئی ایجادات سے تنگ سے تنگ تر ہو جائے گا.... سب سے بڑھ کر خطرہ یہ ہے کہ بالآخر یہ انسان مشینوں کی دائمی رفاقت سے خود مشین بن کر رہ جائے گا اور وہ اپنا رُوحانی اور اخلاقی تشخص کھو بیٹھے گا، جس کی وجہ سے یہ مسجودِ ملائکہ قرار پایا تھا۔''(۱)

''ہمارے نزدیک سائنس اور ٹیکنالوجی کے موجودہ ارتقا نے جس سب سے بڑے خطرے کو جنم دیا ہے وہ یہ ہے کہ انسانی تہذیب نے رُوحانی اور اَخلاقی قدروں سے محرومی اختیار کر لی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ علاوہ ان خطرات کے جن کی طرف ''مستقبل آشنا'' دانش وروں نے اشارہ کیا ہے، وہ قاہر و بااختیار انسان۔ جس نے اس مادی تہذیب کی تخلیق کی تھی۔ خود اس کے مقابلہ میں بے بس اور مجبور ہو کر رہ گیا ہے، اس کا اختیار اس سے چھن گیا ہے اور یہ قطعی اس لائق نہیں رہا کہ تہذیب کے اس اَسپ تیز رفتار کو روک سکے، اس کی منہ زوریوں کا مداوا کر سکے یا اس کے لیے راہِ منزل کا تعین کر سکے۔''(۲)

جدید انسان کی اِس محرومیت کے اَسباب وعوامل کیا تھے؟ اس نے بقائی عقل و خرد و قبائے مذہب کیوں اُتار پھینکی؟ وہ انسانیت کی اعلیٰ قدروں کے تمام پیمانے توڑ دینے پر کیوں آمادہ ہوا؟ اور اس نے گلیم مادیت پہن کر ''مشینی حیوان'' کی حیثیت میں زندہ رہنے کو کیوں ترجیح دی؟ اس پر طویل بحثیں ہو چکی ہیں اور ہمارے مفکرین ایک مدت سے بے چین ہیں کہ کسی طرح جدید انسان اور مذہب کے درمیان پیدا شدہ خلیج کو پاٹ دیا جائے۔ وہ ''کچھ لو اور کچھ دو'' کے اُصول پر کوئی ایسا ''مصالحتی فارمولا'' تلاش کرنا چاہتے ہیں جو انسان اور مذہب بیک وقت دونوں کے لیے قابلِ قبول ہو اور جو دونوں کو ایک دُوسرے کے قریب لانے میں ممد و معاون ثابت ہو، ظاہر ہے کہ اس صورت میں کچھ مشورے مذہب کو دیے جائیں گے اور کچھ فرمائشیں

(۱) ص: ۱۳۲
(۲) ص: ۱۳۴

مشینی دور کے اِنسان سے کی جائیں گی۔

مغرب – جو اس فتنہ سامانی کا موجد ہے – مدّت ہوئی اپنے مذہب؛ عیسائیت اور یہودیت سے ایک مصالحتی فارمولا طے کر چکا ہے، اور وہ یہ کہ مذہب ہر شخص کا اِختیاری و اِنفرادی معاملہ ہے، مذہب کو تہذیب و معاشرت کے دوائر میں داخل اور دخل دینے کی اجازت نہ ہوگی، نہ وہ قانونی، سیاسی، اقتصادی اور انتظامی اداروں کو کنٹرول کرے گا، نہ اُن کی راہنمائی کرے گا، نہ اُنہیں کوئی مشورہ دے گا، لہٰذا مذہب لائقِ قبول ہے بشرطیکہ وہ اپنے جامہ سے باہر پاؤں پھیلانے کی جسارت نہ کرے، بلکہ اُس کا دائرۂ عمل مذہبی رُسوم تک محدود رہے اور وہ بھی صرف رضا کارانہ طور پر۔ اس مصالحت کے بعد وہاں مذہب زندہ ہے، مگر اس کا کوئی اِجتماعی کردار نہیں، نہ وہ مادّیت کے طوفان میں افراد سازی ہی کا کام کر رہا ہے۔

جہاں تک اِسلام کا تعلق ہے وہ اس مصالحتی فارمولے پر آمادۂ صلح نہیں، اس کا پہلے دِن سے اعلان ہے:

"قل الحق من ربکم، فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر، انا اعتدنا للظّٰلمین نارًا احاط بھم سرادقھا."(۱)

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم صاف صاف) کہہ دیجیے کہ حق تمہارے رَبّ کی جانب سے (آچکا) ہے، اَب جس کا جی چاہے اِیمان و تسلیم کا راستہ اِختیار کرے اور جس کا جی چاہے کفر اور بے اِیمانی کا راستہ لے (اور خوب یاد رکھے کہ) بے شک ہم نے (ایسے) ظالموں کے لیے آگ تیار رکھی ہے جس کی قناتیں اُنہیں ہر چہار طرف سے محیط ہوں گی۔''

اِسلام کسی کا منّت کش نہیں کہ وہ کاسۂ اِحتیاج لے کر کسی تہذیب کے دروازے پر دستک دے، بلکہ وہ کمالِ بے نیازی سے بڑی سے بڑی ترقی یافتہ خود سر تہذیبوں کو ''اَسْلِمْ تَسْلَمْ'' کی دعوت دے کر بار احسان اُن پر رکھتا ہے:

"یمنّون علیک ان اسلموا، قل لا تمنّوا علیّ اسلامکم بل اللّٰہ یمنّ علیکم ان ھداکم للایمان"(۲)

''وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اِحسان دھرتے ہیں کہ اُنہوں نے اِسلام قبول کر لیا، آپ کہہ دیجیے کہ اپنے اسلام لانے کا احسان مجھ پر مت رکھو، بلکہ اللہ تم پر اِحسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمہیں اِیمان کی ہدایت عطا فرمائی۔''

---

(۱) الکہف:۲۹

(۲) الحجرات:۱۷

اِسلام خود دِینِ فطرت ہے، وہ فطرت کے معیار اور پیمانے وضع کرتا ہے اور اِنسانیت کی تمام اعلیٰ اقدار کا مجسم نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں پیش کر کے تمام اِنسانیت کو دعوت دیتا ہے کہ اپنے تہذیبی معیاروں کی پیمائش اس پیمانہ سے کر کے دیکھو کہ وہ صحیح ہیں یا غلط، وہ پیمانۂ فطرت پر پوری اُترتی ہیں یا نہیں؟

"لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة."(۱)

''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔''

اِسلام کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ اس ''پیامِ اَمن وسلامتی'' کو قبول کرے: "لا اكراه في الدين"(۲) لیکن وہ بڑی سختی سے یہ بھی اِعلان کرتا ہے کہ جو شخص اس گہوارۂ اَمن میں پناہ لینا چاہتا ہے اُسے اپنی خواہشات کو چھوڑ کر آنا ہوگا، آنے نہ آنے کا اِختیار ہے، لیکن جو آتا ہے اُسے پورے اِنشراحِ صدر کے ساتھ آنا ہوگا اور ''آدھا اَندر، آدھا باہر'' کی پالیسی پر عمل کرنے کی اِجازت نہ ہوگی:

"يايها الذين امنوا ادخلوا في السلم كافة."(۳)

اَغراض وخواہشات اِنسان کی فطری کمزوری ہے۔ عام طور سے آدمی کسی چیز کے رَدّ وقبول میں اَغراض وخواہشات کے پیمانے اِستعمال کرتا ہے۔ حد یہ ہے کہ وہ کسی دِین کو قبول کرتا ہے تو اُس میں بھی اپنی خواہشات کی آمیزش ضروری سمجھتا ہے، اور جب دِین پر اَغراض وخواہشات اور نفسانی پسند وناپسند کا غلاف چڑھا دیا جائے تو نہ صرف اُس کی چمک دمک مدہم پڑ جاتی ہے، بلکہ رفتہ رفتہ دِین کا حلیہ ہی بگڑ کر رہ جاتا ہے۔ یہودیت ونصرانیت اور دیگر مذاہب کو یہی حادثہ پیش آیا اور وہ اپنی بقا کے لیے اِنسانوں کے رحم وکرم پر رہ گئے، اِس لیے اُنہیں بہرحال مصالحتی سمجھوتہ کرنا پڑا۔ برعکس اس کے اسلام دائمی صداقت لے کر آیا تھا، اس کی حفاظت وصیانت کا غیبی اِنتظام کر دیا گیا۔ ناممکن ہے کہ آفتابِ اسلام کو اِنسانی خواہشات کے غبار سے بےنور کر دیا جائے۔ اِس غیبی اِنتظام کی نشان دہی کرتے ہوئے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين."(۴)

''اِس علمِ دِین کو ہر آئندہ نسل کے ایسے دیانت دار لوگ حاصل کرتے رہیں گے جو غلو پسندوں کی

(۱) الاحزاب:۲۱
(۲) البقرۃ:۲۵۶
(۳) البقرۃ:۲۰۸
(۴) مشکاۃ المصابیح، ص:۳۶، ط: قدیمی۔

تحریف، باطل پرستوں کے غلط دعاوی اور جاہلوں کی تاویلِ باطل کا پردہ چاک کرتے رہیں گے۔''

اِس طرح دینِ اِسلام نہ صرف کامل ومکمل ہے، بلکہ پائیدار و پائندہ بھی ہے، اور یہ اپنی بقا کے لیے کسی کا ممنون نہیں، بلکہ اس کے پاس خود کار غیبی اِنتظام موجود ہے جو اس کی بقا کا ضامن ہے۔ اسی نکتہ سے ''مجدّدِین'' اور ''متجدِّدین'' کے درمیان جو فرق ہے، واضح ہو جاتا ہے۔ ''مجدّدِین'' اِنسانوں کی خود تراشیدہ بدعات کے داغ دھبوں سے دامنِ اِسلام کو صاف کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ''متجدِّدِین'' کا شیوہ یہ ہے کہ وہ اِسلام میں غلط اَغراض وخواہشات کی پیوندکاری کے لیے ہمیشہ بے تاب رہتے ہیں۔

غرض اسلام اور معاشرہ کے درمیان مصالحت کا یہ تصور ہی غلط ہے جس کا تجربہ دانش ورانِ مغرب اپنے یہاں کر چکے ہیں، اور جس کی دعوت ہمارے جدید مصلحین کی جانب سے دی جاتی ہے، اور چاہا جاتا ہے کہ ''آزاد اِجتہاد'' سے تراش کر اِسلام کے کس بل نکالے جائیں، تاکہ اسے معاشرہ پر منطبق کیا جاسکے۔ ممکن ہے ان میں کچھ حضرات مخلص بھی ہوں اور وہ کمالِ اخلاص و دِل سوزی سے چاہتے ہوں کہ کسی طرح اسلام کو معاشرہ سے ہم آہنگ کیا جاسکے، لیکن اِس میں شک نہیں کہ وہ اسلام کی نفسیات اور اُس کے مزاج سے ناواقف ہیں۔ اسلام خدائے لم یزل کا آخری دین ہے، وہ اس لیے نازل نہیں کیا گیا کہ اسے حسبِ ضرورت توڑ موڑ کر غلط معاشروں پر چسپاں کیا جائے، وہ تو اِس لیے آیا ہے کہ خود غلط معاشروں کی اِصلاح کی جائے اور اُنہیں اسلام کے شفاف آئینہ کے سامنے کھڑا کر کے یہ دیکھا جائے کہ ان میں کس کس جگہ کیا کیا غلطیاں در آئی ہیں، تاکہ اُن کی نوک پلک دُرست کی جاسکے! ہمارے ان مصلحین کی بنیادی کمزوری یہ ہے کہ وہ ہر موقع پر یہ دیکھتے ہیں کہ آج کے دانش ور اسلام کے فلاں عقیدہ ونظریہ کے بارہ میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ اور اِسلام کو کس شکل میں دیکھنا پسند کرتے ہیں؟ اس کے بعد وہ چھوٹتے ہی اسلام کو اِصلاحی مشورے دینا شروع کرتے ہیں اور ''آزاد اِجتہاد'' کے ذریعہ اس میں ترمیمی تجاویز پیش کرنے لگتے ہیں۔ ماضی قریب میں اس کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، سود پر مبنی ساہوکاری کا دور آیا تو سود کی حلت کی تجاویز پیش ہونے لگیں۔ تعلیم نسواں کا مسئلہ اُٹھا تو اِسلامی پردہ کے خلاف محاذ کھول دیا گیا۔ اِشتراکیت کا چرچا ہوا تو لوگ اُس کو اِسلام میں داخل کرنے کی سازش کرنے لگے، وغیرہ وغیرہ۔

زیرِ نظر کتاب ''اَساسیاتِ اِسلام'' بھی بنیادی طور پر ایک مصالحتی فارمولا کی حیثیت رکھتی ہے جس میں تہذیبِ جدید کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ اسلام کے نظریۂ توحید وعبادات کو اَپنا کر رُوحانیت سے بہرہ ور ہو، اور اِسلام کو مشورہ دیا گیا ہے کہ جاہلیتِ جدیدہ کے ان کھوٹے سکوں کو سندِ جواز عطا کردے، جن کی ظاہری چمک دمک اور دِل فریبی ورعنائی پر طفلانِ مغرب ریجھے ہوئے ہیں۔

ہمارے ''جدید مصلحین'' کا ایک طرۂ امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ جب اسلام کے موضوع پر لکھتے اور بولتے ہیں تو اِس بنا پر کہ اُن کے سامنے یورپ کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کا پورا طومار موجود ہوتا ہے۔ اُنہوں نے ایک مؤمنِ قانت کے نقطۂ نظر سے نہیں، بلکہ مغرب کی کور باطنی اور کور چشمی کی سیاہ عینک سے اسلام کا مطالعہ کیا ہوتا ہے، اِس لیے اُنہیں اسلام کا ماضی ہمیشہ تاریک ہی تاریک نظر آتا ہے۔ انہیں غلط نگہی کی بنا پر اَسلاف کے کارناموں میں غلطیاں ہی غلطیاں نظر آتی ہیں، جنہیں دیکھ کر وہ عرقِ ندامت میں ڈُوب ڈُوب جاتے ہیں اور یکا یک ان کا لہجہ ایک ایسی معذرت پسندانہ پستی اختیار کر لیتا ہے، گویا میدانِ محشر قائم ہے، نفسی نفسی کا عالم ہے، مگر اُنہیں صرف اپنے نامہ عمل کا نہیں بلکہ بدقسمتی سے اپنے اَسلاف کی ''خطاؤں'' کا حساب گویا آج چکانا پڑ رہا ہے۔ ''اَسیاسیاتِ اِسلام'' کے مصنف کی زبانی ''اِعترافِ خطا'' کا یہ دِل خراش منظر نامہ ملاحظہ ہو:

''صحتِ فکر اور علمی دیانت کا تقاضا ہے کہ تعمیرِ نو کے اس مرحلہ میں ہم اِس حقیقت کو کھلے بندوں تسلیم کر لیں کہ عہدِ ماضی میں ہم سے غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں، ہم نے غیر صحت مند تمدنی رُجحانات کو نہ صرف اپنایا اور قبول کیا ہے بلکہ اُن کی پرورش بھی کی ہے، اور ایسے تصورات کو اِسلامی سمجھ کر سینے سے چمٹائے بھی رکھا ہے جن کا اِسلامی رُوح سے، اِسلام کے مزاج سے اور اِسلامی تعلیمات سے دُور کا بھی تعلق ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے، اِس اِعتراف سے دوگونہ فائدے حاصل ہوں گے: ایک تو ماضی میں جو کچھ ہوا ہے اُس کی جواب دہی سے ہم بچ جائیں گے۔ دُوسرے اس تضاد سے ہم مخلصی حاصل کر لیں گے جو اِسلام اور مسلمانوں کو مترادف سمجھ لینے سے پیدا ہو سکتا ہے۔''(۱)

وہ کون سے اُمور تھے جن کا اِسلامی رُوح، اِسلام کے مزاج اور اِسلام کی تعلیمات سے دُور کا بھی تعلق ثابت نہیں کیا جا سکتا، اس کے باوجود ہمارے اَسلاف نے اُن کو اِسلامی سمجھ کر سینے سے چمٹائے رکھنے کی غلطی کی؟ یہ داستان خود مصنف کی زبان سے سنیے:

''ہمارے ہاں علم الکلام پر اِس حیثیت سے کام ہوا کہ یہ یونانی فلسفہ کی ایک شاخ ہے.... تصوف اِسلام کے مقابلہ میں ایک مستقل بالذات نظام کی حیثیت سے اُبھرا، جس کا دعویٰ یہ تھا کہ تعلق باللہ اور عبودیت وولایت کے رشتوں کو ریاضت ومجاہدہ سے ہر ہر شخص براہِ راست اُستوار کر سکتا ہے۔ اِسی طرح فقہ کے معنی ہمارے ہاں یہ تھے کہ نئے نئے پیش آئند مسائل (میں) کتاب اللہ اور سنت کو بحیثیتِ مجموعی فکر و نظر کے سامنے رکھا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اس کی تعلیمات کی روشنی میں ان کے مسائل کا کیا حل نکلتا ہے؟ اس کے بجائے یہ ہوا کہ فقہ ایک جداگانہ فن قرار پائی اور مسائل کے حل

(۱) ص ۱۱۹، ۱۲۰

وکشید کے لیے ایسے اُصول اور پیمانے وضع کیے گئے جو ایک طرف ان رُوحانی واخلاقی اَقدار سے بیگانہ تھے جن سے اسلامی فقہ ترتیب پاتی ہے، اور دُوسری طرف جن کی صحت کے بارہ میں قیل وقال کی کافی گنجائش تھی، اس پر مستزاد یہ کہ بغیر کسی اِجتماعی اور معاشرتی ضرورت اور تقاضے کے شاخ در شاخ مسائل تراشے گئے، اِس اندازِ اِجتہاد کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ فقہ جسے زندگی کے مسائل حل کرنا تھے، جسے فکر وکاوش کی تازہ کاریوں سے تہذیب وتمدن کے قافلہ کو آگے بڑھانا تھا، اس طرح سے زندگی کی گراں باریوں میں اِضافہ کا سبب بنی۔''(۱)

لیجیے! یہ تھیں ہمارے اَسلاف کی وہ غلطیاں، یعنی علم عقائد، علم تصوف وسلوک اور علم فقہ وقانون، جن پر مصنف عرقِ اِنفعال میں ڈُوبے جاتے ہیں اور اُنہیں اپنے ماضی سے دستبردار ہوئے بغیر نہیں بن پڑتی۔ اِس سے قطع نظر کہ ان اکابر (متکلمین، صوفیا اور فقہائے اُمت) کے بارہ میں ''اَساسیاتِ اِسلام'' کے مصنف کا دامنِ فکر غلط فہمیوں کے کتنے بڑے اَنبار کو سمیٹے ہوئے ہے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب وہ اَسلاف سے اِس قدر ''حسنِ ظن'' رکھتے ہیں اور تیرہ صدیوں کی متاعِ عزیز پر اِس قدر نادم اور منفعل ہیں تو ''تعبیرِنو'' کے مرحلہ میں اِسلام کی تشریح وتعبیر میں وہ عقل وخرد اور علم ودانش کے کیا گل کھلائیں گے؟ اور ان کے اُصول اور پیمانے کیا ہوں گے؟ دراصل یہ ہمارے سادہ لوح مصلحین کی مخصوص تکنیک ہے۔ اُنہیں چونکہ ''رُوحِ اِسلام'' کو سامنے رکھ کر ''آزاد اِجتہاد'' کی دعوت دینا ہے، اِس لیے وہ پہلے مرحلہ پر ان تمام اُصول وضوابط سے چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں جو ''آزاد اجتہاد'' کی راہ میں رُکاوٹ ثابت ہوتے ہوں۔

جب علم عقائد وکلام غلط اور متکلمین کے اِرشادات ''یونانی فلسفہ کی شاخ'' قرار پائیں گے تو آپ کسی مسئلہ میں اُن کا حوالہ نہیں دے سکیں گے۔ جب تصوف اِسلام سے جداگانہ ایک چیز تصور کیا جائے گا تو مادّیت کے طوفان میں کبار اولیاء اللہ کا ۔جنہیں صوفیا کہتے ہیں۔ حوالہ بے کار ہوگا۔ اور جب فقہ کا رشتہ اسلام سے کاٹ دیا گیا تو آپ ''آزاد اِجتہاد'' کے اِستنباط شدہ نتائج سے مقابلہ میں یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ اِس مسئلہ میں اِسلام کا قانون (فقہ) تو یہ کہتا ہے، مسلمانوں کے اَسلاف میں کیڑے نکالنا اور اُن کے زرّیں کارناموں کو بھیانک شکل میں پیش کرنا، اِبلیسِ مغرب کا وہ تخریبی حربہ ہے جو انگریزی میں ''اسلام کا مطالعہ'' کرنے والوں کو اِسلام کے بارہ میں متذبذب کرنے کے لیے اِیجاد کیا گیا، اور اس کے بعد انہیں ''آزاد اِجتہاد'' کے ذریعہ ''اِصلاحِ اسلام'' کی پٹی پڑھائی گئی۔

اب تصویر کا دُوسرا رُخ ملاحظہ فرمائیے! آپ کو حیرت در حیرت ہوگی جب آپ یہ دیکھیں گے کہ وہی قلم

(۱) ص ۱۲۰، ۱۲۱

جو اِسلام کے علمِ عقائد، علمِ تصوف وسلوک اور علمِ فقہ وقانون پر ماتم کناں نظر آتا ہے، اسی کو ہم دیکھتے ہیں کہ جاہلیتِ جدیدہ کے ''فن کاروں'' پر داد وتحسین کے پھول نچھاور کرنے میں وہ کسی بخل کا مظاہرہ نہیں کرتا:

''ہمارے نزدیک ''فن کار'' کا درجہ ایک مصلح سے کم نہیں، یہ بسا اوقات بُرش اور قلم کی ایک جنبش سے ایسے عجیب وغریب نقوش اُبھار دیتا ہے جن سے قانون وآئین کی بے مائیگی کا اندازہ ہوتا ہے، اور ایک اچھے خاصے مہذب وشائستہ معاشرہ کی وہ بھیانک غلطیاں فکر ونظر کے سامنے آموجود ہوتی ہیں، عام حالات میں جن کو محسوس نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح ایک مغنیٔ شعلہ نوا اور مطربِ جانفزا دل میں طرب وانبساط کے بعض مرتبہ ایسے نازک گوشوں کو بیدار کرتا ہے جن کی بیداری سے زندگی کا پورا دبستان مہک اُٹھتا ہے۔ فن کار کی نگاہ اِحتساب معاشرہ کے عیوب ہی کو تلاش نہیں کرتی بلکہ اس کے لیے مرہم اور مداوے کا اہتمام بھی کرتی ہے۔ صرف تفریح اور خوشی کے موتی ہی نہیں بکھیرتی، زندگی کی تمام نشاط آفرینیوں میں اِضافہ کا موجب بھی بنتی ہے۔ زندگی کو ولولۂ تازہ بھی عطا کرتی ہے اور تہذیب وتمدن کو اِدراک واحساس کے ان لطائف سے بھی مالا مال کرتی ہے جن کے بغیر زندگی نص اور بے مقصد ہوکر رہ جاتی ہے۔ غرض فن ایک حسین طاقت ہے اور ایک حسین قوت ہے اور اِصلاح وتعمیر کا ایسا اُسلوب ہے جو بہرحال کارگر ہوتا ہے۔''

یہ ہے فکر ونظر کا غلط زاویہ! جس سے اِسلام کے مایۂ ناز فرزند۔ جن کی زِندگی کا مشن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کو سمجھنا اور سمجھانا تھا۔ خطاوار اور مجرم نظر آتے ہیں، اور مہذب دُنیا کے اوباش ''مصلح'' قرار دِیے جاتے ہیں ؏

''بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست''

''فنونِ لطیفہ'' اگرچہ جاہلیتِ قدیمہ کی یادگار ہے، مگر جدید جاہلیت نے ان بتانِ کہنہ کو ترقی یافتہ شکل دے کر ہوا وہوس کے نئے صنم خانوں میں لا رکھا ہے۔ اور آج کے رُوحانی واخلاقی اقدار سے محروم اِنسانوں نے ''تفریح'' کے نام پر ان کی پرستش کے نئے اُسلوب وضع کیے ہیں۔ ''اساسیاتِ اسلام'' کے مصنف سے توقع کی جاسکتی تھی کہ ان مبادیٔ فواحش کے خلاف عَلمِ جہاد بلند کریں گے، لیکن فنونِ لطیفہ پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے سینما، ٹیلی ویژن، تصویر سازی اور موسیقی کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کے ''اِجتہادی اِستدلال'' کا خلاصہ یہ ہے کہ ''چونکہ ان چیزوں کا رواج چل نکلا ہے، لہٰذا سائنس اور ٹیکنالوجی کے ان نتائج کو کسی بے جان فقہی بحث اور غیرمؤثر عدمِ جواز کے فتویٰ سے روکنا ممکن نہیں۔ اندریں صورت دِین کے حکیمانہ اندازِ فکر کا داعیہ یہ ہے کہ ہم اپنے اِجتہاد کو حریت پسندانہ اندازِ اِستدلال سے

نکال کر افادیت و دانش کے وسیع تر سانچہ میں ڈھالیں.... اور یوں سوچیں کہ اگر عہدِ جاہلیت کے بجائے اسلام آج نازل ہوتا تو ان مسائل کو کیونکر سلجھا پاتا...؟ اگر فطرت گلے سڑے فضلاتِ غذا کو دودھ جیسے مفید اور تر و تازہ غذا میں بدل دینے پر قادر ہے، اور دوا ساز مہلک و مضر اشیاء سے حیاتین تیار کر دینے پر قدرت رکھتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک مجتہد اجتہاد و تخلیق کے اس عملیہ سے کام نہ لے۔"(۱)

یہ خیالاتِ پریشاں خود مولانا ندوی کے ذہن کی اپج نہیں، بلکہ متجدّدین کے حلقہ میں یہ ایک مدّت سے گشت کر رہے ہیں۔ ایوبی دور میں جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے "اسلام کی تعمیرِ نو" کا نعرہ لگایا تو ان کے فلسفۂ تعمیر کا تار و پود انہی اُفکارِ پریشاں سے عبارت تھا۔ تعجب ہے کہ مولانا ندوی ایسا منجھا ہوا مفکر، جو افلاطون و ارسطو کے اُفکار کے تجزیہ و تحلیل پر قدرت رکھتا ہے، جو ہیوم اور کانٹ وغیرہ کے نظریات کی تنقید کا فریضہ انجام دیتا ہے اور جو "اَساسیاتِ اسلام" کی تشریح کی نازک ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہے، وہ آخر ان بچگانہ مغالطوں کے چکر میں کیوں جا پھنسا؟ سوال یہ ہے کہ "اساسیات" کے ان مباحث کو سپردِ قلم کرتے وقت مصنف نے مؤسسِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کا مطالعہ ضروری نہیں سمجھا؟ یا "زمانہ سازی" کے خمار میں وہ حکیم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو۔ خاکم بدہن۔ کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں؟

"ان چیزوں کا رواج چل نکلا ہے"، "یہ ہمارے معاشرہ میں زبردستی گھس آئی ہیں"، اور "اب ان کو روک دینا ممکن نہیں۔" ایسے فقرے لکھنے سے پہلے انہیں اسلام کی نفسیات پر غور کرنا چاہیے تھا کہ اسلام مشرق و مغرب کی تہذیبوں سے ٹکرا کر تاریخ کے دھارے بدلنے کا عادی ہے؟ یا خود تاریخ کے طوفانی ریلے میں بہ جانے کا خوگر ہے؟ وہ ہر دور کی غلط رَوِش کے خلاف سینہ تان کر کھڑا ہونے کی دعوت دیتا ہے؟ یا غلط تہذیب کے سانچہ میں ڈھل جانے کی تلقین کرتا ہے؟ اسلام کو ایسے دوں ہمت، پست حوصلہ اور کوتاہ نظر لوگوں کی ضرورت نہیں جو جہادِ زندگانی میں "تو بزمانہ بساز" کی کتاب کھول کر ناصحانہ وعظ کہنا شروع کر دیں۔ اسلام کو ایسے جوان ہمت، اُولوالعزم، بلند نظر اور بہادر سپاہیوں کی ضرورت ہے، جو رُوحانیت کی بھرپور ضرب سے تاریخی جبریت اور مادّی جدلیت کے سومنات کو مسمار کر ڈالیں۔ انسان کو لذّت طلبی اور خواہش پرستی کے طلسم سے نکال کر اسے اعلیٰ قدروں سے آشنا کر دیں۔

کون نہیں جانتا کہ آج کا انسان تہذیبِ جدید کے رنگ و بو کا مارگزیدہ ہے، نفسانی خواہشات کے طوفان نے اس کے امن و سکون کو غارت کر ڈالا ہے، اور جدید انسان "تفریح" کے لیے تہذیبِ جدید کے ان مصنوعی کھلونوں پر قناعت کناں ہے۔ مگر یہ آلاتِ طرب و نشاط جو اسے وقتی اور مصنوعی لذّت عطا کرتے

(۱) صفحہ ۱۴۹ تا صفحہ ۱۵۱، ملخصاً۔

ہیں، درحقیقت یہی اس کے امن وسکون کے غارت گر ہیں، لیکن صد حیف! کہ زمانے کے رواج کی سند لاکر مولانا ندوی اسی زہرِ ہلاہل کو نسخۂ شفا تجویز کرتے ہیں۔ یعنی ؎

میرؔ کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

الغرض! اسلام کے نقطۂ نگاہ سے مولانا ندوی کے اس فقرہ میں کوئی جان نہیں کہ چونکہ فلاں چیز کا رواج چل نکلا ہے، اس لیے اسے اسلام کی عدالت سے جواز کی سند ملنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت پیش کی تو کفر وشرک اور فسق وفجور کا کتنا رواج تھا! مولانا ندوی ایسا فلسفی اگر اس وقت موجود ہوتا تو غالباً یہی فتویٰ دیتا کہ چونکہ ان چیزوں کو قبولِ عام کی سند حاصل ہے، لہٰذا یہ سب جائز ہیں۔

تصویر اور موسیقی کے جواز کی مولانا نے کیا خوب صورت دلیل دی ہے کہ: ''اس کو بے جان فقہی بحث اور غیر مؤثر عدمِ جواز کے فتویٰ سے روکنا ممکن نہیں۔''(۱) حالانکہ دو تین صفحے پہلے رقص اور مجسمہ سازی کے جواز کو خود مولانا ہی یہ کہہ کر ردّ کردیتے ہیں کہ: ''ان کے لیے اسلامی فقہ وتہذیب میں جواز کی کوئی صورت نہیں نکلتی۔''(۲) کیا مولانا کو اس تضاد پسندی پر تنبّہ نہیں ہوا؟ یا یہ کہ ان کے ہاں ردّ وقبول کے پیمانے الگ الگ ہیں؟ یعنی جس چیز کا ذہن ردّ کرنا چاہے، اس کے لیے اسلامی فقہ وتہذیب حرکت میں آجاتی ہے، اور اس کے جواز کے سارے راستے بند کردیتی ہے، اور جس شیٔ کی طرف مولانا کی نظرِ استحسان ملتفت ہوجائے، وہاں فقہی بحث بے جان اور عدمِ جواز کے فتوے غیر مؤثر ہوکر رہ جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا کے قلم سے نکلا ہوا یہ فقرہ علمی ثقاہت سے عاری ہے: ''تصویر اور نغمہ کی بحث میں بھی اس نقطۂ نظر کو ملحوظ رہنا چاہیے کہ انداز اَب یہ نہیں اختیار کرنا چاہیے کہ ان کے حق میں یا مخالفت میں جو دلائل محدثین اور فقہاء وصوفیاء کے درمیان اُستخوانِ نزاع بنے رہے ہیں......الخ''

محدثین اور فقہاء وصوفیاء کے دلائل پر ''اُستخوانِ نزاع'' کا طنز سن کر رُوحِ ایمان لرز جاتی ہے، اور وجدان کانپ کانپ اُٹھتا ہے۔ مولانا کی منطق یہ ہے کہ مسئلہ کے حق میں دلائل کچھ ہی ہوں اور دلائل کی رُو سے راجح پہلو خواہ عدمِ جواز ہی کا ہو، ہمیں بہرحال اس کو جائز بنانا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ طرزِ فکر الحاد کے راستہ سے گزرتے ہوئے سیدھا ''اباحیت'' کے جہنم تک جاتا ہے۔ اگر ''حریت پسندانہ استدلال'' اسی کا نام ہے تو ہٹ دھرمی کو کوئی نیا مفہوم وضع کرنا ہوگا۔ متوازن بحث واستدلال کا آخر یہ کیا ڈھنگ ہوا کہ ''اگر فطرت

---

(۱) ص:۱۴۹
(۲) ص:۱۴۶

گلے سڑے فضلاتِ غذا کو دُودھ جیسی مفید اور تر و تازہ غذا میں بدل دینے پر قادر ہے، اور دوا ساز مہلک و مضر اشیاء سے حیاتین تیار کرسکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مجتہد اجتہاد و تخلیق کے اس عملیہ سے کام نہ لے سکے؟'' اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ مجتہد کا کام نصوصِ شرعیہ کے مطابق حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی نشان دہی نہیں، بلکہ یہ ہے کہ وہ اپنے اجتہاد و تخلیق سے کام لے کر حرام چیزوں میں کچھ سائنٹفک تبدیلیاں کر کے انہیں حلال بنانے کی خدمت انجام دیا کرے۔ اگر یہی ''اجتہاد'' ہے اور اسی پر ''اَساسیاتِ اسلام'' مبنی ہے تو یقین کرنا چاہیے کہ حلال و حرام کا تصور محض اضافی ہے۔ ہر کفر و شرک اور ہر بدعت و معصیت کو آزاد اجتہاد کی لیبارٹری میں لے جا کر اسے پاکیزگی و طہارت کی سندِ عطا کی جاسکتی ہے۔ مولانا مجتہد پر تخلیق کی ذمہ داری ڈالتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ اسلامی اَحکام میں اجتہاد کسی غیر موجودشی کی ''تخلیق'' کا نام نہیں، بلکہ نصوصِ شرعیہ کی تشریح و تطبیق کا نام ہے۔ اور یہ انطباق بے ہنگم نہیں، بلکہ اپنے جلو میں کچھ اُصول و ضوابط رکھتا ہے۔ لوگوں کے دِلوں میں ابوحنیفہؒ و شافعیؒ یا کم از کم ابنِ تیمیہؒ بننے کی خواہش تو چٹکیاں لیتی ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ اس کے لیے کچھ علم و عقل کی حاجت ہے...!

''اسلام اور عورت'' کے موضوع پر مصنف کی گفتگو بڑی متین اور ان کی نگہ بلند کی غماز ہے، تاہم یہاں بھی وہ تضاد کا شکار ہیں۔ یعنی ایک طرف وہ اسلام کے وکیل کی حیثیت سے عورتوں کو دورِ حاضر کی تمام ترقیات کی کھلی چھٹی دیتے ہیں، اور دُوسری طرف اسے عفاف و پاکیزگی اور نسوانی وقار کی بیڑیوں میں جکڑنا بھی چاہتے ہیں۔ نسوانی وقار کا پیمانہ جو خود قرآن نے وضع کیا ہے، مولانا کے سامنے ہے:

''وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ۔''(۱)

''اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں، اور دِکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دِکھانا دستور تھا پہلے جاہلیت کے وقت میں۔''(۲)

تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ جاہلیتِ اُولیٰ کا تبرّج آج کی جاہلیتِ جدیدہ کے ترقی یافتہ ''تبرّج'' کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ پس جب کہ قرآن صنفِ ضعیف کے نازک آبگینوں کو جاہلیتِ اُولیٰ کے غبار سے اس لیے مصئون و محفوظ رکھنا چاہتا ہے کہ اس سے نسوانی وقار مجروح ہوتا ہے، تو آج کے ''تبرّج'' میں جو -بدقسمتی سے ''ترقیٔ نسواں'' کا عنوان بن گیا ہے- نسوانی وقار کا مقدس جوہر تہذیب کے قزاقوں کے ہاتھوں محفوظ رہ سکتا ہے؟ کلّا واللہ! اندریں صورت انہیں ''ترقی'' کے نعروں سے

(۱) الاحزاب:۳۳

(۲) ترجمہ شیخ الہندؒ۔

فریب دینا اور پھر اسے عفاف و پاکیزگی کا وعظ کہنا، فلسفۂ اجتماعِ ضدین ہی کہلا سکتا ہے، جس کے مولانا بڑی شد و مد سے قائل ہیں، یعنی ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

''اسلام اور سیاست'' کی بحث میں مصنف نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ آج کے دور میں احیائے خلافت کا نظریہ محلِ نظر ہے۔ ''خلیفہ اور بادشاہ کی اصطلاحوں میں اس دور کے سیاسی شعور کو کوئی بات سمجھانا نہ صرف مشکل ہے، بلکہ غلط فہمیوں کو پیدا کرنے کے مترادف ہے۔'' اور ''حکومتِ الٰہیہ کا نعرہ محض پیرایۂ بیان کی حیثیت رکھتا ہے، جس کو کوئی سیاسی اہمیت حاصل نہیں۔'' وہ صاف صاف جمہوری نظامِ مملکت کو موجودہ عصری تقاضوں کے مطابق اسلام کا نظامِ مملکت قرار دیتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جمہوریت اقتدار کا سرچشمہ عوام کو مانتی ہے، اور تشریع و قانون سازی کے اختیارات مجلس منتخبہ کو تفویض کرتی ہے، جب کہ یہ دونوں باتیں اسلام کے یکسر منافی ہیں۔ اس کے جواب میں مصنف نے بتایا ہے کہ اسلامی جمہوریت میں اقتدارِ اعلیٰ صرف انتظامی اُمور کی حد تک ہی عوام یا اس کے منتخب نمائندوں کے پاس ہوگا، جسے وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق نافذ کریں گے۔ اور یہ کہ تشریع اور قانون سازی میں فرق ہے، قانون سازی دراصل اجتہاد و استنباط تک محدود ہوگی اور اس کے دائرے نصوص شریعت کے دائروں سے متصادم نہیں ہوں گے۔

مصنف کا یہ نقطۂ نظر بے حد اُلجھا ہوا ہے۔ مصنف کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ اسلام کا نظریۂ سیاست موجودہ دور میں ٹھیٹھ جمہوریت ہے۔ کس ملک کی جمہوریت کو کن راستوں پر چلنا ہے، اور اسے دستور و آئین اور ضابطہ و قانون کے کون سے پیمانے وضع کرنے ہیں؟ اس کا بیشتر انحصار عوام کی خواہشات پر اور اس سے بڑھ کر قومی نمائندوں کی مجلسِ مقننہ اور انتظامیہ کی سلامتیٔ فکر و نظر اور عقیدہ و عمل پر ہوتا ہے۔ اب فرض کیجیے! کہ عملی طور پر یہ جمہوریت غلط راہوں پر چل نکلتی ہے، یا اس کے تخلیقی عناصر اسلام کے نقطۂ نظر سے انحراف کر لیتے ہیں تو انہیں کنٹرول کرنے کے لیے آپ کے ہاتھ میں کیا چیز ہوگی؟ یہی اصل مرکزی سوال تھا جسے مولانا ندوی تشنہ جواب چھوڑ کر آگے نکل گئے ہیں۔ جمہوریت پر دُوسرا سوال وہ ہے جس کی طرف ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے اشارہ کیا، یعنی: ''اس میں سروں کو گنا جاتا ہے، تولا نہیں جاتا'' اور یہ کہ ؎

کہ از مغز دو صد خرکار یک مردے نمی آید
گریز از طرزِ جمہوری، غلامے پختہ کارے شو

مولانا محمد حنیف ندوی نے اس کی تاویل میں کتاب کے پورے چار صفحات سیاہ کیے ہیں، مگر انصاف

کی بات یہ ہے کہ سوال نہ صرف نظری طور پر جوں کا توں باقی ہے، بلکہ عملی طور پر بھی جمہوریت کے جو تماشے ایک مدّت سے دکھائے جا رہے ہیں، ان میں بیشتر مناظر سروں کے گننے ہی کے نظر آتے ہیں اور یوں ''مغز دو صد خر'' کو'' کاریک مردے'' پر ترجیح دی جاتی ہے۔

جمہوریت پر سب سے قوی اعتراض خود جمہوری اُصول ہی سے یہ ہوتا ہے کہ اس میں بڑی آسانی سے ایک محدود اقلیت پر جمہوری لیبل چسپاں کر کے اسے اکثریت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ ایک معینہ مدّت کے لیے ''جمہور'' خود بھی بے بسی کی چکی میں پسنے کے لیے مجبور ہوتے ہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اسلام کا معیاری نظام خلافت ہی ہے۔ اس پر مستشرقین نے اپنی کور چشمی کی وجہ سے اگر اعتراضات کیے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اسلام کا نظریہ ہی بدل ڈالیں۔

''اِقتصادیات اور اِسلام'' کے عنوان پر بحث کرتے ہوئے مصنف کا موقف یہ ہے کہ اِسلام کے پاس کوئی ڈھلا ڈھلایا اقتصادی نظام موجود نہیں، وہ صرف ان اُصولی قدروں کی نشان دہی کرتا ہے جن کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل پر غور و فکر ہو سکتا ہے، اور ہر ہر دور میں تعبیر و تشریح کی ایسی شکل اختیار کی جا سکتی ہے جو اس عصر کی رُوح کے عین مطابق ہو۔ اور ان کے نزدیک ''رُوحِ عصر کے عین مطابق'' چونکہ اشتراکی نظامِ اقتصادیات ہے، لہٰذا وہی اسلام کا اقتصادی نظریہ قرار پانے کا مستحق ہے۔

اِشتراکیت کو اِسلام کے چوکھٹے میں سجاتے ہوئے پہلا سوال یہ سامنے آتا ہے کہ اِشتراکیت کی بنیاد تاریخی جدلیت پر قائم ہے، اور اِنکارِ خدا، اِنکارِ وحی و رسالت، اِنکارِ آخرت اور اِنکارِ دِین کے عناصرِ اَربعہ سے اس کا خمیر اُٹھایا گیا ہے، جس نظام کا نعرہ ہی دِین اور دِینی اقدار سے جنگ لڑنا ہو، اسے مشرف بہ اسلام کیونکر بنایا جا سکتا ہے؟ اس کے جواب میں مصنف کی رائے یہ ہے کہ: ''ہمیں سوشلزم سے صرف اس کے معاشی نظام کی حد تک دِلچسپی ہے، اس کے پورے فلسفہ سے نہیں، اس لیے سوشلزم اپنے ریاضیاتی مزاج کے اعتبار سے نہ اسلامی ہے، نہ غیر اِسلامی، یہ ایک سائنس ہے جس کا تعلق تقسیمِ دولت کے ایک خاص طریق سے ہے۔''(۱)

ہمارے اِشتراکی مفکرین، جو اِسلام اور سوشلزم کے ملاپ کو اِنسانیت کی سب سے بڑی خدمت تصوّر کرتے ہیں، عموماً یہی نکتہ پیش کیا کرتے ہیں جو مولانا ندوی نے کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اِشتراکیت کا اقتصادی نظریہ تو اِسلامی اُصول کے عین مطابق ہے، اس میں کسر ہے تو صرف ایک آنچ کی، اور وہ یہ کہ اس نظامِ اِقتصادیات کی بنیاد دہری مادّیت اور تاریخی جدلیت پر رکھی گئی ہے۔ اے کاش! کہ دِین و مذہب پر اس

(۱) ص: ۲۴۰

کی بنیادیں اُستوار ہوتیں تو اِسلام اور اشتراکیت ایک ہی چیز کے دو عنوان ہوتے، اور اَب یہ فرض مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے کہ ایوانِ اشتراکیت کے نیچے سے زمین کھود کر اس کی تہ سے مادیت کے سارے اینٹ پتھر نکال ڈالیں اور اس خلا کو رُوحانیت سے پُر کردیں تو اِشتراکیت کا سارا راز ہر نکل سکتا ہے۔ مولانا ندوی کے الفاظ میں: ''اس وقت معاشرہ کو ابنِ عربیؒ، ابنِ تیمیہؒ اور ابوحنیفہؒ ایسی بھاری بھرکم شخصیتوں کی ضرورت ہے جو مادیت کے طوق وسلاسل سے انسان کو نجات دِلائیں، جو کتاب وسنت کے دبستان سجائیں اور قانون وفقہ کا ایسا سلجھا ہوا ڈھانچہ تیار کریں جو نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ پوری دُنیائے انسانیت کے لیے قابلِ قبول ہو۔''(۱)

ابنِ عربیؒ، ابنِ تیمیہؒ اور ابوحنیفہؒ تو خیر اَب کیا آئیں گے؟ (یوں بھی اپنے وقت میں انہوں نے جو کارنامے انجام دیے، ان کے بارہ میں مصنف کی نپی تلی رائے ہم اُوپر نقل کرچکے ہیں)۔ تاہم ابنِ تیمیہ کے جانشین کے ذہن میں قانون وفقہ کا جو ڈھانچہ ہے، اس کی جھلک خود ان کی اسی کتاب میں نظر آرہی ہے۔ ملاحظہ ہو:

> ''اِشتراکیت کی یہ اِقتصادی رُوح جس کو ہم اسلامی فکر میں سمولینا چاہتے ہیں، چونکہ اِجتماعی ملکیت کے نظریہ کی حامی ہے، اس بنا پر نجی ملکیت کے مسئلہ پر فقہی سطح پر اس لیے غور کرلینا ضروری ہے کہ اس میں (فقہ میں) تقسیمِ دولت کے قریب قریب تمام ابواب یعنی حضانت، وراثت، زکوٰۃ، صدقات وغیرہ کو اس مسلّمہ اُصول کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے کہ دولت اور اس کے ذرائع کا مالک ایک فرد یا کچھ لوگ ہیں۔''

مولانا کا مدعا یہ ہے کہ اسلامی قانون کے تمام ابواب اِنفرادی ملکیت کے اُصول پر مبنی ہیں، جب کہ اِشتراکیت کی ''اِقتصادی رُوح'' اِجتماعی ملکیت ہے۔ اس سے لوگوں نے یہ منطقی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ''اسلام اور اِجتماعی ملکیت دو مختلف چیزیں ہیں۔'' لیکن مولانا کی رائے ہے کہ ''درحقیقت ایسا نہیں'' کیونکہ بقول ان کے: فقہ کے مسائل واَحکام کو اَبدیت حاصل نہیں، وہ تو ان مجتہدانہ کوششوں سے تعبیر ہے جو ہر دور میں جاری رہیں۔ اس لیے فقہی اَحکام کے الفاظ وحروف سے زیادہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس میں کیا ''رُوح'' کارفرما ہے؟ اور پھر عام حالات میں تو خیر اِجتہاد کی ایک لگی بندھی شکل ہوتی ہے کہ نصوص کو دیکھو، تعاملِ صحابہؓ پر نظر کرو اور قواعد زبان کو مدنظر رکھو، لیکن غیر معمولی حالات میں اِجتہاد کا اُسلوب بدل جاتا ہے، وہاں صرف الفاظِ نصوص، ترتیبِ مسائل اور اُصول ومعانی کی باریکیوں کو نہیں دیکھیں گے، بلکہ.... اس خاص مسئلہ میں ''اسلام

(۱) ص: ۲۴۲

کی رُوح'' حقیقی مصلحت اور غرض و غایت کو دیکھیں گے۔

مزید وضاحت کے لیے مولانا بتاتے ہیں: دیکھو! غلامی ایک بُرائی تھی، انسانیت کی جبیں پر ایک بدنما داغ تھا۔ اس کا رواج صدیوں سے چلا آ رہا تھا۔ اس کا خاتمہ اس وقت ممکن نہ تھا۔ اسلام نے حکمت سے کام لے کر ان کے حقوق متعین کر دیے۔ صدیوں تک مسلمانوں میں یہ بُرائی رائج رہی ہے۔ اسلام کبھی اس بُرائی کو جائز قرار نہیں دے سکتا تھا۔ ہاں! اس وقت کی بین الاقوامی مجبوریوں کی بنا پر اس نے غلاموں کے اَحکام دیے، تا آنکہ یہ بُرائی خود بخود مٹ گئی۔

اسی طرح نجی ملکیت بھی مولانا کے نزدیک گو فی نفسہٖ بُرائی نہیں، مگر خاص مرحلہ میں بُرائی ہے جو پہلے سے چلی آ رہی تھی، اسلام نے اس کو تحفظِ حقوق کی خاطر جائز رکھا اور اس کے لیے اَحکام و قوانین وضع کیے۔ اور مولانا کے خیال میں اب اِشتراکی نظریۂ اِقتصادیات نے اسے بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنے کا فیصلہ کر لیا ہے، اس لیے اسلام کی رُوح اب یہی فتویٰ دیتی ہے کہ نجی ملکیت کا تصوّر ختم کر دیا جائے۔ بقول ان کے: ''نجی ملکیت سے متعلقہ اَحکام کی رُوح اِستحصال کو ختم کرنا، سرمایہ کو خرچ کرنا، پھیلانا اور اس کو چند ہاتھوں میں مرتکز ہونے سے روکنا ہے۔ اور جب یہ اسلامی رُوح اِشتراکیت کے قالب میں منتقل ہو چکی ہے تو ان اسلامی اَحکام کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔'' یہ ٹھیک وہی اندازِ فکر ہے جس کا اظہار ان سے پہلے مسٹر پرویز ان الفاظ میں کر چکے ہیں کہ ''یہ اَحکام عبوری دور سے تعلق رکھتے ہیں''، یا ڈاکٹر فضل الرحمٰن یہ کہہ کر کر چکے ہیں کہ ''یہ اَحکام وقتی و ہنگامی تھے، یا زیادہ سے زیادہ ایک نظیر کی حیثیت رکھتے ہیں''۔

بے نادیدنی را دیدہ ام من
مرا اے کاشکے مادر نہ زادے

مولانا کی منطق کو کارل مارکس کے یہودی فلسفۂ اِشتراکیت کے پرستار ذرا آگے بڑھائیں تو کہہ سکتے ہیں کہ ''اسلام اس تاریک دور میں آیا تھا جب کہ انسانیت کارل مارکس کی مادّی جدلیت کے فلسفہ سے نا آشنا تھی اور کسی نہ کسی مظہر میں ''خدا'' کا تصوّر ان کے یہاں رائج تھا، اسلام بین الاقوامی مجبوریوں کی بنا پر اس بُرائی کو مٹانے کی پوزیشن میں نہیں تھا، اس لیے اسلام نے اس کی اِصلاح کے لیے ایک صاف ستھرا عقیدہ اِنسانیت کو عطا کیا۔ اب جب کہ کارل مارکس کے طفیل زندگی کے صحیح فلسفہ، تاریخی جدلیت تک اِنسانیت کی رسائی ہو چکی ہے، اور اَب جب کہ اِنسان کے تمام مسائل اس فلسفہ کی روشنی میں حل کیے جا سکتے ہیں تو اِسلام کے تصوّرِ توحید کی رُوح خود بخود حاصل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اِسلامی توحید و عقائد اور نبوّت و رسالت کی احتیاج باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ یا دُوسرے لفظوں میں یہ کہ توحید کا مقصد اِنسانی مساوات کی دعوت

دینا تھا، اسلام نے اس کی بنیاد ڈال دی تھی اور کارل مارکس اور اس کے متبعین نے اسے انتہا تک پہنچا دیا اور جب اِسلامی توحید کی ''رُوح'' اِشتراکیت میں آگئی اور اس نے ایک فلسفہ کی شکل اختیار کرلی تو اس کے بعد نظریہ توحید خود بخود ایک غیر ضروری چیز قرار پایا۔'' اس طرح مولانا ندوی کے عطا کردہ 'اساسیاتِ اِسلام' سے چشم بددُور! خود اِسلام ہی کی ضرورت ختم ہوجاتی ہے۔ کیا مولانا ندوی اس دلیل کو آگے بڑھانے کی اِجازت دیں گے...؟

کتنے شرم کی بات ہے کہ غلامی اور نجی ملکیت کو ''فی نفسہٖ بُرائی'' تسلیم کرکے یہ دعویٰ کیا جائے کہ وہ بُرائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے کرصدیوں تک مسلمانوں میں رائج رہی، نہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے مٹاسکے، نہ خلفائے راشدینؓ کو اس کی توفیق ہوئی، نہ بعد کے مسلمانوں کو۔ اور آج اس بُرائی کے خلاف جہاد کرنے کے لیے مولانا ندوی کو 'اَساسیاتِ اِسلام'' تصنیف کرنا پڑی۔

غلامی ایک بُرائی تھی؟ نجی ملکیت ایک بُرائی تھی؟ اور خدا اور خدا کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے لیے اَحکام پر اَحکام دیتے چلے گئے، مگر اس بُرائی کو ختم کرنے کی صلاحیت ان میں نہیں تھی، بتائیے! یہ اِسلام کی اساسیات ہے یا خالص کفر...؟ اور ایک آدمی یہ کفر سن کر اِسلام پر یقین لانے کے لیے کہاں تک آمادہ ہوسکتا ہے...؟ لقد جئتم شیئاً اِدًّا![1]

مولانا ندوی نے اپنے فکر ونظر کی جولانیوں میں قرآنِ کریم کی آیات کی تعبیر وتشریح کی ''خدمت'' بھی انجام دی ہے، جس کا سرا ''تأویل'' سے آگے بڑھ کر ''تحریف'' سے جاملتا ہے۔ لیکن اس ضمن میں یہ ''احتیاط'' انہوں نے اکثر وبیشتر ملحوظ رکھی ہے کہ حتی الامکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات (احادیث) سے گریز ہی کیا جائے۔ اس کی متعدّد توجیہات ہوسکتی ہیں، مثلاً: ایک یہ کہ انہوں نے یہ کتاب ایسے انداز واُسلوب میں لکھی ہے کہ جدید ذہنوں کو اپیل کرسکے، اور چونکہ جدید اَذہان اَحادیثِ طیبہ کے نام سے چونکتے ہیں، اس لیے مولانا نے ان کو توحش سے بچانا چاہا ہو۔ اور یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ احادیثِ نبویہ پر اِعتماد کرلیا جاتا تو ''آزاد اِجتہاد'' اور ''مجتہدانہ تخلیق'' کی راہ میں کچھ اُلجھنیں پیدا ہوسکتی تھیں، مولانا نے مناسب سمجھا کہ ان سے تعرض ہی نہ کیا جائے۔

اپنے پیش رو متجدّدین کی طرح مولانا ندوی نے بھی ''اِسلام کی رُوح'' کا بے معنی لفظ بار بار اِستعمال کیا ہے، اس سلسلہ میں بھی چند نکات اِجمالاً عرض کردینا ضروری ہے:

اَوّل:... اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِسلام کی صرف رُوح ہی عطا نہیں کی، بلکہ اس کے

(۱) مریم:۸۹

لیے اِسلام کا ایک قالب، ایک ظاہری ڈھانچہ اور جسم بھی بخشا ہے۔ اِسلام اس قلب وقالب کے مجموعہ سے عبارت ہے اور یہ رُوح اسی وقت تک اِسلامی کہلائے گی، جب تک کہ اِسلامی قالب میں ہے۔ اس قالب سے نکل کر کسی اور قالب میں اس کا منتقل ہونا ممکن نہیں۔ جس دن آپ اس ''اسلامی رُوح'' کو اس کے ''اسلامی قالب'' سے نکال کر کسی دُوسرے قالب میں منتقل کرنے کے لیے اِسلام پر عملِ جراحی کا آغاز کریں گے، وہ دِن اِسلام کی موت کا دِن ہوگا اور آپ قاتلِ اِسلام قرار پائیں گے۔ ولا فعل اللّٰہ ذلک!

دوم:... جس طرح اِسلام کی رُوح ہر کہنگی سے پاک ہے، اسی طرح اِسلام کا جسم بھی گردشِ ایام سے کہنہ نہیں ہوپاتا۔ ہاں! اس پر خواہشات وبدعات کا میل آتا رہتا ہے۔ اور گزشتہ سطور میں عرض کیا جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجدیدِ اِسلام کا جو خودکار نظام تخلیق فرمایا ہے، اس کا مفہوم یہی ہے کہ اِسلام کو غسل دے کر اس کے جسمِ اطہر سے وہ تمام میل کچیل اُتار دیا جائے جو اس عرصہ میں لوگوں کی اَہواء واَغراض اور بدعات نے اس پر چڑھادیا تھا۔ الغرض! تجدید کے معنی اِسلام کے جسم کو بیرونی آلائشوں سے پاک صاف کرکے اس کے فطری گیسووکاکل سنوارنے کے ہیں، اس کے جسم میں کانٹ چھانٹ کرکے تبدیلیاں لانے کے ہرگز نہیں! آفتاب وماہتاب کے کروں کی طرح اِسلام کا جسدِ منوّر ہر کہنگی سے پاک ہے اور اس کی تابانی وضوپاشی ہر زمانہ میں تابندہ وپائندہ رہی ہے اور رہے گی۔

ہمارے متجدِّدین کا بنیادی مفروضہ یہ ہے کہ اِسلام کا جسم کہنہ، دُوراَز کار اور نکما ہوچکا ہے، اس لیے اس کی رُوح نکال کر فوراً کسی دُوسرے تروتازہ، چست اور جوان جسم میں منتقل کردو، ورنہ وہ بے کار ہوجائے گی۔ آفتاب وماہتاب کے نورانی پیکروں کے بارہ میں کوئی شخص کمالِ اِخلاص سے یہ وعظ کرے کہ ان کا جسم قبل اَز تاریخ کے وقت سے چلا آرہا ہے اور اَب بالکل فرسودہ ہوچکا ہوگا، اس لیے ان کی ''نورانی رُوح'' نکال کر کسی اور پیکر میں منتقل کرنے کی ضرورت ہے، جو نئے زمانہ کی ترقیات کا ساتھ دے سکے، تو ایسا شخص احمق کہا جائے گا۔ مگر افسوس ہے کہ اِسلام کے نورانی پیکر کے بارہ میں اس نوعیت کے ہذیانات کو حماقت اور جنون کے بجائے ''دانش مندی''، ''روشن خیالی'' اور ''ترقی پسندی'' سمجھا جاتا ہے۔ یہ بھی دورِ حاضر کے ''حسنِ کرشمہ ساز'' کا کمال ہے کہ ''جہل'' کے معنی ''علم'' بتائے جاتے ہیں۔ ''جنون'' کا ترجمہ ''عقل وخرد'' سے کیا جاتا ہے، اور ''بدتہذیبی'' کو ''تہذیب وثقافت'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے...!

سوم:... جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا اِسلام کی رُوح کو اس کے جسم سے (جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عطا کیا) نکالنا ممکن ہی نہیں۔ نہ اسے کسی اور حسین قالب میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ تاہم فرض کیا کہ آپ نے اِسلام کی رُوح نکال کر اسے بتمام وکمال کسی اور قالب میں منتقل ہی کردیا، تب بھی معاف

کیجیے! وہ نیا جسم اِسلام نہیں ہوگا، آپ کو اس کا نام کچھ اور ہی رکھنا پڑے گا۔ ہندوانی عقیدہ ''آواگون'' کے مطابق فرض کرو کہ زید کی رُوح عمرو میں منتقل ہو جاتی ہے، بتایئے! اس دُوسرے جنم میں اسے ''زید'' کہا جائے گا؟ نہیں! بلکہ ''عمرو'' ہی کہلائے گا۔ کسی مجرم اِنسان کی رُوح اپنے پاپ کی سزا بھگتنے کے لیے کسی حیوان میں منتقل کردی جاتی ہے تو کیا وہ اس جون میں اِنسان کہلائے گی؟ نہیں! بلکہ اسے کتا، بلی ہی کہیں گے۔ کتنی موٹی سی بات ہے کہ جو ہمارے باریک عقل فلسفیوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ ''اِسلام کی رُوح'' تو ''اسلامی قالب'' میں ہی باقی رہ سکتی ہے، اور جب تم نے اِسلام کا وہ سانچہ ہی توڑ ڈالا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو دیا تھا تو اِسلام تو اسی دِن ختم ہوگیا، نہ اس کی رُوح کسی کے قبضہ میں آئے، نہ اس کا قالب مہیا ہوسکے۔ اور جس نئے قالب پر اِسلام کی تختی چسپاں کی جائے گی، وہ اِسلام نہیں ہوگا۔ ان معروضات سے معلوم ہوگا کہ ''اسلامی رُوح'' کا جو راگ ہمارے ''جدید مصلحین'' بڑی سریلی لے میں الاپتے ہیں، محض ایک فریب، ایک دھوکا، ایک سازش ہے۔ حیف ہے کہ مولانا ندوی، جو ائمۂ دِین کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے، وہ ان ملاحدہ کی تقلید میں ''اسلامی رُوح'' کا نعرہ بڑی بلند آہنگی سے لگاتے ہیں اور اسے اِشتراکیت کے قالب میں منتقل کردینے کے بے بنیاد دعوے کرتے ہیں۔

عیبش ہمہ بگفتی، ہنرش نیز بگو

مولانا ندوی سے بڑی بے اِنصافی ہوگی اگر ہم یہ اعتراف نہ کریں کہ موصوف نے ''اَساسیاتِ اِسلام'' میں وجودِ باری، توحید، نماز، حق تعالیٰ کی رُبوبیت اور اِسلامی اخلاق سے متعلق۔ بعض جزوِی اُمور سے قطع نظر۔ بڑی ایمان افروز بحثیں کی ہیں، جن میں ان کا قلم واقعتاً ابنِ تیمیہؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی بلندیوں کو چھوتا نظر آیا۔ تاہم کتاب کے تین ابواب نے۔ جو اصل موضوعِ بحث سے تعرض کرتے ہیں۔ ان کی ساری قلم کاریوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ یہ مواد اس قدر ''ایمان شکن'' ہے کہ اس کی توقع کسی ''مولانا ندوی'' سے کیا؟ کسی سلیم فکر عامی سے بھی نہیں کی جاسکتی تھی۔

''اِدارۂ ثقافتِ اسلامیہ'' اس سے قبل متعدد کتابیں شائع کرچکا ہے، جن میں ''اِسلامی ثقافت'' کے نام اور ''اِسلامی رُوح'' کے فلسفہ سے دِینی حقائق کے مسخ کرنے میں کسی ''بخل'' سے کام نہیں لیا گیا، اور جن کا اصل ہدف دِین میں تشکیک کے راستے ہموار کرنے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ہمیں اُمید ہے کہ اِدارہ کے اس مقصد کے لیے ''اَساسیاتِ اِسلام'' سب سے زیادہ ''مفید'' ثابت ہوگی، کیونکہ اس میں محرمات کو حلال کرنے، اَحکامِ شرعیہ کو ساقط کرنے اور اِسلام کو اِشتراکیت کے قالب میں ڈھالنے کا فلسفہ بڑے سلیقہ سے سائنسی زبان میں مرتب کیا گیا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ ''مقدس فریضہ'' ایک ایسے مصنف نے انجام دیا جو

اپنے نام کے ساتھ ''مولانا'' کی شہرت رکھتے ہیں اور ندوۃ العلماء کے فاضل کی حیثیت سے ''ندوی'' کہلاتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

جواہر الایمان

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلویؒ۔ قیمت: ۱/۲۵ روپے۔ صفحات: ۳۲۔ ملنے کا پتا: مدینہ مسجد، بادشاہی روڈ معرفت محبوب سوڈا مرچنٹ، کراچی نمبر ۳۔

زیرِ نظر رسالہ عقائدِ اسلام، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے ضروری مسائل اور تشریح پر مشتمل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

فلسفۂ اسلامی عقائد وعبادات

جناب حافظ قاری فیوض الرحمٰن ومولانا قاری محمد عارف صاحبان۔ صفحات: ۱۲۶۔ قیمت: ۲/۶۰ روپے۔ پتا: پاکستان سنٹر، ۴۰، اُردو بازار، لاہور۔

اسلامی عقائد وعبادات کے موضوع پر یہ کتاب پشاور یونیورسٹی کے نصاب کے مطابق بی.اے اسلامیات کے طلبہ کے لیے لکھی گئی ہے۔ اسلامی عقائد، ان کے دلائل، ان کی حکمتیں، نیز ارکانِ خمسہ (کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کی اہمیت، ان سے متعلقہ اہم نکات اوران کا فلسفہ معتبر مآخذ کی روشنی میں حسنِ سلیقہ سے پیش کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

مسئلۂ تقدیر

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰، انار کلی، لاہور۔

زیرِ نظر رسالہ میں مسئلہ تقدیر پر ان تینوں بزرگوں کے مضامین ہیں، جن کے مطالعہ سے مسئلہ تقدیر کی حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے، اور اس بارہ میں پیدا شدہ اُلجھنیں کھل جاتی ہیں۔ مسئلہ تقدیر پر بہت سی کتابیں پڑھیں، لیکن اس رسالہ سے جیسی شفا ہوئی، کسی سے نہ ہوئی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ)

منهاج المتقين

مولانا اخلاق احمد عثمانی۔ صفحات: ۱۶۸۔ پتا: دبستانِ عثمانیہ ۹۸۴/۴، لیاقت آباد، کراچی۔

زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے اِصلاحی مضامین کو آٹھ ابواب پر مرتب فرمایا ہے۔ دینی فہم و بصیرت، میثاقِ عالمِ اَرواح، میثاقِ انبیاء، تخلیقِ آدم و بنی آدم، معرفت و توحید، اِسلام و ایمان اور اَرکانِ دین، منجیات و مہلکات، (اچھے اور بُرے اخلاق) دُنیا و آخرت، صراطِ مستقیم کی اس تشریح سے فاضل مصنف کا مقصد انہی کے لفظوں میں یہ ہے کہ:

''خداترسی کے جذبہ کو پوری کوشش کے ساتھ اَز سرِ نو بیدار کیا جاسکے اور اُبھارا جاسکے۔ کیونکہ غیر اِسلامی تہذیب و تمدن اور مغربی معیشت و معاشرت کو اَپنانے کے بھوت نے مسلم عوام کو عموماً اور ماڈرن تعلیم یافتہ طبقہ کو خصوصاً خداترسی کے جذبہ سے محروم کر رکھا ہے۔''

یہ کتاب مصنف کے پتے سے بلا قیمت طلب کی جاسکتی ہے۔ اُمید ہے کہ مسلمان بھائی اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ)

تقریرِ دِل پذیر

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ۔ صفحات: ۳۲۸۔ قیمت درج نہیں۔
پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔

بانیٔ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کے علوم و معاف، محیر العقول کارناموں، تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدقیق کی دُنیا معترف ہے۔ بلاشبہ آپ کی ذات ''حجة الاسلام'' اور ''آية من آيات الله'' کا بجا طور پر مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

جن علوم ومعارف اور کمالات سے نوازا تھا، اس کی کسی قدر جھلک ان کی تصانیف کے مطالعہ سے محسوس کی جاسکتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی آپ کی انہی تصانیف میں سے ایک ہے، جس میں وجودِ باری تعالیٰ، توحید خداوندی، صفاتِ باری، صراطِ مستقیم، حق وباطل میں تمیز، تقابلِ اَدیانِ عالم، ضرورتِ نبوّت، مغربی فلاسفہ کے اِستدلالات کے مدلل ومسکت جوابات، اور اِسلامی عقائد ونظریات کے عقل وقیاس کی روشنی میں تجزیے اور مسئلۂ تقدیر، ضرورتِ قیامت یعنی بعث بعد الموت کے عقیدہ وغیرہ دُوسرے بیسیوں مسائل کو نہایت ہی شاندار اور عقل ونقل سے مدلل طور پر ثابت کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جناب الحاج الحافظ محمد اسحٰق ملتانی صاحب کو (جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اکابر کے علوم ومعارف اور تصانیف کو شائع کرنے کا سلیقہ اور ذوق عنایت فرمایا ہے) کہ انہوں نے اس گوہرِ آب دار کو بھی نہایت بہترین اور اس کی شایانِ شان شائع فرماکر اہلِ ذوق پر احسان فرمایا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۵ھ)

بنیادی اِسلامی عقائد

اِمامِ اہلِ سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ تحفظ ناموسِ اہلِ بیت پاکستان، اے ۲۱۹، سی بلاک، شمالی ناظم آباد، حیدری، کراچی۔

روزمرہ زندگی کے ضروری مسائل اور عقائد پر مشتمل جامع اور عام فہم کتابوں میں ''بہشتی زیور'' اور مختصر مجموعوں سے ''تعلیم الاسلام'' کو جو قبولیتِ عامہ حاصل ہے، اس میں ان کے موٴلفین حضرات کے اخلاص اور للّٰہیت کا بڑا دخل ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ جو اِسلام کے بنیادی عقائد پر مشتمل ہے، اپنے اختصار کے باوجود بہت ہی اہم ہے۔ رسالہ میں مرکزی اور بنیادی طور پر عقائد کو سات عنوانات پر تقسیم کیا گیا ہے، اگرچہ ذیلی طور پر اس میں تمام بنیادی عقائد کو شامل کرلیا گیا ہے۔ اس میں آخری عقیدہ نمبر۶ و۷ خصوصیت کے حامل ہیں، جن میں شیعوں کی اسلامی حیثیت متعین کرنے کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں مسلمانوں کا کیا اعتقاد ہونا چاہیے، تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

الغرض! قرآن و سنت سے ماخوذ عقائدِ ضروریہ پر مشتمل بے نظیر مجموعہ ہے، جس کا ہر مسلمان کے پاس ہونا اَز حد ضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۷ھ)

رسالہ مجددیہ

امامِ ربانی حضرت الشیخ اَحمد مجدّد الفِ ثانیؒ: ترتیب و تعلیق: مولانا محبوب الٰہی مجدّدی۔
صفحات: ۲۴۸۔ قیمت: ۵۰/۷ روپے۔ پتا: ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور۔

زیرِ نظر مجموعہ اِمامِ ربانیؒ کے پانچ رسائل پر مشتمل ہے:

۱:...رسالہ تہلیلیہ (عربی): اس میں کلمۂ طیبہ سے متعلقہ تحقیقات درج ہیں، مثلاً خبر ''لا'' کی نحوی بحث، اسمِ ذات ''اللّٰـــہ'' کے اِشتقاق و عدمِ اِشتقاق کی بحث، اسمِ جلالت کے لطائف، مسئلۂ توحید پر متکلمانہ، صوفیانہ اور فلسفی نقطۂ نظر سے بحث، دلائلِ نبوّتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)، فضائلِ کلمۂ طیبہ وغیرہ۔

۲:...رسالہ اثبات النبوۃ (عربی): یہ رسالہ مسئلۂ نبوّت کے اہم مباحث پر حاوی ہے، نبوّت اور اِعجازِ نبوّت کی تحقیق، معاندینِ نبوّت کے وساوِس کا شافی جواب، نبوّتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے دلائل، قرآنِ حکیم کے وجوہِ اِعجاز وغیرہ۔ یہ دونوں رسالے ''فتنۂ اکبری'' کی اِصلاح کے لیے تحریر فرمائے۔

۳:...رسالہ مبدأ و معاد (فارسی): یہ حضرت مجددؒ کے متفرق علوم و معارف کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے خلیفۂ خاص حضرت مولانا محمد صدیق کشمی نے مرتب کیا۔ یہ کل ۶۱ افادات پر حاوی ہے، جنھیں ''مـنـهـا'' کے لفظ سے ممتاز کیا گیا ہے۔

۴:...معارف لدنیہ (فارسی): یہ رسالہ حضرت مجددؒ کے ۴۱ معارف کا مجموعہ ہے، اس میں بیشتر مباحث توحید و صفات اور سلوکِ طریقت سے متعلق ہیں۔

۵:...تعلیقات بر شرح رُباعیاتِ خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ (فارسی): ذاتِ واجب الوجود جل شانہٗ سے کائنات کے ربط کی نوعیت کیا ہے؟ اس دقیق اور معرکۃ الآرا مسئلہ پر حضرت خواجہ باقی باللہ (قدس سرہٗ) کی رُباعیات اور ان کی شرح میں حضراتِ صوفیا کے نقطۂ نظر سے بحث کی گئی تھی۔ بحث کے بعض گوشے تشنۂ تحقیق تھے۔ حضرت مجددؒ نے زیرِ نظر تعلیقات (حواشی) میں اس کی تکمیل فرمائی۔ یہ حواشی صرف دو ابتدائی رُباعیات اور ان کی شرح سے متعلق ہیں۔

رسائلِ مجددیہ کے فاضل مرتب مولانا محبوب الٰہی اہلِ علم کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ موصوف نے حضرت مجددؒ کے علمی جواہر کو بہتر سے بہتر شکل میں شائع کرنے کی سعی فرمائی، تمام رسائل کو مختلف نسخوں کی مدد سے ایڈٹ کیا، جدید عنوانات قائم کیے، حسبِ ضرورت حواشی لکھے، شروع میں ہر رسالہ کے مباحث کا خلاصہ درج کر دیا، ہر رسالہ کے ساتھ شخصیات کا اِشاریہ ملحق کیا۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۰ھ)

الاقوال المرضیہ فی اثبات سماع سید البریۃ

مولانا رشید احمد۔ صفحات: ۵۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مدرسہ عربیہ جامعہ فاروقیہ، شجاع آباد، ملتان۔

جیسا کہ نام سے واضح ہے کہ مسئلۂ حیاتُ النبی علمائے اہلِ سنت کا اِجماعی عقیدہ ہے۔ فاضل مؤلف نے بہت عمدہ تحقیق کی ہے۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۳ھ)

تفہیم النبوۃ

علامہ ابوالخیر اسدی۔ صفحات: ۴۸۔ اعلیٰ عکسی طباعت۔ قیمت: ۷۵ پیسے۔ پتا: بیت التوحید، ۱۳۷/ای، آصف کالونی، کراچی نمبر ۱۶۔

اِسلامی عقیدہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کے منصب سے کسی کو سرفراز نہیں کیا جائے گا اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کرے، وہ دجال اور مفتری ہے۔

فاضل مصنف نے قرآنِ کریم کی عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی تفسیروں کے حوالوں سے ''ختمِ نبوّت'' کی عام فہم تشریح کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات کی روشنی میں اسے پوری طرح نکھار دیا ہے۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۹۰ھ)

تقلید کی شرعی حیثیت

مولانا محمد تقی عثمانی۔ صفحات: ۶۰۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مکتبہ دار العلوم کراچی نمبر ۱۴۔

زیرِ نظر رسالہ مولانا محمد تقی عثمانی کا ایک مقالہ ہے جو "فاران" کراچی (مئی ۱۹۶۳ء) میں چھپا تھا اور اَب نظرِ ثانی میں مزید اضافوں کے ساتھ اسے الگ شائع کیا گیا ہے، جس میں قرآن وسنت اور اکابر کی تصریحات سے واضح کیا گیا ہے کہ تقلید کا مفہوم اور اس کی حیثیت کیا ہے؟ ضمناً مخالفین تقلید کے شبہات کا ازالہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ اپنے موضوع پر جامع ترین رسالہ ہے۔ زبان منجھی، اُسلوب متین اور لب ولہجہ شیریں ہے جو ہمارے مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا مخصوص رنگ ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ)

تعلیماتِ اِسلام (حصہ اوّل)

حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدفیضہٗ (مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم قصبہ جلال آباد، ضلع مظفرنگر، (انڈیا) خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ)۔ صفحات: ۹۶۔ تقطیع خورد۔ قیمت: ۷۵ پیسے۔ ملنے کا پتا: جناب مولانا وکیل احمد صاحب شروانی، جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد، لاہور۔

یہ کتاب سوال وجواب کے طرز پر اسلامی عقائد سے متعلق ہے، سب سے پہلے وجودِ باری پر دلائل، پھر توحیدِ باری کے دلائل، پھر اہم اِسلامی عقائد کے دلائل عقلاً ونقلاً اس میں جمع کیے گئے ہیں۔ عبارت علمی، سادہ اور سلیس ہے۔ یہ کتاب بچوں کے علاوہ تعلیم بالغان کے نصاب کا مفید حصہ ہوسکتی ہے۔ شروع میں حضرت مصنف مدفیضہٗ کا مختصر مگر جامع تعارف پیش کردیا گیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۳۸۷ھ)

تعلیماتِ اِسلام (مکمل چھ حصے)

حضرت مولانا مسیح اللہ مدظلہ العالی (خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ)۔ صفحات: ۵۷۲۔ قیمت (مجلد): ۶۰ روپے۔ پتا: مکتبہ فیض اشرف، ۸۷/اے، ماڈل ٹاؤن، لاہور نمبر ۱۴۔

حضرت مولانا مسیح اللہ جلال آبادی مدفیوضہم حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب آپ نے (حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کے رسالہ "تعلیم الاسلام" کے

طرز پر) سوال وجواب کے انداز میں رقم فرمائی ہے اور اس میں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات وغیرہ کے بارہ میں ایسے مسائل کو مرتب فرمایا ہے جن کی ہر مسلمان کو روزمرہ ضرورت پیش آتی ہے۔ کتاب کے پانچ حصے ہیں۔ حصہ اوّل: عقائد۔ حصہ دوم: عبادات۔ حصّہ سوم: معاملات، معاشرت، اخلاقیات، سیاست۔ حصہ چہارم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور اَعمالِ مسنونہ۔ حصہ پنجم: گناہوں کا بیان، بدعات، اسلامی مہینوں کے اَحکام، روزانہ کی مسنون دُعائیں۔ اس اِجمالی فہرست سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ کتاب ایک عام مسلمان کے لیے معلّم ومرشد کا حکم رکھتی ہے۔ زبان نہایت سادہ وسلیس ہے، جس سے بڑے چھوٹے سبھی اِستفادہ کرسکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۵ھ)

اِسلامی تعلیمات

مولانا قاضی عبدالحی چمن پیر صاحب۔ صفحات: ۳۵۰۔ کتابت وطباعت: اعلیٰ۔ قیمت: ۴روپے۔ پتا: حاجی محمد ارشد قریشی (مہتمم جامعہ اِسلامیہ، بہاول پور)۔

سابق ریاست بہاول پور کی مشہور دِینی درس گاہ ''جامعہ عباسیہ'' کی جگہ اب محکمۂ اَوقاف کے زیرِ اہتمام ''جامعہ اسلامیہ'' قائم ہوا ہے جو ہمارے ملک میں پہلی سرکاری اسلامی یونیورسٹی ہے۔ اَئمۂ مساجد اور عامۃ المسلمین میں دِینی شعور بیدار کرنے کی غرض سے زیرِ نظر کتاب محکمۂ اَوقاف کے پہلے چیف ایڈمنسٹریٹر کے ایماء پر مرتب کی گئی ہے، جس میں فاضل مؤلف نے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، سیاسیات، حقوق وآداب اور اخلاق وتصوف کے روزمرہ مسائل نہایت اختصار سے جمع کردیے ہیں۔ کتاب، مختصر، مفید اور خلافیات سے مبرا ہے، اور فاضل مؤلف اس کامیاب تالیف پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ البتہ غایت اختصار کی وجہ سے بعض مقامات میں تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۸۷ھ)

''تسخیرِ قمر اور قرآن'' مسمّٰی بہ ''اِعجاز القرآن''

مولانا مدرار اللہ مدرار نقشبندی۔ صفحات: ۱۴۴۔ کتابت وطباعت: ناقص۔ قیمت: ۱/۷۵ روپے۔ پتا: ہفت روزہ ''نوائے ملت'' مردان۔

غلط فہمی بعض دفعہ بڑے سنگین مسائل کو جنم دیتی ہے۔ ہمارے عوام کا خیال ہے کہ اِسلام کی رُو سے چاند اور ستاروں پر اِنسان کا پہنچنا ممکن نہیں، اب جب کہ انسان چاند پر اُتر چکا ہے، بعض لوگ اس واقعہ کا انکار کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور بعض اس واقعہ کے پیشِ نظر خود اِسلام کے بارہ میں پریشان ہیں، حالانکہ یہ مفروضہ ہی غلط تھا۔ قرآن وحدیث میں کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ انسان چاند ستاروں تک نہیں پہنچ سکتا، بلکہ اس کے برعکس تسخیرِ قمر سے بہت سے اسلامی نظریات کی تائید ہوتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اس موضوع پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔ ضروری ہے کہ اس کتاب کو عمدہ پیرائے میں شائع کیا جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ)

مقالاتِ ایوبی (حصہ دوم)

مولانا محمد ایوب دہلویؒ۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ رازی، ۱۱۶۰، پیر الٰہی بخش کالونی، کراچی۔

مولانا محمد ایوب دہلویؒ کو (جن کا ابھی کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوا) اس دور کا ''رازی'' کہا گیا ہے۔ موصوف کو حق تعالیٰ نے دِلِ درد مند اور فکرِ ارجمند کے ساتھ قدیم وجدید شبہات کے عقلی ومنطقی حل کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ زیرِ نظر مجموعہ میں وجودِ باری، توحید، صفاتِ اُلوہیت، ختمِ نبوّت، حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام اور بہت سے دیگر عنوانات شامل ہیں۔ مصنفؒ کا اندازِ گفتگو مناظرانہ نہیں، بلکہ متکلمانہ اور داعیانہ ہے، جس سے ذہن متأثر اور قلب مطمئن ہوتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۷ھ)

جہاد

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس مجلسِ دعوت وتحقیقِ اِسلامی، کراچی)۔ صفحات: ۲۹۸۔ قیمت (قسم اوّل): ۶۰ روپے۔ (قسم دوم): ۴۰ روپے۔ پتا: دار التصنیف، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاد ''الجهاد ماض منذ بعثني الله تعالى الى أن يقاتل اخر

اُمّتی الدّجال" (۱) کے مصداق کفر و اِسلام قیامت تک ستیزہ کار رہیں گے اور اِرشادِ ربانی "واعدوا لهم ما استطعتم" (۲) کے مصداق ہر مسلمان کو ہر وقت مقابلہ کفر کے لیے مسلح رہنا ہوگا اور جب تک کفر و شرک کے سیلاب کے سامنے جہادِ اِسلامی کی شکل میں بند نہیں باندھا جائے گا، اِسلام اور مسلمان امن وچین اور سکون واطمینان کا سانس نہیں لے سکے گا۔ ہمارے اسلاف نے اسی ہتھیار سے اِسلام کو چار دانگِ عالم میں پھیلایا اور کفر و شرک کو سکڑنے اور چھپنے پر مجبور کر دیا۔

مسلمانوں نے جب سے جہادِ اِسلامی سے پہلوتہی کی، اس وقت سے ملتِ اِسلامیہ کے زوال وانحطاط کا دور شروع ہوگیا۔ زیرِ نظر بہترین اور نفیس مجموعہ میں جہادِ اِسلامی، اس کے فضائل وثمرات اور جہاد کے درجات کو قرآن وحدیث کے آئینہ میں بہترین انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ مؤلفِ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے خاص ذوق وسوز اور درد سے نوازا ہے۔ کتاب میں اس کے اثرات نمایاں ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۱۱ھ)

نفیرِ جہاد

مولانا جلیل احمدؒ علی گڑھی (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ)۔ صفحات: ۵۶۔ عمدہ کاغذ، بہترین کتابت وطباعت، بلا قیمت۔ ناشر: مجلس صیانۃ المسلمین، مسجد اشرفی، ۶۹ مال روڈ، لاہور۔ ملنے کا پتا: جناب مولانا وکیل احمد صاحب شروانی، جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد، لاہور۔

یہ کتابچہ مولانا جلیل احمد صاحبؒ کے دو رسالوں "آثارِ رحمت" اور "قرآن کا عجیب وعدہ" سے مأخوذ ہے جو جولائی ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا تھا اور گزشتہ جنگ (۶ ستمبر ۱۹۶۵ء) نے اس کی ضرورت وفوائد کو اور زیادہ واضح کر دیا ہے، اس لیے اسے اَز سرِ نو ترتیب دے کر شائع کیا گیا۔ اس مختصر مجموعہ میں جہاد کی اہمیت، غرض وغایت، شرائط اور برکات کو خوش اُسلوب پیرائے میں بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ رسالہ جہاد کی اسپرٹ پیدا کرنے میں بڑا مفید ہے۔ عام اہلِ اِسلام کے علاوہ فوج کے مسلم جانبازوں کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۳۸۷ھ)

---

(۱) کنز العمال، رقم الحدیث: ۱۰۶۶۶، ج: ۴، ص: ۳۱۴

(۲) الانفال: ۶۰

تہذیب و تمدن پر اِسلام کے اَثرات و احسانات

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۱۴۲۔ قیمت: ۸ روپے۔ پتا: مجلس نشریات اسلام، ۱/ کے، ۳ ناظم آباد مینشن، نزد برف خانہ، ناظم آباد نمبر ۱، کراچی ۱۸۔

قبل اَز اِسلام اِنسان جس نہج پر زندگی گزار رہا تھا، وہ محتاجِ تعارف نہیں۔ مگر اِسلام جب ایک تعمیری و انقلابی نظریۂ حیات اور مکمل مثالی نظامِ زندگی کی شکل میں آیا تو اس نے جہاں کفر و شرک، جاہلیت و جہالت، مادّیت و مظاہر پرستی، قومی و قبائلی عصبیت، اِنسان دُشمنی و شہنشاہیت اور طبقہ واریت، دِین و دُنیا کی تفریق، بداخلاقی و ناشائستگی اور تمام غیر اِنسانی اَفکار و اَعمال پر خطِ تنسیخ پھیر دیا، وہاں مثبت طور پر اِنسانوں کے لیے توحید و رسالت، اِیمان و یقین، مکافاتِ عمل اور عقیدۂ آخرت، اَخلاقِ فاضلہ و اَعمالِ صالحہ؛ غرض ایک صالح معاشرت و تمدن اور عالمگیر اِنسانی تہذیب کی تعمیر و تشکیل کا راستہ ہموار کر دیا اور چاند سورج کی روشنی کی طرح پوری دُنیائے اِنسانیت کو متأثر کیا۔ اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں۔

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی تازہ ترین تالیف ''الاسلام: اثرہ فی الحضارة وفضله علی الانسانیة'' کا اُردو ترجمہ ہے، جسے جناب مولانا شمس تبریز خان صاحب نے نہایت ہی سنجیدگی سے عوام و خواص کے ذہنوں میں اُتارنے کی کوشش فرمائی ہے۔ کتاب ہر اعتبار سے قابلِ دید ہے۔ کتابت، طباعت اور تجلید قابلِ قدر ہیں۔ تہذیبِ ہنود سے متأثر اَفراد کے لیے تریاق سے کم نہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

اِسلامی عقیدے

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ ترجمہ: مولانا سیّد محمد اَنظر شاہ کشمیری (اُستاذ دارُالعلوم دیوبند)۔ صفحات: ۳۰۴۔ قیمت (غیر مجلد): ۳ روپے۔ پتا: خضرِ راہ بک ڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

علمی حلقوں میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی شخصیت کسی تعارف و توصیف کی محتاج نہیں۔ حدیث و تصوف تو خیر اُن کی غذا تھی۔ ان کے علاوہ بھی علومِ اسلامیہ کا مشکل ہی سے کوئی شعبہ ایسا ملے گا جس میں بعد والوں نے حضرتِ شیخ کی تصانیف سے استفادہ نہ کیا ہو۔ اسلامی عقائد پر شیخ محدث کا فارسی رسالہ ''تکمیل الایمان'' اِختصار کے باوجود جامع اور منقح تھا، اِمام العصر حضرت العلامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری نوراللہ مرقدہٗ اسے پسند فرماتے تھے۔ زیرِ نظر کتاب ''تکمیل الایمان'' کا اُردو ترجمہ اِمام العصرؒ

کے خلفِ رشید جناب مولانا سیّد محمد انظر شاہ، اُستاذِ تفسیر دارالعلوم دیوبند کے قلم سے ہے، جو منجھے ہوئے صاحبِ قلم اور بہترین اِنشاپرداز ہیں۔ موصوف نے جگہ جگہ تشریحی حواشی کا مفید اضافہ بھی کیا ہے۔ خصوصاً یہ بڑی قابلِ تعریف بات ہے کہ جن شخصیات کا ذکر کتاب میں آیا ہے، موصوف نے ان کے مختصر سوانح کا اِلتزام کیا ہے اور کہیں کہیں شیخ مصنفؒ کی تحقیق پر نقد بھی کیا ہے۔ محاکمہ کیا جائے تو بعض جگہ شیخؒ کی تحقیق صائب ہے اور فاضل مترجم کا نقد نظرِ ثانی کا محتاج!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ)

اِسلام اور ترقی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ صفحات: ۳۰۔ قیمت: ۵۰ پیسے۔ پتا: اِدارۂ تجدیداتِ اشرفیہ، اڈہ اچھرہ، لاہور۔

بہت سے حضرات جو اِسلام کا صحیح مطالعہ نہیں رکھتے، وہ اس میں مبتلا پائے جاتے ہیں کہ اسلام ...معاذاللہ!... ترقی کی راہ میں حائل ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اس مختصر سے رسالہ میں اس خیال کی اصلاح فرمائی ہے اور اس سلسلہ میں جتنے وساوس وشبہات لوگوں کو پیش آتے ہیں، ان کا ازالہ فرمایا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی دُوسری تالیفات کی طرح یہ رسالہ بھی بڑا مفید اور اصلاحی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ)

اہلِ سنت والجماعت (پہلا ایڈیشن)

حضرت علامہ سیّد سلیمان ندویؒ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مکتبہ مدینہ، بادشاہی روڈ، مسجد اقصیٰ، کراچی۔

یہ حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی نوراللہ مرقدہٗ کی ایک نایاب تحریر ہے۔ جس میں اِسلام میں فرقہ بندی کی تاریخ اور گمراہ فرقوں کے عقائد کا تجزیہ کرکے اہلِ سنت والجماعت کے مسلکِ حقہ کی تشریح کی گئی ہے۔ ناشرین نے اسے رسالہ کی شکل میں شائع کرکے ایک مفید علمی خدمت انجام دی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ)

تاریخ وتعارف اہلِ سنت والجماعت (دوسرا ایڈیشن)

حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مکتبہ مدینہ بادشاہی روڈ، مسجد اقصیٰ، کراچی نمبر ۳۔

زیرِ نظر رسالہ میں اسلامی تاریخ وتحقیق کی روشنی میں مختلف فرقوں اور گروہوں پر مفصل تبصرہ کیا گیا ہے اور ساتھ ہی دلائل وبراہین سے جماعتِ حقہ یعنی اہلِ سنت والجماعت کے عقائدِ صحیحہ واعمالِ صالحہ کی صداقت قرآن وسنت اور اجماع وقیاس کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

سچا مذہب کیا ہے؟

جناب مولانا مہر محمد میانوالوی۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۳/۷۵ روپے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، نور باوا نمبر ۱، گوجرانوالہ۔

زیرِ نظر رسالہ ان دس مراسلات کا مجموعہ ہے جو مولانا مہر محمد میانوالوی اور عبدالکریم مشتاق صاحب کے درمیان اس موضوع پر ہوئی کہ مذہبِ حق پر کون ہے؟ اور کس مذہب سے نجات کی توقع کی جاسکتی ہے؟ یہ رسالہ دلچسپ بھی ہے اور بصیرت افروز بھی!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

دمغ الباطل

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نوّراللہ مرقدہٗ۔ تحقیق وتقدیم: حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی۔ تقطیع: $\frac{۲۰×۲۶}{۸}$۔ صفحات: ۲۶۸۔ قیمت (مجلد): ۵۰ روپے۔ پتا: مدرسہ نصرۃُ العلوم، گوجرانوالہ۔

ربطِ حادث بالقدیم کا مسئلہ حکماء وفلاسفہ اور صوفیا ومتکلمین کے درمیان ہمیشہ معرکۃ الآراء رہا ہے، اور ہر گروہ نے اپنے اپنے انداز میں اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ صوفیائے کرام کے سرخیل، ترجمانِ حقائق حضرت الشیخ محی الدین ابن عربیؒ نے اس کے لیے جو تعبیر اختیار کی وہ ''وحدۃ الوجود'' کے عنوان سے مشہور ہے۔ مگر شیخؒ کا اندازِ سخن چونکہ عام فہم نہیں تھا، بلکہ ان دقیق اور غامض علومِ حقائق کے باب سے تھا،

جس تک رسائی صرف اَربابِ کشف وشہود کو ہوسکتی ہے، اس لیے اِمامِ ربانی مجددالفِ ثانیؒ نے "وحدۃ الوجود" کے بجائے "وحدۃ الشھود" کی اِصطلاح پسند فرمائی۔ اس طرح گویا صوفیائے کرام میں دومکتبِ فکر پیدا ہوگئے: وجودیہ اور شہودیہ۔ اِمام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا دور آیا تو ان سے کسی مخلص نے یہ دریافت کیا کہ ان دونوں نظریوں میں کوئی بنیادی اور جوہری فرق ہے یا محض اِصطلاحی اور اِعتباری؟ حضرت دہلویؒ نے اس خط کے جواب میں ''مکتوبِ مدنی'' تحریر فرمایا، جس میں مسئلہ کے مبادی ومقدمات پر محققانہ وعارفانہ بحث کرتے ہوئے ان دونوں نظریوں کے درمیان تطبیق دی اور واضح فرمایا کہ "وحدۃ الوجود" اور "وحدۃ الشھود" کے علمبرداروں کے درمیان کوئی حقیقی اِختلاف نہیں، بلکہ محض اِعتباری واِصطلاحی فرق ہے۔

حضرت مجددالفِ ثانیؒ کے بعض منتسبین حضرت دہلویؒ کی اس تحقیق سے مطمئن نہیں ہوئے۔ چنانچہ حضرت مظہر جانِ جاناںؒ کے مسترشد حضرت مولانا غلام یحییٰ بہاری نے (جو اپنے دور میں معقولات کے بڑے ماہر شمار کیے جاتے تھے) ''مکتوبِ مدنی'' کے رَدّ ونقد میں "کلمة الحق" یا "کلمات الحق" کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ زیرِ نظر کتاب "الفیض بالحق المقلب به دمغ الباطل" مولانا بہاریؒ کے اسی رسالہ کا جواب ہے، جسے مکتوباتِ مدنی کی گویا مفصل ومدلل شرح کہنا چاہیے۔ پوری کتاب میں کوئی باب یا فصل نہیں ہے، بلکہ ''قوله'' کے لفظ سے مولانا غلام یحییٰ بہاری کے رسالہ کا اقتباس دے کر ''اقول'' سے اس پر جرح وتنقید کی جاتی ہے۔ البتہ بعض مباحث پر خود شاہ رفیع الدین صاحب نے عنوانات لگادیے تھے اور بعض عنوانات کا اِضافہ جناب مولانا عبدالحمید سواتی نے فرمایا ہے۔

مصنفؒ (شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ) نہ صرف معقولات ومنقولات کے تبحر عالم ہیں، بلکہ تصوف وسلوک، وجدان ومعرفت اور کشف وشہود کے دریائے ناپیدا کنار کے شناور بھی ہیں، وہ جو کچھ کہتے ہیں قرآن وسنت کی کسوٹی سے پرکھ کر، عقل واِستدلال کی میزان میں تول کر اور کشف وشہود کے دریچہ سے جھانک کر کہتے ہیں۔

کتاب کا اصل موضوع مسئلہ "وحدۃ الوجود" ہے جس کے اہم ترین مباحث وجود وشہود، توحید وتنزیہ، حدوث واِمکان، تجلیات وتنزلات اور صفاتِ اِلٰہی کے مسائل ہیں (اور حضرت مصنفؒ نے ان تمام مسائل میں اپنا موقف بڑا مدلل پیش کیا ہے)۔ مگر ضمناً بعض اہم فوائد بھی آگئے ہیں، جو اہلِ علم اور اَصحابِ ذوق کے لیے انمول موتی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت مصنف نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اور اِمامِ ربانی مجددالفِ ثانیؒ کو جو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، وہ ان کے مندرجہ ذیل الفاظ سے عیاں ہے:

"الشيخ الاكبر والكبريت الاحمر، فاتح طريق الولاية وخاتمها، ناشر درر المعرفة وناظمها، الداعي الى طريق الهداية، الخائض فى بحار العناية، صاحب الكرامات البديعة والمقامات الرفيعة، ابى عبدالله محمد بن على بن محمد ابن العربى الطائى الغربى المالكى.

والشيخ الامام والبدر التمام، قدوة العلماء، قطب العارفين والكاملين، برهان الولاية الاصلية المحمدية، حجة الشريعة الالٰهية المصطفوية، الوارث لاسرار مناصب الانبياء والمرسلين، شيخ الاسلام ونور المسلمين، كاشف اسرار المتشابهات والسبع المثانى، مجدد الالف الثانى احمد بن عبدالأحد الفاروقى السرهندى النقشبندى الحنفى الماتريدى. رضى الله تعالىٰ عنهما وارضاهما، وافاض علينا من بركات اسرارهما."

حضرت مصنفؒ نے مولانا غلام یحییٰ بہاریؒ کے رسالہ "کلمة الحق" کے ایک ایک فقرہ سے تعرض کیا ہے۔ انہیں جہاں جہاں لغزش ہوئی، اسے دلائل سے واضح کیا ہے۔ بعض جگہ لہجہ میں تلخی وتندی در آئی ہے۔

کتاب کی اصل زبان تو فارسی ہے، مگر قلم بے ساختہ فارسی سے عربی کی طرف اور عربی سے فارسی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ گویا کتاب ملی جلی زبان میں لکھی گئی ہے۔ بہر حال مسئلہ "وحدة الوجود" اور "وحدة الشهود" جیسے غامض اور دقیق مسئلہ پر اس کتاب میں جتنی تفصیل وتحقیق آ گئی ہے، اس کے مختلف اطراف وجوانب کا جس طرح احاطہ کیا گیا ہے، اور کتاب وسنت، آثارِ صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمۂ ہدیٰ کے عمدہ نقول کا جس قدر وافر ذخیرہ اس میں فراہم کر دیا گیا ہے، وہ کسی دُوسری کتاب میں نہیں ملے گا۔

آج کی اخباری صحافت کے دور نے علمی مذاق برباد کر ڈالا ہے۔ ہر طرف ناول وافسانہ قسم کے گھٹیا لٹریچر کی مانگ ہے، اس لیے خالص علمی میدان لق ودق صحرا نظر آتا ہے، تاہم گاہ بگاہ اس دشت کی بادہ پیمائی کے لیے بھی کوئی نہ کوئی آبلہ پا نکل ہی آتا ہے۔ جناب حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی (مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ) کا شمار لیلائے علم کے انہی عشاق میں ہوتا ہے۔ انہیں خصوصیت سے ولی اللّٰہی خانوادہ کے مآثر کی اشاعت کا ذوق ہے۔ وہ اس سے قبل حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی کئی کتابیں بڑے اہتمام سے شائع کر چکے ہیں۔ شاہ صاحب کی کتابوں میں زیرِ نظر کتاب "دمغ الباطل" کا نام ہی نام سنا تھا، کتاب کبھی زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئی اور اس کے مخطوطے بھی نادر ونایاب تھے۔ مولانا سواتی نے پاکستان میں اس کی تلاش کی، مگر کوئی نسخہ انہیں دستیاب نہیں ہو سکا۔ ہندوستان میں مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

مدظلہٗ سے رابطہ قائم کیا، معلوم ہوا کہ رضا لائبریری رام پور میں اس کا مخطوطہ موجود ہے۔ مولانا موصوف ہی کے توسط سے اس کی نقل حاصل کرنے کی فرمائش کی گئی، نقل مکمل ہوئی تو تصحیح و مقابلہ کے مراحل آئے، اس خدمت کے لیے دو آدمیوں کا تقرر ہوا اور کئی مہینے اس کام پر لگے۔ یہ ساری تفصیل مولانا سواتی مدظلہٗ نے اپنے مقدمہ میں قلم بند کی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس مدفون خزانے کو حاصل کرنے کے لیے ذہنی وفکری قیمت کے علاوہ کتنی مادّی قیمت ادا کرنا پڑی ہوگی!

کتاب کی نقل یہاں پاکستان پہنچی تو معلوم ہوا کہ اغلاط سے مشحون ہے۔ اس لیے انہوں نے کتاب کو اَز سرِ نو خود ایڈٹ کیا، جہاں تک ممکن ہوسکا اَغلاط کی تصحیح کی، مطالب کے لیے جدید عنوانات کا اضافہ کیا، ۵۴ صفحے کا ضخیم مقدمہ لکھا، ۱۶ صفحے کی فہرست مرتب کی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ''المکتوب المدنی'' جو درحقیقت اس کتاب کا متن ہے، اس کتاب کے ساتھ شامل کیا۔ یوں برس ہا برس کی محنتِ شاقہ کے بعد وہ اس قابل ہوئے کہ یہ علمی سوغات اَربابِ نظر کے سامنے پیش کریں۔ باطنی محاسن کے علاوہ کتاب کے حسنِ ظاہر کی جو رعایت رکھی گئی ہے، وہ بہت ہی کم کتابوں کے حصہ میں آتی ہے۔ کتابت وطباعت عمدہ، کاغذ بہت نفیس واعلیٰ اور جلد بڑی خوب صورت، جاذبِ نظر و دِل کش ہے۔ مولانا سواتی زید مجدہٗ اپنی اس علمی پیش کش پر تمام علمی حلقوں کی جانب سے تشکر وتہنیت کے مستحق ہیں۔ حق تعالیٰ اُنہیں اس پر جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اس علمی خدمت کو دُنیا وآخرت میں شرفِ قبول بخشے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ)

❊❊❊

فقہ وفتاویٰ
(مسائل اور احکام)

مجموعہ رسائل اِبن عابدین

علامہ سیّد محمد امین بن عابدین۔ قیمت: ۱۱۰روپے۔ پتا: سہیل اکیڈمی، چوک اُردو بازار، لاہور۔

تیرہویں صدی کے علامہ سیّد محمد امین بن عابدین (متوفی: ۱۲۵۲ھ) کا اِسم گرامی ان کی شہرہ آفاق کتاب ''رَدّ المُحتار علی الدّر المختار'' کے سبب زندۂ جاوید ہے۔ ان کی دیگر تالیفات میں۔ جن کی تفصیل ان کے صاحب زادہ کے ''تکمله رد المحتار'' کے مقدمہ سے معلوم ہوسکتی ہے۔ ان کے رسائل کا زیرِ نظر مجموعہ سب سے زیادہ مشہور ہے، جو حسبِ ذیل ۳۲ رسائل پر مشتمل ہے:

۱:...العلم الظاهر فی نفع النسب الطاهر. ۲:...شرح رسالہ عقود رسم المفتی. ۳:...الفوائد المخصصه باحکام کیّ الحمصه. ۴:...منهل الواردین من بحار الفیض علی زخر المتاهلین فی مسائل الحیض. ۵:...رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشهد مع ذیلها. ۶:...تنبیه ذوی الافهام علیٰ احکام التبلیغ خلف الامام. ۷:...شفاء العلیل وبلّ الغلیل فی حکم الوصیة بالختمات والتهالیل. ۸:...منة الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمة من کثیر وقلیل. ۹:...تنبیه الغافل والوسنان علیٰ احکام هلالِ رمضان. ۱۰:...اتحاف الذکی النبیه بجواب مایقول الفقیه. ۱۱:...الابانة عن أخذ الاجرة علی الحضانة. ۱۲:...تحریر النقول فی نفقة الفروع والاصول. ۱۳:...رفع الانتقاض ودفع الاعتراض علیٰ قولهم الایمان مبنیة علی الالفاظ لا علی الاغراض. ۱۴:...رفع الاشتباه عن عبارة الاشباه. ۱۵:...تنبیه الولاة والحکام علیٰ احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابه

الكرام عليه وعليهم الصلاة والسّلام. ١٦:...الاقوال الواضحة الجلية فى تحرير مسئلة نقض القسمة ومسئلة الدرجة الجعلية. ١٧:...العقود الدرية فى قولهم على الفريضة الشرعية. ١٨:...غاية المطلب فى اشتراط الواقف عود النصيب الى اهل الدرجة الاقرب فالاقرب. ١٩:...غاية البيان فى انّ وقف الاثنين علىٰ نفسهما وقف لاوقفان. ٢٠:...تنبيه الرقود علىٰ مسائل النقود. ٢١:...تحبير التحرير فى ابطال القضا بالفسخ بالغبن الفاحش بلا تقرير. ٢٢:...تنبيه ذوى الافهام علىٰ بطلان الحكم بنقض الدعوىٰ بعد الابراء العام. ٢٣:...اعلام الاعلام باحكام الاقرار العام. ٢٤:...نشر العرف فى بناء بعض الاحكام على العرف. ٢٥:...تحرير العبارة فى من هو أولىٰ بالاجارة. ٢٦:...اجوبة محققة عن اسئلة متفرقة. ٢٧:...مناهل السُرور لمبتغى الحساب بالكسور. ٢٨:...الرحيق المختوم، شرح قلائد المنظوم. ٢٩:...اجابة الغوث ببيان حال النقباء والنجباء والابدال والاوتاد والغوث. ٣٠:...سلّ الحسام الهندى لنصرة مولانا خالد النقشبندى. ٣١:...الفوائد العجيبة فى اعراب الكلمات الغريبة. ٣٢:...بغية الناسک فى ادعية المناسک.

یہ مجموعہ عظیم فقہی سرمائے پر مشتمل ہے، سہیل اکیڈمی نے اسے اعلیٰ کاغذ، صاف ستھری طباعت اور خوب صورت جلد میں شائع کر کے اہلِ علم کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۰ھ)

الاشباه والنظائر مع شرح حموى

شيخ زين الدين ابن نجيم المصرىؒ. تحشيه: سيّد احمد بن محمد الحموى المصرىؒ۔ پتا: اِدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۴۳۷-ڈی، گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک، کراچی، پاکستان۔

البحر الرائق شرح كنز الدقائق کے مؤلف شيخ زين الدين ابن نجيم المصرىؒ (۹۲۶ھ-۹۷۰ھ) اوراُن کی نادرۂ روزگار تصنیف ''الاشباه والنظائر'' دونوں کی شہرت ہر قسم کے تعارف سے مستغنی ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب کے بارہ میں لکھا تھا:

''فارجو من كرم الفتاح ان هذا الكتاب اذا تمّ بحول الله وقوته يصير نزهة

للناظرين، ومرجعًا للمدرسين ومطلبًا للمحققين و معتمدًا للقضاة والمفتين، وغنيمةً للمحصلين، وكشفًا لكروب الملهوفين."(۱)

''پس مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے توقع ہے کہ جب یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد سے پوری ہو جائے گی تو ناظرین کے لیے باصرہ نواز، مدرّسین کا مرجع، محققین کا مطلوب، قاضیوں اور مفتیوں کا معتمد علیہ، محصلین کے لیے غنیمت اور پریشانیوں کی بے چینیوں کا مداوا ہوگی۔''

اور کتاب کے آخر میں مصنف علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"الفريد في نوعه، بحيث لم اطلع له على نظير في كتب اصحابنا رحمهم الله تعالى."(۲)

''یہ کتاب اپنی نوعیت میں ایسی منفرد ہے کہ ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی کتابوں میں اس کی نظیر میری نظر سے نہیں گزری۔''

مصنفؒ نے اپنی کتاب کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے، اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ مصنفؒ نے فقہ کی جزئیات ومسائل کو جس انداز سے اُصول وقواعد کے رشتہ میں منسلک کر دیا ہے، اس پر ''دریا بہ کوزہ'' کی مثل صادق آتی ہے۔ اور نہ صرف فقہِ حنفی میں، بلکہ مذاہبِ اَربعہ کے ذخیرۂ تالیف میں بھی اس کی نظیر نہیں۔

کتاب کے شارح سیّد اَحمد بن محمد الحموی المصریؒ (المتوفی:۱۰۹۸ھ) شرح کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"فان كتاب "الاشباه والنظائر" لأفضل المتأخرين مولانا زين الدين بن نجيم الحنفي كتاب لم تكتحل عين الزمان له بثاني، ولم يوجد في كتب الحنفية ماله يوازي او يداني، فهو مع صغير حجمه ووجازة نظمه بحر محيط بدرر الحقائق، وكنز اودع فيه نقود الدقائق......"(۳)

''افضل المتأخرين مولانا زین الدین بن نجیم حنفی کی تالیف ''الاشباہ والنظائر'' ایک ایسی کتاب ہے کہ زمانہ کی آنکھوں نے اُس کا ثانی نہیں دیکھا، اور کتبِ حنفیہ میں کوئی ایسی کتاب نہیں جو اُس کی ٹکر کی ہو یا اس کے قریب ہو، اس کا حجم اگرچہ چھوٹا ہے اور اس کے الفاظ اگرچہ مختصر ہیں، اس کے باوجود وہ حقائق کے موتیوں کا بحرِ محیط ہے اور ایک ایسا دفینہ جس میں دقیق مسائل کے سکے مدفون ہیں۔''

---

(۱) ص:۱۸
(۲) ص:۳۳۰، ج:۲
(۳) ص:۲، ج:۱

مگر چونکہ کتاب کی عبارت میں بہت ہی اختصار وایجاز سے کام لیا گیا تھا، جس کی وجہ سے اکثر مواقع میں فہم مراد میں اُلجھن پیش آتی تھی، اِس لیے ضرورت تھی کہ اس کی ایسی شرح ہو جو اس کے مشکل مقامات کو حل کرے، اس ضرورت کو سیّد حموی رحمۃ اللہ علیہ نے پورا کیا۔ قریباً ایک صدی ہوئی ہے کہ ''الاشباہ والنظائر'' سیّد حمویؒ کے حاشیہ کے ساتھ ہندوستان سے لیتھو میں شائع ہوئی اور مصر سے ٹائپ پر، لیکن ان دِنوں یہ دونوں نسخے نایاب تھے اور ان کی حیثیت قلمی نسخوں کی سی ہوگئی تھی۔ ''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' نے اہلِ علم پر احسان فرمایا کہ اس کو شائع کر کے اہلِ علم کو اس خزانۂ عامرہ سے استفادہ کا موقع فراہم کر دیا۔

پیش نظر اِشاعت مصری نسخہ کا عکس ہے جو مطبع عامرہ سے ۱۲۹۰ ہجری میں شائع ہوا تھا۔ اس نسخہ کا خصوصی اِمتیاز یہ ہے کہ اس کے آخر میں چھیالیس (۴۶) فقہی رسائل ملحق ہیں۔ ان میں تین رسائل تو ''الاشباہ والنظائر'' ہی سے متعلق ہیں۔

پہلا رسالہ ''تتمه فی الفروق'' ہے۔ شیخ ابن نجیم نے ''الاشباہ والنظائر'' کے تیسرے فن میں ''فروق'' کو کتاب العتق تک پہنچا کر بند کر دیا تھا، دیگر فنون کی طرح اس کو فقہ کے آخری ابواب تک مکمل نہیں کیا تھا، اس کی تکمیل مصنف کے برادر شیخ عمر بن نجیم رحمہ اللہ نے ''تتمه فی الفروق'' کے نام سے کی۔ یہ تتمہ ہندوستانی نسخوں کے آخر میں بھی ملحق ہے۔

دُوسرا رسالہ ''نزهة النواظر علی الاشباہ والنظائر'' کے نام سے ''الاشباہ والنظائر'' پر شیخ خیرالدین رملی کے حواشی کا مجموعہ ہے، جسے ان کے صاحب زادہ شیخ نجم الدین رملی نے مرتب کیا تھا۔

تیسرا رسالہ ''رفع الاشتباہ عن کلام الاشباہ'' کے نام سے شیخ خیرالدین الیاس زادہ کا رسالہ ہے، جس میں ''الاشباہ'' کی ایک عبارت کی توضیح کی گئی ہے اور اس سے جو غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی، اسے رفع کیا گیا ہے۔ یہ ڈیڑھ صفحے کا مختصر سا رسالہ ہے۔

چوتھا رسالہ ''غایة البیان وخلاصة الاقوال فیما یاخذهٔ سلاطین الزمان من اهل الاموال'' کے نام سے شیخ محمد طاہر کا ہے، جس میں اس موضوع پر فقہی اقوال جمع کیے گئے ہیں کہ سلاطینِ زمانہ کو اگر زکوٰۃ دی جائے تو ادا ہوتی ہے یا نہیں؟

ان چار رسائل کے بعد شیخ زین الدین ابن نجیمؒ مصنف ''الاشباہ والنظائر'' بیالیس (۴۲) فقہی رسائل کا مجموعہ ہے، جو ان کے صاحب زادے شیخ احمد بن نجیمؒ نے مرتب کیا تھا۔ یہ مجموعہ رسائل بجائے خود فقہی معلومات کا خزانہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۶ھ)

الاشباہ و النظائر

شیخ زین الدین ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ۔ قیمت: ۵۲ روپے، ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی، پاکستان چوک، کراچی۔

ہمارے متاخرین فقہاء میں شیخ ابن نجیم مصریؒ (التوفی: ۹۷۱ھ) فقیہ النفس ہیں، ان کا فقہی مقام بہت ہی بلند ہے اور انہیں ''ابوحنیفۂ ثانی'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی شرح کنز (البحر الرائق) فقہِ حنفی میں نہایت مستند اور مدارِ فتویٰ تصور کی جاتی ہے۔ ان کی زیرِ نظر کتاب ''الاشباہ والنظائر'' تو اس قدر بلند پایہ ہے کہ مذاہبِ اربعہ کے ذخائر میں اس کی مثال نہیں۔

''الاشباہ و النظائر'' کے متعدد ایڈیشن مصر سے شائع ہوئے۔ سیّد حموی کے حاشیہ کے ساتھ اس کا جو نسخہ ایک صدی پہلے استنبول سے شائع ہوا تھا، پاکستان میں وہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ زیرِ نظر نسخہ ''الاشباہ'' کے نسخوں میں شاید سب سے قدیم نسخہ ہے جس پر شیخ محمد علی رافعی رحمہ اللہ کا مختصر سا حاشیہ ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۹۸ھ میں ''مطبع وادی النیل'' مصر سے شائع ہوا تھا۔ ایچ ایم سعید کمپنی نے اس کا نفیس عکس خوب صورت جلد میں پیش کیا ہے۔

اُمید ہے کہ عام اہلِ علم کے علاوہ فقہ کے متخصص طلبہ اس دُرِّ ثمین کی قدر کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۸ھ)

الجامع الصغیر مع شرحه النافع الكبير

اِمام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ۔ تحشیہ: مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ۔ پتا: اِدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۴۳۷-ڈی، گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک، کراچی، پاکستان۔

''جامع صغیر'' امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ (التوفی: ۱۸۹ھ) کی ان چھ کتابوں میں سے ہے جن پر ''ظاہر الروایت'' کا مدار ہے۔ اس کا سببِ تالیف یہ لکھا ہے کہ اِمام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جب ''المبسوط'' کی تالیف سے فارغ ہوئے تو امام ابویوسفؒ (التوفی: ۱۸۲ھ) نے ان سے فرمائش کی کہ ایک کتاب میں اِمام ابوحنیفہؒ (التوفی: ۱۵۰ھ) کے ان فقہی مسائل کو جمع کریں جو انہوں نے (اِمام محمدؒ نے) خود ان (اِمام ابویوسفؒ) کی روایت سے سنے ہیں، چنانچہ اِمام محمد رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' تالیف کر کے اُن کی خدمت میں پیش کی تو اِمام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''خوب یاد رکھا، مگر تین مسائل میں چوک گئے،

میں نے اس طرح روایت نہیں کی تھی۔'' امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''آپ نے روایت اسی طرح کی تھی، جس طرح میں نے کتاب میں درج کی ہے۔ جناب خود روایت کر کے بھول گئے ہیں۔'' امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کتاب اتنی پسند تھی کہ سفر وحضر میں اسے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔ ہمارے متقدمین کے یہاں اس کتاب کی بڑی عظمت تھی، مفتی وقاضی کے لیے اس کا حفظ ہونا شرط تھا۔ بے شمار حضرات نے اس کو شروح وحواشی سے مزین کیا، جن میں امام طحاویؒ (المتوفی: ۳۲۱ھ) اور امام ابو بکر جصاص رازیؒ (المتوفی: ۳۷۰ھ) ایسے اکابر بھی شامل ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۳۰۴ھ) نے بھی اس کا ایک مختصر مگر بغایت نافع ومفید حاشیہ تحریر فرمایا تھا۔ نیز اس پر ایک خوب صورت مقدمہ تحریر فرمایا تھا۔ یہ مقدمہ ''النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر'' کے نام سے موسوم ہے۔ جامع صغیر مع حاشیہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ، مطبع مجتبائی وغیرہ سے شائع ہوئی تھی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ نے پہلی مرتبہ اسے خوب صورت ٹائپ پر نفیس طباعت کے ساتھ شائع کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۶ھ)

کتاب الاصل المعروف به المبسوط

امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ۔ پتا: ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ ۴۳۷-ڈی، گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک، کراچی، پاکستان۔

الامام المجتہد محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ کو ''مدوّنِ مذہبِ نعمانی'' کا لقب حاصل ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کثیر التعداد تصانیف میں فقہِ حنفی کو مرتب فرمایا۔ ان میں ''کتاب الاصل'' سب سے زیادہ جامع، مفصل اور مبسوط ہے۔ اسی بنا پر یہ ''المبسوط'' بھی کہلاتی ہے، اور اسے ''الکتاب'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ''بلوغ الامانی'' میں شیخ الاسلام محمد زاہد کوثری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ اہلِ کتاب میں سے ایک حکیم نے ''المبسوط'' کا مطالعہ کیا تو یہ کہتے ہوئے اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے کہ:

هذا كتاب محمدكم الاصغر

فكيف كتاب محمدكم الاكبر

یہ تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب ہے، بڑے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کتاب کا کیا عالم ہوگا!

متقدمین میں امام محمدؒ کی فقہی تالیفات ہی پر اعتماد تھا، اور وہی متداول تھیں، لیکن متاخرین نے امام محمدؒ

کی کتابوں کے خلاصے مرتب کیے اور منتشر مسائل کو یکجا کر کے منقح عبارتوں میں مرتب کر دیا تو یہی کتابیں فقہاء کا مرکزِ توجہ بن گئیں، اور امام محمدؒ کی کتابیں (جو فقہِ حنفی کا اصل ماخذ تھا) رفتہ رفتہ طاقِ نسیان کی زینت بن گئیں اور اہلِ علم کو ڈھونڈنے پر ان کا حصول دُشوار ہو گیا۔

مولانا ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ کے دل میں حق تعالیٰ شانہ نے ہمارے ائمۂ متقدمین کے علوم کی نشر واشاعت کا داعیہ پیدا فرمایا۔ انہوں نے اپنے چند رُفقاء کے ساتھ ''لجنة احياء المعارف النعمانية'' کے نام سے ایک ادارہ تشکیل دیا۔ اس ادارہ سے ائمۂ متقدمین خصوصاً امام محمد رحمہ اللہ کی متعدد کتابیں شائع ہوئیں۔ انہی میں امام محمدؒ کی یہ عظیم الشان کتاب ''المبسوط'' بھی ہے۔ مولانا مرحوم نے اپنے مقدمہ میں اس کی تفصیل دی ہے کہ انہوں نے کس جانفشانی سے ''المبسوط'' کے نسخوں کا سراغ لگایا اور پھر کس طرح ان کے حصول کی کوششیں کیں اور تصحیح و مقابلہ میں کیسی کیسی مشقتیں برداشت کیں! بہرحال انہوں نے تحقیق و تعلیق کے ساتھ کتاب کی چار جلدیں شائع کیں اور انہوں نے اس کا اعتراف فرمایا کہ کتاب کے کچھ حصے ان کی دسترس سے باہر رہے۔

مولانا افغانی رحمہ اللہ کا شائع کردہ نسخہ بھی اب نایاب تھا، حق تعالیٰ شانہ ''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' کے بانی حضرت مولانا نور احمد کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے نہ صرف مولانا افغانیؒ کے نسخہ کا عکس دوبارہ شائع فرمایا بلکہ کتاب کا ایک حصہ جو ''كتاب البيوع والسلم'' پر مشتمل تھا اور جو ڈکتور شفیق شحاتہ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ مصر سے شائع ہوا تھا، جلد خامس کے طور پر اس کا بھی اضافہ فرما دیا۔ گویا کتاب کے جتنے اجزا اب تک طبع ہوئے تھے ''ادارۃ القرآن'' کو ان کو یکجا شائع کرنے کی سعادت میسر آئی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۶ھ)

السعاية في كشف ما في شرح الوقاية

حضرت العلامہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ۔ صفحات: ۹۳۶۔ قیمت: ۱۲۵ روپے۔ پتا: سہیل اکیڈمی، محمد علی امین مارکیٹ، چوک اُردو بازار، لاہور۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ (م: ۱۳۰۴ھ) کا شمار اُن اذکیائے اُمت میں ہوتا ہے جن پر نہ صرف سرزمینِ ہند کو بلکہ عالمِ اسلام کو فخر ہے، وہ بہت تھوڑی سی عمر لے کر آئے اور معقولات و منقولات کے بہت سے فنون پر اُمت کو ایک بہترین کتب خانہ مدوّن کر کے دے گئے ع

خوش درخشید ولے شعلہ مستعجل بود

اُن کی مختلف موضوعات پر قریباً یک صد (۱۰۰) کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کو اُٹھا کر دیکھیے تو اُن کے تبحر، استحضار، جامعیت، دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی پر آدمی تصویرِ حیرت بن کر رہ جاتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ جس اُمت کے اَصاغر یہ ہیں، اس کے اکابر کیا کچھ ہوں گے!

مولانا علیہ الرحمۃ کی تالیفات میں شرح وقایہ کی شرح کبیر "السعایة" اُن کی سب سے جامع اور نفیس ترین کتاب ہے، جو مصنف کے علم و فضل اور فہم و ذکاوت کا شاہکار اور فقہ و حدیث کا دریائے ناپیدا کنار ہے۔

حضرت مصنف کے بیان کے مطابق اِس شرح کبیر میں مندرجہ ذیل اُمور کا اِلتزام کیا گیا ہے:

۱:...متن و شرح کی عبارتوں کا حل۔ ۲:...متن و شرح پر اُٹھائے گئے سوالات کے جواب۔ ۳:...مناسب مقام پر فقہی جزئیات فقہ کی معتبر کتابوں کے حوالے سے ذکر کرنا۔ ۴:...مسئلہ زیرِ بحث میں علمائے ملت اور فقہائے اُمت کے اِختلافات کی پوری تفصیل۔ ۵:...کتاب وسنت، اِجماعِ اُمت اور قیاس سے ائمہ مذاہب کے عقلی و نقلی دلائل کا اِستیعاب۔ ۶:...حدیث، اُصولِ حدیث، رِجالِ حدیث اور عللِ حدیث سے متعلق مباحث پر سیر حاصل بحث۔ ۷:...اِختلافی مسائل میں راجح مذہب کے وجوہِ ترجیح۔ ۸:...روایاتِ فقہیہ میں ارجح و اقویٰ کی تعیین اور مفتیٰ بہ قول کی تشخیص کا اہتمام۔ ۹:...نصوصِ متخالفہ میں توفیق و تطبیق۔ ۱۰:...ائمہ کے مذاہب و دلائل کے بیان میں اِفراط و تفریط اور تعصب و حمیت سے اِحتراز۔

افسوس ہے یہ بحرِ ذخار "فصل فی القراءة" پر پہنچ کر اچانک تھم گیا، مگر اس کے تلاطم و تموج کا یہ عالم ہے کہ اس کی صرف "کتاب الطهارة" (بڑی تقطیع، باریک خط نسخ، فی صفحہ ۲۹ سطروں کے) ۵۷۲ صفحات پر اور کتاب الصلاة کا نصف سے کم حصہ ۳۱۰ صفحوں پر محیط ہے۔ مولانا مرحوم کے قلم سے ۴۲ صفحات کا ایک مقدمہ مزید برآں!

یہ کتاب قریباً ایک صدی پہلے لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی اور ایک عرصہ سے عنقا تھی، "سہیل اکیڈمی" کا اہلِ علم پر گراں قدر احسان ہے کہ اُس نے نسخۂ قدیمہ کا عکس لے کر اِس خزانۂ عامرہ کو وقفِ عام کر دیا۔ کاغذ، طباعت اور تجلید بہت اعلیٰ، معیاری اور خوب صورت ہے۔ ہماری رائے میں اب کسی اِسلامی کتب خانہ کو اِس گنجِ گراں مایہ سے خالی اور کسی طالبِ علم کو اس کے مطالعہ کے شرف سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ)

شرح النقاية

مولانا نورالدین علی بن سلطان محمد القاری الہروی، مع شرح: شیخ محمود بن الیاس الرومی۔

صفحات: ۱۳۳۴۔ قیمت مجلد (دوجلدوں میں): ۳۰۰ روپے۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

شرح وقایہ کے مصنف اِمام صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ البخاری المحبوبی الحنفی (متوفیٰ: ۷۴۷ھ) کا علمی پایہ ان کی گراں قدر تصنیفات سے واضح ہے اور "معجم المؤلفین" کے مصنف شیخ عمر رضا کحالہ ان کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:

"فقيه، أصولي، جدلي، محدث، مفسر، نحوي، لغوي، اديب، بياني، متكلم، منطقي."[1]

صدر الشریعہؒ نے اپنے جدِ امجد برہان الشریعہ محمود بن عبیداللہ بن محمود (التوفیٰ: ۶۷۳ھ) کی کتاب ''وقاية الرواية في مسائل الهداية '' کی تلخیص ''النقاية'' کے نام سے کی تھی، جس کی تفصیل شرح وقایہ اور ''النقاية'' کے دیباچہ میں انہوں نے ذکر کی ہے۔

''النقاية'' کی متعدد شرحیں لکھی گئیں، جن میں شیخ شمس الدین محمد بن حسام الدین الخراسانی القہستانی ؒ کی کتاب ''جامع الرموز ''مشہور ومعروف ہے، لیکن روایت ودرایت کے لحاظ سے اس کی سب سے مستند اور نفیس ترین شرح الشیخ الامام سلطان العلماء مولانا نورالدین علی بن سلطان محمد القاری الہروی المکی (التوفیٰ: ۱۰۱۴ھ) کی کتاب ''فتح باب العناية في شرح كتاب النقاية '' ہے۔ حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ (سابق شیخ الادب والفقہ دارالعلوم دیوبند) اس شرح کے بارہ میں لکھتے ہیں:

"وقد شرحه أوحد زمانه بل الفقه أوانه علي بن محمد (علی قاریؒ کے والد ماجد کا نام "محمد سلطان" نہیں بلکہ "سلطان محمد" ہے۔) سلطان الهروي المعروف بالقاري الحنفي (كما سيجئي ذِكره) شرحًا تضرب اكباد الابل فيما دونه. وتتحير فحول العلماء عنده ولا يعدونه لم يغادر صغيرة ولا كبيرة من فوائد الكتاب وفرائده الّا احصاها. وما رأى امة من ارباب العلم الاعن الاتيان بمثله اعياها، كشف عن اللغى والاعراب. وأوضح المعاني الدقيقة فاغرب ايّ اغراب. بيّن فيه المعقول والمنقول وخرّج الفروع من الأصول. فكانه بحر عذب يروى الخواص والعوام، ونهر يكفي الانام، امواجه ملتطمة وفي لججه لائي منتظمة. الفاظه مشتملة علىٰ غرر الفوائد. معانيه كانها درر فرائد. فهو بحر عجاج. متلاطم الامواج. لم ينسج في الفقه علىٰ

(۱) ص: ۲۴۶، ج: ۶

منواله، ولم تسمح قريحة بمثاله۔

شموس ولكن غير صاحبة السما

جاذر لكن غير ذات التنائف" (۱)

اس شرح کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شارحِ محققؒ نے تمام ائمۂ مجتہدین خصوصاً فقہِ حنفی کے مسائل کو احادیث سے ثابت کیا ہے، وہ اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ ہمارے علماء دُوسرے حضرات کی بہ نسبت زیادہ متبعِ سنت ہیں، کیونکہ اُنہوں نے حدیثِ مرسل کے قبول کرنے میں سلف کی پیروی کی ہے جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حدیثِ مرسل بھی حدیثِ مسند کی طرح لائقِ اعتماد ہے۔ اسی کے ساتھ اس پر بھی بغیر کسی نزاع کے اجماع ہے کہ مراسیلِ صحابہ مقبول ہیں۔ طبری کہتے ہیں کہ "حدیثِ مرسل کے قبول کرنے پر علماء کا اجماع ہے، اور دُوسری صدی کے سرے تک کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔" راوی کہتے ہیں کہ ان کا اشارہ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف ہے۔ حافظ ابوعمرو بن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی "التمھید" میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پس جو شخص ہمارے اصحاب کی طرف یہ منسوب کرتا ہے کہ وہ سنت کی مخالفت کرتے ہیں اور رائے اور قیاس کا اعتبار کرتے ہیں، وہ عظیم غلطی کا مرتکب ہے، کیونکہ (صرف حدیثِ مسند و مرسل ہی نہیں بلکہ) جو حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم پر موقوف ہو، وہ بھی ہمارے نزدیک قیاس پر مقدم ہے، اسی طرح حدیثِ ضعیف بھی! پس جو شخص ہمارے مذکورہ بالا بیان کے خلاف کہتا ہے وہ اس کی رائے فاسد اور قیاس کاسد کا نتیجہ ہے۔"

حدیثِ مرسل کی حجیت اور اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کے اختلاف پر طویل بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ہمارے متقدمین حضرات مثلاً امام طحاوی، ابوبکر رازی، امام قدوری اور دیگر حضرات (رحمہم اللہ) اپنی کتابوں میں سنت سے دلائل ذکر کرنے کا اہتمام کرتے تھے اور احادیث و روایات کے درجات: صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ پر بحث کرتے تھے۔ لیکن ہمارے متأخرین حضرات نے یہ طرز چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ جو چیز ان کے متقدمین کے ہاں طے پاچکی تھی، انہوں نے اسی پر اعتماد کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین کی طرف سے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ حنفیہ سنت و شریعت کے تارک ہیں۔ حالانکہ کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ اس شنیع خصلت کو ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کرے، حالانکہ شافعیہ میں سے ہمارے مخالفین ہمارے اصحاب کی طرف جس عیب کو منسوب کرتے ہیں، وہ خود اس میں واقع ہیں۔

(۱) محمود الرواية لمن طالع شرح النقاية، ص: ج

چنانچہ اِمام ابواِسحٰق رحمہ اللہ نے "المهذب" میں اور اِمام الحرمین رحمہ اللہ نے "النهاية" میں اور دیگر حضرات شافعیہ نے ضعیف احادیث سے بہ کثرت استدلال کیا ہے، ان کے متقدمین میں سے امام بیہقی نے اور متاخرین میں سے اِمام نووی اور منذری (رحمہم اللہ) نے متعدد مواقع میں اس کو بیان کیا ہے، بلکہ اِمام الحرمین رحمہ اللہ نے ضعیف حدیث کے بارہ میں تصریح کی ہے کہ وہ صحیح ہے، اور شیخ تقی الدین، نووی اور ابن الصلاح (رحمہم اللہ) وغیرہ نے اس کی تغلیط کی ہے۔ پس یہ وہ چیز تھی جس نے ہمارے لیے ضروری اور لازم کردیا کہ ہم احادیث کو ذکر کریں، ان کے درجات کو بیان کریں اور ان کی تخریج کرنے والوں کی نشان دہی کریں۔ صاحب ہدایہ رحمہ اللہ نے درایت کو روایت کے ساتھ مؤید کرنے کے لیے چونکہ احادیث اجمالی طور پر بیان کی تھیں اور ان کے تخریج کنندگان کا حوالہ نہیں دیا تھا، اِس لیے یہ چیز متاخرین کے لیے ان کی ذکرکردہ بعض احادیث میں طعن کا سبب بن گئی۔ واللّٰہ الموفق والمعین۔"(۱)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ چونکہ "نقایہ" فقہِ حنفی کا بہت مختصر مگر مستند اور مقبول متن ہے، اِس لیے:

قصدت ان اكتب عليه شرحًا غير مخل ولا ممل يبين مشكلات مبانيه ويعين معضلات معانيه مشحونًا بالادلة من الكتاب والسُّنَّة واجماع الامّة واختلاف الأئمة. (۲)

''میں نے قصد کیا کہ اس کی ایسی شرح لکھوں جو نہ فہم مقصود میں مخل ہو، اور نہ طویل بیان کی وجہ سے اُکتادینے والی ہو، جو اس کے مشکل الفاظ کی توضیح کرے، اور اس کے پیچیدہ مطالب کو حل کرے، اور جو کتاب وسنت اور اجماعِ اُمت کے دلائل اور اِختلافِ ائمہ سے مشحون ہو۔''

شرحِ نقایہ کا رُبعِ اوّل حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ کے حواشی کے ساتھ ۱۳۵۱ھ میں ''مکتبہ اعزازیہ دیوبند'' سے شائع ہوا۔ پوری کتاب آج سے اسّی (۸۰) سال پہلے (۱۳۲۶ھ-۱۳۲۸ھ میں) ''مطبع میریہ'' سے دُوسری مرتبہ طبع ہوئی تھی اور اب عنقائے مغرب کی طرح نایاب تھی، حق تعالیٰ شانہ جناب حاجی محمد زکی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے بعض اہلِ علم کے توجہ دِلانے پر مذکورہ بالا نسخہ کا عکس بہت خوب صورت لباس میں شائع کردیا۔

حاشیہ پر شیخ محمود بن الیاس رومی کی شرح ہے، جس کی تکمیل سے وہ ۱۸رذی الحجہ ۸۵۱ھ کو فارغ ہوئے

(۱) ص:۷، ۸
(۲) ص:۸

تھے، چنانچہ کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:

"یقول المفتقر الی رب الناس محمود بن الیاس: قد اتفق فراغ بنان البیان من رقم ما جمعت فیه من الفوائد وما نظمت فیه من الفرائد...... فی لیلة جمعة الثامن عشر من ذی الحجة من احدیٰ وخمسین وثمان مائة."

"مطبعہ میریہ" کے ناشرین نے لوحِ کتاب پر اس شرح کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

"وبهامشه شرحه الآخر للمولوی الیاس المعروف بما وراء النهر بمولوی فخر الدین."

بہر حال! ان دو عظیم الشان شروح کی اشاعت ایک بلند پایہ علمی خدمت ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ اہل علم اور طلبہ اس غنیمتِ کبریٰ کی خوب پذیرائی کریں گے۔ ہماری رائے ہے کہ ہر علمی مکتبہ میں اس کا نسخہ موجود ہونا چاہیے۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ)

المختار شرح کتاب الآثار (اُردو)

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن۔ صفحات: ۶۵۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دار التصنیف جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

اِمام محمد بن الحسن الشیبانی کوفی رحمہ اللہ حضرت اِمام الائمہ اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اَجلہ تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ حضرت اِمام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے قاضی اِمام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بعد فقہ حدیث کے کبار ائمہ میں سے ہیں۔

آپ ایک طرف مجتہد ہیں تو دُوسری جانب اپنے شیخ اور اُستاذ کے مذہب کے عظیم رُواۃ میں سے بھی ہیں۔

کتاب الآثار بھی آپ کی تصنیفات میں سے ہے، اگرچہ بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ یہ کتاب اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تالیف ہے، مگر مشہور یہ ہے کہ اِمام محمدؒ کی تالیف ہے۔

یہ حدیث کی وہ پہلی کتاب ہے جو فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہے۔ باوجود اِختصار کے جامعیت کی حامل ہے اور زیادہ تر اس میں مختلف فیہ مسائل کو لیا گیا ہے۔ اس میں حضرت اِمام رحمہ اللہ نے جہاں اپنے اُستاذ و شیخ کے مذہب کو نقل فرمایا ہے، وہاں اپنے اِجتہادات کے کئی اِضافوں کے ساتھ کتاب کو اور زیادہ چار چاند لگا دیے ہیں۔

کتاب کی اسی اہمیت و افادیت کے تحت اسے درسِ نظامی کے نصاب میں شامل کرلیا گیا، مگر اس کی باقاعدہ کوئی شرح نہیں تھی اور نہ ہی کوئی ترجمہ تھا۔

بعض اَساتذہ اور اہلِ علم کے توجہ دِلانے پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے رئیس جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحبؒ نے یہ عظیم علمی خدمت سرانجام دی کہ اس کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ کتاب کی مکمل شرح تصنیف فرماکر اہلِ علم پر احسان فرمایا۔

اِس شرح میں درجِ ذیل اُمور کا اہتمام کیا گیا ہے:

۱:... آثار کا مکمل معنی خیز اور سلیس ترجمہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۲:... ترجمہ کے ساتھ ساتھ نہایت ہی دِل نشین اور عام فہم انداز میں اس کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔

۳:... جہاں کہیں ضرورت تھی، وہاں مختلف کتبِ فتاویٰ سے فقہی جزئیات کو اَخذ کرکے کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

۴:... شرح میں فقہِ حنفی کی مستند ومسلم کتب مثلاً: الهداية، البحر الرائق، الجوهرة النيرة وغیرہ کو بطورِ ماخذ اپنایا گیا ہے۔

بہرحال اب ماشاء اللہ! یہ ایک بہترین شرح اور عمدہ فقہی ذخیرہ ہے جو اَساتذہ اور طلبہ دونوں کے لیے یکساں مفید ہوگا۔ اہلِ ذوق کو اس سے بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ کتاب معنوی خوبیوں کے علاوہ ظاہری حسن سے بھی مزین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۵ھ)

کبیری شرح منیة المصلی

الشيخ ابراهيم الحلبی الحنفی رحمه الله تعالیٰ ۔ صفحات: ۶۲۴ ۔ قیمت: ۹۵ روپے۔

پتا: سہیل اکیڈمی، چوک اُردو بازار، لاہور۔

منية المصلی پر شیخ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ (م:۹۵۶ھ) کی شرح ''کبیری'' فقہِ حنفی کے مشہور فتاویٰ میں شمار کی جاتی ہے جو نماز کے مسائل کا جامع ترین مجموعہ ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مصنفؒ نے دو چیزوں کا بطورِ خاص اِلتزام کیا ہے۔ ایک: مسائلِ فقہ کو قرآنِ کریم کی آیات اور اَحادیثِ نبویہ سے مبرہن کرنا۔ دُوسرے: حتی الوسع فقہی مسائل وجزئیات کا اِستیعاب!

اَحادیثِ نبویہ کے ضمن میں وہ ہر حدیث کی تصحیح وتضعیف پر محدثانہ کلام بھی کرتے ہیں اور اُن کی فقیہانہ توجیہات بھی پیش کرتے ہیں، اِس لیے اُن کی یہ کتاب نماز سے متعلقہ مسائل پر حدیث وفقہ کا حسین ترین اور جامع مجموعہ ہے۔

زیرِ نظر نسخہ مصری نسخہ کا عکس ہے، جسے ''سہیل اکیڈمی'' نے اعلیٰ کاغذ، معیاری طباعت اور بڑی خوب صورت جلدی بندی کے ساتھ شائع کیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف عربی مدارس کے کتب خانوں اور حضراتِ اہلِ فتویٰ کے لیے تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے، بلکہ ان تمام علمائے کرام کے پاس بھی اس کا ہونا ضروری ہے جو دُور دراز علاقوں میں اِمامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے ہیں اور جنہیں ہمہ وقت نماز کے مسائل کی حاجت پیش آتی ہے۔ واللّٰہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ)

الغرة المنيفة في بعض مسائل ابي حنيفة

شیخ سراج الدین ابوحفص عمر الغزنوی (م:۷۷۳ھ)۔ صفحات: ۲۱۶۔ قیمت: ۳۲ روپے۔
پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، پاکستان چوک، کراچی۔

اِمام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوستر مسائل پر مشتمل فارسی میں ایک رسالہ لکھا تھا، جس کو امیر بہاء الدین کی نسبت سے ''الطريقة البهائية '' کے نام سے موسوم کیا۔ اس میں تقریباً ایک سوستر مسائل ذِکر کیے تھے اور ہر مسئلہ پر اِمام ابوحنیفہ واِمام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے اِختلاف اور ہر ایک کے دلائل کو ذِکر کر کے آخر میں اِمام ابوحنیفہؒ کے دلائل کو رَدّ کیا تھا۔ امیر سرغمش الناصری المصری نے مصر کے قاضی القضاۃ سراج الدین عمر بن اسحٰق الغزنوی الہندیؒ سے فرمائش کی کہ اِمام رازیؒ کے اس فارسی رسالہ کا عربی میں ترجمہ کریں اور ان کے حضرت اِمامؒ پر کیے گئے اِعتراضات کا جواب لکھیں، چنانچہ زیرِ نظر کتاب ''الغرة المنيفة '' اِمام رازیؒ کے رسالہ کا ترجمہ بھی ہے اور جواب بھی! مصنفؒ کا انداز بہت ہی شگفتہ، مؤدبانہ اور محدثانہ وفقیہانہ ہے۔ واقعی لائقِ دید کتاب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۶ھ)

عقود الجواهر المنیفة

علامہ سیّد محمد مرتضیٰ زبیدیؒ۔ صفحات: ۳۲۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

الشیخ الامام العلامة مولانا سیّد محمد مرتضیٰ زبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفیٰ: ۱۲۰۵ھ) کو حق تعالیٰ شانہ نے حدیث وفقہ، تصوف وکلام، نحو ولغت اور دیگر علوم میں جو مقامِ رفیع اور مرتبہ علیا عطا فرمایا، وہ ان کی بے نظیر تصانیف "اتحاف السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين" اور "تاج العروس من جواهر القاموس" سے ظاہر ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی ان کی مشہور تالیف ہے۔ اس کا پورا نام "عقود الجواهر المنيفة في ادلّة مذهب الامام أبي حنيفة مما وافق فيه الائمة الستة أو أحدهم" ہے۔

کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے کہ اس میں امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ روایات اور احادیث فقہی ابواب پر جمع کی گئی ہیں، جن کا تعلق اَحکام سے ہے اور جن کی تخریج صحاحِ ستہ میں سے کسی نے کی ہے، اور شواہد کے طور پر مصنف نے دیگر کتبِ حدیث سے بھی استفادہ کیا ہے اور ان کے حوالے درج کیے ہیں۔

مصنف علیہ الرحمۃ کا مقصود - جیسا کہ خود موصوف نے مقدمہ میں لکھا ہے - اس غلط فہمی کا ازالہ ہے، جس میں بہت سے لوگ ناواقفی یا تعصب کی بنا پر مبتلا ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کو حدیث پر فوقیت دیتے ہیں۔ مصنفؒ لکھتے ہیں کہ:

> "حضرتِ امامؒ کی طرف یہ نسبت قطعاً غلط ہے، کیونکہ حضرتِ امامؒ کے مذہب میں جو چیز صحیح طور پر منقول ہے، وہ یہ ہے کہ نص قیاس پر مقدم ہے اور جن لوگوں کو آپؒ کے مذہب کی کتابوں میں مہارت ہے، وہ جانتے ہیں کہ آپ نے بہت سے مسائل میں قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا ہے، جب کہ دُوسرے بعض اَئمہ نے اس کے برعکس قیاس کو ترجیح دی ہے۔"

بہرحال! یہ بڑی اہم اور اپنے موضوع پر منفرد اور اچھوتی کتاب ہے۔ رُبع صدی پہلے سیّد عبداللہ ہاشم الیمانی المدنی کے اہتمام سے مدینہ طیبہ سے شائع ہوئی تھی، حق تعالیٰ "ایچ ایم سعید کمپنی" کے مالکان کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ بعض اہلِ علم کی فرمائش پر انہوں نے اسے پاکستان میں شائع فرمایا۔

اُمید ہے کہ اہلِ علم اس "عقدِ جواہر" کی گوہر شناس جوہری کی طرح قدر شناسی کریں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۰۷ھ)

ردّ المحتار المعروف ''فتاویٰ شامی''

شیخ محمد امین ابن عابدین شامیؒ۔ قیمت (کامل آٹھ جلدیں): ایک ہزار روپے۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک، کراچی۔

"الدر المختار شرح تنویر الابصار" فقہِ حنفی میں شہرۂ آفاق کتاب ہے، جس میں نہایت وجیز اور مختصر عبارت میں فقہی جزئیات کے استقصاء اور راجح اور مفتیٰ بہ روایات کے جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ خاتمۃ المحققین علامہ محمد امین ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی:۱۲۵۲ھ) نے اس پر "ردّالمحتار" کے نام سے ایک مفصل اور محققانہ حاشیہ تحریر فرمایا جو ''فتاویٰ شامی'' کے نام سے مشہور اور اہلِ فتویٰ کا مرجع ہے۔ ''شامی'' کے متعدد ایڈیشن بازار میں دستیاب ہیں، مگر پیشِ نظر درجِ ذیل منفرد خصوصیات کی بنا پر تمام طباعتوں سے فائق اور ممتاز ہے:

۱:...عام نسخوں میں ''الدر المختار'' حاشیہ میں تھی، جس سے قاری کو اُلجھن پیش آتی تھی، اس نسخہ میں متن کو صفحہ کے بالائی حصہ میں رکھا گیا ہے۔

۲:...متن کی جو عبارت شرح میں آئی ہے، اسے زیرِ خط کرکے ممتاز کردیا گیا ہے۔

۳:...علامہ عبدالقادر رافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:۱۳۲۳ھ) نے ''ردّ المحتار'' پر حواشی لکھے تھے، جو ''تقریراتِ رافعی'' کے نام سے دو مستقل جلدوں میں شائع ہوئے تھے۔ پیشِ نظر نسخہ میں ''تقریراتِ رافعی'' کا ہر جلد سے متعلقہ حصہ اس کے آخر میں ملحق کردیا گیا ہے، اور ''شامی'' کی جس عبارت پر رافعیؒ نے کوئی نوٹ لکھا تھا، اس عبارت پر ''تقریراتِ رافعی'' کے صفحہ کی نشان دہی کردی گئی ہے، تاکہ قارئین کو تلاش و جستجو کی زحمت نہ اُٹھانا پڑے۔ واقعتا یہ ایک اہم علمی خدمت ہے، جو اس ایڈیشن کی منفرد خصوصیت ہے۔

۴:...دُوسرے نسخوں میں مطالب کے عنوانات بھی حاشیہ میں تھے، جب کہ پیشِ نظر اشاعت میں انہیں کتاب کے اندر دیا گیا ہے۔

۵:...دُوسرے نسخوں کی نسبت اس کا ٹائپ جلی اور تقطیع بڑی ہے اور کتاب بجائے پانچ کے چھ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔

۶:...اس نسخہ کے ساتھ تکملہ ردّ المحتار (قرۃ عیون الاخیار) کی دو جلدیں بھی شامل ہیں۔

''ایچ ایم سعید کمپنی'' نے بعض اہلِ علم کے اِصرار پر اس بہترین اور فائق ترین نسخہ کو شائع کرکے واقعتا

ایک اہم علمی خدمت انجام دی ہے۔ کتاب کا کاغذ اور طباعت بھی معیاری ہے اور تجلید بھی کتاب کے شایانِ شان، مضبوط، خوب صورت اور خوش نما!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

قواعد الفقه

المفتی السید محمد عمیم الاحسان المجد دی البرکتی۔ صفحات: ۵۸۳۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ پتا: الصدف پبلشرز ۲۴، الظفر مارکیٹ، بلاک جی، حیدری، نارتھ ناظم آباد، کراچی۔

الشیخ العلام مفتی عمیم الاحسان قدس سرہٗ (رئیس الاساتذہ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ) علمائے بنگلہ دیش کے سرخیل اور متصلّب حنفی عالم تھے۔ ان کی تصانیف (جو سو کے لگ بھگ ہیں) اس کی غماز ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''قواعد الفقه'' جو درحقیقت اُصول اِمام کرخی، اصول المسائل الخلافیه، قواعد الفقهیه، التعریفات الفقهیه اور ادب المفتی نامی پانچ وقیع علمی خزانوں پر مشتمل ہے۔ اَوّل الذکر دو رسائل: "اصول کرخی" اور"اصول المسائل الخلافیه" بالترتیب علامہ کرخی اور قاضی ابوزید دبوسی کے رشحاتِ قلم ہیں، جب کہ مؤخر الذکر تین رسائل مؤلفِ موصوف کا نتیجۂ فکر ہیں، جن میں موصوف نے ان فقہی اِصطلاحات کو حروفِ تہجی کے اِعتبار سے جمع فرمایا ہے جو ان کے ہاں پسندیدہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اصطلاحات کے ضمن میں بہت سے ایسے الفاظ کا تذکرہ بھی کیا ہے جو اگرچہ فقہی اِصطلاحات میں سے نہیں ہیں، مگر کثرتِ استعمال کی بنا پر موصوف نے انہیں قابلِ ذکر سمجھا۔ آخری رسالہ "ادب المفتی" میں علامہ ابنِ عابدین شامی کے رسالہ "عقود رسم المفتی" کی شرح وتلخیص کرتے ہوئے نہایت آسان اور عام فہم انداز میں اِفتاء اور اِستفتاء سے متعلق آداب بیان کیے گئے ہیں۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ اُسے تخصص کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ ایک عرصہ سے کتاب نایاب تھی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جناب سیّد محمد حسن الطارق کو جنہوں نے اس کا فوٹو لے کر نئے انداز میں نہایت ہی آب وتاب سے شائع کر کے علمی حلقوں پر اِحسان فرمایا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ)

ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی (عربی)

نواب سیّد محمد صدیق حسن خان بھوپالیؒ۔ صفحات: ۳۰۰۔ قیمت (مجلد کارڈ بورڈ): ۴۰ روپے۔
پتا: مکتبہ سلفیہ، شیش محل، لاہور۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالیؒ (۱۲۴۸-۱۳۰۷ھ) کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ قریباً ہر اہم دینی موضوع پر اُنہوں نے قلم اُٹھایا۔ مسلکاً اہلِ حدیث تھے، خود اجتہاد کا دعویٰ تھا۔

زیرِ نظر کتاب - جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے - اَحکامِ قضا سے متعلق ہے۔ کتاب کے دو حصے ہیں: پہلے حصہ میں وہ اَحادیث جمع کی ہیں جنہیں قضا کے موضوع سے تعلق ہے، اُن پر جرحاً و تعدیلاً کلام کرتے ہیں اور ان سے مستنبط فوائد ذکر کرتے ہیں۔ دُوسرے حصہ میں قضا سے متعلق مسائلِ جزئیہ ہیں۔ مصنف چونکہ خود مجتہد ہیں، اِس لیے اُنہوں نے کسی مسئلہ پر ائمۂ اِجتہاد کے اَقوال و دلائل سے تعرض نہیں کیا، بلکہ خود اَپنی اِجتہادی آرا کو قلم بند کر کے قرآن و سنت کے دلائل سے اُن کا اِستنباط کیا ہے۔

دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اُن کی یہ کتاب نہ تو ان حضرات کے لیے ہے جو تحقیق کے مرتبہ پر فائز ہیں، اور نہ اُن لوگوں کے لیے ہے جو حقائق کے اِدراک سے قاصر ہیں، بلکہ درمیانہ درجہ کے اُن لوگوں کے لیے ہے جو علومِ دِین کا شغل رکھتے ہیں اور اَپنی علمی اِستعداد کی بنا پر صحیح بات سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ کتاب و سنت کے فہم میں مصنف کا بیشتر زورِ قلم اس پر صَرف ہوا ہے کہ ہر شخص کو خود مجتہد بننا چاہیے اور ائمۂ مجتہدین میں سے کسی کی راہنمائی حاصل نہیں کرنی چاہیے۔ وہ اپنے شیخ علامہ شوکانی کو (جن کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ زیدی تھے) مجتہدِ مطلق سمجھتے ہیں اور کتاب میں انہی کے اکثر حوالے دیتے ہیں۔

علامہ شوکانی کے اِجتہاد کی ایک دِلچسپ مثال مصنف نے ان کی کتاب ''وبل الغمام'' کے حوالہ سے نقل کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ: ''فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ'' (۱) کا مطلب یہ ہے: دو دو، تین تین، چار چار عورتوں سے بیک وقت نکاح جائز ہے، یہ مطلب نہیں کہ چار سے زیادہ عورتیں نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہو کہ ائمۂ لغت و اِعراب نے اس کے خلاف نقل کیا ہے، وہ اس کا ثبوت پیش کرے، ہم اس کے شکرگزار ہوں گے۔ اور اِبنِ عباس رضی اللہ عنہ سے جو منقول ہے کہ اِس آیت میں مرد کو چار تک شادیوں کا پابند کیا گیا ہے، اگر یہ نقل صحیح ہو تو وہ اَفرادِ اُمت میں سے ایک فرد ہیں۔ (مطلب یہ کہ اُنہوں نے اپنے اِجتہاد سے آیت کا یہ مطلب سمجھا ہوگا۔ اُن کا فہم و اِجتہاد ہم پر حجت نہیں۔) اور یہ شور مچانا کہ اس پر اِجماع ہے، تو بہت معمولی بات ہے۔ آخر وہ اِجماع کیسے صحیح ہو سکتا

(۱) النساء: ۳

ہے جس کے ''ظاہریہ'' مخالف ہوں؟ ابن الصباغ، عمرانی، قاسم بن ابراہیم نجم آلِ رسول، شیعوں کی ایک جماعت اور محققین متاخرین کا ایک گروہ اس رائے سے متفق نہ ہو؟ اور قرآنِ کریم بھی اس کا مخالف ہے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نو (۹) یا اس سے زیادہ بیویاں تھیں۔ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِقتدا کا حکم ہے، اور یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، محض ایک دعویٰ ہے جو محتاجِ دلیل ہے۔ اس سلسلہ میں جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں وہ سب معلول ہی ہیں۔ اس قسم کی روایتیں دلیلِ قرآنی اور فعلِ مصطفوی سے لگاؤ نہیں کھاتیں......الخ۔

حاشیہ میں جناب محشی نے شوکانی کی کتاب ''السیل الجرار'' کے حوالہ سے نقل کیا کہ وہ چار سے زائد بیویوں کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں، البتہ ان کا مؤقف یہ ہے کہ یہ مسئلہ قرآن سے نہیں بلکہ حدیث اور اِجماعِ اُمت سے ثابت ہے۔ لیکن ''وبل الغمام'' میں تو شوکانی کے اِجتہاد نے اَحادیث کو معلول، اِرشاداتِ صحابہ کو بے وقعت اور اِجماع کو قعقعہ کہا ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ حضرات کتنی پست علمی سطح کے لوگوں کو ''مجتہدِ مطلق'' بنا دیتے ہیں۔ واللّٰہ ولی التوفیق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ)

کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة

شیخ عبدالرحمٰن الجزیری۔ ترجمہ: مولانا منظور احسن عباسی۔ صفحات: ۵۰۰۔ قیمت (مجلد): ۴۵/۰۰ روپے۔ پتا: علماء اکیڈمی، محکمہ اوقاف پنجاب، بادشاہی مسجد، لاہور۔

کچھ مدت سے مختلف فقہی مسالک کے فقہی مسائل کو یکجا کرنے کا ذوق غالب ہے۔ متقدمین نے بھی "اختلاف الفقہاء" پر متعدد کتابیں تالیف فرمائیں، مگر اس سلسلہ میں الشیخ عبدالرحمٰن الجزیری (سابق نگراں مساجد محکمہ اوقاف مصر) کی کتاب "الفقه علی المذاهب الاربعة" متعدد خصوصیات کی بنا پر ہمارے زمانہ میں شہرۂ آفاق ہے۔

پاکستان کے عدالتی اور قانونی اِداروں کی فقہی ضرورت کے لیے محکمہ اوقاف (پنجاب) نے اس کو اُردو میں منتقل کرنے کا بیڑا اُٹھایا، جس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں، اور تیسری جلد اس وقت پیشِ نظر ہے، جس میں مندرجہ ذیل مضامین ہیں:

شرکت، اجارہ، وکالت، ضمانت، ودیعت، عاریت، ہبہ اور وصیت۔ علمی اور بالخصوص قانون کی کتاب کو دُوسری زبان میں منتقل کرنا خاصا مشکل کام ہے، مگر جناب فاضل مترجم نے اس کو بڑی خوبی سے نبھایا ہے۔ طباعت عمدہ ٹائپ میں ہے۔ اغلاط شاذ و نادر ہیں، تاہم کہیں کہیں تصحیح اور نظرِ ثانی کی ضرورت اب بھی باقی ہے۔ مثلاً: صفحہ ۱۸۳، سطر ۶: ''وہ دُوسرے کا وکیل نہیں بن سکتا ہے'' میں ''نہیں'' کا لفظ سہوِ کتابت ہے۔ صفحہ ۱۸۳، سطر ۱: ''بلکہ اس کا ولی وکیل کی وساطت کے بغیر اس کام کی انجام دہی نہیں کرسکتا'' خط کشیدہ الفاظ: ''الا بتوکیل منها'' کا ترجمہ ہے جو صحیح مفہوم ادا نہیں کرتا۔

صفحہ ۱۷۷، سطر ۲۱: ''پہلی قسم کی مثال قتل یا قود کا قصاص ہے۔'' قود خود قصاص کو کہتے ہیں تو ''قود کا قصاص'' کیا ہوا؟ فاضل مترجم نے القصاص فی القتل او القود میں ''قود'' کا عطف ''قتل'' پر سمجھ کر ترجمہ کیا، حالانکہ اس کا عطف قتل پر نہیں بلکہ قصاص پر ہے۔

صفحہ ۱۹۷، سطر ۲۰: ''البتہ کسی باشعور نابالغ لڑکے کا اپنے ولی کی اجازت سے ایسے معاملات کی انجام دہی دُرست ہے، جس میں بالغ ہونے کی شرط نہیں ہے۔ پس اسے نکاح جیسے اُمور میں کسی کو وکیل بنانا دُرست نہیں ہے، ہاں قبولیتِ نکاح کے لیے وہ وکیل بنایا جاسکتا ہے، اور اگر اسے طلاق کا شعور اور عقل ہے تو ولی کی اجازت کے بغیر طلاق کے لیے کسی کو وکیل بناسکتا ہے۔''

اس عبارت کا مفہوم واضح نہیں۔ ''انجام دہی دُرست ہے'' ہونا چاہیے تھا۔ ''وکیل بنایا جاسکتا ہے'' ہونا چاہیے، اور مسئلہ طلاق سرے سے غلط ہے۔

صفحہ ۱۹۷، آخری سطر میں ''فی زواج امة'' کو ''امه'' سمجھ کر ترجمہ کیا گیا ہے، جس سے مفہوم کچھ کا کچھ ہوگیا۔

یہ چند سرسری مثالیں ذکر کی گئیں ہیں۔ مختصر یہ کہ نفسِ کتاب کے علاوہ خود ترجمہ پر بھی کسی محقق فقیہ کی نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔ محکمۂ اوقاف پنجاب کے اَربابِ حل وعقد تشکر و امتنان کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس عظیم الشان کام پر توجہ مبذول کی۔ عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ اصل کتاب بھی محکمۂ اوقاف مصر کے ایک رکن نے لکھی اور محکمۂ اوقاف ہی نے شائع کی اور ترجمہ کی توفیق بھی تقریباً نصف صدی بعد پاکستان (پنجاب) کے محکمۂ اوقاف کو ہوئی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۴ھ)

القانون الدولی الاسلامی (کتاب السیر)

الامام الحافظ المجتهد ابو عبداللّٰہ محمد بن حسن الشیبانیؒ ۔
صفحات: ۲۹۹۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، اشرف منزل، ڈی-۴۳۷، گارڈن ایسٹ، کراچی۔

حضرت الامام الحُجّۃ الحافظ ابوعبداللہ محمد بن حسن الشیبانی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں۔ آپ ذہانت وذکاوت اور فراست کی دولت سے مالا مال اور فضل وکمال میں یکتائے روز گار تھے۔ آپ حضرت امام الائمہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے چار سال تک خدمت ومعیت اور استفادہ کے شرف سے مشرف ہوئے۔ آپ کو فقہ وافتاء، حدیث وتفسیر اور مغازی میں جو مقام حاصل تھا، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے:

امام محمدؒ کی تالیف ''سیر الصغیر'' جب امام اَوزاعی کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے دریافت کیا: اس کا مصنف کون ہے؟ بتایا گیا کہ امام محمدؒ! اس پر امام اَوزاعی نے فرمایا کہ یہ عراق والے سیر ومغازی کو کیا جانیں؟ (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی تو حجاز وشام کی طرف تھے وغیرہ) امام محمدؒ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے مغازی وسیر کے موضوع پر لکھنا شروع کیا اور ساٹھ جلدیں لکھ کر ہارون الرشید کو بھجوادیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے جو آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''کتاب الاصل المعروف بالمبسوط'' کا ایک حصہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں مشہور ہے کہ انہوں نے ''کتاب الاصل'' کو حفظ کر رکھا تھا اور انہیں اس کا طرز ایسا پسند آیا کہ انہوں نے اپنی تصنیف ''کتاب الام'' میں اسی طرز کو اَپنایا۔

عام طور پر ''مبسوط'' کا جو مطبوعہ نسخہ ملتا ہے، اس میں ''کتاب السیر'' کا عنوان نہیں ہے، اس لیے کہ صاحبِ ''کشف الظنون'' حاجی خلیفہ رحمہ اللہ کے بقول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''مبسوط'' کو مختلف اوقات میں متفرق حصوں میں تصنیف فرمایا، چنانچہ اُنہوں نے پہلے نماز، زکوٰۃ، بیوع وغیرہ تمام عنوانات پر لکھا، پھر اُسے جمع کرکے اس کا نام ''مبسوط'' رکھ دیا۔

زیرِ نظر کتاب بھی دراصل ''مبسوط'' کا ایک حصہ ہے جو مخطوطہ کی شکل میں تھی۔ پہلی بار اس کی اِشاعت مصر میں ہوئی، جس کی تصحیح وتبییض کا کام متفرق مخطوطوں کو سامنے رکھ کر کیا گیا۔ ان مخطوطوں میں مخطوطہ عاطف اور مخطوطہ فیض اللہ صاف اور خوش خط ضرور تھے مگر مراد ملا کا مخطوطہ سب سے قدیم اور کامل تھا، اسی لیے اس کو اس کتاب کی تیاری میں بنیاد بنایا گیا ہے۔

پاکستان میں پہلی بار اشاعت کا سہرا ''ادارۃ القرآن'' ایسے اہم اور علم دوست اشاعتی ادارہ کے سر ہے۔ مصری اشاعت میں سائز چھوٹا تھا، اب نئی اشاعت میں اس کو کسی قدر بڑا کر کے شائع کیا گیا ہے۔

کتاب پر جناب دکتور مجید خدوری کی تحقیق وتعلیقات ہیں۔ شروع میں ایک مبسوط ومفصل مقدمہ ہے، جس میں کتاب اور صاحبِ کتاب کا مکمل تعارف ہے۔ کتاب میں نہایت تفصیل سے حرب، اہلِ حرب، خمس، غنیمت، خراج، غلام، لونڈیوں، قیدیوں، دارالاسلام، دار الحرب، حدود، جنایات، ارتداد اور اس کے احکام وغیرہ اہم اُمور پر مدلل ومحقق کلام کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۱۰ھ)

الفتاوی السراجیه

الشیخ العلامہ سراج الدین علی بن عثمان بن محمد الاوشی (م: ۵۷۵ھ)۔ قیمت درج نہیں۔
پتا: ایچ، ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

الشیخ العلامہ سراج الدین علی بن عثمان بن محمد سلیمان الاوشی چھٹی صدی کے مشہور فقیہ ومحدث ہیں۔ علامہ علی قاریؒ نے شرح قصیدہ بدء الأمالی میں ان کو ''الشیخ العلامہ سراج الدین'' کے الفاظ سے اور صاحب ''کشف الظنون'' نے ''امام الحرمین سراج الدین'' کے وقیع الفاظ سے ان کو یاد کیا ہے۔

ان کی تصنیفات میں ''قصیدہ بدء الأمالی'' اور ''فتاویٰ سراجیہ'' تو شہرۂ آفاق ہیں، ان کے علاوہ ''غرر الاخبار ودرر الاشعار'' فی الفاظ الحدیث النبوی اور اس کی تلخیص ''نصاب الاخبار لتذکرۃ الاخیار'' بھی ان کی تصنیفات میں ذکر کی جاتی ہیں۔

فتاویٰ سراجیہ فقہِ حنفی کے اہم مسائل پر مشتمل ہے۔ صاحبِ ''کشف الظنون'' لکھتے ہیں کہ الشیخ الامام یوسف ابن ابی سعید احمد السجستانی کی کتاب کا اہم ترین مأخذ یہی فتاویٰ سراجیہ ہے۔

''وضم الیهن من فتاویٰ سراج الدین الاوشی نوادر من الواقعات مما لا یوجد فی اکثر الکتب.''(۱)

''اور مصنف نے اس پر شیخ سراج الدین اوشی کے فتاویٰ سے ایسے نادر حوادث مسائل کا اضافہ کیا ہے جو اکثر کتابوں میں نہیں ملتے۔''

حضرت مصنف نے اپنے ابتدائیہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے حوادث مسائل پر ایک اہم ترین کتاب

(۱) کشف الظنون، ص: ۱۸۸۷

تالیف فرمائی تھی جس میں جامع صغیر و جامع کبیر اور زیادات سے خوشہ چینی کی تھی اور گزشتہ دور کے أئمۂ أمصار کے نفیس ترین فوائد کا انتخاب کیا تھا، پیش نظر کتاب میں اسی کا اِختصار کیا گیا ہے، جس میں صرف ان حوادث فتاویٰ کو جمع کیا گیا ہے جو مفتی حضرات کی ضرورت کے لیے کافی ہیں۔

وانه كتاب صغير الحجم، كثير النعم، لاحتواءه على الاتم من الفوائد والاعم من الفوائد.

''یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی ضخامت کم مگر اس کے محاسن بہت زیادہ ہیں، اس لیے کہ وہ بہتر سے بہتر فوائد اور عام سے عام تر منافع اور مقاصد پر حاوی ہے۔''

بلاشبہ حضرت مصنف ؒ کا یہ بیان مبالغہ سے مبرا اور حقیقتِ واقعیہ کا اظہار ہے۔ فجزاه الله عن الاسلام والمسلمين خير الجزاء۔

''ایچ، ایم، سعید کمپنی'' نے اس نفیس ترین فتاویٰ کو شائع کر کے اہم دِینی خدمت انجام دی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۱۱ھ)

الاجماع

اِمام ابوبکر ابن المنذر ؒ۔ صفحات: ۱۹۶۔ قیمت: ۴۸ روپے۔ پتا: دائرۃ المعارف الاسلامیہ، آسیا آباد، مکران، بلوچستان۔

اِمام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری الشافعی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۱۸ھ) حدیث وفقہ اور تفسیر وقراءت کے اِمام ہیں۔ اِجماعیات وخلافیات اور مذاہبِ علماء کے عدیم النظیر عالم ہیں، بعد کے تمام اکابر اُن سے نقل کرتے ہیں۔ اِمام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مہذب میں لکھتے ہیں:

''میں جو مذاہبِ علماء نقل کرتا ہوں، وہ اکثر ابن المنذر کی کتاب ''الاشراف'' اور ''الاجماع'' سے ماخوذ ہیں اور اس فن میں وہی مقتدا ہیں۔''(۱)

شیخ ابن الهمام رحمه الله ''فتح القدیر'' میں لکھتے ہیں:

''جن حضرات کی نقل وتحریر پر اِعتماد کیا جاسکتا ہے، مثلاً ابن المنذر، انہوں نے اسی طرح ذکر کیا ہے، چنانچہ ابن المنذر نے ان دونوں حضرات (صاحبینؒ) سے نقل کیا ہے کہ......''(۲)

(۱) المجموع: ۱/۱۹

(۲) فتح القدیر: ج:۵ ص:۲۶۰

اہلِ علم کے اِختلافات پر اِمام ابن المنذر رحمہ اللہ کی متعدد کتابیں ہیں، جن میں "اختلاف العلماء"، "المبسوط"، "الاوسط" (یہ "المبسوط" کا اِختصار ہے) اور "الاشراف" (جو "الاوسط" کا اِختصار ہے) معروف ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں انہوں نے اجماعی مسائل ذکر کیے ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں ایک آدھ فقیہ کا اِختلاف ہو، اسے اِجماع کے مقابل قولِ شاذ کی حیثیت سے ذکر کرتے ہیں، گویا جمہور کے مقابلہ میں ایک آدھ قول کا ہونا اِجماع کے لیے مضر نہیں سمجھتے۔ کتاب پر شیخ ابوحماد صغیر احمد بن محمد حنیف کا محققانہ حاشیہ و مقدمہ ہے اور آخر میں آیات واحادیث کے علاوہ اِجماعیات، خلافیات، غرائب اور اماکن وغیرہ کے اشاریے شامل ہیں۔ یہ مختصر سا رسالہ اس لائق ہے کہ اسے پڑھایا جائے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شوال ۱۴۰۸ھ)

اللالی المصنوعة فی الروایات المرجوعة (عربی)

علامہ مفتی محمد مہدی حسن شاہ جہاں پوریؒ۔ صفحات: ۸۳۔ قیمت: ۹ روپے۔ پتا: الرحیم اکیڈمی، اے ۷/۷، اعظم نگر، پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

زیرِ نظر کتاب -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- فقہ کی وہ مشہور کتاب ہے جس میں انہوں نے وہ تمام روایات جمع کردی ہیں جن سے اِمام الائمہ اِمام ابوحنیفہ، اِمام ابویوسف اور اِمام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے رُجوع فرما کر دُوسرا قول اختیار فرمالیا تھا۔ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے: پہلے حصہ میں اِمام اعظمؒ کے اقوال، دُوسرے حصہ میں اِمام ابویوسفؒ اور تیسرے میں اِمام محمدؒ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ کتاب گنجینۂ تحقیقات ہے۔ کتاب کمیاب ہوگئی تو جناب عبدالرحیم غضنفر صاحب مالک "الرحیم اکیڈمی" نے اہلِ علم کے استفادہ کے لیے شائع کرکے ایک علمی خدمت سرانجام دی ہے۔

کتاب کے شروع میں محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کے قلم سے مؤلفِ موصوفؒ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل تعارف شاملِ اِشاعت کردیا گیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ)

ادب الفتیا

حافظ جلال الدین سیوطیؒ۔ صفحات: ۱۳۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

فتویٰ ایک اہم دینی منصب اور ایک نازک ترین ذمہ داری ہے، اس موضوع پر اہلِ علم کی مستقل تصنیفات ہیں جن میں علامہ شامیؒ کا رسالہ "عقود رسم المفتی" دینی مدارس میں متداول ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی حافظ جلال الدین کا زیرِ نظر رسالہ ہے، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام تر رسالہ احادیث و آثار پر مشتمل ہے۔

جناب ڈاکٹر محی ہلال سرحان (أستاذ کلیة الشریعة، بغداد) نے اس رسالہ کو اپنے فاضلانہ مقدمہ اور نفیس تعلیقات کے ساتھ مرصع کر کے اس کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔ دینی علوم کے فضلاء اور اہلِ فتویٰ کو بطور خاص اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان و شوال ۱۴۱۲ھ)

جامع الفصولین

شیخ بدرالدین محمود بن اسماعیل الشہیر بابن قاضی سماوہ۔ صفحات: ۲۷۴۔ مجلد (دو جلدوں میں)۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اسلامی کتب خانہ، نزد علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ، کراچی۔

جامع الفصولین فقہ کی شہرۂ آفاق کتاب ہے جس کا موضوع صرف معاملات اور خصومات و دعاوی ہیں۔

حضرتِ مصنفؒ آٹھویں نویں صدی کے اکابر فقہاء میں سے ہیں، میر سیّد شریفؒ کے ہم درس ہیں۔ اُنہوں نے اس کتاب میں فصول عمادی اور فصول استروشنی کی تلخیص کی ہے اور فقہ کے مستند ذخائر سے مزید اضافے کیے ہیں، اس لیے یہ کتاب معاملات میں ہمیشہ اہلِ فتویٰ اور عدلیہ کا مرجع رہی ہے۔ کتاب ۱۳۰۰ھ میں "مطبعہ ازہریہ مصر" سے شائع ہوئی تھی اور اب قطعاً نایاب تھی، حق تعالیٰ شانہٗ ناشرین کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے ازہری نسخہ کا عکس شائع کر کے اس نعمت کو وقفِ عام کر دیا۔

کتاب کے حاشیہ پر دو کتابیں مزید ہیں: ایک شیخ محمد بن محمود بن حسین استروشنی کی کتاب "جامع احکام الصغار" جس میں طہارت و نماز سے لے کر وصایا تک بچوں کے تمام اَحکام کو ایک جگہ مدوّن کر دیا گیا ہے۔ یہ بہت ہی مفید اور قیمتی رسالہ ہے۔ دُوسرا رسالہ شیخ علی بن احمد بن محمد جمالی مفتیٔ رومؒ (م: ۹۲۱) کا

''آداب الاوصیاء'' ہے۔ ان کے علاوہ خود جامع الفصولین پر شیخ نجم الدین رملیؒ کا حاشیہ ''فوائد خیریہ'' کے نام سے شامل کتاب ہے۔ گویا زیرِ نظر نسخہ چار کتابوں کا مجموعہ ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اہلِ علم اس کی کماحقہٗ پذیرائی فرمائیں گے اور کوئی دینی کتب خانہ اس سے خالی نہیں رہے گا۔ واللّٰہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ)

خلاصہ فقہِ حنفی

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ۔ صفحات: ۱۲۷۔ قیمت: ۶/۷۵ روپے۔ پتا: دارالارشاد، اٹک شہر، پاکستان۔

مؤلفِ موصوف نے اِفادۂ عام کے لیے اکثر فقہی ابواب میں سے فقہِ حنفی کے مختصر مسائل اور اِصطلاحات بیان فرمائی ہیں، جس کی ثقاہت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کتاب کے شروع میں حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی قدس سرہٗ کی تقریظ وتوثیق موجود ہے۔

پاکستان کے ننانوے فیصد عوام سنی حنفی ہیں اور اب جب کہ ملک میں فقہِ حنفی کے نفاذ کے لیے کوششیں کی جارہی ہیں، اس کتاب کی اہمیت وضرورت اور بڑھ گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۸ھ)

الهداية

الشیخ الامام علامہ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی رحمہ اللہ۔ صفحات جلد اوّل: ۳۰۶، جلد دوم: ۴۰۶، جلد سوم: ۴۷۱، جلد چہارم: ۴۳۰۔ قیمت: ۵۰۰ روپے۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

حلقۂ اہلِ علم اور طبقۂ علماء میں صاحبِ ہدایہ شیخ برہان الدین علی مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ موصوف چھٹی صدی کے بلند پایہ فقیہ اور چوٹی کے علمائے اُمت میں سے تھے۔ آپ فقہِ حنفی میں حجت وسند کا درجہ رکھتے تھے۔

''ہدایہ'' موصوف کی اپنی ہی تالیف ''بدایة المبتدی'' کی شرح ہے، جسے فقہِ حنفی کی متداول کتابوں میں مرکزیت کا مقام حاصل ہے۔ زیرِ نظر کتاب کو جس قدر تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہوا ہے، وہ اپنی

مثال آپ ہے۔ کتاب کی اسی مقبولیت کے پیشِ نظر جہاں کثرت سے اس کی شروحات لکھی گئی ہیں، اسی طرح اس کے حواشی بھی کئی ایک لکھے گئے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق اس کی ساٹھ کے لگ بھگ شروح اور حواشی لکھے گئے ہیں۔

عام طور پر جو مطبوعہ ''ہدایہ'' ملتی ہے اس پر حضرت العلام ابوالحسنات مولانا محمد عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی:۱۳۰۴ھ) کا حاشیہ چڑھا ہوا ہے، مگر زیرِ نظر نسخہ میں حضرت مولانا محمد حسن سنبھلی قدس سرہٗ کا مفصل، عمدہ اور نفیس حاشیہ ہے جو ہندوستان کے مشہور پریس ''نول کشور'' کے شائع شدہ نسخہ کا عکس ہے، جواب قریب قریب نایاب تھا، جسے علم دوست اور ملک کے مشہور اِشاعتی اِدارہ ''ایچ ایم سعید کمپنی'' نے شائع کرکے اہلِ علم حلقہ پر احسان کیا ہے۔

زیرِ نظر حاشیہ میں محشی نے جن اُمور کا خاص لحاظ رکھا ہے، ان میں سے آثار واحادیث کے مخارج و رِجال اور ان کی صحت وسقم کے بارہ میں تفصیل سے بحث کے ساتھ ساتھ طرزِ اِحتجاج واِستدلال قابلِ ذکر ہیں۔

موصوف فرماتے ہیں: ''اس سلسلہ میں، میں نے عمومی طور پر اَحادیث وآثار کی مباحث میں نصب الرایۃ، الدرایۃ، البنایۃ اور فتح القدیر سے مدد حاصل کی ہے۔'' کتاب ہر اعتبار سے کامل ومکمل ہے، عمدہ کاغذ اور مضبوط تجلید نے جاذبیت وکشش میں چار چاند لگادیے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۰ھ)

اُصول بزدوی (عربی)

فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی (متوفی:۴۸۲ھ)۔ صفحات:۳۹۲۔ قیمت:۱۴۰ روپے۔ پتا: نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، آرام باغ، کراچی۔

''اصول بزدوی'' اہلِ علم کے حلقہ میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، اُصولِ فقہ کی نہایت مستند، جامع اور غامض کتاب ہے جس کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں اور حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (متوفی:۸۷۹ھ) نے اس کی احادیث کی تخریج کی۔ یہ کتاب وقتِ تالیف سے آج تک راسخین فی العلم کی اہمیت وتوجہ کا مرکز رہی ہے، مدرسہ عربیہ اِسلامیہ نیوٹاؤن کراچی اور بعض دیگر بڑے بڑے مدارس میں اُصولِ فقہ کے منتہیانہ نصاب میں آج بھی شامل ہے۔

نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب کراچی نے اسے اپنی مخصوص روایات کے مطابق بہت ہی عمدہ شائع کیا،

حاشیہ پر حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ کی تخریج ہے، اُصولِ فقہ میں امام کرخیؒ کا ایک نہایت بیش قیمت رسالہ جو ''اُصولِ کرخی'' کے نام سے معروف ہے اور جس میں اُصولِ فقہ کے ۳۹ قواعدِ کلیہ درج ہیں، امام نسفیؒ کی شرح کے ساتھ کتاب کے آخر میں ملحق ہے، نیز مولانا محمد عبدالرشید نعمانی زید مجدہٗ کے قلم سے امام بزدوی کا مبسوط ترجمہ بھی شاملِ کتاب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۳ھ)

الدر المختار

شرح تنویر الابصار، مع حاشیة کشف الاستار (مجلد، دو جلدوں میں)

شیخ محمد علاء الدین الحصکفیؒ (م: ۱۰۸۸ھ)۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

شیخ الاسلام شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد الخطیب التمرتاشی الغزیؒ (المتوفی: ۱۰۰۴ھ) نے -جو شیخ ابن نجیم مصریؒ کے مایۂ ناز شاگرد ہیں- فقہِ حنفی پر ''تنویر الابصار'' کے نام سے ایک جامع ترین متن تالیف فرمایا تھا۔

شیخ محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۰۸۸ھ) نے ''خزائن الاسرار'' کے نام سے اس کی شرح لکھنا شروع کی تھی، پہلی جلد کی تبییض کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ شرح اگر اسی انداز میں پوری کی گئی تو کم سے کم دس جلدوں پر محیط ہوگی، اس لیے موصوف نے اس کی مختصر شرح لکھی جو ''الدر المختار'' کے نام سے شہرۂ آفاق ہے۔ چونکہ اس متن و شرح میں متقدمین و متأخرین کی تحقیقات و تخریجات و تفریعات کو نہایت موجز و مختصر الفاظ سے سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے، اس لیے یہ کتاب اہلِ فتویٰ کا مدار و مرجع بن گئی۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

"ان کتاب الدر المختار شرح تنویر الابصار قد طار فی الاقطار، وسار فی الامصار، وفاق فی الاشتهار علی الشمس فی رابعة النهار، حتیٰ اکبّ الناس علیه وصار مفزعهم الیه، وهو الحریّ بان یطلب، ویکون الیه المذهب، فانه الطراز المذهّب فی المذهب، فلقد حوی من الفروع المنقحة والمسائل المصححة مالم

يحوه غيره من الاسفار، ولم تنسج على منواله يد الافكار."(۱)
اور خود حضرت مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں:

"ومع هذا فمن اتقن كتابي هذا فهو الفقيه الماهر، ومن ظفر بما فيه فسيقول بملأ الفم، "كم ترک الاوّل للآخر"، ومن حصله فقد حصل له الحظ الوافر، لانه هو البحر لكن بلا ساحل، ووابل القطر غير انه متواصل بحسن عبارات ورمز اشارات، وتنقيح معاني وتحرير مباني، وليس الخبر كالعيان، وستقر به بعد التأمل العينان، فخذ ما نظرت من حسن روضة الاسمىٰ ودع ما سمعت عن الحسن سلمىٰ. (الى قوله) فهاک مؤلفا مهذبا بالمهمات هذا الفن، مظهر الدقائق استعملت الفكر فيها اذا ما الليل جنّ، متحريا ارجح الاقوال واوجز العبارة متعمدا فى دفع الايراد بالطف الاشارة.... الخ."

الدر المختار کی انہی خصوصیات کی بناپر فقہ کے درجاتِ علیا میں اس کی باقاعدہ تدریس کا معمول چلا آتا ہے، لیکن مشکل یہ تھی کہ پاکستان میں اس کا الگ نسخہ دستیاب نہیں تھا۔

حق تعالیٰ شانہٗ "ایچ ایم سعید کمپنی" کے مالکان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے الدر المختار کا وہ قیمتی نسخہ جو مولانا نظام الدین کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حاشیہ کے ساتھ ۱۳۳۱ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا تھا، اس کا نہایت خوب صورت عکس شائع کر کے اہلِ علم کی اس ضرورت کو پورا کر دیا۔ چونکہ الدر المختار کی عبارت بہت ہی موجز و مختصر ہے، اس لیے ایک مفصل حاشیہ کے بغیر اس سے استفادہ مشکل تھا، اس لیے مولانا نظام الدین کیرانوی مرحوم و مغفور نے بڑی محنت و جانفشانی سے اس کا نہایت نفیس حاشیہ تحریر فرمایا ہے، جس میں علامہ شامی رحمہ اللہ کے حاشیہ رد المحتار کے علاوہ اور بہت سی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۴۱۱ھ)

اِسلام کا نظامِ محاصل (ترجمہ کتاب الخراج)

قاضی القضاۃ اِمام ابو یوسف رحمہ اللہ۔ ترجمہ: جناب محمد نجاۃ اللہ صدیقی۔ صفحات: ۶۳۵۔

(۱) دیباچہ رد المحتار۔

قیمت (اعلیٰ ایڈیشن مع پلاسٹک کور): ۱۲/۵۰ روپے۔ (سستا ایڈیشن): ۸ روپے۔ ناشر: مکتبہ چراغ راہ، کراچی۔

اِمام ابو یوسف رحمہ اللہ کی مشہور تصنیف ''کتاب الخراج'' کا سلیس، رواں، اور عام فہم ترجمہ۔ زبان شستہ، طرزِ تعبیر متین اور سنجیدہ۔ فاضل مترجم نے کتاب کی تصحیح کے لیے متعدّد عربی نسخوں کے علاوہ فرنچ مترجم نا گناں کی تصحیح کو بھی سامنے رکھا ہے۔ کتاب کے ابواب وفصول اَز سرِ نو قائم کیے گئے ہیں اور مسلسل عبارت کو موزوں فقروں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ شروع میں تصنیف اور مصنفؒ پر سو صفحے کا ضخیم، قیمتی، اور معلوماتی مقدمہ، اور آخر میں مفصل اِشارے اور ضمیمے، الغرض! ہر اِعتبار سے کتاب کو مفید سے مفید تر بنانے کے لیے ترجمہ نگار نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ اِس عظیم خدمت پر مترجم اور ناشر دونوں مبارک باد کے مستحق ہیں۔

البتہ ایک کسر باقی رہی، جسے رہنا نہیں چاہیے تھا۔ وہ یہ کہ یہ کتاب اصالۃً فقہ وقانون کی کتاب ہے، لیکن اِس کے بعض مقامات میں ایسا ایہام یا ابہام پایا جاتا ہے جو مستند کتبِ فقہ اور ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے۔ اِس لیے ضرورت تھی کہ فقیہانہ بصیرت سے اِس کا مطالعہ کیا جاتا اور ایسے تمام مقامات کی نشان دہی حاشیہ میں کر دی جاتی جو مستند کتبِ فقہ کے خلاف ہیں، مگر فاضل مترجم نے اِس خدمت کی طرف توجہ نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ زیرِ نظر ترجمہ میں صریح فقہی اَغلاط بھی موجود ہیں، جن کی وجہ سے اِس کی استنادی حیثیت مشکوک ہو کر رہ گئی۔ یہاں صرف ایک مثال عرض کی جاتی ہے:

مصارفِ زکوٰۃ میں آیت ''انما الصدقات'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: ایک حصہ مسلمانوں کی سڑکوں کی مرمت کے لیے رکھا جائے گا (عربی متن یہ ہے: ''وسهمٌ فی اصلاح طرق المسلمین.''[1] جس سے مترجم کی طرح بعض دُوسرے بزرگوں کو بھی دھوکا ہوا ہے)، مگر یہ بداہۃً غلط ہے۔ اَوّلاً: آیتِ کریمہ کے کسی لفظ کا یہ مفہوم نہیں بنتا، (السبیل کا مفہوم اِسی کتاب میں چند سطر پہلے بیان ہو چکا ہے، اِس لیے ابن السبیل کے تحت اِسے لانا غلط ہوگا)۔ ثانیاً: اِمام محمدؒ نے جو اِمام ابو یوسفؒ کے مسلک سے سب سے زیادہ واقف ہیں (أعلم الناس بمذهب أبی یوسف) اِمام ابو یوسفؒ کا یہ مسلک کہیں نقل نہیں کیا، نہ مستند کتبِ فقہ ہی میں اِس کا کوئی سراغ ملتا ہے۔ ثالثاً: جہاں تک ہمیں معلوم ہے، کسی اِمام وفقیہ کے نزدیک ''سڑکوں کی مرمت کو زکوٰۃ کا مصرف نہیں قرار دیا گیا۔ رابعاً: اِسلامی تاریخ کے چہاردہ صد سالہ دور میں زکوٰۃ کو سڑکوں کی مرمت، پلوں کی تعمیر، اور اِس قسم کے دُوسرے رفاہی کاموں پر کبھی صَرف نہیں کیا گیا، نہ اِس

(۱) ص: ۲۹۳

کے جواز کا کسی قابلِ اعتماد عالم نے فتویٰ دیا۔ بہر حال! جب تک یہ خامی دُور نہیں ہوگی، اُس وقت تک فقہ سے ناواقف طبقہ اِس سے صحیح استفادہ نہیں کر سکے گا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۸۸ھ)

قدوری (اُردو)

مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی۔ صفحات: ۳۰۴۔ قیمت (مجلد): ۸ روپے۔ پتا: کلام کمپنی، تیرتھ داس روڈ مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی نمبرا۔

اِمام ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن جعفر البغدادی القدوریؒ (م: ۴۲۸ھ) کی تالیف مختصر القدوری فقہِ حنفی کا مختصر، سلیس اور مستند متن ہے، جس سے دینیات کا اَدنیٰ سے اَدنیٰ طالبِ علم واقف ہے۔ کتاب کے اُردو تراجم پہلے سے موجود ہیں، مگر مترجم نے ایسے ترجمہ کی ضرورت محسوس کی جو جدید طرز پر ہو اور جس سے جدید طبقہ بھی مستفید ہو سکے اور جس میں ذیل کے اُمور کو ملحوظ رکھا گیا ہو:

۱:... علمی زبان اور علمی اِصطلاحات موزوں انداز میں برقرار رہیں۔

۲:... قدیم وجدید دونوں طرز کا جامع ہو۔

۳:... جس میں اغلاق اور پیچیدگی مطلق نہ ہو۔

۴:... حتی الوسع ادبی معیار ملحوظ رہے۔

زیرِ نظر ترجمہ بڑی حد تک ان خصوصیات کا جامع ہے۔ نیز کہیں کہیں مفتیٰ بہ اقوال کی تصریح کردی گئی۔ اُمید ہے اس سے دارالعلوم اور یونیورسٹی کے دونوں حلقے برابر مستفید ہوں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۹ھ)

التسهيل الضروری لمسائل القدوری

مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبۃ الشیخ، ۳/۳۶۷، بہادر آباد، کراچی۔

مختصر قدوری فقہِ حنفی کا متن ہے، جو اپنی بہت سی خصوصیات کی بنا پر مقبول ومتداول اور درسِ نظامی میں داخل ہے۔ مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری زید مجدہم نے پیشِ نظر کتاب میں قدوری کے ''عبادات'' کے حصہ کو

جدید انداز میں سوال و جواب کے طرز پر مرتب کیا ہے، جس سے نہ صرف طلبہ کو مسائل سمجھنے میں آسانی ہوگئی ہے بلکہ کتاب کی افادیت بھی دوچند ہوگئی ہے۔ آخر میں قربانی کے مسائل کا بھی اضافہ کردیا گیا ہے۔ یہ رسالہ اس لائق ہے کہ ''نورالایضاح'' کی جگہ اسے داخلِ درس کیا جائے۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۹ھ)

خلاصہ کیدانی معہ فارسی ترجمہ

علامہ لطف اللہ نسفی۔ صفحات: ۲۴۔ قیمت: ۶۰ پیسے۔ پتا: نور محمد کتب خانہ تجارت کتب، کراچی۔

خلاصہ کیدانی فقہ کا ایک مختصر اور مشہور رسالہ ہے، جس میں مصنفؒ نے اَحکامِ شرعیہ کے اقسام کی تفصیل ذکر کرنے کے بعد نماز کے فرائض، واجبات، سنن، آداب، مکروہات اور محرمات کو بہت اختصار سے قلم بند کیا ہے۔ ناشر نے اسے بڑے عمدہ جلی خط میں فارسی ترجمہ و حواشی مفیدہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ رسالہ کے بعض مسائل علماء کے نزدیک معتبر نہیں، جن کی تفصیل یہاں بے محل ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۳ھ)

مخزن فضائل و مسائل

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری۔ صفحات: ۲۳۲۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: سبحانی اکیڈمی، ۱۹۰، اُردو بازار، لاہور۔

زیرِ نظر کتاب میں مؤلف نے وضو، نماز، روزہ، عشر و زکوٰۃ، حج و عمرہ، قربانی اور درود شریف کے مسائل اور فضائل جمع کیے ہیں، نیز ایصالِ ثواب کا طریقہ اور اُس کے فضائل، جمعۃ المبارک کے فضائل اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل بھی درج کیے ہیں اور واقعۂ معراج پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

نقشہ عالمی اوقاتِ نماز

جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب۔ صفحات: ۵۲۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ خالد و عابد۔ ۵ سی، ۴/۱۹، ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

جدید دور کی اَہم ترین دِینی ضرورت یہ ہے کہ دُنیا کے مختلف ملکوں اور شہروں میں نماز کے اوقات معلوم کیے جائیں۔ اگرچہ ہر ملک کے اہلِ تدین افراد اپنے اپنے علاقہ کے لیے اوقاتِ نماز کے نقشے مرتب کرتے ہیں، مگر ضرورت ایک جامع کتاب کی تھی جس سے ہر شخص سفر میں آسانی کے ساتھ اس سے اِستفادہ کرسکے۔

جناب محترم پروفیسر عبداللطیف صاحب نے - جو اپنے فن کے ماہر اُستاذ ہیں - سال ہا سال کی عرق ریزی سے کمپیوٹر کے ذریعہ عالمی نقشہ اوقات مرتب کیا ہے، جس سے بڑی آسانی کے ساتھ اوقاتِ نماز کا اِستخراج کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں سطحِ سمندر سے اِرتفاع کی بنیاد پر بھی اوقات کا فرق واضح کردیا ہے، جس سے ہوائی جہاز میں سفر کرنے والوں کو اوقاتِ نماز معلوم کرنے میں سہولت ہوگی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ فاضل مرتب کو اس اَہم ترین دِینی خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائیں۔

ہمیں توقع ہے کہ اِس وقیع کتاب کی عالمی سطح پر پذیرائی کی جائے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ)

دائمی نقشہ اوقاتِ نماز، سحر وافطار

مرتبہ: جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب۔ قیمت درج نہیں۔

''تقریظ''

ہمارے مخدوم ومعظم جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب زِیدمجدہم ماشاءاللہ! موفق للخیر ہیں، موصوف نے سال ہا سال کی محنت وکاوش سے کمپیوٹر کے ذریعہ دُنیا بھر کے لیے اوقاتِ نماز کا نقشہ تخریج کیا، یہ ''عالمی نقشہ اوقاتِ نماز'' کے نام سے چھپ چکا ہے، اس سے پہلے وہ صوبہ سندھ کے مشہور شہروں کے لیے اوقاتِ نماز کا نقشہ بھی شائع کرچکے ہیں۔ اب ماشاءاللہ! پاکستان کے چاروں صوبوں کے دوسو شہروں کے اوقات کا نقشہ شائع کررہے ہیں، جس سے پورے پاکستان کے مسلمان مستفید ہوں گے۔ دیباچہ میں تخریجاتِ اوقات کے ضروری اُصول وقواعد بھی عام فہم انداز میں ذِکر کردیئے گئے۔ یہ کتاب اِن شاءاللہ! ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی اس محنت کو شرفِ قبول نصیب فرمائیں، اوران کے اِخلاص وعمل میں بیش از بیش ترقی فرمائیں۔ والحمد للہ اَوّلاً و آخراً!

موقت الصلوٰۃ

حافظ احمد دین صاحب جالندھری۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۵۰ پیسے۔ پتا: مہتمم مدرسہ دعوۃ الحق، حسین آگاہی، ملتان۔

اوقاتِ نماز کی دائمی جنتری جس میں صبحِ صادق، طلوع وغروب، مثلِ اوّل ودوم اور زوال وغروبِ شفق کے اوقات بڑی جانچ پڑتال اور صحت سے درج کیے گئے ہیں۔ ماشاء اللہ! بڑے کام کی چیز ہے، مرتب کے پتے سے طلب کی جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ)

صحیح سمتِ قبلہ

جناب علی محمد خاں۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۲/۷۵ روپے۔ پتا: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۳، ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

نماز کے لیے اِستقبالِ قبلہ شرط ہے اور اِستقبالِ قبلہ کے لیے سمتِ قبلہ معلوم ہونا ضروری ہے۔ جناب علی محمد خاں صاحب، سرویر سروے آف پاکستان نے زیرِ نظر کتاب میں بڑی کاوش سے قبلہ کا صحیح رُخ معلوم کرنے کے آسان طریقے لکھے ہیں، جن کے ذریعہ زیرِ تعمیر مساجد کا رُخ سیدھا کرنے میں زیادہ دِقت پیش نہیں آئے گی۔

مصنف نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے کہ شرعاً قبلہ سے معمولی اِنحراف مضر نہیں، اس لیے جو مساجد پہلے سے تعمیر شدہ ہیں، ان میں بلاشک وشبہ نماز جائز ہے اور خواہ مخواہ ان کے اِنحراف کے وہم میں پڑنا لغو ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ)

صبحِ صادق وصبحِ کاذب

پروفیسر عبداللطیف صاحب (صدر شعبۂ جغرافیہ، گورنمنٹ کالج، ناظم آباد، کراچی)۔ صفحات: ۲۲۲۔ قیمت: ۳۲ روپے۔ پتا: ''العزیز''، ۴/۱۹، ۴، سی، ناظم آباد، کراچی۔

اوقاتِ نماز کے قدیم نقشوں پر جو آفتاب کے ۱۸ درجے زیرِ اُفق ہونے پر صبحِ صادق کا وقت دِکھایا گیا

ہے، کچھ عرصہ پہلے بعض اہلِ علم نے یہ بحث اُٹھائی کہ یہ وقت صبح صادق کا نہیں بلکہ صبحِ کاذب کا ہے، صبحِ صادق اس کے قریباً پندرہ منٹ بعد اُس وقت ہوتی ہے جب کہ آفتاب ۱۵ درجے زیرِ اُفق ہو۔ چنانچہ موصوف نے اپنی تحقیق کے مطابق نقشے چھپوا کر بعض مساجد میں آویزاں کرادیے، اس سے عام لوگوں کو تشویش ہوئی اور اہلِ علم بھی تردد میں مبتلا ہوگئے۔

جنابِ مصنف کو حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ اُنہوں نے برس ہا برس کی تحقیق وتفتیش، محنت وکاوِش، رُؤیت ومشاہدات اور ماہرینِ فلکیات کی آرا کا خلاصہ زیرِ نظر کتاب میں مرتب فرما کر یہ واضح کیا ہے کہ قدیم جنتریاں بغیر کسی شک وشبہ کے صحیح ہیں اور جن اہلِ علم نے ۱۵ درجے زیرِ اُفق کو صبحِ صادق کا وقت قرار دیا ہے، ان کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ ان کی اس تحقیق وتفتیش سے عام لوگوں کی تشویش ختم ہوجائے گی اور جن اہلِ علم کو غلط فہمی ہوئی اُنہیں بھی غور وفکر کے بعد اپنی رائے سے رُجوع کرنے کا موقع ملے گا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ)

کشف الرین عن مسئلة رفع الیدین (مترجم)

علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ترجمہ: مولانا عبدالعلیم ندوی۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: مدرسہ مدینۃ العلوم، بھینڈ ہ شریف، حیدر آباد، سندھ۔

شیخ مخدوم محمد ہاشم سندھی قدس سرہٗ کی ہمہ گیر شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، موصوف بیک وقت محدث، مفسر، فقیہ وادیب اور اپنے وقت کے شاہ ولی اللہؒ تھے۔ شاید ہی کوئی موضوع ایسا ہو جس پر موصوف نے قلم نہ اُٹھایا ہو!

زیرِ نظر رسالہ بھی موصوف کی جامع شخصیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ علامہ موصوف پکے حنفی تھے۔ یہ رسالہ ایک سوال کے جواب میں ہے، جس میں وضاحت کی گئی ہے کہ رُکوع میں جاتے ہوئے اور اُٹھتے وقت رفع یدین کرنے کے بارہ میں کوئی حدیث یا احادیث آئی ہیں اور وہ احادیث کس درجہ کی ہیں؟

علامہ موصوف رحمہ اللہ نے عقلی اور نقلی دونوں قسم کے مسکت اور شافی دلائل سے مسئلۂ عدم رفعِ یدین کو واضح فرمادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوش رکھے مدرسہ مدینۃ العلوم بھینڈہ کے ناظم صاحب کو! جنہوں نے مولانا

عبدالعلیم ندوی صاحب سے اسے اُردو میں منتقل کراکے عوام کے لیے کتاب سے اِستفادہ کرنے میں آسانی پیدا کردی۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ)

حقیقة الجمعة فی القریٰ

ابوعبدالواحد عمر دراز قریشی سعیدی نقشبندی۔ صفحات: ۲۶۲۔ قیمت: ۴۰ روپے۔ پتا: مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن (قریش آباد، پاٹار) متصل ٹنڈو محمد خان، حیدرآباد، سندھ۔

یہ کتاب -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- دیہات اور گاؤں میں جمعہ کے جواز اور عدمِ جواز ایسے اَہم عنوان پر ایک اَہم کوشش ہے۔

جمعہ فی القریٰ فقہائے اَحناف کے ہاں ناجائز ہے، مگر افسوس ہے کہ بعض حضرات قرآن وحدیث کے سیاق وسباق اور حضراتِ فقہاء کے علوم ومعارف، تقویٰ وتدوین سے فائدہ اُٹھانے کے بجائے اس میدان میں پھسل جاتے ہیں، اور نامعلوم کن دلائل ووجوہ کی بنا پر جمعہ فی القریٰ کا اِنعقاد کرکے سادہ لوح عوام الناس کی نمازوں کو ضائع کرتے ہیں! ویسے تو ہر شرعی مسئلہ اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے، مگر جمعہ فی القریٰ کی اہمیت یوں بڑھ جاتی ہے کہ اس کے مجوزین لوگوں کی نمازِ ظہر ضائع کرانے کا ذریعہ بنتے ہیں، کیونکہ ظہر کی جگہ جمعہ پڑھا جائے تو جمعہ نہ ہوگا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ظہر ضائع ہوگی اور یہ ایسا کبیرہ گناہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق بھی نہ ہوگی، کیونکہ عوام تو اِس کو نیکی سمجھ کر ادا کرتے ہیں، اور نیکی سے کون توبہ کیا کرتا ہے...!

اس عنوان پر ہمارے اکابرین میں سے حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی نوّر اللہ مرقدہٗ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے نہایت ہی تحقیقی رسائل موجود ہیں۔

زیرِ نظر کتاب جناب مؤلف نے اسی جذبہ سے مرتب کی ہے کہ نادانی اور غفلت سے لوگوں کی نمازیں غارت نہ ہوں، اور جہاں کہیں دیہات اور گاؤں وغیرہ میں جمعے جاری ہوچکے ہیں، اُنہیں بند کردیا جائے۔

کتاب کے شروع میں اکابر علماء اور مفتیانِ گرامی کی تصدیقات اور آخر میں اَہم دینی درس گاہوں کے فتاویٰ بھی درج ہیں۔

کتاب کو نو اَبواب پر تقسیم کیا گیا ہے، جس میں ہر ایک باب اہم سے اہم مسائل پر مشتمل ہے، مثلاً: جمعہ کا حکم، شرائط، قریہ کی تعریف، جمعہ کی فرضیت؛ کب اور کہاں؟ عدمِ جوازِ جمعہ فی القریٰ کے دلائل، قائلین کے

دلائل کے جوابات، شرائطِ جمعہ کی تفصیلات اور اُن کی تحقیق وغیرہ۔

کتاب ماشاء اللہ! دلائل سے مزین ہے، سادہ مگر جذبۂ خیر خواہی سے معمور۔ اس کتاب سے ان شاء اللہ! اس مسئلہ کو سمجھنے میں بیش از بیش فائدہ ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ)

نماز کی کتاب

مولانا عبدالحلیم قاسمی۔ صفحات: ۸۸۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: جامعہ حنفیہ، قاسمیہ، گلبرگ، چھوٹی مارکیٹ، لاہور۔

نماز کے فضائل و مسائل، فرائض وواجبات، سنن وآداب، صلوٰۃ التسبیح، نمازِ جنازہ، نمازِ تراویح کا مختصر اور آسان مجموعہ۔ ہر مسلمان کی ضرورت کی چیز ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

نمازِ مسنون

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی دامت برکاتہم۔ صفحات: ۸۲۵۔ قیمت: ۷۵ روپے۔ پتا: ۱:... مکتبہ دروس القرآن، محلہ فاروق گنج، گوجرانوالہ، ۲:... اِدارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدت فیوضہم کی شخصیت اہلِ علم طبقہ میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، ان صفحات پر متعدد باران کا ذکرِ خیر آچکا ہے۔

بلاشبہ آں موصوف ان علمائے ربانی میں سے ہیں، جن کے اوقات میں حق تعالیٰ شانہٗ نے مافوق العادت برکت فرمائی ہے اور دینِ قیم کی بے لوث اور خاموش خدمت کے لیے ان کو موفق بنایا ہے۔ نماز کے موضوع پر یوں تو سینکڑوں سے متجاوز کتب ورسائل تصنیف کیے گئے ہیں، مگر ان میں سے بیشتر مستند رسائل کی زبان عربی ہے، جب کہ اُردو رسائل وکتب میں عموماً دلائل کی طرف اِلتفات نہیں کیا گیا بلکہ عموماً اِختصار سے کام لیا گیا ہے۔ جب کہ آئینہ کا دُوسرا رُخ یہ ہے کہ ناقص العلم، متعصب اور غالی قسم کے لوگ جب بھی ایسی کوئی کتاب لکھتے ہیں تو وہ اپنا زورِ قلم تمام تر اس پر صَرف کرتے ہیں کہ ہمارا مسلک ہی حق ہے اور دیگر سب

مسالک غلط، خلافِ سنت، صرف قیاسی فقہ، انسانی اجتہاد اور محض قیاس پر مبنی ہیں، جس سے عوام کا غلط فہمی میں مبتلا ہونا ایک بدیہی امر ہے۔ ان حالات کے پیشِ نظر ضرورت تھی کہ نماز جیسی اہم عبادت کے مسائل پر عام فہم اور دل نشین انداز میں ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں مسائل کے علاوہ دلائل بھی بیان کیے جائیں۔

زیرِ نظر کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اگرچہ مسائل کا استیعاب تو نہیں کیا گیا، لیکن اہم اور ضروری مسائل کو دلائل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں عوام وخواص کی بنیادی اور اہم ضرورت کے پیشِ نظر دعوات واذکار کے ساتھ ساتھ ان تمام قرآنی آیات کو۔ جن میں صراحتاً نماز کا ذکر ہے۔ "تذکار الصلاۃ فی القرآن" کے عنوان سے یکجا کر دیا گیا ہے۔

کتابت وطباعت اور تجلید کی عمدگی نے کتاب کو دیدہ زیب بنا دیا ہے۔ اُمید ہے اہلِ ذوق اس گراں قدر سرمایہ کی پذیرائی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ)

صلاۃ الرسول یعنی رسول اللہ کی نمازیں

مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی۔ صفحات: ۵۹۰ (بڑا سائز)۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ رشیدیہ ساہیوال۔

"مقدمہ"

قرآنِ کریم میں ہے:

"ولو ردوه الی الرسول والی اولی الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم"

تمام اَحکامِ شرعیہ کا مصدر وَحیِ خداوندی ہے، اور ان کا ظہور صاحبِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ سے ہوتا ہے، عطائے ربانی اور ائمۂ مجتہدین کا اجتہاد و اِستنباط وحی کے جلی وخفی گوشوں کی تشریح کرتا ہے، اسی لیے کسی اِمام یا مجتہد کا یہ کہہ دینا ہی کہ: "یہ مسئلہ یوں ہے" اس امر کی کافی دلیل ہے کہ یہ مسئلہ وحیٔ الٰہی کی طرف مستند یا اس سے مستنبط ہے، پس ایک طرف نصوص کی گہرائیوں میں اُترنا اور اُن کی وسعتوں کا اِحاطہ کرنا، دُوسری طرف اَحکام کے علل واسباب اور شارع کے حِکَم ومصالح کا سراغ لگانا یہ اہلِ اِجتہاد کا میدان ہے اور اس باب میں عامیوں کو اہلِ اِجتہاد کی تحقیق پر اِعتماد و اِطمینان کے بغیر چارہ نہیں۔

اِجتہاد کا ایک میدان اور ہے، جہاں تک عام اہلِ علم کی رسائی ناممکن ہے، وہ یہ کہ مثلاً: آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نماز کی دو رکعتیں اَدا فرماتے ہیں، اللّٰہ اکبر سے لے کر السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ تک جن اَقوال واَفعال کے مجموعہ کا نام ''نماز'' ہے اُن میں کون سی چیز کس درجہ کی ہے؟ فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے، مستحب ہے، مؤکد ہے یا غیر مؤکد؟ اِسی طرح نماز میں جو چیزیں منع ہیں اُن میں کون سی چیز حرام ہے، کون سی مکروہ ہے، کون سی خلافِ اَولیٰ ہے، کون سی مفسدِ صلاۃ ہے، کون سی غیر مفسد ہے، کس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہوسکتی ہے، کس کی نہیں ہوسکتی، کس غلطی پر سجدۂ سہو کی ضرورت ہے، کہاں نہیں ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اِسی طرح شارع کے اِرشادات کی درجہ بندی کرنا کہ کون سا حکم فرضیت کے لیے، کون سا وجوب کے لیے، کون سا اِباحت واجازت کے لیے ہے اور کون سا اِستحباب وندب کے لیے؟ پھر کون سا حکم تشریعی ہے، کون سا اِرشادی؟ پھر کون سا حکم بطورِ قانون لازم کرنا ہے اور کون سا اخلاق ومروّت کے قبیل سے ہے؟ یہ تمام صورتیں جو اَوامر میں جاری ہوتی ہیں اور نواہی میں بھی جاری ہیں، ظاہر ہے کہ یہ کام ہر عامی کا نہیں بلکہ اس میدان کے لیے بھی ان اہلِ اِستنباط کی ضرورت ہے جن کی طرف قرآنِ کریم کی آیتِ بالا میں اِشارہ کیا گیا ہے۔ بسا اوقات کسی مسئلہ میں نصوص بظاہر متعارض نظر آتے ہیں، یہاں یہ طے کرنا کہ کون سا حکم ناسخ ہے اور کون سا منسوخ؟ کون سا مقاصدِ شرعیہ کے اِعتبار سے اصل ہے اور کون سا کسی خاص حالت پہ مبنی ہے؟ کون سا حکم اُمت کے لیے عام تشریع ہے اور کون سا بعض اشخاص یا ازمان یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے؟ کون سا فیصلہ عدل واِنصاف کا متقاضی ہے اور کون سا مصالحت پر مبنی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ نصوص کا تعارض ایسا خارزار میدان ہے کہ اس میں عقلِ مجرد کے پاؤں شل، اور علمِ مجرد کے اَعضاء مفلوج ہوکر رہ جاتے ہیں۔ یہاں علمِ صحیح اور عقلِ سلیم کے ساتھ مجتہدانہ بصیرت اور نورِ توفیق درکار ہے، اور عام لوگوں کے لیے ان اکابر کی تحقیق پر اِعتماد لازم ہے، ورنہ اس میدان میں بہت سے لوگوں کا دامنِ اِیمان تار تار ہوتے دیکھا گیا ہے اور ان کے اِنکارِ مجتہدین کی رَوِش بالآخر اِنکارِ نصوص تک جا پہنچی ہے۔ نعوذ باللّٰہ من الحور بعد الکور!

ان گزارشات پر بنظرِ اِنصاف غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہمارے لیے اَئمۂ اِجتہاد کا وجود رحمتِ اِلٰہی تھا کہ ان اکابر نے توفیقِ خداداد سے کام لے کر نصوص کی ایسی تشریحات کردیں اور عبادات ومعاملات کا ایسا نظام ترتیب فرمادیا کہ اس کے بعد ہمارے لیے بھٹکنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی، لیکن جیسا کہ قرآنِ کریم میں فرمایا ہے: ''وقلیل من عبادی الشکور'' بہت سے لوگوں نے نہ صرف یہ کہ ان اکابر کے احسان کی قدر نہیں کی، بلکہ بعض لوگوں نے ان اکابر پر ''مخالفتِ نبوی'' تک کی تہمت طرازیاں کی، خصوصاً حضراتِ غیر مقلدین

نے اِمامُ الائمہ فقیہ الامت الامام الاعظمؒ کے بارے میں یہاں تک کہا کہ...نعوذ باللہ!...اُنہوں نے نماز بھی -جوأمّ العبادات اور اُمّ الفرائض ہے- جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں گویا نئی تصنیف کرلی ہے، حاش للہ! ثم حاش للہ! ان کی اس تہمتِ ناروا کے دو جواب ہیں؛ ایک یہ کہ: ان کی یہ بات سن کر "وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" آیت پڑھ دی جائے۔ دُوسرا یہ کہ: نمازِ حنفی کے ایک ایک جزء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا جائے۔ میرے مخدوم و معظم جناب مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی زید فضلہم نے زیرِ نظر کتاب میں یہی آخری طرز اِختیار کیا ہے۔ نہ صرف وہ مسائل جن میں غیر مقلدین لب کشائی کرتے ہیں؛ انہیں اَحادیثِ طیبہ سے ثابت کیا ہے، بلکہ تعمیمِ اِفادہ کے لیے اُنہوں نے گویا پوری کتاب الصلاۃ کو اَحادیثِ شریفہ سے مدلل کردیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اُن کی اس خدمت کو رضاء وقبول کا شرف عطا فرمائے اور معترضین حضرات کو اَئمہٴ سلف کے احترام کی توفیق نصیب فرمائے۔ والحمدللہ اولاً وآخراً!

صلاة النبی (صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

مولانا محمد یوسف قریشی۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: مؤتمر المؤلفین، جامعہ اشرفیہ، چارسدہ روڈ، پشاور۔

مولانا محمد یوسف قریشی ماشاء اللہ! محتاجِ تعارف نہیں، موصوف کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ بھی ان کی قلمی کاوش ہے، جس میں نماز کے مسائل، فضائل اور اَحکام کو اچھے انداز میں اُردو کے پیرائے میں ڈھالا گیا ہے۔ فرضیتِ نماز سے طہارت وارکانِ نماز اور اَدعیہٴ نماز کے علاوہ طریقہٴ نماز تک کو قرآن وحدیث کے مستند حوالوں سے مبرہن کیا گیا ہے۔ رسالہ ماشاء اللہ! بہت ہی مفید اور راہ نما ثابت ہوگا۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۴۱۰ھ)

تہذیب الصلاۃ

جناب انشاء اللہ خاں۔ صفحات: ۸۸۔ تقطیع: خورد۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: ادب اسلامی پبلیکیشنز، منصورہ، چنگی ملتان روڈ، لاہور۔

اس مختصر مگر مفید کتابچہ میں ان کوتاہیوں کی نشان دہی کی گئی ہے جو نمازیوں سے نماز اور مساجد کے بارہ

میں سرزد ہوتی ہیں۔ رسالہ پر مولانا مودودی، مولانا محمد چراغ، مولانا مفتی سیاح الدین، مولانا عبیداللہ انور اور مولانا مفتی محمد حسین نعیمی کی تقریظیں ثبت ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۶ھ)

نماز کے فضائل ومسائل

مولانا محمد عاشق اِلٰہی بلندشہری۔ صفحات: ۱۱۱۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: مکتبہ عارفی، سی/۶۲، پنجابی کالونی، فیڈرل کیپٹل ایریا، کراچی۔

نماز کو ارکانِ اسلام میں جو اہمیت ومقام حاصل ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ لیکن بایں ہمہ اس اہم فریضہ کے مسائل واَحکام سے لاعلمی پائی جاتی ہے۔ حضراتِ اہلِ علم نے اپنے اپنے ذوق ومزاج کے مطابق اس کے مسائل کو عام فہم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

زیرِ نظر رسالہ اسی سلسلہ میں ایک اہم اضافہ ہے، جس میں فضائل ومسائل کے علاوہ طریقۂ نماز اور روزمرہ کی چالیس دُعاؤں کا اِضافہ بھی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۱۰ھ)

نماز کے چند مسائل؛ قرآن وحدیث کی روشنی میں

پروفیسر ابوالکلام خواجہ۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت: ۱۳/۵۰ روپے۔ پتا: خواجہ پیپر مارٹ، چوک بازار، ملتان۔

غیرمقلدین کی رَوِش کس کو معلوم نہیں کہ وہ اَئمۂ اَربعہؒ کے بجائے اپنے تئیں ''مجتہد'' کہلانے میں سکون محسوس فرماتے ہیں! یہی وجہ ہے کہ وہ بعض فروعی مسائل میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ اساطینِ اُمت کی شان میں گستاخی سے بھی نہیں چوکتے۔

زیرِ نظر کتاب میں مشہور اختلافی مسائل میں سے (رفعِ یدین، فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، فاتحہ سے پہلے جہر بالتسمیہ، بیس تراویح، صبح کی سنتوں کا مسئلہ، دُعائے قنوت، فرضوں کے بعد دُعا کا طریقہ، اِمام کے ساتھ رُکوع مل جانے پر رکعت کے مل جانے کا مسئلہ اور جلسۂ اِستراحت) دس مسائل کو فقہِ حنفی کے مطابق

قرآن وسنت کے حوالہ سے مبرہن کرکے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جادۂ مستقیمہ پر قائم رہنے کے لیے تقلیدِ شخصی انتہائی ناگزیر ہے۔

مؤلفِ موصوف نے اپنے موقف کو ثابت کرتے ہوئے دلائل کا خاصا ذخیرہ یکجا کردیا ہے۔ یقیناً یہ کتاب اپنی جگہ ایک مفید اور مستند ذخیرہ بن گیا ہے۔

کاغذ، طباعت اور کتابت کی عمدگی نے کتاب کو اور جاذبِ نظر بنادیا ہے۔ خداتعالیٰ موصوف کی اس سعی کو قبول فرماکر ان کے لیے ذریعۂ نجات بنائیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

معراج المؤمنین

الحاج مولانا اخلاق احمد عثمانی۔ پتا: دبستانِ عثمانیہ، ۴/۹۸۴، لیاقت آباد، کراچی۔

جنابِ مصنف کی متعدد اصلاحی کتابوں کا تعارف ان سطور میں آچکا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں نماز کی حقیقت اور اس کے آداب وفضائل اور مسائل کا تذکرہ بڑے مؤثر اور دلچسپ انداز میں کیا گیا ہے۔ شائقین حضرات جنابِ مصنف کے پتے سے مفت طلب فرماسکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۲ھ)

نمازِ کامل مترجم

مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی۔ صفحات: ۹۶ (جیبی سائز)۔ قیمت مع پلاسٹک کور: ا روپیہ ۸۸ پیسے۔ پتا: اقبال بک ڈپو، سرسٹ اسٹریٹ، صدر، کراچی نمبر ۳۔

نماز کے فضائل ومسائل، مختلف اوقات کی چالیس دُعائیں، جمعہ وعیدین کے خطبے، اسمائے حسنیٰ وغیرہ پنج گانہ ضرورت کی چیزوں کا مفید مجموعہ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۸ھ)

نمازِ حنفی

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ۔ قیمت: ڈیڑھ روپے۔ صفحات: ۹۶۔ ملنے کا

پتا: مکتبہ مدینہ، بادشاہی روڈ، مسجدِ اقصیٰ، کراچی نمبر ۳۔

زیرِ نظر رسالہ نماز کے تقریباً تمام اہم مسائل اور مسنون دُعاؤں پر مشتمل ہے، جس میں جمعہ اور عیدین کے خطبے بھی درج ہیں۔ علمائے کرام اور عوام کے لیے انتہائی مفید رسالہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

ترغیبِ نماز

مولانا نعیم اختر صاحب (ناظم تعلیمات جامعہ عربیہ ریاض العلوم لیاقت کالونی، حیدرآباد)۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: جامعہ عربیہ ریاض العلوم، لیاقت کالونی، پلاٹ نمبر ۴۰، حیدرآباد، سندھ۔

زیرِ نظر کتاب نماز کا جامع اور مختصر نصاب ہے، جس میں وضو، غسل کا طریقہ، فضائلِ نماز، مسائلِ نماز، نماز پڑھنے کا طریقہ، اَذکارِ نماز اور چالیس مسنون دُعائیں درج کی گئی ہیں۔

کتاب بہترین اور خوب صورت ٹائٹل، عمدہ طباعت و کتابت سے مزین ہے، بڑوں اور بچوں دونوں کے لیے یکساں مفید ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ)

الصلاۃ عماد الدین (نماز دِین کا ستون ہے)

مولانا میاں محمد عبدالملک لدھیانوی ثم دہلوی۔ صفحات: ۱۰۵۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ اِسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

اِسلام لانے کے بعد سب سے پہلے نماز فرض کی گئی اور قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کے بارہ میں سوال ہوگا۔ جس کی نماز ٹھیک نکلی، اس کا باقی معاملہ بھی ٹھیک ہوگا۔ اگر خدانخواستہ نماز میں نقص نکل آیا تو معاملہ خطرناک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معراج کے موقع پر اپنے پاس بلاکر جو تحفہ عطا فرمایا، وہ نماز ہی تھی۔ اِسلام کے اس بنیادی رُکن کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی اہمیت و افادیت اور طریقۂ ادائیگی کو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس پر عمل کرکے دکھایا۔

اِسلام کے اس بنیادی رُکن کی اہمیت وافادیت کو اُجاگر کرنے اور نجاتِ آخرت کا وسیلہ بنانے کے لیے علمائے اُمت نے ہمیشہ بچوں اور بڑوں کی رہنمائی کے لیے آسان اور عام فہم انداز میں نماز کے فضائل و مسائل کی کتابیں، رسائل اور مجموعے مرتب فرمائے۔ زیرِ نظر مجموعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں نماز کی اہمیت، فرضیت، نیت، طریقۂ طہارت، وضو، غسل، طریقۂ نماز، فرائض وواجبات، سنن ومستحبات، سلام کے بعد دُعا اور نماز کے بعد کی دُعائیں، نمازِ تراویح، دُعائے قنوت، نمازِ سفر، نفل نمازیں، نمازِ جنازہ، علم دِین حاصل کرنے کی سعی وکوشش کی اہمیت وفضائل وغیرہ اہم عنوانات کو اچھے انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں خطباتِ جمعہ وعیدین کے علاوہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی نوراللہ مرقدۂ کے رسالہ ''معمولاتِ یومیہ'' کو شامل کردیا گیا ہے، اس اعتبار سے اس رسالہ کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۲۰ھ)

میری نماز

مولانا محمد ادریس انصاری۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت (مجلد): ۲ روپے۔ پتا: کلام کمپنی، بندر روڈ، کراچی۔

نماز اِسلام کا ستون ہے، جس پر پورے دِین کی بنیاد ہے۔ قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی زندگی کا اہم مقصد نماز ہے۔ نماز کے بغیر دِین ہی کیا ہے؟ زیرِ نظر رسالہ میں مصنف نے نماز کی اہمیت وضرورت اور اس کے فضائل اور بقدرِ ضرورت مسائل کو آسان زبان میں بیان کیا ہے۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۹ھ)

مسائلِ نماز

جناب صوفی محمد اِقبال قریشی صاحب۔ صفحات: ۲۲۴۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: اِدارہ اِسلامیات، ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔

اس رسالہ میں نماز کے ضروری مسائل مستند حوالوں سے جمع کیے گئے ہیں۔ زیادہ تر مسائل ''بہشتی زیور'' سے مأخوذ ہیں۔ اس کے علاوہ جن کتابوں سے مسائل لیے گئے ہیں، مرتب نے صفحہ ۷ پر ان کی فہرست دے

دی ہے۔ کہیں کہیں مسائل کے نقل کرنے میں تسامح بھی ہوا ہے، مثلاً: مسئلہ نمبر ۲۳۰ اس طرح نقل کیا ہے:
''مؤذّن کا صاحبِ عقل ہونا ضروری ہے، بچہ، مست یا مجنون کی اَذان معتبر نہ ہوگی۔ (عالمگیری)''
حاشیہ پر ''بہشتی زیور'' کا حوالہ ہے، حالانکہ ''بہشتی زیور'' میں ''ناسمجھ بچے'' کی اَذان کو غیرمعتبر لکھا ہے، مگر نقل کرتے ہوئے ''ناسمجھ'' کی قید حذف کردی گئی ہے، جس سے مسئلہ میں گڑبڑ ہوگئی۔
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ)

نماز کی اَہمیت اور اِنسانی زندگی پر اُس کے اثرات

عبدالباسط قریشی۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: کتب خانہ مظہری، پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲، گلشنِ اِقبال، کراچی۔

زیرِ نظر رسالہ میں قرآن وحدیث سے نماز کی اَہمیت وضرورت اور اُس کے رُوحانی واخلاقی اور معاشرتی ثمرات بڑے مؤثر اَنداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۴ھ)

اَحکام وآداب؛ طہارت وضو اور نماز

مولانا ارشاد احمد فاروقی (اُستاذ مدرسہ بیت الخیر، شمسی سوسائٹی، ملیر ہالٹ، کراچی)۔ پتا: مکتبہ بیت الخیر (شمسی) سوسائٹی، ملیر ہالٹ، کراچی۔

''تقریظ''

ایمان لانے کے بعد سب سے پہلا فریضہ اور ارکانِ اِسلام میں سے سب سے اہم ترین رُکن نماز ہے، جو نماز نہیں پڑھتا اُس کے لیے بہت بڑی وعید ہے۔ نماز سے پہلے طہارت وپاکی اور اس کے اوقات کی تعیین سے متعلق اَحکام کا علم ضروری ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں فاضل مؤلف نے قدیم طرز سے ہٹ کر نماز، طہارت، وضو اور اُس کے اَحکام وآداب اور طریقۂ کار کو مستند فقہی کتب کے حوالوں کے ساتھ مزین کرکے اس طرح لکھا ہے کہ قاری کو ان تمام اَحکام کی ترتیب بآسانی معلوم ہوجاتی ہے، اور ساتھ ساتھ یہ پتا چلتا جاتا ہے کہ اس کام کے بعد اَب کیا کرنا ہے؟ کتاب کی زبان سادہ اور سلیس ہے، متن پر عبارت رواں ہے، البتہ متعلقہ حکم کا درجہ حاشیہ پر بتلادیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف ومرتب کی اس سعی کو قبول فرمائے اور اسے مفیدِ عام بنائے۔ آمین!

مقلعة البدعة (عربی)

حضرت مولانا عبدالقیوم بادشاہ۔ صفحات: ۱۰۴۔ ملنے کا پتا: محمد عبدالحی حقانی، موضع بام خیل، تحصیل صوابی، ضلع مردان۔

زیرِ نظر کتاب ''قضائے عمری'' کی مروجہ بدعت کے رَدّ میں لکھی گئی ہے۔ اس بدعت میں عوام تو عوام خواص بھی مبتلا ہیں۔ مؤلفِ مرحوم نے اس مسئلہ میں اپنے زمانہ کے مبتدعین سے کامیاب ترین مناظرے بھی کیے، بالآخر اِفادۂ عام کے لیے اس کو قلمی جامہ پہنایا۔ اس کتاب میں مؤلف رحمہ اللہ نے فقہ کی مستند کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں قضائے عمری کے مروجہ طریقہ کا کوئی ثبوت نہیں۔ علمائے کرام ضرور اس کا مطالعہ کر کے عوام الناس کو اس بدعت سے آگاہ کریں۔

یہ کتاب عبدالغنی، متعلّم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، نمبر ۵ کے پتے پر بھی دستیاب ہوسکتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

خواتینِ اسلام کی بہترین مسجد

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی (اُستاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند)۔ صفحات: ۷۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مرکزِ دعوت وتحقیق دیوبند، انڈیا۔

موجودہ دور فتنہ وفساد کا دور ہے۔ اسلام نے مرد وزن کے اختلاط سے حتی الوسع اجتناب وپرہیز کی تعلیم دی ہے، حتیٰ کہ اس فتنہ وفساد کے اندیشہ کے پیشِ نظر اسلام نے عورتوں کو بہت سی محافل ومجمعوں سے دُور رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ عورتوں پر جمعہ، جماعت، عیدین، اور جہاد میں شرکت کو ضروری نہیں قرار دیا گیا، لیکن آج کل ایک جماعت اور کچھ نام نہاد آزاد مفکرین قرآن وسنت کے نام پر عورتوں پر جمعہ وجماعت کی شرکت کو ضروری قرار دینے لگے ہیں۔

اس کتاب میں مؤلفِ موصوف نے قرآن وسنت اور اکابرِ اُمت کی تصریحات کی روشنی میں نہایت ہی شاندار انداز میں ثابت کیا ہے کہ عورتوں کی بہترین ''مسجد'' اُن کا گھر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۱۹ھ)

کیا نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا سنت ہے؟

ابو یوسف مولانا محمد ولی درویش (اُستاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)۔
صفحات: ۱۵۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

اِسلام تفرقہ بازی، اِختلاف و اِنشقاق اور تشتت و اِنتشار سے منع کرتا ہے اور دعوت دیتا ہے کہ ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ''(۱) اور اِختلاف و اِنشقاق کا منبع خودرائی وخودرَوی ہے، جس کا منشأ کبر ونخوت ہے۔ اور یہ وہی موذی مرض ہے، جس نے شیطان کو راندۂ درگاہِ اِلٰہی قرار دیا۔ اسی تکبرو غرور کا شاخسانہ ہی تھا کہ شیطان نے بارگاہِ اِلٰہی میں بجائے اِنقیاد وتسلیم کے ''انا خیر منه '' کا نعرہ لگایا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ''مغضوب علیه '' قرار پایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج تجویز فرمایا کہ اپنی عقل وفہم کے بجائے انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور متبعین باحسان کے طریق پر چل کر زندگی گزاری جائے اور یہی وہ صراطِ مستقیم ہے، جس کی دُعا کا ہمیں مکلف بنایا گیا ہے اور روزانہ پانچ وقت ہم کہتے ہیں: ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَo صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَo''(۲)

اس واضح ہدایتِ خداوندی کے باوجود کچھ لوگوں کا زعم ہے کہ ان کا فہم و ذکا اور عقل و دانش ہی کامل ومکمل ہے۔ قرآن وسنت کی تعبیر وتشریح جوان کی ''عقلِ رسا'' میں وارد ہوئی ہے، وہی منشائے خداوندی اور مرادِ نبوی سے میل کھاتی ہے۔ حضراتِ صحابہ کرامؓ سے لے کر ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور آج تک پوری اُمت کے تعامل کا تسلسل یکسر غلط، اور پوری اُمت کی عقل وفہم قرآن وسنت کے فہم وادراک سے قاصر تھی۔

پوری اُمت کی تغلیط پر مبنی سوچ رکھنے والے ان سر پھروں کا علاج تو یہ تھا کہ انہیں کسی دماغی ہسپتال کے حوالہ کیا جاتا، مگر کیا کیجیے کہ یہاں ایسا کوئی قانون اور کوئی پابندی نہیں...!

اس دور میں جہاں اُمت کے ایمان کو خطرہ ہے، لوگ مرتد ہو کر مر رہے ہیں، عام مسلموں کو کلمۂ طیبہ ٹھیک سے پڑھنا تک نہیں آتا، لوگوں کو فرائض کی تعلیم کی ضرورت ہے، نہ کہ فروعی اِختلاف کی۔ اَعدائے اِسلام اُمت کو گِدھوں کی طرح نوچ رہے ہیں، کہیں قادیانی فتنہ ہے تو کہیں پرویزی فتنہ، الغرض! تسبیح کے دانوں کی طرح فتنے ہیں کہ گر رہے ہیں اور آئے دن نئے نئے فتنے یکے بعد دیگرے نمودار ہو رہے ہیں، مگر ''عقل وفہم'' کے یہ چیمپئن اُمت کو فروعی اختلافات میں اُلجھائے اس طرح ''خدمتِ دِین'' میں مصروف ہیں کہ جیسے پوری اُمت کفرِ بواح میں مبتلا ہے۔

---

(۱) آل عمران: ۱۰۳
(۲) الفاتحہ: ۵، ۶

زیرِ نظر کتاب اسی طرح کے ایک ''عقلِ کل'' کی تحقیق کا جواب ہے، جس میں مؤلفِ موصوف نے نہایت ہی دیانت ومتانت سے قرآن وسنت اور تعاملِ اُمت کی روشنی میں مصنفِ موصوف کو اپنا چہرہ دِکھانے کی شاندار کوشش کی ہے۔

اُمید ہے مؤلفِ موصوف کے ان دلائل کے آئینہ میں یہ حضرات اپنا ''مجتہدانہ چہرہ'' دیکھ کر اس حبشی کی طرح یہ کہہ کر اپنی تحقیقات کا آئینہ پھینک دیں گے کہ ''اتنا بدشکل تھا جب ہی تو تمہیں کسی نے نہیں اُٹھایا!''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۹ھ)

خیر البیان فی عدد رکعات قیام رمضان

مولانا بشیر احمد جالندھری (خطیب جامع مسجد شورکوٹ چھاونی، ضلع جھنگ)۔ صفحات: ۱۲۴۔ قیمت: ۱۰ روپے۔

زیرِ نظر کتاب ایک غیرمقلد کے سوال کے جواب میں لکھی گئی۔ سائل نے رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھنے کا ثبوت مانگا تھا، جس کے جواب میں مؤلفِ موصوف نے ۱۲۴ صفحات پر مشتمل طویل جواب دیا، جس میں غیرمقلدین حضرات کے جملہ اعتراضات کے مُسکت اور تسلی بخش جوابات دیے گئے ہیں اور اُمت کے اجماعی مسئلہ بیس رکعت تراویح پر نہایت ہی مضبوط اور ٹھوس دلائل بڑے سلجھے ہوئے انداز میں تحریر فرمائے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

تحقیق مسئلۂ تراویح

مولانا ابومعاویہ صفدر۔ پتا: انجمن شبانِ احناف، بس اسٹینڈ، اوکاڑہ۔

بیس ۲۰ تراویح کی سنیت کے دلائل۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

ننگے سر نماز

مولانا ابوسعید محمد شرف الدین۔ پتا: امامِ اعظم ابوحنیفہ اکیڈمی، فقیروالی، ضلع بھاول نگر۔

اہلِ حدیث حضرات میں ناواقف لوگوں کو عموماً ننگے سر نماز پڑھتے دیکھا گیا ہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں علمائے اہلِ حدیث کے فتاویٰ سے واضح کیا گیا ہے کہ یہ غلط طریقہ ہے۔ یہ رسالہ اہلِ حدیث بھائیوں کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

تحقیق رفعِ یدین

مولانا ابومعاویہ صفدر جالندھری۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۱ روپیہ۔ ملنے کا پتا: امام ابوحنیفہؒ اکیڈمی، فقیر والی ضلع بہاول نگر۔

زیرِ نظر پمفلٹ میں مصنف نے مسئلہ رفعِ یدین کی تحقیق کی ہے، اس میں اہلِ حدیث حضرات کے جملہ اہم اعتراضات کے جواب بھی دیئے گئے ہیں اور ساتھ ہی اپنے مسلک کو عقلی اور نقلی دلائل سے مزین کر کے تحقیقِ حق اور ابطالِ باطل کا حق ادا کر دیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ)

نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ صاحب ڈیروی۔ صفحات: ۲۴۴۔ قیمت (مجلد): ۱۸ روپے۔ پتا: مدرسہ نصرۃ العلوم، نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔

تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفعِ یدین کرنے کا مسئلہ ائمۂ دین کے درمیان مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ محققین کی تصریح کے مطابق یہ اختلاف سنت وبدعت یا واجب ومکروہ کا نہیں، بلکہ افضل اور غیرِ افضل کا ہے۔ یعنی دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ رفعِ یدین اور ترکِ رفعِ یدین دونوں بلا کراہت جائز ہیں، البتہ بعض حضرات رفعِ یدین کو افضل فرماتے ہیں اور بعض ترکِ رفعِ یدین کو! اس نوعیت کے فروعی مسائل پر زور دینا ۔خصوصاً اس دور میں جب کہ الحاد وزندقہ کی فضا عام ہو رہی ہے اور ''یخرجون من دین اللہ افواجا'' کا منظر سامنے ہے۔ کچھ زیبا معلوم نہیں ہوتا، لیکن بدقسمتی سے بعض حضرات ان فروعی مسائل میں یہاں تک تشدد کرتے ہیں کہ دُوسرے فریق کی نماز کو ناقص، بلکہ بعض صورتوں میں ناجائز تک کہنے سے دریغ نہیں کرتے، اور اس ضمن میں سلف صالحین کے بارہ میں بھی نامناسب الفاظ استعمال کر جاتے ہیں، اس لیے

اہلِ حق کے لیے جواب دہی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں مسئلہ رفعِ یدین کے مثبت و منفی دونوں پہلوؤں پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔

کتاب ایک مقدمہ اور تین ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں اہلِ حدیث حضرات کے تشدد کی شکایت ہے۔ پہلے باب میں ترکِ رفعِ یدین کے دلائل اور دُوسرے اور تیسرے باب میں رفعِ یدین کے دلائل کا جواب ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی نے اپنے ''پیش لفظ'' میں اس موضوع پر جو مختصر اور جامع کلام فرمایا، وہ بجائے خود ایک وقیع مقالہ ہے۔ مولانا مدظلہٗ نے اس رسالہ کے بارہ میں صحیح لکھا ہے:

> ''یہ کہنا تو مشکل ہے کہ یہ کتاب اس مسئلہ پر حرفِ آخر ہے، لیکن بلاخوفِ تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ کتاب خالص علمی معلومات اور پُرمغز حوالوں سے لبریز ہے۔''(۱)

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

۱:...نفائسِ مرغوبہ، ۲:...دلیل الخیرات

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ۔ صفحات ۱:...۱۲۸۔ قیمت: ۱ روپیہ ۲۵ پیسے۔ صفحات ۲:...۲۰۸۔ قیمت: ۲ روپے ۲۵ پیسے۔ پتا: مکتبہ تھانوی، مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ کراچی، نمبر ۱۔

یہ دونوں رسالے حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی تصنیفِ لطیف ہیں۔ پہلا رسالہ نماز کے بعد کی دُعا سے متعلق ایک اِستفتاء کا جواب ہے۔ جس میں دلائل سے یہ مسائل منقح کیے گئے:

۱:...نمازِ فرض کے بعد اِمام اور مقتدیوں کا مل کر دُعا کرنا سنت ہے۔

۲:...یہ دُعا زیادہ طویل نہ ہونی چاہیے۔

۳:...اس دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا اور دُعا کے بعد ان کو منہ پر پھیرنا، حدیث وفقہ سے ثابت ہے۔

۴:...اِمام کا اُونچی آواز سے دُعا پڑھنا اور مقتدیوں کا آمین آمین کہتے جانا آدابِ دُعا کے منافی اور خلافِ سنت ہے۔

۵:...سنتوں سے فارغ ہوکر اِمام اور مقتدیوں کا اِجتماعی دُعا کا اہتمام کرنا خلافِ سنت اور بدعتِ قبیحہ

---

(۱) ص:۱۴

ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے فتوٰی کے ساتھ سو سے زائد دار الافتاؤں کے فتوے بھی ملحق ہیں، جن میں علمائے حرمین اور جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم کا فتوٰی بھی شامل ہے۔

دُوسرا رسالہ میت کے کفن دفن اور دُعا و جنازہ اور تعزیت سے متعلقہ رُسوم کے بارہ میں ایک استفتاء کا جواب ہے، جس میں ان اُمور کے ہر پہلو سے کافی وشافی گفتگو کی گئی ہے اور ساتھ ہی تقریباً تمام مشاہیر علماء کے فتاوٰی بھی ملحق ہیں۔ یہ دونوں رسالے بڑے مفید اور علمی ہیں، انہیں پڑھ کر سنت و بدعت کا معیار مشخص ہو جاتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ)

اظهار التحسين في اخفاء التامين

مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی۔ صفحات: ۲۸۱۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

نماز میں ''سورۃ الفاتحہ'' کے بعد آمین کہنا بالاتفاق سنت ہے، مگر اس میں اِختلاف ہے کہ آہستہ کہنا افضل ہے یا جہر سے؟ یہ اِختلاف ایک تو سلف کے زمانہ سے چلا آتا ہے۔ دُوسرے اِختلاف محض استحباب میں ہے، اِس لیے عقل و دِین کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں کوئی فریق بھی شدت اِختیار نہ کرے، لیکن ہمارے یہاں ایک مخصوص مکتبِ فکر حضرات نہ صرف تارکینِ جہر پر نکیر کرتے ہیں، بلکہ ان کے بعض نہایت اہم ذمہ دار شخصیتوں نے حنفیہ کو ''یہودی'' تک کہہ ڈالا۔

زیرِ نظر رسالہ میں جنابِ مصنف نے اس کی تحقیق فرمائی ہے کہ آہستہ آمین ہی شارع کا منشا ہے۔ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں صحابہ و تابعین اور ائمۂ ہدیٰ رحمہم اللہ کے مذاہب کی تحقیق ہے، جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ سلف صالحین کی اکثریت کا عمل آہستہ آمین کہنے کا تھا۔ فصلِ اوّل میں قرآن کریم اور اَحادیثِ نبوی سے دلائل کا ذکر ہے، جس سے آہستہ آمین کہنے کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ اور دُوسری فصل میں ان دلائل کا ذکر ہے جن کو فریقِ مخالف آمین بالجہر کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ اور ہر دلیل پر جرحاً وتعدیلاً و ابراماً شافی کلام کیا گیا ہے۔ کسی چیز کو حرفِ آخر کہنا مشکل ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ جنابِ مصنف نے تحقیق وتتبع کا حق ادا کر دیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ)

سبیل الرشاد

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت: ۷۵ پیسے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، جامعہ اشرفیہ، مسلم ٹاؤن، لاہور۔

زیرِ نظر رسالہ میں حضرت مصنف نے فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، رفعِ یدین؛ ان تین مختلف فیہ مسائل میں حنفی مسلک کی ترجیح کے دلائل بیان کیے ہیں۔ رسالہ بہت مفید، مختصر اور عام فہم ہے۔ مصنف کو شکایت ہے کہ بعض حضرات ان مسائل میں حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی تغلیط کرتے ہیں۔ علمی مسائل پر علمی بحث کا مضائقہ نہیں، لیکن جس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کا عمل ہر دو جانب ہو، وہاں ایک جانب کو غلط کہنا بڑی غلطی ہے۔ پھر زمانہ کے حالات سے بھی دونوں طرف کے حضرات کو سبق لینا چاہیے۔ اللّٰھم ارحم امة محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۹ھ)

الاربعین فی وظائف بعد الصلاۃ للنبی الامین صلی اللّٰہ علیہ وسلم

مولانا محمد ایوب الرحمٰن انوری۔ صفحات: ۶۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مولانا محمد ایوب الرحمٰن انوری، مکان نمبر ۲۲۳، پی، مین بازار، سنت پورہ، لائل پور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف نمازوں کے بعد جو دُعائیں منقول ہیں، انہیں زیرِ نظر ''چہل حدیث'' میں مع ترجمہ وفوائد جمع کیا گیا ہے، فوائد کے ضمن میں دُعا کے آداب ومسائل بھی معتبر کتابوں کے حوالہ سے درج کیے گئے ہیں۔ اپنے موضوع پر بہت مفید اور قابلِ قدر رسالہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۲ھ)

خیر الھدیٰ فی صلاۃ المیت والدعاء

مولانا مفتی محمد سعید۔ صفحات: ۵۶۔ قیمت: ۷۵ پیسے۔ پتا: ناظم مدرسہ شبیریہ، میانی، ضلع سرگودھا۔

ہندو پاک کے بعض علاقوں میں نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کا رواج ہے، بعض لوگوں نے غلط منطق سے

اس بدعت کو ''سنت'' بنانے کی کوشش کی۔ جناب مفتی صاحب نے حدیث، فقہ اور اکابرِ اُمت کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ یہ رواج خلافِ سنت ہے، اس کا ترک ضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۲ھ)

الکلام الموزون فی صلاۃ الجنازۃ علیٰ وجہ المسنون

سیّد لعل بخاری، خطیب مدنی مسجد، محمد لائق علی چوک، واہ کینٹ۔ صفحات: ۲۱۲۔ قیمت: ۵ روپے۔ مصنف کے پتے سے طلب کی جائے۔

شادی اور مرگ کے موقعوں پر مسلمانوں میں اس قدر رُسوم و بدعات کی بھرمار ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ! اور اس کی متعدّد وجوہ میں سے ایک اہم وجہ اَئمہ مساجد اور اَربابِ عمائم کی تساہل پسندی، مصلحت کوشی اور تأویل تراشی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں فاضل مصنف نے مستند حوالوں کے ساتھ میت کی تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ و تدفین کے شرعی اَحکام کو مرتب فرمایا ہے، اور اس سلسلہ میں جو بدعات مسلمانوں میں دَر آئی ہیں، ان کی نشان دہی کرتے ہوئے بعض مروّجہ بدعات (دُعا بعد اَز جنازہ و اسقاط وغیرہ) کا تفصیلی رَدّ کیا ہے۔ مصنف کا انداز خالص علمی اور بڑی حد تک اِصلاحی ہے۔ البتہ ماحول کی شدت نے کہیں کہیں مناظرانہ رنگ بھی گھول دیا ہے۔ تاہم یہ کتاب بڑی کام کی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۳ھ)

سکرات سے قبر تک

مولانا غلام محمد حیدرآبادی ثم کراچوی۔ صفحات ۳۲۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: کریم کمرشل کمپنی لمیٹڈ، ۱۷/۱۸، نیومیمن مسجد، کراچی نمبر ۲۔

زیرِ نظر رسالہ میں سکرات سے تدفین تک کے شرعی اَحکام مستند کتابوں سے جمع کیے گئے ہیں، جن کی ضرورت مسلمانوں کو روزمرہ پیش آتی ہے۔ زبان آسان و رواں ہے، جسے ہر پڑھا لکھا آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ رسالہ پر مولانا فضل اللہ جیلانی اور جناب مفتی ولی حسن خان ٹونکی کی تصدیق بھی ثبت ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

۱:...تاریخِ قربانی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ صفحات:۳۲۔ قیمت: ۵۰ پیسے۔ پتا: اِدارۃُ المعارف، دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر۱۴۔

۲:...اَحکامِ دُعا

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ صفحات:۹۶۔ قیمت: ۲۰/ا روپے۔ پتا: اِدارۃُ المعارف، دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر۱۴۔

۳:...عائلی قوانین پر مختصر تبصرہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ صفحات:۶۴۔ قیمت: ۸۸ پیسے۔ پتا: اِدارۃُ المعارف، دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر۱۴۔

۱:...قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار سنت اور ہر صاحبِ اِستطاعت پر شرعاً واجب ہے۔ بعض ملحدین نے اِسلام کے دُوسرے اَحکام کی طرح ''مسئلۂ قربانی'' کو بھی طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ نے اس رسالہ میں قربانی کی تاریخ، اس کی حقیقت و اہمیت اور اس کے ضروری اَحکام و مسائل نہایت عمدگی سے بیان فرمائے ہیں، جس سے ملحدین کے شکوک و شبہات کا اِزالہ ہوجاتا ہے۔

۲:...یہ دو رسالوں کا مجموعہ ہے، ۱:...حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے عربی رسالہ ''استجاب الدعوات'' کا اُردو ترجمہ مع عربی متن۔ ۲:...اَحکامِ دُعا پر حضرت مفتی صاحب کا ایک مستقل رسالہ ''احکام الرجاء'' دونوں میں دُعا کے آداب و فضائل اور اَحکام و مسائل ہیں۔ آخر میں منتخب اور جامع دُعائیں بھی درج ہیں۔

۳:...انگریز سے یحییٰ خاں تک حاکم تو بدلے مگر ان کے ''کالے قانون'' جوں کے توں رہے! زیرِ نظر رسالہ میں فیلڈ مارشل خاں صاحب کے رُسوائے زمانہ عائلی قانون پر مختصر تبصرہ ہے، جس میں وضاحت کی گئی ہے کہ یہ قوانین کتاب و سنت سے کیوں متصادم ہیں؟ یہ تبصرہ اس عرض داشت کے ساتھ ایوب خاں کے پاس بھیجا گیا تھا کہ ان کو قوم پر مسلط نہ کیا جائے، مگر فوجی مارشل لاء نے انہیں مسلط کرنا تھا، کیا اور کیسے رکھا۔ اب دیکھیے کہ کس کو کب توفیق ہوتی ہے کہ انہیں ہٹائے...؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر۱۳۹۲ھ)

۱:... اِقامتِ صلاۃ

مولانا عبدالحلیم قاسمی، مہتمم مدرسہ جامعہ حنفیہ، بی بلاک، گلبرگ ۲، لاہور۔ صفحات: ۹۲۔
قیمت: ۲/۵۰ روپے۔

۲:... پیغامِ حیات اور اِسلامی پردہ

مولانا عبدالحلیم قاسمی، مہتمم مدرسہ جامعہ حنفیہ، بی بلاک، گلبرگ ۲، لاہور۔ صفحات: ۲۴۔
قیمت: ۵۰ پیسے۔

۳:... فلسفۂ قربانی

مولانا عبدالحلیم قاسمی، مہتمم مدرسہ جامعہ حنفیہ، بی بلاک، گلبرگ ۲، لاہور۔ صفحات: ۲۴۔
قیمت: ۵۰ پیسے۔

۴:... فضائلِ رمضان

مولانا عبدالحلیم قاسمی، مہتمم مدرسہ جامعہ حنفیہ، بی بلاک، گلبرگ ۲، لاہور۔ صفحات: ۵۲۔
قیمت: ۱/۵۰ روپے۔

چاروں رسائل مولانا عبدالحلیم قاسمی (مہتمم مدرسہ جامعہ حنفیہ، بی بلاک، گلبرگ ۲، لاہور) کے قلم سے ہیں۔ پہلے رسالہ میں نماز کے فضائل و مسائل، اَدعیۂ ماثورہ اور دُرود شریف کے فضائل نہایت عام فہم اور سلیس انداز میں مرتب کیے گئے۔ دُوسرے رسالہ میں موصوف کی ایک تقریر ہے جو ریڈیو پر نشر کی گئی اور جس میں اِسلام کے پیغامِ اُخوّت کا حسین خاکہ مرتب کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ ایک مقالہ ''اِسلامی پردہ'' کی اہمیت و افادیت کو نمایاں کیا گیا ہے۔ تیسرے رسالہ میں قربانی کی ضرورت، مسائل اور طریقۂ نمازِ عید پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چوتھے رسالہ میں رمضان مبارک کے فضائل و مسائل ہیں، اور بیس تراویح پر محققانہ کلام کیا ہے۔ ماشاء اللہ! چاروں رسائل مسلمانوں کی ضرورت کی چیز ہیں۔ مؤلف کے پتے سے طلب کیے جاسکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۳۹۴ھ)

تحفۂ رمضان شریف

مولانا عبدالسبحان شاد شجاع آبادی۔ صفحات: ۳۱۰۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: مولانا عبدالسبحان، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت، مدرسہ ندوۃ العلوم، ٹنڈو آدم۔

رمضان اور اعمالِ رمضان (روزہ، تراویح، اعتکاف، احیائے لیلۃ القدر اور تلاوت) کے فضائل مسائل اور حکمتوں پر مشتمل جامع ترین کتاب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۴ھ)

رُوحِ رمضان

مولانا محمد انوارالحسن شیرکوٹی۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: نذر سنز، ۲۲۱، سرکلر روڈ، لاہور۔

اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب جس میں رمضان المبارک کے تقریباً تمام پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ "وعلى الذين يطيقونه فدية"(۱) کا صحیح محل وہی ہے جو مصنف محترم نے حافظ عینیؒ اور امام ابن جریرؒ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے۔ ان کا اپنا ذکر کردہ مطلب، آیت کی تفسیر نہیں محض ایک لطیفہ ہے۔ رُؤیتِ ہلال پر مصنفِ محترم کی بحث بڑی وقیع اور دِلچسپ اور اختلاف مطالع کے بارہ میں ان کا موقف حقیقت پسندانہ ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ تمام مسلمانوں کے لیے عموماً اور جدید طلبہ کے لیے خصوصاً نہایت مفید ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۱ھ)

رمضان کیا ہے؟

مولانا محمد عبداللہ دہلوی۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت (مجلد): ۲ روپے۔ پتا: مکتبہ نور، حضرت نظام الدین اولیاء، نئی دہلی، انڈیا۔

رمضان مبارک، روزہ، تراویح، اعتکاف، شب قدر کے فضائل بھی اور مسائل بھی بڑے دِل نشین انداز میں جمع کیے گئے ہیں۔ پڑھ کر ایمان کو جلا ملتی ہے اور عمل کا جذبہ اُبھرتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ)

---

(۱) البقرۃ: ۱۸۴

مسائلِ رمضان وزکوٰۃ مدلل

جناب مولانا مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی صاحب۔ صفحات: ۱۰۰۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: اِسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ، کراچی۔

زیرِ نظر کتاب دراصل جناب مولانا مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی زید مجدہٗ کی تالیف ''جواہرالفتاویٰ'' کا ایک حصہ ہے، جس کو کئی سال پہلے موصوف نے لکھا تھا، پھر''جواہرالفتاویٰ'' میں شائع بھی ہوا۔ چونکہ اس میں مسائل واَحکام کے ساتھ دلائل نہیں لکھے گئے تھے، اس لیے یہ کمی رہ گئی تھی۔

الحمدللہ! مفتی صاحب موصوف کے ایما پر مولانا مفتی صالح محمد کاروڑی نے ان مسائل کی تخریج کتبِ فقہ سے کی ہے جو نہایت اہم اور مفید ہے، جس کے بعض زرّیں عنوانات درج ذیل ہیں:

فضیلتِ رمضان کے بارہ میں چند باتیں، روزہ کی چند سنتیں، روزہ دار کے لیے ناجائز اور مکروہ چیزیں، روزہ فاسد کرنے والی اشیاء، متفرق مسائل، تراویح کے چند مسائل، حقیقتِ اِعتکاف اور اس کے معنی، اِعتکاف کی اَقسام، زکوٰۃ اور رمضان المبارک، زکوٰۃ کی فرضیت، نصابِ زکوٰۃ، جائیداد کی زکوٰۃ، صدقۃ الفطر وغیرہ بہت اہم اور مفید عنوانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید اِفادۂ عام کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ)

حقیقتِ رمضان

جنابِ پروفیسر فضل احمد عارف، ایم، اے۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت قسمِ اَوّل: ۲۵-۱ روپے، قسمِ دوم: ۱ روپیہ۔ پتا: دارالتصنیف والاشاعت ۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

جنابِ پروفیسر فضل احمد عارف جس موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں اس میں تحقیق وتفتیش کا اعلیٰ معیار پیش کرتے ہیں۔

زیرِ نظر کتابچہ میں رمضان المبارک کے وجوہِ تسمیہ، فضائلِ رمضان، تاریخی اہمیت اور رمضان المبارک کی مخصوص عبادات پر اِیمان اَفروز بحث کی گئی ہے، جس کے مطالعہ سے جذبۂ عمل میں پختگی اور رحمتِ اِلٰہیہ کے سمیٹنے کے داعیہ میں ترقی ہوتی ہے۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ)

الفضائل والاحکام للشہور والایام

حضرت مولانا عبدالکریم گمتھلویؒ۔ صفحات:۹۶۔ قیمت: ا روپیہ ۱۲ پیسے۔ پتا: مکتبہ تھانوی، مولوی مسافرخانہ، بندرروڈ کراچی ا۔

سال کے بارہ مہینوں میں ہر ماہ اور مخصوص دِنوں کے فضائل اور شرعی اَحکام اور بدعاتِ مروّجہ پر نکیر۔ یہ رسالہ گویا ایک مسلمان کے لیے سال بھر کا دستورالعمل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال المکرم ۱۳۸۹ھ)

رہنمائے زکوٰۃ

محمد اشرف قریشی، مرکز الاقتصادی الاسلامی، جامع مسجد بیت المکرّم، گلشن اقبال کراچی۔ صفحات:۲۴۔ قیمت درج نہیں۔

زکوٰۃ کے موضوع پر مفتی محمد اشرف قریشی نے یہ مختصر رسالہ ترتیب دیا ہے، جس میں مندرجہ ذیل میں موضوع پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے:

ا:...زکوٰۃ کی فرضیت، ۲:...زکوٰۃ ادا کرنے کی فضیلت، ۳:...زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعید، ۴:...اَحکامِ زکوٰۃ، ۵:...زکوٰۃ کا حساب کس طرح کیا جائے؟ ۶:...ضروریات کا بجٹ، ۷:...قابلِ زکوٰۃ مال کا بطور نمونہ ایک گوشوارہ، ۸:...قابلِ زکوٰۃ مال، ۹:...غیرقابلِ زکوٰۃ مال، ۱۰:...نصاب، ۱۱:...قمری سال کا گزر جانا، ۱۲:...قرض کی منہائی، ۱۳:...زکوٰۃ کی ادائیگی، ۱۴:...نیت سے متعلق تفصیل، ۱۵:...مالک بنانے سے متعلق تفصیل، ۱۶:...زکوٰۃ کے مستحق، ۱۷:...سامانِ ضرورت، ۱۸:...کس کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی؟ ۱۹:...شیئرز پر زکوٰۃ، ۲۰:...صدقۂ فطر، ۲۱:...قربانی۔

رسالہ کا اندازِ بیان سہل اور آسان ہے۔ یہ کتابچہ مفید معلومات سے آراستہ ہے۔ تاجر اور صاحب حیثیت حضرات کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس کی روشنی میں زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔

سرِوَرق پر سورۃ الاعراف آیت نمبر:۱۵۶ کا اُردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ تعجب ہے اب دارالافتاء سے رسالہ پر قرآنی آیت کا صرف اُردو ترجمہ شائع ہونے لگا ہے! کیا فقیہِ دوراں نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے...؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۶ھ)

نظامِ زکوٰۃ اور معاشی مسائل

محمد یوسف گورایہ۔ صفحات: ۱۶۸۔ قیمت (مجلد): ۵/۵۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی، اِسلام آباد۔

زیرِ نظر کتاب فاضل مصنف کے متعدد مقالات کا مجموعہ ہے جو ''اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی'' کے آرگن ''فکر ونظر'' میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ موصوف نے اس امر کی تحقیق کرنا چاہی ہے کہ نظامِ زکوٰۃ کو موجودہ معاشرہ پر کیسے منطبق کیا جاسکتا ہے، اور معاشی مسائل کے حل میں اس سے کس طرح مدد لی جاسکتی ہے؟ مصنف کا جذبہ قابلِ ستائش ہے، مگر کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو انہوں نے اِسلام کے نظامِ زکوٰۃ کو ٹھیک سمجھا ہے، نہ موجودہ معاشی اُلجھنوں کے حقیقی اسباب کا سراغ لگانے میں وہ کامیاب ہوسکے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۳ھ)

زکوٰۃ کی لازمی کٹوتی اور اس سے چھوٹ کا پس منظر

جناب محمد اثر حسین ایڈووکیٹ سپریم کورٹ۔ صفحات: ۷۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایڈیٹر ماہنامہ ''تدبیرِ نو''، ۱-۱ای، رُقیہ اسکوائر، بلاک ۱۴، فیڈرل بی ایریا کراچی، پوسٹ بکس: ۱۳۶۸۶، پوسٹ کوڈ: ۷۵۹۵۰۔

زکوٰۃ ارکانِ اِسلام میں سے ایک اَہم ترین رُکن ہے، چنانچہ مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا، اور زکوٰۃ ہی اِسلام کا وہ رُکن ہے جو اِسلام کے معاشی نظام کی بنیاد ہے، اور ارتکازِ دولت کو روکنے کا ذریعہ، اور مسلمانوں کی ضروریات کی کفالت، غریبوں کی مدد کا مؤثر اور کارآمد ہتھیار ہے، اس سے بیت المال مضبوط ہوجاتا ہے، اور اسی سے غرباء، فقراء اور دُوسرے پس ماندگان کو سہارا ملتا ہے۔ پوری اِسلامی تاریخ میں زکوٰۃ وصدقات کو بیت المال میں جمع کرنے اور اسے اِسلامی اُصول کے مطابق خرچ کرنے کا نظام رائج رہا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ غیرمسلموں سے زکوٰۃ کی جگہ ''جزیہ'' نام کا ٹیکس بھی رائج تھا کہ جو لوگ زکوٰۃ نہ دینا چاہیں، وہ اپنے آپ کو غیرمسلموں کی فہرست میں شامل کرتے ہوئے ''جزیہ'' نام کا ٹیکس جمع کرانے کے پابند ہوں گے۔

برصغیر میں انگریزی عمل [illegible] اور خلافت [illegible] کے اختتام کے بعد مسلمانوں نے اپنی زکوٰۃ خود اَپنی

صواب دید پر خرچ کرنے کا نظام وضع کیا، چنانچہ مسلمان رضا کارانہ طور پر اپنی زکوٰۃ خود ہی مناسب جگہ خرچ کرنے لگے۔ گزشتہ عشرہ میں فوجی سربراہ جناب جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے جہاں دُوسری اِصلاحات فرمائیں، وہاں اُنہوں نے نظامِ زکوٰۃ کو بھی اپنی سمجھ کے مطابق نافذ کرنے کی کوشش کی، مگر اس قانون میں یہ رعایت دی کہ اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ حکومت کو دینے کے بجائے خود اپنی صواب دید پر خرچ کرنا چاہے تو اُسے اِستثنا کا حق حاصل ہوگا اور وہ ایک درخواست کے ذریعے اپنی فقہ کا حوالہ دے کر بینک سے یہ رعایت حاصل کرسکتا ہے، قطعِ نظر اس کے کہ وہ کسی بھی اِسلامی فقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ مگر ناس ہو بیوروکریسی اور لادِین اَفسران کا کہ اُنہوں نے اس رعایت کو صرف روافض کے ساتھ مخصوص کردیا، اور روافض نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس ہتھیار کو اِس بے دردی سے اِستعمال کیا کہ جو شخص بھی بینک سے زکوٰۃ کی کٹوتی کا استثنا حاصل کرنے جاتا اُسے یہ کہہ دیا جاتا کہ چونکہ یہ حق صرف روافض کو حاصل ہے، اِس لیے آپ یا تو اَپنے آپ کو غیرمسلم ظاہر کریں یا پھر یہ فارم پُر کریں کہ: ''میں فقہِ جعفریہ سے تعلق رکھتا ہوں، میری زکوٰۃ نہ کاٹی جائے۔'' سیدھے سادے مسلمان روافض کی اس چال کو نہ سمجھ سکے اور اُنہوں نے یہ فارم پُر کرکے اپنے دِین و ایمان کا خون کیا۔ چنانچہ اِس اِعتبار سے ہزاروں مسلمانوں نے زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچنے کے لیے شیعہ اور رافضی ہونے کا فارم پُر کرکے اپنے آپ کو غیرمسلم ظاہر کیا، جس سے شیعہ اور روافض نے دوطرفہ فائدہ حاصل کیا: ایک یہ کہ مسلمانوں کو کافر بناکر اُن کے دِین و ایمان کا سودا کیا، اُن کی منکوحات کو ان پر حرام قرار دیا۔ اور دُوسری طرف کاغذی اِعتبار سے اپنی عددی برتری دِکھانے میں کامیاب ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اِدارہ ''تدبیرِنو'' کے کارکنان اور جناب محمد اثر حسین ایڈووکیٹ کو کہ اُنہوں نے اس سازش کو بے نقاب کرنے کے لیے عدالت کی راہ لی اور عدالتِ عالیہ سندھ اور عدالتِ پاکستان سے یہ فیصلہ کرایا کہ یہ رعایت تمام فقہ کے حامل مسلمانوں کو حاصل ہے۔ زیرِ نظر کتاب اس داستانِ ظلم و اَلم کی رُوئیداد ہے، جو ہر اِعتبار سے لائقِ تحسین ہے۔ ہر مسلمان کو یہ کتاب خرید کر اس کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس پر سوچنا چاہیے کہ ہماری سادگی ہمیں کہاں لے جارہی ہے...! نیز ضرورت ہے کہ جن لوگوں نے زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو غیرمسلم ظاہر کیا تھا وہ تجدیدِ ایمان کے ساتھ تجدیدِ نکاح کریں۔ کتاب کے آخر میں انگریزی زبان میں عدالت کے فیصلہ کا متن شامل کردیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۲۱ھ)

زبدۃ المناسک

حضرت اِمامِ ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ صفحات: ۱۶۰۔ جیبی سائز۔ قیمت: ۵ پیسے۔ پتا: مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نیوٹاؤن، کراچی، نمبر ۵۔

حج کے اَحکام و مسائل پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، مگر اُردو میں قطب الارشاد اِمامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے رسالہ ''زبدۃ المناسک'' سے بہتر، جامع ومختصر اور متبرک و مستند شاید کوئی کتاب نہیں! بعد کی بیشتر کتابوں کا ماخذ یہی رسالہ ہے۔ عرصہ سے یہ رسالہ نایاب تھا، حق تعالیٰ ناشرین کو جزائے خیر دیں کہ انہوں نے حضرتِ مصنف قدس سرہٗ کے کتب خانۂ خاص کے قدیم ترین مطبوعہ نسخہ سے۔ جو حضرت مولانا فخرالحسن محدث سہارنپوریؒ نے ۱۲۹۹ھ میں چھپوایا تھا، اور جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدفیضہٗ کے پاس بطورِ تبرک محفوظ ہے۔ مقابلہ وتصحیح کے بعد بہت ہی مناسب سائز میں شائع کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۳۹۳ھ)

مناسکِ حج (پہلا ایڈیشن)

مولانا اشرف علی قریشی۔ صفحات: ۲۷۔ قیمت (مجلد): ۴/۰۰ روپے۔ پتا: دارالعلوم جامعہ اشرفیہ، پشاور۔

''حج'' ایسا دِل آویز موضوع ہے کہ اس پر کوئی نہ کوئی نئی کتاب سال دوسال بعد آہی جاتی ہے۔ فاضل مصنف مولانا اشرف علی قریشی ایڈیٹر ماہنامہ ''صدائے اِسلام'' پشاور اور مدرّس دارالعلوم اشرفیہ پشاور کو گزشتہ سال حج وزیارت کی توفیق ہوئی تو انہوں نے محسوس فرمایا کہ ''عام مسلمان حج وآدابِ زیارت سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں'' اس سے متأثر ہوکر موصوف نے زیرِ نظر کتاب تصنیف فرمائی ہے، جس میں حج کی دُعائیں، حج کے مسائل اور مقاماتِ حج کی تاریخی فضیلت وعظمت کی تفصیل درج ہے۔ اُمید ہے حجاجِ کرام موصوف کی محنت سے مستفید ہوں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۳۹۵ھ)

مناسکِ حج (دُوسرا ایڈیشن)

مولانا اشرف علی قریشی (مدیر ماہنامہ ''صدائے اِسلام'' پشاور)۔ صفحات: ۲۹۵۔ قیمت: ۲۵

روپے۔ پتا: مؤتمر المؤلفین، جامعہ اشرفیہ، علامہ عبدالودود قریشی روڈ، پشاور شہر۔
مولانا اشرف علی قریشی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، آپ کا شمار ملک کے اہلِ قلم اور سرکردہ علماء میں ہوتا ہے۔
زیرِ نظر کتاب میں موصوف نے ایک اَہم اِسلامی فریضہ حج کے مناسک وطریق کار اور متعلقہ مسائل کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اِس دور میں جب کہ حج کے لیے جانے والے مسلمانوں کی اکثریت حج کے ضروری مسائل سے ناواقف ہوتی ہے، اِس قسم کی جامع اور عام فہم کتاب کی ترتیب و اشاعت کی بہت ہی زیادہ ضرورت تھی۔ کتاب کے پہلے دو ایڈیشن نکل چکے ہیں، زیرِ نظر تیسرے ایڈیشن میں فاضل مؤلف کا ''سفرنامۂ حجاز'' اور ''مشاہداتِ حرم'' نامی دو مقالے بھی شامل کردیئے گئے ہیں، سابقہ ایڈیشنوں میں کتابت کی جو اَغلاط رہ گئی تھیں، اُن کی بھی تصحیح کردی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۴ھ)

آسان حج وعمرہ

جناب الحاج نصرت علی صدیقی صاحب۔ صفحات: ۹۶ (جیبی سائز)۔ قیمت: ۱/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ تھانوی، بندرروڈ، کراچی۔
جناب الحاج نصرت علی صدیقی صاحب نے اس کتابچہ میں اِحرام سے طوافِ زیارت تک حج کا طریقہ، طواف وغیرہ کی دُعائیں، بارگاہِ نبوی میں حاضری کے آداب، سلام اور دُعائیں ذکر کی ہیں، آخر میں نماز اور شش کلمے بھی ملحق ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

حج عمرہ اور زیارت مع تجلیاتِ حرمین

جناب الحاج نصرت علی صدیقی صاحب۔ صفحات: ۲۰۵۔ قیمت: ۷/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ تھانوی، مسافر خانہ، بندرروڈ کراچی نمبرا۔
جناب الحاج نصرت علی صدیقی صاحب کی اس کتاب سے قارئین ''بینات'' پہلے سے متعارف ہیں۔ حج وزیارت کے ضروری مسائل، ہر موقع کی دُعائیں اور حجاج کے لیے اہم ہدایات بڑی سادہ اور آسان

زبان میں قلم بند کی گئی ہیں۔ جناب مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نے اس کتاب کی تصحیح وتصویب فرمائی ہے۔ بیت اللہ شریف اور روضۂ اقدس پر مختلف حضرات نے جو گل ہائے محبت وعقیدت نچھاور کیے ہیں، جناب صدیقی صاحب نے ان پھولوں کو چن کر ''تجلیاتِ حرمین (منظوم)'' کا گلدستہ تیار کیا ہے، جس کے پڑھنے سے عشق ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ بیت اللہ اور روضۂ اقدس کے مہمان اس ''ارمغانِ حجاز'' کو ساتھ لے جائیں تو خوب رہے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

نصرۃ الحجاج

جناب الحاج نصرت علی صدیقی صاحب۔ صفحات: ۲۵۶۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ جامعہ دارالعلوم، کورنگی، کراچی ۱۴۔

سفرِ حج درحقیقت سفرِ عشق ہے! اور اس راہ کا ہر مسافر یہ خواہش وتمنا لے کر جاتا ہے کہ اس کا محبوب راضی ہوجائے، مگر اس پیکرِ محبوبی کی بارگاہ کے کچھ ادب آداب ہیں، جن کی کوتاہی سے ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق بھی ہوسکتا ہے۔ اِس لیے ہمیشہ سے عاشق زاروں نے اس خاردار وادیٔ وفا کی خلانوردی اور بیت اللہ العتیق کی ضوپاشیوں سے مستفید ہونے کے لیے نصرت ومدد کا علم بلند کیے رکھا ہے جو مختلف ناموں اور عنوانوں سے معلوم ومتعارف ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں بطورِ خاص اَرکانِ حج کی ادائیگی میں عام حاجیوں کے طریقۂ کار کی دُشواریوں کے پیشِ نظر مناسکِ حج سے متعلق مسائلِ جزئیہ کو اَحکاماتِ شریعت وسنت کی حدود کے اندر اِحتیاط سے مدوّن کیا گیا ہے، اور مستند ومعتبر علماء سے اس پر تصدیق بھی کرائی گئی ہے، چونکہ ماشاءاللہ! مؤلفِ موصوف عرصہ سے بلد اللّٰہ الأمین میں قیام پذیر ہیں، اس ناطے اُنہوں نے اِس سلسلہ کی تمام مشکلات کو جانتے ہوئے ان کو حل فرمانے کی کوشش فرمائی ہے۔

عام فہم انداز اور نقشوں کی مدد سے حِل وحرم اور میقات اور مقاماتِ مقدسہ کو واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب ماشاءاللہ! بہت ہی مفید اور معلوماتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۹ھ)

آپ حج اس طرح کریں

حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت: ۵/۵۰ روپے۔ پتا: تاج کمپنی، پوسٹ بکس: ۵۳، کراچی۔

حضرتِ مؤلف زیدمجد ہم کو حج وعمرہ اور زیارت کا شرف کئی سال سے متواتر نصیب ہورہا ہے، اور حرمین کی حاضری سال میں ایک مرتبہ نہیں، دومرتبہ ہوتی ہے۔ اس لیے انہیں حج کے مسائل سورۂ فاتحہ کی طرح یاد ہیں۔

زیرِنظر کتاب میں انہوں نے مسائلِ حج کو ایک خاص انداز سے مرتب فرمایا ہے۔ کتاب تین حصوں پر منقسم ہے۔ حصۂ اوّل کے چار باب ہیں: پہلے باب میں حج کی حقیقت، اس کی فرضیت اور اس کے آداب ذکر کیے ہیں۔ دُوسرے باب میں ان اُمور کا ذکر ہے، جن کا حج شروع کرنے سے پہلے اہتمام کیا جانا چاہیے۔ اور تیسرے باب میں ان مقاماتِ مقدسہ اور اِصطلاحاتِ شرعیہ کا ذکر ہے، جن سے حج وعمرہ کا تعلق ہے۔ چوتھے باب میں حج کے اَقسام واَرکان اور ان سے متعلقہ مسائل ہیں۔ حصۂ دوم کے چھ باب ہیں: پہلے باب میں حج کا طریقہ اور دُوسرے باب میں حج کے پانچ دِنوں کی مصروفیات کی تفصیل ہے۔ تیسرا باب قِران وتمتع، چوتھا حج بدل، پانچواں عمرہ اور چھٹا حج کی جزئیات سے متعلق ہے۔

حصۂ سوم میں زیارتِ نبوی کے آداب مذکور ہیں۔ مسائل میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے رسالہ ''زبدۃ المناسک'' اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ ''اَحکام الحج'' پر اعتماد کیا گیا ہے۔

زیرِنظر رسالہ نہ تو اتنا مختصر ہے کہ تشنگی رہ جائے، نہ جزئیات کی اتنی بھرمار ہے کہ آدمی اُلجھ کر رہ جائے۔

تاج کمپنی نے اسے اپنی روایات کے مطابق خوب صورت چھاپا ہے۔ اُمید ہے حج وزیارت کے عازمین کے لیے یہ رسالہ خضرِراہ ثابت ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ)

اَحکامِ حج

مولانا محمد فیاض خاں سواتی (نائب مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)۔ صفحات: ۱۲۸ قیمت: ۱۸ روپے۔ پتا: اِدارہ نشرواِشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، پاکستان۔

یوں تو اس سفرِ عشق اور اہم ترین فریضۂ اسلام کے اَحکام، مسائل اور فضائل پر بے شمار کتب تصنیف کی جا چکی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اس سلسلہ کی کڑی ہے، جس میں حج کی اِصطلاحات، حج کا لغوی، شرعی اور اِصطلاحی معنی، حج کی فرضیت، حکم، حج اور جہاد، اَشہرِ حج اور حج کے اَقسام، فرائض واَحکام، حج کے اَیام، حجِ بدل، فضائلِ مکہ مکرمہ، مساجدِ مکہ، مکہ کے پہاڑ، خصائلِ مدینہ منورہ، فضائلِ مسجدِ نبوی، گنبدِ خضریٰ کی زیارت کے متعلق اَحادیث وآداب، زیاراتِ مدینہ، سبعہ مساجد، مدینہ منورہ کے پہاڑ وغیرہ کے عنوانات پر مشتمل گلدستۂ عشق ومحبت ہے جو تعلیماتِ حج اور اَحکام ومسائلِ حج پر ایک بہترین کتاب ہے، جو اِن شاء اللہ! ایک حاجی کے لیے رہنما ثابت ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ)

طواف کا صحیح طریقہ

جناب محمد فاضل عثمانی۔ صفحات: ۲۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: حفیظ طباعت گھر، کراچی۔

زیرِ نظر کتابچہ میں طواف ایسی اہم عبادت (جو حج وعمرہ کا رُکن ہے) میں عوام الناس کی لاپروائی سے پیش آنے والی اَغلاط کی نشان دہی کرتے ہوئے صحیح اور سنت طریقہ پر طواف کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ نیز نہایت آسان اور عام فہم انداز میں شکلوں کی مدد سے اِبتدا، اِنتہا اور وسطِ طواف اور اِستلام وتقبیل کے سلسلہ میں پیش آنے والی کوتاہیوں سے بچنے کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے۔ اس مختصر مجموعہ کا مواد مستند کتب سے ماخوذ اور اکابر کی تقریظات سے مزین ہے۔ حج عمرہ پر جانے والے عشاق کے لیے قابلِ قدر تحفہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۹ھ)

حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب (فارسی)

مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ۔ صفحات: ۳۶۸۔ پتا: اِدارۃُ المعارف، دارالعلوم، کراچی ۱۴۔

الشیخ الامام المخدوم محمد ہاشم السندھی قدس سرہٗ (۱۱۰۴ھ-۱۱۷۴ھ) بارہویں صدی کے مایۂ ناز محدث، فقیہ اور کثیر التصانیف عالمِ ربانی تھے۔ قریباً تمام علومِ اسلامیہ پر عمدہ تالیف فرمائیں، ان میں سے بعض طبع

ہوچکی ہیں، بعض مخطوطات کی شکل میں زاویۂ خمول کی زینت ہیں، اور بعض کے صرف نام کتابوں میں پڑھے جاسکتے ہیں، کاش! کوئی مخیّر اِدارہ شیخ کی کتابوں کا اعتناء کرتا تو اُمتِ اسلامیہ کی یہ میراث ضائع نہ ہوتی۔

زیرِ نظر کتاب مسائلِ حج وزیارت پر ایک جامع ترین کتاب ہے، حضرت مخدومؒ نے ۸؍رجب ۱۱۳۵ھ کو اس کی تالیف کا آغاز فرمایا اور ۲۷؍رمضان المبارک ۱۱۳۵ھ کو اس کی تسوید سے فارغ ہوئے۔ کتاب پہلی بار مطبع کریمی بمبئی میں آج سے قریباً ایک صدی پہلے ۱۲۹۹ھ میں شائع ہوئی تھی اور ایک عرصہ سے نایاب ہی نہیں، بلکہ گمنام تھی۔ حضرت مولانا شیر محمد سندھیؒ جو ہمارے اس دور میں مناسکِ حج کے سب سے بڑے محقق اور اِمام تھے، موصوف نے اس کا ایک نسخہ خود اپنے قلم سے نقل کر کے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (مہتمم دارالعلوم کراچی) کو بھیجا اور اس کی طباعت پر اِصرار فرمایا۔ صد شکر کہ ان دو بزرگوں کی توجہ سے یہ کتاب دوبارہ منصۂ شہود پر آئی۔ فالحمد للہ!

اگرچہ فارسی کا رواج اب بہت ہی کم ہے، تاہم کتاب کی زبان نہایت سلیس اور سہل ہے، جسے معمولی فارسی خواں بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے، اور اِفادیت کا اندازہ حضرت مولانا شیر محمد سندھیؒ کے اِصرار اور حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے اہتمامِ طباعت سے کیا جاسکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ)

خواتین کا حج وعمرہ

مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت: ۴/۵۰ روپے۔ پتا: نعمانی منزل، پُرانا دھوبی گھاٹ، بادشاہ روڈ، کراچی، نمبر ۳۔

مناسکِ حج پر بہت سی کتابیں موجود ہیں، مگر کسی نے عورتوں سے متعلقہ مسائل کو الگ جمع نہیں کیا۔ مولانا نعمانی کو حق تعالیٰ جزائے خیر دیں کہ موصوف نے یہ بڑی مفید اور اچھوتی خدمت انجام دی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں انہوں نے وہ مسائلِ حج جمع کیے ہیں، جن کا تعلق صرف عورتوں سے ہے یا جو مردوں عورتوں میں مشترک ہیں، اور صرف مسائل نہیں، بلکہ ہر مقام کے لیے مفید ہدایات بھی ہیں۔ زبان بڑی سادہ اور عام فہم ہے۔ مسائل کے حوالے دے دیے جاتے تو کتاب مستند ہوجاتی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب وشعبان ۱۳۹۳ھ)

تحفة الحج

جناب محمد شفیع عمر الدین۔ صفحات: ۱۴۰۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: کتب خانہ اکبریہ، سعید مارکیٹ، سانگھڑ، سندھ۔

حج کے اَحکام و مسائل فقہ کا نہایت اہم اور نازک موضوع ہے، اس پر بہت بلند پایہ علماء نے بڑی تحقیق سے مختصر و مطول کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں عام فہم زبان میں حج کے مسائل کے علاوہ حاجیوں کے لیے جدید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کتاب کے مندرجات ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور میں قسط وار شائع ہو چکے ہیں، جنہیں اب کتابی شکل میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ عازمینِ حج کی اکثریت مسائلِ حج سے ناواقف ہونے کی بنا پر اَعمالِ حج میں بکثرت غلطیاں کرتی ہے، اُمید ہے کہ زیرِ نظر کتاب اس کے لیے بہترین رہنما ثابت ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۳ھ)

حج ایک نظر میں

جناب الحاج ابوالخیر، ریٹائرڈ ایگزیکیوٹو انجینئر، کریم گنج ضلع گیا، بہار، ہندوستان۔

''حج'' ایک ایسا مقدس اور پسندیدہ موضوع ہے جس پر سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور ہر سال ایک دو نئی کتابیں نظر سے گزرتی ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

فاضل مصنف کو ۱۹۷۴ء میں فریضۂ حج کی سعادت میسر آئی، اس سفر میں اُنہیں کچھ مشاہدات ہوئے، عازمینِ حج کی کچھ ضرورتیں سامنے آئیں، کچھ مسائل پر تنبیہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ان اُمور کے پیشِ نظر موصوف نے یہ رسالہ رقم فرمایا۔ رسالہ کا آغاز بیت اللہ شریف کی تاریخ سے ہوتا ہے، پھر فرضیتِ حج اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجِ مبارک کا مختصر بیان ہے، بعد اَزاں حج عمرہ کے مسائل اور حجاج کے لیے موقع بموقع ہدایات ہیں۔

دُوسرے حصہ میں زیارتِ نبوی کا بیان ہے، زیارت کے آداب اور مشاہدِ مدینہ کی تفصیلات ہیں۔ تیسرا حصہ متفرقات کا ہے، جسے معلوماتِ عامہ کہنا چاہیے۔ مثلاً: کرایہ نامہ، زَرِ مبادلہ، ۱۳۹۴ ہجری کے عازمینِ حج کے اَعداد و شمار، مکہ مکرمہ کی نمازوں کا نظام الاوقات، حج کے اِخراجات، مکہ مکرمہ میں اشیاء کا نرخ (۱۳۹۴ھ کا)، عازمینِ حج کے سامان کی تفصیلات، حجاج کے لیے ہدایات وغیرہ وغیرہ۔ اسی حصہ میں مصنف نے اپنا

سفر نامۂ حج بھی قلم بند کیا ہے۔ رسالہ کی خاص چیز حصہ چہارم کے گیارہ نقشے اوران کی تشریحات ہیں، جو مصنف کےفن سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں اور جن میں حرمین شریفین اور مقاماتِ مقدسہ کے بارہ میں بڑی اچھی معلومات ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ)

عمدة الفقه (كتاب الحج)

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحبؒ۔ صفحات:۷۳۶۔ قیمت: ۶۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ مجددیہ، ناظم آباد نمبر۳، کراچی۔

حضرت مولانا سیدزوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ نے "عمدة الفقه" کے نام سے جو فقہی مجموعہ مرتب کرنا شروع کیا، ''كتاب الحج''اس کی آخری اور چوتھی جلد ہے۔

حج وزیارت کے موضوع پر بہت سی معتبر اور نامعتبر کتابیں شائع ہوچکی ہیں، مگر "عمدة الفقه" کی یہ ضخیم جلد اس موضوع پر جامع ترین مجموعہ ہے، جس میں حج ومناسک کے تمام جزئیات ومسائل کا حیرت انگیز استیعاب کیا گیا ہے۔ اس کتاب سے علمائے کرام اوراَصحابِ فتویٰ بطورِ خاص مستفید ہوں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

كشف الغبار عن مسئلة سوء الاختيار

مولانا مفتی رشید اَحمد لدھیانوی۔ صفحات: ۲۴۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: دائرة المعارف الاسلامیہ، آسیا آباد، مکران۔

باپ اگر اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح خودغرضی اور لالچ کی بنا پر غلط جگہ کردے تو وہ منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر ملتان، لاہور اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فتاویٰ مختلف تھے، (جو جواہر الفقہ میں شامل ہیں)۔

زیرِ نظر رسالہ میں جناب مفتی رشید احمد صاحب نے ان تینوں فتاویٰ پر محاکمہ کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۲ھ)

سنة الانبیاء

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: دارالارشاد، اٹک شہر۔

اِس مختصر سے رسالہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ داڑھی رکھنا تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ نیز ان تمام شبہات کا (جن سے مستشرقین اور متجدّدین داڑھی کٹانے یا منڈانے پر اِستدلال کرتے ہیں) حدیث وسنت کی روشنی میں شافی جواب دیا گیا ہے۔ رسالہ کا تیسرا ایڈیشن مزید کچھ اِضافوں سے آراستہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۴ھ)

ڈاڑھی کا وجوب / ڈاڑھی کی اسلامی حیثیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدظلہٗ۔ حضرت مولانا قاضی شمس الدین نقشبندی۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت: ۹ روپے۔ پتا: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال نمبر ۲، کراچی۔

۔ڈاڑھی رکھنا اِسلام کا شعار واجب ہے اور اس کو منڈانا، یا (ایک مشت سے کم کرنے کی صورت میں) کترانا حرام ہے۔ ایسا شخص فاسق ہے، اسلامی عدالت میں اس کی شہادت مردود ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔ علمائے اُمت نے اس موضوع پر متعدّد رسائل لکھے ہیں۔

زیرِ نظر کتابچہ دو رسالوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے اِن شاء اللہ! لوگوں کی علمی وعملی اور فکری واعتقادی اصلاح ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

فیشن پرستی اور اس کا علاج

جناب حسن سعید، لیکچرار، حیدرآباد دکن۔ صفحات: ۲۳۲۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال نمبر ۲، کراچی۔

فیشن پرستی اس دور کا ایک مہلک مرض ہے جو وَبا کی طرح معاشرہ میں تیزی سے پھیل رہا ہے، بلکہ فیشن پرستی کا مرض وبائی صورت اختیار کرچکا ہے جس نے مسلمانوں کی اسلامی معاشرت کو سخت نقصان پہنچایا، اور

سادگی اور بے تکلفی جو اِسلام نے معاشرت کے راستہ میں مسلمانوں میں پیدا کی تھی، اسے شدید ترین نقصان پہنچا ہے۔ دُوسرے لفظوں میں اسی فیشن پرستی کی لعنت نے معاشرہ میں چوری، ڈاکا زنی، رشوت اور ملاوٹ جیسے قبیح معاشرتی جرائم کو جنم دیا ہے۔ اس لیے ہر شخص فیشن پرستی کی مصیبت میں گرفتار اپنے آپ کو کسی سے پیچھے نہیں دیکھ سکتا، چونکہ وہ حلال ذرائع آمدنی کو ناکافی پاتا ہے تو حرام کی طرف متوجہ ہو کر گناہوں کی زندگی میں ملوّث ہو جاتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب - جیسا کہ نام سے ظاہر ہے - اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں نہایت سلیقے سے جہاں اسلامی معاشرت میں سادگی اور بے تکلفی کے فوائد اور محاسن بیان کیے گئے ہیں، وہاں اس مہلک وَبا کے دِینی اور دُنیوی نقصانات کو اُجاگر کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۶ھ)

شریعت وسیاست

مولانا الحاج عبدالرزّاق صاحب۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۸۰/۴ روپے۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ہارون آباد، ضلع بہاول نگر، ٹبہ شرقی، نزد مسجد فردوس۔

شریعت وسیاست دونوں متلازم چیزیں ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''بنی اسرائیل کو ان کے انبیاء سیاست سکھلاتے تھے، جب ایک نبی کا وصال ہو جاتا تو اس کی جگہ دُوسرا نبی لے لیتا۔''(۱) لیکن موجودہ دور میں غیرمسلم اور لادِین اَربابِ سیاست کی اِقتدا میں یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ شریعت اور سیاست ایک دُوسرے سے جدا ہیں، لہٰذا جو کام شریعت میں ناجائز ہوں وہ سیاست میں رَوا سمجھے جاتے ہیں۔ علمائے دیوبند کثر اللہ سوادھم نے اس غلط فہمی کو دُور فرماتے ہوئے واضح فرمایا کہ جو کام شریعت کے خلاف ہو، وہ ''سیاست'' نہیں، ''غلاظت'' ہے۔

زیرِ نظر رسالہ میں مرتبِ موصوف نے اولیاء وعلمائے دیوبند کے اِفادات واِقتباسات کو اچھے سلیقہ سے جمع کر دیا ہے، جو ایک مفید مجموعہ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۱۰ھ)

---

(۱) صحیح البخاری، ج:۱، ص:۴۹۱، ط: نور محمد کارخانہ تجارت کتب۔

سیاستِ شرعیہ

شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہؒ۔ ترجمہ: مولانا محمد اسماعیل گودھروی۔ صفحات: ۲۹۸۔ قیمت: ۸روپے ۲۵ پیسے۔ پتا: کلام کمپنی، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی نمبرا۔

زیرِ نظر کتاب اسلام کے اُصولِ سیاست کے موضوع پر شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہؒ کی بہترین تصنیف ہے، جس میں قرآن وسنت اور فقہِ اسلامی کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ اسلام میں سربراہِ مملکت کی حیثیت کیا ہے؟ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سلسلہ میں اس پر کیا کیا ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں؟ اولی الامر کے اِنتخاب میں کن اُمور کو مدنظر رکھا جائے گا، راعی اور رعایا کے تعلقات کی نوعیت کیا ہوگی؟ اسلامی حکومت کے محاصل و معارف کیا کیا ہیں اور حدودِ شرعیہ کا نفاذ کس طرح کیا جائے گا؟ حاصل یہ کہ کسی مسلم حکومت کو ''اِسلامی حکومت'' میں تبدیل کرنے کے لیے اسے جن خطوط پر ڈھالنے کی ضرورت ہے، ان کی ٹھیک ٹھیک نشان دہی کتاب میں کردی گئی ہے۔

شروع میں فاضل ترجمہ نگار کا طویل مقدمہ ہے، جس میں دورِ نبوت اور خلافتِ راشدہ کے چاروں اَدوار کا مرقع پیش کیا گیا ہے۔ آج اسلامی ممالک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کی جو ضرورت عام طور سے محسوس کی جارہی ہے، اس کے لیے یہ کتاب بہترین راہنما ثابت ہوسکتی ہے۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ)

عورت کی سربراہی کا مسئلہ

مجموعہ مقالات: مفتی محمد عبدالستار، مفتی محمد رفیع عثمانی، محمد یوسف لدھیانوی۔ صفحات: ۱۲۰۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مولانا محمد نعیم اللہ فاروقی، خطیب جامع مسجد زینب، بندر روڈ، لاہور نمبر ۲۵۔

قرآن وسنت کی روشنی میں عورت سربراہِ مملکت نہیں بن سکتی، جو لوگ اس کو اپنا سربراہ بنالیں، وہ گناہ گار ہوں گے اور اس کا معزول کرنا لازم ہے، لیکن شومیٔ قسمت کہ نومبر ۱۹۸۸ء کے اِنتخابات کے نتیجہ میں پاکستان میں جمہوریت کے نام پر شریعتِ مطہرہ کا جس انداز سے مذاق اُڑایا گیا، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

عورت کی سربراہی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل یہ فیصلہ فرمادیا تھا کہ:

''وہ قوم فلاح نہ پائے گی جس نے حکومت عورت کے حوالہ کردی۔''(۱)

مگر کیا کیجیے ان مغرب پرست اور لادین عناصر کا جو اسلام کے ساتھ وابستگی کے دعوے کے باوجود قرآن وسنت اور شریعتِ مطہرہ کے اس واضح اور قطعی فیصلہ کو ماننے کے لیے تیار نہیں، بلکہ اس کی مخالفت میں خودتراشیدہ دلائل پیش کرتے ہیں۔ اِس صورتِ حال کے پیش نظر اکابرینِ اُمت نے اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے قرآن وسنت کی نصوصِ قطعیہ کی روشنی میں صحیح صورتِ حال پیش کر کے اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی کا فرض ادا کیا اور منکرین کے شبہات کے مدلل ومسکت جوابات دیئے۔

زیرِ نظر تالیفِ لطیف کے مضامین مختلف ماہنامہ رسائل میں شائع ہوکر قبولیتِ عامہ حاصل کر چکے ہیں، مگر ہر شخص تک ان مضامین کا پہنچ جانا تقریباً ناممکن تھا، اس لیے جناب مولانا محمد نعیم اللہ فاروقی خلیفہ مجاز حضرت مولانا غلام حبیب دامت برکاتہ نے اس کی طباعت کا بیڑا اُٹھایا۔

کتاب کے مضامین میں الحمدللہ! اس سلسلہ کے تمام شکوک وشبہات کا جواب آ گیا ہے۔ جناب مفتی عبدالستار ملتان اور مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کے مضامین کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ یہ علماء قافلۂ اہلِ حق کی نگاہ میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں اور طرزِ استدلال بھی قریب قریب اکابر سے ملتا جلتا ہے۔ یہ مجموعہ اس سلسلہ کی ایک اہم دستاویز ہے اور اپنے موضوع پر بہت سی کتابوں سے بے نیاز کردینے والا ہے۔ اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے اَزبس ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے ناشر اور مؤلفین کو بیش از بیش جزائے خیر عطا فرما کر ذخیرۂ آخرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ)

اِسلامی حدود اور اُن کا فلسفہ

مولانا سیّد محمد متین ہاشمی۔ صفحات: ۹۸۔ قیمت: ۶ روپے۔ ناشر: مرکزِ تحقیق، دیال سنگھ لائبریری ٹرسٹ، نسبت روڈ، لاہور۔

اِسلامی حدود کے بارہ میں بہت سے لوگوں کے دِلوں میں شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں۔ جناب مؤلف نے زیرِ نظر رسالہ میں بڑے دِل نشین طریقہ سے اِسلام کے نظامِ تعزیرات پر روشنی ڈالی ہے۔ حدِ

(۱) رواہ البخاری، مشکاۃ المصابیح، ص:۳۲۱، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

سرقہ، حدِ زنا، حدِ شُرب اور اِرتداد کی سزا کی ضرورت، اُن کے قیود و شرائط اور اَحکام و مسائل کو بہت مؤثر انداز میں قلم بند کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۹ھ)

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہ (عربی)

الشیخ ابراہیم احمد الواقفی۔ صفحات: ۳۰۰۔ قیمت: ۳۵ روپے۔ پتا: دارالعلم، ۶۲۳، آب پارہ مارکیٹ، اسلام آباد۔

زیرِ نظر رسالہ میں اسلامی حدود (زنا، تہمت تراشی، شراب نوشی، چوری، ڈکیتی اور ارتداد) کی سزاؤں کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، اور اس ضمن میں اسلامی قوانین کے مقابلہ میں مغربی قوانین کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ زنا کے محرکات پر بحث کرتے ہوئے فاضل مصنف نے اس عریانی و فحاشی اور بے راہ رَوی پر بڑی متین تنقید کی ہے، جس کا سیلاب مغرب کی طرف سے آیا اور اب اسلامی معاشرہ اس کی لپیٹ میں ہے۔ اب جب کہ پاکستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہو رہا ہے، ایسی کتابوں کی شدید ضرورت ہے۔ کتاب کی زبان عربی ہے، بہتر ہوتا کہ اس کا اُردو اور انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا جاتا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ)

حدِ رجم کی شرعی حیثیت اور شبہات و مغالطات کا جائزہ

جناب حافظ صلاح الدین یوسف۔ صفحات: ۸۸۔ قیمت: ۷/۵۰ روپے۔ پتا: دار الدعوۃ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

زیرِ نظر کتاب تین مقالوں کا مجموعہ ہے جو منکرینِ رجم اور ملحدین کے اِعتراضات کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ پہلا مقالہ ماہنامہ ''فاران'' کراچی کے ایک مضمون کا جواب ہے۔ دُوسرا مقالہ ایک تجدد زدہ جناب مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی تفسیر ''تدبرِ قرآن'' کی مبحث حدِ زنا پر ایک جان دار تنقیدی تبصرہ ہے۔ جب کہ تیسرا مقالہ ایک ریٹائرڈ جسٹس کے ایک مضمون کے جواب میں لکھا گیا ہے، جو حال ہی میں ایک انگریزی روزنامہ میں شائع ہوا تھا۔

تردیدی پہلو کے مثبت انداز میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زانی کی سزا میں فرق، اس کی صحت، رجم

کی سخت شرائط، احادیثِ نبویہ، عہدِ نبوی کے واقعاتِ رجم، خلفائے راشدین کا عمل اور اُمت کا اِجماع؛ پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

تحقیقِ متعہ مع حکمتِ تعدّدالازواج

مولانا مفتی رشید اَحمد لدھیانوی صاحب۔ صفحات:۲۴۔ قیمت:۳ روپے۔ پتا: دائرۃ المعارف الاسلامیہ، آسیا آباد، مکران۔

حرمتِ متعہ کے نقلی وعقلی دلائل اوراس کی حکمت کہ مرد کو چار تک شادیاں کرنے کی کیوں اِجازت دی گئی ہے، اور چار سے زائد کی ممانعت کیوں فرمائی گئی ہے؟

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۴ھ)

حجاب وپردہ کے شرعی اَحکام

ڈاکٹر محمد اِسمٰعیل میمن مدنی (خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ)۔ صفحات:۱۵۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: کتب خانہ مظہری گلشن اِقبال، بلاک ۲، کراچی۔

''تقریظ''

مستورات کے لیے حجاب وستر کا حکم قرآن وسنت کے نصوصِ صریحہ سے ثابت اور قریباً تمام اہلِ حق کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ عقلِ سلیم بھی اسی کی متقاضی ہے، لیکن مُحوائے اِرشادِ ربانی: ''وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا''(۱) بہت سے لوگ پردۂ شرعی پر طرح طرح کی نکتہ چینیاں کرتے ہیں، جس سے اصل مقصود اِتباعِ شہوات ہے، اِس لیے اکابرِ اُمت نے اِس موضوع پر متعدّد رسائل تالیف فرمائے ہیں۔ ہمارے مخدومِ محترم جناب ڈاکٹر محمد اِسمٰعیل میمن المدنی کا یہ رسالہ بھی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں بہت عام فہم انداز پر مسائلِ حجاب کی تشریح وتفصیل کی گئی ہے۔ اِس ناکارہ نے جستہ جستہ اِس رسالہ کا مسوّدہ دیکھا، ماشاء اللہ! اکابر کی تحریرات کی روشنی میں اِس مسئلہ کو خوب منقح فرمایا ہے۔

(۱) النساء:۲۷

ہدیۂ خواتین (حصہ اوّل ودوم)

مولانا محمد عثمان نوی والا (اُستاذ مدرسہ بیت العلم کراچی)۔ صفحات حصہ اوّل: ۸۰، حصہ دوم: ۶۴۔ قیمت حصہ اوّل: درج نہیں۔ حصہ دوم: ۳۴ روپے۔ پتا: مدرسہ بیت العلم، پلاٹ ایس ٹی-۹ گلشن اقبال، بلاک ۸، کراچی۔

اس کتاب میں- جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- عورتوں کے مخصوص مسائل، حیض ونفاس اور پاکی وناپاکی کے مسائل کو نہایت عام فہم انداز میں سمجھایا گیا ہے۔ اور حصۂ دوم میں بچہ کی ولادت کے بعد کے مسائل کے علاوہ اِسقاطِ حمل، خاندانی منصوبہ بندی وغیرہ اور بچوں سے متعلق دُوسرے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب لائقِ تحسین کوشش ہے اور بہت اچھے انداز سے ترتیب دی گئی ہے، خصوصاً حیض ونفاس اور اِستحاضہ کے مسائل کو بہت عمدہ طریقہ سے لکھا گیا ہے۔ کتاب پر اکابر کی تصدیقات بھی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ)

معاشرہ میں خواتین کا رُتبہ

جناب ڈاکٹر کمال عمر صاحب (ایم بی بی ایس)۔ صفحات: ۳۸۔ ملنے کا پتا: ۵-۶۷۵-۱، فیڈرل بی ایریا، کراچی نمبر ۱۹۔

اس کتابچہ میں مؤلف نے خواتین کے رُتبہ پر جدید تمدن اور قرآن کے پیش کردہ تمدن کا تقابلی خاکہ پیش کرتے ہوئے خواتین کے لباس کے بارہ میں قرآنی اَحکام پیش کیے ہیں۔ مؤلف کا جذبہ قابلِ ستائش ہے، لیکن قرآنِ حکیم کے مطالب میں ان کی نظر سطحی معلوم ہوتی ہے۔ جس مریض معاشرہ کے لیے انہوں نے یہ کتابچہ تحریر فرمایا ہے، اس کے لیے بھی اسے نسخۂ شافی نہیں کہا جاسکتا، البتہ مبارک لیکن بالکل اِبتدائی کوشش کا نام دیا جاسکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۸۷ھ)

عقیقہ کی شرعی حیثیت

مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: ۱۳ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

مفتی غلام الرحمٰن صاحب نے اس مختصر سے رسالہ میں عقیقہ کے بارہ میں قریب قریب متعلقہ تمام معلومات جمع فرمادی ہیں، جس سے ان شاء اللہ! عام وخاص ہر سطح کے حضرات مستفید ہوسکیں گے۔ لوح کتاب پر اس کا جو تعارف کرایا گیا ہے وہ بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے:

''عقیقہ کی مشروعیت، فضیلت واہمیت، فقہی حیثیت، اَسرار ورُموز، فوائد وثمرات کی دل نشین تشریح، ائمۂ مجتہدین، صوفیا عظام اور محدثین کے اقوال وآرا، فقہِ حنفی کے مستند مآخذ اور مصادر سے تحقیقی اور ترجیحی دلائل، دورِ حاضر کے بعض جدّت پسندوں کے اِشکالات کے جوابات اور دیگر کئی اہم عنوانات اور متعلقہ مباحث پر تفصیلی جائزہ اور تبصرہ۔''

ہمارے خیال میں عقیقہ کے بارہ میں اگر کوئی حکم معلوم کرنا ہو تو ان شاء اللہ! اس کتاب میں اس کا شافی جواب مل جائے گا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ)

الاشفاق علیٰ أحکام الطّلاق

شیخ محمد زاہد الکوثری۔ مسئلۂ طلاق میں دورِ حاضر کے متجدّدین کے شبہات اور ایک مصری علامہ کی طرف سے ان کا شافی جواب۔

''پیش لفظ''

طلاق کے مسائل میں بعض حلقوں کی جانب سے کج بحثی کے نمونے سامنے آتے رہتے ہیں، اس نوعیت کی غلط بحثیں ایک عرصہ پہلے مصر میں اُٹھائی گئی تھیں، جن کا شافی اور مسکت جواب وہاں کے محقق اہل علم کی جانب سے دیا گیا۔ چنانچہ ''نظام الطلاق'' کے نام سے مصر کے قاضی احمد شاکر نے ایک رسالہ لکھا، جس میں غلط رو طبقے کی بھرپور نمائندگی کی گئی، اس کے جواب میں خلافتِ عثمانیہ کے آخری نائب شیخ الاسلام مولانا الشیخ محمد زاہد الکوثری نے ''الاشفاق علیٰ أحکام الطّلاق'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جس میں اس قسم کے خودرو مجتہدین کی علمی بضاعت سے نقاب کشائی کی گئی، اور کتاب وسنت سے طلاق کے اَحکام کو ثابت کیا گیا۔ بعض اَحباب کے اِصرار پر اس کا ترجمہ ماہنامہ ''بینات'' کراچی میں بالاقساط شائع ہوتا رہا، اور اَب اسے ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' میں شامل کیا جارہا ہے۔ واللہ الموفق!

(''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' ج:۶ ص:۵۳۵)

طلاقِ ثلاثہ

مولانا ابوسعید محمد شرف الدین۔ پتا: اِمامِ اعظم ابوحنیفہ اکیڈمی، فقیروالی، ضلع بہاول نگر۔
اہلِ حدیث حضرات تین طلاقوں کو- جو بلفظِ واحد دی گئی ہوں- عموماً ایک قرار دے کر طلاق دہندہ اور مطلقہ کو میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔
زیرِ نظر رسالہ ایک اہلِ حدیث عالم مولانا ابوسعید محمد شرف الدین کا فتویٰ ہے، جس میں مضبوط دلائل سے واضح کیا گیا ہے کہ ''تین ایک'' کا نظریہ غلط ہے۔
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

عمدة الاثاث فی حکم الطلقات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۲ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔
اَئمۂ اَربعہؒ کے نزدیک تین طلاقیں خواہ ایک لفظ میں دی جائیں، یا ایک مجلس میں، یا ایک طہر میں، تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ قرآن وحدیث کے شواہد اور صحابہؓ وتابعینؒ کا اِجماع اس کا مؤید ہے۔ مگر بعض حضرات جن میں حافظ اِبنِ تیمیہؒ اور ان کے شاگرد رشید حافظ اِبنِ قیمؒ سرِفہرست ہیں، اس کے برعکس تین کو ایک کہتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں طرفین کے دلائل کا استیعاب کرتے ہوئے مسلکِ حق کو واضح کیا گیا ہے۔
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۹ھ)

طلاق کے مخصوص مسائل

مولانا مفتی محمد اسرار صاحب۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: جامعہ اسلامیہ درویشیہ، سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی۔
شریعتِ مطہرہ نے بیک وقت تین طلاق دینے کو سخت گناہ قرار دیا ہے۔ اس کی سزا دُنیا کے اندر یہ مقرّر کی گئی ہے کہ اگر وہ شخص مطلقہ سے پھر نکاح کرنا چاہے تو نہیں کرسکے گا، جب تک تحلیلِ شرعی نہ کرے۔ یعنی وہ دُوسرے شخص سے نکاح کرلے اور وہ دُوسرا شوہر اس سے ہم بستری کرے، اس کے بعد اگر وہ مرجائے یا طلاق دے دے اور عورت کی عدّت گزر جائے تو پھر دوبارہ ان کا نکاح جائز ہے، ورنہ نہیں۔

چونکہ جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے عموماً لوگ تین طلاق سے کم دیتے ہی نہیں، اور بعض تو یہ سمجھتے ہیں کہ تین طلاق سے کم طلاق واقع ہی نہیں ہوتی، پھر تین طلاق کے بعد جب اس کے شرعی حکم سے آگاہ ہوتے ہیں تو کفِ افسوس ملتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی ایسا حل نکل آئے جس سے دوبارہ ازدواجی تعلقات بحال ہوسکیں۔ اس کے لیے کوئی حالتِ نشہ میں طلاق دینے کا کہتا ہے، تو کوئی مطلقہ کے حاملہ ہونے کا عذر بتاتا ہے، مقصد اِن اَعذار کے بتانے کا یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح عدمِ وقوعِ طلاق کا فتویٰ مل جائے۔

حالانکہ طلاق دینے سے پہلے مذکورہ مسائل کا جاننا ضروری تھا تاکہ تین طلاق دینے سے ازدواجی زندگی کے تباہ و برباد ہونے سے جو پشیمانی لاحق ہوئی ہے، اس تک نوبت نہ پہنچے۔

اس لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ طلاق کے سارے مسائل نہ سہی، کم از کم وہ چند اہم مسائل جن میں لوگ سمجھتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوتی، لوگوں کے سامنے آجائیں۔ مثلاً: نشہ کی حالت میں طلاق دینے کے مسائل، حمل اور غصہ وغیرہ کی حالت میں طلاق دینے کا حکم۔

اللہ جل شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے جناب مولانا مفتی محمد اسرار صاحب (فاضل جامعہ علوم اسلامیہ متخصص فی الفقہ الاسلامی) کو، جنہوں نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ان مسائل پر قلم اُٹھایا اور مذکورہ مسائل کو ہر پہلو سے واضح کرکے شرعی دلائل سے مدلل و مبرہن فرمایا، اور آخر میں تحلیلِ شرعی کے مسائل کو تفصیل سے بیان کیا۔ علاوہ ازیں موصوف نے ایک اچھا کام یہ کیا کہ مذکورہ مسائل پر اکابرین و مفتیانِ کرام، فقہائے عظام کے فتاویٰ کو ساتھ ساتھ ذکر کرکے اَحکامِ شرعیہ کو اور زیادہ واضح اور روشن کردیا تاکہ عوام الناس جو دلائل کی باریکیوں کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، وہ کم از کم اکابرین مفتیانِ عظام کے فتاویٰ سے اَحکامِ شرعیہ معلوم کرکے تسلی و تشفی حاصل کرسکیں۔

اللہ جل شانہٗ مؤلفِ کتاب مفتی صاحب موصوف کی اس مساعیٔ جمیلہ کو شرفِ قبولیت بخشے اور عوام وخواص کے لیے اس عجالہ کو زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۹ھ)

اکٹھی تین طلاق کا شرعی حکم

مولانا فقیر اللہ صاحب المتخصص الاثری، ماموں کانجن۔ صفحات: ۱۴۸۔ قیمت درج نہیں۔
پتا: مکتبہ فاروقیہ، مکان ۳۶/سی ۸ گوبند گڑھ، کالج روڈ، گوجرانوالہ، پاکستان۔

تین طلاق کا مسئلہ اَئمۂ اَربعہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اکٹھی دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ قرآنِ کریم کی تشریحات اور اَحادیثِ نبویہ کی تصریحات سے یہ مسئلہ طے شدہ ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے مفتی اور قاضی بھی یہی فتویٰ دیتے تھے، اور بعد میں بھی ساتویں صدی تک روافض کے سوا کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا کہ تین طلاق کو ایک شمار کیا جائے۔ لیکن نامعلوم کن وجوہات کے تحت کچھ اَصحابِ ظواہر نے یہ مسئلہ اُٹھایا اور اسے اپنی ''تحقیق انیق'' سے معرکۂ کارزار بنادیا، اور مطلقۂ ثلاثہ کو حلال کرنے کی ''سعی'' کی جانے لگی، اور عوام کو ضعیف وسقیم دلائل سے اُلجھاؤ میں مبتلا کیا گیا۔ اس پر اہلِ حق نے کئی ایک اہم تحقیقی تصنیفات سے اُمت کی راہ نمائی فرمائی۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک نئے انداز کی تحقیق ہے جو ماہنامہ ''بینات'' میں قسط وار شائع ہو چکی ہے، اس کی افادیت واہمیت کے پیشِ نظر اسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔

یہ کتاب کا دُوسرا ایڈیشن ہے، اس سے پہلا ایڈیشن مولانا خلیل الرحمٰن انور شاکوٹی خانیوال (مدرّس مدرسہ جامع العلوم، معصوم شاہ روڈ، ملتان) نے شائع کیا تھا۔ اس پہلے ایڈیشن میں نئے ایڈیشن کی نسبت فوٹو نہایت صاف تھا جب کہ اس نئے ایڈیشن میں ٹائٹل کارڈ بورڈ کا ہے۔ کتاب ماشاءاللہ! اپنے موضوع پر بہت ہی عمدہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۱ھ)

رُؤیتِ ہلال

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری۔ صفحات: ۵۶۔ قیمت: ا روپیہ ۵۰ پیسے۔ پتا: اِدارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری ہمارے ملک کے مشہور صاحبِ قلم اور ''اِدارۂ ثقافتِ اِسلامیہ'' کے رفیق ہیں۔ زیرِ نظر کتابچہ میں اُنہوں نے ''رُؤیتِ ہلال اور فلکیات'' کے موضوع پر گفتگو کی ہے۔

کتابچہ کے مندرجات پر نظر کرنے سے پہلے اس کے ''شانِ نزول'' کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ موصوف کا تعلق یہاں کے ''حشویہ فرقہ'' سے ہے، جس کا نعرہ موصوف کے الفاظ میں یہ ہے:

''حضرات! ہمارے خیال میں ہم پاکستانیوں کی اس وقت کوئی معین شریعت نہیں ہے، پچھلے اَدوار کی شریعتوں پر چل رہے ہیں...... جب ہم ان ''خام مواد'' سے اِستفادہ کرتے ہوئے ایک بات متعین

کرلیں گے اور حکومت اُسے نافذ کردے گی تو ہمارے لیے وہی شریعت ہوگی اور پھر وہ بھی ہمیشہ کے لیے نہیں ہوگی، ضرورت کے وقت مجالسِ قانون ساز، یا کوئی اور مقرّر کردہ کمیٹی اس میں ترمیم کرسکتی ہے۔"(۱)

ان حضرات کے نزدیک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اِسلام میں 'دِین' اور ''شریعت'' دو الگ الگ چیزوں کے جدا جدا نام ہیں، چنانچہ:

''دِین تو وہ رُوح اور اسپرٹ ہے جو تبدیل نہیں ہوسکتی، اور شریعت اسی رُوح کی تشکیل کا نام ہے، مقصد اسپرٹ کو باقی رکھنا ہے اور شکل بدلنے سے اسپرٹ نہیں بدل جاتی۔''(۲)

قرآنِ کریم اور سنتِ نبوی نے عبادات و معاملات میں حلال و حرام، جائز و ناجائز، فرض و واجب، سنت و مستحب اور صحیح و فاسد کے جو اَحکام نافذ فرمائے ہیں، عام مسلمانوں کے نزدیک وہ واجب التسلیم ہیں۔ مگر ''حشویہ'' کا خیال ہے کہ یہ صرف اسی دور کی شریعت تھی جس میں دِین کی رُوح اور اسپرٹ کو اس دور کے تقاضوں کے مطابق ملحوظ رکھا گیا تھا اور ہمیں اسی رُوح اور اسپرٹ کو باقی رکھتے ہوئے اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق اسے بدل کر اس کی جگہ ''نئی شریعت'' وضع کرنی ہے۔ اور وقتی تقاضوں کے مطابق شریعتِ محمدیہ میں قطع و برید، کانٹ چھانٹ، ترمیم و تنسیخ اور رَدّ و بدل کا نام 'اِجتہاد' ہے۔ موصوف کے لفظوں میں:

''ناقابلِ ترمیم صرف دِین (بمعنی رُوح، اسپرٹ) ہے، اور شریعت ہر دور میں ترمیم قبول کرسکتی ہے، اور یہیں 'اِجتہاد' کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترمیم کا یہ مطلب نہیں کہ شروع سے آخر تک سب کچھ بدل دیا جائے، بلکہ (الف): ان شریعتوں میں جو چیز اپنے عصری تقاضوں کے مطابق ہوگی، وہ باقی رکھی جائے گی۔ (ب): جس کی ضرورت نہیں اسے ترک کردیا جائے گا۔ (ج): جس جدید شے کی ضرورت ہوگی اس کا اضافہ کردیا جائے گا، اور اس وقت صرف عالمی مصالحِ اُمت کو پیشِ نظر رکھا جائے گا۔''(۳)

مطلب یہ کہ شریعتِ خداوندی کے اَحکام ''پختہ عقل'' مسلمانوں کے لیے ''خام مواد'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (شریعت کے لیے ''خام مواد'' کی اِصطلاح موصوف نے اس مقالہ میں کئی ایک جگہ استعمال کی ہے۔) ان کا برتاؤ شریعت کے ساتھ بھی وہی ہوگا جو ایک اجنبی تہذیب کے رُسوم و قانون کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ جتنی

---

(۱) مولانا جعفر کا مقالہ ''تعقل و تدبر کے لیے قرآنِ کریم کی تاکید'' مشمولہ ماہنامہ ''فکر و نظر'' راولپنڈی (از ص: ۸۳۲ تا ۸۴۸) ماہِ مئی ۱۹۶۸ء۔ یہ مقالہ راولپنڈی کی بین الاقوامی کانفرنس کے لیے لکھا گیا تھا، مگر بروقت گم ہوجانے کی وجہ سے وہاں پڑھا نہیں گیا۔

(۲) حوالہ مذکورہ، ص: ۸۴۳

(۳) حوالہ مذکورہ، ص: ۸۴۴

شریعت کو مفید مطلب پائیں گے، باقی رکھیں گے اور جتنی کو چاہیں، ترک کر دیں گے اور جتنا چاہیں، اس میں اضافہ کرلیں گے۔ عبادات میں بھی اور معاملات میں بھی...!

اب صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ ''عالمی مصالحِ اُمت'' کی تعیین کا حق کس کو حاصل ہے؟ اس کا جواب ''حشویہ'' کے پاس یہ ہے کہ دین میں اِجتہاد پر کسی گروہ کی اِجارہ داری نہیں، بلکہ یہ پوری قوم کا حق ہے جو وہ اپنے منتخب نمائندوں (مرکزی حکومت اور پارلیمنٹ کے ارکان) کو تفویض کرتی ہے، انہی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق ''وقتی تقاضوں'' اور ''مصالحِ اُمت'' کی تشخیص کریں، اگر وہ بھولے سے دن کو ''شب است ایں'' کہہ بیٹھیں تو تمام قوم کا فرض ہے کہ وہ ''اینک ماہ و پروین'' کا اقرار کرے۔

اس تشریح سے معلوم ہوا ہوگا کہ مولانا جعفر شاہ صاحب جس ''اِجتہادی حشویت'' یا نئی شریعت کے داعی ہیں، وہ مسٹر پرویز کے نظریۂ ''مرکزِ ملت'' اور مغربی نقالوں کے نظریۂ ''تعمیرِ اسلام'' کا معجونِ مرکب ہے، جس کا مقصدِ وحید پورے اِسلام پر نظرِ ثانی کرنا ہے، مگر سردست جو شرعی مسائل ''اِجتہادی'' ترمیم کے لیے زیرِ غور ہیں، ان کی مختصر فہرست موصوف نے یہ پیش کی ہے:

> ''مثلاً: انشورنس کا جوا، بینکوں کا سود، خاندانی منصوبہ بندی، انتقالِ خون کا مسئلہ، اعضائے اِنسانی کے دُوسرے جسم میں منتقل کرنے کا مسئلہ، ذرائع پیداوار کو قومیانے کا جواز، جنتری کے مطابق چاند کا اعلان، عورتوں کے پردہ کی نئی حد بندی، تعدّدِ اَزدواج، شادی، طلاق، دعوت، ذبیحہ اور سفرِ حج جیسی ''جائز'' چیزوں پر پابندی کا جواز، جہیز کی اصلیت، حضانت کی مدّت، مفقود الخبر کی میعاد، یتیم پوتے کی وراثت، فوٹو، راگ گانے اور تصویر کشی کے جواز کا مسئلہ وغیرہ وغیرہ۔''(۱)

مولانا موصوف اپنے رُفقاء سمیت اس خدمت پر مامور ہیں کہ قومی راہنماؤں کو شریعتِ محمدیہ کے جن اُصول و فروع کو منسوخ کر کے اُن کی جگہ وقتی تقاضوں کے مطابق نئی شریعت وضع کرنے کا اِلہام ہو جائے، اس کے لیے رائے عامہ کو ہموار کریں اور علمی سطح پر لوگوں کو اس کا قائل کریں۔ اس سلسلہ میں موصوف جن ''اِجتہادی'' صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں، جس قسم کے دلائل فراہم کرتے ہیں، اور جس تکنیک کو استعمال کرتے ہیں، زیرِ نظر کتابچہ اس کی اچھی مثال ہے۔

اِسلامی اُصول یہ ہے کہ قمری ماہ و سال کا مدار رُؤیت پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے اب تک اُمت اسی اُصول پر کاربند رہی ہے، اور روزہ، عید، اِعتکاف، زکوٰۃ، حج، قربانی، عدّت وغیرہ وغیرہ بہت سے اَحکام اسی اُصول سے طے کیے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس مولانا موصوف کا موقف یہ ہے کہ ان

(۱) حوالہ بالا، ص:۸۴۶

چیزوں کے لیے چاند دیکھنے کے بکھیڑے اس ترقی یافتہ دور سے میل نہیں کھاتے: ''اس کے لیے نہ رُویتِ ہلال کی ضرورت، نہ علماء کمیٹی کی، نہ گواہیاں گزرانے کی، نہ ٹیلی فون پر تصدیق کرتے پھرنے کی۔''(۱) پس یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ جنتری دیکھ کر بہت پہلے ہی سے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا کرے اور ہم آنکھیں بند کر کے اس پر اٰمنّا و صدّقنا کہا کریں۔ موصوف کے خیال میں ''اس میں کسی قسم کا کوئی شرعی نقصان نہیں بلکہ شرعی نقصان تو اختلاف کرنے میں ہے۔''(۲)

اب دیکھیے کہ اس شرعی اُصول میں ترمیم کے لیے۔ جس سے بیسیوں اُحکامِ شرعیہ مسخ ہو جاتے ہیں۔ موصوف نے کیا ''اِجتہادی اُصول'' وضع کیے ہیں:

ا:... ''یہ واضح رہے کہ ہم کسی رائے کو خواہ وہ اپنی ہو یا قدمائے اہلِ علم کی، حرفِ آخر نہیں سمجھتے۔''(۳)

اپنا ذکر تو موصوف نے محض بطورِ ''تبرک'' کیا ہے، کہنا یہ ہے کہ شریعت کا کوئی مسئلہ خواہ کتنا ہی صریح اور قطعی کیوں نہ ہو، اور تمام اہلِ علم اس پر متفق ہی کیوں نہ ہوں، اس میں بھی کوئی نہ کوئی نئی اُپج نکالی جاسکتی ہے۔ چنانچہ زیرِ نظر مسئلہ میں تمام علمائے اُمت متفق ہیں کہ رُویتِ ہلال کے معنی ہیں: ''سر کی آنکھوں سے چاند دیکھنا'' مگر مولانا موصوف کے ''اِجتہاد'' میں: ''یہاں رُویت کے معنی وہ علم ہے جو تاریخی یا فنی شواہد سے حاصل ہوتا ہے، یا خواب کی طرح قلب وخیال سے..... بس رُویتِ ہلال کو صرف چشمِ سر کے ساتھ مخصوص کر دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی۔''(۴)

اسی طرح تمام علمائے قانون کے نزدیک شہادت کے معنی ہیں: ''کسی شخص کا حاضرِ عدالت ہو کر گواہی دینا'' لیکن مولانا موصوف کے نزدیک یہ صحیح نہیں، بلکہ ''وہ بصیرت بھی کافی ہے جو گمانِ غالب پیدا کردے۔''(۵)

اور مسلمانوں کی شریعت اس کا اعتبار کرے نہ کرے اور سے مانے یا نہ مانے، مگر موصوف کے خیال میں: ''محض گواہوں کی شرعی گواہی سے جو غلبہ ظن پیدا ہو سکتا ہے، اس سے کہیں زیادہ موجودہ دور کے فلکیاتی علم سے حاصل ہو جاتا ہے۔''(۶)

الغرض! جب یہ اُصول ایک دفعہ طے ہو جائے کہ: ''پہلوں نے قرآن وسنت اور دین وشریعت کا جو مفہوم سمجھا، وہ یا تو سرے سے غلط ہے، یا ان کے دور کے لحاظ سے صحیح ہو تو ہو، کم از کم ہمارے لیے صحیح نہیں!''

---

(۱) ص:۳۱ (۲) ص:۴۸ (۳) ص:۵
(۴) ص:۱۰ (۵) ص:۳۳ (۶) ص:۳۳

اس کے بعد شریعتِ اِلٰہیہ کے رَدّوبدل کے لیے اچھی خاصی گنجائش نکل آتی ہے، اور اس سے اسلامی قطعیات کو بڑی آسانی سے ''حشوی اجتہاد'' کی زد میں لایا جاسکتا ہے۔ دِین کے کسی بھی مسئلہ کو لے کر اس کے بارہ میں کہا جاسکتا ہے: ''قدیم مسلمانوں کے دور میں یا ان کے خیال میں ایسا ہوگا، لیکن اب ایسا نہیں ہے۔''(۱)
موصوف نے فلکیات پر اعتماد کو اسی منطق سے ثابت کرنا چاہا ہے۔

۲:...اس ''حشوی اجتہاد'' کا دُوسرا اُصول یہ ہے کہ اُمت کے کروڑوں علماء وفقہاء کے خلاف اگر کسی کا قول کہیں مل جائے، اس کی نقل خواہ کتنی ہی شاذ ومردود، غلط اور ناقابلِ اعتبار ہو، لیکن اسے وحیِ آسمانی کی طرح صحیح سمجھ کر اعلان کردو کہ یہ مسئلہ پہلے ہی سے مختلف فیہ چلا آیا ہے اور ہم فلاں قول کو اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ زیرِ نظر مسئلہ میں مولانا موصوف نے مطرف بن عبداللہ، علامہ سبکی، قاضی عبدالجبار، ابنِ مقاتل اور مصنف ''جمع العلوم'' کے نام دیے ہیں کہ وہ اس پر مکمل یا ''غیرمکمل'' اعتماد کرتے تھے۔(۲)

حالانکہ اوّل الذکر کی طرف اس کی نسبت غلط ہے۔(۳) علامہ سبکی کا قول مردود ہے۔(۴) اور باقی بزرگوں کے بارہ میں اوّل تو موصوف کو یہی معلوم نہیں کہ وہ کون تھے؟ (حد یہ ہے کہ مصنف ''جمع العلوم'' کے نام تک کا اَتا پتا نہیں!) علاوہ ازیں ان کا یہ قول بحوالہ شامی، زاہدی کی ''قنیہ'' سے نقل کیا گیا ہے، جس کے بارہ میں خود علامہ شامی کی تصریح یہ ہے کہ وہ ناقابلِ اعتبار ہے۔(۵)

لیجیے! چند مجاہیل کے غلط، مردود، ناقابلِ اعتبار اور گرے پڑے اقوال سے ''اِجتہادی قلعہ'' تعمیر ہوگیا اور چودہ صدیوں کو غلط فہمی کا شاہکار کہنے کا جواز پیدا ہوگیا۔

۳:...''حشویت'' کا تیسرا اُصول یہ ہے کہ موقع پڑے تو جعل وتلبیس اور بعض دفعہ صریح غلط بیانی سے بھی گریز نہ کرو۔ چنانچہ سب کو معلوم ہے امام شافعی رحمہ اللہ اس مسئلہ میں پوری اُمت کے ساتھ متفق ہیں، لیکن مولانا موصوف نے اِمام شافعیؒ سے بھی منوالیا کہ رُویتِ ہلال کے بجائے صرف جنتری دیکھ کر چاند کا پیشگی اعلان کیا جاسکتا ہے۔(۶)

اور موصوف کی اس تلبیس کا منشا یہ ہے کہ ''یومِ شک'' میں روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں؟ اس کے بارہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں، بلکہ بعد کے مشائخ شافعیہ کے متعدّد اَقوال ہیں جو اِمام نووی رحمہ اللہ کی ''شرح مہذب'' اور حافظ اِبنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کی ''فتح الباری'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ انہی میں ایک

(۱) ص:۲۳
(۲) ص:۱۱تا۱۳
(۳) فتح الباری، جلد:۴، صفحہ:۹۴
(۴) شامی، جلد:۲، صفحہ:۱۰۰
(۵) شامی، ج:۱، ص:۵۲
(۶) ص:۲۵

قول بعض محتاط شافعیہ کا یہ ہے کہ ''اگر حسابی تخمینہ اس کی تائید کرتا ہو تو جس شخص کو اس کی صحت پر اعتماد ہو، اس کے لیے روزہ رکھ لینے میں مضائقہ نہیں'' اسی کو موصوف نے غلط فہمی یا جعل سازی کی وجہ سے یوں مسخ کرلیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور تمام شافعیہ فنِ فلکیات پر اعتماد کے قائل ہیں۔(۱)

۴:...حشویت کا چوتھا اُصول یہ ہے کہ مختلف قسم کے مغالطوں اور خوش گپیوں کو ''قیاس'' کا نام دیا جائے۔ مولانا موصوف کو اس اُصول سے بھرپور اِستفادہ کی خاصی مشق ہے۔ مثلاً:

۱-''اگر ٹیلی فون کی اطلاع پر آج شام کی دعوت قبول کی جاسکتی ہے، تو رُؤیت کی شہادت کیوں قبول نہیں؟''(۲)

۲-''اگر کرنسی نوٹ نقدی کے قائم مقام ہیں تو فلکیات کا فن رُؤیت کے قائم مقام کیوں نہیں؟''(۳)

۳-''اگر ٹینک چلانا شہسواری کی تعبیر ہے تو رُؤیت کی تعبیر جنتری سے کیوں نہیں ہوسکتی؟''(۴)

۴-''اگر میراث کی تقسیم میں حساب کتاب پر اِعتماد کیا جاسکتا ہے تو چاند میں کیوں نہیں کیا جاسکتا؟''(۵)

۵-''اگر مشکیزہ کے بجائے پمپنگ سے وضو کے لیے پانی لیا جاسکتا ہے، تو ہوائی جہاز سے چاند کیوں نہیں دیکھا جاسکتا؟''(۶)

۶-''اگر گوشت کے معاملہ میں قصائی پر اعتماد کیا جاتا ہے تو چاند کے معاملہ میں حکومت پر کیوں نہیں کیا جاتا؟''(۷)

ان ''زٹلیات'' کو نقل کرتے ہوئے بھی قلم کو گھن آتی ہے، مگر ان حضرات کا جگر گردہ ہے کہ وہ شرعی مسائل کو ان بچکانہ پہیلیوں سے حل کرنا چاہتے ہیں، جس کے لیے نہ علم کی ضرورت، نہ عقل کی، نہ فہم کی، نہ دانش کی...!

''اِدارۂ ثقافت اِسلامیہ'' سے اِسلامی موضوعات پر اِسی ''معیار'' کی کتابیں نکلتی رہیں تو یقین کرنا چاہیے کہ وہ اپنی ''نیک نامی'' میں ''اِدارۂ طلوعِ اِسلام'' اور ''اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی'' سے بھی آگے نکل جائے گا...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۸ھ)

(۱) ص:۱۲ (۲) ص:۲۸ (۳) ص:۵
(۴) ص:۵ (۵) ص:۲۱ (۶) ص:۲۲
(۷) ص:۴۲

حکمتِ اِستخارہ (پہلا ایڈیشن)

جناب پروفیسر فضل اَحمد عارف (ایم اے)۔صفحات: ۵۲۔ قیمت (قسم اَوّل): ۵۶ پیسے۔ (قسم دوم): ۳۷ پیسے۔ناشر: مکتبہ رشیدیہ، میاں چنوں، ضلع ملتان۔

اِستخارہ اسلام کی ایسی پاکیزہ اور حکیمانہ تعلیم ہے کہ اس پر عمل کرنا اِطمینان وسکون کا باعث بھی ہے اور سعادت وقرب کا موجب بھی۔ اِنسانیت پر کتنا عظیم احسان ہے کہ اسے خداتعالیٰ سے مشورہ لینے کے راستہ پر ڈال دیا۔ زیرِ نظر رسالہ میں فاضل مؤلف نے اِستخارہ کی حقیقت، ضرورت اور آداب پر اتنی شگفتہ اور جامع بحث کی ہے کہ پڑھ کر اِیمان تازہ ہوتا ہے اور مؤلف کے لیے دِل سے دُعا نکلتی ہے۔ آخر میں بزرگوں کے بارہ (۱۲) مجرب طرقِ اِستخارہ کا ذِکر ہے اور آخری طریقہ مؤلف کا اپنا بھی مجرّب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

حکمتِ اِستخارہ (دُوسرا ایڈیشن)

جناب پروفیسر فضل اَحمد عارف۔ صفحات: ۲۶۴۔ قیمت: ۲۱ روپے۔ ملنے کا پتا: احسن اکیڈمی، اے/۲۲۰ ج، نارتھ ناظم آباد، کراچی نمبر ۳۳۔

اِستخارہ کی حقیقت، ضرورت اور اس کے آداب میں بڑی شگفتہ اور جامع بحث...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

عبادت با اخلاق

سیّد عابد محمود ہمدانی۔صفحات: ۳۲۔ بلا قیمت حاصل کریں۔ ملنے کا پتا: سٹیزن پیپر مارٹ، شاپ نمبر ۱۰، حسن علی آفندی روڈ، کراچی۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مختصر مسائل اور فضائل!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

کشف النقاب عن ذبیحۃ اھل الکتاب

مولانا محمد لیاقت صاحب (مدرّس جامعہ اِسلامیہ، فیصل آباد)۔صفحات: ۱۱۲۔ قیمت درج

نہیں۔ پتا: مکتبہ تعلیم القرآن محمودیہ، توحید آباد، مراد پور، جنوبی تحصیل علی پور، مظفر گڑھ۔
اس مختصر رسالہ میں موجودہ مشرکین کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے بارہ میں بحث کی گئی ہے۔ رسالہ بہترین اور رنگین عمدہ ٹائٹل اور کتابت سے مزین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ)

آراء الاجلہ فی بیان ما اہل بہ لغیر اللّٰہ

مولانا حافظ محمد عیسیٰ خان گورمانی۔ صفحات: ۸۸۔ قیمت: ۱ روپیہ ۲۵ پیسے۔ پتا: دار العلوم محمدیہ، لتڑی جنوبی ڈاک خانہ بستی قیصرانی، ضلع ڈیرہ غازی خان۔
قرآنِ حکیم میں جن اشیاء کی حرمت کی تصریح کی گئی ہے ان میں ذکر ما اہل بہ لغیر اللّٰہ کا بھی آتا ہے، جس سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں بطریقِ جاہلیت غیر اللہ کے تقرب کے لیے نامزد کر دیا جائے۔ اہلِ بدعت نے اپنے مخصوص ذوق کے مطابق اس میں تحریف کی ہے۔ زیرِ نظر کتابچہ میں اس لفظ کی تفسیر میں اکابرِ اُمت کی نقول جمع کر دی گئی ہیں۔ زبان و بیان کا نقص نہ ہوتا تو یہ کتابچہ اپنے موضوع پر بڑا قیمتی تھا!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ)

نور الصدور فی شرح القبور

حافظ جلال الدین السیوطیؒ۔ ترجمہ: مولانا محمد عیسیٰ صاحب الٰہ آبادی۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت (مجلد): ۴ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: کلام کمپنی، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی نمبرا۔
حضرت مولانا محمد عیسیٰ الٰہ آبادیؒ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے اکابر خلفاء میں تھے۔ موصوف نے تذکیرِ آخرت اور ازالہ غفلت کے لیے امام جلال الدین السیوطیؒ کی مشہور کتاب ''شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور'' کا ترجمہ شروع کیا، اور یہ التزام کیا کہ ایک ہی مضمون کی روایات کو بہ خوفِ تطویل حذف کر دیا جائے اور روایاتِ مختلفہ کی تطبیق بھی ساتھ کر دی جاوے۔ ترجمہ کا ایک معتد بہ حصہ ہو چکا تھا کہ اتفاقاً ''سبیلِ آخرت'' مؤلفہ جناب مولوی احمد حسین مبارک پوری دستیاب ہوئی، جس میں مولوی صاحب نے روایاتِ معتبرہ ''شرح الصدور'' اور دیگر معتبر کتابوں سے جمع کی تھیں، حضرت مولانا مرحوم نے ترجمہ کا کام بند کر کے ''سبیلِ آخرت'' پر نئے سرے سے محنت کی۔

۱:...جہاں ضرورت محسوس ہوئی، روایات کے درمیان تطبیق دی۔
۲:...توضیح وتطبیق کے لیے ترجمہ میں بین القوسین الفاظ وعبارات کا اضافہ کیا۔
۳:...شرح الصدور کی باقی ماندہ بہت سی اَحادیث کا اضافہ مختلف ابواب میں کیا۔
۴:...بہت سے فوائدِ ضروریہ بطورِ تتمہ باب کے آخر میں بڑھائے۔
۵:...جن روایات میں استبعاد نظر آیا، اسے دُور کیا۔
۶:...کتاب کے آخر میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے وعظ ''المولد البرزخی'' سے مناسب مضمون کو ملخص کر کے شامل کر دیا۔
۷:...مزید اِفادہ کے لیے مولوی احمد حسین مبارک پوری کا ایک رسالہ ''تجہیز الاموات'' بھی - جو کفن دفن کے مسائل پر مشتمل تھا - باضافہ بعض مسائلِ ضروریہ کتاب کے آخر میں ملحق کر دیا۔ اب یہ مجموعہ ماشاء اللہ! بڑا مفید اور قابلِ قدر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۹ھ)

ٹی وِی اور وِیڈیو کے شرعی اَحکام (حصہ اَوّل)

جناب افضال احمد صاحب۔ صفحات: ۱۹۶۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: اسلامی کتب خانہ، نزد جامع مسجد بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ کراچی نمبر ۵۔

زیرِ تبصرہ کتاب - جیسا کہ نام سے ظاہر ہے - ٹی وی اور ویڈیو کے سلسلہ میں اکابرینِ اُمت کے فتاویٰ اور قیمتی آرا کا نادر مجموعہ ہے، جس میں اس کے نقصانات اور مفاسد کو نہایت ہی مدلل طریقہ سے عوام الناس کے سامنے پیش کرنے کی کامیاب کوشش ہے۔ اِختصار کے باوجود کتاب اہم مباحث پر مشتمل ہے، مثلاً: جاندار کی تصاویر اور غیر محارم کی تصاویر دیکھنا، حرام پر راضی رہنا، گناہ کے آلات پر اِشاعتِ اِسلام، ٹی وی کے طبی نقصانات اور مشینی تحقیق بمتعلق ٹیلی ویژن. فلمی تصاویر وغیرہ اہم عنوانات سے نقاب کشائی کی گئی ہے۔
کتاب ہر اعتبار سے مفید ہے، اُردو کتابت کی اَغلاط اور نفسِ زبان کا بعض مقامات پر گنجلک ہونا کتاب کے حسنِ معنوی کے سامنے دَب کر رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو مزید در مزید توفیق عنایت فرمائے اور ٹی وی عرف ''ٹی بی'' کے بیمار معاشرہ کو اس تریاق سے شفایاب فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۸ھ)

گانا بجانا؛ قرآن وسنت کی روشنی میں (پہلا ایڈیشن)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۲۵؍ روپے۔
پتا: توحیدی کتب خانہ، متصل مدرسہ تعلیم الفرقان جامع مسجد توحید، توحیدی چوک، توحید نگر، چاکیواڑہ، کراچی نمبرا۔

علمائے سوء کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ جب اَربابِ اِقتدار فواحش ومنکرات میں مبتلا ہوں تو یہ ان کے جواز کی سند قرآن وحدیث سے نکال لاتے ہیں۔ موجودہ دور میں جس گانے بجانے کا رواج ہے، اسے ایک ادنیٰ مسلمان بھی۔ جس کے دل میں اِسلام کی معمولی رمق موجود ہو۔ جائز نہیں کہہ سکتا، نہ اسے اسلام کی طرف منسوب کرنے کی جرأت کرسکتا ہے، مگر فتنہ پردازی کی داد دیجیے کہ ''اِدارۂ ثقافتِ اِسلامیہ لاہور'' کے ایک رُکن جناب مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری صاحب ''اِسلام اور موسیقی'' لکھ کر اس کی سندِ جواز اِسلام سے حاصل کرلائے ہیں، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

زیرِ نظر رسالہ حضرت قاضی صاحب مدظلہٗ نے جناب مولانا پھلواری صاحب کے جواب میں رقم فرمایا ہے، جس میں واضح کیا ہے کہ گانا بجانا؛ قرآن وحدیث اور فقہِ اسلامی کی رُو سے حرام ہے۔ آخر میں پھلواری صاحب کی کتاب سے متعلق جناب مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی (رفیق دارالمصنفین، اعظم گڑھ) کا ایک مضمون ملحق ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۲ھ)

گانا بجانا؛ قرآن وحدیث کی روشنی میں (پانچواں ایڈیشن)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دارالارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر۔

اِس مادر پدر آزاد معاشرہ میں اِسلام اور اَحکامِ اِسلام کے بارہ میں جسے جو سوجھتا ہے، بلا جھجک اُگل دیتا ہے، اور اس کی زبان تو کیا پکڑی جاتی؟ ایسے شرم ناک، حیا سوز، لچر اور واہیات حرکات پر تحقیق وریسرچ کے غلاف ڈال کر اُس کی سرپرستی کی جاتی ہے...! کچھ یہی حال پاکستان میں ہے کہ بے حیائی کے کاموں کو ''ثقافتِ اِسلامی'' کا خوش نما ٹائٹل لگا کر رواج دیا جارہا ہے۔ جدید دور کے ملاحدہ ہوں یا نئی نسل کے محقق؛

وہ موسیقی اور گانے بجانے کو حرام تو کیا سمجھتے،.. نعوذ باللہ!... اسے رُوح کی غذا ثابت کرنے کی سعیٔ نامشکور میں مصروف ہیں۔

جناب مولانا محمد شاہ جعفر پھلواری کی کتاب ''اسلام اور موسیقی'' جس میں اُنہوں نے گانے بجانے کو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، زیرِ نظر رسالہ میں اس رُسوائے زمانہ کتاب کا محققانہ جواب ہے، جس میں ان کے لچر نظریات پر نہایت زوردار مگر سنجیدہ، متین اور ٹھوس تنقید وتبصرہ کیا گیا ہے۔ مؤلفِ موصوف نے قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے دجل کو واضح کر کے اُمت پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ کتاب کا یہ پانچواں ایڈیشن ہے جو خوب صورت اور دیدہ زیب ٹائٹل سے مزین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۶ھ)

ترجمہ کتاب الرسالہ

الامام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ترجمہ: مولانا مفتی امجد العلی (رفیق اِدارہ تحقیقاتِ اِسلامی، راولپنڈی)۔ صفحات: ۳۴۸۔ قیمت (مجلد مع گرد پوش): ۱۰ روپے۔ پتا: محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل، مولوی مسافر خانہ، کراچی۔

''الرسالہ'' اِمام شافعی رحمہ اللہ کی مشہور تصنیف ہے، جس کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ اُصولِ فقہ پر وہ سب سے پہلی تصنیف ہے۔ (بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اِسلام میں اُصولِ فقہ پر سب سے پہلے اِمام ابویوسفؒ نے قلم اُٹھایا ہے۔) اِمام رحمہ اللہ کی بحث کا بڑا حصہ کتاب وسنت کے باہمی تعلق، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت، ناسخ ومنسوخ کے بیان اور اِختلافِ اَدلہ کی صورت میں تطبیق وترجیح کے اُصول پر مشتمل ہے۔ اِجماع اور قیاس کا بیان بہت مختصر ہے اور متعدّد مضامین مکرّر ذکر فرمائے گئے ہیں۔

اُصولِ فقہ کی اس قدیم ترین کتاب کا یہ اُردو ایڈیشن ہے، جس سے قرآن وسنت کے بارہ میں اَئمۂ مجتہدین کے نظریات کو سمجھنے میں اُردوداں طبقہ کو بڑی مدد ملے گی۔ اِمام شافعیؒ کی عبارت کافی مغلق ہے، اس لیے مترجم کو ترجمہ میں خاصی مشقت اُٹھانا پڑی ہوگی، تاہم ترجمہ اس قدر سلیس نہیں، جس سے ہر شخص اِستفادہ کر سکے، بعض جگہ فاضل مترجم نے بڑے اچھے نوٹ دیے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

حقوق الاسلام مع رسالہ سماع ومزامیر

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ۔ ترجمہ: وحید الدین سلیم پانی پتی۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: پاک اکیڈمی ۱/۱۴۱، وحید آباد، گولیمار، کراچی نمبر ۱۸۔

حضرت قاضی صاحبؒ کے دو فارسی رسالوں کا ترجمہ! پہلے رسالہ میں اسلامی حقوق اور دُوسرے میں گانے کی حرمت کا بیان ہے۔ نیز اس امر کی وضاحت کہ جن رقت انگیز اشعار سے حق تعالیٰ کی محبت میں اِضافہ ہو اور ان میں کسی شرعی مفسدہ کی آمیزش نہ ہو، ان کا پڑھنا سننا جائز ہے۔ پہلا رسالہ اِصلاحِ معاشرت کے لیے بہت مفید ہے اور دُوسرا علمی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

اوزانِ شرعیہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۵۰/۱ روپے۔ پتا: ادارۃ المعارف، دارالعلوم، کراچی، نمبر ۱۴۔

شریعت کے بہت سے اَحکام ناپ تول سے متعلق ہیں، جن کے لیے کتابوں میں عربی پیمانوں: صاع، مد، اوقیہ، دِینار، مثقال، دِرہم کا ذکر ملتا ہے، اس لیے عربی پیمانوں کی مروّجہ پیمانوں سے تطبیق ہمیشہ علمائے اُمت کی توجہ کا مرکز رہی۔ اس میں بعض بزرگوں سے تسامح بھی ہوا۔ حضرت مفتی صاحب مدفیضہم نے نہایت محنت وکاوش سے ان کی تحقیق وتشریح فرمائی ہے۔ کتاب پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے اکابر کی تصدیقات ثبت ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۲ھ)

اوزانِ شرعیہ

مولانا مفتی رشید اَحمد لدھیانوی صاحب۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۵۰/۳ روپے۔ پتا: دائرۃ المعارف الاسلامیہ، آسیا آباد، مکران۔

شریعت کے بہت سے مسائل اوزان سے متعلق ہیں، اس لیے علمائے اُمت ہمیشہ اوزانِ شرعیہ (دِرہم، مثقال، مد، صاع) وغیرہ کی تطبیق رائج الوقت اوزان سے کرتے چلے آئے ہیں اور ان کی آرا میں

معمولی تفاوت بھی پایا جاتا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا رسالہ "اوزانِ شرعیہ" (جو اَب اُن کے مجموعہ رسائل "جواہر الفقہ" کا جزو ہے) میں نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ قلم بند فرمائی تھی۔

زیرِ نظر رسالہ بھی اسی موضوع پر ہے اور اس میں جناب مفتی رشید احمد صاحب نے اپنی تحقیق کے نتائج ذکر فرمائے ہیں۔ رسالہ میں بیاض ہاشمی سے شیخ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "نتیجة الفکر فی تحقیق صدقة الفطر" کے بارہ صفحات کا عکس بھی دیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان ۱۴۰۴ھ)

عقائد نظامیه مع القول الفيصل في السماع

مولانا فخر الدینؒ (م:۱۱۹۹ھ)۔ ترجمہ: مولانا دوست محمد چشتی۔ صفحات: ۶۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: سیّد مسلم نظامی، اُردو منزل، پاک پتن شریف، ضلع ساہیوال، پنجاب۔

حضرت مصنف؛ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے معاصر اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے بلند پایہ عالم اور صاحبِ مقام بزرگ تھے۔ وہ شیخ شیوخ العالم خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر (قدس سرہٗ) کے آستانہ عالیہ پر پاک پتن حاضر ہوئے تو اس دور کے سجادہ نشین دیوان محمد یوسف صاحب وغیرہ کی فرمائش پر زیرِ نظر رسالہ "عقائدِ نظامیہ" فارسی میں رقم فرمایا، جس میں حضرت اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی "فقہِ اکبر" کا گویا سلیس فارسی ترجمہ کیا ہے اور کہیں کہیں کوئی توضیحی لفظ "شرح فقہِ اکبر" سے لے کر بڑھا دیا۔ خاتمہ کتاب پر فرماتے ہیں: "ختم شد عبارت فقہِ اکبر از شرح ملا علی قاری۔" اس کتاب کے بابرکت اور عقائدِ صحیحہ کا مجموعہ ہونے کے لیے حضرت اِمام ابوحنیفہؒ کا اسمِ گرامی بحیثیت مصنف کے اور مولانا فخر الدینؒ کا نام بحیثیت مترجم کے کافی ضمانت ہے۔ اُردو ترجمہ بھی خوب ہے اور ہر ایک عقیدہ پر نمبر بھی لگائے گئے ہیں، چنانچہ آخری نمبر ۱۰۴ ہے۔ یہ بھی بڑی اچھی خدمت ہے۔

آخر میں اٹھارہ صفحے کا ایک رسالہ "السماع" کے نام سے ملحق ہے، جس میں احادیث سے غناو سماع کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں صاحبِ مضمون نے فہم اَحادیث، مسلکِ فقہاء، سماعِ صوفیاء کرام اور آج کل کی بھونڈی قوالی جو مزاروں پر ہوتی ہے، ان سب میں خلطِ مبحث کیا ہے۔ ہمارے نزدیک "عقائدِ نظامیہ" شائع کرکے بڑی سعادت حاصل کی ہے، مگر ایسے ناپختہ مضمون کو اس کے ساتھ ملحق کرکے کتاب کے حسن کو غارت کر دیا ہے۔ اگر اس کا شائع کرنا ہی خانقاہی مصلحت کا تقاضا ہوتو اسے الگ شائع کیا

جاسکتا ہے، امام ابوحنیفہؒ کے عقائد کے ساتھ راگ گانے کا مضمون ملحق کردینا (نفسِ مسئلہ سے قطع نظر) ذوقِ سلیم کے ساتھ بے انصافی ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ گانا بجانا بھی امام ابوحنیفہؒ کے عقائد کا تتمہ ہے؟ استغفر اللّٰہ!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ)

بلاسود بینکاری

شیخ نثار احمد۔ صفحات: ۱۵۲۔ قیمت (مجلد): ۵ روپے۔ پتا: مکتبہ سیّد احمد شہیدؒ، ۱۴۱/۱، وحید آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

''سود'' شرعاً حرام ہے، مگر آج کا سارا نظام سودی بینکاری پر چل رہا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے بلاسود بینکاری کا ابتدائی خاکہ پیش کیا ہے، ان نقوش پر عملی قدم اُٹھایا جائے تو بلاسود بینکاری نظام بخوبی چل سکتا ہے۔ مصنف کی یہ کاوش بہت ہی قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ اس کے عملی تجربہ میں ناکام ہوچکے ہیں، تاہم ایمان و اخلاص ہو تو ان کی تجاویز مفید ہوسکتی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ)

مسئلۂ سود

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مدظلہٗ۔ صفحات: ۱۴۸۔ قیمت (مجلد): ۳ روپے۔ پتا: ادارۃ المعارف، دارالعلوم، کراچی ۱۴۔

اسلام میں ربا (سود) کی حرمت جس قدر شدید ہے، اس سے کوئی مسلمان مشکل ہی سے بے خبر ہوگا۔ قرآنِ کریم میں سود کھانے والوں کے خلاف اللہ و رسول کی جانب سے اعلانِ جنگ کیا گیا ہے اور حدیث پاک میں سود کے ادنیٰ درجہ کو بدترین زنا سے بدتر بتایا گیا ہے۔

مگر جب سے ابلیسِ مغرب نے بینکنگ کا نظام جاری کیا، سود کی وَبا نے پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ نہ صرف بلاتکلف اس میں مبتلا ہے بلکہ بعض لوگوں نے مختلف حیلے تراش تراش کر اس لعنت کو رحمت ثابت کرنا شروع کردیا۔ اس خوفناک جہالت کی اصلاح کے لیے زیرِ نظر رسالہ میں سود کی حقیقت واضح کرتے ہوئے ان اُلجھنوں کو حل کیا گیا ہے جو مسئلۂ سود میں لوگوں کو پیش آتی ہیں اور آیاتِ

ربا کی محققانہ تشریح کرتے ہوئے متجددین کے شبہات کا عقلی ونقلی تجزیہ کیا گیا ہے۔ نیز وہ تمام احادیث جمع کردی گئی ہیں جن سے سود کی شناعت وقباحت سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

ایک انصاف پسند ذہن کے لیے یہ رسالہ کافی وشافی ہے۔ ضرورت ہے کہ کوئی پڑھا لکھا مسلمان اس کے مطالعہ سے محروم نہ رہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۱ھ)

پروفیسر طاہر القادری کی تصنیف ''بلاسود بینکاری؛ عبوری خاکہ'' کا اجمالی جائزہ

محمد شریف بن فاضل۔ صفحات: ۱۸۹۔ قیمت (مجلد): ۳۵ روپے، (غیر مجلد): ۳۰ روپے۔ پتا: انٹرنیشنل سروسز ٹریڈرز، ۲۰، سی سینٹرل کمرشل ایریا، پی ای سی ایچ ایس سوسائٹی، کراچی۔

زیر نظر کتاب - جیسا کہ نام سے واضح ہے - ٹی وی کے شہرت یافتہ پروفیسر جناب طاہر القادری صاحب کی کتاب ''بلاسود بینکاری؛ عبوری خاکہ'' کا مختصر جائزہ ہے۔ مؤلف نے پروفیسر صاحب کی اس ''مقدس'' سعی کو الحمدللہ! عام فہم انداز میں غلط ثابت کردکھایا ہے۔ کس قدر حیرت ہے کہ جو لوگ حرام و حلال میں تمیز نہیں کرسکتے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ فقہائے کرام نے حیلہ کیوں، کہاں کہاں اور کن شرائط کے ساتھ جائز رکھا ہے؟ وہ نہ صرف دینی راہ نما تصور کیے جاتے ہیں، بلکہ وہ سود جیسی قطعی حرام چیز کو حیلوں بہانوں سے جائز کرکے اپنا قد بڑھانا چاہتے ہیں، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! کتاب کو پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں مفتیٔ اعظم پاکستان جناب مفتی ولی حسن خان ٹونکی صاحب کی تائید وتقریظ ثبت ہے۔ ماشاء اللہ! کتابت وطباعت عمدہ ہے۔ یہ ایک عمدہ علمی خدمت ہے، خدا تعالیٰ اسے قبولِ عام سے نوازیں۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۸ھ)

بیمۂ زندگی اور پراویڈنٹ فنڈ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مفتیٔ اعظم پاکستان ومولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی مدظلہما۔ صفحات: ۸۸۔ قیمت: ۲۵ / روپیہ۔ شائع کردہ: مجلس تحقیق مسائلِ حاضرہ، کراچی۔ ملنے کا پتا:

ناظم ماہنامہ ''بینات''، نیوٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

علمائے کراچی کی ''مجلسِ تحقیق'' نے جن جدید مسائل کو بحث وتمحیص کے لیے منتخب کیا، ان میں ''بیمہ'' اور ''پراویڈنٹ فنڈ'' کے مسائل بھی تھے۔ مولانا محمد اِسحٰق سندیلوی صاحب نے ''مجلسِ تحقیقات لکھنؤ'' کی جانب سے اور اس کی مختلف صورتوں کی وضاحت کرتے ہوئے ۱۲ نکات پر مشتمل ایک سوال نامہ پاک و ہند کے تمام علماء کی خدمت میں بھیجا تھا، اہم سوالات کا خلاصہ یہ تھا:

۱:...بیمہ کمپنی بیمہ داروں کو جو منافع دیتی ہے، وہ شرعی ''ربا'' ہے یا نہیں؟

۲:...اگر ''ربا'' ہے تو بعض مصالح کے پیشِ نظر اس کے جواز کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟

۳:...بیمۂ زندگی، بیمۂ املاک اور بیمۂ ذمہ داری تینوں کا ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ؟

۴:...بیمہ میں قمار پایا جاتا ہے یا نہیں؟ اگر قمار ہے تو اس کے جواز کی گنجائش ہے یا نہیں؟

۵:...بیمہ دار سود نہ لے تو کیا حکم ہے؟

۶:...کیا بیمہ کے منافع کو سود کے بجائے اِمداد اور تبرّع واحسان قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

۷:...کیا دار الحرب میں مسلمان کے لیے حربی کمپنیوں سے بیمہ کا معاملہ جائز ہوگا؟

۸:...بیمہ کا کاروبار نجی کمپنیوں کے بجائے حکومت کی تحویل میں ہو تو کوئی جواز کی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟

۹:...بیمہ کا منافع لے کر صدقہ خیرات کردے تو کیا حکم ہے؟

اس کا مفصل جواب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اور مفتی ولی حسن ٹونکی نے مرتب کیا اور ''مجلسِ تحقیق'' نے اِجتماعی غور وفکر کے بعد ان دونوں فتاویٰ کی تائید وتصدیق کی۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ بیمہ کے موجودہ طریقۂ کار میں قمار، غرر اور ربا تینوں پائے جاتے ہیں، اس لیے یہ کسی طرح بھی جائز نہیں، خواہ بیمہ کا کاروبار نجی کمپنیاں کرتی ہوں یا وہ حکومت کی تحویل میں ہو۔ البتہ بیمہ کے طریقۂ کار کو بدل کر اسے آسانی سے اسلام کے مطابق ڈھالا جاسکتا ہے۔ یہ رسالہ اس موضوع پر تحقیق کرنے والے حضرات کے لیے ایک قیمتی دستاویز ہے۔

دُوسرے رسالہ میں ''پراویڈنٹ فنڈ'' پر جو ''سود'' دیا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اس فنڈ پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی؟ یہ فنڈ ملازم کی رضامندی سے کاٹا جائے یا قانوناً کاٹا جائے؟ دونوں کا ایک ہی حکم ہے

یا الگ الگ؟ ان سوالات پر ''مجلسِ تحقیق'' غور و فکر کے بعد جس نتیجہ پر پہنچی حضرت مفتی صاحب نے اسے قلم بند فرمایا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۹۰ھ)

صفائی معاملات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مکتبہ قاسم العلوم، جے ون ۱۴۰، کورنگی کراچی۔

یہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کا معاملات کی رائج الوقت صورتوں کے احکام میں مشہور رسالہ ہے۔ حضرتؒ اس کی تمہید میں لکھتے ہیں:

''نصوصِ صریحہ سے ثابت ہے کہ من جملہ اَجزائے دِین کے تصحیح معاملات بھی ہے، بلکہ بعض اعتبار سے یہ اہم الاجزا ہے، مگر ہمارے زمانہ میں سب سے زیادہ کوتاہی اور بے اِلتفاتی اس مقدمہ میں واقع ہو رہی ہے، اس لیے ضروری ہوا کہ جو صورتیں اس وقت کثیر الوقوع ہیں، اس کے اَحکام مختصر اور سلیس عبارت میں جمع کر دیے جائیں تا کہ علم باعثِ عمل ہو۔ ومن اللّٰہ التوفیق والاعانۃ''

حضرت حکیم الامتؒ کے دُوسرے رسائل کی طرح یہ رسالہ تو ایسا ہے کہ اس کو مساجد میں باقاعدہ سنانا چاہیے اور معاملات کو شریعت کے مطابق ادا کرنے کی ترغیب دینا چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ)

اِسلام کا نظامِ تقسیمِ دولت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ مفتیٔ اَعظم پاکستان۔ صفحات: ۵۴۔ قیمت: ا روپیہ ۲۵ پیسے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

حضرت مفتی صاحب کا وہ معروف مقالہ جو راولپنڈی کی بین الاسلامی کانفرنس (فروری ۱۹۶۸ء) کے لیے لکھا گیا اور ''البلاغ'' کراچی، ''الحق'' اکوڑہ خٹک، ''الفرقان'' لکھنؤ اور ''البلاغ'' بمبئی جیسے مؤقر رسائل میں چھپ چکا ہے، سرمایہ داری اور اشتراکیت کے مقابلہ میں اِسلام کا معاشی نظریہ، انفرادی اور قومی ملکیت کے اسلامی حدود، اِسلام کی نظر میں آجر و اَجیر کے برادرانہ تعلقات، اور موجودہ معاشی ناہمواری کا اِسلامی حل

جیسے پیچیدہ مسائل کو سلاست اور جامعیت سے اس میں سمو دیا گیا ہے۔

مقالہ میں جو کچھ آسکتا تھا، وہ ایک حد تک کافی ہے، مگر شافی نہیں! ابھی اس کی ضرورت باقی ہے کہ اس اہم موضوع پر حضرت مفتی صاحب کی کوئی مفصل تصنیف سامنے آئے۔ بہر حال مقالہ بار بار پڑھنے کا ہے۔

کتابت وطباعت بڑی معیاری ہے اور قیمت دعوتی نقطۂ نظر سے معیاری سے بھی بڑھ کر...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۸ھ)

تقسیمِ وراثت کی اہمیت

مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی (مہتمم اشرف المدارس، ناظم آباد، کراچی)۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ا روپیہ۔

اس مختصر کتابچہ میں جناب مفتی صاحب نے ان بے احتیاطیوں پر تنبیہ فرمائی ہے جو ہمارے یہاں تقسیمِ وراثت کے سلسلہ میں روا رکھی جاتی ہیں۔ نیز علم میراث کی اہمیت اور اَکلِ حرام کی وعید پر ۵۱ آیات و احادیث مع ترجمہ درج کی ہیں۔ ص:۶ پر ''ابرائے حق'' کا مسئلہ محلِ غور ہے، میراث پر اگر اس کا اطلاق نہیں ہوتا تو ''تخارج'' کی توجیہ کیا ہوگی؟ بہر حال رسالہ مفید بھی ہے اور بیش قیمت بھی! مصنف کے پتے پر طلب کیا جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۷ھ)

اُصولِ وراثت وترکہ

مولانا محمد خلیل ربانی۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: معتمد اِدارۂ تعلیم وتصنیف، سلیم آباد، خیر پور میرس۔

میت کے مال کو شرعی حصص کے مطابق اس کے وارثوں کے درمیان تقسیم کرنا ''علم فرائض'' کہلاتا ہے، جس کے سیکھنے اور سکھانے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ خاص وصیت فرمائی ہے۔ فقہی کتابوں کے علاوہ عربی، فارسی اور اُردو میں اس پر مستقل تصنیفات بھی موجود ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو حضرت مؤلف کی تصریح کے مطابق درسِ نظامی کے طلبہ اور عدالت کے وکلاء کی مشترکہ تربیت

گاہ میں اِملا کرایا گیا۔ اس میں اُصولِ تقسیمِ وراثت عمدہ سلیقہ سے مرتب کیا گیا ہے، اور اس سے جدید وقدیم دونوں طبقے مستفید ہوسکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

۱:... تقسیمِ وراثت کی اہمیت، ۲:... تسہیل المیراث، ۳:... استیناس الآبد

مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب (مہتمم اشرف المدارس، ناظم آباد، کراچی)۔ ناشر مطبع سعیدی، قرآن محل، بندر روڈ کراچی۔

۱:... اس رسالہ میں قرآن وحدیث سے تقسیمِ وراثت کی ضرورت، اَکلِ حلال کی فضیلت، حرام خوری کا وبال کا ذِکر کیا گیا ہے اور تقسیمِ وراثت میں پیدا شدہ سنگین غلطیوں کی اصلاح کی گئی ہے۔ اس رسالہ پر تبصرہ پہلے آچکا ہے۔ زیرِ نظر اِشاعت میں بعض زائد فوائد کا اضافہ ہے۔

۲:... علمِ میراث کا رسالہ ہے۔ علمِ فرائض کے اُصول واَحکام اس میں عام کتبِ میراث کی طرح بیان کیے گئے ہیں، البتہ اس میں ترکہ کی ترتیب وتقسیم وغیرہ سے متعلق مسائل خاصے ہیں، جن کی طرف مدرّسین کا ذہن کم ہی جاتا ہے۔ اور آخر میں حضرت مفتی صاحب نے تقسیمِ میراث کے لیے (بنوں) کا طریقہ درج فرمایا ہے، جس کے سمجھ لینے سے تصحیح اور مناسخہ کا طویل راستہ کافی سمٹ جاتا ہے۔

۳:... اس رسالہ کا موضوع یہ ہے کہ ''نظرِ شرع میں علم وہ معتبر ہے جس سے خشوع وخضوع، تقویٰ وفکرِ آخرت، حساب وکتاب کا اِستحضار، دُنیا ومافیہا سے زُہد اور آخرت کی رغبت پیدا ہو۔'' اور حدیث: ''فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى أَدْنَاكُمْ'' (۱) میں ''عالم'' سے مراد اسی قسم کا عالم ہے۔ ورنہ بغیر خشوعِ قلب اور تقویٰ کے خواہ کوئی دُنیا بھر کے علوم حاصل کرلے، مگر نظرِ شرع میں وہ ''كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا'' (۲) اور ''چار پائے بر وکتابے چند'' کا مصداق ہوگا۔ بڑا مفید اور اِصلاحی رسالہ ہے۔ تینوں رسالوں کی قیمت علی الترتیب: ایک روپیہ، ۷۵ پیسے اور ۲۰ پیسے ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۸ھ)

---

(۱) رواه الترمذي، مشكاة المصابيح، ص: ۳۴، ط: قديمي كتب خانه، كراچي
(۲) الجمعة: ۵

طریقۂ وصیت

علماء مدرسہ بیت العلم۔ صفحات: ۱۷۰۔ قیمت درج نہیں۔ ٹائٹل: دیدہ زیب ودل کش۔ ناشر: شعبۂ تصنیف وتالیف مدرسہ بیت العلم، گلشن اقبال، کراچی۔ پتا: زم زم پبلشرز، کراچی۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ جو چیزیں اس کی ملکیت میں ہیں، ان کے متعلق ایسی وضاحت کی جائے کہ اس کے اِنتقال کے بعد اس کے ورثاء، متعلقین اور احباب واقارب میں جھگڑا نہ ہو، خصوصاً اپنے مال وجائیداد کے بارہ میں حتی الامکان ایسی کھلی وضاحت کرجائے کہ اس کی اولاد میں سے کوئی کسی کو اس کے شرعی حق سے محروم نہ کرسکے، نیز اگر دُوسرے لوگوں کا قرض اس کے ذمہ ہے تو اس کے بارہ میں بھی کھلے طور پر وصیت کرجائے اور کسی اِعتماد والے شخص کو سب معاملہ سمجھا جائے، اسی طرح اگر حقوق اللہ میں سے کوئی حق مثلاً نماز، روزہ، نذر، کفارہ وغیرہ اور فرض حج ذمہ رہ گیا ہے تو اس سلسلہ میں اپنے بعد والوں کو وصیت کرجائے۔

زیرِ نظر کتاب ''طریقۂ وصیت'' اسی سلسلہ میں کی گئی کوشش کی ایک کڑی ہے اور اس کو اساتذہ بیت العلم نے اکابر علماء کی رہنمائی میں مرتب کیا ہے۔ دِل سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شرفِ قبولیت بخشے اور عوام وخواص تمام لوگوں کو اس سے مستفید فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۱۷ھ)

رِشوت ایک لعنت

حافظ محمد سعداللہ۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مرکز دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، نسبت روڈ، لاہور۔

موجودہ دور میں مظلوموں کی دادرسی نہیں ہوتی، قاتل دندناتے پھرتے ہیں اور ملک میں امن وسکون اور اِنصاف میسر نہیں! اس کے محرکات اور اَسباب وعوامل پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سب ملعون رشوت کی کارستانیاں ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ میں فاضل مؤلف نے رشوت کا مفہوم، اَکل حلال کی اَہمیت، قرآن میں رشوت کا ذکر، رشوت کی حرمت، عدالت کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کرسکتا، رشوت کے محرکات، رشوت کے اثرات، حکام کے حقوق اور رشوت سے بچاؤ کی ممکنہ تدابیر وغیرہ پر نہایت ہی سلیقہ سے کام کیا ہے۔ کتابت وطباعت اور کاغذ معیاری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ)

آلاتِ جدیدہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۳/۶۰ روپے۔ پتا: ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی نمبر۱۴۔

اس کتاب میں جدید آلات (لاؤڈ اسپیکر، گراموفون، فوٹوگرافی، سینما، انجکشن، ریڈیو، ہوائی جہاز اور انسانی بدن میں خون کے استعمال) سے متعلقہ فقہی مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ کتاب ہر مسلمان کے لیے لائقِ استفادہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۱ھ)

لاؤڈ اسپیکر کے شرعی اَحکام

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ صفحات: ۶۸۔ قیمت: ۱/۳۷ روپے۔ پتا: ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی، نمبر۱۴۔

نماز اور خطبۂ جمعہ میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال صحیح ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ علمی حلقوں میں مدت تک بحث ونظر کا موضوع رہا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے ماہرین کی آرا اور فقہی اُصول کی روشنی میں اکابر علماء سے مراجعت کے بعد یہ فیصلہ دیا ہے کہ اس کا استعمال نماز میں مکروہ ہے، مگر اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ زیرِ نظر رسالہ میں اس مسئلہ سے متعلقہ مواد نہایت دل نشین پیرائے میں مرتب فرمایا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۱ھ)

اِسلام اور موسیقی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، مفتیٔ اعظم پاکستان۔ شرح وتحقیق: مولانا عبدالمعز، اُستاذ دارالعلوم، کراچی۔ صفحات: ۲۴۸۔ قیمت: ۴۵ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم، کراچی ۱۴۔

حضرت مفتی صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے اپنی عربی تفسیر ''احکام القرآن'' میں ''کشف العنا وصف الغنا'' ساز اور آواز پر بہت ہی مفصل ومتین کلام فرمایا ہے، جس میں کتاب وسنت اور فقہ وتصوف کی روشنی میں مسئلہ کے تمام اَطراف وجوانب کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

راقم الحروف کی مدت سے تمنا تھی کہ اس رسالہ کا اُردو ترجمہ شائع کیا جائے۔ یہ سعادت جناب مولانا محمد عبدالمعز صاحب (اُستاذ دارالعلوم کراچی) کے حصہ میں آئی۔ موصوف نے صرف ترجمہ پر اکتفانہیں کیا، بلکہ پوری کاوش وتحقیق سے اس رسالہ کی شرح بھی فرمائی ہے۔

مصنفؒ کے ذکر کردہ حوالوں کی تخریج کی ہے، مزید اَحادیث وآثار کا اضافہ کیا ہے، شروع میں ساٹھ صفحات کا مقدمہ رقم فرمایا ہے، جس میں سرود وغنا اور ساز وآلات کے مسئلہ کا عقلی ونفسیاتی پہلوؤں سے جائزلیا گیا ہے اور آخر میں تکملہ لکھا ہے، جس میں اباحت پسندوں کے عقلی ونقلی شبہات کا حل بہت ہی شرح وتفصیل اور تحقیق ومتانت سے پیش کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ)

سرمایہ دارانہ اور اِشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ (پہلا ایڈیشن)

حضرت مولانا شمس الحق افغانی۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ حکمتِ اِسلامیہ، نوشہرہ صدر، ضلع پشاور۔

ہمارے یہاں مختلف نظام ہائے معیشت کے حسن وقبح پر بحث ومباحثہ کا سلسلہ کچھ عرصہ سے جاری ہے۔ ایک فریق اپنے مخصوص مفاد کی خاطر اِشتراکی نظام کو تمام امراض کا واحد حل قرار دیتا ہے، اور غلطی یا مغالطہ اندازی کی بنا پر اِسلام کو بھی اِشتراکی نظام کی اِبتدائی شکل قرار دے کر اِسلامی اِشتراکیت کا پرچار کرتا ہے۔ اس کے برعکس دُوسرا فریق اپنے ظالمانہ نظامِ سرمایہ داری کے تحفظ کے لیے اِسلام کی پناہ لینا چاہتا ہے۔ لیکن اِسلام نہ اِشتراکی نظام سے کوئی ادنیٰ مطابقت رکھتا ہے، نہ مغرب کے نظامِ سرمایہ داری کی اجازت دیتا ہے۔ زندگی کے باقی تمام شعبوں کی طرح معیشت واِقتصاد میں بھی وہ اپنے مستقل اُصول وضوابط اور مسائل واَحکام رکھتا ہے، جنھیں آپ چاہیں تو ''اِسلام کا معاشی نظام'' کہہ سکتے ہیں۔ اِسلام کا نظامِ معیشت دُنیا بھر کے نظام ہائے معیشت کی خوبیوں کا حامل اور ان کے نقائص سے یکسر پاک ہے۔

حضرت علامہ کا زیرِ نظر مقالہ اس موضوع پر نہایت جامع اور محققانہ ہے۔ مکتبہ حکمتِ اِسلامیہ نے اسے خوب صورت لباس میں شائع کر کے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء!**

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ)

سرمایہ دارانہ اور اِشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ

(مجلد، دُوسرا ایڈیشن)

شیخ التفسیر حضرت علامہ شمس الحق افغانی نوّر اللہ مرقدہٗ۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۱۴ روپے۔
پتا: اِدارۃ البحوث والدعوۃ الاسلامیہ، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، زرگری، کوہاٹ۔

اِسلام بذاتِ خود ایک مکمل نظامِ حیات ہے، جو اِنسانی زندگی کے تمام معاملات کا کفیل ہے، اور کوئی شعبۂ زندگی ایسا نہیں، جس کے لیے اِسلام نے راہ نما اُصول نہ دیئے ہوں۔ مگر گزشتہ چند صدیوں سے مغربی طاقتوں نے اپنی مسلسل جدو جہد سے اسلامی ممالک کے تمام شعبہ ہائے زندگی (سیاسی، سماجی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی) کو (اسلام سے مختلف) اپنے سانچوں میں ڈھال لیا۔ آزادی کے بعد مسلمان ابھی تک اس دلدل سے نکلنے نہیں پائے تھے کہ ایک نیا نظام ''اِشتراکیت'' کے نام سے وجود میں آیا، جو ضرر میں اپنی نظیر آپ ہے۔ انہی خطرات کے پیشِ نظر یہ کتاب لکھی گئی، تاکہ مسلمان اس فتنہ سے آگاہ بھی ہوں اور اس کے سدِ باب کے لیے تیار بھی۔ کتاب نئے ایڈیشن میں تمام خوبیوں سے آراستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ناشرین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۴ھ)

اِسلام میں جاگیرداری و زمینداری کا نظام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر اَحمد عثمانیؒ۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۵۰/۷ روپے۔ پتا: اِدارہ اِسلامیات، ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔

''زن، زر، زمین مشترک'' کے کیمونسٹ پروپیگنڈا سے متأثر ہوکر یہ کہنا کہ ''بٹائی پر زمین دینا ناجائز ہے'' خلافِ عقل بلکہ شریعتِ حقہ کے متصادم ہے۔

زیرِ تبصرہ رسالہ میں اسی بات کی قلعی کھولی گئی ہے۔ درحقیقت یہ حضرت مولانا ظفر اَحمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مقالہ ہے، جو اُنہوں نے حضرت مولانا سیّد مناظر اَحسن گیلانی رحمہ اللہ کے ایک علمی مضمون پر ناقدانہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔ جس میں مزارعت کے جواز پر دلائل دینے کے علاوہ مفصل مگر آسان اور

عام فہم انداز میں قائلین عدمِ جواز کے دلائل کا تجزیہ کرتے ہوئے اِس بات کا جواب دیا گیا ہے کہ حضرت اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مزارعت کن صورتوں میں ناجائز ہے اور وہ اُن کو کیوں ناجائز کہتے ہیں؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۴ھ)

اِسلامی نظامِ معیشت کے چند اُصول

مولانا نور احمد اعظمی ۔ صفحات: ۹۴ ۔ قیمت: ا روپیہ ۔ پتا: اِدارۃ المعارف، فرید آباد، ڈھاکہ نمبر ۴ ۔

مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام اور رُوس اور چین کے مارکسزم (سوشلزم) کے مقابلہ میں اِسلام کون سا نظامِ معیشت پیش کرتا ہے؟ اس سلسلہ میں مصنف نے اِسلام کے چند مختصر اُصول پیش کیے ہیں ۔ موجودہ دور میں ایسی کتابوں کی بڑی ضرورت ہے ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۰ھ)

مسلم کانسٹیٹیوشن فار پاکستان

جناب انوار احمد قادری بی. اے، ایل. ایل. بی، ایم. ایل، آئی. بی. سی. ایل ۔ صفحات: ۹۰ ۔ پتا: شریعت انٹرنیشنل فارم ۱۴/۱۴۶۲، فیڈرل بی ایریا، کراچی نمبر ۳۸ ۔

کتاب کا موضوع ''اِسلامی دستورِ حکومت'' ہے ۔ مصنف نے اِسلامی دستور کے مآخذ کو ذکر کرنے کے بعد اِقتدارِ اعلیٰ اور حکومت وغیرہ سیاسی اِداروں کی اِصطلاحات کا اِسلامی مفہوم واضح کرتے ہوئے قرآن وحدیث اور فقہِ اِسلامی کی روشنی میں ان کے صحیح مناصب کا تعین کیا ہے ۔ حکومت اور عوام کے حقوق وفرائض اور مقننہ، اِنتظامیہ اور عدلیہ کے اُصول وضوابط پر عمدہ اُسلوب میں بڑی اچھی بحث ہے ۔ حکومت کے شعبۂ مالیات اور اس کی معاشی پالیسی پر بھی تبصرہ ہے جس سے مزدوروں کے مسئلہ کا اِسلامی حل تلاش کیا جاسکتا ہے ۔ فاضل مصنف نے ایک ماہرِ قانون کی حیثیت سے اِسلامی دستور سے دیگر دساتیر کا تقابلی مطالعہ بھی پیش کیا ہے ۔ سب سے اہم بات یہ کہ اِسلامی دستور کو پاکستان کے حالات پر منطبق کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ کتاب اِختصار کے باوجود خاصی اِفادیت رکھتی ہے، خصوصاً انگریزی خواں طبقہ کے لیے تو اس کا مطالعہ بہت ہی مفید ہے ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ)

اِسلام کا نظامِ حقوق وفرائض

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ۔ ترجمہ: حکیم شریف احسن خان۔ صفحات: ۱۲۰۔ قیمت (مجلد): ۹ روپے۔ اعلیٰ ایڈیشن: ۱۲ روپے۔

اِسلام نے ایک مسلمان کے ذمہ جو حقوق اللہ اور حقوق العباد عائد کیے ہیں، ان کی ایک فہرست مختصر تشریح کے ساتھ ''حقیقت الاسلام'' کے نام سے مرتب فرمائی تھی۔ زیرِ نظر رسالہ اس کا ترجمہ ہے۔ جناب حکیم صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے! اُنہوں نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کی احادیث کی تخریج بھی فرمائی ہے جو بہت ہی بابرکت خدمت ہے، اور ''حقوق النفس'' کے عنوان سے ایک تکملہ بھی لکھا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۲ھ)

آسان میراث

جناب مفتی محمد جہانگیر صاحب۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۹ روپے۔ پتا: سی ۱۷، بلاک ۴، گلشن اقبال، کراچی۔

علم میراث کو ''نصف علم'' کہا گیا ہے اور جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق قربِ قیامت میں سب سے پہلے علم میراث ہی اُٹھایا جائے گا، یعنی اس کے پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے کی طرف سے توجہ ہٹ جائے گی۔

صادق وامین جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی حرف بحرف صادق آرہی ہے کہ اب پہلے کی نسبت علمِ میراث کے پڑھنے کی طرف توجہ کچھ کم ہی ہوتی ہے۔

قابلِ صد ستائش ہیں جناب مفتی محمد جہانگیر صاحب! جنہوں نے اپنے اس مختصر رسالہ میں اس کی تسہیل فرمائی ہے۔ رسالہ میں نہایت ہی سادہ مگر سہل زبان میں علمِ میراث کی اِصطلاحات بیان فرما کر ایک جدوَل کے ذریعہ ذوالفروض اور عصبات کو نہایت ہی سلیقہ اور ترتیب سے لکھ دیا گیا ہے۔ نیز یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ فلاں وارث کے ہوتے ہوئے فلاں فلاں محروم ہوں گے، پھر کس کا کتنا حصہ ہوگا؟ اس کے بعد پوری کتاب میں ذوالفروض، عصبات اور ذوالارحام سے متعلق ۱۲۵ مختلف سوالات حل کیے گئے ہیں، تاکہ ان حل شدہ سوالات پر مشق کرنے کے بعد طلبہ میں میراث کے سوالات خود حل کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے۔ بجاطور پر کہا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد کسی سے پڑھے بغیر خود بخود بھی طالبِ علم

مسئلہ حل کرسکتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب طلبہ کے لیے از حد مفید ثابت ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ)

اِسلام میں ضابطۂ تجارت

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی۔ صفحات: ۱۴۸۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: مکتبۃ السلام، دس پورہ، لاہور۔

اِسلام میں اَکلِ حلال کی جس قدر ترغیب اور حرام کمائی سے جس قدر اِحتراز کی تاکید کی گئی ہے، وہ کسی مسلمان سے اوجھل نہیں۔ لیکن شرعی اَحکام و مسائل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مسلمان ناجائز کاروبار کرتے ہیں۔

زیرِ نظر کتابچہ میں اَحادیثِ نبویہ کی روشنی میں تجارت کے اَحکام و مسائل مرتب کیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ لائقِ قدر ہے اور فاضل مؤلف چونکہ اہلِ حدیث مسلک کے ہیں، اِس لیے بعض اَحادیث کی تشریح اُنہوں نے اپنے ذوق کے مطابق فرمائی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۹ھ)

اسلامی معیشت کے بنیادی اُصول

جناب مولانا مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی۔ صفحات: ۲۵۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِسلامی کتب خانہ، نزد علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ، کراچی۔

زیرِ نظر کتاب میں -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- اِسلامی معاشیات کے بنیادی قوانین کو نہایت بسط و تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

دورِ جدید میں جہاں اِنسان نے مختلف میدانوں میں تجدد کی راہیں اپنائی ہیں، وہاں اس نے کسبِ معاش اور تحصیلِ زَر کے لیے بھی مختلف طرق و انداز اپنا لیے ہیں، جس میں بلا اِستثناء جائز و ناجائز، حلال و حرام، ہر طرح کے کاروبار کو عروج حاصل ہو رہا ہے۔ جوا، سود، سٹہ، ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری وغیرہ مختلف شکلوں کو باعزّت کاروبار اور باوقار پیشہ کے طور پر اَپنا لیا گیا ہے، پھر ستم بالائے ستم یہ کہ بعض کم سواد ایسی صریح البطلان کاروباری شکلوں کے جواز کے دلائل جمع کرنے پر طبع آزمائی کرنے لگے اور باقاعدہ ایسی

ناجائز شکلوں کے جواز پر مضامین کا سلسلہ شروع ہوگیا۔
اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی زید مجدہم کو کہ انہوں نے بروقت اِس فتنہ کی سرکوبی کی اور اُمتِ مسلمہ پر عموماً اور نئی پود پر خصوصاً کرم فرمایا کہ ایسی تمام ناجائز کاروباری صورتوں کی نشان دہی کر دی، جو آج کل بازاروں میں مروّج ہیں۔ نیز قرآن وسنت کی روشنی میں حلال کسبِ معاش کے لیے راہ نما اُصول متعین فرمادیے، جن کی روشنی میں ایک مسلمان جائز اور حلال طریقہ سے رزق کما سکتا ہے اور ناجائز وحرام کے اِرتکاب سے بسہولت بچ سکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ)

کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم

مولانا محمد تقی عثمانی۔ ترجمہ: مولانا محمد عبداللہ میمن۔ صفحات: ۹۰۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ پتا: میمن اِسلامک پبلشرز: ۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

موجودہ رائج شدہ کرنسی نوٹ کی فقہی حیثیت کے بارہ میں علماء کے درمیان کافی اِختلاف پایا جاتا ہے، اوراس کی فقہی حیثیت کی تعیین کے بعد ہی اس سے متعلق بہت سے فقہی مسائل اوراَحکام کا شرعی حل نکلتا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد تقی عثمانی نے عربی زبان میں اس مسئلہ پر ایک تفصیلی فقہی مقالہ تحریر فرمایا۔ یہ فقہی مقالہ ''اِسلامی فقہ اکیڈمی'' جدہ کے اِجلاس میں پڑھا گیا اور دُنیا کے اکثر چیدہ چیدہ فقہاء نے اس کی تائید کی۔ اب یہ فقہی مقالہ ''أحکام الأوراق النقدیة'' کے نام سے مکتبہ دارالعلوم کراچی سے شائع ہوچکا ہے، لیکن اِفادۂ عام کے پیشِ نظر مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب نے اس مقالہ کو اُردو میں منتقل کردیا۔ چنانچہ چاررنگا خوب صورت ٹائٹل اور اعلیٰ کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ ''میمن اِسلامک پبلشرز'' نے اس کو شائع کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مفید بنائے اور فائدہ عام فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ)

ماہِ رجب؛ چند غلط فہمیوں کا ازالہ

مولانا محمد تقی عثمانی۔ صفحات: ۱۶۔ قیمت: ۸ روپے۔ پتا: میمن اِسلامک پبلشرز ۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹۔

ماہِ رجب کے بارہ میں عوام اور خصوصاً اہلِ بدعت نے متعدد خودساختہ فضائل و برکات اور روافض نے رجب کے کونڈے وغیرہ کے عنوان سے خرافات گھڑ رکھی ہیں، جس سے سیدھے سادے اہلِ حق عوام بھی متأثر ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں (جو درحقیقت جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہٗ کا ایک خطاب ہے) ماہِ رجب کے بارہ میں اِس قسم کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دُور کرنے کے لیے نہایت ہی سادہ مگر پُرکشش، عقلی اور نقلی اَنداز سے بات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کتاب کے مرتب، جامع اور ناشر تمام حضرات کی اِس پُرخلوص کوشش کو شرفِ قبول بخشے اور اَپنی شایانِ شان بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ)

اِنسانی اعضاء کا احترام اور طبِ جدید

مولانا مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی۔ صفحات: ۱۴۱۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: اِسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵، پاکستان۔

دورِ جدید میں طبّی سائنس کی ترقیات نے جہاں اور بہت سے مسائل پیدا کیے ہیں، وہاں ایک اہم ترین سوال یہ کھڑا کیا ہے کہ کیا انسانی اعضاء میں تصرف، اُن کی چیر پھاڑ، ان کی پیوندکاری اور ان کی خرید وفروخت جائز ہے؟ اس سلسلہ میں چند سال قبل دارالافتاء سے رُجوع کیا گیا تو کراچی کی مجلسِ مسائلِ حاضرہ کے وقیع ارکان نے جو فیصلہ صادر فرمایا وہ ''انسانی اعضاء کی پیوندکاری'' کے عنوان سے مطبوعہ رسالہ کی شکل میں دستیاب ہے۔

لیکن بایں ہمہ بعض حضرات نے اس پر شکوک وشبہات پیدا کیے، بلکہ جب بعض مصری، سعودی، اُردُنی اور بعض پاکستانی علماء نے جواز کے فتوے دیے تو عوام الناس کا ایک بار پھر رُجوع ہوا کہ صحیح صورتِ حال واضح کی جائے۔ اگر جائز نہیں تو مجوزین کے شبہات کا اِزالہ کیا جائے اور ان کے دلائل کا جواب دیا جائے۔ چنانچہ یہ کام جناب مولانا مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی زید مجدہٗ (مفتی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) کے سپرد کیا گیا۔ موصوف نے نہایت عرق ریزی سے قرآن وسنت اور اَئمۂ سلف کے اِرشادات کی روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ لیا ہے اور کوشش کی ہے کہ اس سلسلہ میں جتنے شبہات پیش کیے

جاتے ہیں یا مغالطے دیے جاتے ہیں، ایک ایک کرکے ان کو صاف کردیا جائے۔
الحمدللہ! اس مسئلہ پر ذریں نقول کا خاصا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو اُمت کے لیے نافع اور مؤلفِ موصوف کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

نفع المفتی و السائل (عربی)

مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنویؒ۔ صفحات: ۱۳۶۔ تقطیع: $\frac{۲۰\times۳۰}{۸}$۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: کتب خانہ مجیدیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔

''نفع المفتی و السائل بجمیع متفرقات المسائل'' حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کا معروف رسالہ ہے۔ مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

''یہ ایک نافع مجموعہ ہے جو متفرق مسائل پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض افضل العبادات نماز سے متعلق ہیں اور بعض حظر واباحت سے متعلق ہیں۔ یہ مسائل مجھ سے حیدرآباد دکن کے قیام کے دوران دریافت کیے گئے تھے..... اس کی تالیف کی ابتدا اور اس سے فراغت ذوالحجہ ۱۲۸۷ھ میں ہوئی۔''

یہ رسالہ فقہ کے طالب علموں کے لیے واقعی بہت نافع ہے، جس میں بہت مختصر انداز میں بہت سے مسائل جمع کردیے ہیں۔ ان میں سے بیشتر مسائل سوال وجواب کے انداز میں ہیں، جس کے ذریعہ طلبہ کی تمرین بھی خوب ہوسکتی ہے۔ یہ رسالہ متعدد بار طبع ہوکر کمیاب ہوچکا تھا، ناشرین کو حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس قیمتی رسالہ کی اِشاعت کا اہتمام کیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۳ھ)

تحدیدِ نسل اور اِسلامی تعلیمات

مولانا محمد عبیداللہ الاسعدی۔ صفحات: ۱۵۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اسلامک بک سینٹر، مکارم نگر برولیا، لکھنؤ نمبر ۷، یو. پی، انڈیا۔

یہود ونصاریٰ کو جب مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی اور تعداد اپنے لیے خطرہ معلوم ہونے لگی تو ان کی تعداد کو مزید بڑھنے سے روکنے کے لیے ''اِضافۂ آبادی'' اور ''قلتِ پیداوار'' کا ہوّا کھڑا کرکے فیملی پلاننگ

اور برتھ کنٹرول کی تحریک چلائی گئی۔ ہندوستان کی طرح پاکستان میں بھی ایوبی دور میں مسلمانانِ پاکستان کو اس صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑا، لیکن جیسے پاکستان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور جناب مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی باطل نظریات کا دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لیے ملحدین اور مستشرقین کا منہ بند کرنے میں علمی دُنیا میں کامیاب ہوئے، اسی طرح ہندوستان کی حدود میں اللہ تعالیٰ نے دُوسرے جلیل القدر علماء کے ساتھ مولانا محمد عبیداللہ اسعدی کا انتخاب بھی کیا۔

زیرِ نظر کتاب میں فاضل مصنف نے جہاں ''تحدیدِ نسل'' کو عقلاً، عرفاً، طبعاً، شرعاً اور تجربتاً باطل ثابت کیا ہے، وہاں ملحدین کے اس موضوع پر جملہ اعتراضات کے مسکت جوابات بھی دیے۔ کتاب میں مندرجہ ذیل اُمور پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے:

محاسنِ نکاح، نکاح کا شرعی حکم، تحصیلِ اولاد کی مصلحت اور اس کے اُخروی فوائد، تحدیدِ نسل کی صورتیں، اسبابِ قتل، تحدیدِ نسل کی تردید، اِسقاطِ حمل کے اَحکام، نس بندی، اختصا کے اَحکام، عزل، مخالف و موافق روایات، نظریۂ تحدیدِ نسل کی آپ بیتی، بنیادی مفاسد، بنیادی غرض، اور دیگر اُمور پر تفصیل سے دلائل کے ساتھ بڑے حسن وخوبی سے بحث کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ)

اشرف الاحکام

جناب الحاج صوفی محمد اِقبال قریشی۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ ناشر: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، بٹہ شرقی، نزد مسجد فردوس، ہارون آباد، ضلع بہاول نگر۔

حضرت حکیم الامت مجددُ الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے گرامی قدر ملفوظات کے اندر تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف غرض ہر طرح کے لطائف وعجائب اور نکات نہایت سلیس اور عام فہم انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جنابِ مرتب کو! جنھوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات سے نہایت عرق ریزی سے ان عجائبات کو کتابی شکل دے دی۔ زیرِ نظر رسالہ میں فقہی نادر معلومات کو یکجا کردیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ ذوق پذیرائی میں بخل سے کام نہیں لیں گے!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۹ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اُن کی فقہ (جلد اوّل)

ڈاکٹر حنیفہ رضی (پی، ایچ، ڈی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)۔ صفحات: ۲۷۶۔ قیمت (مجلد): ۸روپے۔ پتا: ندوۃ المصنفین، اُردو بازار، جامع مسجد دہلی، بھارت۔

چند ماہ قبل ماہنامہ ''برہان'' دہلی کے ذریعہ یہ خبر ملی تھی کہ مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی سرپرستی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ دینیات میں ریسرچ کا، ریسرچ اسکالروں کے لیے باقاعدہ انتظام کردیا گیا ہے اور اس کے لیے اعلیٰ درجہ کے علمی و تحقیقی عنوانات منتخب کیے گئے ہیں۔

حنیفہ رضی صاحبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر، اور مولانا محمد رضوان صاحب امام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ پر کام کررہے ہیں اور اُن کے مقالے تیاری کے آخری مراحل میں ہیں۔ ہمیں ان دنوں مقالوں کا شدت سے انتظار تھا، مقامِ شکر ہے کہ ڈاکٹر حنیفہ رضی صاحبہ کا مقالہ توقع سے پہلے چھپ کر آگیا۔

مقالہ پانچ حصوں پر تقسیم ہے: پہلے حصہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نجی حالات، اخلاق وعادات اور اسلام کے راستہ میں ان کی خدمات کا ذکر ہے۔ مقالہ نگار نے کوشش کی ہے کہ اس حصہ میں وہ سارا مواد مرتب کردیا جائے جس کا تعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے اور وہ حدیث وسیرت کی کتابوں میں بکھرا پڑا ہے۔

حصہ دوم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی علمی فضیلت، کبارِ صحابہ میں ان کا علمی مقام، علومِ نبوّت کی تعلیم و تبلیغ میں ان کے شان دار کارنامے اور اُمتِ اسلامیہ پر ان کے احسانات کا بیان ہے۔ اسی ذیل میں ان حضرات کا ذکر بھی آیا ہے جنہوں نے قرآن وحدیث اور فقہ کا استفادہ براہِ راست حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا اور بعد میں پوری اُمت نے ان کی خوشہ چینی کی، نیز اس میں عبداللٰہی دارالعلوم ''کوفہ'' کی علمی وسعتوں کا ذکر بھی چھیڑا ہے۔

حصہ سوم میں حدیث کی چھوٹی بڑی کتابوں سے معلم امت کے اقوال وخطبات جمع کیے گئے ہیں اور صحبتِ نبوی کی برکت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بالخصوص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں فنائے دُنیا اور بقائے آخرت کا جو ہمہ دم استحضار پیدا ہوا تھا، اُسے نمایاں کیا گیا ہے۔

حصہ چہارم میں ان علمی نکات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بظاہر مختلف احادیث کیوں مروی ہیں؟ متعارض احادیث کے درمیان ترجیح کے اُصول کا مدار قوت وضعف کے دلائل پر

ہے یا مجرّد کسی کتاب میں اس کے نقل ہو جانے پر؟ اسی ذیل میں اس نکتہ چینی کا علمی تجزیہ کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پانچ سنن کو بھول گئے تھے، خصوصاً معوّذتین اور مصحف ابنِ مسعودؓ کے مسئلہ پر اچھی بحث اس میں آگئی ہے۔

حصہ پنجم میں ''فقہِ ابنِ مسعودؓ'' پر بحث کی گئی ہے، اس کے لیے بطور مقدمہ اجتہاد کی ضرورت، اجتہاد کا مفہوم اور اجتہاد کی شرائط پر گفتگو کی گئی ہے، اسی سلسلہ میں ''حدیثِ معاذ'' اور ''حدیثِ ثقلین'' پر عمدہ بحث ہوئی ہے۔ یہاں پر مقالہ کی پہلی جلد ختم ہو جاتی ہے۔ اور دُوسری جلد میں ''فقہِ ابنِ مسعودؓ'' باقاعدہ مدوّن کیا گیا ہے، (یہ جلد ابھی طباعت کے مراحل میں ہے)۔

اس میں شک نہیں کہ مقالہ کی تدوین اور متعلقہ مواد کی تتبع اور تلاش میں بے حد محنت اور عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے۔ نیز بحث کے دوران مقالہ نگار کی سلامتیٔ فکر نمایاں ہے۔ البتہ زبان و بیان کمزور ہے اور کہیں کہیں ترتیب کی خامیاں بھی نظر آتی ہیں، جس کے لیے مقالہ نگار کی نومشقی معقول عذر ہے۔

''حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو اُمہات المؤمنین سے پردہ نہیں تھا'' جیسی تحقیقات نظرِ ثانی کی مستحق ہیں۔ کتاب کی تصحیح کی زحمت، معلوم ہوتا ہے کسی نے برداشت نہیں کی۔ مقالہ نگار اور اُن کے اُستاذِ محترم مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی مبارک باد کی مستحق ہے، جہاں سے اہم دینی موضوعات پر بھی اچھی اچھی کتابیں آنے لگی ہیں۔

ندوۃ المصنفین کو اس کی طباعت پر بھی مبارکباد کہی جاسکتی تھی، اگر اس کی تصحیح کا تھوڑا بہت اہتمام بھی کرلیا گیا ہوتا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۸ھ)

ترجمہ فتاویٰ عالمگیریہ

مولانا محمد صادق صاحب، ناظم مجلسِ منتظمہ اشاعتِ فتاویٰ عالمگیریہ، سہگل آباد، ضلع جہلم، مغربی پاکستان۔

چند باہمت افراد نے ''مجلسِ منتظمہ اشاعتِ فتاویٰ عالمگیریہ'' کی شکل میں فقہِ حنفی کے عظیم الشان ذخیرہ ''فتاویٰ عالمگیری'' کے ترجمہ و تبویب کا بیڑا اُٹھایا ہے اور یہ خدمت مولانا محمد صادق صاحب کے سپرد کی گئی ہے۔ ہمارے سامنے ترجمہ کا صرف دُوسرا جز ہے جو ''باب الغسل'' اور ''باب المیاہ'' پر مشتمل ہے۔ غسل

کے مباحث کو ۸ دفعات (۳۰-۳۷) اور ۸۶ شقوں میں سمو دیا گیا ہے اور "پانیوں کے مسائل" ۱۶ دفعات (۲۸-۴۳) اور ۲۲۷ شقوں میں جمع کیے گئے ہیں۔ طباعت میں ایک صفحہ پر عالمگیری کا متن اور اس کے مقابل دُوسرے صفحہ پر ترجمہ دیا گیا ہے۔ فاضل ترجمہ نگار نے ترجمہ و تبویب میں تنقیح و تحقیق کا حق الامکان حق ادا کر دیا ہے اور کتاب کی طباعت میں صحت و صفائی اور حسن و آرائش کا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ خدا کرے یہ کام بحسن و خوبی پایہ تکمیل کو پہنچ جائے تو بلا مبالغہ اس صدی کا اہم اور قابلِ قدر کارنامہ ہوگا۔

اس ضمن میں ہم "مجلس منتظمہ" کو مشورہ دیں گے کہ محقق علماء کی ایک جماعت منتخب کر کے کتاب کے الگ الگ اجزاء کے ترجمہ و تبویب کی خدمت ان کے سپرد کی جائے۔ اتنی بڑی کتاب کی اِشاعت کی رفتار اگر اتنی دِھیمی رہی، جتنی کہ اب ہے، تو اس کے انتظار کے لیے عمرِ نوح درکار ہوگی۔ یوں بھی اس کا ۶۴ صفحے کے رسالوں میں منتشر ہو جانا بار ذوق ہے۔ فاضل مترجم نے "وعليه الفتوى"، "وهو الأحوط"، "وعليه الجمهور" جیسے الفاظ کو الگ الگ شقیں قرار دیا ہے، جو تکلف معلوم ہوتا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۳۹۱ھ)

فتاویٰ مظاہر علوم المعروف بہ "فتاویٰ خلیلیہ" (جلد اوّل)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحات: ۴۶۹۔

قیمت (مجلد): ۶۶ روپے۔ پتا: مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور؛ دارالعلوم دیوبند کا قرین و ردیف ہے۔ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی قدس سرہٗ سے لے کر آج تک نہایت بلند پایہ و عالی مرتبت شخصیتیں اس کی تدریس و تنظیم کے شعبوں سے وابستہ رہی ہیں۔ حضرت مولانا محمد اِلیاس کاندھلوی (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء-۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء)، حضرت اقدس الحافظ الحُجّة سیّدنا و مرشدنا مولانا الحاج محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء-۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء)، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء-۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء) (نوّر الله مراقدهم وقدس اسرارهم) اور حضرت مولانا محمد اِنعام الحسن کاندھلوی مدّت فیوضہم (حال اَمیر تبلیغ) جیسے اکابر اسی چشمۂ آبِ حیواں سے سیراب ہوئے جن کے فیوض و برکات اور ارشادات و افادات سے ایک عالم منوّر ہوا۔

جامعہ مظاہر علوم میں زمانۂ قدیم ہی سے اِفتاء کا شعبہ بھی قائم رہا، جس پر دِینی تصلّب اور اِتباعِ سلف کی چھاپ ہمیشہ نمایاں رہی۔ مدرسہ سے جو فتاویٰ جاری ہوتے تھے، ان میں سے اہم فتاویٰ کا رجسٹروں میں

اندراج ہو جاتا ہے۔ مقامِ شکر ہے کہ اس خزانۂ عامرہ کی ترتیب وتدوین اور اِشاعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔
زیرِ نظر جلد فتاویٰ مظاہر علوم کی پہلی جلد ہے جس میں صرف حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنیؒ کے فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں اور حضرتؒ کی نسبت سے اس کا نام ''فتاویٰ خلیلیہ'' رکھا گیا ہے۔

حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ اپنے دور کے بلند پایہ محدث وفقیہ، بے عدیل متکلم ومناظر اور عالی مرتبت شیخ طریقت تھے۔ اِمامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے خلیفۂ اعظم اور آپ کے ظاہری وباطنی علوم کے وارث وامین تھے۔

''فتاویٰ خلیلیہ'' میں بیشتر ان مسائل سے تعرض کیا گیا ہے جو اکابر اہلِ فتویٰ کے درمیان معرکۃ الآرا تھے اور جن میں حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ نے ایسا محاکمہ فرمایا کہ اس سے حضرت کی فقیہانہ بصیرت اور مجتہدانہ عبقریت نمایاں ہوتی ہے، اور جس سے نہ صرف مشہور عام غلطیوں کی اصلاح ہو جاتی ہے، بلکہ اہلِ فتویٰ کو فتویٰ نویسی کے لیے راہنما اُصول بھی ہاتھ آتے تھے۔

کتاب کے شروع میں حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی دام فیضہم کا ''پیش لفظ'' اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدّت فیوضہم کے ''کلماتِ طیبات'' ہیں، جن میں ان فتاویٰ اور صاحبِ فتاویٰ کا مختصر تعارف ہے۔ نیز مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری زید مجدہٗ (جو ہمارے حضرت شیخ الاامام الحافظ الحجۃ مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے نواسہ بھی ہیں اور مجاز بھی) کے قلم سے ایک مبسوط مقدمہ ہے (جسے حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کی مختصر سوانح عمری کہنا موزوں ہوگا)، جس میں حضرت کے فقہی مقام ومرتبہ اور فتویٰ نویسی کے بارہ میں آپ کے معمولات وہدایات کا تذکرہ بہت ہی مؤثر پیرائے میں کیا گیا ہے۔
اس کے بعد ان فتاویٰ کے مرتب جناب مولانا سیّد محمد خالد صاحب کا دیباچہ ہے، جس میں ان فتاویٰ کی اہمیت اور مرتب کے اِلتزامات کا ذکر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ)

اِمدادالاحکام (جلد اوّل)

حضرت مولانا ظفر اَحمد عثمانیؒ۔ صفحات: ۷۵۰۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

شیخ المحدثین فقیہ الامت حضرت علامہ مولانا ظفر اَحمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک وہند کے اکابر علماء

ومشائخ میں شمار ہوتے ہیں، آپ جامعہ مظاہر علوم سہار نپور کے فاضل اجل تھے، رئیس المحدثین شیخ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد سہار نپوری قدس سرہٗ اور حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے، آپ کی دینی، علمی، تبلیغی، اصلاحی اور سیاسی خدمات جلیلہ ناقابلِ فراموش ہیں، آپ ہزاروں علماء کے اُستاذ اور شیخ و مربی تھے۔ جامعہ مظاہر علوم سہار نپور، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامعہ اسلامیہ کشور گنج، ڈھاکہ یونیورسٹی اور جامعہ دار العلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ کے شیخ الحدیث والتفسیر رہے، پوری زندگی تدریسِ حدیث کی خدمت، تبلیغ و دعوت اور اصلاح و ارشاد میں گزاری، عظیم الشان تصنیفی وتالیفی کارنامے سرانجام دیئے، ''اعلاء السنن'' ۲۰ ضخیم جلدیں اور ''احکام القرآن'' آپ کے علمی شاہکار ہیں۔ آپ نے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے حکم پر تحریکِ پاکستان میں زبردست خدمات انجام دیں۔ آپ بھی شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کی طرح معمارانِ پاکستان میں شمار کیے جاتے ہیں، آپؒ نے قیامِ پاکستان کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بھی بڑی جدوجہد کی، مشرقی ومغربی پاکستان کے متعدد دورے کیے اور آخر دم تک اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔ آپ نے ہر باطل تحریک کے خلاف عملی طور پر جدوجہد کی اور تحریکِ ختمِ نبوّت میں اہم کردار ادا کیا۔ مرزائیت وقادیانیت کے خلاف تقریری وتحریری عظیم خدمات سرانجام دیں، جن کی تفصیلات آپ کی سوانح حیات ''تذکرۃ الظفر'' مؤلفہ: مفتی عبدالشکور ترمذی میں دیکھی جاسکتی ہیں، آپ نے قادیانیت کے خلاف متعدد تصانیف اور مضامین لکھے، مناظرے کیے اور ردِّ قادیانیت کے لیے عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

''امداد الاحکام'' اُن فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی نگرانی میں آپ نے محرم ۱۳۴۰ھ سے شوال ۱۳۵۸ھ تک قریباً اُنیس برس کے عرصہ میں تحریر فرمائے۔ ان میں کچھ فتاویٰ حضرت مولانا عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ کے قلم سے ہیں، اور چند فتاویٰ خود حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے رقم فرمودہ ہیں۔ یہ فتاویٰ آٹھ رجسٹروں میں مندرج تھے، جنہیں حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی بحفاظت پاکستان لے آئے تھے اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے دُوسرے مسوّدات کے ساتھ ان کو بھی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے مدرسہ میں جمع کرادیا تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ان فتاویٰ کی فقہی ترتیب وتدوین کروائی۔ مولانا محمد رفیع عثمانی کے مطابق یہ فتاویٰ چھ جلدوں میں سمائیں گے۔ ان میں (زیرِ تبصرہ) پہلی جلد طبع ہوچکی ہے اور دُوسری کی کتابت ہورہی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے "اِمداد الاحکام" کی تمہید اپنے قلم سے تحریر فرمائی تھی، تبرکاً اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

"بعد الحمد و الصلاۃ! عرض ہے کہ ۱۳۴۰ھ میں جب برخوردار مولوی ظفر احمد سلّمہٗ بقصد قیام مستقل تھانہ بھون آئے تو من جملہ اور کاموں کے میں نے فتاویٰ کا کام بھی ان کے سپرد کردیا، کیونکہ کثرتِ مشاغل کی وجہ سے مجھے کتابوں کی تلاش وتفتیش کی فرصت نہ ہوتی تھی۔ برخوردار ہر اس فتویٰ کو جس میں کچھ بھی کسی حیثیت سے اہمیت ہوتی تھی، اَوّل اَوّل بالالتزام مجھے دکھا لیتے تھے اور معمولی فتاویٰ خود لکھ دیتے تھے۔ خدا کے فضل سے فتاویٰ کے کام کو انہوں نے باحسن وجوہ انجام دیا اور بعد چندے جب دیکھا گیا کہ ماشاء اللہ! فتاویٰ نہایت تحقیق سے لکھے جاتے ہیں اور بحمد اللہ! ہر ہر پہلو پر نظر کافی ہوجاتی ہے تو پھر سب فتاویٰ کے دکھلانے کی ضرورت نہ سمجھی گئی، ہاں! پھر بھی اکثر فتاویٰ میں مجھ سے مشورہ کرلیتے تھے اور بعض فتاویٰ کو دکھلا بھی لیتے تھے۔ چنانچہ یہ مجموعہ جو جناب کے سامنے ہے، انہی فتاویٰ کا مجموعہ ہے، اس میں اگرچہ سب میرے دیکھے ہوئے نہیں ہیں مگر برخوردار سلّمہٗ کے فتاویٰ پر مجھے ایسا ہی اطمینان ہے جیسا کہ خود اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ پر۔ اس لیے اس کا نام 'امداد الاحکام ضمیمہ امداد الفتاویٰ' تجویز کرتا ہوں۔ واللہ الموفق! اشرف علی۔"

حضرتؒ کی اس تمہید سے نہ صرف اس مجموعۂ فتاویٰ کی وقعت واضح ہوجاتی ہے بلکہ یہ بھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجموعہ کو بھی 'اِمداد الفتاویٰ' کا تتمہ قرار دیا ہے اور یہ بہت بڑی شہادت ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی عجیب قدرت ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے علوم کی اِشاعت ان کے وصال کے بعد زیادہ ہونے لگی ہے، چنانچہ ان کی معرکۃ الآرا کتاب 'اِعلاء السنن' نئی آب وتاب سے چھپ رہی ہے، ان کی تفسیر چھپ چکی ہے اور ان کے فتاویٰ کی اِشاعت بھی ہو رہی ہے۔ شاید یہ قبولیت کی علامت ہے!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

فتاویٰ حبیبیہ

حضرت الحاج مولانا مفتی محمد حبیب اللہ صاحب مظاہری برمی مہاجر مکی۔ صفحات: ۷۸۸۔ قیمت (مجلد): ۱۰۴ روپے۔ پتا: مولانا محمد ادریس صاحب، مہتمم جامعہ خلیلیہ، موسیٰ کالونی، کراچی نمبر ۱۹۔

مولانا مفتی محمد حبیب اللہ زید مجدہم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ابنائے قدیم میں سے ہیں، فتاویٰ نویسی کی مشق موصوف نے مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر کی تھی۔

زیرِ نظر کتاب ان کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ پوری کتاب بالاستیعاب دیکھنے کا تو موقع نہیں ملا، جستہ جستہ مقامات سے اس کا مطالعہ کیا، ماشاء اللہ! بہت مفید مجموعہ ہے۔ دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے جناب مولانا مفتی محمد عبدالسلام صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں:

''احقر نے از اوّل تا آخر بالاستیعاب اس کا مطالعہ کیا، اور اس کو بیشتر فقہی جزئیات، خصوصاً مسائل نوادر وحوادث کا مجموعہ پایا۔ اسال اللّٰہ ان یجزی المؤلف الجزاء الأوفیٰ! فتاویٰ میں جو مسائل غیر ضروری یا مفتیٰ بہ اقوال کے خلاف تھے انہیں حذف کردیا گیا۔ بعض جگہ عبارت کی اصلاح بھی کردی گئی۔''

جامعہ دارالعلوم کراچی کے جناب مفتی محمد عبداللہ صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں:

''احقر نے صرف مسائل کی تصحیح کی غرض سے ان فتاویٰ کو نگاہِ تنقید سے دیکھا۔ ماشاء اللہ! اکثر وبیشتر مسائل ایسے پائے جو جزئیاتِ فقہیہ سے مزین ہیں یا کتبِ معتبرہ اور فتاویٰ اکابر سے منقول ہیں، اور بہت کم ایسے مسائل نظر آئے کہ جو قابلِ مشورہ یا نفسِ جواب کی صحت میں شبہ ہوا ہو۔ ان کی نشان دہی اصل مسودہ کے حواشی میں کردی ہے۔''

دو مستند مفتیوں کی بالاستیعاب تصحیح اور نظرِ ثانی کے بعد یہ مجموعہ لائقِ اعتماد قرار پاتا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ عوام وخواص اس ذخیرہ سے مستفید ہوں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۶ھ)

جواہر الفقہ (جلد اوّل)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ۔ صفحات: ۵۱۸۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴۔

پاکستان کے مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب (متع اللّٰہ المسلمین بطول بقائہ) کو فقہ وفتاویٰ میں جو مہارت قدرت نے عطا فرمائی ہے، وہ موجودہ دور میں موصوف کا امتیازی شرف ہے۔ صرف

فقہی مسائل پر حضرت مفتی صاحب کے قریباً پون صد رسائل ہیں، جن میں سے بعض متداول ہیں اور بعض نایاب! حضرت کے مختصر فقہی رسائل کو "جواھر الفقه" کے نام سے دو جلدوں میں مرتب کیا گیا ہے۔

زیرِ نظر جلد اوّل ۲۴ رسائل پر مشتمل ہے، جن کے نام یہ ہیں: تکفیر کے اُصول، (رسالہ اُصول الکفار)، قرآنِ کریم کا رسم الخط، کیا قرآنِ کریم کا صرف ترجمہ شائع کیا جاسکتا ہے؟ تقلیدِ شخصی، دُوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کے حدود، جماعتِ اسلامی کے بارہ میں فتویٰ، پیرو مرید کا فقہی اختلاف، دست بوسی وقدم بوسی، سیرت کمیٹی، مروّجہ صلاۃ وسلام، مساجد کی وضعِ جدید، سمتِ قبلہ، اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں؟ حرفِ ضاد کا صحیح مخرج، خطبۂ جمعہ عربی میں ہی کیوں؟ قنوتِ نازلہ، اَحکامِ رمضان ومسائلِ زکوٰۃ، حیلۂ اِسقاط، رُؤیتِ ہلال، اوزانِ شرعیہ، اَحکامِ عید الاضحیٰ، چرمِ قربانی کے اَحکام، مواقیتِ اِحرام، حجِ بدل کے اَحکام۔

ناشرین کی یہ کوشش لائقِ تحسین ہے کہ انہوں نے ان بکھرے ہوئے موتیوں کو "جواھر الفقه" کی لڑی میں پرودیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ دیگر موضوعات مثلاً رَدِّ قادیانیت کے سلسلہ کے رسائل کو بھی اسی طرح یکجا کردیا جائے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۳۹۶ھ)

جواہر الفقہ (جلد دوم)

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ۔ صفحات: ۵۰۸۔ قیمت: ۲۵ روپے۔
پتا: مکتبہ دار العلوم کراچی نمبر ۱۴۔

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے ان رسائل کو جو فقہی اَحکام ومسائل پر مشتمل ہیں، دو جلدوں میں جمع کردیا گیا ہے۔ پہلی جلد میں ۲۳ رسائل ہیں۔ (ان کا تعارف "بینات" کے گزشتہ شمارہ میں قارئین نے ملاحظہ فرمایا ہوگا) اور زیرِ نظر دُوسری جلد اکیس (۲۱) رسائل پر مشتمل ہے، جن کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

۱:... عائلی قوانین پر تبصرہ، ۲:... نابالغہ کے نکاح میں سوئے اِختیار کا مسئلہ، ۳:... اِسلام اور نسبی امتیازات، ۴:... زوجین کے اختلافِ مذہبی کے اَحکام، ۵:... علمِ نبوی کی تحقیق، ۶:... سزائے مرتد، ۷:... غیرمسلموں سے تعلقات کا حکم، ۸:... ملکی سیاسیات میں غیرمسلموں کے ساتھ اِشتراک کے حدود (یہ رسالہ کبھی زمانہ میں "کانگریس اور مسلم لیگ" کے نام سے چھپا تھا)، ۹:... عشر وخراج کے اَحکام، ۱۰:... ووٹ کی شرعی حیثیت،

۱۱:... پٹہ داری، ۱۲:... زمیندارہ بل، ۱۳:... حقِ تصنیف اور حقِ ایجاد کی شرعی حیثیت، ۱۴:... اَحکام قمار، ۱۵:... ناجائز معاملات میں ایک تصنیف کا خاکہ، ۱۶:... اِسلامی ذبیحہ، ۱۷:... داڑھی کے اَحکام، ۱۸:... اِعانتِ حرام کے اَحکام، ۱۹:... ناجائز کاموں میں تعاون کی شرعی حیثیت، ۲۰:... آداب الاخیار یتیم پوتے کی میراث۔

کتاب کے خاتمہ میں صاحب زادہ مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب نے حضرت مفتی صاحب کی پچاس (۵۰) فقہی تصانیف کا تعارف لکھا ہے۔ ان میں سے پچیس (۲۵) الگ کتابی شکل میں شائع ہوئی ہیں، (اٹھارہ (۱۸) ''امداد المفتیین'' کا جزء ہیں اور سات (۷) ''احکام القرآن ''(عربی) کا جزو ہیں) گویا قریباً یک صد کتب و رسائل حضرت مفتی صاحب نے صرف فقہی مسائل پر مرتب فرمائے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء!

سہو و نسیان خاصۂ بشریت ہے۔ اِس لیے حضرت مفتی صاحب کے بعض فتاویٰ سے اہلِ علم اور اِصحابِ فتویٰ کو اِختلاف بھی ہوسکتا ہے، مگر اس میں شک نہیں کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کا پچاس سالہ علمی سرمایہ فقہی کتب خانہ میں بیش قیمت اِضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۶ھ)

فتاویٰ محمودیہ (جلد اوّل)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہٗ۔ مرتبہ: مولانا محمد فاروق صاحب، مدرّس دارالعلوم شہر میرٹھ۔ صفحات: ۵۳۶۔ قیمت (مجلد): ۶۰ روپے۔ پتا: کتب خانہ مظہری، گلشن اِقبال نمبر ۲ کراچی۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی دامت برکاتہم حضرت قطب الارشاد مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ سے شرفِ تلمذ کے علاوہ خلعتِ خلافت سے بھی سرفراز ہیں۔ حضرت مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور جیسے مراکزِ عالیہ کے صدر مفتی ہیں، اور حدیث، اُصولِ حدیث، فقہ، اُصولِ فقہ، علم تفسیر اور علم کلام پر کامل دسترس کے علاوہ ذہن رسا اور مجتہدانہ بصیرت کے حامل ہیں اور بجا طور پر وہ عصرِ حاضر کے مفتیٔ اعظم ہند ہیں۔ ضرورت تھی کہ حضرتِ اقدس کے فتاویٰ کو مدوّن و مرتب کر کے منظرِ عام پر لایا جائے!

الحمدللہ! یہ کام شروع ہوگیا، جس کی پہلی جلد ''فتاویٰ محمودیہ'' کے نام سے شائع ہوگئی ہے، جس میں قرآن اور متعلقاتِ قرآن، حدیث، عقائد، سلوک، بدعات و رسوم، جماعتِ اِسلامی اور اُس پر تنقید، تقلید کی

شرعی حیثیت، رَدِّ شیعیت، تبلیغی جماعت اور اس کا کام، وقف، مساجد اور مدارس کے اَحکام ایسے اہم بنیادی مسائل پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔ قابلِ مبارک باد ہیں کتب خانہ مظہری کے اَرباب بست وکشاد! جنھوں نے اس انمول دستاویز کو اہلِ علم کے ہاتھوں تک پہنچانے کا شرف حاصل کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ)

فقہی مقالات (جلد اوّل)

مولانا محمد تقی عثمانی۔ صفحات: ۳۰۱۔ قیمت: ۹۰ روپے۔ پتا: میمن اسلامک پبلشرز، ۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

برادرم مولانا محمد تقی عثمانی کی ہمہ گیر شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے جن گوناگوں اوصاف سے نوازا ہے، اس کے پیشِ نظر آپ کو اکابر علمائے حقہ کا اِعتماد و اِستناد اور شرفِ محبوبیت حاصل ہے۔ بلا مبالغہ فقہ وحدیث، تحقیق و تصنیف اور تعلیم و تدریس کے میدان میں بجا طور پر آپ اپنے والدِ گرامی مفتیٔ اَعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ کے صحیح جانشین ہیں۔

آپ اس وقت جہاں دُوسری گوناگوں مصروفیات کے باوصف تدریس وتعلیم میں، طلبہ وعلماء میں محبوبیت ومقبولیت کے شرف سے مشرف ہیں، وہاں تصنیف وتالیف، تحقیق وتدقیق، قضاء وفتویٰ نویسی میں بھی ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات کا ان صفحات میں بارہا تفصیلی تذکرہ ہوچکا ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ بھی آپ کے ان گراں قدر فقہی مقالات کا مجموعہ ہے جو آپ نے ''اِسلامی فقہ اکیڈمی'' کے لیے عربی زبان میں تحریر فرمائے تھے، البتہ شیئرز کی خرید وفروخت والا رسالہ آپ کا ایک خطاب ہے۔ اِبتداءً یہ مقالات ''اِسلامی فقہ اکیڈمی'' کے مجلّہ میں شائع ہوئے، بعد میں کتابی شکل میں ''مکتبہ دارالعلوم کراچی'' نے ''بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة'' کے نام سے شائع کیے۔ مقالات کی افادیت، اہمیت اور ضرورت کے پیشِ نظر جناب مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب نے ان کا اُردو ترجمہ شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ زیرِ تبصرہ جلد اوّل اس سلسلہ کے سات (۷) رسائل پر مشتمل ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم، کرنسی کی قوتِ خرید، قسطوں پر خرید وفروخت، شیئرز کی خرید وفروخت، حقوقِ مجردہ کی خرید وفروخت، مغربی ممالک کے چند جدید مسائل، اِسلامی بینکنگ کے چند مسائل۔

زیرِ نظر کتاب اِس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، مزید مقالات زیرِ ترتیب ہیں۔ خدا کرے یہ سلسلہ پورا

ہو جائے تو ان شاء اللہ! عوام وخواص اور علمائے کرام کے لیے ایک خاصے کی چیز ثابت ہوگا۔
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۱۵ھ)

فتاویٰ عثمانیہ (جلد اوّل)

حضرت مولانا مفتی محمد عثمان بلوچؒ۔ صفحات: ۱۷۱۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ پتا: مولانا عزیز الرحمن عثمانی، مدرسہ عربیہ احرار، ریکسر لائن، لیاری، کراچی۔

حضرت مولانا مفتی محمد عثمان بلوچ رحمۃ اللہ علیہ کراچی کے ممتاز علمائے کرام میں سے تھے، فقہ و افتاء میں گہری سوچ کے حامل تھے۔

زیرِ نظر کتاب- جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- مولانا موصوف کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے اور یہ اس سلسلہ کی پہلی جلد ہے، جو اہم دینی فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ کتابت وطباعت اور تجلید بہت ہی شان دار ہے۔ اس پہلی جلد میں عقائد، جنازہ اور اس میں مندرجہ بدعات ورُسومات، اِمامت، وتر، نوافل، سجدۂ سہو، سجدۂ تلاوت، مسافر کی نماز، جمعہ، عیدین، تراویح، زکوٰۃ، روزہ اور کتاب الحج ایسے اَہم مسائل پر مشتمل فتاویٰ آگئے ہیں۔

خدا کرے اس نوعیت کے مولانا موصوف کے دُوسرے اِفادات بھی جلد از جلد منظرِ عام پر آجائیں۔
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ)

جواہر الفتاویٰ (جلد اوّل)

جناب مولانا مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی۔ صفحات: ۶۲۳۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِسلامی کتب خانہ بالمقابل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ، کراچی نمبر ۵۔

اِسلام ایک عالمگیر اور آفاقی مذہب ہے، اس میں پیدائش سے لے کر موت اور مابعد الموت تک کے تمام مسائل واِشکالات کا حل اور جواب موجود ہے۔ روزمرہ پیش آمدہ جدید مشکلات ومسائل کا حل اِسلام نے جس حسنِ اُسلوبی سے عنایت فرمایا ہے، اس کی نظیر دُنیا کے مذاہب میں نہیں ملتی۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو اہم اور جدید مسائل واِشکالات کے حل پر مبنی فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مفتی جناب مولانا مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی زید مجدہم نے مختلف اوقات میں ترتیب دیئے۔ اس حصہ میں وہ فتاویٰ بھی شامل ہیں جو ماہنامہ ''بینات'' اور

ماہنامہ ''اقرأ ڈائجسٹ'' میں شائع ہوکر شرفِ قبولیت حاصل کرچکے ہیں۔ان مسائل کی اہمیت وافادیت اس کی متقاضی ہوئی کہ ان کو یکجا کتابی صورت میں شائع کردیا جائے، بحمد اللہ! یہ خدمت ''اِسلامی کتب خانہ'' نے اپنے ذمہ لے لی۔کتاب ہر اعتبار سے قابلِ قدر ہے۔یہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، خدا کرے کتاب کی دُوسری جلدیں بھی جلد از جلد مرتب ہوکر منظرِ عام پر آجائیں تاکہ اس سے بیش از بیش مستفید ہوسکیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۰ھ)

جواہر الفتاویٰ (جلد دوم)

جناب مولانا مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی۔صفحات: ۶۳۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِسلامی کتب خانہ بالمقابل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ، کراچی نمبر۵۔

فتویٰ دراصل مفتی کی مقدور بھر تحقیق وتفتیش اور محنت وجدوجہد کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتا ہے، اس لیے ہر فتویٰ مفتی کے علوم وافکار، فقہ وفہم اور دقیقہ رسی کا آئینہ ہوتا ہے، اسی لیے کسی فتویٰ پر اعتماد اور اس کی ثقاہت پر یقین کرنے سے قبل فتویٰ دینے والے مفتی کا لائقِ اعتماد اور ثقہ ہونا شرط ہے۔

متحدہ ہندوستان میں جہاں دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کا فتویٰ حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا تھا، وہاں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ کے فتویٰ کو سند کی حیثیت حاصل تھی۔ادھر تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان میں جہاں دیگر اکابرینِ دیوبند کے فتاویٰ مانے جاتے تھے، وہاں محدث العصر حضرت مولانا علامہ سیّد محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کی قائم کردہ عظیم درس گاہ ''جامعہ علومِ اِسلامیہ'' سے جاری فرمودہ فتاویٰ پوری اسلامی دُنیا میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔اس میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی کے مفتی، دورِ حاضر کے جدید مسائل پر دسترس رکھنے والے عالمِ دین جناب مولانا مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی زید مجدہٗ کے چیدہ چیدہ، اہم ترین اور تحقیقی مقالات کو یکجا کرکے کتابی شکل دی گئی ہے، یہ اپنی نوعیت کا بہترین فتاویٰ ہے جو بجا طور پر ''جواہر الفتاویٰ'' کے نام کا صحیح مصداق ہے۔

کتاب میں مندرجہ ذیل مسائل پر نہایت مفصل کلام کیا گیا ہے، ممکن ہے بعض مسائل پر اَربابِ تحقیق کو ان سے اختلاف ہو، لیکن حق یہ ہے کہ کتاب میں مندرجہ تمام مسائل کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک مسئلہ مستقل رسالہ سے معنون ہونے کا مستحق ہے۔

کتاب میں جن مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے اس کی اِجمالی ترتیب یوں ہے:
☆ کیا سیاستاً غائبانہ نمازِ جنازہ جائز ہے؟ ☆ کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت! ☆ موجودہ نظامِ زکوٰۃ اور اس کی شرعی حیثیت! ☆ زکوٰۃ ٹیکس ہے یا عبادت؟ ☆ رجم کی شرعی حیثیت! ☆ مجلسِ واحدہ کی تین طلاقیں! ☆ عدالتوں کے غیر شرعی فیصلہ پر تنقید توہینِ عدالت نہیں! ☆ جھینگا مچھلی حلال ہے یا حرام؟
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۲ھ)

مجموعہ قوانینِ اِسلام (جلد دوم)

جناب تنزیل الرحمٰن صاحب ایم اے، ایل ایل بی ایڈووکیٹ، مشیر قانون اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی۔ صفحات: ۴۸۲۔ قیمت (مجلد): ۱۵/۰۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی، اِسلام آباد، پاکستان۔

''مجموعہ قوانینِ اِسلام'' کی جلد اوّل پر (جو قانونِ نکاح پر مشتمل تھی) ایک مفصل تبصرہ ''بینات'' میں آ چکا ہے۔ زیرِ نظر جلد دوم میں فاضل مصنف نے اِسلام کے ''قانونِ طلاق'' کو دس ابواب (۱۱ تا ۲۰) اور ۵۰ دفعات میں مرتب کیا ہے، جس میں طلاق، رجعت، خلع، مبارات، اَسبابِ تفریق، فسخ نکاح بسببِ اِرتداد، ایلا، ظہار، لعان اور عدّت کے مسائل زیرِ بحث آئے ہیں۔

فاضل مؤلف کا اُسلوبِ تدوین یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ، اَحادیثِ طیبہ، آثارِ صحابہ اور مستند کتبِ فقہ کی روشنی میں ہر باب کے اَحکام کو دفعہ وار مرتب کرتے ہیں اور ہر دفعہ کے ذیل میں مذاہبِ اَربعہ، ظاہریہ، جعفریہ اور زیدیہ وغیرہ کے مسلک اور اُن کے دلائل کا تجزیہ وتحلیل کرتے ہیں اور اس تحقیق وتفتیش اور غور وفکر کے نتیجہ میں جو مسلک اُنہیں کتاب وسنت سے قریب تر نظر آتا ہے، اُسے قانون کی حیثیت دیتے ہیں۔ اِس ضمن میں فاضل مصنف نے ممالکِ اِسلامیہ کے مروّجہ قانونِ طلاق کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور حسبِ موقع اس کے تفصیلی اِقتباسات پیش کیے ہیں اور بعض جگہ اُن پر تنقید بھی کی ہے۔

ہمارے ملک کے رائج الوقت قانون (بشمول سابق صدر جناب ایوب خان صاحب کے نافذ کردہ عائلی قوانین) اور پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کو زیرِ غور لایا گیا ہے اور جہاں فاضل مصنف کو محسوس ہوا کہ مروّجہ قانون؛ شریعتِ اِسلامیہ سے متصادم ہے، وہیں قانونِ رائج پر تنقید کرتے ہوئے اس میں ترمیم کی سفارش کی گئی ہے اور یہ اُن کی حق پسندی اور حق گوئی کا اثر ہے۔

ظاہر ہے کہ انسان ہمہ دانی کا دعویٰ نہیں کرسکتا، انفرادی تحقیق کے نتائج غلط بھی ہوسکتے ہیں، چنانچہ فاضل مصنف کی بعض آرا میں ہمارے نزدیک سقم ہے، تاہم موصوف کی حق پژوہی، سلامت روی، جانفشانی، وسعتِ مطالعہ، جذبۂ تحقیق، اور دقیقہ رسی ونکتہ سنجی ایک ایک سطر سے جھلکتی ہے۔ کتاب کے مقدمہ کا وہ حصہ جس میں فاضل مصنف نے اسلامی قانونِ طلاق کے مقابلہ میں دیگر مذاہب وممالک کے قانونِ طلاق کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے، بے حد فکر انگیز ہے۔ احساس ہوتا ہے کہ اس کا آخری فقرہ جس اذعان ویقین سے نکلا ہے، اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمالے، اُن کی نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ ان نام نہاد ترقی یافتہ قوانین کے مقابلہ میں اسلامی قانونِ طلاق توازن، عدل، انصاف، رواداری، اخلاق وعصمت کی محافظت، محبت ومودت، مقاصدِ نکاح کے حصول، نجاتِ اُخروی، مصلحتِ عامہ اور انسانی فطرت کے اُصولوں پر قائم ہے اور ہم فخر کے ساتھ دُنیا کے سامنے یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جو قانون اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا ہے وہ مغربی دُنیا کے موجودہ قوانینِ طلاق سے افضل اور بدرجہا بہتر ہے۔''

بلاشبہ دُنیا کے اعلیٰ ترین انسانی دماغوں کے نتائجِ فکر کی روشنی بھی وحی ونبوّت کی نورانیت کے مقابلہ میں سراپا ظلمت ہے۔ ''أفمن شرح اللّٰہ صدره للاسلام فهو علیٰ نور من ربه'' (۱) بہرحال زیرِ نظر کتاب نہ صرف اُردو کے ادبِ عالی میں قیمتی اضافہ ہے، بلکہ اس کے بغیر قانون کی کوئی لائبریری مکمل نہیں کہی جاسکتی۔ خدا تعالیٰ مصنفِ محترم کو جزائے خیر دیں کہ وہ اس کتاب کے ذریعہ وقت کی اَہم ترین خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس سلسلہ کو قائم رکھ سکیں۔

آخر میں ہم اپنی قدیم رائے اور خواہش کا اظہار پھر کریں گے کہ کاش! حکومتِ پاکستان جید علماء و وکلاء کی ایک کمیٹی مقرر کرے جو اس کتاب کے مندرجات کو اجتماعی غور وفکر کے بعد منظور کرے اور پھر اسے عدالتوں میں نافذ کردیا جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ)

مجموعہ قوانینِ اسلام (جلد سوم)

جنابِ تنزیل الرحمٰن ایڈووکیٹ۔ صفحات: ۳۵۰۔ کاغذ اعلیٰ، طباعت عمدہ ٹائپ۔ قیمت (مجلد): ۱۵ روپے۔ ناشر: ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد۔

(۱) الزمر: ۲۲

فاضل محترم الحاج تنزیل الرحمٰن صاحب اِسلامی قانون کی تدوینِ جدید پر کئی سال سے کام کر رہے ہیں، اس سلسلہ کی دو جلدیں جو قانونِ نکاح اور قانونِ طلاق پر مشتمل تھیں، ان پر ''بینات'' میں تبصرہ ہو چکا ہے۔ زیرِ نظر جلد نسب اولاد، حضانت، نفقات، ہبہ اور وقف کے ابواب پر حاوی ہے۔

پہلی دو جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی فاضل مصنف ہر مسئلہ میں فقہی مذاہب، ان کے دلائل، اسلامی ممالک کے قوانین اور پاکستانی عدالتوں کے نظائر کا وسیع مطالعہ کرتے ہیں، بالغ نظری اور دقیقہ رسی سے ان کا تجزیہ و تحلیل کرتے ہیں اور بحث و تفتیش کے بعد دلائل کی روشنی میں جو مسلک انہیں کتاب و سنت سے اَقرب اور مصالحِ اُمت سے اوفق نظر آتا ہے، اسے قانونی حیثیت دیتے ہیں۔

ثبوتِ نسب کی بحث میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ قانونی مدّت کیا ہے کہ جس پر نسب کے ثبوت و عدمِ ثبوت کی بنیاد رکھی جائے؟ اس سلسلہ میں حنفیہ دو سال کے، مالکیہ و شافعیہ چار سال کے، بعض فقہا پانچ سال کے اور بعض سات سال کے قائل ہیں، اس کے برعکس شیعہ مسلک ۹ ماہ سے ایک سال تک کا ہے، اور دورِ جدید کے قانون ساز اِداروں کا رُجحان بھی ایک سال سے آگے نہیں جاتا ہے۔ مصنف اپنی بحث و تحقیق سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حنفیہ کا مسلک روایت کے لحاظ سے قوی تر اور نظری حیثیت سے اَعدل اور عملی اعتبار سے اَحوط ہے۔ حقِ حضانت میں فاضل مصنف نے حنفیہ کے قول کو اس اِستثنائی اِضافہ کے ساتھ قبول کیا ہے:

''مگر لازم ہے کہ حقِ حضانت میں بچہ کی فلاح و بہبود اور حفاظت کا لحاظ رکھا جائے۔''(۱)

اس اِستثناء کی رُو سے اگر حالات ایسے ہوں کہ ماں کے حقِ حضانت کی مدّت کے اندر بچہ کا اپنے باپ کے پاس رہنا، رائت کی نظر میں زیادہ مفید ہو، یا اس مدّت کے ختم ہوجانے کے بعد بھی اس کا اپنی والدہ کے پاس رہنا ہی زیادہ بہتر ہو، یا ماں بچہ کے غیر محارم میں نکاح کرلیتی ہے، مگر اس کے باوجود بچہ کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ اپنی ماں ہی کے زیرِ پرورش رہے تو عدالت اس قسم کا فیصلہ کرسکتی ہے۔ اگر یہ اِستثناء صرف خاص خاص حالات تک محدود رہے تو یقیناً اس سے عدل و اِنصاف کے بروئے کار لانے میں مدد مل سکتی ہے، مگر یہ احتیاط ملحوظ رہنی چاہیے کہ اس اِستثناء ہی کو اَصل قانون کا درجہ نہ دے لیا جائے۔

نفقۂ اولاد کی ذمہ داری باپ پر عائد ہوتی ہے اور باپ کے تنگ دست ہونے کی صورت میں مصنف نے حنابلہ کا مسلک اختیار کرتے ہوئے اس کی ذمہ داری ماں پر عائد کی ہے۔

پاکستان کے ضابطہ فوج داری ''دفعہ: ۴۸۸'' کے مطابق ناجائز اولاد کی ذمہ داری اس کے ناجائز باپ

(۱) دفعہ: ۱۵۳

پر عائد کی گئی ہے اور یہ شرعاً باطل ہے۔ مصنف نے اس قانونِ مروّج کی اصلاح کا مشورہ دیا ہے۔ تفصیلی بحث پر طویل بحث کرتے ہوئے مصنف نے حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ کے مقابلہ میں حنابلہ اور اصحابِ ظواہر کے مؤقف کو ترجیح دی ہے اور ایسے ہبہ کو باطل قرار دیا ہے۔

یہاں تمام مباحث کا تفصیلی جائزہ لینا مقصود نہیں، یہ چند مثالیں صرف فاضل مصنف کے طرزِ تحقیق کے تعارف کے لیے پیش کی گئی ہیں۔

مصنف کے نتائجِ فکر سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، (اور سرسری نظر سے ہم نے ان کے کچھ مسامحات نوٹ بھی کیے ہیں، جن کی نشان دہی یہاں غیر ضروری ہے) تاہم موصوف جس شغف و انہماک سے اور اپنی بساط تک کامل حزم و احتیاط سے اس فرضِ کفایہ کو انجام دے رہے ہیں، وہ لائقِ صد تحسین ہی نہیں، سرمایۂ صدرشک بھی ہے۔ ہمارے یہاں جو ''احیائے قانونِ اسلام'' کی کوشش ہو رہی ہے، زیرِ نظر کتاب اس کی طرف ایک مثبت اور ٹھوس قدم ہے۔

ہم نے پہلی اور دُوسری جلد پر تبصرہ کرتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ بالغ نظر علمائے کرام اور اہلِ دیانت ماہرینِ قانون کی ایک جماعت کو اس کتاب کی تحقیق وتصحیح کا کام کرنا چاہیے، تاکہ اسے انفرادی کے بجائے ''اجتماعی کام'' بنایا جاسکے، مگر افسوس ہے کہ ابھی تک اس کی اہمیت کو سمجھا نہیں گیا، جس کے ذریعہ حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی نوراللہ مرقدہٗ کے بقول ''اسلام کی خدمت کا بڑا فرض انجام دیا جاسکتا ہے۔''

بہرحال! ہماری دُعا ہے کہ حق تعالیٰ مصنفِ محترم کو اخلاصِ کامل عطا فرمائیں اور محض رضائے اِلٰہی اور اُجرتِ آخرت کے لیے اس اسلامی خدمت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشیں۔ ان کا یہ عمل خالص دینی عمل ہے، بشرطیکہ دین ہی کے لیے اسے کیا بھی جائے۔ واللّٰہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ)

عمدۃ الفقہ (جلد اوّل ودوم)

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب۔ صفحات حصہ اوّل: ۱۹۶۔ حصہ دوم: ۵۶۰۔ قیمت حصہ اوّل: ۴روپے۔ حصہ دوم: ۱۵روپے۔ پتا: ادارہ مجددیہ ناظم آباد ۳، کراچی ۱۸۔

علمِ فقہ وہ پاکیزہ علم ہے جس سے انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں جائز وناجائز اور حلال وحرام کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے فقہائے اُمت ہر دور میں اسے آسان شکل میں مرتب کرکے اُمت کے

سامنے پیش کرنے کی خدمت میں مشغول رہے ہیں۔ عربی اور فارسی کے بعد غالباً اُردو سب سے زیادہ خوش قسمت زبان ہے جس کا دامن ان جواہر سے مالا مال ہے، لیکن ہنوز ایسے فقہی دائرۃ المعارف کی ضرورت باقی تھی جس میں حتی الامکان فقہی ابواب کے اکثر جزئیات کو بالغ نظری اور حسنِ ترتیب سے جمع کردیا گیا ہو۔ یہ سعادت ہمارے بزرگِ مکرم مولانا سیّد زوّار حسین صاحب کے حصہ میں آئی، موصوف نے ''عمدة الفقه'' کی تالیف کا کام شروع کرکے پیرانہ سالی میں جوانوں کی ہمت کو مات کردیا۔

اس وقت اس عمدہ تالیف کے دو حصے ہمارے سامنے ہیں۔ حصہ اوّل **کتاب الایمان** اور **کتاب الطھارۃ** پر مشتمل ہے اور حصہ دوم **کتاب الصلاۃ** کے لیے وقف ہے۔ عام فہم اور سادہ زبان، پسندیدہ اور مناسب ترتیب اور دقیق جزئیات کا استقصاء اس کتاب کے نمایاں خصائص ہیں۔ اگر اسی انداز میں یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی تو اِن شاء اللہ! اپنے موضوع پر جامع اور مفید ترین کتاب ہوگی۔ **واللہ الموفق!**

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۸۷ھ)

عمدة الفقه (جلد اوّل)

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحبؒ۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔
پتا: اِدارہ مجددیہ، ۱۲/۵ ایچ، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔

عمدة الفقه کے تمام حصوں کا تعارف ان سطور میں آچکا ہے۔ حصہ اوّل جو **کتاب الایمان** اور **کتاب الطھارۃ** کے مسائل پر مشتمل ہے، ایک عرصہ سے نایاب تھا، اسے حضرتِ مؤلف رحمہ اللہ کی نظرِ ثانی کے بعد دوبارہ شائع کیا گیا ہے۔ ایمانیات اور طہارت سے متعلقہ مسائل کی جتنی جزئیات اس کتاب میں ہیں، شاید اُردو کی کسی اور کتاب میں یکجا اتنی نہیں ہوں گی۔ اس سے عوام وخواص یکساں مستفید ہوسکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۲ھ)

زبدة الفقه (حصہ اوّل)

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین صاحب۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۳/۵۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ مجددیہ، ناظم آباد نمبر ۳ کراچی، نمبر ۱۸۔

حضرتِ مصنف کی ضخیم تالیف ''عمدة الفقه'' کی تین جلدوں پر ان صفحات میں تبصرہ آچکا ہے، زیرِ نظر

کتاب اسی کا خلاصہ ہے، جس کا حصہ اوّل (جو اس وقت پیش نظر ہے) عقائد اور طہارت کے ابواب پر مشتمل ہے۔ مسائل اس ''زبدہ'' میں بھی اتنے جمع کر دیے گئے کہ اس ''خلاصہ'' پر بھی طوالت کی تہمت دھری جائے تو بعید نہیں! زبان شستہ اور عبارت بڑی سلیس ہے، اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ اور عام پڑھے لکھے حضرات بھی بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

جدید فقہی تحقیقات

(مقالات فقہی کانفرنس بنوں)

ترتیب: مولانا سیّد نصیب علی شاہ، مولانا قاری محمد عبداللہ۔ پتا: المرکز الاسلامی بنوں۔

''تقریظ''

قرآنِ کریم میں ہے: ''انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون'' (۱) دوسری جگہ ارشادِ باری ہے: ''ومن يؤت الحكمة فقد اوتى خيرًا كثيرًا'' (۲) ایک اور جگہ ارشادِ باری ہے: ''فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون'' (۳) ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے: ''ولو ردوه الى الرسول والى أولى الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم'' (۴)

حدیثِ مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''لا يزال اللّٰه يغرس فى هذا الدين غرسًا يستعملهم فى طاعته'' (۵) الى غير ذلك من النصوص الكثيرة والمتواترة.

ويقول الشاه ولى الله فى ازالة الخفاء:

''اگر گوش شنوا و دل دانا داری سخنے باریک تر بشنو: خدائے تعالیٰ ہمیشہ مدبر عالم است بالہام امور حق در قلوب عباد صالحین، تا تمشیۂ مراد او کنند، و موعود او را انجام دہند، روے تعالیٰ قصہ خضر با حضرت موسیٰ ذکر نہ کردہ مگر برائے افادہ ہمیں نکتہ۔

(۱) الحجر: ۹
(۲) البقرة: ۲۶۹
(۳) النحل: ۴۳
(۴) النساء: ۸۳
(۵) اخرجه ابن ماجة، ص: ۳

اما چوں ایام نبوت موجود بود وحی مفترض الطاعه در قلب پیغامبری رسید، وشک وشبہ را آنجا ہیچ گنجائش نہ، نہ در اول ونہ در آخر۔ وقتیکہ ایام نبوت منقضی شد، وحی منقطع گشت در آمد عباد اللہ الصالحین در کار ہائے مطلوب بنوعے از فکر و اجتہاد، بانوعے از رؤیا و الہام وفراست خواہد بود، وآں ہمہ حجت قائمہ موجب تکلیف ناس نیست، چوں کار بآخر رسید، در شد آں مانند فلق الصبح ظاہر گشت معلوم ہمہ اہل تحقیق شد آں محض حق بودہ است، کمال قال عمرؓ فی مباحثة مع ابی بکر رضی اللہ عنہ فی مسئلة المرتدین: "فعرفت انه الحق." الی آخر ما افادہ۔"(۱)

مندرجہ بالا نصوص سے چند اُمور معلوم ہوئے:

اوّل:...قرآنِ کریم حق تعالیٰ شانہٗ کا نازل کردہ ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ خود اس کے محافظ ہیں۔ لفظاً بھی معناً بھی۔

دوم:...حفاظتِ قرآنِ کریم کے لیے جن جن علوم کی ضرورت ہے، قیامت تک اللہ تعالیٰ ان علوم کی بھی حفاظت فرمائیں گے، اور چونکہ ظاہر اسباب میں ان علوم کی حفاظت کے لیے "رِجالِ علم" کا وجود ناگزیر ہے، پس وعدۂ حفظِ قرآن متضمن ہوا، تمام علومِ دینیہ اور ان کے حاملین و عاملین کی بقا و حفاظت کو، گویا حفظِ قرآن ایک کارخانۂ اِلٰہی ہے اور تمام علومِ عالیہ و آلیہ اس حفظِ قرآن کے کارخانۂ اِلٰہی کے مختلف شعبے ہیں، اور ان تمام شعبوں میں کام کرنے والے حضرات اس کارخانۂ اِلٰہی کے ملازم و مزدور ہیں۔ وعدہ فرمایا گیا کہ اس کارخانۂ اِلٰہی کے تمام شعبے رہتی دُنیا تک حفظِ قرآن کی خدمت میں مصروفِ عمل رہیں گے۔ گو اس کارخانۂ اِلٰہی کے ملازمین بدلتے رہیں، لیکن حق تعالیٰ اس کارخانۂ اِلٰہی کے تمام خدام و رِجالِ کار کی خود حفاظت فرمائیں گے۔

سوم:...ہر دور اور ہر زمانہ کے لیے جس قسم کے رِجالِ کار کی ضرورت پیش آتی رہے گی، حق تعالیٰ اس گلستانِ خداوندی میں نئے نئے پودے نصب کرتے رہیں گے اور اُن کو اپنی طاعت میں خود اِستعمال فرماتے رہیں گے، گویا یہ گلشنِ خداوندی ہمیشہ سدا بہار رہے گا اور اُس کی تازگی و شادابی میں ذرا فرق نہیں آنے دیا جائے گا۔

چہارم:...دِینِ قیم کی آب یاری و شادابی کے جو جو نئے تقاضے سامنے آتے رہیں گے، حق تعالیٰ شانہٗ "عباد اللہ الصالحین" کے دِلوں میں اُن سے عہدہ برآ ہونے کا اِلقاء و اِلہام فرمائیں گے اور وہ اپنی

(۱) ازالة الخفاء فارسی ص:۲۵، ج:۱

خداداد فراستِ مؤمنانہ کے ذریعہ اپنے فکر و اِجتہاد اور غور و فکر کی صلاحیتوں کو اُن سے عہدہ برآ ہونے کے لیے عمل میں لائیں گے۔

پنجم:... اللہ تعالیٰ کے ان مقبول بندوں اور کارخانۂ اِلٰہی کے ملازموں نے منشائے اِلٰہی کی تعمیل و تکمیل کے لیے جو کچھ کیا، اگرچہ اس وقت کے کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے، لیکن عنداللہ وہی حق ہے اور آنے والا وقت اس کی حقانیت پر مہر ثبت کردے گا۔

ایک عرصہ سے شورِ محشر برپا ہے کہ ''علماء تقاضائے وقت سے نابلد ہیں، اُنہوں نے اِجتہاد کا دروازہ بند کر رکھا ہے، زمانہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا اور یہ ابھی تک ''بسم اللہ کے گنبد'' میں محصور ہیں!'' وغیرہ وغیرہ۔

اس ناکارہ کے خیال میں ایسا شور مچانے والے وعدۂ خداوندی: "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون" (۱) پر اِیمان نہیں رکھتے اور اُن کی یہ ساری غوغا آرائیاں علماء کے خلاف نہیں، بلکہ کارخانۂ خداوندی کے خلاف ہیں اور علماء اس کارخانۂ خداوندی کے محض سرکاری ملازم ہیں، اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ تمام سرکاری ملازم غفلت و کوتاہی کے مرتکب ہوگئے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا وعدہ پورا نہیں فرمایا۔ نعوذ باللّٰہ!

علمائے دِین کے خلاف شور و غوغا مچانے والے حضرات کسی ایک چیز کا تو نام لیں کہ دِین کا فلاں تقاضا سامنے آیا اور علماء نے اس میں غفلت و کوتاہی سے کام لیا اور وقت کے تقاضے کا چیلنج قبول نہیں کیا!

ہاں! یہ کہنا صحیح ہے کہ لوگوں کی جو خواہشات منشائے اِلٰہی کے خلاف تھیں، علماء نے ان کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ اِمام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ: جناب ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم کی دعوت پر لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور علامہ اقبال مرحوم کے مکان پر فروکش تھے، تاجروں کے ایک نمائندہ وفد نے حضرت سے عرض کیا کہ: ''ہماری قوم معیشت میں بہت پیچھے رہ گئی ہے اور زمانہ برق رفتاری سے ترقی کر رہا ہے، اب علماء کو اِجتہاد سے کام لینا چاہیے اور بینک کے سود کے جواز کا فتویٰ دینا چاہیے'' اُن کی وسیع تقریر سن کر حضرت شاہ صاحب نے بڑی متانت سے فرمایا:

''بھائی! اگر تم دوزخ جانا چاہتے ہو تو سیدھے چلے جاؤ، مولویوں کو پل کیوں بناتے ہو؟''

الغرض! لوگ علمائے کرام سے جس ''اِجتہاد'' کی توقع رکھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ لوگوں کی خواہشات جس چیز کو تقاضائے وقت سمجھتی ہوں، علمائے کرام کو بلاتکلف اس کی حلت و جواز کا فتویٰ دے دینا چاہیے، گویا موجودہ لادِینی نظام تو جوں کا توں رکھا جائے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے، البتہ علمائے کرام

(۱) الحجر:۹۔

''اِجتہادؔ'' کے ذریعہ قرآن وسنت کو اس بگڑے ہوئے نظام پر فٹ کرنے کا فریضہ انجام دیں۔ اگر علمائے اِسلام کی حیثیت...خدانخواستہ... یہود ونصاریٰ کے مذہبی راہنماؤں کی سی ہوتی تو وہ بھی لوگوں کی خواہشات کے مطابق دِین میں قطع وبرید کرڈالتے، لیکن مشکل یہ ہے کہ حضراتِ علمائے کرام اپنی مرضی کے مالک اور اپنے اِجتہاد میں آزاد نہیں، بلکہ وہ کارخانۂ اِلٰہی کے سرکاری ملازم ہیں، وہ اس کارخانہ کے مالک کی منشا کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھاسکتے! اگر وہ بفرضِ محال ایسا کریں تو ان کو فوراً اس کارخانہ کی ملازمت سے معطل کردیا جائے گا اور ان کی جگہ حق تعالیٰ شانہٗ اہلِ دِین واہلِ تقویٰ اور اہلِ دیانت وامانت کو بھرتی کرلیں گے، جو پوری دیانت وامانت اور احساسِ محاسبۂ آخرت کے ساتھ اس خدمت کو بجالائیں گے۔ وان تتولوا یستبدل قوماً غیر کم ثم لایکونوا امثالکم!

الغرض! یہ حضرات، علمائے کرام سے جس طرح بے ہنگم اِجتہاد کی توقع رکھتے ہیں اس کو ''اِجتہادؔ'' کہنا ہی غلط ہے، وہ صریح تحریف فی الدین ہے اور شریعتِ خداوندی کی ترمیم وتنسیخ ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی عالمِ حقانی اس کی جرأت کیسے کرسکتا ہے...!

''بے قید اِجتہادؔ'' کی ایک صورت وہ ہے جس کا تماشا ہمارے قانون پیشہ برادری کے یہاں دیکھنے میں آتا ہے، ہمارے جج صاحبان کرسیٔ عدالت پر اور وکلاء حضرات عدالت کے کٹہرے میں قرآن وسنت پر مشقِ اِجتہاد فرماتے ہیں اور جو جی چاہتا ہے اُن کی تعبیرات فرماتے ہیں۔ اُن کی غلط فہمی یہ ہے کہ ان کے پاس ''قانون کی ڈگری'' ہے، اور بعض کے پاس ''بین الاقوامی قانون کی سند'' ہے، لہٰذا انہیں قرآن وسنت میں ''اِجتہادؔ'' کا حق ہے، اور ان کے اس اِستحقاق کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا...!

میں نے اس کو ''بے قید اِجتہادؔ'' سے اس لیے تعبیر کیا کہ ائمۂ مجتہدین کے اِجتہاد کے لیے تو ''اُصولِ فقہ'' میں سخت ترین شرائط رکھی گئی ہیں، لیکن ''فقہِ وکٹوریہ'' کے اُصول میں صرف ایک شرط رکھی گئی ہے، وہ یہ کہ مجتہد صاحب کے پاس ''قانون کی ڈگری'' ہو، اُن پر نماز روزہ کی پابندی کی کوئی قید نہیں، فرائضِ شرعیہ کی بجاآوری کی کوئی ضرورت نہیں، محرماتِ شرعیہ سے اِجتناب کی کوئی شرط نہیں، بلکہ مجتہد صاحب کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ ایک غیرمسلم، ایک ملحد، ایک ہندو، ایک سکھ، ایک پارسی، ایک یہودی، ایک عیسائی اور ایک قادیانی بھی ''قانون کی سند'' حاصل کرنے کے بعد قرآن وسنت میں ''اِجتہادؔ'' کرسکتا ہے اور مسلم معاشرہ کو اپنے زرّیں ''اِجتہادات'' سے فیض یاب کرسکتا ہے۔ پنجاب کی ایک معروف شخصیت سے (جن کا نام لینا نامناسب ہوگا) راقم الحروف کی بالمشافہ گفتگو ہوئی، اُنہوں نے اس گفتگو میں اپنی ''قرآنی بصیرت'' کا ایک خاص نکتہ یہ اِرشاد فرمایا کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تعبیر وتشریح اپنے معاشرہ کے

احوال وظروف میں فرمائی تھی، ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر وتشریح کے پابند نہیں (نعوذ باللہ!) بلکہ ہمیں اپنے احوال وظروف کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کی تعبیر وتشریح کرنی چاہیے!''

یہی وہ اصل الاصول ہے، جس کو ہمارے قانون پیشہ حضرات نے اپنے ''اِجتہاد'' کا نصب العین قرار دے رکھا ہے۔ اِلَّا ماشاء اللہ! اس ''عدالتی اِجتہاد'' کے لیے قرآن وسنت کا علم بھی شرط نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ان ''مجتہد صاحب'' نے قرآنِ کریم ناظرہ پڑھ رکھا ہو، اور قرآنِ کریم کے الفاظ کا تلفظ ہی صحیح کرسکتا ہو، کیونکہ قرآنِ کریم کے اُردو اور انگریزی ترجمے بہ کثرت موجود ہیں اور وہ ان ''مجتہدین'' کی مشکل حل کرنے کے لیے کافی وشافی ہیں، ان کی مدد سے ''مجتہدین'' صاحبان ''اِجتہاد'' کی فضائے بسیط میں پرواز کرتے ہوئے بڑے بڑے اُونچے نکل جاتے ہیں۔

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے اپنے دور میں ایک ''مجتہد کانفرنس'' بلائی تھی، بڑے بڑے جغادری اسکالروں کو اندرون وبیرونِ ملک سے مقالے پڑھنے کے لیے مدعو کیا گیا تھا، سامعین میں بڑی تعداد عدالت کے کرسی نشینوں کی تھی، مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود نوّر اللہ مرقدہٗ کو بھی مقالہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے بجائے مقالہ پیش کرنے کے فی البدیہہ تقریر فرمائی، اس میں فرمایا:

> ''اُصولِ فقہ میں 'اِجتہاد' کی بڑی کڑی شرائط ذکر کی گئی ہیں، مگر میں ان شرائط کو نظرانداز کرتا ہوں، لیکن اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجتہد کے لیے کم سے کم ناظرہ قرآن پڑھے ہوئے ہونے کی شرط تو چاہیے۔''

اور پھر پہلی صف میں کرسی نشینانِ عدالت کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا:

> ''پہلے ان کو ناظرہ قرآن تو پڑھوالو...!''

مفتی صاحب کے اس فقرہ پر جج صاحبان کے منہ لٹکے رہ گئے!

''بے قید اِجتہاد'' کی ایک صورت وہ ہے جس کی دعوت ایک خاص طبقہ دے رہا ہے، یعنی ہر وہ شخص جو عربی کی تھوڑی بہت شُد بُد رکھتا ہو اور اُس نے قرآن وحدیث کا سرسری مطالعہ کر رکھا ہو، وہ ''مجتہدِ مطلق'' ہے، اُس کو ائمۂ فقہاء سے اِستفادہ کی ضرورت نہیں، بلکہ اسے قرآن وسنت میں براہِ راست اِجتہاد کرنا چاہیے۔ میرے ایک دوست اسی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے، ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ: ''تم لوگ احساسِ کمتری میں کیوں مبتلا ہو؟ تم ابوحنیفہ وشافعی سے کس بات میں کم ہو؟''

مثل مشہور ہے: ''نیم حکیم خطرۂ جان۔ نیم ملا خطرۂ ایمان!''

یہ حضرات! ائمۂ فقہاء رحمہم اللہ سے بے نیاز ہوکر، بلکہ اُن کے فقہی سرمایہ کو پائے حقارت سے ٹھکراتے

ہوئے جس اِجتہاد کی دعوت دے رہے ہیں، اُسے نرم سے نرم الفاظ میں ''جہلِ مرکب'' سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اور دِینِ اِسلام میں ایسے ''جہلِ مرکب'' کی کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ ایسا ''اِجتہاد'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل اِرشاد کا مصداق ہے:

''قتلوہ، قتلھم اللّٰہ! الا سالوا اذ لم یعلموا؟ فانما شفاء العی السؤال!''(۱)

ترجمہ: ''انہوں نے اس کو قتل کردیا، اللہ تعالیٰ ان کو قتل کردے! یہ جب جانتے نہیں تھے تو انہوں نے کسی سے پوچھا کیوں نہیں؟ کیونکہ جہل کے مرض کا علاج تو کسی سے پوچھنا ہے!''

یہ حضرات: جب آلاتِ اِجتہاد سے عاری ہونے کے باوجود، اِجتہادی مسائل میں اَئمۂ اِجتہاد سے رُجوع کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے، بلکہ رُجوع کرنے والوں کو اپنی گل افشانیوں کا نشانہ بناتے ہیں، تو گویا جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو عالم سمجھتے ہیں اور اِجتہاد کی صلاحیت سے عاری ہونے کے باوصف اپنے کو ''مجتہدِ مطلق'' جانتے ہیں، یہی ''جہلِ مرکب'' ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی موضوع پر مشتمل ہے، جس میں بنوں میں ہونے والی فقہی کانفرنس میں (دورِ حاضر کے جدید مسائل اور اِجتہاد کے موضوع پر) پیش کیے گئے فقہی مقالات کو جمع کرکے اچھے انداز میں اور مرتب شکل میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرتبین کی محنت کو قبول فرمائے اور اس موضوع کے ذریعہ پھیلنے والی گمراہی کو بند کرنے کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

کتاب الاموال

الامام ابوعبید القاسم بن سلامؒ۔ ترجمہ و تقدمہ: عبدالرحمٰن طاہر سورتی۔ صفحات حصہ اَوّل: ۵۴۳۔ قیمت حصہ اَوّل: ۱۵ روپے۔ صفحات حصہ دوم: ۴۰۸۔ قیمت حصہ دوم: ۱۲ روپے۔ ناشر: اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی، اِسلام آباد (پاکستان)۔

''کتاب الاموال'' امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ کی تصنیف ہے جو اِمام احمد بن حنبلؒ کے معاصر تھے۔ موصوف علمِ قراءت کے اِمام، تفسیر کے عالم، حدیث کے حافظ، لغتِ عرب کے ماہر اور فقہ میں درجۂ اِجتہاد پر فائز تھے۔ اُن کی جلالتِ قدر کے لیے اِمام بخاریؒ کے اُستاذ اِمام اِسحٰق بن راہویہؒ کا یہ مختصر فقرہ کافی ہے: ''سچی بات کہنی چاہیے! ابوعبید مجھ سے زیادہ فقیہ ہیں۔''

اِمام ابوعبیدؒ نے قرآن و حدیث اور فقہ و لغت کے علوم پر بیش قیمت تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں، جن

(۱) رواہ ابو داود و ابن ماجة، مشکاة، ص:۵۵

میں ''کتاب الاموال'' کو اپنے موضوع کی منفرد، جامع، مستند اور نفیس کتاب قرار دے دیا گیا ہے۔

''کتاب الاموال'' میں اسلامی ریاست کے شعبۂ مالیات سے بحث کی گئی ہے اور ان اموال کی تفصیل دی گئی ہے جو خلیفہ کے زیرِ تحویل رہیں گے، اور ان مدات کو واضح کیا گیا ہے، جہاں اُنھیں خرچ کیا جائے گا۔

امام ابوعبیدؒ نے اپنی کتاب کا آغاز ''راعی اور رعایا کے باہمی حقوق'' سے کیا ہے۔ اس باب میں وہ مختلف اَحادیث و آثار روایت کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ''اسلام میں راعی اور رعایا کے تعلق کی بنیاد ایک دُوسرے سے سراپا اِخلاص اور خیر خواہی پر مبنی ہے۔ جس میں بد اِعتمادی، نکتہ چینی اور عیب جوئی کا ادنیٰ شائبہ نہ ہونا چاہیے۔ راعی اور رعایا دونوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ان پر جو حقوق اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اُن کے لیے اُنہیں کل اللہ کے حضور میں جواب دہ ہونا ہوگا۔ اِسلام کی نظر میں حکومت و امارت پھولوں کی سیج نہیں، بلکہ کانٹوں کا جال ہے۔ یہ ایک ایسی امانت ہے، جس میں ادنیٰ خیانت بھی قیامت کے دن حسرت و ندامت کی موجب ہوگی۔ اَمیر اِسلامی معاشرہ کا ایک فرد ہے، اسے اپنے آپ کو عوام الناس سے بالاتر قسم کی مخلوق نہیں سمجھنا چاہیے۔ اَمیر کا فرض ہے کہ وہ عدل و انصاف میں غنی و فقیر اور قوی و ضعیف سب کو یکساں رکھے۔ اَمیر کتاب و سنت کا پابند ہوگا، اسے کتاب و سنت سے ہٹ کر کوئی نیا طریقہ اِیجاد کرنے کی اِجازت نہیں ہوگی۔ اَمیر جب تک کتاب و سنت کا پابند رہے، حکم خداوندی کے مطابق فیصلے کرے، جو اَمانت اس کے سپرد کی گئی ہے، اس کو حسن و خوبی سے اَدا کرے اور رعایا سے حسنِ سلوک روا رکھے، اس وقت تک لوگوں پر لازم ہوگا کہ اس کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں۔ اس کی کسی قسم کی خیر خواہی سے دریغ نہ کریں، جو کہے اُسے سنیں، جو حکم دے، اُسے بجالائیں، اور اس کی ہر دعوت پر لبیک کہیں.... لیکن اگر وہ صحیح راستہ سے ہٹ جائے تو قوم کا فرض ہوگا کہ اُسے راہِ راست پر لائیں۔ اَمیر کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے طرزِ عمل کا فطری اَثر رعایا پر پڑے گا۔ جب تک اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ٹھیک رہے گا، رعایا بھی اس کے ساتھ دُرست معاملگی کا مظاہرہ کرے گی، لیکن جب وہ حکم خداوندی سے اِدھر اُدھر ہوگا تو رعایا اُس سے بڑھ کر حدود شکن ہوگی.... خلیفۂ حق وہی کہلائے گا جو کتابُ اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور رعایا پر ایسا شفیق ہو جیسا کہ ایک آدمی اپنے گھر والوں پر ہوتا ہے۔ اِمامِ عادل کی پہچان یہ ہے کہ وہ رعایا کے کسی فرد کو اللہ کے دربار میں شکایت کا موقع نہ دے، اور ظالم حکمران کی علامت یہ ہے کہ لوگ اُس کے ظلم سے اللہ کے دربار میں بکثرت شکایتیں کریں۔''

یہ باب اپنے اِختصار کے باوجود بڑا جامع ہے اور اس میں اِجمالاً وہ تمام ہدایات آجاتی ہیں جو اِسلام نے راعی اور رعایا کو دی ہیں۔ بعد اَزاں اِمام ابوعبیدؒ ان اموال سے بحث کرتے ہیں جو اِسلامی بیت المال کے زیرِ نگرانی رہیں گے۔ وہ اُصولی طور پر ان کی تین قسمیں کرتے ہیں: فئی، خمس، صدقة۔

صدقة : سے مراد مسلمانوں کے اموال کی زکوٰۃ ہے جو سونے چاندی، اُونٹ، گائے، بھیڑ، بکریوں اور غلہ یا پھلوں پر لی جاتی ہے۔ اور یہ ان آٹھ مدوں میں خرچ کیا جائے گا جنہیں اللہ تعالیٰ نے آیت: ''انما الصدقات للفقراء ''(۱) میں بیان فرمایا ہے۔ ان کے سوا کسی شخص کا اس میں قطعاً کوئی حق نہیں، نہ اسے کسی اور مصرف میں لگانا جائز ہے۔

فئی : کا اِطلاق اُن تمام اُموال پر ہوتا ہے جو معاہدۂ صلح کے تحت ذِمیوں سے وصول کیے جاتے ہیں۔ اس کے ذیل میں یہ تین قسمیں آتی ہیں:

الف:...جزیہ: جو ہر بالغ ذِمی سے اس کی جان و مال کی حفاظت کے عوض لیا جاتا ہے۔

ب:...خراج: (الف): ایسے علاقے جو فوجی قوت سے فتح کیے جاتے ہیں اور اِمام ان کے مالک ذِمیوں کو بحال رکھے۔ (ب): اِسی طرح ایسے علاقے جو صلحاً اِسلام کے زیرِ نگیں آجائیں۔ ان دونوں قسم کی اَراضی پر جو مالیہ ذِمیوں سے وصول کیا جائے گا وہ ''خراج'' کہلائے گا۔

ج:...عشور: وہ محصول جو ذِمیوں کے مالِ تجارت پر عائد ہوتا ہے۔

یہ تمام آمدنیاں ''فئی'' میں شامل ہیں۔ اس میں تمام مسلمان خواہ وہ اَمیر ہوں یا فقیر یکساں حق رکھتے ہیں۔ اِسی میں سے فوج اور اِنتظامیہ کی تنخواہیں دی جائیں گی، بال بچوں کے وظائف جاری کیے جائیں گے اور ریاست کی دیگر پیش آمدہ ضروریات میں اِسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اِمام اس کو صَرف کرے گا۔

خُمس: جو مال جہاد میں دُشمن سے حاصل ہو، اُس کا پانچواں حصہ بیت المال کا ہوگا۔ اسی طرح دفینوں، کانوں اور غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال کا پانچواں حصہ بھی بیت المال میں داخل ہوگا۔

خمس کے مصرف میں علماء کا اِختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اسے ان پانچ مدوں پر صرف کیا جائے گا، جن کا ذِکر کتاب اللہ میں ہے: ''فان للّٰہ خمسہ''(۲) اور بعض کے نزدیک اس کا مصرف بھی وہی ہے جو ''فئی'' کا ہے۔ وہ اِمام کی صواب دید پر ہے، خواہ ان پانچ مدوں پر خرچ کرے، خواہ کسی اور مناسب جگہ۔

اس کے بعد پوری کتاب انہی تین اُموال (فئی، خمس، صدقہ) کی تفصیل پر مشتمل ہے۔ ''فئی'' کے ضمن میں چونکہ ذِمیوں سے صلح اور جزیہ کا ذِکر آجاتا ہے، اس لیے صلح و جنگ اور جزیہ کے مسائل بھی کتاب کا ضمنی موضوع بن جاتے ہیں اور مختلف لوگوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ

(۱) التوبہ:۶۰
(۲) الانفال:۴۱

عنہم نے جس طرح معاہدے کیے، امام ابوعبیدؒ ان تمام تفصیلات کو سمیٹ لیتے ہیں۔

امام ابوعبیدؒ کے ہاں اس کا اِلتزام ہے کہ وہ ہر زیرِ بحث مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اَحادیث، خلفائے راشدین کی سنت اور صحابہؓ و تابعینؒ کے آثار جمع کرتے ہیں، بعدازاں فقہائے اُمت کا مسلک بیان کرتے ہیں، اس کے بعد ہر مسلک کے دلائل لاتے ہیں، پھر ان تمام دلائل کا جائزہ لیتے ہوئے جو مسلک اُنہیں قوی نظر آتا ہے، اسے اِختیار کرتے ہیں۔

امام ابوعبیدؒ اگرچہ روایات پر محدثانہ کلام بھی کرتے ہیں، جس سے واضح ہوتا ہے کہ روایات کے اِتصال و اِنقطاع اور عللِ اَحادیث پر ان کی گہری نظر ہے، تاہم یہ عنصر ان کی کتاب میں نسبتاً کم پایا جاتا ہے۔ ان کے قاری کو جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے، وہ ہے: مشکل آثار کی فقیہانہ توجیہ اور متعارض روایات کے درمیان مجتہدانہ تطبیق! دراصل یہی وہ میدان ہے جہاں کسی شخص کی فقاہت کے جوہر کھلتے ہیں اور اس کی اجتہادی صلاحیتیں اُجاگر ہوتی ہیں۔

یہ بلند پایہ کتاب ۱۳۵۳ھ میں پہلی مرتبہ مصر سے شائع ہوئی تھی۔ اہلِ علم کے لیے بے حد مسرت کی بات ہے کہ اب اس کا اُردو ترجمہ ''اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی، اِسلام آباد'' سے شائع ہوا ہے، جو اس وقت زیرِ نظر ہے۔

ترجمہ دو جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد میں شروع کے ۱۱۰ صفحات: فہرست، حالاتِ مصنف اور مقدمہ کی نذر ہیں۔ اس کے بعد اَصل کتاب شروع ہوتی ہے، جو فئی اور خمس کے مباحث پر مشتمل ہے۔ اور آخر میں ایک ضمیمہ ہے، جس میں ان مقامات کی تشریح و تعیین کی گئی ہے، جن کا ذکر اس جلد میں آیا ہے۔ دُوسری جلد کے ۸۲ صفحات: فہرست اور مقدمہ کے لیے وقف ہیں، اس کے بعد کتاب کا وہ حصہ شروع ہوتا ہے جس میں زکوٰۃ و صدقات کے مباحث ہیں۔ ترجمہ میں لفظی رعایت سے زیادہ اِس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مصنف کا ٹھیک ٹھیک مفہوم جو اُن کی عبارت سے متبادر ہے، اُسے بامحاورہ اُردو میں اَدا کر دیا جائے۔ اس لیے ترجمہ متین بھی ہے اور سلیس بھی! علاوہ اَزیں مطالب کی وضاحت کے لیے کتاب میں تقریباً نوصد (۹۰۰) ذیلی عنوانات کا اِضافہ کیا گیا ہے۔ ان کی تعداد جلد اَوّل میں ''۳۶۷'' اور جلد دوم میں ''۳۱۷'' ہے، جن سے کتاب کی اِفادیت بہت بڑھ گئی ہے۔ کتاب میں مطبعی اَغلاط شاذ و نادر ہی ہیں۔ صفحہ: ۱۵۹، ج: ا پر یہ عبارت ہے:

''اِسی طرح جزیہ ہراُس شخص پر واجب ہوگا جسے جزیہ اَدا کرنے سے اِنکار کر دیا جائے۔''

یہاں ''اِنکار کر دیا جائے'' کے بجائے غالباً یہ عبارت تھی: ''اِنکار کر دینے پر قتل کر دیا جائے۔''

صفحہ:۱۲۶ پر ایک عنوان ہے: ''اللہ ورسول کی مختلف تاویلیں!''
یہ بڑا نامناسب عنوان ہے! یوں لکھنا چاہیے تھا: ''خمس کے اللہ و رسول کے لیے ہونے کی مختلف تاویلیں!'' یا ''لـلّٰـه و لرسوله کی مختلف تفسیریں!'' جیسا کہ آگے چل کر صفحہ: ۵۰۶، ج:۱ پر ایک عنوان دیا گیا ہے: ''للّٰه کی ایک اور شرح!''
صفحہ: ۴۲۴ پر یہ عبارت ہے:
''اس لیے کہ اُنہوں نے تمہارے ذمہ لگائے ہوئے محصول وواجبات میں کمی کر دی ہے۔''
یہ جس عبارت کا ترجمہ ہے، وہ یہ ہے ''وذالک لما اخل فیکم من الالحاق و الفرائض.''
لغت میں ''الحاق'' بارانی فصل کو کہا جاتا ہے، اور ''فرائض'' چار برس یا اس سے کم عمر کے اُونٹوں کو! (ملاحظہ کیجیے: تاج العروس، لسان العرب، اقرب الموارد) اور ''اخلال'' کے معنی: کمی واقع ہونا۔ ''مِنْ'' کو ''مــا'' کا بیان سمجھنا چاہیے۔ عبارت کا بے تکلف مفہوم یہ ہے کہ: اس سال خشک سالی کی وجہ سے تمہارے یہاں پیداوار اور مویشیوں میں جو کمی واقع ہوئی اس کا اثر جزیہ و خراج کے محاصل پر بھی پڑا۔ اس لیے پوری کوشش کے باوجود اس مد میں ایک لاکھ کا خسارہ رہا۔ اس عبارت کا جو مفہوم فاضل مترجم نے ادا کیا ہے، وہ صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اِمام اِسلام کے عائد کردہ فرائض وواجبات میں کمی بیشی کا قطعاً مجاز نہیں اور ان کے علاوہ کوئی محصول اس زمانہ میں مسلمانوں پر عائد نہیں تھا۔ اس قسم کے جزوی اُمور سے قطع نظر جہاں تک کتاب کے نفسِ ترجمہ کا تعلق ہے، فاضل مترجم کی محنت قابلِ قدر ہے۔ البتہ بعض جگہ کتاب کے بجائے مترجم کے خیالات کی ترجمانی نظر آتی ہے جو علمی ثقاہت کے منافی ہے۔
لیکن کتاب کے دونوں حصوں پر جو مقدمہ لکھا گیا ہے، اسے محتاط لفظوں میں کتاب کے ''حسین چہرے پر بدنما داغ'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِدھر اُدھر کے خیالات کو غیر منہضم شکل میں اُگل دیا گیا ہے، اور جلد بازی میں اس امر کو بھی ملحوظ نہیں رکھا گیا کہ جو بات مقدمہ نگار لکھ رہے ہیں، خود انہی کے ترجمۂ کتاب سے اس کی تردید تو نہیں ہو جاتی؟ کتنی عجیب بات ہے کہ ''کتــاب الاموال'' ایسی بلند پایہ کتاب کا فاضل مترجم اموالِ ظاہرہ و باطنہ کے درمیان فرق نہیں کر پاتا اور اسے دُوسروں سے شکایت ہے کہ وہ زکوٰۃ اور صدقۂ نافلہ کے درمیان فرق نہیں کر سکے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ موصوف اسلامی مالیات کے ان بنیادی مسائل سے واقعتاً ناواقف ہیں، یا وہ جان بوجھ کر لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں! مقدمہ کی تفصیلی تنقید ایک مستقل تصنیف کا موضوع ہے، تاہم ضروری ہے کہ موصوف کے خیالات کا مختصر جائزہ لیا جائے!

اِمام اور اس کے اختیارات:

اس عنوان کے تحت اِمام (سربراہِ مملکت) کے اختیارات پر طویل گفتگو کرتے ہوئے موصوف نے لکھا ہے:

''ایک مسئلہ کو حل کرنے کے لیے جہاں قرآن مجید میں متعدد صورتیں بتائی گئی ہوں، ان میں کسی ایک کو اختیار کرنے کے لیے اِمام کو اختیار ہوتا ہے، اسی طرح اسے وقتی اِنتظامی اُمور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں میں تغیر و تبدل کا بھی اِختیار ہوتا ہے.....''

خط کشیدہ عبارت بظاہر بالکل بے ضرر سی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فیصلہ تشریعی نہیں، بلکہ محض اِنتظامی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر صرف ایک خاص وقت میں عمل فرمایا اور بعد میں اس پر عمل نہیں کیا، (وقتی و انتظامی کا مفہوم یہی ہوسکتا ہے)۔ ظاہر ہے کہ ایسا فیصلہ منسوخ ہوگا اور اُمت کے لیے اس کی قانونی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔ سوال یہ ہے کہ مقدمہ نگار کو اسے ''اِمام کے اختیارات'' میں شمار کرنے اور اسے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں میں تغیر و تبدل'' کے قبیح عنوان سے تعبیر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اگر یہ اتنی سرسری بات ہوتی جتنی کہ مقدمہ نگار کے اس فقرہ سے بظاہر سمجھی جاتی ہے تو ہمیں اس کا نوٹس لینے کی قطعاً ضرورت نہ ہوتی، مگر مقدمہ نگار نے ''اِمام اور اس کے اِختیارات'' پر خاصی طویل اور زوردار بحث کرتے ہوئے جس انداز سے یہ بات کہی ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا یہ فقرہ معمولی نوعیت کا نہیں ہے، بلکہ کسی چلتی ہوئی بحث میں وہ اپنی رائے ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ دراصل ان کی اس بحث کا تعلق ''اصلاحِ اسلام'' کی اس تحریک سے ہے جو بڑی آب و تاب سے اور نہایت تیزی و تندہی کے ساتھ گزشتہ دورِ اِمامت (صدارت) میں ''اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی'' کے اعیان و اکابر کے زیرِ اہتمام چلائی گئی تھی۔ ''اِمام'' (ایوب خاں) کے ہر لیکچر میں علماء کو مشورہ دیا جاتا تھا کہ وہ نئے زمانہ کے مطابق اِسلام کی نئی تعبیر کریں اور نجی مجلسوں میں کھل کر کہا جاتا تھا کہ چودہ سو سال کا قدیم اِسلام جو عرب کے بدوؤں کے لیے آیا تھا، آج کے دور میں کیسے نافذ کیا جاسکتا ہے؟ (معاذ اللہ)

ادھر اِدارۂ تحقیقات کے محققین ''اِسلام میں اِصلاح و ترمیم'' کی ضرورت کو علمی سطح پر ثابت کرنے میں مصروف تھے، ان کے ہاں اِستدلال کا صغریٰ کبریٰ کچھ اس طرح ملایا جاتا تھا۔

صغریٰ:... چند اساسی اُصولوں کے ماسوا قرآن و سنت کے تمام فیصلے وقتی و انتظامی نوعیت کے تھے۔ حتیٰ کہ نماز اور اس کے اوقات تک میں کوئی غیر لچکدار فیصلہ نہیں کیا گیا۔

کبریٰ:... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقتی فیصلوں میں تغیر و تبدل کا اِختیار ''اِمام'' کو ہے۔

---

(۱) مقدمہ جلد اوّل، ص:۶۶

نتیجہ:... یہ کہ قرآن وسنت کے ایک ایک فیصلہ کو جانچ پرکھ کر دیکھا جائے گا کہ وہ ہمارے دَور کی خواہشات پر پورا اُترتا ہے یا نہیں؟ اگر اُترے تو اِسلام زندہ باد! اور اگر آج کے معاشرہ میں قرآن وسنت کے کسی فیصلہ کو نافذ کرنا ذرا مشکل نظر آئے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ خدا اور رسول کا یہ ''وقتی فیصلہ'' تھا، جسے تبدیل کرنے کا ''اِمام'' کو اِختیار ہے۔

پھر یہ بحث صرف علمی سطح تک محدود نہیں رہی تھی، بہت سے خلافِ شرع اُمور کو عملاً اسی دلیل سے نافذ کیا گیا اور ''اسلام پر تجدّد پسندی کے اثرات'' پر بحث کرتے ہوئے پرنسٹن یونیورسٹی میں اِسلام کے پورے نظامِ عقائد واعمال پر نظرِ ثانی کا منصوبہ تجویز کیا گیا۔

نیرنگیٔ زمانہ سے اس تحریک کے سرپرست اور لیڈر پس منظر میں چلے گئے، لیکن اِدارہ کے بعض دانش ور ابھی تک اسی لکیر کو پیٹے جارہے ہیں۔ گویا رَسّی جل گئی، لیکن بل نہیں گیا! ذرا محتاط اور ہلکے پھلکے انداز میں یہی بات فاضل مقدمہ نگار اپنے قارئین کو سمجھانا چاہتے ہیں، مگر وہ یہ نہیں بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقتی اِنتظامی فیصلوں سے ان کی مراد کیا ہے؟ اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس فیصلہ پر خلفائے راشدین، ائمۂ مجتہدین اور بعد کی پوری اُمت نے عمل کیا، آج چودہ سو سال بعد یہ کیسے معلوم ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فلاں فیصلہ چونکہ وقتی تھا، اس لیے آج کے اِمام کو اس کے تغیر وتبدل کا حق حاصل ہے؟ اور اگر اس فقرہ سے مقدمہ نگار کا منشا واقعتاً وہی نہیں جس کی تکرار جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب اور ان کے ہمنوا کرتے رہے ہیں، تب بھی یہ تعبیر چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔ اِمام کا منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر منسوخ فیصلوں کو پوری قوت سے نافذ کرنا ہے، نہ کہ ''وقتی واِنتظامی'' کی منطق سے انہیں رَدّ کرنا۔ اِسلامی تاریخ میں کسی اِمامِ برحق کے بارہ میں آپ کو یہ نہیں ملے گا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو بدلنے کے اختیارات کا اعلان کردیا تھا۔ اس کے برعکس اِمامِ برحق حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فیصلوں کو بھی جو بظاہر خالص اِنتظامی نوعیت کے تھے، پوری قوت کے ساتھ نافذ کیا۔ ''جیشِ اُسامہ'' کی تفصیلات حدیث وتاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ جب انہیں حالات کی تبدیلی کی بنا پر اُسامہؓ کے لشکر کو روک لینے کا مشورہ دیا گیا تو فرمایا:

''میں اس لشکر کو کیسے روک سکتا ہوں، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مہم پر جانے کا حکم دے چکے ہیں۔''

اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ درخواست کی کہ اگر آپ کو یہ لشکر بھیجنا ہی ہے تو کم از کم اتنا کیجیے کہ اُسامہؓ کی جگہ کسی دُوسرے کو اَمیرِ لشکر مقرّر فرمادیجیے! تو اِمامِ برحقؓ نے نہایت برہمی سے فرمایا:

"ثكلتك أمك يا ابن الخطاب! استعمله رسول الله صلى الله عليه وسلم وتامرني ان انزعه؟"(۱)

''خطاب کے بیٹے! تجھے تیری ماں گم پائے۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر مقرر کیا ہے اور تو مجھ سے کہتا ہے کہ میں اسے معزول کردوں؟''

کتاب الاموال کے پہلے باب میں امام ابوعبیدؒ نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ خطبہ نقل کیا ہے جو آپ نے خلیفہ بننے کے فوراً بعد دیا تھا۔ اسے اگر اسلامی ریاست کے دستور کا مختصر متن اور خلاصہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ مسلمانوں کے سب سے پہلے ''امام'' کا سب سے پہلا خطبہ تھا، جس کی گونج آج بھی مسلمانوں کے کانوں سے ٹکرا رہی ہے۔ فرمایا جا رہا تھا:

"اما بعد! فاني وليت امركم ولست بخيركم، ولكنه نزل القرآن وسن النبي صلى الله عليه وسلم وعلمنا فعملنا..... يا ايها الناس! انما انا متبع ولست بمبتدع فان انا احسنت فاعينوني وان انا زغت فقوّموني."(۲)

''لوگو! مجھے تمہارے کارِ مملکت کا متولی بنا دیا گیا، جب کہ میں تم سے بہتر (ہونے کا دعویٰ) نہیں (کرتا) ہوں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ قرآن نازل ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت جاری فرمائی اور ہم نے (کتاب وسنت کے مجموعہ سے دین کا) علم حاصل کیا، پھر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں اس پر) عمل کیا......لوگو! اب (بحیثیت خلیفہ کے) میرا کام صرف (کتاب وسنت کی) پیروی کرنا ہے، (ان سے ہٹ کر) کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا نہیں ہے۔ اب اگر میں (اتباعِ کتاب وسنت کے جادۂ مستقیم پر) ٹھیک ٹھیک چلوں تو میری مدد کرو، اور اگر ادھر اُدھر ہو جاؤں تو مجھے راہِ راست پر لاؤ۔''

اس سے واضح ہوسکتا ہے کہ امام ابوعبیدؒ کی نظر میں ''امام'' (سربراہِ مملکت) کا منصب کیا ہے؟ اور ان کے مقدمہ نگار لوگوں کو کیا سمجھاتے ہیں...؟

سنت کی دو قسمیں

مترجم موصوف رقمطراز ہیں:

''معلوم ہوتا ہے ابوعبیدؒ کی نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی دو حیثیتیں ہیں: ایک موقتہ اور

(۱) حیاۃ الصحابہؓ، ج:۱، ص:۳۱۱، تالیف: مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

(۲) کتاب الاموال، ص:۵

دُوسری غیر موقتہ۔ مؤخر الذکر اِنتظامی اُمور پر مشتمل ہوگی اور اس میں تغیر وتبدل کا ''اِمام'' مجاز ہوگا۔
جزیہ وخراج کی رقم کا تعین ابوعبید کے ہاں صدقہ (زکوٰۃ) کی طرح سنتِ مؤقتہ نہیں ہے، بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان وقتی اِنتظامی فیصلوں میں تھے، جن میں حالات کے تقاضوں اور مسلمانوں کے اِجتماعی مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اِمام تغیر وتبدل کرسکتا ہے۔''

اپنی رائے کی تائید میں وہ حضرت عمرؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقررہ جزیہ سے زیادہ لینے کا عمل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ولو علم عمرؓ انّ فیھا سنّة موقّتة من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما تعداھا الی غیرھا.''(۱)

''اور اگر حضرت عمرؓ کو یہ معلوم ہوجاتا کہ جزیہ کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مقررہ متعینہ (موقتہ) سنت ہے تو حضرت عمرؓ اسے چھوڑ کر کبھی دُوسری شکل اختیار نہ کرتے۔''

یہ بھی اُوپر کی بحث کا شاخسانہ ہے۔ مقدمہ نگار نے اِمام ابوعبیدؒ کا ایک فقرہ سیاق وسباق سے الگ کرکے ان کو سنت کی دو حیثیتوں کا قائل کرلیا۔ اب سنیے کہ دراصل اِمام ابوعبیدؒ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ زیرِ بحث مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ: قرآن مجید نے اہلِ کتاب ذمیوں سے جزیہ وصول کرنے کا حکم فرمایا، لیکن اس کی کوئی شرح مقرّر نہیں فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی مختلف رہا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجران سے ان سے سالانہ دو ہزار حلوں (یمنی چادروں کے جوڑوں) پر صلح فرمائی اور اہلِ یمن پر ایک دِینار فی کس سالانہ جزیہ عائد فرمایا۔ اسی طرح خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس بارہ میں روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے اہلِ شام پر چار دِینار فی کس مقرّر فرمائے، دُوسری روایت کے مطابق اہلِ عراق پر ۲۴ دِرہم سالانہ مقرّر کیے، اور ایک تیسری روایت میں یہ تفصیل ہے کہ آپ نے غنی، فقیر اور متوسط الحال پر علی الترتیب ۴۸، ۱۲، ۲۴ دِرہم کا فیصلہ کیا، اور ایک روایت کے مطابق آپ نے ۴۸ دِرہم کی جگہ ۵۰ دِرہم کردیے تھے اور عرب کے ایک عیسائی قبیلہ بنی تغلب پر مسلمانوں کی زکوٰۃ وعشر کی شرح سے دوگنا جزیہ نافذ کیا۔

(یہ تمام اَحادیث وآثار؛ حدیث کی دُوسری کتابوں کے علاوہ اِمام ابوعبیدؒ کی **کتاب الاموال** میں بھی موجود ہیں)

ان مختلف آثار کے سلسلہ میں فقہائے اُمت کے سامنے یہ سوال اُٹھا کہ آیا شریعت میں جزیہ کی کوئی

(۱) کتاب الاموال، ج:۱ ص:۶۷

خاص شرح معین ہے یا نہیں؟ ایک جماعت نے ان روایات میں تطبیق یا ترجیح کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے یہ رائے قائم کی ہے کہ اسلام میں جزیہ کی ایک خاص شرح معین ہے، لا یزاد و لا ینقص (جس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں)۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے، اور امام احمدؒ کا بھی ایک قول جسے اصحابِ متون نے اختیار کیا، یہی ہے۔

ایک دُوسری جماعت نے یہ موقف اختیار کیا کہ شریعت نے اس کی کم از کم مقدار متعین کر دی ہے، اس پر اضافہ کیا جاسکتا ہے لیکن اس میں کمی نہیں کی جاسکتی۔

اور ایک تیسری رائے جسے امام ابوعبیدؒ نے حسن بن صالحؒ وغیرہ سے نقل کیا ہے، اس کے بالکل برعکس یہ ہے کہ اس میں کمی کی جاسکتی ہے، اضافہ کی اجازت نہیں۔

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کا عمل مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف رہا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت نے ائمۂ مسلمین کو جزیہ کی کسی خاص شرح کا پابند نہیں کیا کہ اس سے کمی بیشی جائز نہ ہو، بلکہ اس کا انحصار ذمیوں کے حالات اور اسلام و مسلمین کے مصالح پر ہے، اور اس امر کا فیصلہ کہ کسی قوم پر کتنا جزیہ مقرر کیا جائے؟ یہ تمام تر امام اور اس کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا۔(۱)

امام ابوعبیدؒ اسی آخری رائے کے حامی ہیں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مختلف آثار نقل کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ جزیہ کی شرحوں کا یہ اختلاف واضح کرتا ہے کہ جزیہ کی کوئی معین مقدار واجب نہیں۔ وہ کہتے ہیں:

”جزیہ وخراج کے بارہ میں ہمارا یہی مسلک ہے کہ وہ ذمیوں پر بقدرِ طاقت عائد کیا جائے گا، جس میں نہ تو ذمیوں پر بار ہو، نہ مسلمانوں کی ”فئی“ میں نقصان ہو۔ جزیہ وخراج کی معینہ حد مقرر نہیں ہے۔“

اس کے بعد وہ ان لوگوں کا مسلک نقل کرتے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تجویز کردہ جزیہ پر اضافہ کے روادار نہیں تھے، خواہ ذمی اس سے زیادہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔ لیکن وہ اس بات کے قائل تھے کہ اگر کوئی ذمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تجویز کردہ جزیہ کی استطاعت نہ رکھتا ہو، تو اس میں کمی کی جاسکتی ہے۔

لیکن امام ابوعبیدؒ اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ ان مختلف آثار کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح جزیہ کی رقم میں کمی کی جاسکتی ہے اسی طرح اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عائد کردہ جزیۂ اہلِ یمن پر اضافہ کیا، بلکہ خود اپنی تجویز کردہ مقدار

---

(۱) دیکھیے: المغنی لابن قدامہ، ج:۸، ص:۵۰۲، ۵۰۳

اڑتالیس درہم میں اضافہ کرکے اسے پچاس کردیا تھا۔ نیز خود انہوں نے ہی ایک بوڑھے ذمی سے جو در بدر بھیک مانگتا تھا، نہ صرف جزیہ ساقط کردیا تھا، بلکہ بیت المال سے اس کا وظیفہ بھی جاری کردیا تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ کی کوئی ایسی مقدار نہیں فرمائی ہے جس میں کمی بیشی جائز نہ ہو، ورنہ:

"ولو علم عمرؓ انّ فیها سنّة موقتة من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما تعداها الیٰ غیرها."(۱)

"اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جزیہ کے بارے میں کوئی معین مقدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے معلوم ہوتی تو وہ اس سے قطعاً تجاوز نہ کرتے۔"

امام ابوعبیدؒ کی یہ تقریر خود فاضل مقدمہ نگار کے ترجمہ میں صفحہ ۱۶۰ سے صفحہ ۱۶۳ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اب دیکھیے کہ "کتاب الاموال" کے مصنف امام کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اور ان کے فاضل ترجمہ نگاران سے کیا کہلانا چاہتے ہیں...؟

امام ابوعبیدؒ یہ بتاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جزیہ کی مختلف شرحیں اس لیے تجویز فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کوئی معین شرح مقرر ہی نہیں فرمائی تھی، ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کی ہوئی شرح کو چھوڑ کر کبھی اِدھر اُدھر نہ جاتے، نہ اس کے وہ مجاز تھے۔ اور ان کے ذہین ترجمہ نگاران کی ترجمانی یوں کرتے ہیں کہ: "اِمام: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقتی فیصلوں کو بدل سکتا ہے۔"

انہوں نے اِمام ابوعبیدؒ کے ہاں ایک لفظ "سنة موقتة" دیکھ کر فوراً یہ نکتہ پیدا کرلیا کہ جزیہ وخراج کی رقم کا سارا قصہ محض ایک وقتی اِنتظامی فیصلہ تھا، پھر اس سے اس کلیہ کا اِستخراج کرلیا کہ سنت کی دو قسمیں ہیں، پھر اس پر یہ خیالی محل تعمیر کرلیا کہ اِمام: سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تغیر وتبدل کا مجاز ہے۔ یہاں بے ساختہ حضرت حافظ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ کا ایک فقرہ یاد آتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"والمبتدع لیس لهٗ قصد الا تحریف الآیات وتسویتها علیٰ مذهبه الفاسد بحیث انّه متیٰ لاح له شاردة من بعید اقتنصها او وجد موضعاً لهٗ فیه ادنیٰ مجالٍ سارع الیه .... واَمّا الملحد فلا تسأل عن کفره والحاده فی آیات اللّٰه وافترائه علی اللّٰه ما لم یقلهٗ."(۲)

(۱) ص:۶۷

(۲) الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثمانون، ج:۲، ص:۱۹۰

"اور مبتدع کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ آیات کی تحریف کر کے انہیں اپنے غلط نظریہ پر منطبق کرے، اسے دُور کی کوئی گری پڑی بات مل جائے تو اسے فوراً اُچک لے گا اور کسی جگہ اسے ادنیٰ گنجائش ملے تو فوراً اس کی طرف لپکے گا، اور ملحد کے کفر و الحاد اور اِفترا علی اللہ کا تو پوچھنا ہی کیا ہے!"

پھر مقدمہ نگار کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جزیہ و خراج کی رقم کا تعین خالص ایک وقتی انتظامی معاملہ ہے۔ "کتاب الاموال" ہی میں ہے کہ مجوس پر جزیہ عائد کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شروع شروع میں توقف تھا اور وہ فرماتے تھے کہ:

"ما أدری ما اصنع بالمجوس و لیسوا أهل الكتاب؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجوسیوں کے ساتھ کیا طریقہ اِختیار کیا جائے، جب کہ یہ اہلِ کتاب نہیں ہیں؟"

پھر جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ:

"سنوا بهم سنة اهل الكتاب!"

"ان سے اہلِ کتاب کا سا طرزِ عمل اِختیار کرو۔"(۱)

(کتاب الاموال میں حدیث کا صرف یہی جملہ نقل کیا گیا ہے اور حدیث کی دُوسری کتابوں میں اس پر اتنا اِضافہ ہے: "غير اكلى ذبائحهم و لا ناكحى نسائهم" یعنی ان مجوس کے ذبیحے نہ کھاؤ اور اُن کی عورتوں سے نکاح نہ کرو۔)

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فوراً قبول کرلیا اور مجوس پر جزیہ عائد کردیا۔ کیا اس کا صاف صاف مطلب یہ نہیں کہ جزیہ کے معاملہ میں بھی حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کی پابندی ضروری سمجھتے تھے؟ اور اسے محض انتظامی نوعیت کا معاملہ قرار نہیں دیتے تھے؟ جزیہ ہی کے مسئلہ میں امام ابوعبیدؒ کی ایک عبارت پر فاضل مترجم نے ذیلی عنوان یہ قائم کیا ہے:

"اہلِ کتاب سے جزیہ لینا قرآنی فیصلہ ہے، اور مجوس سے جزیہ لینا سنتِ رسول ہے۔"(۲)

اب اگر جزیہ اور اس کی رقم کا تعین محض ایک انتظامی معاملہ ہے، جس کی وجہ سے سنتِ رسول کو بدلا جاسکتا ہے تو "امام" کے لیے کیا "قرآنی فیصلے" کو بھی بدلنا جائز ہے؟ مقدمہ میں ایک چیز کو وقتی انتظامی

(۱) ترجمہ کتاب الاموال، ج:۱، ص:۱۵۱

(۲) ص:۱۵۴

قرار دیتے ہوئے آخر وہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ ٹھیک اسی چیز کو اپنے قلم سے انہوں نے قرآنی فیصلہ اور سنتِ رسول لکھا ہے؟

یہاں ایک اور اَمر بھی توجہ طلب ہے! موصوف کی اس سرخی سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم نے صرف اہلِ کتاب سے جزیہ لینے کا حکم فرمایا ہے اور مجوس سے جزیہ لینے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ کیا اس صورتِ حال کو یوں تعبیر کرنا صحیح ہوگا کہ: ''قرآن کے بعض فیصلوں میں تغیر وتبدل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے۔''

ہمارا خیال ہے کہ کوئی مسلمان نہ اس تعبیر کو صحیح سمجھے گا، نہ اس سے یہ کلیہ نکالنے کی کوشش کرے گا۔ بلکہ اس کی سیدھی سادی تعبیر یہ ہوگی کہ قرآنِ کریم کا ایک پہلو جو اُمت سے مخفی رہ سکتا تھا، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت پر کھول دیا اور آیت کی تفسیر وتشریح اُمت کے سامنے واضح کردی۔ اب اگر یہی معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل کے درمیان پیش آتا ہے، مثلاً سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بظاہر کسی چیز کے ایک پہلو کا ذکر ہے اور خلفائے راشدینؓ کے عمل نے اس کا دُوسرا پہلو واضح کردیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا حکم ثابت ہے، مگر عام لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ یہ حکم وجوب کے لیے ہے؟ اِستحباب کے لیے ہے؟ اِباحت کے لیے ہے؟ یا تخییر کے لیے ہے؟ اور خلفائے راشدینؓ نے اس حکم کے خلاف عمل کرکے یہ وضاحت کردی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوب کے لیے نہیں تھا بلکہ استحباب، اِباحت یا تخییر پر محمول تھا، تو کیا اسے ''سنتِ رسول میں تغیر وتبدل'' سے تعبیر کرنا ان بزرگوں پر سراسر ظلم نہیں...؟ اور اس سے یہ کلیے نکالتے پھرنا کہ ہر حکمران کو حق حاصل ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض فیصلوں کو تبدیل کرڈالے، کیا اسے صحت مندانہ طرزِ فکر کہا جائے گا...؟

بہرحال مقدمہ نگار نے جس طرح زور زبردستی سے اِمام ابوعبیدؒ کو ''سنت کی دو حیثیتوں'' کا قائل کرنا چاہا ہے، اسی طرح انہوں نے اِمام ابویوسفؒ کو بھی مشورہ دے دیا کہ اگر ان کی عبارت میں تھوڑی سی ذہانت سے قطع وبرید اور اِصلاح کرلی جائے تو وہ سنت کی دو حیثیتیں آسانی سے مان سکتے ہیں اور اس کا نمونہ بھی انہوں نے پیش کردیا ہے۔ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

> ''ابوعبید کی طرح اِمام ابویوسفؒ بھی سنت کی یہ دو حیثیتیں مانتے ہیں، چنانچہ اس کی مثال گھڑسوار مجاہد کو غنیمت سے حصہ دیئے جانے کے موقع پر وضاحت سے سامنے آجاتی ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہیں، جس میں گھڑسوار مجاہد کو غنیمت کے حصوں میں سے تین حصے ملیں گے۔ ایک سوار کے لیے اور دو گھوڑے کے لیے۔ بعد ازاں وہ اپنے اُستاذ اِمام ابوحنیفہؒ کا مسلک بیان

کرتے ہیں، جو مجاہد کو ایک حصہ اور گھوڑے کو ایک حصہ دینے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک جانور کو مردِ مسلم پر فضیلت نہیں دے سکتا۔ پھر وہ اپنی تائید میں حضرت عمرؓ کے عامل کا عمل پیش کرتے تھے جس نے سوار کو ایک حصہ اور گھوڑے کو ایک حصہ دیا تھا، اور جب یہ عمل حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اسے بحال رکھا تھا...... امام ابو یوسفؒ یہ دونوں فیصلے بیان کرنے کے بعد اس وقت کے امیر المومنین (امام) ہارون الرشید سے کہتے ہیں:

''فخذ يا امير المؤمنين! بایّ القولين رايت، واعمل بما ترى انه افضل واخير للمسلمين فانّ ذلک موسع عليک ان شاء الله تعالى.''(۱)

''اے امیر المومنین! آپ ان ہر دو اقوال میں سے جسے مناسب تصور فرمائیں، اختیار کرلیں اور جسے آپ مسلمانوں کے لیے افضل و بہتر سمجھیں، اس پر عمل کریں۔ اس باب میں آپ کو وسیع اختیارات حاصل ہیں۔''

یہ تو ہوا امام ابو یوسفؒ کی اِصلاح شدہ عبارت کا نمونہ! اس اِصلاح سے پہلے امام ابو یوسفؒ نے جو کچھ کہا ذرا وہ بھی سن لیجیے! زیرِ بحث مسئلہ وہی ہے جو موصوف نے بیان فرمایا ہے۔ امام ابو یوسفؒ اس موقع پر سب سے پہلے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے موقع پر گھڑ سوار کو دو حصے اور پاپیادہ کو ایک حصہ دیا تھا۔ اسی کے متصل وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ہم دو بھائی جنگِ حنین میں شریک ہوئے، ہمارے دو گھوڑے بھی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھ حصے دیئے، چار حصے ہمارے گھوڑوں کے اور دو حصے ہمارے!''

بعد ازاں امام ابو یوسفؒ، فقیہِ مقدم ابوحنیفہؒ کا قول اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''وما جاء من الأحاديث والآثار أنّ للفرس سهمين وللراجل سهماً اكثر من ذلک واوثق والعامّة عليه.''(۲)

''جن احادیث و آثار میں یہ آتا ہے کہ گھوڑے کے دو حصے ہیں اور آدمی کا ایک حصہ، ان کی تعداد کہیں زیادہ ہے، وہ اعتماد و ثوق کے لحاظ سے بھی بڑھ کر ہیں اور عام علماء کا عمل بھی انہی پر ہے۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ اپنے اُستاذِ محترم کے مسلک سے اتفاق نہیں کرتے، نہ ان

(۱) كتاب الخراج لأبي يوسف: ۱۸، ۱۹

(۲) كتاب الخراج، ص: ۲۰

کے دلائل سے مطمئن ہیں۔ تاہم چونکہ دونوں طرف احادیث وآثار بھی ہیں اور فقہائے اُمت کے اقوال بھی، اس لیے ان کا خیال ہے کہ امیر المؤمنین کو دونوں میں سے کسی ایک پہلو کے اختیار کر لینے کی ان شاء اللہ! گنجائش ہے۔

اب اگر کسی شخص نے کوئی بات پہلے سے اپنے ذہن میں طے نہ کر لی ہو، وہ اِمام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تقریر سے یہ اُصول تو اَخذ کر سکتا ہے کہ جہاں نصوص متعارض اور علماء کے اقوال مختلف ہوں، وہاں کسی ایک جانب کو اِختیار کر لینے کی گنجائش ہے۔ لیکن فاضل مقدمہ نگار نے سنت کی دو حیثیتوں کا باریک اُصول جو اس سے کشید کیا ہے وہ ''تحقیقاتِ اِسلامی'' کی خوردبین کے بغیر کہیں نظر آ سکتا ہے...؟

ضمنی طور پر ایک بات اور سن لیجیے! مقدمہ نگار کے اقتباس میں خط کشیدہ فقرہ: ''سوار کو ایک حصہ اور گھوڑے کو ایک حصہ'' کی عربی عبارت ''کتاب الخراج'' میں یہ ہے: ''للفارس سهمٌ وللراجل سهمٌ'' کیا نیازمندانہ طور پر ان سے عرض کر سکتا ہوں کہ ''راجل'' کے معنی ''گھوڑا'' لغت کی کون سی کتاب میں ملاحظۂ عالی سے گزرے ہیں؟ (دراصل یہاں ''کتاب الخراج'' کے نسخہ میں تصحیف ہے، جس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ یہ اثر اِمام ابوحنیفہؒ کی دلیل میں ذِکر کیا گیا ہے جو فارس کو دو حصے اور راجل کو ایک حصہ دینے کے قائل ہیں، اس کے برعکس اس اثر میں فارس کا ایک حصہ اور راجل کا ایک حصہ ذِکر کیا گیا ہے۔ فاضل مقدمہ نگار اس تضاد پر متنبہ ہوئے ہیں، لیکن انہوں نے اسے دُور کرنے کے لیے راجل کو گھوڑا بنا دیا۔

دُوسرا قرینہ پورے جملہ کو سامنے رکھنے سے واضح ہوتا ہے، اور وہ یہ ہے: ''قسم فی بعض الشام للفارس سهمٌ وللراجل سهمٌ۔'' یہاں ''سهم'' کا لفظ ''قسم'' کا مفعول واقع ہوا ہے، جسے مرفوع نہیں بلکہ منصوب ہونا چاہیے۔ امام ابوبکر حصاصؒ نے ''احکام القرآن''(۱) میں یہ اثر ان الفاظ میں نقل کیا ہے: ''انه جعل للفارس سهمین وللراجل سهما۔'' اس سے کتاب الخراج کی عبارت کی تصحیح کی جا سکتی ہے۔

اور ''ذالک موسع علیک ان شاء اللّٰه'' کا مفہوم ادا کرنے کے لیے ''اس باب میں آپ کو وسیع اِختیارات حاصل ہیں۔'' کا محاورہ کس ''اِمام'' سے سماعت فرمایا؟ حضراتِ فقہاء کسی چیز کے لیے جب وسع له ذالک ان شاء اللّٰه بولتے ہیں تو اس چیز کی اِباحت کے کمزور پہلو کی طرف اِشارہ ہوتا ہے یا مکلف کے وسیع اِختیارات کی طرف...؟

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عامل کا نام کتاب الخراج میں منذرؓ بن ابی خمیصہ الہمدانی اور

(۱) ۳/۵۸

احکام القرآن للجصاصؒ میں منذرؓ بن ابی حمصہ ذکر کیا گیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے الاصابہ[1] میں منذرؓ بن ابی حمیصۃ الہمدانی ذکر کیا ہے۔)

خلاصہ یہ کہ امام ابوعبیدؒ اور امام ابویوسفؒ کی طرف فاضل مقدمہ نگار نے جو نظریہ منسوب کیا ہے، وہ خود موصوف اور ان کے رُفقاء کا ذہنی تخیل ہے، ان بزرگوں کا نام محض وزنِ بیت کے لیے ذکر کر دیا گیا ہے۔ دراصل کتاب وسنت اور سلف صالحین کے ارشادات کا مطالعہ کرنے اور ان سے استدلال کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آدمی بالکل خالی الذہن ہوکر ان میں غور وفکر کرے اور کسی اَمر کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر یہ دیکھے کہ خدا اور رسول کا منشا کیا ہے؟ صحابہؓ وتابعینؒ نے اس سے کیا سمجھا ہے؟ اور سلف صالحین اس پر کس طرح عمل پیرا ہوئے ہیں؟ اس طرح کے مطالعہ سے توقع کی جاسکتی ہے کہ آدمی صحیح نتیجہ پر پہنچ جائے، جب کہ اس میں اس کی صلاحیت واہلیت بھی ہو، مگر کیا کیجیے! یہی چیز ہمارے یہاں عنقا ہے...!

فئی اور خمس کا بدل؟

امام ابوعبیدؒ کے حوالہ سے ''فئی'' کی تعریف اور اس کے مصارف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مقدمہ نگار لکھتے ہیں:

''فئی اور خمس، غنیمت کی یہ آمدنیاں - جن پر اسلامی حکومت کے فوجی وانتظامی اخراجات نیز وظائف کا دارومدار تھا اور جو اسلامی مملکت کی ابتدائی صدیوں میں بڑی مقدار میں حاصل ہوتی تھیں - اب تقریباً بند ہو چکی ہیں اور آج اسلامی مملکت کو اپنے فوجی وانتظامی اخراجات کے لیے جو دیگر متبادل ذرائع اختیار کرنا پڑ رہے ہیں، وہ اسی ''فئی'' کے بدل ہیں۔ اندریں حالات ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی حکومت صدقہ مفروضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے انتظامی ادارہ کو چلانے اور فوجی اخراجات پورے کرنے کے لیے جو مختلف ٹیکس مقرر کرے گی، وہ تمام ''فئی'' کا بدل شمار ہوں گے، کیونکہ بہرحال ان کے مصارف وہی ہیں جو ''فئی'' کے ہوا کرتے تھے۔''[2]

یہ صحیح ہے کہ اس زمانہ میں حکومتوں کے اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں، جنھیں پورا کرنے کے لیے متبادل ذرائع کی تلاش بہرحال ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ اور حضرات خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم) کی سنتِ طیبہ میں ہمیں اس کے لیے بہت سے نظائر ملتے ہیں کہ اگر اسلامی بیت المال کی آمدنی کے معینہ ذرائع حکومت کی پیش آمدہ ضرورتوں کے لیے کافی نہ ہوں تو

(۱) ۳/۵۰۳

(۲) ص: ۸۷، ج: ۱

اِسلامی حکومت کو اجازت ہے کہ وہ اپنی ضروریات کے لیے قرضِ حسنہ لے، (سودی قرضہ کالین دین حکومت کے لیے بھی اسی طرح حرام وناجائز ہے، جس طرح اُمتِ اِسلامیہ کے ہر فرد کے لیے!) اہلِ استطاعت سے چندوں کی اپیل کرے، اس سے کام نہ چلے تو اَز رُوئے قانون مال داروں پر مطلوبہ رقم مہیا کرنے کی پابندی عائد کرے اور غیر معمولی حالات میں جب کہ ملک وملت کے وجود ہی کے لیے خدانخواستہ خطرہ پیدا ہو جائے تو اِسلامی حکومت متمول طبقے سے یہ مطالبہ کرسکتی ہے کہ وہ اِنفاق فی سبیل اللہ کے جذبہ سے رضا کارانہ طور پر اپنے تمام اموالِ فاضلہ؛ جوان کی واقعی ضروریات سے زائد ہوں، اجتماعی مقاصد کے لیے خرچ کر ڈالیں۔ (اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے دینی فرض کا احساس کرتے ہوئے اس سلسلہ میں اسلامی حکومت سے ہر ممکن تعاون کریں۔) شرط یہ ہے کہ یہ سب کچھ دین وعقل کے تقاضوں کے مطابق ہو اور اِسلام ومسلمین کے مصالح اور ملک وملت کی فلاح وبہبود کے پیشِ نظر کیا جائے، کسی فرد پر اس کی استطاعت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے، بیت المال کو مالِ یتیم کی طرح ایک مقدس امانت سمجھا جائے، ایک ایک پائی کے مصارف میں احتیاط وتقویٰ اور محاسبہ آخرت کو ملحوظ رکھا جائے، اسے ناروا تعیش پسندی، مسرفانہ شاہ خرچی، بے مقصد تفریحوں اور لایعنی تقریبوں پر نہ صَرف کیا جائے۔ جہاں اِسلامی ریاست کو اپنی گراں قدر اور عظیم تر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اِسلام مال جمع کرنے کی اِجازت دیتا ہے، وہاں اس کے حدود وقیود بھی متعین کرتا ہے اور مال کی جمع وتفریق میں حکومت پر کڑی شرائط بھی عائد کرتا ہے۔ بیت المال میں معمولی خیانت اور ادنیٰ بے اعتدالی پر لعنت وغضبِ خداوندی کی وعید بھی سناتا ہے۔

کیا آج کے مروّجہ نظامِ محاصل میں یہ رُوح موجود ہے؟ ہر شخص کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ موجودہ دور میں اسلامی ممالک کا نظامِ محاصل بھی (اِلَّا ماشاء اللہ) غیر مسلم اور لادین ملکوں کے نظامِ محاصل کا چربہ ہے۔ اس میں اسلامی اَحکام اور شرعی ہدایات کا کوئی لحاظ، حلال وحرام کی کوئی تمیز اور مسلم وکافر کا کوئی امتیاز سرے سے نہیں، نہ ٹیکس عائد کرتے وقت غریب باج گزاروں کی حالتِ زار اور قوتِ برداشت کا لحاظ، نہ ان کی وصولی میں اِنسانی ہمدردی کا اِظہار، نہ سرکاری خزانہ کے لیے بے مصرف اُڑانے میں کسی قسم کی اِعتدال پسندی کا مظاہرہ! آج پورے عالم پر ٹھیک وہی کیفیت طاری ہے جس کی پیش گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی تھی:

"یأتی علی الناس زمانٌ لا یبالی المرء ما أخذ منه، أمن الحلال أم من الحرام؟"[1]

(۱) رواہ البخاری، مشکاۃ المصابیح، ص: ۲۴۱، ط: قدیمی کتب خانہ، کراتشی

''لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا جب کہ آدمی کو اس کی قطعاً کوئی پروا نہیں ہوگی کہ وہ حلال طریقہ سے مال لیتا ہے یا حرام طریقہ سے؟''

آج کے ان گنت ٹیکسوں کی طویل فہرست پر ایک نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ ان میں اچھی خاصی تعداد ان ٹیکسوں کی ہے جو محرّمات شرعیہ سے وصول کیے جاتے ہیں۔ ان میں ایسے ٹیکس بھی ہیں جو براہِ راست غربت زدہ اور مفلوک الحال طبقہ پر عائد کیے جاتے ہیں، (چولہا ٹیکس، مرغی ٹیکس اور بچہ ٹیکس سے آگے پیش قدمی کا سلسلہ جاری ہے)۔ ہزاروں غریب کسان ایسے ہیں جن کی سارے سال کی خون پسینے کی کمائی حکومت کے مالیہ میں چلی جاتی ہے اور وہ اپنے بیوی بچوں سمیت فاقہ مستی کی مشق کرنے پر مجبور ہیں، یا پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے غلط راستوں کا رُخ کرتے ہیں۔ اور جو ٹیکس بظاہر متمول طبقہ پر عائد کیے جاتے ہیں، اُن کی ساخت بھی ان کے ذہین واضعین کی بدولت کچھ ایسی رکھی جاتی ہے کہ ان کا بیشتر بار بھی اسی پسماندہ طبقہ پر پڑے۔ تجارتی مال پر ٹیکس کا سارا بوجھ بالآخر خریداروں پر آ گرتا ہے، صنعتی مال کا ٹیکس بالآخر صارفین کو اَدا کرنا ہوتا ہے، ذرائع مواصلات کا تمام ٹیکس غریب عوام ہی پر تقسیم ہوتا ہے۔ فاضل مقدمہ نگار کا اس لادینی نظامِ محاصل کو ''فئی اور خمس کا بدل'' قرار دینا نہ صرف ژولیدہ فکری کی افسوس ناک مثال ہے، بلکہ اِسلام کی ایک مقدس اِصطلاح کی بے حرمتی بھی...!

اگر ہم اپنے مالیاتی نظام کو اِسلامی منہاج پر لانا اور سرمایہ داری کے عفریت نے ہماری معیشت کو جس طرح درہم برہم کر ڈالا ہے، اس کی اصلاح چاہتے ہیں تو اس کے لیے ہمیں سب سے پہلے ان اِمکانات کا جائزہ لینا ہوگا کہ کس طرح موجودہ نظامِ محاصل کے ڈھانچہ کو بدل کر اس کی جگہ شرعی بیت المال قائم کیا جائے؟ اس کے ساتھ ساتھ حرام ذرائع کو یکسر بند کرنا ہوگا، سرکاری افسروں کو سادگی، کفایت شعاری اور قناعت پسندی کی تربیت دینا ہوگی، ان کا معاشی لیبل عوامی معیشت کے تناسب سے نیچے لانا ہوگا، مسرفانہ شاہ خرچیوں کا سدباب کرنا ہوگا، معاشرہ میں اِستحصال کے لیے جتنے رخنے پیدا ہو چکے ہیں، ان سب کو بند کرنا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ جان جوکھوں کا کام ہے، جس کے لیے عقل و ایمان، دیانت و امانت اور فہم و فراست کی بہت بڑی مقدار درکار ہے۔

اس کے بجائے ہمارے دانش وروں نے غیر اِسلامی اور غیر فطری نظریات کو ''اسلامیانے'' کا نسخۂ کیمیا ڈُھونڈھ نکالا ہے کہ دُنیا کا کوئی گرا پڑا نظریۂ حیات لو، جسے اس کے اصل موجد بھی کھوٹا سکہ سمجھ کر اسے پھینک چکے ہوں، اُس پر دو چار اُلٹی سیدھی آیتیں پڑھ کر چھومنتر سے اُسے مشرف بہ اِسلام کرلو، اس پر اِسلام کا لیبل لگاؤ اور رسالوں، ماہ ناموں اور کتابوں میں اس کی ''اسلامیت'' کا اِشتہار دے دو۔ فاضل مقدمہ نگار نے

موجودہ نظامِ محاصل کو اِسی چھومنتر سے ''فئی اور خمس کا بدل'' قرار دیا ہے، اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، اِسی نسخۂ کیمیا سے اِشتراکیت کو مشرف بہ اِسلام فرما کر ''اِسلامی اِشتراکیت'' کا وعظ فرمایا ہے۔

مسلمانوں سے ٹیکس:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں شاہراہوں پر عاشر (محصل) مقرّر کیے تھے، جو مالِ تجارت پر مسلمانوں سے ڈھائی فی صد زکوٰۃ لیتے تھے، اور ذمیوں سے پانچ فی صد، اور اہلِ عرب سے دس فی صد ''عشور'' وصول کیا کرتے تھے۔ روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ مسلمانوں سے صرف ان کے مال کی زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی اور اسی پر تمام اُمت اور ائمہ کا اجماع ہے، لیکن فاضل مقدمہ نگار اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں سے اس قسم کا جو ٹیکس لیا جاتا تھا، وہ زکوٰۃ ہوتی تھی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ وہ زکوٰۃ تو نہیں تھی جو سال گزرنے پر لی جاتی ہے، یہ عشور تو نیا سامان درآمد برآمد کرنے پر بغیر سال گزرے وصول کیا جاتا تھا، لہٰذا ہماری نظر میں اَرجح یہی ہے کہ یہ عشور اس صدقہ کے علاوہ لیا جاتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے اموال پر مقرّر فرمایا تھا۔ واللہ اعلم!''

یہ مقدمہ نگار کا محض خیالی مفروضہ ہے، جس کا وجود باہر کی دُنیا میں نہیں۔ نہ اس پر وہ عقل و نقل سے کوئی دلیل لا سکتے ہیں۔ اُنہیں چونکہ موجودہ دور کے ٹیکسوں کو ''مسلمان'' کرنا ہے، اِس لیے بزعمِ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی سند لے آئے، حالانکہ حدیث وفقہ اور سیر و تاریخ کی کسی کتاب میں یہ نہیں ملے گا کہ دورِ نبوت وخلافت میں مسلمانوں سے کوئی ٹیکس وصول کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمانوں کے مالِ تجارت سے ڈھائی فی صد زکوٰۃ ہی وصول کی جاتی تھی اور سال گزرنے کی شرط کو پوری طرح ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں خود اِمام ابو عبیدؒ کی تصریح یہ ہے:

''وكان مذهب عمرؓ فيما وضع من ذلك انه كان ياخذ من المسلمين الزكوٰة.''(۱)

''اس بارہ میں حضرت عمرؓ کا مسلک یہ تھا وہ مسلمانوں سے تو زکوٰۃ وصول کرتے تھے۔''(۲)

اِمام ابو عبیدؒ کی عبارت کا یہ ترجمہ خود فاضل مقدمہ نگار کے قلم سے ہے۔ نہیں معلوم کہ وہ خود اپنی تحریر سمجھنے سے بھی معذور ہیں یا عمداً تحریف پر مامور ہیں...! موصوف کے اِطمینان کے لیے کچھ اور تصریحات بھی پیش کی جاتی ہیں:

---

(۱) کتاب الاموال، ص:۵۳۱
(۲) ترجمہ کتاب الاموال، ص:۲۹۶، ج:۲، از: عبدالرحمن سورتی۔

اِمام ابوبکر جصاص رازیؒ اَموالِ تجارت کی زکوٰۃ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"....كتب عمر بن عبدالعزيز الىٰ عماله أن يأخذوا ممّا يمرّ به المسلم من التجارات من كلّ عشرين ديناراً نصف دينارٍ وممّا يمرّ به الذمّي يؤخذ منه من كلّ عشرين ديناراً ديناراً، ثمّ لايؤخذ منه شيء الّا بعد حولٍ. اخبرني بذالك مَن سمع النبي صلى الله عليه وسلم.

و كتب عمر بن الخطّاب الىٰ عمّاله أن يأخذوا من المسلم ربع العشر، ومن الذمى نصف العشر، ومن الحربى العشر، وما يؤخذ من المسلم من ذلك فهو الزكٰوة المفروضة الواجبة، تعتبر فيها شرائط وجوبها من حول ونصاب وصحة ملك، فان لم تكن الزكٰوة قد وجبت عليه لم تؤخذ منه."(۱)

"حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عمال کو لکھا تھا کہ "مسلمان جس مالِ تجارت کو لے کر گزرے، اس سے بیس دینار میں سے نصف دینار وصول کیا جائے اور جو مال ذمی لے کر گزرے اس سے بیس دینار میں سے ایک دینار لیا جائے، پھر اس مال سے سال بھر تک کچھ وصول نہ کیا جائے۔ مجھے اس کی ایک ایسے شخص نے خبر دی ہے جس نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو لکھا تھا کہ "مسلمان سے چالیسواں حصہ، ذمی سے بیسواں حصہ اور حربی سے دسواں حصہ وصول کریں، مسلمان سے اس سلسلہ میں جو کچھ لیا جائے گا یہ وہی مقرّرہ زکوٰۃ ہوگی جو شرعاً واجب ہے۔ اس میں زکوٰۃ کے شرائطِ وجوب کو، مثلاً: سال کا گزرنا، نصاب کا ہونا اور صحیح ملکیت کا ہونا ملحوظ رکھا جائے گا۔ اور اگر کسی مسلمان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے تو اس سے کچھ نہیں لیا جائے گا۔"

اِمام شافعیؒ "کتاب الاُمّ" میں رزیق بن حکیم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انہیں لکھا تھا:

"مسلمانوں سے مالِ تجارت سے چالیس دینار پر ایک دینار وصول کیا کرو، اس سے کم بیس دینار تک اسی حساب سے لو اور اگر اس سے تہائی دینار بھی کم ہو تو اسے چھوڑ دو، اس پر کچھ نہ لو۔"

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اِمام شافعیؒ فرماتے ہیں:

(۱) احکام القرآن، ص:۱۵۵، ج:۲، ط:۱۳۳۵ھ

"ویعد لہٗ حتّٰی یحول علیه الحال فیاخذ ولا یاخذ منهم حتی یعلم ان الحول قد حال علی ما یاخذ منه."(۱)

"عاشر اسے نوٹ کرلے گا تاکہ سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ لے سکے گا، اور جب تک اسے یہ معلوم نہ ہوجائے کہ اس مال پر سال گزر چکا ہے، ان تاجروں سے کچھ وصول نہیں کرے گا۔"

امام سرخسیؒ "المبسوط" میں لکھتے ہیں:

"العاشر یاخذ ممّا یمرّ به المسلم علیه الزکٰوة اذا استجمعت شرائط الوجوب لأنّ عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه لمّا نصب العشار قال لهم: خذوا ممّا یمرّ به المسلم ربع العشر.... وأنّ عمر بن عبدالعزیز کتب الیٰ عمّاله بذٰلک وقال أخبرني به من سمعه من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم."(۲)

"عاشر مسلمان کے اس مال سے جسے لے کر وہ گزرے، زکوٰۃ وصول کرے گا جب کہ اس میں وجوبِ زکوٰۃ کی تمام شرائط جمع ہوں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب عاشر مقرر کیے تو اُن سے فرمایا کہ: مسلمان جو مالِ تجارت لے کر گزرے، اس سے چالیسواں حصہ وصول کیا کرو............ یہی بات حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی اپنے کارندوں کو لکھی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ بات مجھے ایسے شخص نے بتلائی ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔"

شیخ محی الدین نوویؒ شرح مہذب میں لکھتے ہیں:

"النصاب والحول معتبران في زکٰوة التجارة بلا خوف..... الخ."(۳)

"مالِ تجارت کی زکوٰۃ میں نصاب اور سال کا گزرنا شرط ہے، اس میں کسی کا اِختلاف نہیں۔"

اس قسم کی بیسیوں شہادتوں کی موجودگی میں فاضل مقدمہ نگار کا یہ دعویٰ کتنا عجیب ہے کہ: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے مالِ تجارت پر "زکوٰۃ" کے علاوہ ڈھائی فی صد ٹیکس نافذ کردیا تھا جس کے لیے سال گزرنے کی شرط بھی نہیں تھی۔" جو حضرات حدیث و فقہ اور اِسلامی موضوعات پر قلم اُٹھاتے ہیں، ان کی طرف سے ایسی سطحی اور مہمل باتوں کا پیش کیا جانا اور اسلامی حقائق کو توڑ موڑ کر غلط رنگ دینا بڑی تکلیف دہ بات ہے۔

(۱) کتاب الام، ص:۳۹، ج:۲
(۲) المبسوط، ج:۲، ص:۱۹۹
(۳) المجموع شرح المهذب، ج:۶، ص:۵۵

موصوف نے چونکہ ''مسلمانوں پر ٹیکس'' کا ذکر چھیڑا ہے، اِس لیے مناسب ہے کہ اس بارہ میں اِسلامی نقطۂ نظر معلوم کیا جائے۔ اِمام ابوعبیدؒ ''کتــاب الامــوال'' میں ٹیکس کی مذمت میں چنداً احادیث وآثار نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ان احادیث کا محمل جاہلیت کے وہ ٹیکس ہیں جو عرب وعجم کے بادشاہ لیا کرتے تھے، چنانچہ ان کا دستور تھا کہ وہ تاجروں سے دس فی صد تجارتی ٹیکس لیتے تھے۔ اس کی وضاحت اُن مکاتیب سے ہوتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف، بحرین، دومۃ الجندل اور دُوسرے شہروں کے مسلمان باشندوں کو لکھے تھے کہ: ''ان سے ٹیکس نہیں لیا جائے گا۔'' اس قسم کی بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک جاہلی دستور تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے ذریعہ توڑا اور چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہوئی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں پر ٹیکس نہیں بلکہ ٹیکس تو یہود ونصاریٰ پر ہیں۔''(۱)

تفصیل اس کی یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جہاں زندگی کے اور شعبے بے اِعتدالی کی نذر تھے، وہاں اِقتصادی ومعاشی شعبہ بھی اِفراط وتفریط سے خالی نہیں تھا، جن مختلف ذرائع سے عوام کو لوٹ کھسوٹ کا نشانہ بنایا جاتا تھا، ان میں سود اور ٹیکس کو سب سے نمایاں جگہ حاصل تھی۔ سودی نظام کے تحت عوامی معیشت پر ساہوکاری کا بوس کچھ اس طرح چھایا ہوا تھا کہ فاقہ زدہ عوام پشت در پشت قرض کے بوجھ تلے دبے رہتے تھے اور سود در سود کے جال سے نجات کی کوئی صورت انہیں نظر نہیں آتی تھی، اگر وہ سود کی مقررہ قسط ادا کرنے کی سکت نہ رکھتے....تو سنگ دل سرمایہ دار انہیں اپنی بہو بیٹیوں کو گروی رکھنے پر مجبور کرتا۔ اِدھر رئیسوں، نوابوں اور شہنشاہوں کی طرف سے ان پر گراں بار ٹیکس عائد تھے، ان میں ہر سال اِضافہ ہوتا رہتا تھا، ان کی وصولی میں ماتحت حکام پوری سنگ دلی اور بے رحمی کا مظاہرہ کرتے تھے، اگر کوئی شخص اپنی ناداری کی بنا پر ان کی ادائیگی نہ کر پاتا تو شاہی عتاب کا مستوجب ہوتا، اس کے املاک کی قرقی یا بحق سرکار ضبطی کے اَحکام صادر کیے جاتے۔ گویا عوام جو کچھ کمائے وہ خود اپنے یا اپنے بیوی بچوں کے لیے نہیں بلکہ ان انسان نما خونخوار درندوں کے لیے جو دولت واقتدار کی کنجیوں کے مالک تھے۔

اِسلام اِنسانیت کی اس بنجر زمین پر اَبرِ رحمت بن کر برسا، اس نے اُلجھی ہوئی معیشت کی گتھی سلجھائی،

---

(۱) کتاب الاموال، ص: ۵۲۹، ملخصاً

اقتصادی اِستحصال کے تمام دروازے بند کیے، زمانہ کی ہر کجی کو سیدھا کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تاریخ کے دھارے بدل گئے اور قافلۂ اِنسانیت پھر سے صراطِ مستقیم پر جادہ پیائے منزل ہوا۔ اِسلام نے اس کے لیے جو معاشی اِصلاحات نافذ کیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اَوّلاً:...نظامِ زکوٰۃ جاری فرمایا، جس کی بنیاد ''یؤخذ من اغنیائھم ویرد علیٰ فقرائھم'' کے اُصول پر رکھی گئی، یعنی زکوٰۃ کا مطالبہ جاہلی ٹیکسوں کی طرح ہر شخص سے نہیں ہوگا، بلکہ یہ صرف ان اغنیاء سے وصول کی جائے گی جن کے پاس سال بھر کے اِخراجات وضروریاتِ زندگی پورا کرنے کے بعد ''نصاب'' کی بقدر بچت رہ جاتی ہے، پھر ان سے وصول شدہ یہ زکوٰۃ حکومتوں کی تجوریوں میں جمع نہیں رہے گی، بلکہ ایک ہاتھ لی جائے گی اور دُوسرے ہاتھ فقراء ومساکین پر تقسیم کردی جائے۔

ثانیاً:...زکوٰۃ کی ایک قطعی مقدار معین کرکے اِفراط وتفریط کا دروازہ بند کردیا گیا: ''ثم مست الحاجة الی تعیین مقادیر الزکوٰة، اذ لولا التقدیر لفرط المفرط ولاعتدی المعتدی.''(۱) ورنہ اس کا اِمکان تھا کہ جاہلی ٹیکس زکوٰۃ کے نام سے وصول کیے جانے لگتے اور اس مقدس فریضہ کو اِستحصال کا ذریعہ بنالیا جاتا۔

ثالثاً:...سود کی تمام انواع واقسام کو حرام قرار دے کر لفظ ''سود'' کو اِسلام کی معاشی ڈکشنری سے خارج کردیا گیا۔ سودخوروں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا گیا اور سود کا لین دین کرنے والوں کے ساتھ اس کے شاہد وکاتب کو بھی ملعون قرار دیا گیا۔

رابعاً:...خرید وفروخت کی ان تمام صورتوں کو جن سے معاشی ناہمواری کا خطرہ تھا، ناجائز اور ممنوع ٹھہرایا گیا۔ (اس کی تفصیل حدیث وفقہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

خامساً:...جاہلی ٹیکسوں کو یکسر منسوخ قرار دیا گیا۔(۲) مسلمانوں کو اِطمینان دلایا گیا کہ ان سے زکوٰۃِ مفروضہ سے زائد کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا۔(۳) مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ وہ اللہ کا شکر کریں کہ انہیں ٹیکسوں کی لعنت سے نجات ملی۔(۴) ٹیکس وصول کرنے والوں کو زانیہ سے بدتر بتایا گیا: وفی قصة

---

(۱) حجة اللّٰہ البالغة، ص: ۳۹، ج: ۲

(۲) ترجمہ کتاب الاموال، ص: ۳۴۸، ج: ۱۔ ص: ۹۳، ج: ۲

(۳) ترجمہ کتاب الاموال، ص: ۲۹۴، ج: ۲

(۴) یا معشر العرب! احمدوا اللّٰہ الذی رفع عنکم العشور. (مجمع الزوائد، ص: ۸۷، ج: ۳)

الغامدية: "مهلاً يا خالد! فو الذى نفسى بيده! لقد تابت توبة لو تابها صاحب مكس لغفر له." (۱) اسے جنت سے محروم اور آتشِ جہنم کا مستحق قرار دیا گیا۔(۲) اس کے قتل کا حکم دیا گیا۔(۳) اس کے بارہ میں اعلان فرمایا گیا کہ رحمتِ خداوندی کے مخصوص اوقات میں بھی وہ مغفرت سے محروم ہے۔(۴)

جیسا کہ اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ اِسلامی حکومت کو اہلِ استطاعت سے مالی مطالبہ کا حق ہے تاہم یہ ایک ناگزیر اور اِضطراری حالت ہوگی، ورنہ ٹیکس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے واضح ہے کہ اِسلام اس کے وجود کو برداشت نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کے دور تک مسلمانوں پر کوئی ٹیکس عائد نہیں تھا، ان سے صرف زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔(۵) البتہ بنی اُمیہ کے بعض حکمرانوں نے یہ بدعت شروع کی تھی، جسے خلیفۂ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بند کیا اور چنگی خانوں کو ڈھا دینے کا حکم دیا۔(۶)

سلطنتِ عباسیہ اور غلاموں کی سلطنت کے دورِ زوال میں حکام کی عیش پسندی، فوج اور انتظامیہ کے وظائف میں بے پناہ اضافہ اور سلطانی اِخراجات کی گراں باری کی بنا پر عوام پر بہت سے ٹیکس لگائے گئے، حتیٰ کہ حاجیوں سے حج ٹیکس تک وصول کیا جانے لگا، بالآخر سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے ان قبیح مراسم کا قلع قمع کیا۔(۷) محقق اِبنِ خلدونؒ کی رائے میں سرکاری اِخراجات میں بے پناہ اضافہ اور عوام پر ٹیکسوں کی بھرمار کسی قسم کی ترقی اور حکومت کے استحکام کی علامت نہیں بلکہ یہ اس کے زوال و اضمحلال کا نشان ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ سلطنت اپنا طبعی وقت پورا کرچکی ہے۔ اہلِ علم اس کے لیے مقدمہ اِبنِ خلدونؒ، بابِ ثالث، فصل ۳۸ تا ۴۳ کی مراجعت فرمائیں!

اِسلامی اِشتراکیت

فاضل مقدمہ نگار نے "اسلامی اِشتراکیت" پر بھی دادِ تحقیق دی ہے۔ اِرشاد ہوتا ہے:

"الغرض! حضرت عمرؓ نے اس طرح اِنفرادی مفاد کو اِجتماعی مفاد پر قربان کرکے "اِسلامی اِشتراکیت"

---

(۱) صحیح مسلم، باب حد الزنا، ص:۶۸، ج:۲

(۲) ترجمہ کتاب الاموال، ج:۲، ص:۲۹۱

(۳) مجمع الزوائد، ص:۸۷، ج:۳۔ کتاب الاموال، ص:۲۹۲، ج:۲

(۴) مجمع الزوائد، ص:۸۸، ج:۳

(۵) ترجمہ کتاب الاموال، ص:۲۹۲، ج:۲

(۶) کتاب الاموال، ص:۲۹۱، ج:۲

(۷) مقدمہ ابن خلدون، ص:۲۸۱

کو قرآن مجید سے نہایت طویل غور وفکر اور اِجتہاد کے بعد اِستنباط کیا۔"(۱)

اِسلامی اِشتراکیت یا اِسلامی سوشلزم کی بحث ہمارے خیال میں "کتاب الاموال" کے مباحث سے قطعی بے جوڑ اور غیر متعلق ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ موصوف نے کتاب الاموال کے مقدمہ میں اِشتراکیت کی حمایت پر خامہ فرسائی کا "بلاوجہ تکلف" کیوں فرمایا؟ پھر ان کے نیاز مند قارئین کی یہ شکایت بھی بے جا نہیں کہ موصوف نے "اِسلامی اِشتراکیت" پر دلائل پیش کرتے ہوئے تو درازنفسی کا خاصا ثبوت دیا، نہ اطناب وتطویل سے پرہیز، نہ اعادہ وتکرار سے اِجتناب، نہ کاغذ اور سیاہی کے استعمال میں بخل؛ لیکن اس سلسلہ میں سب سے پہلے کرنے کا جو کام تھا اس کی طرف اِلتفات نہیں فرمایا، یعنی یہ نہیں بتایا کہ "اِسلامی اِشتراکیت" کا مفہوم اور اس کا حدودِ اَربعہ کیا ہے؟ یہ اِصطلاح کب سے وجود میں آئی؟ اور "اِسلامی اِشتراکیت" کے لفظ کو ڈکشنری میں کب سے جگہ ملی؟

غالباً یہ اُصول ساری علمی دُنیا میں مسلّم ہے کہ جب آپ کسی موضوع کی حمایت و وکالت کے لیے کھڑے ہوں تو آپ کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ آپ اپنے دعویٰ کا مفہوم واضح کریں اور اس کے حدود کی تعیین فرمائیں، تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ آپ کے پیش کردہ دلائل اپنے موضوع سے کہاں تک مطابقت رکھتے ہیں اور آپ کے دعویٰ کے لیے کس حد تک مفید ہیں؟ لیکن فاضل مقدمہ نگار "اِسلامی اِشتراکیت"، "اجتماعی مفاد" اور "قومی ملکیت" جیسے الفاظ اِستعمال کرتے ہوئے کہیں یہ نہیں بتاتے کہ "اِسلامی اِشتراکیت" کے صحیح حدود کیا ہیں؟ اور ان کی تعیین کے لیے فکرونظر کا سرمایہ کہاں سے مستعار لیا جائے گا؟ (یہ بات ہم آگے چل کر واضح کریں گے کہ بعض چیزوں کے حکومت کی تحویل میں رہنے کو اِشتراکیت یا "اِسلامی اِشتراکیت" سے تعبیر کرنا محض ابلہ فریبی ہے) اَب جب کہ فاضل مصنف نے اس سلسلہ میں خاموشی اِختیار کی ہے، ہمارے لیے یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ موصوف کے دلائل کا جائزہ لینے سے پہلے "اِسلامی اِشتراکیت" کی اِصطلاح پر گفتگو کریں اور یہ بتائیں کہ ہمارے یہاں یہ اِصطلاح کن معنوں میں استعمال کی جاتی ہے؟

"اِسلامی اِشتراکیت" لفظی اعتبار سے مرکب توصیفی ہے، جس میں اِشتراکیت کو اِسلام سے منسوب وموصوف کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کا لفظی مفہوم یہ ہوگا: "ایک ایسی اِشتراکیت جو اِسلامی اُصولوں پرمبنی ہو، یا اِسلام سے مستنبط ہو، یا اِسلام اس کا حامی اور مؤید ہو۔" یہ تو ہوا اس کا لفظی ترجمہ! اَب رہی یہ بحث کہ کیا واقعتاً اِشتراکیت کی کوئی ایسی نوع موجود ہے جو اِسلام پر مبنی ہو؟ اس کے لیے ہمیں نفسِ اِشتراکیت کی ماہیت کو سامنے لانا ہوگا۔ اِشتراکیت کی تعریف یہ کی گئی ہے:

(۱) مقدمہ کتاب الاموال، جلد اوّل، ص:۸۲

''سماجی تنظیم کا ایک ایسا نظریہ یا مسلک جو تمام وسائل پیداوار؛ سرمایہ، زمین، ملک وغیرہ پر پورے معاشرہ کی ملکیت اور اِجتماعی تصرف کا مدعی ہو اور جس کا مقصد سب کے مفاد میں ان وسائل کی تنظیم اور تقسیم ہو۔''(۱)

''اور یہ کام سماجی اِنقلاب کے ذریعہ کیا جائے گا جو مزدوروں کی راہنمائی میں برپا ہوگا۔''(۲)

گویا اِشتراکیت جس ''اِجتماعی مفاد'' کا صور پھونکتی ہے، اوّل سے آخر تک اس کا جائزہ لیا جائے تو اسے چھ مراحل پر تقسیم کیا جاسکتا ہے:

اوّل:...طبقاتی عصبیت

جس کا حاصل یہ ہے کہ ملک کے محنت کش طبقہ کو یہ دعوت دی جائے کہ وہ خالص محنت کشی کی بنیاد پر ایک محاذ قائم کریں اور انہیں ان کی مظلومیت کے افسانے سنا سنا کر توڑ پھوڑ، قتل وغارت، آتش زنی اور گھیراؤ پر اس قدر برانگیختہ کردیا جائے کہ پورا معاشرہ ایک ہول ناک اِنقلابی آتش فشاں میں تبدیل ہوجائے اور سارا ملک لاقانونیت اور فتنہ وفساد کا آتش کدہ بن کر رہ جائے۔

دوم:...سماجی اِنقلاب

پھر اس عصبیتی آتش فشاں کے ذریعہ مزدور ولیڈروں (کامریڈوں) کی راہنمائی میں ''مزدور راج'' کا نعرہ لگاکر ''جبری اِنقلاب'' برپا کردیا جائے جو سماج کی تمام قدروں کو تہ وبالا کرڈالے اور معاشرہ کی اخلاقی، مذہبی، رُوحانی خصوصیات وروایات کو پامال کرڈالے۔

سوم:...قومی ملکیت اور اجتماعی تصرف

''مزدور راج'' قائم ہوجانے کے بعد تمام پیداواری وسائل افراد سے چھین چھین کر انہیں ''قومی ملکیت'' قرار دیا جائے اور چند پارٹی لیڈروں کے ہاتھ میں پوری قوم کی نکیل تھمادی جائے، انہیں ہرقسم کے سیاہ وسفید کا مالک اور منصبِ رزّاقیت پر فائز کردیا جائے، وہ اپنی صواب دید کے مطابق جسے جتنا چاہیں، عنایت فرمائیں۔ قوم کا ایک ایک فرد اسٹیٹ کا بندۂ بے دام اور کامریڈوں کا کمیرا ہو۔ مزدور اَب بھی مزدور ہی رہے گا لیکن پہلے وہ بااِختیارِ خود جتنی محنت چاہے کرسکتا تھا، لیکن اب مزدوری کے ساتھ اسے جبریت وتشدد کی بندگی وغلامی بھی کرنی ہوگی - بدترین غلامی، مکروہ ترین بندگی- حد یہ کہ ''مزدور راج'' میں ماں باپ کے یہاں جو بچہ پیدا ہوگا، وہ بھی اسٹیٹ کا غلام زادہ اور کامریڈوں کا ننھا کمیرا ہوگا، والدین کا اس پر کوئی

(۱) آکسفورڈ ڈکشنری، بحوالہ ''چراغِ راہ'' سوشلزم نمبر، ص:۲۷۰

(۲) انسائیکلوپیڈیا اردو، فیروز سنز، لاہور، ص:۸۵۶

اختصاصی حق نہیں! کامریڈ جسے چاہیں زندہ رکھیں اور جسے چاہیں "پارٹی کا غدار" کہہ کر تختۂ دار پر لٹکا دیں۔

چہارم:.... تنظیم وسائل

"رزّاقِ مطلق" کے تخت پر نزولِ اِجلال فرمانے کے بعد اب یہ "نئے خدا" وسائل کی تنظیم پر غور فرمائیں گے۔ "رزّاقِ مطلق" اور "نئے خدا" جیسے الفاظ کو مبالغہ یا طنز پر محمول نہ کیا جائے! حقیقتِ واقعہ یہی ہے کہ اِشتراکیت میں رزّاقِ حقیقی اور خدائے واحد کا تصوّر نا قابلِ برداشت ہے۔ اُلوہیت کے حقوق پارٹی لیڈروں میں مرتکز تسلیم کیے جاتے ہیں۔ طلب و رسد کا سروے کیا جائے گا، افراد کی درجہ بندی ہوگی، ہر فرد کی صلاحیت کارکردگی کا جائزہ لیا جائے گا اور یہ دیکھا جائے گا کہ کل آمدنی کا کتنا حصہ ترقیاتی منصوبوں اور اِجتماعی مقاصد کے لیے رکھا جائے اور کتنا حصہ افراد پر تقسیم کیا جائے؟ پھر ہر فرد (مرد وعورت) کی صلاحیت کے طے شدہ درجہ کے مطابق اسے گھاس ڈالنے کا فیصلہ کیا جائے (جب پورے ملک کو ایک بڑے اصطبل میں اور وہاں کی انسانی آبادی کو بے بس حیوانوں میں تبدیل کر دیا جائے، جن کے حق میں یہ فرض کر لیا جائے کہ سرکاری ڈیوٹی کے سوا ان کا کوئی مصرف، شکم پری کے علاوہ ان کا کوئی تقاضا اور اپنے لیے نیک و بد کی تمیز کا انہیں کوئی حق نہیں ہے تو فرمایئے کہ ان کو عطا کردہ "روٹی" کے لیے "گھاس" کے علاوہ کیا تعبیر موزوں ہو سکتی ہے؟ "اولٰئک کالأنعام بل هم اضل"[1]) نہ سب کا وظیفہ مساوی درجہ کا ہوگا، نہ کسی کی خواہش و ضرورت کا لحاظ ہوگا۔ گویا مساوات کا وعدہ۔ جسے اِشتراکیت کا عظیم کارنامہ باور کرایا جاتا ہے۔ محض سراب نکلا اور فرد کی واقعی ضروریات کو معیار قرار دینا ایک احمقانہ تجویز....! انا للّٰہ!

پنجم:..... تقسیم

اَب ضروریاتِ زِندگی کے سرکاری ڈپو کھلیں گے، اِشتراکی جنت کے باسیوں اور مزدور راج کی بے بس رعایا کو حکم ہوگا کہ آٹھ گھنٹے کی سرکاری ڈیوٹی کے بعد فلاں ڈپو سے آٹا حاصل کریں اور فلاں فلاں سے سبزی، کپڑا وغیرہ وغیرہ! مصارفِ زِندگی کی کوالٹی کا اِنتخاب سرکاری منشا کے مطابق ہوگا، قیمتوں کا تعین صرف سرکار کرے گی۔ یہ بات خارج اَز بحث ہوگی کہ مطلوبہ چیز صارف کے ذوق اور پسند کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اس کی قیمت خریدار کی قوتِ خرید کے مطابق ہے یا نہیں؟ وہ چیز اس کے پسند کی ہو یا نہ ہو، اور اس کی قیمت مناسب ہو یا نامناسب، اسے بہر حال قبول کرنی ہوگی۔

(۱) الاعراف: ۱۷۹

ششم.....جبریت

اور جب قومی تنظیم و تقسیم کا یہ مرحلہ طے ہوا تو اِشتراکیت کا سہانا خواب پورا ہوگیا، اب کسی کو اس نظام کے خلاف دَم مارنے کی اور پارٹی لیڈروں کے فیصلہ کے خلاف لب کشائی کی اجازت نہیں ہوگی۔ کوئی مزدور کارخانہ تبدیل نہیں کرسکتا، (رُوس میں ۲۵؍اپریل ۱۹۵۶ء تک یہی قانون تھا، اس تاریخ سے - یعنی اشتراکی انقلاب کے چھبیس سال دو ماہ بعد - یہ ''حق'' لفظاً تسلیم کرلیا گیا کہ مزدور ایک ملازمت چھوڑ کر دُوسری کرسکتا ہے، لیکن عملاً آج تک روزِ اوّل ہے۔) نہ یہ فریاد کرسکتا ہے کہ اس کا حقِ محنت اس کی ضروریات کے لیے ناکافی ہے، لیڈرشپ کے خلاف جو زبان حرکت میں آئے گی، اسے گدی سے کھینچ لیا جائے گا۔ وہ سرتن سے جدا کردیا جائے گا جسے اس کے خلاف سوچنے کا سودا ہو۔ وہ سینہ چھلنی کردیا جائے گا جو اس نظام سے کسک محسوس کرے۔ اس منہ پر آہنی قفل چڑھادیے جائیں گے جو حرفِ شکایت زبان پر لائے۔ وہ ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں گے جو اس نظام پر ایک حرف لکھنے کے ''مجرم'' ہوں۔ پارٹی کا فیصلہ گویا خدائی فیصلہ ہوگا، جس کے خلاف نہ اپیل، نہ احتجاج، نہ مطالبہ، نہ ہڑتال، نہ جلسہ، نہ قرارداد! یہ سب کچھ افسانہ نہیں، وہ تلخ حقیقت ہے جس کا تماشہ رُوس، چین، ہنگری اور دُوسرے اشتراکی ممالک میں چشمِ فلک نے سینکڑوں بار دیکھا ہے اور جس کا مرثیہ سمرقند و بخارا کے در و دیوار سے آج نصف صدی بعد بھی سنا جاسکتا ہے۔ حاصل یہ کہ اِشتراکیت کا عمل منافرت، طبقاتی تفریق اور توڑ پھوڑ سے شروع ہوگا اور جبریت - کامل جبریت سے ہوتے ہوئے وحشیانہ جبریت - پر ختم ہوجائے گا۔

اب اگر اِشتراکیت اور اِسلام کی معنویت، ان کے اُصولی تصورات، ان کے بنیادی مقاصد، ان کے طریقِ عمل اور ان کے آثار و نتائج کو الگ الگ سامنے رکھا جائے تو بادنیٰ تأمل واضح ہوجاتا ہے کہ اِشتراکیت اور اِسلام کے مابین آسمان و زمین کا فاصلہ، مشرق و مغرب کا بعد اور دِن اور رات کی نسبت ہے۔ مسکینوں کا وہ گروہ جو بصارت و بصیرت سے محروم ہے، وہ تو خیر معذور ہے۔ ورنہ کسی صحیح بصارت کے شخص سے جس طرح یہ ممکن نہیں کہ وہ رات کو دِن اور دِن کو رات کہے، اسی طرح جس کے دِل کی آنکھیں روشن ہوں، وہ اِسلام کو اِشتراکیت اور اِشتراکیت کو اِسلام کہنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔ (پاکستان میں کوئی عالمِ دِین ہمیں معلوم نہیں جو ''اِسلامی اِشتراکیت'' کی ترکیب کو لفظاً یا معناً صحیح سمجھتا ہو۔) اِشتراکیت کی کوئی قسم ایسی نہیں جو اِسلام سے مطابقت رکھتی ہو، نہ اِسلام کا کوئی شعبہ ایسا ہے جو اِشتراکیت کے اُصول و مقاصد کا حامی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی لغت میں ''اِشتراکی اِسلام'' یا ''اِسلامی اِشتراکیت'' کا لفظ کبھی اِستعمال نہیں ہوا، نہ کوئی مسلمان اس سے واقف تھا۔ البتہ قیامِ پاکستان سے چند سال پہلے بعض بزرگوں نے - جن کا نام یہاں ذکر کرنے کی

ضرورت نہیں۔ اسلام اور اشتراکیت کا تقابلی مطالعہ کر کے اسلام کے اجتماعی عدل اور نظریۂ معیشت کے لیے ''اشتراکیت'' کی اصطلاح اختراع کی، یہ اطلاق محض ''مجاز مشاکلت'' کے طور پر کیا گیا تھا، جس سے ان بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ جن لوگوں کی نظریں اشتراکیت کے سراب کی ظاہری چمک دمک سے خیرہ ہو رہی ہیں، انہیں اس نئی اصطلاح کے ذریعہ اسلامی معیشت کے چشمۂ حیات کی طرف متوجہ کیا جا سکے۔ مشہور مقولہ کے مطابق بڑوں کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے، عملی تنقید سے بہت جلد ہی واضح ہو گیا کہ اسلام کے معاشی نظام پر اسلامی اشتراکیت کا اطلاق سوئے تعبیر ہے۔ اسلام کا یہ خصوصی امتیاز ہے کہ وہ اپنے اُصول و مقاصد کی تفہیم کے لیے درآمدی تعبیرات کا دست نگر نہیں، نہ اس کا روادار ہے، وہ معانی کے ساتھ اس کے تعبیری الفاظ بھی خود عطا کرتا ہے۔ بہر حال اس تعبیر سے ان بزرگوں کا موہوم فائدہ تو حاصل نہ ہو سکا، مگر اس کے دو عظیم نقصان اُبھر کر سامنے آئے:

اوّل یہ کہ بعض مریض ذہن کے لوگوں کے لیے خالص ''اسلام'' کے لفظ میں کوئی کشش نہیں رہی، جب تک کہ اس کے ساتھ اشتراکیت کا پیوند نہ لگا دیا جائے، گویا... معاذ اللہ!... مرکزِ جاذبیت اسلام نہیں، اشتراکیت ہے۔ یہ تقریباً وہی کیفیت ہے جو قرآنِ کریم نے منکرینِ آخرت کی بیان فرمائی:

"وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ." (۱)

''اور جب نام لیجیے خالص اللہ کا تو رُک جاتے ہیں دل ان کے جو یقین نہیں رکھتے پچھلے گھر کا اور جب نام لیجیے اس کے سوا اوروں کا، تب وہ لگیں خوشیاں کرنے۔'' (۲)

دُوسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ جب یہ اصطلاح چل نکلی تو اہلِ زیغ کو موقع ہاتھ آ گیا کہ ''اسلامی اشتراکیت'' کے سہارے جو نظریات چاہیں، پھیلائیں۔ وہ اصل مفہوم۔ جس کے لیے ان مرحوم بزرگوں نے یہ اصطلاح استعمال کی تھی۔ بہت جلد اسے طاقِ نسیان کی زینت بنا دیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مختلف نوع کی کئی اسلامی اشتراکیتیں وجود میں آ گئیں۔ آج مشکل ہی سے کوئی فرد یا گروہ ایسا ملے گا جو ''اسلامی اشتراکیت'' سے اسلام کا نظامِ عدل و معیشت مراد لیتا ہو۔ اس دعوىٰ کی دلیل کے لیے کسی کتابی استدلال کی ضرورت نہیں، نہ کہیں باہر جانے کی حاجت ہے، خود اپنے ملک میں جو لوگ اسلام کے بجائے یا صحیح لفظوں میں اسلام کے مقابلہ میں ''اسلامی اشتراکیت'' کا پرچار کرتے ہیں، ان کا مطالعہ کیجیے تو آپ کو ان کی مختلف قسمیں نظر آئیں گی۔ بعض لوگ اسے صرف اسلام کے قصرِ بلند کو تہ و بالا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں

(۱) الزمر: ۴۵ (۲) ترجمہ شیخ الہندؒ

اور اسلامی اشتراکیت اور قرآنی نظامِ رُبوبیت کے پردہ میں صریح الحاد و زندقہ اور مارکسی دہریت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ہمیں ذاتی طور پر ایسے لوگوں کا علم ہے جو خلوتِ خاص میں قرآن و اسلام کو دُشنام طرازی کا نشانہ بناتے ہیں، شعائر اسلام کا تمسخر اُڑاتے ہیں، لیکن اسٹیج پر اسلامی اشتراکیت اور خلافت راشدہ کا نعرہ لگاتے لگاتے ان کے لب خشک ہو جاتے ہیں۔

بعض حضرات اسلامی اشتراکیت کو فلاحی مملکت کے معنی میں استعمال کرنا چاہتے ہیں، اگرچہ وہ یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ اس ''فلاحی مملکت'' کا نقشہ کیا ہوگا؟ لیکن ان کی زبان و بیان، ان کی سیرت و کردار اور ان کے اخلاق و اعمال سے اتنی بات بالکل عیاں ہے کہ وہ فلاحی مملکت کا سارا خاکہ اپنے ذہن شریف سے برآمد یا کہیں باہر سے درآمد کریں گے۔ اسلام کو نہ وہ جانتے ہیں، نہ اس سے ''فلاحی مملکت'' کے قیام میں کوئی مدد لینے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اسلامی اشتراکیت کے ناطہ میں وہ اسلام پر اتنا رحم ضرور کر سکیں گے کہ اسے کارِ مملکت سے باہر آزادی سے گھومنے پھرنے کی اجازت دیں یا اس پر مشقِ اجتہاد فرما کر اس کی چولیں سیدھی کریں گے اور اسے خود ساختہ فلاحی مملکت کا پاسبان بنائیں گے۔

بعض حضرات نیک نیتی، لیکن غلط فہمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ مارکس کا اشترا کی نظریہ۔ جس کا عملی تجربہ اپنی بگڑی ہوئی شکل میں رُوس، چین اور دُوسرے اشتراکی ممالک میں ہو چکا ہے۔ تقسیم دولت کی حد تک تو بہت خوب ہے کہ اس نے سرمایہ دار کے قارونی عفریت کو کچل کر رکھ دیا ہے اور سرمایہ داری اور اکتنازِ دولت کے بت کو پاش پاش کر ڈالا ہے! لیکن اس میں صرف اتنا نقص ہے کہ اس کی بنا ''مادّی جدلیت'' پر رکھی گئی ہے اور رُوحانی اقدار، مذہبی جذبات اور تصورِ خدا کی نفی کر دی گئی ہے۔ اب اگر اشتراکیت کے اقتصادی نظام اور اسلام کے رُوحانی نظام کو ملا کر جمع کر دیا جائے تو دونوں کی باہم یکجائی سے ایک ایسی ''اسلامی اشتراکیت'' وجود میں آئے گی جو رُوسی اور چینی اشتراکیت کے تمام فوائد کی جامع ہوگی لیکن لادِین اشتراکیت کی حماقتوں سے مبرا ہوگی۔ اسلامی اشتراکیت کا یہ تصوّر بظاہر بڑا سہانا اور نہایت دِل کش ہے، شروع شروع میں اقبال مرحوم بھی اس کے فریبِ نظر کا شکار ہو گئے تھے لیکن یہ اندر سے کتنا بھیانک ہے؟ اس کا اندازہ ذیل کے اشارات سے کیجیے۔ (تفصیل کے لیے ایک مستقل مقالہ درکار ہے۔)

اَوّلاً:...اس نظریہ نے پہلے قدم پر یہ تسلیم کر لیا کہ اسلام کے پاس (خاکم بدہن) کوئی اقتصادی نظام نہیں اور وہ اپنی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے مارکسیت کا دست نگر ہے۔ (اس سے قطع نظر کہ اسلام کے بارہ میں ایسا عقیدہ رکھنے سے آدمی دائرۂ اسلام میں بھی رہتا ہے یا نہیں؟) کیا کوئی مسلمان اس کے لیے

تیار ہوگا؟ کیا ایسا ملعون نظریہ جو اِسلام کے ناقص تصور پر مبنی ہو، کسی کے لیے لائقِ پذیرائی ہوسکتا ہے؟ کلا وربَّ الکعبة!

ثانیاً:... اِسلام کی پہلی بسم اللہ توحید و رسالت اور عقیدۂ آخرت سے ہوتی ہے، اس کے ایک ایک مسئلہ میں انہی عقائد کی رُوح کارفرما ہے۔ برعکس اس کے اِشتراکیت کی ''لال کتاب'' کا آغاز خدا اور مذہب کی نفی و اِستہزا سے ہوتا ہے اور اس کے رگ وریشے میں یہ جراثیم پھیلے ہوئے ہیں۔ اب جن دو نظاموں کی لائنیں نقطۂ آغاز ہی سے متخالف سمت پھٹی ہوں، کیا کسی مرحلے پر ان کا اِجتماع یا ان کی مصالحت ممکن ہے؟ اِسلام دِینِ خداوندی ہے اور اِشتراکیت دِینِ مارکس! کیا ان دونوں کو صلح و اِتحاد پر آمادہ کیا جاسکتا ہے...؟

ثالثاً:... اِشتراکیت کی ترکیب؛ مادّیت و جدلیت، جھوٹ اور منافقت، جبر و اِستبداد اور فتنہ و فساد کے عناصرِ اَربعہ سے ہوئی ہے۔ چنانچہ دُوسرے اِشتراکی ممالک میں جو کچھ ہوا اس کو تو جانے دیجیے! خود ہمارے ملک میں اِشتراکی عناصر کے کارنامے اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ کیا اِسلام کے ساتھ اِشتراکیت کا جوڑ لگانے کے لیے ہم اِشتراکیت کے ان عناصرِ اَربعہ کی قیمت - جو عموماً لاکھوں بے گناہ اِنسانوں کا خون اور ہزاروں عصمتوں کی قربانی ہوتا ہے - دینے کے لیے تیار ہوں گے؟ اور کیا اِسلام اِشتراکیت کی ان درندگیوں کو برداشت کرتا جائے گا...؟

رابعاً:... اِشتراکیت کی تاریخ یہ ہے کہ اسے جن ممالک میں تسلط نصیب ہوا، وہاں دِین اور اہلِ دِین کو ''رجعت پسند'' اور سرمایہ داروں کے محافظ کہہ کر کچل دیا گیا۔ اِشتراکیت کو اِسلام کے حبالۂ عقد میں لانے سے پہلے ہم یہ اطمینان کیسے کرلیں گے کہ یہ ناگن اِسلام کے گھر (دارُالاسلام) آتے ہی اپنی خوبو چھوڑ بیٹھے گی؟ اور اپنی فطرت کے خلاف وہ یہاں کے لوگوں سے رحمت و شفقت کرے گی؟ اِشتراکیت نے کبھی اپنے سپوتوں کو بھی نہیں بخشا، وہ دُوسروں سے کیونکر رعایت کرے گی...؟

خامساً:... اِشتراکیت کا سب سے زیادہ خوش آئند پہلو ''اِقتصادی مساوات'' کو قرار دیا جاتا ہے، جس کی بنیاد اِنفرادی ملکیت کی نفی پر ہے، (یعنی ملک کی کسی چیز پر فرد کا کوئی حق نہیں، وہ صرف حکومت کی ملکیت ہے)۔

جب کسی ملک میں اِقتصادی عدمِ توازن پایا جائے کہ بعض افراد لاکھوں کے مالک ہوں اور بعض ضروریاتِ زندگی سے محروم، تو اس کی اِصلاح کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اُمراء کو - قانوناً یا اخلاقاً - حکم دیا جائے کہ وہ اپنے بال بچوں کی طرح غرباء کی کفالت کریں اور اپنی فاضل دولت اپنے پسماندہ بھائیوں پر تقسیم کردیں، یہاں تک کہ معاشرہ کے کسی فرد کو یہ شکایت نہ رہے کہ اسے زندگی کے حوائجِ ضروریہ میسر نہیں، نہ کسی

غریب کو کسی اُمیر سے گلہ شکوہ کی گنجائش رہے۔ یہ تو ہے اُخوت ومواسات کا وہ نمونہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں حضرات مہاجرینؓ وانصارؓ نے قائم کرکے دکھایا۔ انصارؓ نے مہاجرینؓ کی خدمت میں اپنی تمام املاک کا نصف پیش کردیا، بلکہ اگر کسی کے ہاں دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دے کر مہاجر بھائی کے حوالہ کرنے پر تیار ہوگیا۔ اِنسانیت کی پوری تاریخ اس اُخوت ومؤاسات کا نمونہ پیش کرنے سے عاجز ہے اور اگر آج صحیح اِسلام کو نافذ کردیا جائے تو دس بیس سال یا اس سے بھی کم عرصہ میں ان برکات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اور اس اِقتصادی تفاوت کو مٹانے کی دُوسری صورت یہ ہے کہ آپ دونوں کے تمام املاک ضبط کرکے حکومت کے حوالہ کردیں، جس کے نتیجہ میں پوری سوسائٹی فقیر وقلاش بن کر چند کامریڈوں اور افسرشاہی کے رحم وکرم پر رہ جائے جو موٹی موٹی تنخواہیں لیتے ہیں۔ یہ ہے اِشتراکی مساوات، جس میں ملک کی ساری دولت پر مطلق العنان آمریت کا قبضہ ہوتا ہے اور پوری قوم نہایت حقیر معاوضہ پر ان کی نوکر...!

اِسلام؛ اُخوت ومؤاسات اور اجتماعی عدل کی بنیاد پر ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس میں کوئی غریب نہ رہے اور اگر کوئی نادار شخص رات فاقہ سے گزاردے تو پوری قوم کو اس کا مجرم قرار دیا جائے۔ برعکس اس کے اِشتراکیت ایسا معاشرہ وجود میں لاتی ہے جسے فقر وفاقہ میں مساوات کا درجہ حاصل ہو، گویا اِشتراکیت کا دعویٰ مساوات صحیح ہے، مگر مال داری میں نہیں بلکہ غربت وافلاس اور فقر وفاقہ اور جبریت ومظلومیت میں...!

یہاں ہمیں اس سے بحث نہیں کہ آیا یہ معاشی مسئلہ کا صحیح حل ہے یا نہیں؟ یہاں ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ جب ملک کی ایک ایک پائی سے افراد کی ملکیت سلب ہوجائے تو کیا اِسلام اپنے وہ ہزاروں اُحکام واپس لے لے گا جن کا تعلق زکوٰۃ، حج، قربانی، انفاق، بیع، شرا، صدقہ، ہبہ، وصیت، وراثت وغیرہ کے ابواب سے ہے؟ ''اِسلامی اِشتراکیت'' کی فرماں روائی میں یہ ابواب اسلامی اُحکام کے تحت آئیں گے یا اِشتراکیت کی قربان گاہ پر ذبح ہوں گے...؟

سادساً:... اِشتراکیت کو مجرد ''اِقتصادی نظام'' سمجھنا بھی خودفریبی ہے۔ اِشتراکیت پہلے قدم پر اپنے ساتھ ایک ''جابرانہ سیاسی نظام'' لے کر چلتی ہے، جس میں فرد کی عزتِ نفس، اس کے جذبات وعواطف، اس کی فطری وذہنی، رُوحانی ومذہبی خواہشات کو کچل کر اسے حیوان سے بدتر درجہ دیا جاتا ہے۔ کیا اسلام اشرف المخلوقات کی اس تذلیل سے اِتفاق کرلے گا؟ اور سچ تو یہ ہے کہ ''اِشتراکیت'' کو اِقتصادی نظام کہنا ہی غلط ہے، وہ خالص ایک سیاسی نظام ہے، مگر ایسا جابرانہ اور ظالمانہ کہ اس کے سامنے قدیم مصر کا فرعونی نظام بھی

شرمندہ ہے۔ جہاں تک اِقتصادی خوش حالی کا تعلق ہے، اشتراکی ممالک میں مزدور، کسان اور غریب طبقے کی حالت سرمایہ دار ممالک سے بھی بدتر اور گھناؤنی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو حضرات اِسلام اور اِشتراکیت کے مصنوعی ملغوبہ کو ''اِسلامی اِشتراکیت'' کا نام دیتے ہیں -خواہ وہ اپنی جگہ کتنے ہی نیک نیت اور مخلص ہوں- اُن کا موقف کسی حقیقت پسندی پر مبنی نہیں، نہ وہ اِسلام اور اِشتراکیت کے مزاج سے واقف ہیں۔

بعض حضرات ''اِسلامی اِشتراکیت'' کو محض سیاسی زینہ کے طور پر اِستعمال کرتے ہیں۔ وہ خود چونکہ اچھے خاصے ''سرمایہ دار'' ہیں، اس لیے محنت کش طبقہ کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ ان حضرات کو اپنی سیاست سے آگے نہ اِسلام سے دلچسپی ہے، نہ اِشتراکیت سے، بلکہ صرف اپنی آمریت سے!

بعض حضرات ''اِسلامی اِشتراکیت'' کی حمایت اِس لیے کرتے ہیں کہ ہمارے ملک کے پسماندہ طبقہ کو -جو سرمایہ داروں کے ظلم وستم سے مفلوج ہو کر رہ گیا ہے- کسی طرح سرمایہ داری کے چنگل سے نجات دِلا دی جائے اور سفید سامراج کی پیدا کردہ معاشی ناہمواریوں کو ختم کر دیا جائے تو اِسلام کے عدلِ اِجتماعی کے لیے زمین تیار ہوسکتی ہے۔ گویا ان کے نزدیک ''اسلامی اِشتراکیت'' کا یا ''اسلامی سوشلزم'' کا مفہوم یہ ہے: ''اِشتراکیت کا وہ راستہ جو اِسلام تک پہنچا دے۔'' لیکن یہ ان حضرات کا خیال ہی خیال ہے، عالم وجود میں اِشتراکیت کی کوئی ایسی قسم اب تک دریافت نہیں ہو سکی، نہ آئندہ ایسے انکشاف کی توقع ہے جو سیدھی اِسلام پر جا کر رُکتی ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ حضرات اسی راہ پر گامزن رہے تو کچھ مدت بعد ان کے سامنے کعبہ کے بجائے ترکستان ہوگا۔ **ولا فعل اللّٰہ ذالک!**

اس کے بالکل برعکس بعض لوگ ''اِسلامی اِشتراکیت'' کا نام اِس لیے لیتے ہیں کہ اس کے ذریعے مارکسی اِشتراکیت کے لیے راستہ ہموار کیا جائے۔ اُنہیں معلوم ہے کہ ہمارے ملک کا ذہن خالص مذہبی ہے، یہاں کے عوام عملی کوتاہی کے باوجود اِسلام پر غیر متزلزل ایمان ویقین رکھتے ہیں، اِسلام اور شعائرِ اِسلام کی محبت ان کے دل کی گہرائیوں میں اس قدر راسخ ہے کہ وہ ہر چیز برداشت کر سکتے ہیں، لیکن یہ بات ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہے کہ انہیں دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی جائے، یہاں کسی گمراہ کو کھل کر اپنے نظریات اُگلنے کی ہمت نہیں ہوتی، بلکہ اسے ''اسلامیت'' کا لبادہ اوڑھ کر اور قرآن وحدیث کے غلط سلط حوالے دے کر دامِ ہمرنگ زمین پھیلانا ہوتا ہے۔ اِشتراکیت پسند یہاں کے عوامی مزاج سے خوب واقف ہیں، اس لیے وہ ہمارے ملک کی فضا میں ''اِسلامی اِشتراکیت'' ہی کو غنیمت سمجھتے ہیں، تاکہ عوام کو یہ سمجھایا جاسکے کہ اِسلام اور اِشتراکیت کے درمیان کوئی تصادم نہیں۔ ان لوگوں کے یہاں ''اِسلامی اِشتراکیت'' کا

مفہوم یہ ہوتا ہے کہ: ''ایسی اِشتراکیت جس کے لیے اسلام کو زینہ بنایا جا سکے۔'' یہ اسلام کی ایسی تعبیر وتشریح کرنا چاہتے ہیں جو مارکسی اِشتراکیت پر ٹھیک ٹھیک منطبق ہو۔

اور واقعتاً ہمارے یہاں ایسے حضرات بھی موجود ہیں جو ''اسلامی اِشتراکیت'' کے حسین نعروں سے متأثر ہو کر ''اسلامی سوشلزم'' پر ''ایمان بالغیب'' رکھتے ہیں۔ انہیں کچھ خبر نہیں، نہ اس کی ضرورت انہوں نے محسوس کی ہے کہ ''اسلامی اِشتراکیت'' دراصل کیا ہے؟ اس کے نتائج وعواقب کہاں تک جائیں گے؟ کسی ''بڑے لیڈر'' کی زبان فیض ترجمان سے انہوں نے سن لیا کہ ''اسلامی اِشتراکیت ہی ہماری تمام معاشی اُلجھنوں کا واحد حل ہے، ہم اسلامی سوشلزم کے ذریعہ یہاں خلافتِ راشدہ کا نمونہ قائم کریں گے۔'' بس یہ سنتے ہی انہوں نے آمنّا و صدّقنا پڑھ کر ''اسلامی اِشتراکیت'' کا وظیفہ شروع کر دیا اور اس کے لیے قرآن وحدیث اور اسلاف کے حوالے پیش کیے جانے لگے۔ فاضل مقدمہ نگار کے علم وفضل کے پیش نظر یہ خیال کرنا بے ادبی ہے کہ ان کا تعلق بھی شاید اس گروہ سے ہو سکتا ہے۔

اسلامی اِشتراکیت کی ان مختلف اور متضاد قسموں میں سے فاضل مقدمہ نگار کی پسندیدہ ''اسلامی اِشتراکیت'' کون سی ہے؟ اس کا تعین بڑا مشکل ہے! تاہم ان کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکمل اِشتراکیت کو جائز رکھتے ہیں اور اس اِشتراکیت کو جب مسلمان اور اسلامی حکمران اختیار کریں گے تو وہ آپ سے آپ ''اسلامی اِشتراکیت'' بن جائے گی (ذہن میں یہ بھی رہنا چاہیے کہ محترم مقدمہ نگار کا تعلق لاہور کے محکمہ ''نظامِ رُبوبیت'' سے رہ چکا ہے اور وہاں سے سیدھے ''ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی'' پہنچے ہیں۔) اب آیئے ان کی اِشتراکیت اور اس کے دلائل پر غور کریں!

فاضل مقدمہ نگار جناب سورتی صاحب نے ''اسلامی اِشتراکیت'' کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق وشام کی مفتوحہ اراضی کو ''فئی'' قرار دیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل خود موصوف کے قلم سے یہ ہے:

> ''عراق وشام ومصر کی مفتوحہ اراضی کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاتح مجاہدوں کے مطالبہ پر غنیمت کی طرح بانٹنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ تمام اراضی اور ان پر کام کرنے والے: غیر عرب مسلمانوں کی فئی ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ آیندہ ایسے زرخیز علاقے مسلمانوں کو حاصل نہ ہو سکیں، اگر ہم انہیں بانٹ دیں گے تو اسلامی مملکت کے دفاع اور عام مسلمانوں کی حالت سدھارنے کے لیے۔ جن میں مجاہدین کے اہل وعیال اور بیوائیں شامل ہیں۔ کس مد سے انتظام ہوگا؟ یہ تقسیم کی تجویز تو غیر معقول ہے۔ بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرینِ اوّلین سے مشورہ کیا، ان میں اختلاف

تھا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تقسیم کے قائل تھے اور حضرت عثمان وعلی وطلحہ وابن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عمرؓ کے ہم خیال تھے۔ بعد ازاں انہوں نے دس کبار انصار کو بلوایا جن میں سے پانچ اوس قبیلہ کے اور پانچ خزرج کے تھے۔ جب وہ جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد ان سے یوں خطاب کیا:

''میں نے آپ لوگوں کو یہاں آنے کی زحمت اس لیے دی ہے کہ مجھ پر آپ لوگوں کے انتظام کا جو بار امانت ہے، اس کے اُٹھانے میں میری مدد کریں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں میں آپ میں سے ایک ہوں اور آپ ہی لوگوں کو آج حق کا فیصلہ کرنا ہے۔ میری تجویز کے مخالفین اور موافقین کا آپ کو علم ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ آپ لوگ اس معاملہ میں میری خواہش کی تائید کریں۔ آپ کے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ناطق بالحق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میں نے کوئی بات کہی ہے تو اس سے میری غرض صرف حق ہے۔'' حاضرین نے کہا: ''یا امیر المؤمنین! اپنا موقف پیش فرمایئے، ہم سنیں گے۔'' چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''آپ لوگ ان لوگوں کی بات سن چکے ہیں جن کا خیال ہے کہ میں ان کے حقوق چھین کر ان پر ظلم کر رہا ہوں۔ معاذ اللہ! کہ میں ظلم کروں۔ اگر میں ان سے کوئی ایسی چیز جو ان کی ہے، چھین کر دوسروں کو دے رہا ہوں تو میری بدبختی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ لیکن میرا خیال ہے کہ مملکتِ کسریٰ کو فتح کرنے کے بعد اب کچھ باقی نہیں رہا، اللہ نے ہمیں ان کے اموال واراضی اور کاشت کار بطور غنیمت عطا فرما دیے۔ میں نے اموال تو غنیمت کی طرح ان میں تقسیم کر دیے، لیکن اراضی کے متعلق میرا خیال ہے کہ انہیں ان پر کام کرنے والے غریب عرب کاشت کاروں کے ساتھ روک رکھوں، ان پر فی کس جزیہ مقرر کر دوں جو مسلمانوں کے لیے فئی بن جائے، یعنی مسلمان فوجیوں اور اہل وعیال اور بعد میں نئے آنے والے تمام مسلمان؛ سب اس میں شریک رہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ سرحدوں کی حفاظت کے لیے وہاں فوج رہنا ضروری ہے، پھر یہ شام، جزیرہ اور کوفہ، بصرہ ومصر جیسے وسیع وعریض علاقے متقاضی ہیں کہ ان میں فوج رکھی جائے اور اسے تنخواہیں دی جائیں۔ آخر ان انتظامات کے لیے رقم کہاں سے آئے گی جب کہ ہم ان اراضی اور ان کے کاشت کاروں کو تقسیم کر چکیں گے؟'' سب نے بیک آواز کہا: ''واقعتاً آپ کی تجویز بالکل دُرست ہے۔ آپ کا خیال اور آپ کی بات بہت عمدہ ہے۔ اگر سرحدوں اور بڑے شہروں میں فوج کا انتظام نہ رکھا گیا اور انہیں اخراجات نہ ملتے رہے تو کفار پھر اپنے علاقوں کو واپس لے لیں گے۔''

''سوادِ عراق فتح ہونے پر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا تو اکثریت اس کے (غنیمت کی طرح)

تقسیم کرنے کے حق میں تھی، بلال ابن ابی رباح اس مطالبہ میں سب سے زیادہ آگے بڑھے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ اسے باقی رکھنے اور تقسیم نہ کرنے کے حق میں تھے، چنانچہ انہوں نے دُعا کی: ''اے اللہ! بلال اور ان کے ساتھیوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔'' اسی شش و پنج میں دو تین دن گزر گئے، پھر حضرت عمرؓ نے کہا: ''میں نے اپنی تجویز کی تائید میں قرآن مجید سے حجت پالی ہے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: (اس موقع پر آپؓ نے سورۃ الحشر کی پانچ آیات ۶ تا ۱۰ تلاوت فرمائیں اور آخری آیت "والذین جاء وا من بعدھم" کے بارہ میں فرمایا:)

''اس طرح یہ آیت ان تمام لوگوں کو اپنے اندر شامل کر لیتی ہے جو ان کے بعد آئیں گے، چنانچہ یہ فئی ان تمام مذکورہ حق داروں کی ہوگی، ہم کیونکر اسے (حاضر) لوگوں میں تقسیم کر سکتے ہیں اور ہمیں کیا حق ہے کہ ہم ان کے بعد آنے والوں کو تقسیم سے محروم کر جائیں؟ چنانچہ انہوں نے اسے وقف کرنے کا عہد کر لیا اور اس کا خراج اکٹھا کیا۔''(۱)

مناسب ہوگا کہ فاضل محترم اس واقعہ سے ''اِسلامی اِشتراکیت'' کا اِستخراج کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل نکات پر غور فرمائیں:

اَوّل:... حربی کافروں کا جو مال مسلمان فاتحین کے ہاتھ آتا ہے قرآنِ حکیم میں اس کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں: ۱:... غنیمت اور ۲:... فئی۔ غنیمت کا حکم یہ بتایا گیا ہے کہ خمس (۱/۵) نکالنے کے بعد اسے فاتحین پر تقسیم کیا جائے گا، جب کہ فئی کے مستحق صرف فاتحین کو نہیں بلکہ تمام ضرورت مند مسلمانوں کو قرار دیا گیا ہے، خواہ انہوں نے جہاد میں حصہ لیا ہو یا نہ لیا ہو۔ کفار کی مفتوحہ اراضی پر قانونِ غنیمت کا اطلاق ہوگا یا قانونِ فئی کا؟ یہ تھا وہ سوال جو عراق و شام اور مصر کی فتح کے موقع پر پیش آیا۔ حضرت بلالؓ اور ان کے رُفقاء کا کہنا یہ تھا کہ دُوسرے اموال کی طرح مفتوحہ اراضی بھی قانونِ غنیمت کے تحت آتی ہیں، کیونکہ انہیں بزورِ شمشیر فتح کیا گیا ہے، اس لیے انہیں اِصرار تھا کہ یہ اراضی صرف فاتحین کا حق ہے اور ان پر ان کو تقسیم کیا جانا چاہیے۔ اس کے برعکس حضرت عمرؓ کا موقف یہ تھا کہ قانونِ غنیمت کا اِطلاق صرف اموالِ منقولہ تک محدود ہے، غیرمسلموں کی مفتوحہ اراضی اور غیرمنقولہ جائداد قانونِ غنیمت کے تحت نہیں، بلکہ قانونِ فئی کے تحت آتی ہے، اور صرف فاتحین کا حق نہیں بلکہ تمام مسلمان اس پر مساوی حق رکھتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ اسے فاتحین پر تقسیم کر کے باقی تمام مسلمانوں کو اس سے محروم کر دیا جائے۔ (اس اِختلاف کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جب عدالت میں کوئی پیچیدہ کیس پیش ہوتا ہے تو قانون دانوں کے درمیان یہ اِختلاف پیدا ہو جاتا ہے کہ اس پر کون سی دفعہ کا

(۱) مقدمہ کتاب الاموال، جلد اوّل، ص: ۸۰ تا ۸۳

اطلاق ہونا چاہیے؟) حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجود یہ کہ خلیفۂ راشد تھے، اُمت کے سب سے بڑے فقیہ اور اپنے علم وفضل اور فقہ و اجتہاد کے اعتبار سے سب پر فائق تھے، حضرت بلالؓ اور ان کے رُفقاء کے مقابلہ میں ہی نہیں بلکہ پوری اُمت کے مقابلہ میں ان کی فقاہت کا پلہ بھاری تھا، لیکن انہوں نے اپنے اجتہاد کو زبردستی نہیں ٹھونسا، بلکہ فقہا صحابہؓ کی ایک جماعت کے سامنے اس کیس کو رکھا اور ان سے فیصلہ طلب کیا۔ اپنے دلائل پیش کیے اور مخالف نقطۂ نظر کے اِستدلال کا جواب دیا۔ ایک دو کو چھوڑ کر باقی تمام فقہا صحابہؓ نے ان کے موقف کی تصویب کی اور فیصلہ ان کے حق میں دیا اور اس کے باوجود بھی جب دُوسرے بزرگوں کی تشفی نہیں ہوئی تو دُعا کی: ''اے اللہ! بلالؓ اور ان کے ساتھیوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کا حق چھین کر اسے ''قومی ملکیت'' نہیں بنایا، بلکہ ان کا موقف یہ تھا کہ یہ اراضی غنیمت نہیں، بلکہ فئی ہیں۔ قانونِ فئی کے مطابق ان سے کسی فرد یا گروہ کا حق متعلق ہی نہیں ہوا کہ اسے سلب کیا جائے، بلکہ شروع ہی سے ان کی حیثیت اموالِ عامہ کی ہے۔

اب اس سے اِستدلال تو بجا ہے کہ جن اموال کی حیثیت اموالِ عامہ کی ہو اور جو کسی خاص فرد کی ملک میں نہ ہوں، سربراہِ مملکت کو حق حاصل ہے کہ انہیں افراد پر تقسیم نہ کرے بلکہ انہیں مصالحِ مسلمین کے لیے وقف رکھے۔ اگر فاضل مصنف اسی کو ''اِسلامی اِشتراکیت'' سے تعبیر فرماتے ہیں تو انہیں اِطمینان رہنا چاہیے کہ تمام اِسلامی وغیر اِسلامی اور اِشتراکی وغیر اِشتراکی معاشروں میں اس پر عمل ہے۔ ''**من اقدم العصور الی یومنا ھذا!**'' مگر علم وعقل سے بڑی بے اِنصافی ہوگی اگر ہم اس سے یہ ثابت کرنے بیٹھ جائیں کہ لوگوں کی املاک چھین چھین کر ''قومی ملکیت'' کا ڈھونگ رچانا عین منشائے اِسلام ہے اور حکام کو اس کی کھلی چھٹی ہے کہ وہ جب چاہیں بحق سرکار لوگوں کے املاک ضبط کرسکتے ہیں، جیسا کہ فاضل مقدمہ نگار فرماتے ہیں

''اس زمانہ میں زمین ہی سب سے بڑا ذریعہ آمدنی تھا، آج اگر اس پر قیاس کرتے ہوئے دیگر اہم اور بنیادی ذرائع آمدنی جن پر اَفراد کا قبضہ ہے، عامۃ المسلمین کی فلاح و بہبود اور عمومی مصلحت کی بنا پر حکومت کی نگرانی میں لے لیے جائیں تو یقیناً یہ عمل قرآن مجید اور حضرت عمرؓ کے قرآنی اِستنباط کا مظہر ہوگا۔''(۱)

ماشاء اللہ! چشم بدُور! کیا خوب اِجتہاد ہے! جس ''نظیر'' پر قیاس کیا جاتا ہے، اس کا تعلق تو ان اموالِ عامہ سے ہے جو کسی ''فرد'' کی ملک نہ تھے، نہ ان پر کسی کا قبضہ تھا، نہ ان سے کسی خاص فرد کا حق متعلق تھا اور اس پر قیاس کیا جاتا ہے ان اموال کو جنہیں لوگوں کی ذاتی اور نجی ملکیت سے چھین چھین کر ''افسر شاہی'' کے

(۱) مقدمہ کتاب الاموال، جلد اوّل، ص:۸۴

حوالہ کیا جائے گا۔ اس نوعیت کے اِجتہاد کے لیے نہ علمِ اُصول کی پابندی کی ضرورت ہے، نہ مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان کسی علتِ جامعہ اور قدرِ مشترک کی حاجت، نہ تنقیحِ مناظر اور تحقیق مناط تلاش کرنے کی فکر، نہ قیاس مع الفارق سے اِحتراز کا خیال: ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اور یہ ''عامۃ المسلمین کی فلاح و بہبود'' اور ''عمومی مصلحت'' کی بھی خوب کہی! فاضل محترم کو شاید معلوم نہیں کہ اِسلام میں ''مصلحتِ عامہ'' اور ''ملکیتِ فرد'' دونوں کا دائرہ الگ الگ کیا گیا ہے، اور دونوں کے حدود متعین کردیے گئے۔ جس طرح ''فرد'' کو یہ اجازت نہیں کہ مصلحتِ عامہ کو پامال کرے، اسی طرح مصلحتِ عامہ کے نگرانوں (حکام) کو بھی یہ اجازت نہیں کہ مصلحتِ عامہ کے نام پر افراد کے جان و مال پر ہاتھ صاف کرنے اور ''مسلمانوں کی فلاح و بہبود'' کے ہتھیار سے مسلمانوں کو ہی ذبح کرنے لگیں۔ موصوف خود اپنے قلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فقرہ نقل کرتے ہیں:

''آپ لوگ ان لوگوں کی بات سن چکے ہیں جن کا خیال ہے کہ ان کے حقوق چھین کر ان پر ظلم کر رہا ہوں۔ معاذ اللہ! کہ میں ظلم کروں۔ اگر میں ان سے کوئی ایسی چیز جو ان کی ہے، چھین کر دوسروں کو دے رہا ہوں تو میری بدبختی میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟''

لیکن موصوف کی قوتِ یادداشت، سرعتِ فہم اور بالغ نظری قابلِ داد ہے کہ جس چیز کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدترین ظلم کہتے ہیں، جسے حکام کی سب سے بڑی بدبختی بتاتے ہیں اور جس سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں! فاضل محترم کے تحقیقی اِجتہاد سے چند سطر بعد ٹھیک وہی عمل قرآن مجید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ''قرآنی اِستنباط کا مظہر'' بن جاتا ہے۔

دوم:... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ کسی غار سے نکل کر آج پہلی بار یکایک ہمارے سامنے نہیں آ گیا، فقہائے اُمت کے سامنے یہ واقعہ موجود رہا ہے اور وہ اس پر پوری طرح غور و فکر کے بعد اس سے شرعی مسائل کا استنباط کر چکے ہیں۔ ''اِسلامی اِشتراکیت'' کی اِختراع سے پہلے فاضل محترم کو یہ بھی دیکھنا چاہیے تھا کہ کسی فقیہ و مجتہد نے اس سے یہ نکتہ بھی پیدا کیا کہ محض مصلحتِ عامہ کے لیے مسلمانوں کی تمام املاک کو بحق سرکار ضبط کیا جاسکتا ہے؟ آیئے اس واقعہ کے بارہ میں فقہائے اُمت کا نقطۂ نظر معلوم کریں...!

عراق و شام اور مصر کی یہ زمینیں جنھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِسلامی فوج پر تقسیم کرنے کے بجائے ان کے ذمی کاشت کاروں ہی کو ان پر بحال رکھا تھا، ان کی اصل نوعیت کیا تھی؟ اس سلسلہ میں ہمیں فقہائے اُمت کے تین مسلک معلوم ہوسکے ہیں:

حضرت اِمام شافعی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ان کو قانوناً غانمین پر تقسیم ہونا چاہیے تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو اس بات پر راضی کرلیا تھا کہ یہ زمینیں تقسیم نہ کی جائیں بلکہ ان کے سابق کاشت کاروں کو ان پر بحال رکھا جائے۔ اِمام ابوعبیدؒ نے اسی نقطۂ نظر کی سختی سے تردید کی ہے۔(ترجمہ کتاب الاموال :عبدالرحمٰن سورتی ،صفحات:۱۸۹ و مابعد)اور جمہور اُمت نے اسے قبول نہیں کیا، بلکہ اسے خلافِ اِجماع قرار دیا۔[۱]

اِمام ابوحنیفہؒ ان اراضی کو''فیٔ'' قرار دیتے ہیں جو اپنی اصل وضع کے اعتبار سے اموالِ عامہ کی حیثیت رکھتی ہیں، البتہ ان کے نزدیک اِمام (سربراہِ مملکت) کو یہ حق حاصل ہے کہ:

الف:...ان کو اموالِ عامہ، شاملات اور سرکاری زمینوں کی حیثیت سے مصالحِ عامہ کے لیے وقف رکھے۔

ب:... یا مسلم فاتحین پر تقسیم کردے۔

ج:... یا غیر مسلم ذمیوں کو مالکانہ حقوق دے کر ان پر بحال رکھے۔[۲]

عمر رضی اللہ عنہ نے عراق وشام اور مصر کی مفتوحہ اراضی میں یہی آخری صورت اختیار فرمائی تھی۔ ان اراضی پر ان کے پہلے مالکوں کو بحال رکھا، انہیں مالکانہ حقوق دیے اور ان پر جو خراج عائد کیا تھا، وہ اسلامی حکومت کا مالیانہ تھا جو غیر مسلم اراضی سے وصول کیا جاتا ہے۔

حضرت اِمام مالک رحمہ اللہ ان اراضی میں صرف پہلی اور دُوسری صورت کو جائز سمجھتے ہیں۔[۳] وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ زمینیں ان کے غیر مسلم مالکوں کے پاس تو رہنے دی تھیں لیکن ان کو مالکانہ حقوق نہیں دیے تھے، بلکہ یہ زمینیں وقف تھیں، جس میں کسی کو حقِ ملکیت حاصل نہیں ہوتا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر جو خراج مقرّر کیا تھا، وہ زمین کا کرایہ (ٹھیکہ) تھا۔ اکثر فقہائے محدثین کا یہی مسلک ہے اور اِمام ابوعبیدؒ نے اس کی پُرزور حمایت کی ہے۔[۴]

گویا تمام علمائے اُمت اور فقہائے ملت اس نکتہ پر متفق ہیں کہ اس واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کا حق جبراً چھین کر اسے مصلحتِ عامہ کے لیے وقف نہیں کیا۔ لیکن ان سب کے برعکس جناب سورتی صاحب یہ اِنکشاف فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اِشتراکیت کے سب سے پہلے علمبردار تھے اور اسی بنا پر اُنہوں نے لوگوں کے حقوق اُن کی طرف لوٹانے کی بجائے اُنہیں ''قومی ملکیت'' قرار دیا۔ ہم یہ فیصلہ

(۱) فتح القدیر: ابن ہمامؒ، ط:۱۹۱۶ء، مصر
(۲) فتح القدیر۔
(۳) بدایۃ المجتھد، ابن رشد۔
(۴) ترجمہ کتاب الاموال ،ص:۱۹۱،ج:۱

خود سورتی صاحب کے انصاف پر چھوڑتے ہیں کہ تمام علمائے اُمت کا موقف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شانِ عدل وعدالت کی صحیح ترجمانی کرتا ہے یا سورتی صاحب کی ''اسلامی اشتراکیت''؟ ہماری گزارش یہ ہے کہ وہ یہ فیصلہ دیتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فقرہ کو کبھی نہ بھولیں:

''معاذ اللہ! کہ میں ظلم کروں۔ اگر میں ان سے کوئی ایسی چیز جو ان کی ہے چھین کر دُوسروں کو دے رہا ہوں تو میری بدبختی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟''

مسجدِ نبوی کی تعمیر و توسیع سے بڑھ کر مسلمانوں کی ''مصلحتِ عامہ'' کیا ہوگی؟ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسجدِ نبوی کی توسیع کے لیے حضرت عباسؓ کے مکان کو شامل کرنے کی ضرورت ہوئی، حضرت عمرؓ نے انہیں بڑے سے بڑا معاوضہ دینا چاہا مگر وہ کسی قیمت پر راضی نہ ہوئے، آخر مقدمہ حضرت اُبی بن کعبؓ کے پاس گیا، انہوں نے فیصلہ کیا کہ: ''حضرت عمر کو بجز خریدنے کے کوئی حق نہیں!'' اور حضرت عمرؓ نے اس فیصلے پر سر جھکا دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عباسؓ نے فرمایا: ''اب میں بلا قیمت عامہ مسلمین کے لیے دیتا ہوں۔'' گویا حضرت عباسؓ کو اس مقدس مقصد کے لیے اپنا مکان وقف کرنے سے گریز نہیں تھا، لیکن وہ یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ اسلام میں کسی خلیفہ اور حاکم کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی فرد کی ملکیت کو جبراً معاوضہ دے کر یا بلا معاوضہ مصالحِ عامہ کے لیے وقف کر دے، یا اسے اجتماعی ملکیت کی بھینٹ چڑھا دے۔

سوم:... فاضل محترم نے صرف اتنی بات دیکھ کر کہ حضرت عمرؓ نے عراق و شام اور مصر کی مفتوحہ اراضی کو مسلم فاتحین پر تقسیم کرنے سے انکار کر دیا تھا، ''اسلامی اشتراکیت'' کا نکتہ پیدا کر لیا، مگر یہ نہیں دیکھا کہ پھر ان زمینوں کا کیا کیا؟ کیا انہیں ''اجتماعی کھیتوں'' کی شکل میں تبدیل کر کے ان کاشت کاروں کو ''قومی ملازم'' رکھ لیا تھا؟ (واضح رہے کہ اشتراکیت: قومی ملکیت اور اجتماعی تصرف کا یہی تصور پیش کرتی ہے)۔ سب کو معلوم ہے کہ ایسا نہیں ہوا، بلکہ حضرت عمرؓ نے ان زمینوں کے سابق کاشت کاروں کو مالکانہ یا کم از کم موروثی حقوق دے کر انہیں حکومت کے عمل دخل سے بالکل آزاد کر دیا۔ حکومت کا تعلق بس اتنا تھا کہ خراج کی وہ معمولی مقدار جو ان پر تجویز کی گئی تھی اسے وصول کر لیا جاتا، اس کے علاوہ ان سے کوئی مطالبہ نہیں تھا، نہ حکومت ان کے کسی تصرف میں مداخلت کرتی تھی، وہ نسلاً بعد نسلٍ ان زمینوں کے وارث قرار دیے جاتے تھے، بعض صورتوں میں وہ فروخت کرنا چاہتے تو فروخت تک کر سکتے تھے، البتہ اب خریدار کو اس کا خراج دینا ہوتا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ان اراضی کی خریداری کو پسند نہیں کیا جاتا تھا، اس کے علاوہ اس ناپسندیدگی کے دُوسرے وجوہ بھی تھے۔

اب فاضل محترم فرمائیں کہ کیا اس کا نام ''اشتراکیت'' ہے؟ اور کیا آج کی اصطلاح میں ''اجتماعی

مفاد'' ،'' قومی ملکیت'' اور'' سوشلزم'' کا یہی مفہوم لیا جاتا ہے...؟

فاضل محترم علم و انصاف سے غور کرتے تو انہیں نظر آتا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اس طرزِ عمل سے جاگیرداری کے ساتھ ساتھ آج کی نام نہاد اِشتراکیت (اسے اِسلامی کہہ لیجیے یا غیر اِسلامی) کے بت کو بھی پاش پاش کر ڈالا تھا۔ مثلاً اِشتراکی زراعت کا حاصل کیا ہے؟ ملک کی تمام اراضی کو بڑے بڑے'' اجتماعی کھیتوں'' میں تبدیل کر کے ان کی نگرانی اور اِنتظام و اِنصرام کا کام افسر شاہی کے سپرد کر دیا جاتا ہے، وہ کاشت کاروں سے بیل گدھوں کی طرح کام لیتے ہیں اور روزانہ یا ماہانہ کی (جیسی بھی صورت ہو) کارکردگی کا ایک حقیر معاوضہ اُنہیں تھما دیا جاتا ہے، ان کا نہ زمین پر کوئی حق، نہ پیداوار میں کوئی دخل، بلکہ ان کی حیثیت مجبور ومقہور کارندوں کی ہوتی ہے اور'' کھیت کا نگراں'' کامریڈ ان میں سے کسی غریب کی شکایت کر دے تو اس کی زندگی برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔ اب دیکھیے کہ اِسلامی فتوحات سے پہلے ٹھیک یہی حالت عراق وشام اور مصر کے ان کاشت کاروں کی تھی! جناب مولانا شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں:

'' سب سے پہلے بڑا انقلاب جو حضرت عمرؓ نے اس صیغے میں کیا اور جس کی وجہ سے رعایا کی بہبودی اور خوشحالی دفعتاً نہایت ترقی کر گئی، یہ تھا کہ زمینداری اور ملکیتِ زمین کا جو قدیم قانون قائم تھا اور بالکل جابرانہ تھا، مٹا دیا۔ رُومیوں نے جب شام اور مصر پر قبضہ کیا تو تمام اراضیات اصلی باشندوں سے چھین کر کچھ افسرانِ فوج اور کچھ اراکینِ دربار کو دے دیں، کچھ شاہی جاگیر قرار پائیں، کچھ کلیسا اور چرچ پر وقف کر دی گئیں۔ اصل باشندوں کے ہاتھ میں ایک چپہ زمین بھی نہیں رہی، وہ صرف کاشت کاری کا حق رکھتے تھے، اور اگر مالکِ زمین ان کی کاشت کاری کی زمین کو کسی کے ہاتھ منتقل کرتا تھا تو زمین کے ساتھ کاشت کار بھی منتقل ہو جاتے تھے......''(۱)

گویا آج کے اِشتراکی ممالک میں'' اِجتماعی کھیتوں'' کے ذریعہ غریب کاشت کاروں کی جو مٹی پلید کی جا رہی ہے، کچھ اسی سے ملتی جلتی (یا شاید اس سے بہتر) حالت اُس وقت کے شامی اور مصری کاشت کاروں کی تھی! جیسا کہ اُوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اِسلام کے زیرِ نگین آ جانے کے بعد ان زمینوں کی حیثیت مسلمانوں کی'' فئی'' اور اموالِ عامہ کی ہو گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ چاہتے تو بڑی آسانی سے اسے'' اِجتماعی کھیتوں'' میں تبدیل کر سکتے تھے اور ایسا کرنے میں شرعاً و اخلاقاً وہ حق بجانب ہوتے، اور بظاہر یہ صورت مسلمانوں کے'' مفادِ عامہ'' کے حق میں ہوتی، کیونکہ اس صورت میں ان کاشت کاروں کو ان کی کارکردگی کی تنخواہ دینے کے بعد کل کی کل آمدنی بیت المال میں جمع ہوتی، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ زمین ذمی رعایا کے سپرد کر کے

(۱) الفاروق، حصہ دوم، ص: ۴۳، مطبوعہ: ۱۹۱۴ء، دہلی۔

مسلمانوں کے لیے خراج کی معمولی رقم کو کافی سمجھا اور اس کی جو برکات ظاہر ہوئیں، ان سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔

غالباً فاضل محترم اس سے اتفاق کریں گے کہ اگر اِشتراکیت (یا اُن کی ''اسلامی اِشتراکیت'') اسلام کے عدل و انصاف سے میل کھاتی اور ملتِ اسلامیہ کے مزاج کو راس آتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان زمینوں پر غیر مسلم ذمیوں کو مالکانہ حقوق نہ دیتے۔ آج جس اِشتراکیت کے ڈھول پیٹے جا رہے ہیں اور اسے مسلمانوں کو ہضم کرانے کے لیے کبھی ''اسلامی اِشتراکیت'' اور ''اسلامی سوشلزم'' کے نام سے اور کبھی ''اسلامی مساوات'' کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے، وہ بندگانِ حرص و آز کے اپنے ذہنوں کی پیداوار ہے، خدا، رسول اور اِسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اِسلام کیپٹل ازم اور سوشلزم دونوں سے اپنی براءت کا اعلان کرتا ہے۔

حمیٰ کی بحث:

فاضل محترم جناب سورتی صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ''لا حمی الا لله و رسوله''(۱) سے بھی اِشتراکیت کا نسخۂ کیمیا دریافت کیا ہے، اور اس ''دریافت'' کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ موصوف نے پہلے ''اقطاع'' پر گفتگو کرتے ہوئے یہ تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ نے بہت سے حضرات کو جاگیریں دی تھیں، علاوہ ازیں یہ اعلان عام تھا:

"من احی ارضا میتة فهی له."(۲)

''جو کسی غیر آباد اور غیر مملوکہ زمین کو آباد کرے، وہ اسی کی مِلک ہے۔''

اس بحث کے مطالعہ کے بعد ہر قاری اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اسلام میں ہر شخص کو جاگیر رکھنے کی اِجازت دی گئی ہے، البتہ اس کے لیے یہ لازم ہوگا کہ وہ ان شرائط و قواعد کو ملحوظ رکھے جو اس سلسلہ میں شریعت کی طرف سے عائد کیے گئے ہیں، لیکن دُوسرے ہی لحہ میں فاضل موصوف اشتراکیت کی حمایت میں حدیث نبوی پر مشقِ اِجتہاد شروع کر دیتے ہیں اور عجیب بات یہ کہ انہیں اس نکتہ آفرینی میں تضاد بیانی اور رژولیدہ فکری کی طرف اِلتفات نہیں ہوتا۔

حمیٰ کی بحث میں فاضل موصوف نے اپنے نظریات کی بنیاد جن مغالطوں پر رکھی ہے، ان کا جائزہ لینے سے پہلے مناسب ہوگا کہ زیرِ نظر حدیث کے سلسلہ میں چند اُمور معلوم کر لیے جائیں:

الف:... ''حمیٰ'' کا مفہوم کیا ہے؟

---

(۱) رواه البخاری، مشکاة المصابیح ص:۲۵۹، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(۲) رواه احمد والترمذی و ابو داؤد، مشکاة المصابیح ص:۲۵۵، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ب:...حدیثِ نبوی: "لا حمیٰ الا للّٰہ ورسولہ" کا صحیح مطلب کیا ہے؟
ج:...کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی علاقہ کو حمیٰ بنائیں؟
د:...اگر جائز ہے تو اس کی شرائط کیا ہیں؟

حمیٰ کا مفہوم:

"حمیٰ" کے معنی: ایسی چراگاہ جسے کوئی فرد یا قبیلہ اپنے لیے مخصوص کرلے اور دُوسروں کو اس سے اِنتفاع کی اِجازت نہ دے۔ حافظ بدرالدین عینیؒ "عمدۃ القاری"[1] میں لکھتے ہیں:

"وفی المغرب: الحمیٰ: موضع الکلاء یحمی من الناس، ولا یرعی ولا یقرب."

"المغرب میں ہے کہ "حمیٰ" ایسی چراگاہ کو کہتے ہیں جسے عام لوگوں سے محفوظ کرلیا جائے کہ نہ کسی کو اس میں مویشی چرانے کی اِجازت ہو، نہ اس کے قریب پھٹکنے کی!"

جاہلیت کا دستور یہ تھا کہ بعض شرفا کسی سرسبز و شاداب علاقہ میں فروکش ہوتے تو اسے اپنی رکھت اور ممنوعہ علاقہ قرار دیتے اور عام لوگوں کو اس میں مویشی چرانے کی اِجازت نہیں دیتے تھے۔ یہ ایک نہایت ظالمانہ دستور تھا۔ کیونکہ جنگل کی خودرو گھاس ایک ایسی چیز ہے جس کا کوئی اِنسان مالک نہیں، بلکہ دراصل مِلکِ خداوندی میں ہے، سب کے لیے مباح الاصل ہے۔ لہٰذا اپنی ضرورت کے مطابق ہر شخص اس سے استفادہ کرسکتا ہے، اپنے مویشی چرا سکتا ہے، اسے کاٹ کر لے جاسکتا ہے، مگر اس پر کسی فردِ خاص کی اِجارہ داری صحیح نہیں۔ نہ کسی فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دُوسروں کو اس سے منع کرے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اِنسانیت کی ہر کجی کو سیدھا کرنے اور تمام جاہلی رُسوم کو پامال کرنے کے لیے تشریف لائے تھے، چنانچہ آپ نے اس رسمِ بد کو مٹانے کے لیے بھی متعدد ہدایات فرمائیں۔ ان سب کی تفصیل وتشریح کا یہاں موقع نہیں، ان میں سے ایک اِرشاد یہ ہے: "لا حمیٰ الا للّٰہ ولرسولہ." ("رکھت" کا حق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کسی کو نہیں)۔

حدیثِ حمیٰ کا مفہوم

شرح اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی ملک میں تصرف کا حق ہوتا ہے، وہ دُوسروں کو اس کے اِستعمال کی اِجازت دے سکتا ہے (بشرطیکہ وہ چیز دُوسرے کے لیے قابلِ اِستعمال ہو)، اور اُس سے منع بھی کرسکتا ہے، مگر کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دُوسرے کی مِلک میں اُس کی اِجازت کے بغیر تصرف کرے۔ اور جب معلوم ہے کہ جنگلات کی خودرو گھاس، پانی اور ایندھن کسی فردِ خاص کی مِلک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک

(۱) جز:۱۲، ص:۲۱۲

ہے۔(۱) (یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دُوسرے ارشاد میں بیان فرمائی گئی، اس پر بحث آئندہ آرہی ہے) لہٰذا اس کی اِجازت یا منع کا حق بھی صرف اسی کو حاصل ہے، یہ اسی کا حق ہے کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کسی مخصوص ایسے علاقہ کو "رکھت" قرار دے اور عام لوگوں کو اس میں تصرف سے منع کردے، اور یہ بھی اسی کا حق ہے کہ کسی ایسے علاقہ سے اِنتفاع کی اِجازت عام اِنسانوں کو بھی مرحمت فرمائے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خطہ کو "حمیٰ" (رکھت) بنایا ہو، ان کی اِجازت کے بغیر اس میں تصرف کا کوئی شخص مجاز نہیں، اور جس علاقہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اِنسانوں کے لیے مباح الاصل قرار دیا ہو، اس کو اپنے لیے رکھت بنانے اور دُوسروں کو اِنتفاع سے محروم کرنے کا بھی کوئی شخص مجاز نہیں۔ حافظ بدرالدین عینیؒ شیخ ابنِ بطالؒ سے نقل کرتے ہیں:

"اصل الحمی المنع، یعنی لا مانع لما لا مالک له من الناس من ارض او کلأ الا الله ورسوله."(۲)

"حمیٰ کے اصل معنی منع کرنے اور روکنے کے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین یا گھاس کسی اِنسان کی مِلک نہیں، اس سے روکنے کا حق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نہیں۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حدیث کے بہت لطیف معنی بیان فرمائے ہیں، وہ حمیٰ کے بارہ میں جاہلیت کی رسم کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"پس آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) منع کرد از اں، وفرمود: نیست گردکردن زمین رامگر برائے اسپاں وشتراں کہ جہاد کردہ شود وسواری کردہ شود در راہِ خدا براں، وچرایندہ شود دراں مواشی صدقہ واضافت بخدا ورسول بجہت تشریف ست۔"(۳)

"چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ زمین کی رکھت جائز نہیں، مگر ان گھوڑوں کے لیے جن پر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا جائے اور ایسی زمین جس میں صدقہ کے مویشی چرائے جائیں۔ خدا اور سول کی طرف اِضافت اِظہارِ شرافت کے لیے ہے۔"

حاصل یہ کہ رکھت صرف دو چیزوں کے لیے جائز ہے: وہ گھوڑے جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف

(۱) حجة الله البالغة ص:۱۰۳، ج:۱
(۲) عمدة القاری، ج:۱۲، ص:۲۱۳
(۳) اشعة اللمعات ص:۷۲، ج:۳

رہتے ہیں اور صدقہ کے مویشی۔ اور یہ دونوں چیزیں چونکہ کسی اِنسان کی مِلک نہیں اس لیے ''اللہ کا مال'' کہلاتی ہیں، اِس لیے ''حمیٰ للّٰہ ولرسولہ'' کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کی زمین کو ''اللہ کے مال'' کے لیے رکھت بنایا جاسکتا ہے اور چونکہ یہ رکھت ''مال اللہ'' کے لیے بحکمِ خداوندی ہے، اس لیے اظہارِ شرف کے لیے اس کو ''للّٰہ و لرسولہ'' کے عنوان سے تعبیر فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاد کے وقف گھوڑوں اور صدقہ کے مویشیوں کے لیے جب کچھ علاقہ مخصوص کرلیا تو بعض لوگوں نے اس پر اِعتراض کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا جواب دیتے ہوئے جو فرمایا تھا:

"بلاد اللہ حمیت لمال اللہ."[۱]

''اللہ کی زمین کو میں نے اللہ کے مال کے لیے رکھت بنالیا ہے۔''

اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ جنگلات کی یہ مباح الاصل زمین جس میں کسی اِنسان کا حقِ مِلک ثابت نہیں ہوا، اصل مِلکِ خداوندی پر ہے، اِدھر جہاد کے وقف گھوڑے اور صدقہ کے مویشی بھی کسی اِنسان کی مِلک نہیں بلکہ مِلکِ خداوندی ہیں، اس لیے خدا کی زمین کو خدا کے مال کے لیے مخصوص کرلینا کسی طرح غیر مناسب نہیں۔ اِمام ابوعبیدؒ فرماتے ہیں:

''حمیٰ للّٰہ و رسولہ'' کی دو ہی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اسے جہاد کے وقف گھوڑوں کے لیے مخصوص رکھا جائے، دوم یہ کہ صدقہ کے مویشیوں کے لیے۔''[۲]

خلفاء کے لیے حمیٰ کا حکم

اُوپر کی بحث کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ رکھت صرف بحکمِ خداوندی بنائی جاسکتی ہے، صرف اللہ کے مال کے لیے بنائی جاسکتی ہے، اور اس کے اِختیارات اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس علاقہ کو چاہیں، اللہ کے مال کے لیے رکھت بنائیں۔ رہا یہ سوال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے نائبین اور خلفاء کے لیے بھی یہ حق بطورِ نیابت حاصل ہوگا یا یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ خاص تھا؟ اس سلسلہ میں حضرت اِمام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ: یہ حق صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ خاص تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خطہ کو حمیٰ بنایا، بوقتِ ضرورت اسی کو حمیٰ بنایا جائے، اس کے علاوہ کسی دُوسرے خطہ کو حمیٰ بنانا جائز نہیں۔[۳] بظاہر یہ مسلک حدیث کے الفاظ سے اقرب ہے۔[۴]

(۱) عمدۃ القاری، جزء:۱۲، ص:۲۱۳
(۲) کتاب الاموال، ص:۲۹۸
(۳) کتاب الاموال، ص:۳۰۰
(۴) فتح الباری، ص:۳۴، ج:۵

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا رجحان بھی اسی طرف ہے، وہ لکھتے ہیں:

"لما كان الحمى تضييقاً على الناس وظلماً عليهم واضراراً بهم نهى عنه، وانما استثنى الرسول صلى الله عليه وسلم، لأنه أعطاه الله الميزان وعصمه من أن يفرط منه مالا يجوز وقد ذكرنا أن الأمور التى مبناها على المظان الغالبة يستثنى منها النبي صلى الله عليه وسلم، وأنّ الأمور التى مبناها على تهذيب النفوس وما يشبه ذلك فالأمر لازم فيها للنبي وغيره سواء."(۱)

"چونکہ حمیٰ بنانے سے لوگوں کو تنگی ہوتی ہے اور یہ ان پر ظلم ہے اور اس سے انہیں نقصان پہنچتا ہے، اس لیے اس سے ممانعت فرمائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بنا پر مستثنیٰ کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میزانِ (عدل) عطا کی تھی اور اس بات سے معصوم پیدا کیا تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی ناروا چیز صادر ہو۔ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جن اُمور کی بنیاد اُمورِ غالبہ پر ہو، اُن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ رکھا جاتا ہے۔ اور جن اُمور کا مبنیٰ تہذیبِ نفوس جیسی چیزوں پر ہو، وہ نبی اور غیر نبی دونوں کو یکساں لازم ہے۔"

لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں خلفاء کو بھی حقِ حمیٰ حاصل ہے، چنانچہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے، البتہ اس کے لیے چند شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا:

شرائطِ حمیٰ

اوّل:... یہ حمیٰ جہاد فی سبیل اللہ کے گھوڑوں اور صدقہ کے مویشیوں کے لیے ہو۔ کسی فرد کی اپنی ذات کے لیے نہ ہو، نہ اُمراء اور حکام کا اس حمیٰ سے خصوصی مفاد وابستہ ہو۔ مسلمانوں کے مصالحِ عامہ کے لیے حمیٰ بنانے کو بعض نے قیاساً جائز کہا ہے، اور بعض نے ناجائز۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"ونیست ہیچ یکے از ائمہ رابعد از اں حضرت کہ گرد کند آنرا برائے نفس خود، واختلاف کردہ اند در گرد کردن آں برائے مصالحِ عامہ، پس بعضے گفتہ اند درست است چناں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرد، وبعضے گفتہ اند کہ درست نیست وقتیکہ باعث گردد بر تنگیٔ اہلِ بلد۔"(۲)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی امام (خلیفہ) کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنی ذات کے لیے کسی

(۱) حجة الله البالغة، ج:۲، ص:۱۰۴، ط:مصر

(۲) اشعۃ اللمعات، ج:۳، ص:۷۲

خطہ کو حمیٰ بنائے اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مصالح عامہ کے لیے "رکھت" بنانا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ بعض نے کہا: جائز ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حمیٰ بنائی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں: جائز نہیں، جب کہ اہالیانِ شہر کے لیے تنگی کا باعث ہو جائے۔"

دوم:... حمیٰ کے لیے دُوسری شرط یہ ہے کہ وہ زمین کسی کی مملوکہ نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے "موات" یعنی غیر آباد اور غیر مملوکہ جنگلات ہی کو "حمیٰ" بنایا تھا اور کسی اِمام اور فقیہ نے کبھی یہ فتویٰ نہیں دیا کہ کسی کی مملوکہ زمین کو حمیٰ بنانا جائز ہے۔ حافظ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں:

"وانما یحمی الامام ما لیس یملک لأحد مثل بطون الأدویة والجبال والموات وان کان ینتفع المسلمون بتلک المواضع فمنا فعهم فی حمایة الامام اکثر."(۱)

"اِمام (خلیفہ) صرف ایسی زمین کو حمیٰ بنا سکتا ہے جو کسی کی مِلک نہ ہو، جیسے وادیوں کے اندرونی حصے، پہاڑ اور غیر آباد زمینیں۔ اور اگرچہ ان مقامات سے بھی مسلمان متمتع ہوتے ہیں تاہم ان کے منافع اِمام (خلیفہ) کی زیرِ نگرانی زیادہ ہی ہوں گے۔"

سوم:... حمیٰ کے لیے ایسی زمین منتخب کی جائے جس سے عام لوگوں کے مویشیوں کو تنگی نہ ہو، مثلاً: وہ آبادی کے قریب نہ ہو۔ اِمام خطابیؒ لکھتے ہیں:

"وللأئمة أن یفعلوا ذٰلک علی النظر ما لم یضق منه علی العامة المرعیٰ."(۲)

"اِمام" (خلفاء) بھی مصلحت کے پیشِ نظر حمیٰ بنا سکتے ہیں بشرطیکہ اس سے عوام الناس کے لیے چراگاہ میں تنگی لاحق نہ ہو۔"

چہارم:... اگر خشک سالی کی وجہ سے چارہ کی قلت ہو جائے، عوام الناس کو تنگی لاحق ہو تو ضرورت مندوں کو سرکاری چراگاہوں میں مویشی چرانے یا چارہ حاصل کرنے کی اِجازت دی جائے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ربذہ کی چراگاہ کے متولی کو یہ ہدایت فرمائی تھی۔(۳)

"حمیٰ" سے متعلق ان ضروری مباحث کے بعد اب ہم فاضل موصوف جناب سورتی صاحب کے خیالات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ موصوف نے اس حدیث "لا حمی الا للّٰه ولرسوله" سے اشتراکیت کے

(۱) عمدة القاری، جزء:۱۲، ص:۲۱۳
(۲) معالم السنن، ج:۳، ص:۲۷۰
(۳) کتاب الاموال ص:۲۹۸، فقرہ:۷۴۰

اِستخراج کی بنیاد تین مغالطوں پر رکھی ہے:

اوّل یہ کہ موصوف نے مطلب براری کے لیے "حمیٰ" کے مفہوم میں تحریف کی، چنانچہ لکھتے ہیں:

"عربی میں ہر وہ چیز جسے کوئی فرد یا جماعت اپنے مفاد کے لیے مخصوص کرلے اور اس میں دُوسروں کی دخل اندازی ممنوع ہو "حمیٰ" کہلاتی ہے۔"

زیرِ بحث حدیث میں "حمیٰ" کی یہ تفسیر موصوف کی خود ساختہ اور طبع زاد ہے، علمائے لغت اور شارحینِ حدیث میں سے کسی نے یہ معنیٰ بیان نہیں کیے اور یہ عقلِ صریح کے بھی خلاف ہے۔ ("المغرب" کی عبارت "عمدة القاری" کے حوالہ سے اُوپر نقل کرچکا ہوں، اسے ایک بار پھر دیکھ لیجیے!) اگر اِسلام میں اس بات کی ممانعت ہوتی کہ کوئی شخص کسی چیز کو اپنے مفاد کے لیے مخصوص کرلے تو اِسلام کے وہ تمام اُحکام جن کا تعلق کسی فرد کی ذاتی املاک سے ہے، یکسر معطل قرار پاتے تو حج و زکوٰۃ سے بیوی بچوں کے نفقہ و سکنیٰ تک کے اُحکام آخر کس چیز سے متعلق ہیں؟ موصوف بصد شوق اِشتراکیت اور نیشنلزم کے نکات قرآن وحدیث کی گہرائیوں سے نکالیں، لیکن یہ بڑی علمی خیانت ہے کہ وہ اپنے مطلب کے لیے قرآن وحدیث کے مطالب کو بدل ڈالیں اور اِسلام کے اہم ترین قواعد و ضوابط سے آنکھیں موندھ لیں۔

موصوف کا دُوسرا نکتہ حدیث کے لفظ "للّٰه ولرسوله" کی عجیب و غریب "پرویزی تفسیر" ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"اللہ و رسول سے یہاں مراد "اِسلامی حکومت" ہے۔"

(موصوف نے جن دِنوں یہ فقرہ لکھ کر "اِسلامی حکومت" کے سر پر "خدائی اور رسالت" کا تاج رکھا تھا، ان دنوں جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں صاحب بالقابہ کی "اِسلامی حکومت" کا ڈنکا بجتا تھا۔ جناب سورتی صاحب ہی نہیں، ان کے علاوہ بھی خدا جانے کن کن دانش وروں نے اُن کو "خدا اور رسول" کہہ کر اُنہیں "مرکزِ ملت" اور "مرکزِ اِیمان و عقیدت" قرار دیا تھا، مگر جھوٹے خداؤں اور ان پر اِیمان لانے والوں کا دُنیا میں جو حشر ہوا، سب کے سامنے ہے، اور آخرت میں جو ہوگا، اسے دُنیا دیکھے گی۔ حذر! اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں)۔

راقم الحروف کے نزدیک موصوف کا یہ فقرہ غیرعلمی ہے، جو کسی سنجیدہ علمی تنقید کا مستحق نہیں۔ مسلمانوں نے چودہ صدیوں میں کبھی کسی "اِسلامی حکومت" کو اللہ و رسول کا درجہ نہیں دیا۔ مسلمان بس ایک ہی خدا کو اور ایک ہی رسول کو۔ بحیثیت آخری رسول کے۔ جانتے اور مانتے ہیں، جن کا کلمہ طیبہ: لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه میں ذکر ہے۔ یہ مسلمان صرف انہی پر اِیمان رکھتے ہیں، انہی کی دل سے تصدیق اور زبان سے

اِقرار کرتے ہیں۔ قرآن مجید یا حدیثِ پاک میں جہاں کہیں ''اللہ اور اس کے رسول'' کا نام یا ذکر آیا ہے وہاں یہی کلمہ طیبہ والے ''خدا اور سول'' مراد ہیں، ان کے علاوہ کسی اور کو ''خدا اور سول'' کا مصداق ٹھہرانا ایک مسلمان کے نقطۂ نظر سے بدترین جسارت اور بدتمیزی ہے۔ ''وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون''(۱)

البتہ فاضل محترم کو اِختیار ہے کہ وہ لیلائے اِشتراکیت کی محبت میں کسی اِسلامی یا غیر اِسلامی حکومت کو ''اللہ ورسول'' کے مرتبہ پر فائز کریں یا کسی ڈکٹیٹر کے سامنے آدابِ بندگی بجالائیں، یہ ان کا خالص نجی اور ذاتی معاملہ ہے، اس دورِ آزادی میں کون ہے جو ان کے ہاتھ سے قلم چھین لے؟ بالخصوص جب اَربابِ اِقتدار کو ''خدا اور سول'' کے خطاب سے نواز کر اس کے صلہ میں ''قلمی تحفظ'' حاصل کرلیا جائے۔ بقول اکبر مرحوم:

گورنمنٹ کی خیر مناؤ یارو!
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ!

لیکن انہیں یہ وسوسہ دِل سے نکال دینا چاہیے کہ کوئی سیدھا سادا مسلمان ان کی اس غلط منطق سے اِتفاق کرے گا کہ ''اللہ ورسول سے مراد اِسلامی حکومت ہے۔'' البتہ ان کا یہ فلسفہ اِشتراکیت کے مزاج کے عین مطابق ہے، کیونکہ اِشتراکیت بھی پارٹی لیڈروں کے علاوہ کسی خدا اور سول کی قائل نہیں، اور اگر فاضل محترم اپنا فقرہ ادھورا نہ چھوڑ دیتے اور یوں فرماتے:

''اللہ ورسول سے مراد حکومت ہے، اور حکومت عوام کی ہے، لہٰذا عوام ہی ہمارا خدا اور سول ہے!''

تو یہ بات قائدِ اِشتراکیت جناب ماؤزے تنگ کی تعلیم کے عین مطابق ہوتی۔ اُمید ہے کہ موصوف اس ''فروگذاشت'' پر متنبہ ہوکر آیندہ ایڈیشن میں اپنا فقرہ مکمل کرلیں گے۔

موصوف کا تیسرا نکتہ یہ ہے کہ جاہلیت میں جو لوٹ کھسوٹ اور جور وظلم روا رکھا جاتا تھا، اس کی کسی اور کو تو اِجازت نہیں لیکن ''اللہ ورسول'' (حکومت) کو جاہلی ظلم وجور کی ہر طرح اِجازت ہے، وہ جب چاہیں ''قومی مفاد'' کے نام پر لوگوں کے املاک کو بحقِ سرکار ضبط کرلیں۔ اِرشاد ہوتا ہے:

''اگر حمیٰ کا جاہلی مفہوم سامنے رکھا جائے جس میں ایک قوی فرد کسی دُوسرے قبیلہ کی زمین یا غیر مملوکہ زمین رکھت بنانے کا حق رکھتا تھا تو اس سے اِسلام میں صرف اللہ ورسول ہی کا یہ حق - کہ وہی کسی دُوسرے کی ملکیت کو حمیٰ بنا سکتے ہیں - آج بھی قابلِ غور مسئلہ بن سکتا ہے، اور اس بنا پر حکومت کو یہ

(۱) الشعراء: ۲۲۷

اِختیار حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ بعض لوگوں کی ملکیت کو قومی مفاد کی خاطر اپنی تحویل میں لے لے۔"(۱)

اِس سلسلہ میں اِتنی گزارش کافی ہے کہ موصوف اگر اس جاہلی ظلم وجور اور لوٹ کھسوٹ کو اپنے "خدا ورسول" (حکومت) کے لیے جائز سمجھتے ہیں تو وہ جانیں اور اُن کا "خدا و رسول!" آخر موصوف کے فلسفۂ اِشتراکیت میں "خدا" سے "خدائی" اور "رسول" سے "رسالت" چھین کر (خاکم بدہن) اُنہیں حکومت کی تحویل میں دیا جاسکتا ہے اور حکومت کو "اللہ ورسول" کہا جاسکتا ہے، تو بندے تو بے چارے پھر بندے ہیں، اگر ان کے املاک ضبط کرنے کی اجازت موصوف کی جانب سے مرحمت ہوجائے تو تعجب کیوں کیجیے...!

البتہ موصوف کو اِطمینان رہنا چاہیے کہ مسلمانوں کے "اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم" کا یہ اِرشاد رسم جاہلیت کو جاری کرنے کے لیے نہیں، بلکہ اس جاہلی ظلم کو مٹانے کے لیے ہے جس کی اِجازت آں محترم حکومت کو عطا کررہے ہیں۔ اِمام خطابی فرماتے ہیں:

"وفيه ابطال ما كان اهل الجاهلية يفعلونه من ذلك."(۲)

"اس حدیث کے ذریعہ اس عمل کو باطل قرار دیا گیا ہے جس میں اہل جاہلیت مبتلا تھے۔"

موصوف کی خوش فہمی کا ایک اور عجیب نمونہ ملاحظہ فرمایئے:

"حضرت عمرؓ نے مقامِ ربذہ میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف گھوڑوں کے لیے "حمی" مخصوص چراگاہ بنانا چاہی تو بعض حضرات نے اس پر اعتراض کیا کہ: آپ مسلمانوں کے مویشیوں کو چرائی کے حق سے محروم کیسے کرسکتے ہیں، جب کہ اس خطہ کی حیثیت اِسلام سے پہلے بھی املاک عامہ کی تھی اور اِسلام کے بعد بھی تمام مسلمانوں کا مفاد اس سے متعلق ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد فرمایا:

"بلاد الله حميت لمال الله."(۳)

"جنگلات کی یہ زمین اللہ کی ہے، میں نے اسے "اللہ کے مال" کے لیے محفوظ کرلیا ہے۔"

اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

"المال مال الله، والعباد عباد الله، والله! لولا ما احمل عليه في سبيل الله ما حميت الارض شبراً في شبرٍ."(۴)

(۱) مقدمہ کتاب الاموال، جلد اوّل، ص:۱۰۵

(۲) معالم السنن، ج:۳، ص:۳۹

(۳) عمدة القاری، جزء:۱۲، ص:۲۱۳

(۴) کتاب الاموال، ص:۲۹۹

''یہ مال بھی اللہ ہی کا ہے اور بندے بھی اللہ ہی کے ہیں، بخدا! اگر یہ وقف کے گھوڑے نہ ہوتے جن کو میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سواری کے طور پر دیتا ہوں تو میں ایک بالشت زمین کو بھی ''حمیٰ'' نہ بناتا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ یہ غیر آباد زمینیں جنہیں ''اموات'' کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک ہیں۔ کسی فردِ خاص کا ان سے حق متعلق نہیں۔ ادھر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جو گھوڑے وقف ہیں، وہ بھی ''اللہ ہی کا مال'' ہے، اس لیے ''اللہ کی زمین'' کو ''اللہ کے مال'' کے لیے وقف کردینا ''اللہ کے بندوں'' کے۔ لیے قابلِ اعتراض نہیں ہونا چاہیے، پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ''اللہ کے مال'' کے لیے ''اللہ کی زمین'' کو وقف کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میرے لیے موجبِ اعتراض کیونکر ہوسکتی ہے؟ بخدا! اگر یہ جہاد کے وقف گھوڑے نہ ہوتے تو میں کسی اور مصلحت کے لیے ایک انچ زمین بھی سرکاری تحویل میں نہ رکھتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں نہ صرف یہ کہ اشتراکیت کے لیے کوئی گنجائش نہیں، بلکہ اس کے برعکس اس سے اشتراکیت کی تردید ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے فاضل محترم جناب سورتی صاحب ''استدلال بالضد'' کے مشاق ہیں۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے بھی اشتراکیت کا کھوج نکال ڈالا۔ فرماتے ہیں:

''اس واقعہ سے ظاہر ہورہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کی مملوکہ زمینوں کو (یا کم از کم ایسی زمینوں کو جسے وہ اپنی ملکیت سمجھتے تھے) مملکتِ اسلامی کے اجتماعی مفاد کی خاطر حکومت کی تحویل میں لے لیا تھا، اور کوئی وجہ نہیں جو اسلامی حکومت کو آئندہ اجتماعی مفادات کے تحفظ کے لیے اس قسم کے اقدام کے اعادہ سے محروم کردے۔''

اسی سلسلہ میں حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''حضرت عمرؓ کا یہ جملہ بتارہا ہے کہ ''مال اللہ'' اور ''عباد اللہ'' پر اسلامی حکومت کو بڑے اختیارات حاصل ہیں اور وہ ان کی مصلحت اور مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ لوگوں سے ان کی ملکیت چھین سکتی ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں ''مال اللّٰہ''، ''بلاد اللّٰہ'' اور ''عباد اللّٰہ'' کے الفاظ کا مفہوم اُوپر عرض کیا جاچکا ہے، لیکن موصوف نے اس ارشاد میں جو اشتراکی ''سوفسطائیت'' پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اس کی مثال ٹھیک وہی ہے جو مولانا رومؒ نے ذکر فرمائی ہے کہ ایک ''اشتراکی مفکر'' کسی کے

باغ میں جا گھسے اور باغ کے پھلوں سے بلاتکلف کام و دہن کی ضیافت شروع کر دی۔ باغ کے مالک نے دریافت کیا کہ یہ کیا؟ بولے: باغ بھی خدا کا، میں بھی خدا کا، پھل بھی خدا کے، تم کون ہوتے ہو منع کرنے والے؟ مالک نے سوچا کہ یہ "اشتراکی سوفسطائیت" کے قائل ہیں، انہیں اسی زبان میں جواب دینا چاہیے۔ اُنہوں نے رَسّی اور لاٹھی منگوائی، اُن کو رَسّی سے باندھ کر پیٹنا شروع کیا، اب وہ چیخے کہ ارے یہ کیا کرتے ہو؟ مالک نے کہا: رَسّی بھی خدا کی، لاٹھی بھی خدا کی، میں بھی خدا کا، تمہارا سر بھی خدا کا، چیختے کیوں ہو...؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اِرشاد "موات" اور غیر مملوکہ زمینوں کے متعلق تھا کہ وہ صرف اللہ کی مِلک ہیں، کسی اِنسان کی مِلک نہیں۔ موصوف کو اس میں بھی اِشتراکی سوفسطائیت نظر آتی ہے۔ جب عقل و ایمان اور علم وفہم رُخصت ہوجائیں تو آدمی بالکل واضح حقائق کو بھی اپنے ذہنی وساوس ہی کے رنگ میں ڈھال لیتا ہے۔

اِمام ابوعبیدؒ نے کتاب الاموال (۱) میں یہ حدیث نقل کی ہے:

"حبان بن زید شرعی اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں، یہ شخص جلد باز تھا اور ایک جنگ میں حصہ لے رہا تھا، وہ اپنے پڑاؤ کے مقام سے دُوسرے جانوروں کو ہنا رہا تھا، اس کے اس عمل پر اسے ایک مہاجر نے ڈانٹا لیکن اس نے اس مہاجر اور اس کی تنبیہ کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا، جس پر اس مہاجر نے کہا: "میں تین سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں۔" جب اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنا تو شپٹایا اور شرمندہ ہوکر معافی مانگنے لگا۔ تب انہوں نے کہا "میں تین سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

"الناس شركاء في الماء والكلاء والنار."

تمام لوگ پانی، گھاس اور آگ میں شریک ہیں۔"

صاحبِ مشکاۃ المصابیح نے اسے ابوداوٗد اور اِبنِ ماجہ کی روایت سے اور الجامع الصغیر میں حافظ جلال الدین السیوطیؒ نے مسندِ احمد اور سننِ ابی داوٗد کے حوالہ سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"المسلمون شركاء في ثلاث: في الماء والكلاء والنار." (۲)

---

(۱) ص: ۲۹۴

(۲) مشكاة المصابيح، ص: ۲۵۹، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی۔ الجامع الصغير، رقم الحديث: ۹۲۱۳، ص: ۵۵۱، ط: دار الكتب العلمية، بيروت

"تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: پانی، گھاس، آگ۔"

تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ یہاں پانی سے مراد ایسا پانی ہے جو کسی کی مِلک نہ ہو، مثلاً: دریاؤں اور غیر مملوکہ چشموں کا پانی۔ اور گھاس سے مراد وہ خودرو گھاس ہے جو جنگلات اور چراگاہوں میں پائی جاتی ہے۔ اور آگ سے مراد جنگل کا ایندھن ہے۔ اور آگ میں شرکت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص نے آگ روشن کر رکھی ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ دُوسروں کو اس سے چراغ روشن کرنے سے یا اس کی روشنی سے اِستفادہ کرنے سے منع کرے، البتہ لکڑی یا انگارہ لے جانے سے منع کرسکتا ہے۔ شیخ عبدالرؤف مناوی جامع صغیر کی شرح میں لکھتے ہیں:

"قال البیضاوی: المراد من الاشتراک فی النار انه لا یمنع من الاستصباح منها والاستضاءة بضوئها، ولکن للموقد أن یمنع اخذ جذوة منها لانه ینقصها ویؤدی الی اطفائها."(۱)

ان تین چیزوں میں تمام انسانوں یا تمام مسلمانوں کے شریک ہونے کا منشا یہ ہے کہ اس قسم کے پانی، گھاس اور ایندھن سے چونکہ کسی فردِ خاص کی ملکیت متعلق نہیں ہوتی، اس لیے یہ اصل مِلکِ خداوندی پر ہونے کی وجہ سے سب کے لیے "مباح الاصل" ہیں اور ان سے ہر شخص کو بقدرِ ضرورت اِستفادہ کا حق ہے، لیکن اسے دُوسروں کو روکنے کا حق نہیں۔ اگر کوئی شخص دریا سے یا نہر سے اپنے برتن میں پانی بھرلائے یا جنگل سے گھاس اور ایندھن لے آئے، وہ اس کا مالک ہوگا اور اس میں مالکانہ تصرف کا اسے ہر طرح سے حق حاصل ہوگا۔ اِمام ابوعبیدؒ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ان اشیاء کے مباح ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کچھ لوگ سفر میں بادیہ پیمائی کرتے ہوئے کسی ایسی زمین میں پڑاؤ کریں جس میں ایسا سبزہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں کے لیے اُگایا ہو، اس پر کسی اِنسان نے کاشت کاری، شجرکاری یا سیرابی کی محنت صَرف نہ کی ہو، تو جو شخص وہاں پہلے پہنچ جائے، وہی اس کا مالک ہوجائے گا اور کسی کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ دُوسروں کو اس کے کسی حصہ کے اِستعمال سے منع کرے، بلکہ ان سب کے جانور اور مویشی ایک ساتھ مل کر وہاں چرتے رہیں گے، اور وہاں جو پانی ہوگا، اس سے بھی سب پئیں گے۔ یہ معنی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اِرشاد کے کہ: "سب لوگ پانی اور گھاس میں شریک ہیں۔" نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کہ: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور دونوں کو پانی اور درخت کفایت کرتا ہے۔" پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی

(۱) فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ص: ۲۷۲، ج: ۶

چیز کو لوگوں پر بند کردینے سے منع فرمادیا، البتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حمیٰ اس سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط عائد فرمادی اور اس کا تذکرہ ہم باب کے شروع میں کرآئے ہیں۔''

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ:

الف:...جنگل کی خودرو گھاس، دریاؤں، بڑی نہروں، جنگلی چشموں کا پانی اور جنگلی ایندھن کسی فردِ خاص کی ملک نہیں، بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے وقف ہیں۔ (خودرو گھاس اگر کسی کی مملوکہ زمین میں ہو تو شرعاً وہ بھی مالکِ زمین کی ملک نہیں، بلکہ ہر شخص کو اسے کاٹ لے جانے کا حق حاصل ہے، اور اگر لوگوں کی آمد و رفت سے زمین کے مالک کو ضرر پہنچتا ہو تو خود کاٹ کر لوگوں کے حوالے کردے)۔

ب:...ان سے ہر شخص اِستفادہ کرسکتا ہے، اور جو شخص ان کے جتنے حصے پر قابض ہوجائے گا، وہ اس کی ملک تصوّر کی جائے گی اور اس میں منازعت کا کسی کو حق نہیں ہوگا۔

ج:...خدا اور رسول کی اِجازت کے بعد کسی فرد یا اِدارہ کو یہ حق نہیں کہ دُوسروں کو اس سے منع کرے اور ان سے مستفید ہونے کا موقع نہ دے۔

د:...البتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے علاقہ کو ''مال اللہ'' کے لیے مخصوص کرسکتے ہیں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں خلفائے اِسلام بھی جہاد کے گھوڑوں اور صدقات کے مویشیوں کے لیے ایسے علاقہ کو حمیٰ بناسکتے ہیں۔ اس کی شرائط پر اس سے پہلے بحث گزر چکی ہے، اس وضاحت کے بعد اس حدیث کو نہ اِشتراکیت سے کوئی تعلق ہے، نہ یہ آج کے معروف معنی میں ''قومی ملکیت'' سے کوئی دُور کا واسطہ رکھتی ہے، نہ کسی حکومت کو یہ پروانہ دیتی ہے کہ وہ ''اِجتماعی مفاد'' کے نام پر جب چاہے لوگوں کی جائز املاک ضبط کرلیا کرے، لیکن ''اِسلامی اِشتراکیت'' میں یہ تمام نکتے اس حدیث سے نکال لیے جاتے ہیں۔ جناب سورتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس روایت کے بموجب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین اشیاء جو اس زمانہ کے ''اِجتماعی مفاد'' کے لیے لازمی تھیں، خواہ کسی فرد کی ذاتی ملکیت میں ہی کیوں نہ ہوں، حکومت نے اپنے ''حقِ حمیٰ'' سے کام لیتے ہوئے انہیں مشترکہ ملکیت قرار دے دیا۔''(۱)

قرآن و حدیث کی کھلی تحریف بڑی خیانت ہے! اور خدا اور رسول کی طرف کسی غیرواقعی بات کو منسوب

(۱) مقدمہ کتاب الاموال، جلد اوّل، ص:۱۰۶

کرنا اِفترا ہے! قرآن وحدیث میں اس پر جو وعید آئی ہے، غالباً جناب سورتی صاحب اس سے ناواقف نہیں ہوں گے، مگر افسوس ہے کہ وہ یہاں پر مبینہ طور پر کئی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط منسوب کر رہے ہیں۔

اَوّلاً:...ان کا یہ دعویٰ محض مفروضہ ہے کہ یہ تین اشیاء اس زمانہ کے ''اِجتماعی مفاد'' کے لیے لازمی تھیں، اسی بنا پر - بقول ان کے - انہیں مشترکہ ملکیت قرار دیا گیا۔ کیا وہ کسی دلیل سے یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ اس زمانہ کے اِجتماعی مفاد کا دائرہ بس انہی تین چیزوں تک محدود تھا؟ اگر جواب نفی میں ہے تو سوال یہ ہے کہ حدیث میں انہی تین چیزوں کی تخصیص کیوں کی گئی؟

ثانیاً:...وہ ان تین اشیاء میں تمام اِنسانوں کی شرکت کا مبنیٰ ''اِجتماعی مفاد'' کو قرار دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ شریعت نے ملکیتِ فرد کے ساتھ ساتھ اِجتماعی مفاد کو بھی قدم قدم پر ملحوظ رکھا ہے، اور اس میں اس حد تک گہرائی اور لطافت اِختیار کی گئی ہے کہ عقل حیران ہے، اور اس حدیث میں بھی اِجتماعی مفاد کو نظرانداز نہیں کیا گیا۔ بایں ہمہ اس حدیث میں ''مناطِ حکم'' اِجتماعی مفاد نہیں، بلکہ ان اشیائے ثلاثہ کی ''اِباحتِ اصلیہ'' ہے، اور تمام مباحات الاصل کا حکم یہی ہے کہ وہ مفادِ عامہ کے لیے وقف ہیں، بقدرِ ضرورت ہر شخص ان سے استفادہ کرسکتا ہے، مگر دُوسروں کو اس سے منع نہیں کرسکتا، اور ان مباحات میں سے کسی چیز پر جس شخص کا شرعاً صحیح قبضہ ہو، دُوسرے کو اس سے منازعت کا حق نہیں، وہ اسی کی مِلک ہے۔ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا، زمین کی سطح پر ان کے لیے ہر قسم کا سامانِ معاش مہیا فرمایا اور ان اشیاء سے فائدہ اُٹھانے کا ان کو اِختیار دیا تو ان پر خودغرضی غالب ہوئی اور قسم قسم کے جھگڑے اس سے ظہور میں آئے، جس کا باعث اور محرک ان کا باہمی بغض وحسد اور رقابتیں اور مخاصمتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے (نظامِ اِجتماعی کو بہتر صورت میں قائم رکھنے کے لیے جو اس کی حکمتِ بالغہ کا اقتضا تھا، لوگوں کو اپنے رسولوں کی معرفت) حکم دیا کہ کوئی شخص دُوسروں کے حق پر دست درازی نہ کرے، جب ان میں سے کوئی کسی چیز پر جائز طور پر قبضہ کرلے، مثلاً: سب سے پہلے وہ چیز اس کے ہاتھ لگے، یا میراث کے ذریعہ اس کو حاصل ہو، یا کسی ایسے ہی دُوسرے جائز طریقہ سے اس کے قبضہ میں آجائے، اندریں صورت کسی کو بھی حق حاصل نہیں کہ وہ چیز بغیر اس کی صریح رضامندی کے اس سے چھین کر اپنے قبضہ میں لائے، چاہے یہ رضامندی معاوضہ دے کر حاصل کی ہو، یا اس کے مالک نے بغیر معاوضہ لیے

اپنی خوشی سے وہ چیز اس کو دینا پسند کیا ہو، بشرطیکہ اس کے ضمن میں کوئی دھوکا اور فریب نہ ہو۔''(۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ''من أحيا ارضاً ميتة فهي له'' (جس نے کسی غیر آباد بنجر زمین کو آباد کیا، وہ اسی کی ہوگئی) پر گفتگو کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''یہ اِباحت کے اسی اُصول پر مبنی ہے، جس کی طرف ہم نے ابھی اشارہ کیا۔ سب کچھ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مال ہے اور کسی دُوسرے کا اس میں کوئی حق نہیں، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین اور زمین کی چیزوں سے نفع اُٹھانے کی اِجازت دے دی تو اس بارہ میں کشمکش واقع ہوئی ہے، تب فیصلہ یہ فرمایا کہ جو بطریقِ شرعی کسی چیز پر قابض ہوگیا، اس پر دست درازی نہ کی جائے۔ چنانچہ حدیثِ مذکور میں اَرضِ میتہ سے مراد وہ بنجر زمین ہے جو شہر اور فنائے شہر سے دُور واقع ہو، جو شخص اس کو آباد کرے گا، وہ اس پر قابض تصوّر کیا جائے گا اور اسے وہاں سے ہٹانا جائز نہیں ہوگا۔ دراصل تمام رُوئے زمین کی مثال کسی مسجد یا سرائے کی ہے، جس کو آنے جانے والے مسافروں کے لیے وقف کردیا گیا ہو، سب کو اس سے اِستفادہ کا یکساں حق حاصل ہے، اور جو سب سے پہلے قابض ہوجائے وہ مقدم ہوگا، پھر دُوسرے کے لیے اس پر دست درازی جائز نہیں ہوگی، اور مِلک کے معنی انسان کی حق میں یہی ہیں کہ دُوسروں کی نسبت اس کا حقِ اِنتفاع مقدم ہے۔''(۲)

بہرحال اس حدیث میں مناطِ حکم ان کی اِباحتِ اصلیہ اور اصل مِلکِ خداوندی پر قائم ہوتا ہے۔ ''مفادِ عامہ'' خود مدارِ حکم نہیں، بلکہ اس پر مرتب ہوتا ہے۔ اب اسے مدارِ حکم قرار دینا اگرچہ علمی اور ''اجتہادی غلطی'' ہے۔

ثالثاً:... جناب سورتی صاحب کا یہ اِدّعا ''خواہ وہ کسی فرد کی ذاتی مِلکیت میں بھی کیوں نہ ہوں'' محض اِیجادِ بندہ اور صراحتاً اِفترا علی الرسول ہے! (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ کیا حدیث میں اس عموم کی طرف کوئی ادنیٰ اشارہ بھی موجود ہے؟

رابعاً:... سورتی صاحب کا یہ کہنا کہ ''حکومت نے اپنے حقِ حمیٰ سے کام لیتے ہوئے'' بناءِ فاسد علی الفاسد ہے۔ اُنہوں نے یہ فرض کرلیا ہے کہ حدیث میں اللہ اور رسول کا خطاب حکومت کو دیا گیا ہے، اس لیے ان کے نزدیک حقِ حمیٰ سچ مچ اللہ اور رسول کو نہیں، بلکہ حکومت کو ہے، اور پھر یہ حق کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں، بلکہ اس میں پوری طرح مطلق العنان ہے۔ اور یہ دونوں مفروضے ان کے خانہ زاد ہیں، حدیث اور صاحب

(۱) ترجمہ حجة الله البالغة ص:۴۶۳، ج:۲، از مولوی عبدالرحیم۔

(۲) حجة الله البالغة ص:۱۰۳، ج:۲

حدیث صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اس ظلم وسفاہت سے بَری ہیں۔

خامساً:... ان تین اشیاء میں تمام مسلمانوں کی جس ''شرکت'' کا حکم فرمایا گیا ہے، موصوف اسے ''خوش فہمی'' سے مارکس کی ''مشترکہ ملکیت'' کے ہم معنی قرار دے رہے ہیں، اور یہ بدترین تلبیس ہے۔

مارکسی ''مشترکہ ملکیت'' کسی فرد کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ اسٹیٹ کی اجازت کے بغیر ''مشترکہ ملکیت'' کا ایک تنکا بھی اُٹھا کر اپنے کام میں لائے، اور حدیث پاک میں جن اشیاء میں تمام لوگوں کو شریک قرار دیا گیا ہے، ان کے بارہ میں اعلانِ عام ہے کہ ہر فرد بغیر کسی روک ٹوک کے ان سے مستفید ہوسکتا ہے اور انہیں اپنی ملک میں لاسکتا ہے۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

مارکس کا اِشتراکی نظریہ اسٹیٹ کو ''مشترکہ ملکیت'' کا اِجارہ دار قرار دیتا ہے، اس کے برعکس ان تین اشیاء پر اِسلام کسی فرد اور اِدارہ کا اِجارہ تسلیم نہیں کرتا، بلکہ انہیں سب کے لیے وقفِ عام قرار دیتا ہے۔ کیا اس ''شرکت'' کو آج کی اِصطلاحی ''مشترکہ ملکیت'' بتانا عقل وانصاف سے صریح زیادتی نہیں؟ اور پھر مارکسی ''مشترکہ ملکیت'' کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنا تلبیس وافترا کی افسوس ناک مثال نہیں؟

اِمام ابوعبیدؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ:

''بہیہ روایت کرتی ہیں کہ میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ''یارسول اللہ! وہ کیا چیز ہے جس کا روکنا حلال نہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانی!'' اُنہوں نے پھر عرض کیا: ''یارسول اللہ! وہ کیا چیز ہے جسے لوگوں سے روکنا حلال نہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نمک!'' اُنہوں نے پھر کہا: ''یارسول اللہ! وہ کیا چیز ہے جسے روک رکھنا حلال نہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان تفعل الخیر خیر لک.'' ''تم بھلائی کرتے رہو، یہ تمہارے لیے بہتر ہی بہتر ہے۔''

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد اس موقع پر پانی اور نمک تک محدود رہا۔ بعدازاں وہ صاحب کسی کو پانی سے نہیں روکتے تھے خواہ وہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔''(۱)

حدیث کو اوّل سے آخر تک بار بار پڑھیے: صاف نظر آتا ہے کہ حدیث میں قانونی ضابطہ نہیں، بلکہ اخلاقی ضابطہ کا بیان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان صاحب کو مکارمِ اخلاق کی تعلیم دے رہے ہیں کہ ایک مسلمان کی اخلاقی سطح اتنی بلند ہونی چاہیے کہ خواہ اس کے پاس کتنی قلیل اور حقیر چیز کیوں نہ ہو، لیکن جب

(۱) کتاب الاموال، ص:۲۹۶

کوئی سائل اس سے سوال کرے تو اسے ایثار و مروّت اور خیر طلبی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور سائل کے سوال کو رَد نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ کی تعلیم کا یہی اثر ہوا کہ اس کے بعد وہ کسی سائل کو رَد نہیں کرتے تھے۔ اس کی مزید تشریح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ہوتی ہے، جسے صاحب مشکوٰۃ المصابیح (۱) نے ابنِ ماجہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس سے لوگوں کو روکنا حلال نہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانی، نمک اور آگ!'' میں نے کہا: ''یا رسول اللہ! اس پانی کو تو ہم جانتے ہیں (کہ انسان اور جان دار کو اس کی شدید ضرورت ہے اور کسی ضرورت مند کو پانی دینے میں بخل کرنا بڑی ناروا بات ہے۔) لیکن نمک اور آگ کا کیا حال ہے؟ (بظاہر اتنی حقیر چیزوں کا اتنا سخت حکم نا قابلِ فہم ہے۔)'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حمیرا! جس نے کسی کو آگ دی، گویا اس نے ان تمام چیزوں کا صدقہ کیا جو اس آگ سے پکائی گئیں، اور جس نے نمک کا عطیہ دیا گویا اس نے ان تمام چیزوں کا صدقہ کیا جو اس نمک کے ساتھ خوش ذائقہ بنائی گئیں، اور جس نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ جہاں پانی مل سکتا ہے، پانی کا گھونٹ پلایا، گویا اس نے گردن آزاد کی، اور جس نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ، جہاں پانی دستیاب نہیں ہوتا، پانی کا گھونٹ پلایا گویا اس نے مردہ کو حیاتِ نو بخشی....'' (اتنی معمولی چیزوں میں بخل کر کے اتنے بڑے ثواب سے محروم رہنا ظاہر ہے انتہائی دناءت کی بات ہے)۔

ظاہر ہے کہ نمک کی چٹکی، پانی کے گھونٹ اور آگ کے ایک شعلہ کے بارہ میں "لا یحل منعہ" کی تعلیم قانونی نہیں، اخلاقی ہے۔ لیکن جناب سورتی صاحب اس پر بھی اشتراکیت کا خیالی محل (جس میں ''اخلاق'' سرے سے خارج از بحث ہے) تعمیر فرماتے ہیں، ذرا ان کی تکنیک ملاحظہ فرمائیے! ارشاد ہوتا ہے:

''آپ کا یہ جواب کتنی عظیم حقیقتوں کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے: "ان تفعل الخیر خیرٌ لک" (تمہارا خیر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔)

گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں پانی، آگ، گھاس، درخت اور نمک کو تمام لوگوں کی مشترکہ ملکیت قرار دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ خیر اور بھلائی کرتے رہنا ایسا عمل ہے جس سے کسی کو محروم کرنا حرام ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے چند خیر بتا کر لوگوں کو آزادی دی ہے کہ وہ ہر زمانہ میں حدود اللہ میں رہتے ہوئے خوب تر کو قبول کر لیں۔ اس حجت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر آج ''اسلامی حکومت'' اپنے اِمکانی وسائل سے کام لیتے ہوئے اس قسم کی مزید کچھ چیزیں معلوم

(۱) مشکاۃ المصابیح، باب احیا الاموات، فصل ثالث، ص: ۲۶۰، ط: قدیمی کتب خانہ۔

کرے جنہیں آج مشترکہ ملکیت دینے سے ''خیر'' کا زیادہ امکان ہو تو ان کا اضافہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا منشأ و مقصود ہوگا۔''(۱)

اس عجیب وغریب تحقیق کا سراغ اشتراکی مفکروں کے سوا چودہ صدیوں میں کس کو ہوسکتا تھا کہ ایک غیر معروف صحابی جن کا نام بھی روایت میں مذکور نہیں، اور جن کا تعلق دُور دراز کے قبیلہ بنی خزارہ سے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ کوئی سائل مانگنے آئے تو کون سی چیزیں ایسی ہیں جن میں میرے لیے بخل کا مظاہرہ ناروا ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور نمک پر بات ختم کردیتے ہیں۔ یہ جناب سورتی صاحب کی نزدیک ''اس زمانہ کی اشتراکیت'' ہوئی! اور جب تیسری بار وہ صحابی یہی سوال دُہراتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے تلقین فرماتے ہیں کہ بھلائی کرتے رہنا، بہرحال تمہارے حق میں بھلا ہی بھلا ہے: **ان تفعل الخير خير لک** ! جناب سورتی صاحب کے خیال میں یہ ''اسلامی حکومت'' کے لیے آزادی کا پروانہ ہے کہ وہ جب چاہے لوگوں کے املاک ضبط کرکے ''خیر'' پھیلاتی رہے ع

کار طفلاں تمام خواہد شد

عجیب بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کسی چیز کے نہ روکنے کو ''خیر'' فرماتے ہیں اور جناب سورتی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہلوانا چاہتے ہیں کہ کسی کے پاس کوئی چیز نہ رہنے دینا ''خیر'' ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کی اخلاقی سطح اتنی بلند دیکھنا چاہتے ہیں کہ معاشرہ کا کوئی ضرورت مند خالی ہاتھ واپس نہ جائے، اور سورتی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر یہ فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ پورے اسلامی معاشرہ کو خالی ہاتھ ہوجانا چاہیے، اور مال ودولت کے تمام وسائل کو ''اسلامی حکومت'' کے اعلیٰ افسروں کے لیے مالِ غنیمت بنادینا چاہیے۔

جناب سورتی صاحب نے شوقِ تحقیق میں اس کھلی بات کو بھی نظر انداز کردیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا منشأ۔ بقول اُن کے۔ نیشنلزم کی ترغیب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلقین مدینہ طیبہ کے لوگوں کو فرماتے، اکابر مہاجرین وانصار کو یہ نکتہ سمجھاتے، یا کم ازکم اعلانِ عام فرماتے کہ حسبِ مصلحت اسلامی حکومت کے لیے لوگوں کے املاک ضبط کرکے انہیں مشترکہ ملکیت قرار دینا نہ صرف جائز بلکہ عین منشائے خدا ورسول ہے۔ لیکن جناب سورتی صاحب کے مطابق یہ اہم ترین نکتہ۔ جس کا تعلق تمام اسلامی معاشرہ سے ہے۔ سمجھایا جاتا ہے کس کو؟ ایک غیر معروف صاحب کو! سوال یہ ہے کہ اس ''مشترکہ ملکیت'' کی تبلیغ قبیلہ بنی فزارہ کے ایک غیر معروف صاحب کو جن کے نام کی تفسیر کے لیے بھی سورتی صاحب کو

(۱) مقدمہ کتاب الاموال، ص۔ ۱۰۷

"الاصابہ" سے مدد لینی پڑی تھی، آخر کیا معقولیت رکھتی ہے؟ شریعت کا اُصول یہ ہے کہ جو بات جس قدر اہم ہوتی ہے، اسے اسی قدر اہتمام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر اس کا تعلق عام لوگوں سے ہو تو اس کا برسرِعام اعلان کیا جاتا ہے، اور اگر وہ خواص کے متعلق ہوتی ہے تو خصوصی اہمیت کے افراد کو اس کی تلقین فرمائی جاتی ہے۔ اس اُصول پر سورتی صاحب کی ذکر کردہ روایت کا جائزہ لیجیے! جو "عن سیار بن منظور الضراری عن امراۃ منهم یقال لها: بهیة" کی سند سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی فزارہ کے ایک معروف صاحب کو خطابِ حاضر کے صیغہ سے فرماتے ہیں: "ان تفعل الخیر خیر لک!" پھر ان بزرگ سے روایت کرنے والی صرف ان کی صاحب زادی "بہیہ" نامی ایک غیر معروف خاتون ہیں۔ چنانچہ "تقریب" میں ہے: بهیة بالتصغیر.... لا تعرف، ویقال ان لها صحبة.[1] ان کے علاوہ کوئی شخص انہیں روایت نہیں کرتا، اور "بہیہ" سے روایت کرنے والے صرف ایک صاحب سیار بن منظور ہیں، جن کا شمار طبقۂ سادسہ کے ان راویوں میں ہے جن کا کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں، چنانچہ اسی "تقریب" میں ہے: "سیار بن سیار الفزاری البصری، مقبول من السادسة.... والسادسة طبقة صروا الخامسة ولٰکن لم یثبت لهم لقاء أحد من الصحابة کابن جریج"[2] اور یہ صاحب بالکل غیر معروف شخص ہیں، یہاں تک کہ بعض حضرات نے انہیں مجہول قرار دیا ہے۔

مزید برآں یہ کہ انہوں نے جتنی روایتیں نقل کی ہیں، اُوپر سے ان کا سلسلۂ سند منقطع ہوتا ہے۔ (ذکرہ ابن حبان فی الثقات، قلت: فقال: یروی عن ابیه المقاطیع، وقال عبدالحق الاشبیلی: "مجهول!")۔[3]

اب ایک ایسی حدیث جس کے مخاطب ایک غیر معروف صحابی ہیں اور تقریباً ڈیڑھ صدی تک اُن کی روایت صرف اسی خاندان تک محدود رہی، ان کے علاوہ کسی صحابی اور تابعی نے اس کا ذکر نہیں کیا، نہ اسے روایت کیا، کیا اس کے بارہ میں عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس کا تعلق "مفادِ عامہ" اور "مشترکہ ملکیت" جیسے اہم ترین مسئلہ سے ہوسکتا ہے؟ اور صرف اس کی بنیاد پر اِدھر اُدھر کے مفروضے جوڑ کر "اِسلامی اِشتراکیت" کا خیالی محل تعمیر کرلینا اعجوبہ پسندی تو کہلاسکتی ہے، مگر اسے سنجیدہ علمی تحقیق نہیں کہا جاسکتا۔

"پانی، نمک اور آگ کا روکنا ممنوع ہے" اس ارشاد کا تعلق اخلاقیات کی تعلیم سے ہے، اسے کوئی

---

(۱) تقریب: باب النساء۔
(۲) دیباچہ "تقریب"۔
(۳) تهذیب التهذیب، ص: ۲۹۱، ج:۴

ضابطہ اور قانون تصور نہیں کیا جاسکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت جہاں شارع کی تھی (شارع حقیقی حق تعالیٰ کی ذات ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "شارع" کا اطلاق اس بنا پر کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ شریعت ہیں اور شرائعِ الٰہیہ کی تقریر و توضیح فرماتے ہیں)، وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے لیے معلّمِ اخلاق، مزکی و مربی بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدّد اِرشادات تعلیم و تربیت اور تزکیہ و تطہیر کے باب سے تعلق رکھتے ہیں، وہ بھی اُمت کے لیے اسی طرح واجب العمل ہیں جس طرح کہ ضوابط و قوانین پر عمل واجب ہے، تاہم دونوں کی نوعیت کو جدا جدا سمجھے بغیر بہت سی اُلجھنیں پیدا ہوتی ہیں، اور انہی اُمور کے درمیان اِمتیاز کرنے کے لیے ہم، مجتہدینِ اُمت اور ائمۂ فقہاء کی اُنگلی پکڑ کر چلنے کے محتاج ہیں۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا، وهب لنامن لدنك رحمة انك انت الوهاب.

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الثانیہ تاذوالحجہ ۱۳۸۹ھ)

موجودہ نظامِ انشورنش اور اِسلام کا نظامِ تکافلِ اِجتماعی

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، اِدارہ تحقیقاتِ اِسلامی، اِسلام آباد۔ صفحات: ۱۹۷۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: اِسلامی کتب خانہ، نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵۔

مغربی سرمایہ داروں اور سوشلسٹوں نے اِسلام دُشمنی میں سادہ لوح مسلمانوں اور مغرب پرست سرمایہ داروں کو فکرِ فردا کا سحر انگیز احساس دِلاکر مستقبل کے خطرات سے تحفظ اور جبرِ نقصان کی خوش نما ضمانت کی لالچ میں پھانستے ہوئے اُن کا سرمایہ اپنے پاس محفوظ کر کے اس کو "انشورنس" کا نام دے دیا۔ یہ درحقیقت سودی نظام اور اِستحصال ہی کا دُوسرا نام ہے، جو ایک مسلمان کے لیے دِین اور دُنیا دونوں لحاظ سے یکساں طور پر تباہ کن ہے۔ اس مادر پدر آزاد معاشرہ میں ضرورت اس بات کی تھی کہ اِسلام کی پاکیزہ تعلیمات و برکات سے تشکیل اور طے پانے والے معاشرے، اور حقوق و فرائض کے ضمن میں برآمد ہونے والے کفالتِ عامہ کے نظام کو (جو اپنے آپ ہی حرکت میں رہتا ہے اور جس سے خود بخود مستقبل میں پیش آنے والے خطرات و نقصانات کا مداوا ہوتا رہتا ہے) ایک کتابی شکل دے کر اُجاگر کیا جائے۔

زیرِ نظر کتاب اس سلسلہ کا ایک راست اقدام ہے، جو بقول مؤلفِ موصوف یہ ان کے "ڈاکٹریٹ کے مقالہ "اِسلام کا نظامِ تکافلِ اِجتماعی (انگلش)" کا اُردو خلاصہ ہے" جس میں اِنتہائی سادہ، عام فہم اور سلیس

انداز سے اسلامی نظامِ تکافل کے محاسن کو اُجاگر کرتے ہوئے "نظامِ انشورنس" اور سوشلزم کے "نظامِ تعمیرِ شکم" کے قبائح کو تقابلی انداز میں پیش کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو مؤلفِ موصوف اور ناشرین و معاونین کی ترقیٔ درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۰۴ھ)

اِسلام کا نظامِ حیات

جناب حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب، گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد۔ صفحات: ۴۰۰۔ قیمت (مجلد): ۵/۷۵ روپے۔ پتا: پاکستان بک سینٹر، ۴۰، اُردو بازار، لاہور۔

زیرِ نظر کتاب میں ان خطوط کی نشان دہی کی گئی ہے، جن کے مطابق ایک مسلمان کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی گزارنی چاہیے۔ کتاب تین ابواب پر منقسم ہے: پہلے باب میں ارکانِ اسلام کی تشریح کرتے ہوئے اس نکتہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ اسلامی ارکان ہی اسلامی تہذیب و اخلاق کی بنیاد ہیں۔ دُوسرے باب میں اسلامی اخلاق کے بنیادی اُصول ذکر کیے گئے ہیں۔ اور تیسرے باب میں اسلام کے نظریۂ اخلاق کی تفصیل دی گئی ہے، جس کے اہم نکات یہ ہیں کہ اسلام ایک مسلمان میں کن صفات و اخلاق کو پیدا کرنا چاہتا ہے؟ وہ فرد کی عائلی زندگی کے لیے کیا ہدایات دیتا ہے؟ اور معاشرہ، ریاست اور عالمِ اسلام کے ساتھ فرد کا رشتہ کس طرح قائم کرتا ہے؟ یہ کتاب پشاور بورڈ کے نصاب کے مطابق اسلامیات کے موضوع پر انٹرمیڈیٹ طلبہ کے لیے لکھی گئی ہے، اس لیے فاضل مؤلف نے۔ جنھیں عزیز طلبہ کے ذہن، ذوق اور احساسات و جذبات کا وسیع تجربہ ہے۔ ان اُمور کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رجب و شعبان ۱۳۹۳ھ)

۱:... اسلامی تحقیق کا مفہوم و مدعا اور طریقِ کار

جناب ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ایک روپیہ۔

۲:... اِسلام کی نشأۃِ ثانیہ

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب۔ صفحات: ۵۲۔ قیمت: ایک روپیہ۔

۳:...قرآن اور اَمنِ عالم

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب۔ صفحات: ۲۶۔ قیمت: پچاس پیسے۔

۴:...قرآن اور پردہ

جناب مولانا امین احسن اصلاحی۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۶۰ پیسے۔

۱:...آج اِسلام کو کن جدید مسائل کا سامنا ہے اور ہم ان سے کس طرح عہدہ برآ ہوسکتے ہیں؟ ایک مسلم محقق اور مستشرق کے طرزِ فکر میں کیا فرق ہونا چاہیے؟ تحقیقاتی کام کرنے والوں کے لیے یہ رسالہ خضرِ راہ ثابت ہوسکتا ہے۔

۲:...مسلمانوں کی نئی نسل کو جو مغربی فکر سے متأثر ہے، اِسلام سے وابستہ کرنے کے لیے کیا عملی اقدامات کیے جائیں؟ اس بارہ میں مصنف کی تجاویز!

۳:...قرآنِ کریم اَمنِ عالم کے قیام کے لیے جن مؤثر ومفید -اور بقول مصنف مستقل یا عارضی- ذرائع کو اِختیار کرتا ہے، ان کا تجزیہ!

۴:...قرآنِ کریم کی آیات جو پردہ سے متعلق ہیں، ان پر محققانہ بحث! یہ رسالہ اِختصار کے باوجود اپنے موضوع پر منفرد ہے۔

چاروں رسائل کے ملنے کا پتہ: دارالاشاعت الاسلامیہ، کوثر روڈ، اِسلام پورہ، لاہور نمبر۱۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۹۰ھ)

اِسلامی نظامِ حکومت کے ضروری اجزا

جناب مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۲۵ پیسے۔ پتا: مکتبہ ''الاعتصام'' شیش محل روڈ، لاہور۔

جناب مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ، جماعتِ اہلِ حدیث کے امیر تھے۔ پکے سلفی، نہایت ذوفہم، پختہ عالم، بلند پایہ خطیب! زیرِ نظر مقالہ میں موصوف نے اِسلامی نظامِ حکومت کے تین اجزا: اِمارت، شوریٰ اور اِنتخاب پر روشنی ڈالی ہے۔ ضمناً خلفائے راشدینؓ کے اِنتخاب اور وہابی تحریک جیسے مسائل بھی زیرِ قلم آتے گئے۔ مقالہ کے بعض اجزا سے اِتفاق مشکل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۱ھ)

حفظ الایمان

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ۔ صفحات: ۱۲۶۔ قیمت (مجلد) اعلیٰ: ۱۵ روپے۔ قسم دوم: ۹ روپے۔ پتا: انجمن ارشاد المسلمین، ۶-بی، شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ، لاہور، صوبہ پنجاب، پاکستان۔

"حفظ الایمان عن الزیغ والطغیان" حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا شہرۂ آفاق رسالہ ہے، جو ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا گیا۔ اور جس میں تین مسائل کا حکم ذکر کیا گیا ہے: سجدۂ تعظیمی، طواف غیر کعبہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق۔ اہل ہوئی اس رسالہ میں مندرج مسائل و دلائل پر تو جرح نہ کر سکے، البتہ اس کی ایک عبارت کو خود ساختہ مفہوم پہنا کر اس پر طوفان برپا کر دیا۔ ایک سوال کے جواب میں حضرتؒ نے اس عبارت کی توضیح فرمائی اور اس کا نام "بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان" پھر بعض مخلصین کے مشورہ سے اس عبارت میں ترمیم کر دی گئی جو "تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان" کے نام سے شائع ہوئی اور ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ اصل رسالہ شائع فرمایا۔ زیرِ نظر مجموعہ میں یہ تینوں رسالے ہیں، اور شروع میں جناب مولانا انوار احمد صاحب کا ۴۳ صفحے کا مقدمہ ہے، جس میں "حفظ الایمان" کی اس عبارت پر محققانہ بحث ہے اور حضرت حکیم الامتؒ کے مختصر سے سوانح ہیں۔ "حفظ الایمان" کا یہ ایڈیشن اب گویا بالکل نئی کتاب ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاول ۱۴۰۲ھ)

فقہی پہیلیاں

مولانا ابو یوسف محمد ولی درویش (اُستاذ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی)۔ صفحات: ۲۱۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اسلامی کتب خانہ، نزد جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

آٹھویں صدی کے ترجمانِ احناف امام عبدالبر بن شحنۃ المعروف قاضی ابن شحنہ کی مشہور زمانہ تصنیف "الذخائر الاشرفیۃ فی الغاز الحنفیۃ" کو زمانۂ تصنیف سے اب تک حلقۂ اہلِ علم میں جو قبولِ عام رہا ہے، اس سے اہلِ علم ناواقف نہیں۔ موصوف کی تصنیف اپنے موضوع کے اعتبار سے اگرچہ پہلی نہیں، مگر اندازِ بیان کے اعتبار سے فقہ کی تاریخ میں اس جیسی غالباً دو ایک کتابوں کا نام ملتا ہے۔ اس لیے یہ کتاب پہیلیوں کے انداز میں لکھی گئی ہے، اور اس سے مقصود بھی علم فقہ کو دلچسپ بنانے اور غور و فکر سے سوچ سمجھ کر اور حفظ

و بیداری سے پڑھنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس فن پر کئی دُوسرے مصنّفین کے نام بھی ملتے ہیں، چنانچہ جناب مترجم پیش لفظ میں صفحہ:٦ پر لکھتے ہیں:

''پہیلیوں کے انداز میں لکھی جانے والی کتابوں میں شریف عزالدین حمزہ بن احمد الدمشقی المتوفی ۸۷۴ھ کی کتاب ''الالغاز''، جمال الدین عبدالرحیم بن حسن الاسنوی الشافعی المتوفی: ۷۷۲ھ اور تاج الدین عبدالوہاب ابن السبکیؒ المتوفی: ۷۷۱ھ کی کتاب جو کہ فقہِ شافعی کے فروع سے متعلق ہیں، مشہور ہیں۔

مشہور محدث اور مؤرّخ علامہ شمس الدین محمد بن محمد بن الجزری المتوفی: ۸۳۳ھ نے بھی الغاز میں ایک کتاب لکھی ہے، جیسا کہ ''کشف الظنون'' میں مذکور ہے۔ فقہائے حنفیہ میں سے علامہ ابن العز رحمہ اللہ کی ''التھذیب لذھن اللبیب'' شرف الدین احمد بن اسد الفرغانی الحمصیؒ کی ''خبرۃ الفقھاء'' اور قاضی ابن الشحنہؒ (المتوفی: ۹۲۱ھ) کی ''الذخائر الاشرفیۃ فی الغاز الحنفیۃ'' اس فن میں عمدہ کتابیں ہیں۔''

جناب مولانا مفتی ولی درویش صاحب نے اس اہم فن اور پہیلیوں کے انداز کی مشکل کتاب کو عوام اور طلبہ کے لیے ترجمہ کرکے سہل اور عام فہم انداز میں پیش کیا ہے۔

مترجم کی زبان میں ایسی چاشنی اور سلاست ہے کہ پڑھتے پڑھتے آدمی ماحول سے غافل حقائق کی دُنیا میں کھو جاتا ہے، اور اندازِ بیان نہایت پُرتاثیر ہے۔

اُمید ہے اہلِ علم اس گوہرِ گراں مایہ کی قدردانی میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔ کتاب کا یہ دُوسرا ایڈیشن ہے جو پہلے کی نسبت متعدد محاسن کا حامل بھی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۹ھ)

مقدمہ تدوینِ فقہ

مولانا سیّد مناظر احسن گیلانیؒ۔ صفحات: ۲۵۶۔ قیمت (مجلد): ۱۸ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، ۳۲-اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

مولانا گیلانیؒ واقعتاً اپنے دور کے سلطان القلم تھے، اِنشا و تحریر کی متعدد خصوصیات ان کے ساتھ رُخصت ہوگئیں، ان کی سب سے بڑی خصوصیت اُن کا البیلا اندازِ بیان ہے، جو قاری کے سرِ مو میں سرایت کر جاتا ہے

اور دماغ سے دل کو اپیل کرتا ہے، پھر اُن کا بہار آفریں قلم جس موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہے، نہ صرف اس کو بیش قیمت معلومات سے لالہ زار بنا دیتا ہے، بلکہ بہت سے ضمنی مباحث کی عقدہ کشائی بھی کرتا ہے۔ حق تعالیٰ نے قلبِ مطہر کے ساتھ ساتھ اُنہیں دقیقہ رسی وبلند نگہی کی دولت بھی بڑی فیاضی سے عطا کی تھی، وہ بسا اوقات ایسی چیزوں سے اہم نتائج اخذ کر لیتے ہیں، جن کی طرف دُوسروں کو شاید اِلتفات کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ تدوینِ فقہ کے موضوع سے مدتوں تک اُن کو گہرا شغف رہا، اس سلسلہ کا کچھ حصہ اُنہوں نے ''امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی'' میں منتقل کر دیا تھا اور باقی معلومات کو ''تدوینِ فقہ'' کے عنوان سے مرتب کرنا شروع کر دیا تھا، اس سلسلہ کی چند قسطیں ماہنامہ ''برہان'' دہلی میں جنوری ۱۹۴۵ء سے ستمبر تک شائع ہوئی تھیں، مگر افسوس کہ یہ سلسلہ مکمل نہ ہوسکا، زیرِ نظر کتاب ''برہان'' میں شائع شدہ قسطوں کا مجموعہ ہے، جس پر مولانا گیلانی مرحوم نے نظرِ ثانی فرما کر جناب سیّد ابوالخیر مودودی صاحب کے حوالہ کیا تھا، ڈاکٹر رشید احمد صاحب جالندھری (حال ڈائریکٹر ''اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی'' اِسلام آباد) کی محنت وکوشش سے یہ کتاب پہلی بار باصرہ نواز قارئین ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پر ایک طویل مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے، جس کے بارہ میں صرف یہ بتا دینا کافی ہے کہ وہ ''اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی'' کے ڈائریکٹر اور جناب ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کے جانشین کے ''فکر ونظر'' کی ''اچھی'' ترجمانی کرتا ہے۔ بہرحال! اہلِ علم کو سیّد صاحب، ڈاکٹر صاحب اور جناب مولانا عبدالرشید ارشد کے ممنون ہونا چاہیے کہ ان کی مساعی سے یہ گراں قدر تحفہ اُنہیں میسر آیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۷ھ)

واقعات المفتین

الشیخ العلامہ عبدالقادر قدری آفندیؒ۔ صفحات: ۲۴۵۔ قیمت (مجلد): ۵۴ روپے۔ پتا: دائرۃ المعارف الاسلامیہ، آسیا آباد، مکران، بلوچستان۔

حضرت مؤلف الشیخ العلامہ القاضی عبدالقادر بن یوسف الحلبی الحنفی (۱۰۱۴ھ-۱۰۸۳ھ) جو ''نقیب زادہ'' اور ''قدری آفندی'' کے لقب سے معروف ہیں، گیارھویں صدی ہجری کے مشاہیر میں سے تھے۔ ایک عرصہ تک مفتی یحییٰ بن زکریا (المتوفی:۱۰۵۳ھ) اور دیگر اکابر کے یہاں ''موزّع الفتاویٰ'' اور ''امین الفتاویٰ'' کی خدمت پر مامور رہے۔ اس عرصہ میں جو واقعات پیش آئے، اُن کے جوابات کتبِ فتاویٰ کے حوالہ سے فقہی اَبواب پر مرتب کرتے رہے، بعد میں نظرِ ثانی اور نظرِ ثالث کے دوران اصل کتابوں کی

مراجعت کے بعد مکرّرات کو حذف کردیا اور کچھ مزید مسائل کا اِضافہ کردیا، اِس طرح فتاویٰ کا یہ نفیس ترین اور قابلِ قدر مجموعہ وجود میں آیا جو ''واقعات المفتین''، ''فتاویٰ قدری آفندی'' یا ''فتاویٰ قادریہ'' کے ناموں سے معروف ہے۔ یہ مجموعہ ربیع الاول ۱۳۰۰ ہجری میں مطبعہ میریہ مصر سے شائع ہوا تھا، ''دائرۃ المعارف الاسلامیہ، آسیا آباد'' نے اس نسخہ کا عکس شائع کرکے اہلِ علم پر احسان کیا ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء!

جناب مولانا احتشام الحق صاحب آسیا آبادی نے کتاب کے آخر میں ''نزھۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ الشیخ عبدالقادر'' کے عنوان سے حضرت مصنفؒ کے حالات کا اِضافہ کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۴ھ)

المصباح فی رسم المفتی
ومناھج الافتاء شرح اصول الافتاء (دوجلد)

مولانا مفتی محمد کمال الدین راشدی۔ صفحات جلد اوّل: ۳۸۷۔ جلد ثانی مع تکملہ: ۳۸۴۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: ماریہ اکیڈمی، کراچی۔

دوجلدوں پر مشتمل یہ کتاب محقق العصر مولانا محمد تقی عثمانی زیدمجدہم کی امالی ''اصول الافتاء'' کی شرح ہے، جو اُن کے شاگردِ رشید جناب مولانا مفتی محمد کمال الدین راشدی صاحب نے تالیف فرمائی ہے، متن اور شرح دونوں عربی زبان میں ہیں، اِفتاء کے عظیم اور نازک میدان میں قدم رکھنے والوں اور چلنے والوں کے لیے عموماً اور تخصص فی الفقہ کے طلباء کے لیے خصوصاً بہت مفید ہے۔

متن میں مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم کے ''اُصول الافتاء'' سے متعلق دُروس کا خلاصہ درج کیا گیا ہے، جو فتویٰ دینے کے قواعد وضوابط، مفتی اور مستفتی کے آداب، ائمہ مجتہدین کے مختلف اقوال میں ترجیح کے اُصول اور جدید واقعات وحوادث میں فقہی اَحکام مستنبط کرنے کے طریقوں پر مشتمل ہے، جن کتابوں سے متن میں اِستفادہ کیا گیا ہے، ان میں علامہ اِبنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کا رسالہ ''شرح عقود رسم المفتی''، ''مقدمہ رد المحتار''، مولانا عبدالحی لکھنویؒ کا رسالہ ''النافع الکبیر'' اِبنِ حمدان کی ''صفۃ الفتویٰ والمفتی والمستفتی'' شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی ''عقد الجید فی احکام الاجتھاد والتقلید'' اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ''الاقتصاد فی التقلید والاجتھاد'' سرفہرست ہیں۔

شرح میں آیات واَحادیث اوراقوالِ فقہاء کی تخریج، اہم اور مشکل الفاظ کی تشریح، موضوع کی مناسبت سے مثالوں کا تذکرہ، بعض اہم مسائل کی تفصیل اور متن میں جن علماء، فقہاء اور محدثین کا تذکرہ ہے، اُن کے مختصر تراجم پیش کیے گئے ہیں، اس لیے شرح نے متن کو اور زیادہ نافع بنادیا ہے، البتہ شرح کے اندر کہیں کہیں عربی زبان کے اِعتبار سے معمولی لغزشیں ہیں، جن کے بارہ میں توقع ہے کہ مؤلف زیدمجدہم نظرِثانی فرماکر اگلے ایڈیشن میں اُن کی تصحیح فرمائیں گے۔ واللہ ولی التوفیق!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ)

اِسلام اور قوالی

مفتی حفیظ الرحمٰن۔ صفحات: ۵۶۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: المکتبۃ العلمیۃ، نزد دارالعلوم سعیدیہ، اوگی ضلع مانسہرہ، ہزارہ، صوبہ سرحد، پاکستان۔

اس میں شک نہیں کہ سماع کسی وقت بعض صوفیاء کے ہاں چند شرائط کے ساتھ مروج رہا ہے۔ چنانچہ حکیم الامت مجددِ ملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے "حق السماع" میں ان تمام شرائط وقیودات اور ضرورتوں کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ مگر موجودہ سماع جسے "قوالی" کا نام دیا جاتا ہے، کبھی اور کسی وقت اور کسی کے ہاں جائز نہیں رہا، بلکہ حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ لیکن شیطانِ لعین نے اپنی دسیسہ کاریوں سے حرام کو حلال باور کرایا اور سیدھے سادے مسلمانوں کو گناہ کی اس دلدل میں اس عیاری سے پھنسایا کہ مرتے دم تک توبہ بھی نہ کرسکیں گے۔ ظاہر ہے جب وہ گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھیں گے تو توبہ کیوں کریں گے...؟

زیرِنظر کتاب میں جناب مؤلفِ موصوف نے نہایت اِعتدال سے مروجہ قوالی کے عدمِ جواز پر بحث فرمائی ہے۔ کتاب کا تعارف مصنف نے لوحِ کتاب پر اِس طرح کرایا ہے:

"قوالی اور قوال: ماضی اور حال کے آئینہ میں، سماع اور شعرگوئی سے قوالی کا تقابلی مطالعہ، مزارات، درگاہوں اور مقدس مقامات پر قوالی کے نام سے تلبیسِ ابلیس کے کامیاب تجربہ کی داستان عام فہم زبان میں، قرآن وحدیث اور فقہی ذخائر کی روشنی میں تحقیق وتجزیہ، عرس وچند دیگر مروجہ بدعات کا شرعی جائزہ، اور موضوع سے متعلق دُوسرے اہم مسائل پر تحقیقی تبصرہ، قدیم اور عصر کے نامور فقہاء، علماء اور اَربابِ فکرونظر کی آرا کا حسین مجموعہ۔"

کتاب گیارہ ابواب، اِفتتاحیہ، تعارف اور جناب مفتی غلام الرحمٰن صاحب (مفتی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ

خنک) کے پیش لفظ سے مزین ہے۔ اُمید ہے اہلِ علم طبقہ اس علمی کاوش کی پذیرائی میں بخل سے کام نہیں لے گا۔ کتاب باطنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری خوبیوں سے بھی مزین ہے، رنگین ٹائٹل اور ریگزین جلد نے کتاب کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ)

اِسلام کا قانونِ شہادت (جلد اوّل)

مولانا سیّد محمد متین ہاشمی۔ صفحات: ۴۷۲۔ قیمت (مجلد): ۵۵ روپے۔ پتا: مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، نسبت روڈ، لاہور۔

عدلیہ کے قیام کا مقصد اِنصاف کا حصول ہے اور یہ مقصد تین چیزوں پر موقوف ہے:

ایک یہ کہ عدالت جس قانون کے مطابق فیصلہ کرتی ہے، وہ قانون بذاتِ خود عادلانہ ہو، ورنہ ظالمانہ قانون کے مطابق کیا گیا فیصلہ کبھی عادلانہ و منصفانہ نہیں ہوسکتا، اور واقعتاً ایسی عدالت؛ عدالت کہلانے کی ہی مستحق نہیں، جس کے فیصلے عادلانہ قانون پر مبنی نہ ہوں، اور نہ ایسی نام نہاد عدالت سے عدل و انصاف کی توقع کی جاسکتی ہے۔

دوم یہ کہ عدالت جس شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کرتی ہے، وہ بھی صحیح اور معقول ہو۔ غلط اور غیر معتبر شہادت کی بنیاد پر کیا گیا فیصلہ بھی غلط اور غیر معقول ہی کہلائے گا، اسے صحیح اور عادلانہ فیصلہ نہیں کہہ سکتے۔

سوم یہ کہ حاکمِ عدالت علم و فہم، دیانت و تقویٰ اور عدالت و امانت کے لحاظ سے لائقِ اعتماد ہو، اور اس بات کا پورا اطمینان ہو کہ اس کے فیصلے خالصتاً لوجہ اللہ ہوں گے، کیونکہ جس شخص کے علم و فہم پر اعتماد نہ ہو یا جو شخص دیانت و امانت میں متہم ہو، اس کے فیصلے عادلانہ نہیں کہلائیں گے۔

شریعتِ اِسلام نے - جو عدل و اِنصاف کی واحد امین ہے - اِنصاف کی ان تینوں شرطوں کو شدت سے ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ وہ عدل و اِنصاف پر مبنی ایسا قانون عطا کرتی ہے جس کا سرچشمہ وحیٔ اِلٰہی ہے، اس نے شہادت کا ایسا نظام وضع کیا ہے کہ اس سے بہتر نظام متصوّر نہیں اور اس نے حاکمِ عدالت کے لیے ایسی خصوصیات تجویز کی ہیں جو ہر ظلم کا راستہ بند کر دیتی ہے۔

وطنِ عزیز میں اِسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشش ہو رہی ہے، ضرورت تھی کہ ایسی مستند کتابیں قومی زبان میں مرتب کی جائیں جو عدل و انصاف کے متذکرہ بالا تین ارکان میں سے کسی ایک رُکن کی تشریح کریں!

اللہ تعالیٰ فاضل مرتب کے علم و ایمان اور اخلاص و ایقان میں اضافہ فرمائیں! زیرِ نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں شہادت کی ضرورت و اہمیت، اس کے اقسام و شرائط، اس کے اُصول و مبادی اور اس کی جزئیات و مسائل کو بڑی خوبی اور سلیقہ سے جدید انداز میں مرتب کیا ہے۔ کتاب کا یہ پہلا حصہ جو فوج داری سے متعلق ہے، ۲۶۳ دفعات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آخر میں دو ضمیمے ہیں: پہلا ضمیمہ حدود و قصاص کے تمہیدی مباحث پر اور دُوسرا قریباً پچاس مصنفین کے حالات پر، جن سے فاضل مؤلف نے استفادہ کیا ہے۔

جناب مؤلف نے پوری کتاب میں حوالوں کا اِلتزام کیا ہے اور جہاں اپنی ذاتی رائے لکھی ہے، وہاں بھی تصریح کردی ہے، چنانچہ قرائنِ قتل کی بحث کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

''راقم الحروف کا خیال ہے کہ شہادت کے ضمن میں جدید آلات سے برآمد ہونے والے نتائج کو تسلیم کرنا چاہیے اور ان کی حیثیت قرائن کی ہونی چاہیے، جسے فقہائے متقدمین نے تسلیم کیا ہے۔ تاہم یہ راقم الحروف کی ذاتی رائے ہے اور اس کے اِظہار کا مقصد صرف یہ ہے کہ علمائے کرام ان باتوں پر غور فرماکر ان کے بارہ میں کوئی حتمی فیصلہ دے دیں۔ ضروری نہیں کہ راقم الحروف کی رائے ہی کو تسلیم کرلیا جائے، البتہ ان جدید مسائل پر غور کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ ہم اپنے دور کی جدید ایجادات کو یکسر نظر انداز نہیں کرسکتے۔''(۱)

ہمیں اُمید ہے کہ یہ کتاب عدالت کے پیشہ سے متعلق حضرات کے لیے بہترین راہنما ثابت ہوگی اور یہ کہ ہمارے دینی مدارس کے طلبہ کے لیے اس کا مطالعہ بہت مفید ہوگا!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۲ھ)

اِسلام کا سیاسی نظام

مولانا محمد اسحق صدیقی صاحب۔ صفحات: ۴۲۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ، کراچی۔

اِسلام کا سیاسی نظام کیا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہر شخص معلوم کرنا چاہتا ہے، لیکن سوال اتنا پیچیدہ اور تفصیل طلب ہے کہ ہر شخص اس کے جواب سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔

زیرِ نظر کتاب۔ جو آج سے چالیس سال پہلے حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی اور جسے پہلی بار دارالمصنفین اعظم گڑھ نے شائع کیا تھا۔ اسی مختصر سے سوال کا جواب ہے۔

(۱) ص: ۲۳۲

اِسلام کا نظامِ حکومت کیا ہوگا؟ سربراہِ مملکت کا اِنتخاب کس ذریعہ سے کیا جائے گا؟ امیر کے فرائض واِختیارات کیا ہوں گے؟ بین الاقوامی تعلقات وروابط کی کیا نوعیت ہوگی؟ وغیرہ وغیرہ۔ وہ اہم ترین مسائل ہیں جن کی اس کتاب میں گرہ کشائی کی گئی ہے۔ اگرچہ اس میں جزئیات کا اِحاطہ نہیں کیا گیا۔ (اور نہ کیا جاسکتا تھا) لیکن اُصول وکلیات تک اِسلامی نظامِ حکومت کا مکمل خاکہ سامنے آجاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے جو چالیس برس پہلے لکھی گئی تھی، اب حضرتِ مصنف کی نظرِ ثانی اور جدید اضافوں کے ساتھ ''مجلس دعوت وتحقیق'' جامعۃ العلوم الاسلامیہ نے اسے دوبارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

عجیب اِتفاق ہے کہ یہ کتاب اتنے طویل عرصہ تک زاویۂ خمول میں رہنے کے بعد ٹھیک اس وقت منظرِ عام پر آئی ہے جب کہ سرکاری حلقوں میں یہ سوال زیرِ غور ہے کہ اِسلام کا نظامِ حکومت کیا ہے؟ اور نظریاتی کونسل کو اس کا باقاعدہ خاکہ مرتب کرنے کی ہدایت کی گئی ہے! ایسا لگتا ہے کہ گویا یہ کتاب آج ہی کے لیے لکھی گئی ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ قدیم وجدید تمام حلقے اس سے بھرپور استفادہ کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیں گے۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۲ھ)

تعزیراتِ اِسلام (حصہ اوّل)

مولانا بشیر احمد کشمیری۔ صفحات: ۲۲۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دائرۃ المعارف، کراچی۔

قاضی کی حیثیت سے مولانا بشیر احمد کشمیری فقہ میں درک رکھتے ہیں اور ماشاء اللہ! آزاد کشمیر میں قاضی کی حیثیت سے عدلیہ کے رُکن ہیں، اس لیے انہیں قضا اور فصلِ خصومات کا بھی تجربہ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں موصوف نے اِسلامی تعزیرات - حدود وقصاص - کے مسائل کو دفعات پر مرتب فرمایا ہے اور ہر دفعہ کی تشریح بھی فرمائی ہے۔ زیرِ نظر حصہ اوّل صرف تین مباحث پر مشتمل ہے: سرقہ، قطع طریق، قتل۔

مسائل کی تدوین فقہِ حنفی کے مطابق ہے، مگر تشریحات میں اَئمہ کے مسالک اور ان کے دلائل سے بھی تعرض کیا ہے۔ وطنِ عزیز میں اسلامی تعزیرات کے نفاذ کے بعد ایسی کتابوں کی افادیت وضرورت عدالت کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے بالکل واضح ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۲ھ)

فقہ میں اِجماع کا مقام

مولانا محمد رفیع عثمانی۔ صفحات: ۶۰۔ قیمت: ۴/۲۰ روپے۔ پتا: اِدارۃ المعارف، دار العلوم کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

کتاب وسنت کے بعد اسلامی قانون کا تیسرا ماخذ ''اِجماعِ اُمت'' ہے، جس کی پیروی کو قرآن کریم نے ''سبیل المؤمنین'' کی پیروی فرمایا ہے اور اس سے اِنحراف پر ''نولّه ما تولّیٰ ونصله جهنم''(۱) کی وعید سنائی ہے، سلف صالحین نے جن اُمور پر اِجماع کیا ہے وہ بعد کی اُمت کے لیے دینی حجت ہے اور اس کی پیروی لازم ہے۔

زیرِ نظر رسالہ میں - جو جناب مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب کی زیرِ تالیف کتاب کا ایک حصہ ہے - اِجماع کی حقیقت، اُس کی حجیت کے دلائل، اُس کے شرائط، اقسام اور اَحکام مستند مآخذ سے مرتب کئے گئے ہیں۔ اِجماع کا مسئلہ اُصولِ فقہ میں خاصا طویل الذیل بھی ہے اور دقیق بھی! یہ رسالہ ان مباحث کے سمجھنے میں بھی مفید ہوگا اور اِجماع کے مسئلہ پر ایک خاص طبقہ کی طرف سے جو شبہات پھیلائے جاتے ہیں، اس سے ان شبہات کا اِزالہ بھی ہوگا۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ)

الكنز المدفون والفلك المشحون

حافظ جلال الدین سیوطیؒ۔ صفحات: ۵۰۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ احیاء العلوم العربیہ، فیصل آباد۔

حافظ جلال الدینؒ (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) کا اسمِ گرامی کثرتِ تصانیف میں زبان زدِ خاص وعام ہے، اسلامی علوم وفنون میں شاید کوئی ایسا موضوع نہیں جس میں ان کی کوئی چھوٹی بڑی کتاب موجود نہ ہو۔ اور ایک ہی موضوع پر انہوں نے متعدد کتابیں بھی تالیف فرمائی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کی حیثیت کشکول کی ہے، جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اخلاق، عربیت اور حکمت وغیرہ کے بارہ میں اس قدر فوائد و جواہر اور لطائف جمع کردیے ہیں کہ عقل حیران ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں:

''میں نے ان جواہر نفیسہ، حکایات ونوادر اور لطائف ظریفہ اور احادیث جلیلہ کے جمع کرنے میں اللہ

(۱) النساء: ۱۱۵۔

تعالیٰ سے استخارہ کیا ہے، اور میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور مدد کی درخواست کرتا ہوں۔“

یہ کتاب واقعی اسم با مسمّیٰ ہے اور ”مکتبہ احیاء العلوم العربیہ“ نے بہترین کاغذ پر عمدہ ٹائپ سے طبع کیا ہے، اور خوب صورت جلد میں یہ ”گنج مدفون“ اہلِ نظر کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ)

***

تصوف
(سلوک و احسان)

تعلیماتِ رحیمی

حضرت مولانا عبداللہ شاہ کرمائیؒ۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دار التصنیف، مجاہد آباد، حب روڈ، کراچی۔

حضرت مولانا عبدالرحیم سہار نپوری رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۳۰۱۳ھ) سلسلۂ قادریہ مجددیہ کے مشہور صاحب کشف و کرامت بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ اوّلاً انہی سے بیعت و مجاز تھے۔ "تعلیماتِ رحیمی" کے مصنف حضرت مولانا عبداللہ شاہ کرمائیؒ (۱۳۴۳ھ) بھی انہی کے فیض یافتہ ہیں۔ اس رسالہ میں حضرتِ موصوف نے اپنے سلسلہ کے اوراد و اشغال اور ان کے طریقے درج فرمائے ہیں۔

مقدمہ میں حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی، جناب حضرت الحاج سیّد انور حسین نفیس رقم الحسینی شاہ صاحب اور مولانا اشتیاق احمد دیوبندی کے قلم سے حضرتِ مصنف، اُن کے شیخ حضرت مولانا عبدالرحیم سہار نپوری اور شیخ الشیخ حضرت اقدس اخوند عبدالغفور صاحب سوات (رحمہم اللہ) کے حالات و سوانح درج ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان و شوال ۱۴۰۱ھ)

اَخلاقِ ذمیمہ اور اُن کا علاج (پہلا ایڈیشن)

ترتیب: جناب محمد اقبال قریشی صاحب۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، شعبہ شرقی، نزد مسجد فردوس، ہارون آباد، ضلع بہاول نگر۔

جنابِ مؤلفِ موصوف کے متعدّد اصلاحی رسائل کا تعارف کئی باران سطور میں آچکا ہے۔ زیرِ نظر رسالہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے ارشادات اور ملفوظات کا بہت ہی گراں قدر مجموعہ ہے، جس میں تمام رُوحانی امراض کا سہل انداز میں علاج بتلایا گیا ہے۔ آنکھ، کان، زبان اور دِل کے گناہوں کو ترک کرنے کے آسان نسخے تجویز کیے گئے ہیں۔ اِمام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "تبلیغِ دین"، "تعلیم الدین" اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے دُوسرے مواعظِ حسنہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ)

تہذیبِ اخلاق (یعنی اخلاقِ ذمیمہ اور اُن کا علاج) (دوسرا ایڈیشن)

ترتیب: جناب محمد اِقبال قریشی صاحب۔ صفحات: ۲۹۶۔ قیمت: ۲۱ روپے۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ہارون آباد، ضلع بہاول نگر۔

جناب محمد اقبال قریشی صاحب کو حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ساتھ جو عقیدت و محبت کا تعلق ہے، یہ ان کی بزرگی اور عظمت کی نشانی ہے۔ موصوف حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ملفوظات و مواعظ کو سہل اور عام فہم انداز میں عوام الناس کے لیے مختلف اوقات میں پیش کرتے رہتے ہیں، اور دیکھا یہ گیا ہے کہ اس سے خاطر خواہ فائدہ ہوتا ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ارشادات و ملفوظات اور مواعظ سے اخلاقِ ذمیمہ اور اُن کے علاج سے متعلق مواد کو یکجا کردیا گیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ)

اشرف الامثال

ترتیب: جناب محمد اِقبال صاحب قریشی۔ صفحات: ۹۵۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، بٹہ شرقی، نزد مسجد فردوس، ہارون آباد، ضلع بہاول نگر۔

زیرِ نظر رسالہ - جیسا کہ نام سے ظاہر ہے - حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی بیان فرمودہ عجیب و غریب مثالوں کا یکجا ذخیرہ ہے، جن سے بہت سے فقہ و تصوف کے مشکل مسائل عام فہم بن گئے ہیں۔ یہ رسالہ عوام و خواص سب کے لیے یکساں مفید ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رجب ۱۴۰۸ھ)

جہاد اور اِصلاحِ نفس

حضرت مولانا مسیح اللہ شیروانی مدفیضہٗ۔ صفحات: ۶۴۔ کاغذ وطباعت: اعلیٰ۔ قیمت: ۷۵ پیسے۔ پتا: ادارۂ تجدیداتِ اشرفیہ، اچھرہ اڈا، لاہور۔

حضرتِ مؤلف، حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشد خلفاء میں ہیں۔ زیرِ نظر کتابچہ کے دو حصے ہیں: پہلے حصہ میں جہاد کے مسائل وفضائل اور ترغیبی مضامین ہیں۔ اندازِ بیان خالص وعظ و اِرشاد اور اِصلاح وتلقین کا ہے۔ دُوسرا حصہ ''اِصلاحِ نفس'' کے عنوان سے حضرت موصوف کے مجلسی اِرشادات (ملفوظات) ہیں۔ طرز واَدا اور خوبو وہی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۸ھ)

شریعت وتصوف

حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدظلہٗ۔ پتا: مولانا وکیل احمد شیروانی جامعہ اشرفیہ لاہور۔

حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدظلہٗ، حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز کے اکابر خلفاء میں سے ہیں اور حضرت مرشدؒ کے ذوق ومزاج میں ڈُوبے ہوئے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ۔جو دوحصوں میں ہے۔ آپ نے حضرت تھانویؒ کی تعلیمات کی روشنی میں اصلاح وتربیت اور شریعت وتصوف کا خلاصہ درج فرمایا ہے، گویا یہ چھوٹی سی ''تربیۃ السالک'' ہے۔ بڑی آسانی سے دستورالعمل بھی بنایا جاسکتا ہے اور طریق کی حقیقت اور اس کی اِصطلاحات سے بھی آگاہی ہوجاتی ہے۔ حصہ اَوّل کے مقدمہ میں جناب مولانا رشید احمد میواتی نے نوے (۹۰) صفحات کے اِبتدائیہ میں حضرتِ مؤلف کے کچھ حالات رقم فرمائے ہیں جو سالکین کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ)

مجالسِ ذِکر

مولانا احمد علی صاحب۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: المکتبۃ الحبیب، دکھنی مسجد، آؤٹ رام روڈ، پاکستان چوک، کراچی نمبر۲۔

ذِکرِ الٰہی تمام پریشانیوں کا علاج اور غموم واوہام کا مداوا ہے، مگر تہذیبِ جدید میں اُسے زبان کی چھو، چھا

سے کچھ زیادہ حیثیت نہیں دی جاتی۔

زیرِ نظر کتاب - جیسا کہ نام سے ظاہر ہے - تصوف اور احسان و سلوک کے بنیادی مقصد "تعلق مع اللہ" کے حصول کے سہل بنانے کے لیے لکھی گئی ہے۔ مؤلفِ موصوف مولانا احمد علی پنج گوری؛ جناب مولانا غلام حبیب نقشبندی صاحب کے خلیفہ مجاز ہیں اور متعدّد رسائل کے مرتب ہیں۔ اپنے شیخ کے ایماء پر اس رسالہ کی تحریک پیدا ہوئی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے مفید ملفوظات کتاب کے آخر میں شاملِ اشاعت کر کے کتاب کی اہمیت کو دوبالا کر دیا گیا ہے۔

اُردو عبارت اور گرامر سے قطع نظر، نفسِ مضامین سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ ان کی اس سعی کو مقبول فرما کر باعثِ نجات بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۰۸ھ)

رُوحانی زِندگی کے عناصرِ اَربعہ

اخلاق احمد کلیم عثمانی۔ پتا: دبستانِ عثمانیہ، ۱۳۰/اے بلاک ۱۲/سی گلشن اقبال، کراچی۔

جنابِ مؤلف کے متعدّد رسائل کا تذکرہ ان صفحات میں آچکا ہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں موصوف نے رُوحانی زندگی کے چار عناصر (علم، عمل، اِخلاص اور فکرِ آخرت) کی تشریح فرمائی ہے، اور رسالہ کا بیشتر مواد اپنے شیخ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی نوّر اللہ مرقدہٗ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے ایک وعظ سے لیا ہے۔ اہلِ طریقت کے کام کی چیز ہے۔ مندرجہ بالا پتے سے مفت طلب کی جاسکتی ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان ۱۴۰۴ھ)

مغفرتِ کاملہ

جناب الحاج محمد افضل صاحب۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت: ۱۳ روپے۔ پتا: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، پوسٹ بکس نمبر: ۱۱۱۸۲، کراچی۔

زیرِ نظر رسالہ چالیس احادیث کا مجموعہ ہے، جن میں ان ہلکے پھلکے اوراد و اعمال کا ذکر ہے جن کا اہتمام والتزام ہر مسلمان کے لیے آسان ہے، اور جن پر مغفرتِ الٰہیہ کی بشارت دی گئی ہے۔ رسالہ پر حضرت ڈاکٹر

محمد عبدالحی صاحب عارفی اور مولانا مفتی ولی حسن خان صاحب ٹونکی کی تقریظ ہے۔

حضرت مؤلف کا اتنا تعارف کافی ہے کہ وہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے مسترشد اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ اس کے بعد جذب وسلوک، عشق ومحبت اور سوز وگداز میں ان کی جو کیفیت ہوسکتی ہے؛ وہ ظاہر ہے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۴ھ)

ارشاد الطالبین (اردو)

ترجمہ وحواشی: مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ صفحات: ۱۱۸۔ قیمت، ۵۰/۷ روپے۔ پتا: مکتبہ اسحاقیہ، جونا مارکیٹ، کراچی۔

"ارشاد الطالبین" بیہقیٔ وقت حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (المتوفی: ۱۲۲۵ھ) کا معروف رسالہ ہے، جس میں سلوکِ مسنون کی تشریح اور اس کے آداب ولوازم کو بیان فرمایا ہے، اور اس سلسلہ میں جو اِفراط وتفریط ہورہی ہے، اس کی اِصلاح فرمائی ہے۔ یہ رسالہ فارسی میں تھا، مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے (جو حضرت سید الملت مولانا سید سلیمان ندوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز ہیں) اسے نہایت عمدگی کے ساتھ اُردو میں منتقل کیا ہے، اور بعض مواقع پر حواشی بھی رقم فرمائے ہیں، تاکہ اس نفیس رسالہ سے اُردو خواں طبقہ بھی فیض یاب ہوسکے۔ زیادہ بہتر یہ ہوتا کہ فارسی متن بھی ساتھ شامل کردیا جاتا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۴ھ)

رُوحانی گلدستہ

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: دارالارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر، پاکستان۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو وجود بخشا اور اِنسانوں سے اس کو رونق بخشی، مگر اِنسانوں کو دُنیوی زندگی میں ایک دائرہ میں رہنے کا پابند کیا۔ اپنے اَحکامات پر عمل کرنے پر جنت اور نافرمانی پر جہنم کی وعید سے آگاہ فرمایا، پھر جنت کا حصول آسان سے آسان تر اور جہنم سے بچنے کی بھی نہایت سہل اور آسان ترکیبیں ارشاد فرمائیں۔ زیرِ نظر رسالہ میں ان الفاظ وکلمات اور دُعاؤں کو جمع فرمایا گیا ہے جو اپنے اِختصار کے باوصف ایسی

تاثیر رکھتی ہیں کہ ان کی رُوحانی مہک اور خوش بو نہ صرف دُنیا میں مشام معطر کرتی ہے، بلکہ وہ جہنم سے کوسوں دُور جنت کے گل گل زار میں پہنچا کر چھوڑتی ہیں۔ تسبیح، تہلیل، تحمید اور تکبیر کے فوائد پر مشتمل یہ مختصر مگر اہم رسالہ بجا طور پر ''دُنیا اور قیامت میں سدابہار مہکنے والا گلدستہ'' کہلانے کا مستحق ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۱۲ھ)

کشکولِ مجذوبؒ

حافظِ عصر حضرت خواجہ عزیزالحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحات: ۴۹۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے عاشقِ صادق وخلیفۂ اجل، شیرازیٔ ہند حضرت خواجہ عزیزالحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں۔ شریعت وطریقت کی رعایت رکھتے ہوئے نہایت حزم واحتیاط سے شعروسخن کی خاردار وادی میں اُترنا، اور اس راہ کی سنگلاخ چٹانوں کو اَپنے پاکیزہ شعری ذوق سے ریزہ ریزہ کرنا صرف اور صرف انہی کا کمال تھا۔ زیرِ نظر لاجواب مجموعہ ان کے شعروسخن کی سنہری لڑی ہے، جس کا ایک ایک موتی بےنظیر مثال ہے۔

''کشکولِ مجذوب'' اس سے قبل ہندوستان میں متعدّد بار شائع ہوچکا ہے، مگر پاکستان میں اس کی اِشاعت کا سہرا ''اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ'' کے جواں سال ناظم جناب حافظ محمد اسحٰق ملتانی صاحب کے سر ہے کہ انہوں نے نئی کتابت اور جدید اِضافوں کے ساتھ مرصع کرکے اسے زیورِ طبع سے آراستہ کیا۔ موجودہ پاکستانی ایڈیشن میں حضرت مجذوبؒ کے کلام سے درج ذیل اِضافے کیے گئے ہیں:

''اصل گھر، درسِ عبرت، پیغامِ بیداری، مسلم کی بیداری، مسٹر اور ملا کی نوک جھونک، نفیرِ غیب، مکاتیب مجذوب وجمیل، اسلامی سہرا، اور فغانِ بیوہ۔''

حضرت خواجہ صاحبؒ کے اس عارفانہ کلام میں ایسی لذت وچاشنی اور اخلاص وللّٰہیت کی تاثیر ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے کوئی شخص متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، بلکہ ان کا کلام پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کی محفلِ علم وعرفان برپا ہے، خواجہ صاحب ہماری طرف متوجہ ہیں اور ہمیں اپنا کلام خود بنفسِ نفیس سنا رہے ہیں۔

اس کتاب کا تعارف وتبصرہ سورج کو چراغ دِکھانے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ناشرین کو جزائے خیر

عطا فرمائے اور اُمتِ مسلمہ کو اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ)

عرفانِ محبت

حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی مدظلہ العالی۔ صفحات: ۱۸۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، پوسٹ بکس: ۱۱۱۸۲، کراچی۔

''عرفانِ محبت'' حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کا عارفانہ کلام ہے۔ عارفین کے کلام میں وارداتِ عشق بے ساختہ شعر کی زبان میں ڈھل جاتے ہیں، اس لیے وہ پیغامِ محبت بھی ہے اور سالکین کے لیے راہنمائے طریقِ محبت بھی! چنانچہ اُن کے کلام سے بہت سے مشکل عقدے حل ہو جاتے ہیں۔ ''عرفانِ محبت'' کے بارہ میں حضرت مولانا اَبرار الحق صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا جس طرح خود سراپا عشق ومحبت ہیں، اسی طرح حضرت کا کلام بھی عشق ومحبت کا آئینہ دار اور طالبین کے لیے سلوکِ عشق کا راہنما ہے۔ نیز ہر شعر مولانا کی نسبت مع اللہ کے اَنوار وبرکات کا حامل اور دُوسروں تک حسبِ استعداد آثارِ نسبت کو متعدی کرنے والا ہے.....''

کتاب پر پیش لفظ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ اور تعارف مولانا حکیم محمد اختر صاحب کے قلم سے ہے۔ حضرت مولانا اَبرار الحق صاحب ہردوئی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کی تقریظات ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ)

معرفتِ اِلٰہیہ

اِفادات: حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ۔ جمع وترتیب: مولانا حکیم محمد اختر صاحب۔ صفحات: ۶۲۱۔ قیمت (مجلد): ۵۰ روپے۔ پتا: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال ۲ کراچی۔

حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۳ھ/۱۸۷۵ء-۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء) حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں تھے۔ جذب ومحبت کا ایک خاص رنگ اور معرفتِ اِلٰہیہ میں ایک شان رکھتے تھے۔

زیرِ نظر کتاب آپ کے سولہ سالہ اِفادات و اِرشادات کا مجموعہ ہے، جسے اُن کے ربیب و خادمِ خاص جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے جمع و مرتب کیا اور حضرتؒ نے اسے لفظ بلفظ سن کر پسند فرمایا، مرتب کو شاباش اور دُعائیں دیں اور اَپنے متوسلین کو اس کے مطالعہ کی تاکید فرمائی۔ بلاشبہ یہ مجموعہ علومِ لدنی کا خزانہ اور اِصلاحِ نفس کے لیے نسخۂ اکسیر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ)

معیتِ اِلٰہیہ

اِفادات: حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوریؒ۔ مرتب: مولانا حکیم محمد اختر صاحب۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مکتبہ اصلاح و تبلیغ، ہیرآباد، جامع مسجد روڈ، حیدرآباد۔

حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری نوراللہ مرقدہٗ حکیم الامت مجددُ الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز اور بلند پایہ عارف و محقق اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ اُن کے مسترشد و ربیب جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِفادات کی اِشاعت اور اُن کے علوم و معارف کی تشریح و توضیح کی سعادت سے بطورِ خاص نوازا ہے۔ ''معیتِ اِلٰہیہ'' تصوف و سلوک اور عشق و معرفت کا ایک جامع درس ہے جو حضرت پھول پوریؒ نے کسی موقع پر اِرشاد فرمایا تھا اور مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے اسے مرتب کر کے حضرتؒ کی نظرِ ثانی کے بعد شائع کیا اور اہلِ نظر نے اسے بے حد پسند کیا۔ پہلا ایڈیشن نایاب تھا، اِس لیے مکتبہ تبلیغ و اِصلاح نے فاضل مرتب کی اِجازت سے اسے بہت ہی خوب صورت لباس میں دُوبارہ شائع کیا ہے۔ احسن اللّٰہ جزاءھم!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ)

معارفِ مثنوی

مولانا حکیم محمد اختر صاحب۔ صفحات: ۶۰۷۔ قیمت: ۲۷ روپے۔ پتا: کتب خانہ مظہری، ۴ جی ۱۲/۱، ناظم آباد کراچی ۱۴۔

''مثنوی مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ'' عشق و معرفت، یقین و اِیمان، علم و وجدان، جذب و سلوک اور توحید و کلام کا انمول خزانہ ہے۔ عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ حکایت و تمثیل کے پیرائے میں تصوف و عقائد اور اخلاق

کے دقیق مسائل بڑے دل کش انداز میں بیان فرماتے ہیں، اور ایک سالک دورانِ مطالعہ یوں محسوس کرتا ہے کہ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کے احساسات وواردات کی گرہ کشائی فرمارہے ہیں، اسی بنا پر ''مثنوی معنوی'' ہمیشہ اکابر اولیاء اللہ کے ذوق کا مرکز رہی ہے اور صوفیا نے اسے ''مرشد کامل'' تسلیم کیا ہے۔

حضرت الحاج مولانا حکیم محمد اختر زیدت معارفہم چونکہ وادیٔ عشق کے راہ نورد اور دریائے جذب وسلوک کے شناور ہیں، اور پھر انہیں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے آتش بداماں خلفاء سے صحبت ومعیت کا شرف حاصل رہا، اس لیے ''مثنوی'' سے انہیں خصوصی شغف رہا۔ زیرِ نظر کتاب ان کے اسی ذوق وشغف کا مظہر ہے۔ اس کتاب کو چار حصوں پر تقسیم کیا ہے:

پہلا حصہ ''حکایاتِ مثنوی''، مثنوی کے ضخیم دفاتر میں حکایات منتشر تھیں، انہیں نہایت سلیقہ سے مرتب کردیا ہے۔ ان حکایات کو مصنف اپنے الفاظ میں (جو قریباً مثنوی کا ترجمہ ہے) ذکر کرتے ہیں، اور اس ضمن میں وہ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب اشعار، ان کی تشریح اور حکایت سے متعلق فوائد بھی ذکر کرتے ہیں۔

دُوسرا حصہ ''منظوماتِ مثنوی'' کے نام سے ہے، جس میں مثنوی کے حقائق ومعارف کو ۱۲۳ عنوانات کے تحت درج کیا گیا ہے۔ یہ حصہ حمد ونعت سے شروع ہوکر ''فنائیتِ دُنیا'' کے عنوان پر ختم ہوتا ہے۔ یہ حصہ تصوف وسلوک اور اخلاقیات کا عطر ہے۔

تیسرا حصہ ''مناجاتِ مثنوی'' سے معنون ہے، جس میں مثنوی کے دُعائیہ اشعار کو ترجمہ وتشریح کے ساتھ سات منزلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور مناجات ''الٰہی غرقِ دریائے گناہم'' کا انتخاب مع ترجمہ درج کیا گیا ہے۔

چوتھا حصہ ''مثنویٔ اختر'' کے نام سے خود جنابِ مصنف کا طبع زاد ہے، جو عارف رُومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی سے ہم رنگ وہم آہنگ ہے۔ یہ حصہ بھی ۳۲ عنوانات پر منقسم ہے اور اس کے آخر میں مصنفِ محترم کا ایک اور رسالہ ''دستورِ تزکیۂ نفس'' ملحق ہے۔ کتاب میں حسنِ معنیٰ کے ساتھ حسنِ صورت کا اہتمام ''سونے پر سہاگہ'' کی مثل کا مصداق ہے، کتابت وطباعت معیاری، کاغذ سفید اعلیٰ، جلد خوب صورت وجاذبِ نظر۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ)

''معارفِ مثنوی'' کی اِشاعت کے بعد مولانا حکیم محمد اختر صاحب کو بھیجے گئے تأثرات:

برادرِ محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیف لطیف ''معارفِ مثنوی'' پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی کہ جس کا مجھے تصوّر بھی نہ ہوسکتا تھا۔ فارسی، اُردو میں قدرتِ شعر، حسنِ ذوق، پاکیزگیٔ خیالات، ....(باقی اگلے صفحے پر)

معارفِ شمس تبریز

مولانا حکیم محمد اختر صاحب۔ صفحات: ۴۴۸۔ قیمت (مجلد): ۲۱ روپے۔ پتا: کتب خانہ مظہری، ۴، جی ۱۲/۱، ناظم آباد، کراچی ۱۸۔

قبل ازیں جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی کتاب ''معارفِ مثنوی'' اہلِ نظر سے دادِ تحسین حاصل کرچکی ہے۔ زیرِ نظر کتاب عارفِ رُومیؒ کے ''دیوانِ شمس تبریز'' کا اِنتخاب ہے۔ عشق و معرفتِ الٰہی میں عارفِ رُومیؒ کا مقام محتاجِ بیان نہیں، ''دیوانِ شمس تبریز'' ان کی فنائیت، بے نفسی اور اِخلاص کا شاہکار ہے کہ انہوں نے اپنا پورا دیوان ہی اپنے شیخ کے نام منسوب کردیا۔ مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے قریباً ڈیڑھ سو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)......درد دل کا بہترین مرقع ہے، اب موصوف نے ''دیوانِ شمس تبریز'' جو عارفِ رُومی متکلم اُمت کے شیخ ہیں، ان کے حقائق و معارف کا اِنتخاب اور تشریح و بیان لکھ کرا پنے حسنِ ذوق، لطافتِ طبع، سلامتِ فکر کا ایک اور شاہدِ عدل پیش کیا۔ اَربابِ ذوق و فکران شاء اللہ! انتہائی قدردانی سے دیکھیں گے، حریفانِ بادہ پیا خوب لطف اندوز ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو مزید ترقیات سے نوازے اور اَربابِ ذوق کو ان کی شگفتہ تالیفات و اِنتخابات سے مزید مستفید فرمائے۔ آمین!

محمد یوسف بنوری

سہ شنبہ ۸ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

مخدوم و مکرم حضرت الحاج مولانا محمد اختر صاحب زیدت معارفہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

رات ''معارفِ مثنوی'' کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوا، تقریظات و مقدمہ کے بعد حصہ حکایات کے قریباً پچاس صفحے پڑھے، خیال تھا کہ اسے نہ صرف بالاستیعاب پڑھوں گا بلکہ بطورِ معمول اس کا وظیفہ رکھوں گا۔ لیکن اگلے ہی دن میرے ایک دوست کی خوش چین نظر نے اسے پسند کرلیا، یعنی۔

روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

حق تعالیٰ آں جناب کو جزائے خیر عنایت فرمائیں اور آپ کے علوم و معارف، شوق و جذب اور وجد و سرمستی میں اضعافاً اِضافہ فرمائے! آپ نے حضرت رُومی رحمۃ اللہ علیہ کے سوز درد دل اور نغمۂ جاں فسوں سے ہم آہنگ ہوکر عشق و محبت کا دبستان کھول دیا ہے۔ ضَاعَفَ اللّٰہُ اَجُوْرَکُمْ وَنَفَعَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِیَّایَ بِاَنْفَاسِ بَرَکَاتِکُمْ۔ معارفِ مثنوی خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی تفسیر ہے۔

ساقیا در گردش ساغر تعلل تا بہ چند
دور چوں با عاشقاں رفتد تسلسل بایدش

محتاجِ دعا

نابکار محمد یوسف لدھیانوی

مدیر ماہنامہ ''بینات'' نیوٹاؤن، کراچی

۱۶ محرم ۱۳۹۶ھ

عنوانات کے ذیل میں تبریزی معارف ترجمہ وتشریح کے ساتھ پیش کیے ہیں، جو "معارفِ مثنوی" کی طرح "دبستانِ تصوف" یا "سلوک کا نصابِ کامل" کہلانے کا مستحق ہے، اور اس پر بزرگوں کی حکایتوں اور برمحل اشعار نے معارف کی شرابِ طہور کو سہ آتشہ کردیا ہے...!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ)

رُوح کی بیماریاں اور اُن کا علاج

مولانا حکیم محمد اختر صاحب۔ صفحات: ۳۲۰۔ قیمت (مجلد): ۱۸ روپے۔ پتا: کتب خانہ مظہری، ۴ر جی، ۱۲/۱، ناظم آباد، کراچی۔

مولانا حکیم محمد اختر صاحب جو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے شیخ طریقت ہیں۔ اُن کی متعدّد اِصلاحی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اُن کے متعدّد اِصلاحی مضامین ومقالات کا مجموعہ ہے، جن میں اُنہوں نے عشقِ مجازی و بدنظری، جہالت، غصہ، حسد، تکبر، ریا، دُنیا کی محبت، حبِ جاہ وغیرہ رُوحانی اَمراض کی تباہ کاریوں اور اُن سے اِحتراز کی حکیمانہ تدبیروں کو بہت عمدگی سے ذکر کیا ہے، اور اِس سلسلہ میں بعض ایسے حقائق ذکر کیے ہیں جن پر عام کیا، خاص لوگوں کی نظر بھی کم جاتی ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

نفس کی کش مکش

مولانا محمد تقی عثمانی۔ صفحات: ۵۵۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: میمن اسلامک پبلشرز ۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی۔

اِنسان کا نفس راحت پسند، لذتوں کا خوگر اور تن آسان واقع ہوا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ اس کی مرغوبات اس سے چھڑائی جائیں، نفس چاہتا ہے کہ وہ بلا روک ٹوک ہر گناہ کا کام مثلاً: جھوٹ، غیبت، چغل خوری، زنا، چوری، قتل وغارت گری، کبر وغرور، خود پسندی وغیرہ کرتا رہے، جب کہ شریعتِ مطہرہ ان تمام اُمورِ معصیت سے اِجتناب کی تاکید کرتی ہے اور اَحکامِ شریعت کی پابندی کو شرطِ نجات قرار دیتی ہے۔ نفس وشریعت کی اِسی کش مکش میں بعض اوقات اِنسان کمزوری دِکھاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہنم والے اعمال کرتے کرتے ہلاکت سے دوچار ہوجاتا ہے، جب کہ اہل اللہ اس سلسلہ میں مجاہدہ سے کام لے کر نفس کو چاروں شانے چت

کر کے ایمان کی حلاوت ولذت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ زیرِ تبصرہ رسالہ میں یہی مضمون نہایت عمدگی سے دِل میں بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۴ھ)

فیوضاتِ حسینی المعروف بہ تحفۂ ابراہیمہ (فارسی مترجم)

تصنیف: مولانا حسین علیؒ واں بچھراں۔ ترجمہ: مولانا عبدالحمید سواتی (مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)۔ قیمت (مجلد): ۵ روپے۔ ناشر: اِدارۂ نشرواشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔

حضرت مولانا حسین علیؒ اس صدی کے اکابر علماء میں تھے، حدیث میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے تلمیذِ رشید اور نقشبندی مجددی سلسلے میں خواجہ محمد عثمانؒ کے اعظم خلفاء میں سے تھے۔ نصف صدی سے زائد تعلیم وتدریس، ارشاد وتلقین، توحید وسنت کی نشرواشاعت اور شرک وبدعت کے استیصال میں منہمک رہے، مرحوم پنجاب کا بڑا حصہ ان کے انوارِ قدسیہ سے مستفید ہوا۔

زیرِ نظر رسالہ میں تصوف کے اشغال واعمال جمع فرمائے، یہ گویا ان کے متوسلین کے لیے دستور العمل اور ان کے رُوحانی مدرسہ کا نصاب تھا۔ اصل کتاب فارسی میں تھی، حضرت مولانا عبدالحمید سواتی نے اس کا سلیس اُردو ترجمہ کیا۔ نیز مصنفؒ کے حالات میں ۱۰۲ صفحے کا طویل مقدمہ لکھا۔ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ فاضل مترجم کی محنت سے حضرت مولانا حسین علیؒ کی جامع شخصیت کے متعدد پہلوؤں کا تعارف پہلی دفعہ اس کتاب کے ذریعہ ہوا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۸۸ھ)

سلوکِ سلیمانی

حضرت مولانا محمد اشرف خان صاحب، صدر شعبۂ عربی اِسلامیہ کالج، پشاور۔ صفحات: ۱۸۴۔ قیمت (مجلد): ۴/۵۰ روپے۔ پتا: ۶۷، اسلامیہ پارک اسکیم، پونچھ روڈ، لاہور۔

سیّد الملّت والدّین حضرت العلامہ مولانا سیّد سلیمان ندویؒ جہاں اپنے علم واَدب اور فضل وکمال کے لحاظ سے ''نابغۃ العصر'' تھے، وہیں سلوک وتصوف میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کے مجاز اور طریقت کے رہبرِ کامل تھے۔ زیرِ نظر کتاب دراصل ایک مقالہ ہے جو ''معارف'' اعظم گڑھ

کے "علامہ سیّد سلیمان ندویؒ نمبر" کے لیے لکھا گیا تھا، اور خصوصی نمبر کے بجائے "معارف" کی پانچ قسطوں میں شائع ہوا۔ اس مبسوط مقالہ میں۔ جواب حسین وجمیل کتاب کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ مصنف نے حضرت علامہ سیّد سلیمان ندویؒ کے اُصولِ تربیت اور طریقِ اصلاح کو مرتب کیا ہے۔ سلوک وتصوف صرف لکھنے پڑھنے کی چیز نہیں، بلکہ کسی شیخ کامل کی نگرانی میں سراپا اخلاص وعمل اور دینی محنت ومجاہدہ کا دُوسرا نام تصوف ہے۔ خداتعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محمد اشرف صاحب کو کہ انہوں نے یہ کتاب کچھ ایسے جذب وکیف میں لکھی ہے کہ اسے سلوک وتصوف کا رہبرِ کامل کہنا صحیح ہوگا۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ)

"سلوکِ سلیمانی" یا "شاہراہِ معرفت" (۲ جلدیں)

حضرت مولانا محمد اشرف خاں، پشاور یونیورسٹی۔ صفحات: ۹۱۰۔

اِمام غزالیؒ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے (اور خود اِمام نے بھی "المنقذ من الضلال" میں اپنی آپ بیتی بڑی تفصیل سے رقم فرمائی ہے) کہ انہوں نے اس وقت مسندِ علم کو خیرآباد کہہ کر خانقاہ کا رُخ کیا جب کہ ان کا آفتابِ اِقبال نصف النہار پر تھا، سرکاری وعوامی حلقوں میں انہیں عزت واحترام کا بلند ترین مقام حاصل تھا، اس کے باوجود اِمامؒ کی رُوح بے چین اور ان کا ضمیر مضطرب تھا۔ رُوح کی غذا کے بغیر انہیں یہ سارے علمی کمالات اور مادّی مناصب ہیچ نظر آتے تھے، بالآخر وہ وقت آیا کہ انہوں نے ان تمام چیزوں سے دامن جھاڑ کر دِل کی دُنیا کے آباد کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اَحباب کی طرف سے انہیں اس فیصلہ پر نظرِ ثانی کی فہمائش کی گئی اور اَغیار کی طرف سے ان پر طعن وتشنیع کے تیر برسائے گئے، لیکن وہ اپنے فیصلہ پر قائم رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اِمام غزالی رحمہ اللہ اَحباب کی فہمائش اور اَغیار کے طعنوں سے متأثر ہوکر اپنے ضمیر ووجدان کے فیصلہ پر عمل پیرا نہ ہوتے تو تاریخ انہیں "حجۃ الاسلام اِمام غزالیؒ" کے نام سے یاد نہ کرتی۔

اِمام غزالیؒ سے کسی قدر ملتی جلتی کہانی ہمارے سیّد الملت حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی قدس سرہٗ کی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو اس قدر علمی کمالات اور عزّت ووجاہت کے اتنے مناصب عطا فرمائے تھے کہ ان میں سے کسی ایک کا حصول بھی ان کے ہم عصروں کے لیے مایۂ صد اِفتخار اور موجبِ صد تشکر وامتنان تھا۔ مولانا محمد اشرف خان صاحب کے الفاظ میں:

"سیّد الملت اپنی ذات میں ایک دبستان، ایک انجمن، ایک اُمت اور ایک دور تھے، اور علم وعمل کے

فضائل و کمالات کا حیرت انگیز و نادر مجموعہ اور نمونہ۔ وہ صرف مؤرّخ نہ تھے، وہ خود تاریخ تھے اور مسلمانانِ ہند و پاک کے پچھلے دور کی عظیم ترین شخصیت۔ ایک جامعۂ علم، ایک دائرۂ فضیلت، ایک مدرسۂ فکر، ایک مرکزِ عرفان، ایک قندیلِ معرفت، ایک چراغِ ہدایت، ایک مینارۂ رُشد وہدایت۔''(۱)

یا جناب مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کے الفاظ میں:

''سیّد الملّت محض ایک صوفی صافی اور مرشدِ طریقت کب تھے؟ دُنیا کے سامنے تو وہ ۴۰، ۴۵ سال تک بیسیوں مختلف حیثیتوں سے پیش ہوتے رہے۔ ایک عالم دین، ایک مؤرّخ، ایک مقرّر وخطیب، ایک ادیب، ایک مناظر، ایک معلم ومدرّس، ایک سیاسی وملّی کارکن، ایک معتزز روزنامہ کے ایڈیٹر، ایک بڑی دینی درس گاہ کے ناظم، ایک بڑے تصنیفی اِدارہ کے رُوحِ رواں، ایک شاعر، ایک ناقد، یونیورسٹیوں کے ممتحن، فلاں فلاں کمیٹیوں کے ممبر، فلاں مجلس کے صدر، فلاں کے سیکریٹری وغیرہ وغیرہ اور پبلک مسائل پر ہزارہا فقرے قلم وزبان سے ادا ہوئے۔''

''سیّد صاحب نرے صوفی صافی اور مرشدِ طریقت نہ تھے، اَدیب، اِنشا پرداز، خطیب، مناظر، ایڈیٹر، مؤرّخ، مدرّس، معتمد دارالعلوم ندوہ، ناظم دارالمصنّفین اور کتنی ہی کمیٹیوں اور مجلسوں کے صدر و ناظم ورکن رہ چکے تھے اور یہ سلسلہ آخر تک بالکل منقطع نہیں ہوا تھا۔''(۲)

لیکن اپنے تمام تر علمی کمالات اور مناصبِ عز وجاہ کے باوصف ان کی پاکیزہ فطرت غذائے رُوح کی طالب تھی، چنانچہ انہوں نے اس کے لیے ''پیش مردے کاملے پامال شو'' کی تعمیل کا فیصلہ کرلیا اور وہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے حلقۂ اِرادت میں یہ کہتے ہوئے شامل ہوگئے۔

دُور سے آیا ہوں ساقی، دیر سے آیا ہوں میں
ہو عطائے خاص مجھ کو جو عطائے عام ہے

اس پر اَحباب واَغیار کی طرف سے انہیں کیا کچھ نہ کہا گیا؟ لیکن ان کا ایک ہی جواب تھا کہ ''میں نے اپنا قبلہ دُرست کرلیا ہے، آپ اپنا قبلہ دُرست کر لیجیے!''

حضرت مولانا محمد اشرف خان مدت فیوضہم (صدر شعبۂ عربی، پشاور یونیورسٹی) حضرت سیّد الملت قدس سرہٗ کے مسترشدِ خاص، حضرت سیّدؒ کے علوم واِفادات کے وارث اور ان کی نسبت کے اَمین ہیں۔ بحمداللہ!

---

(۱) سلوکِ سلیمانی، ج:۱ص،۵۶

(۲) سلوکِ سلیمانی، ج:۱ص:۵۵

آج بجائے خود مسندِ طریقت کے شہ نشین ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''سلوکِ سلیمانی'' کو موصوف نے حضرت سید الملت کی تصانیف، مکاتیب اور ملفوظات سے اس طرح مرتب کیا ہے کہ یہ کتاب ایک مرید کے لیے بجائے خود ''مرشدِ کامل'' بن گئی ہے، جس کی رہنمائی میں وہ ''شاہراہِ معرفت'' پر گامزن ہو سکتا ہے، اور اس راستہ میں جو شکوک عام لوگوں کو خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ کو پیش آتے ہیں، اس کے مطالعہ سے کافور ہو جاتے ہیں۔ مصنف کا شمار چونکہ خود بھی جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں ہے، اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ اس کتاب میں اپنے شیخ کے علوم و افادات کی روشنی میں قدیم ترین حقیقت کی نقاب کشائی کرتے ہوئے موصوف نے جدید طبقہ کی نفسیات کو بھی بطورِ خاص ملحوظ رکھا ہے۔ کتاب کی ادبی لطافت و شیرینی اس پر مستزاد ہے۔ اُمید ہے اہلِ نظر اس گوہرِ گراں مایہ کی قدر شناسی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۳ھ)

محاسنِ اسلام

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحات: ۵۶۸۔ تقطیع: $\frac{۱۸\times۲۲}{۸}$۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، محلہ بیج، ریلوے روڈ، ملتان۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ شریفہ اِصلاح و تربیت اور تعلق مع اللہ کے لیے اکسیر ہیں، اُن کے بالالتزام مطالعہ سے علم وعمل میں ترقی ہوتی ہے، اور بے شمار علمی و عملی اُلجھنیں خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔

''عرضِ ناشر'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ: جناب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب نے مواعظِ اشرفیہ کو جدید اُسلوب و انداز میں شائع کرنا شروع کیا تھا اور یہ سلسلہ گیارہ جلدوں تک پہنچ کر رُک گیا تھا۔ اس سلسلہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ایک موضوع کے مواعظ کو ایک جلد میں جمع کر دیا گیا تھا۔ زیرِ نظر مجموعہ اسی سلسلے کی بارہویں جلد ہے۔ اس کے مواعظ کا انتخاب تو منشی صاحب موصوف نے کیا تھا مگر ان کی ترتیب و تدوین جناب مولانا قاری محمد ادریس صاحب ہوشیار پوری نے کی۔

زیرِ نظر مجموعہ میں حسبِ ذیل سات مواعظ شامل ہیں:

۱:... الاتمام لنعمة الاسلام نمبر۱۔ ۲:... الاتمام لنعمة الاسلام نمبر۲۔ ۳:... الاتمام لنعمة الاسلام نمبر۳۔ ۴:... محاسن الاسلام۔ ۵:... احسان الاسلام۔ ۶:... الدوام علی الاسلام۔

۷:...الاسلام الحقیقی۔
ناشرین نے لکھا ہے کہ اس سلسلہ کی تیرہویں جلد ''دعوت وتبلیغ'' زیرِ طبع ہے اور چودھویں جلد ''حج وقربانی'' زیرِ ترتیب ہے۔ یہ بہت مبارک اور اُمت کے لیے نافع سلسلہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ فاضل مرتب اور ناشر دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور اس سلسلہ کو قبولِ عام بخشیں۔ اُمید ہے کہ قارئینِ ''بینات'' اس ''اکسیرِ احمر'' کی قدر کریں گے۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ)

معارفِ اِمدادیہ

جناب صوفی محمد اِقبال قریشی۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت (مجلد): ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، ۳۲/اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

جناب صوفی محمد اقبال صاحب قریشی کے اِسم گرامی سے قارئینِ ''بینات'' متعارف ہیں۔ موصوف حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ وملفوظات سے اُنہیں خصوصی شغف ہے اور اس بحرِ معرفت سے حکمت کے موتی نکال کر وقتاً فوقتاً اُنہیں مرتب کرتے رہتے ہیں، چنانچہ وہ قبل اَزیں ''جواہراتِ یعقوبی''، ''معارفِ گنگوہی''، ''معارفِ نانوتوی'' اور ''خیر الافادات'' مرتب کرچکے ہیں۔

زیرِ نظر تالیف میں اُنہوں نے قطب العالم اعلیٰ حضرت حاجی اِمداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کے اِرشادات کو جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات میں منتشر تھے، ۲۴۹ عنوانات کے تحت مرتب کیا ہے۔ شروع میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات بھی درج کیے ہیں۔ یہ رسالہ علومِ اِمدادیہ کا عطر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۷ھ)

اِرشادالسلوک

جناب پروفیسر عبدالمغنی، ایم اے۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت: ۳/۵۰ روپے۔ پتا: پروفیسر عبدالمغنی، مکان ۳۱/۹، دستگیر کالونی، کراچی نمبر ۳۸۔

شیخ قطب الدین عبداللہ بن محمد الاصفہانی (المتوفی: ۵۹۱ھ) کے "الرسالۃ المکیۃ" کا فارسی ترجمہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے "امداد السلوک" کے نام سے کیا تھا، جو اہلِ سلوک کے لیے دستور العمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ "امداد السلوک" کا اُردو ترجمہ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ نے "ارشاد الملوک" کے نام سے کیا، جو بارہا طبع ہو چکا ہے اور حال ہی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدظلہٗ کے مقدمہ کے ساتھ سہارنپور سے شائع ہوا ہے۔

زیرِ نظر رسالہ "امداد السلوک" کا دُوسرا ترجمہ ہے جو جناب پروفیسر عبدالمغنی کے قلم سے نکلا، اور موصوف نے اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کو حرفاً حرفاً سنایا۔ یہ ترجمہ بہت ہی آسان اور واضح ہے۔ حق تعالیٰ موصوف کی سعیٔ جمیل کو قبول فرمائیں۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۳۹۲ھ)

روضات (فارسی مع ترجمہ)

تصنیف: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ ترجمہ: مولانا ثناء اللہ ندوی۔ صفحات: ۱۳۴۔ قیمت: ڈھائی روپے۔ پتا: ادارۂ تحقیق و تصنیف ۱۴۱/۱، وحید آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نوراللہ مرقدہٗ نے زیرِ نظر کتاب میں اس غلط فہمی کا ازالہ فرمایا ہے جو کم فہمی کی بنا پر بعض حلقوں میں پائی جاتی ہے کہ شریعت و طریقت کے درمیان جوڑ نہیں، بلکہ یہ ایک دُوسرے کے ضد ہیں۔ کتاب اپنے اِختصار کے باوجود بہت سے نفائس پر حاوی ہے۔ اس کا "مخطوطہ" مقدمہ ناشر کے مطابق جناب محمد ایوب قادری کے کتب خانہ میں محفوظ تھا، زیرِ نظر ایڈیشن اسی کی نقل ہے۔

کتاب کی کتابت و طباعت میں کافی سقم ہیں، البتہ اس کی تلافی مولانا ثناء اللہ ندوی کے صاف اور سلیس ترجمہ سے ہوگئی ہے۔ ایسے نوادر کی اشاعت "ادارۂ تحقیق و تصنیف" کی جانب سے بڑی مستحسن خدمت ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

ذِکرِ اِلٰہی

حضرت مولانا مسیح اللہ مدفیضہ، مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم، جلال آباد، ضلع مظفر نگر (انڈیا)۔

صفحات:۹۶۔ کتابت و طباعت: اعلیٰ۔ قیمت: ا روپیہ ۵۰ پیسے۔ پتا: مولانا وکیل احمد شروانی، مدرّس جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد، لاہور۔

حضرت مولانا مسیح اللہ مدفیضہ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں اور وعظ وارشاد اور تلقین وافادہ میں اپنے شیخ کا صحیح نمونہ۔ زیرِ نظر رسالہ ذکرِ الٰہی کے موضوع پر موصوف کا ایک وعظ ہے جو علوم ومعارف میں مواعظِ حکیم الامتؒ کا گویا نقشِ ثانی ہے۔ اس کے مطالعہ سے دِل کا زنگ اُترتا اور یادِ الٰہی کا جذبہ اُبھرتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

اَنوارِ مجددی

پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت: ۴ روپے۔ پتا: عشرت پبلشنگ ہاؤس، ہسپتال روڈ، انارکلی، لاہور۔

حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی (نوّراللہ مرقدہٗ) کے مکتوبات: علوم ومعارف، رُشد و ہدایت اور شریعت وطریقت کا اتھاہ سمندر ہیں، لیکن اَوّل تو اُن کی زبان فارسی ادب کا شاہکار ہے، جسے سمجھنے کے لیے فارسی زبان پر ماہرانہ عبور ضروری ہے، اِدھر فارسی کا مذاق دن بدن گھٹتا جارہا ہے۔ علاوہ ازیں مکتوبات کا ایک بڑا حصہ سیر وسلوک، احوال ومواجید اور اسرار ورُموز وغیرہ کی تشریح پر مشتمل ہے، جن کے سمجھنے کے لیے رسمی علم بھی کافی نہیں، بلکہ خود اس کوچے سے گزرنا شرط ہے۔ ان اُمور کے پیشِ نظر جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے مکتوباتِ مجددیہ کی تلخیص کی اور دقیق مباحث کو حذف کرکے ان مضامین کا انتخاب کیا جو عقائد واعمال، پند وموعظت، اِصلاحِ نفس اور اِتباعِ سنت کی تاکید پر مشتمل ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ دفترِ اَوّل کے ۱۱۵، دفترِ دوم کے ۲۰، اور دفترِ سوم کے ۳۷ مکتوبات کی تلخیص ہے۔ (مکتوباتِ شریفہ کی کل تعداد یہ ہے: دفترِ اَوّل: ۳۱۳، دفترِ دوم: ۹۹ اور دفترِ سوم: ۱۲۴۔ کشوری نسخہ کے مطابق ۱۲۲) ترجمہ کی صحت اور عمدگی کے لیے جناب چشتی صاحب کا نام ہی کافی ضمانت ہے۔ اکثر مکتوبات پر توضیحی نوٹ بھی دیے گئے اور شروع میں حضرت امامِ ربانیؒ کے حالات پر مختصر سا مقالہ ہے۔ موصوف کی یہ دینی وعلمی خدمت قابلِ تحسین ہے۔ عجب نہیں کہ موصوف کی قلبِ ماہیت میں اس خدمت کا بھی دخل ہو، جیسا کہ انہوں نے اس طرف اشارہ بھی کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ)

مناجاتِ مقبول

حکیم الامت مجدّدِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحات: ۹۶۔ کاغذ سفید، جلد کارڈ بورڈ قیمت: ۱/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ سیّد احمد شہید، ۱۴۱/۱/۱، وحید آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

''مناجاتِ مقبول'' حضرتؒ کی مشہور تصنیف ہے جو قرآن وسنت کی ماثور دُعاؤں کا متبرک مجموعہ ہے، اور ہزاروں بندگانِ خدا کا ورد و معمول! اصل عربی متن کا منظوم ترجمہ حضرتؒ کے ایک مسترشد مولانا عبدالواسعؒ نے کیا تھا، اس وقت زیرِ نظر یہی ترجمہ ہے، جس کو ناشرین نے اُردو خواں طبقہ کے لیے الگ شائع کیا ہے۔ شروع میں حضرتؒ کے مختصر سوانح، اور ''دُعا'' پر مولانا محمد اسحٰق صدیقی صاحب کا ایک مضمون بھی شامل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ)

سو دُعائیں مع حزب البحر

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۲/۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ تھانوی، مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی۔

''مناجاتِ مقبول'' کا صرف وہ حصہ جس میں اوقاتِ معینہ کی دُعائیں ہیں اور حزب البحر (جیبی تقطیع میں) سفر کے لیے خوب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۵ھ)

۱:...تسہیل قصد السبیل

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۲/۲۵ روپے۔

۲:...دعوتِ اسلام

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۱/۲۵ روپے۔ پتا: کتب خانہ مظہری، ۴ جی، ۱۲/۱، ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

۱:...''قصد السبیل'' حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا شہرۂ آفاق رسالہ ہے،

جس میں تصوف وسلوک کی حقیقت، اس کی ضرورت واہمیت اور اس کے آداب وشرائط کو قلم بند فرمایا تھا۔ مولانا شاہ لطف رسول صاحب نے اس کو "تسہیل قصد السبیل" کے نام سے آسان زبان میں ڈھالا۔ اس کے ساتھ حضرت کے چھوٹے چھوٹے پانچ رسائل بھی ملحق ہیں جو گویا تصوف کا عطر اور خلاصہ ہیں۔

۲:... حضرت مولانا محمد اِدریس کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ کو حق تعالیٰ نے صرف علم اور خدمتِ علم دین کے لیے پیدا کیا تھا، موصوف کے قلم سے متعدّد رسائل نکلے، جو سب کے سب بغایت مفید ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ میں موصوف نے اِسلام کا دیگر اَدیان و مذاہب سے تقابل کرتے ہوئے اِسلام کی فوقیت وعظمت کو اُجاگر کیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۵ھ)

راہِ سلیم

حافظ احمد دِین جالندھری۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۱/۵۰ روپے۔ پتا: دعوۃ الحق، بیرون دولت دروازہ، ملتان۔

تصوف پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، اس سلسلہ میں تصوف کے ضروری مسائل جو سالکین کے لیے دستور العمل کی حیثیت رکھتے ہیں، زیرِ نظر رسالہ میں اچھے سلیقہ سے قلم بند کیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

شمعِ باطن

الحاج اخلاق احمد عثمانی۔ صفحات: ۱۰۴۔ پتا: دبستانِ عثمانیہ، ۹۸۴/۴، لیاقت آباد، کراچی۔

ظاہری اعمال کے ساتھ ساتھ اسلامی اخلاق وآداب سے باطن کو آراستہ کرنا اسلامی تعلیم کا لب لباب اور مقاصدِ نبوّت میں سے ایک عظیم ترین مقصد ہے، جسے تزکیہ اور صفائے قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جنابِ مؤلف نے (جو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ کے خلیفہ مجاز ہیں) زیرِ نظر رسالہ میں اپنے خاص انداز میں صفائے باطن کی تدبیر کو مرتب فرمایا ہے، جو خود مؤلف کے الفاظ میں:

"بظاہر ایک مختصر مگر جامع مجموعہ ہے ان مجرّب ہدایات وتدابیر کا جو معروف اکابرِ طریقت بالخصوص

مجددِ ملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تزکیۂ نفس اور اصلاحِ اعمالِ باطنی کے لیے تجویز فرماتے رہے ہیں۔''

یہ رسالہ سالکینِ راہِ طریقت کے لیے مفید ہے جو جناب مؤلف کے پتے سے بلا قیمت طلب کیا جاسکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ)

''سلوکِ منظوم'' یعنی گنجینۂ اَشعارِ تصوف مع مختصر تشریح

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ قدس سرہٗ۔ انتخاب وتشریح: جناب صوفی محمد اقبال صاحب قریشی۔ صفحات: ۹۷۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، مہہ شرقی، نزد مسجد فردوس، ہارون آباد، ضلع بہاول نگر۔

زیرِ نظر کتابچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے عاشقِ زار اور خلیفۂ اجل عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ قدس سرہٗ کے اُن اشعار کا مجموعہ ہے جو اصلاحِ نفس کے متعلق ناصحانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ مختصر تشریحات سے جناب صوفی محمد اقبال صاحب نے اُسے نہ صرف عام فہم کردیا ہے، بلکہ اس کی افادیت کو بھی دوگنا کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو بارآور فرماتے ہوئے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۷ھ)

معارفِ لدنیہ

تصنیف: اِمامِ ربانی حضرت الشیخ احمد مجدد الف ثانیؒ۔ ترتیب وترجمہ: مولانا زوار حسین نقشبندی مجددی۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: ادارہ مجددیہ، ۱۲/۵ ایچ، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی نمبر ۱۸۔

''معارفِ لدنیہ'' اِمامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) کے ان بلند پایہ علوم ومعارف کا مجموعہ ہے جو حضرت حق جل شانہٗ نے آپ کو عطا کیے۔ معارف کی کل تعداد اکتالیس ہے۔ ''معرفت ۱ تا ۴'' میں حق تعالیٰ کے اسمِ ذات ''اللہ'' کے لطائف واَسرار ذکر کیے گئے ہیں۔ ''معرفت ۵ تا ۲۱'' میں حق تعالیٰ کی ذات

جوئے شیر لانا آپ ایسے فرہاد ہی کر سکتے ہیں۔ بشیر اُونٹ والے کا واقعہ لکھ کر تو آپ نے ایمان تازہ کر دیا۔ اور کتاب کیا ہے؟ سلوک کی قاموس معلوم ہوتی ہے! اس کتاب کے عنوانات کی نیرنگی، تنوع اور ہمہ گیری کو دیکھ کر صرف اتنا ہی عرض کر سکتا ہوں کہ آپ نے:

ہر مسلک کے شیوخ کو دیکھا ہے غور سے
چھوڑا نہیں کوئی عنوان سلوک کا"

کتاب ۸ اُبواب پر مشتمل ہے، اور ہر باب مشائخ سلوک اور تصوف کی مشہور اور مستند کتابوں کے اِقتباسات، اور مشاہیر اولیاء اللہ کے اقوال و حکایات سے مزین ہے، جو مشائخ و مریدین دونوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ بہت سے سوالوں کا جواب دیتی ہے اور بہت سے شکوک کا اِزالہ کرتی ہے۔ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں سلوک کے صحیح خدوخال نظر آتے ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ۱۴۱۶ھ)

فیوضاتِ ربانیہ المعروف "خیابانِ چلاسی"

عارف باللہ مولانا الشیخ غلام النصیر چلاسی دامت فیوضہم۔ صفحات: ۱۷۱۔ قیمت درج نہیں۔
پتا: اِدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، اشرف منزل، ۴۳۷ گارڈن ایسٹ، کراچی نمبر ۵۔

حضرت مولانا الشیخ غلام النصیر مدفیضہ' ایک عالم باعمل اور متبعِ سنت شیخ اور سوزِ جگر کے مالک عظیم انسان ہیں۔ عمرِ عزیز کی ابھی تک صرف پینتالیس بہاریں دیکھ پائے ہیں، مگر خلاقِ ازل نے وہ فہم و فراست، نورِ ایمان اور سوز و گداز عطا فرمایا ہے کہ ہر وقت اس دھن اور لگن سے سرشار اور ان سوچوں میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں کہ:

"مللِ عالم میں ملتِ اسلامیہ سب سے زیادہ خوار و زبوں حال کیوں ہے؟ حالانکہ اس کا مقام تو "خلیفۃ اللہ فی الارض" تھا۔"

موصوف فارسی کے قادر الکلام شاعر ہیں، مگر آپ کی شاعری محض برائے شاعری نہیں بلکہ خودشناسی و خداشناسی کا درس ہے۔

زیرِ نظر کتاب "خیابانِ چلاسی" کا اُردو ترجمہ ہے، جس میں نہایت عمدگی سے علوم و معرفت کو فارسی زبان میں ڈھال کر ملتِ اسلامیہ کے حالیہ اَمراض کی تشخیص اور علاج کو اس کمال و حکمت سے بیان کیا گیا ہے

کہ انسانی زندگی کا رُخ موڑنے میں بہت ہی مؤثر ہے۔

کتاب دو حصوں میں ہے: حصہ اوّل میں حکایات کے علاوہ تصوف کے مضامین پر مبنی تیرہ مقالات درج ہیں، اور حصہ دوم میں دُوسری مفید حکایات کے علاوہ آٹھ مقالات ہیں، جن میں سلوک و احسان اور علم و معرفت کو آسان زبان میں سمجھایا گیا ہے۔

مترجم جناب محمد بشیر خان فوق دہلوی کو موصوف سے خاص عقیدت و مناسبت ہے کہ فارسی شعری کلام کو اس ترتیب سے اُردو پیرایہ میں ڈھالا ہے کہ ترجمہ تحت اللفظ ہونے کے علاوہ بامحاورہ بھی ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۴۱۰ھ)

مجالسِ مسیح الامت (مکمل دو جلد)

جناب مولانا محمد صفی اللہ خان صاحب مدظلہٗ جلال آبادی۔ صفحات کل: ۸۱۰۔ قیمت: ۱۲۳ روپے۔ پتا: مکتبہ اِصلاح و تبلیغ مارکیٹ ٹاور، حیدرآباد، سندھ۔

مجددُ الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے جن خصائص و کمالات اور علوم و معارف اور رُوحانی اَمراض کی نبض شناسی کا ملکہ عطا فرمایا تھا، وہ ان کی تصنیفات و تعلیمات میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ چونکہ شاگرد اُستاذ کے علوم و معارف اور اخلاق و عادات اور کمالات کا آئینہ ہوتا ہے، اِس لیے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلفائے گرامی پر بھی یہی رنگ ہے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی دامت برکاتہم؛ حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ آپ پر بھی وعظ و تلقین اور اِصلاحِ اُمت کے سلسلہ میں اپنے شیخ کا رنگ غالب ہے۔ زیرِنظر کتاب آپ کے مواعظ و ملفوظات کا مجموعہ ہے، جو آپ کے صاحب زادۂ گرامی کی زیرِنگرانی ترتیب دیا گیا ہے، جس میں حضرت کے نہایت قیمتی ملفوظات کو اس حسن و خوبی سے جمع کیا گیا ہے کہ نہ صرف پڑھنے والا اس سے اُکتاتا نہیں بلکہ ہر قاری یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات تو حضرت شیخ نے میرے لیے ہی فرمائی ہے۔

یہ کتاب بجا طور ان لوگوں کے لیے جوہرِ گراں مایہ ہے جو دُوردراز علاقوں میں رہتے ہیں اور انہیں کسی شیخ یا اللہ والے کی صحبت میسر نہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اِن شاء اللہ! ویسا ہی فائدہ پہنچے گا، جیسا کسی شیخ کی حقیقی صحبت سے پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب ناشر کو! جنھوں نے اس گراں قیمت موتی کو اہلِ پاکستان کے لیے سہل الحصول بنانے کی سعی فرمائی۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ)

انوارالہدیٰ

صوفی محمد یٰسینؒ، بی اے۔ صفحات: ۲۳۳۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: محمد انور، اسسٹنٹ چیف انجینئر وائرلیس (ریٹائرڈ) ۲۹-بابر ہاؤس، حسین ڈی سلوا گارڈنز، نشتر روڈ، کراچی نمبر۳۔

محترم صوفی محمد یٰسینؒ اکابر علمائے دیوبند کے نہ صرف صحبت یافتہ تھے، بلکہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ زیرِ نظر کتاب ان کی پچاس سالہ جدوجہد اور کاوش کا نتیجہ ہے جو تصوف سے متعلق قابلِ قدر ذخیرہ ہے۔ کتاب میں اگرچہ کتابت کی اغلاط ہیں، مگر اُمید ہے کہ اہلِ ذوق کے لیے دلچسپی کا سامان فراہم کرے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۴ھ)

مجالسِ اَبرار

اِفادات: حضرت مولانا اَبرارالحق مدفیضہم۔ جمع وتالیف: مولانا حکیم محمد اختر صاحب۔ صفحات: ۲۳۴۔ قیمت (مجلد): ۲۴ روپے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز حضرت الحاج الحافظ مولانا اَبرارالحق مدفیضہم کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اُمت کی اِصلاح کے جذبہ سے بطورِ خاص سرفراز فرمایا ہے۔ ہر شعبہ میں جو جو فروگزاشتیں ہورہی ہیں، اُن کی نشان دہی کرنا، اُن کی اِصلاح کی طرف توجہ دِلانا اور اِصلاح کی تدبیریں اور طریقے بتانا اُن کا مخصوص ذوق اور گویا شعار ہے، (اور یہی علمائے ربانیین کی شناخت ہے)۔ آپ نے اِس سلسلہ میں مختلف مجالس میں جو اِرشادات فرمائے، ہمارے مخدوم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب (جو حضرت کے خلیفہ مجاز ہیں) نے ان کو قلم بند فرمایا، جو ہمارے سامنے مطبوعہ شکل میں ہیں۔

اس کے ساتھ تین رسالے اور ہیں۔ ایک ''اُمت کی پریشانی اور اِنحطاط کا سبب اور اس کا علاج'' جو مولانا حکیم محمد اختر صاحب موصوف کی تشریحات کے ساتھ بہترین ہدایات پر مشتمل ہے۔ دُوسرا رسالہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب بکھراوی کی کتاب ''رحمة المتعلمین'' کے چار میں سے دو پہلے باب ہیں، جن میں دِینی مدارس کے مدرسین اور طلبہ کے لیے ہدایات ہیں۔ حضرت مولانا اَبرارالحق صاحب نے اسے مبوّب کرکے ''اشرف التفهيم لتكميل التعليم'' کے نام سے مرتب فرمایا ہے۔ اور تیسرا رسالہ

''اشرف الهدایات لاصلاح المنکرات'' کے نام سے حضرت مولانا نے اَحکامِ تبلیغ کے بارے میں مرتب فرمایا ہے۔

اس مجموعہ کے مطالعہ سے بہت سی غلطیوں کی اِصلاح ہو جاتی ہے۔ زبان بہت ہی عام فہم ہے۔ اس کا مطالعہ اِن شاء اللہ! عام و خاص کے لیے بہت ہی نافع ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

مواعظِ ثلاثہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحات: ۲۱۲۔ قیمت (مجلد): ۲۴ روپے۔
پتا: کتب خانہ مظہری، مدرسہ بیت العلوم، گلشن اقبال نمبر ۲، کراچی۔

زیرِ نظر مجموعہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے تین مواعظ: ''راحت القلوب''، ''ملتِ ابراہیم''، ''طریق القلندر'' اور آپؒ کے رسالہ ''قصد السبیل'' کی تسہیل پر مشتمل ہے۔

رسالہ ''قصد السبیل'' تو تصوف و سلوک کا مکمل دستور العمل ہے، اور حضرت کے مواعظ ایمان میں قوت، علم میں اضافہ اور دینی فہم و بصیرت میں ترقی کا موجب ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

تطمئن القلوب

مولانا اخلاق احمد عثمانی۔ صفحات: ۷۶۔ پتا: دبستانِ عثمانیہ، ۹۸۴/۴، لیاقت آباد، کراچی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب مدظلہ کے خلیفہ مجاز جناب مولانا اخلاق احمد عثمانی قبل ازیں ''فطرۃ الاسلام''، ''منہاج المتقین''، ''مواعظِ حسنہ''، ''سیرت و کردار'' اور ''شمعِ باطن'' نامی رسائل مرتب فرما کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ بھی ان کے اِصلاحی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ذکر اللہ کی فضیلت و برکات کو بیان فرمایا ہے۔ فاضل مؤلف کا مقصد انہی کے الفاظ میں یہ ہے:

''حق تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو، بالخصوص سالکین و طالبین کو، ہمت و توفیق عطا فرمائیں کہ ذکر اللہ کو صحتِ نیت اور اِخلاص کے ساتھ بکثرت اپنا کر اِطمینانِ قلب و رُوح اور حقیقی راحت و سکون حاصل کریں،

اور اس مغفرت اور اَجرِ عظیم کے مستحق بن سکیں جس کا اللہ تعالیٰ شانہٗ نے وعدہ فرمایا ہے۔"
یہ کتاب جنابِ مؤلف کے پتے سے بلا قیمت طلب کی جا سکتی ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ طلب اس سے اِستفادہ کریں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

تصوف اور تعمیرِ سیرت

پروفیسر حافظ عبدالرزّاق صاحب۔ صفحات: ۱۴۰۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: اِدارۂ نقشبندیہ اویسیہ، چکوال، ضلع جہلم۔
یہ پروفیسر صاحب کے ان لیکچروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے اپنے سلسلہ کے مسترشدین کے سامنے نقشبندی اویسی اِصطلاحات کی تشریح اور اَذکار و اَشغال (لطائف و مراقبات) کی توضیح پر دیے تھے۔
(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

بستان العارفین (اُردو)

تصنیف: شیخ محی الدین نوویؒ۔ ترجمہ: مولانا حامد الرحمٰن کاندھلوی۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت (مجلد): ۴ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: کلام کمپنی، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی نمبرا۔
شیخ الاسلام ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی شافعیؒ (المتوفی: ۶۷۶ھ) تفسیر، حدیث، فقہ و اُصول، کلام و تصوف اور لغت و اَدب کے امام تھے۔ زُہد و تقویٰ اور خشیت و انابت کے درجہ علیا پر فائز تھے۔ ان کی ساری زندگی تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و تذکیر اور اِصلاحِ خلق کے لیے وقف رہی۔ ان کی تالیفات میں شرح صحیح مسلم، شرح مہذب، اربعین، الاذکار، تہذیب الاسماء والصفات، تقریب بے حد مقبول اور مفید ہیں۔
"بستان العارفین" تصوف کے موضوع پر موصوف کا قابلِ قدر رسالہ ہے، جس میں اخلاق و اعمال، علم و معرفت اور ولایت و کرامت کے سلسلہ میں قرآن و سنت اور اکابر اولیاء اللہ کے ارشادات سے نفیس لطائف اور علمی نکات جمع کر دیے گئے ہیں۔ فاضل مترجم نے بعض جگہ مفید حواشی کا اِضافہ بھی کیا ہے۔
صفحہ: ۲۸ پر متن کی یہ عبارت: "حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث...." بداہتاً غلط ہے۔ نوویؒ؛ حافظ ابنِ حجرؒ سے تقریباً ایک صدی پہلے ہوئے ہیں، ان کے یہاں حافظؒ کا حوالہ کیسے آ سکتا ہے؟ افسوس ہے! اس وقت

اصل کتاب سامنے نہیں، تا کہ اس غلطی کی تصحیح کی جاسکتی۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ)

علاماتِ محبت

محمد ارسلان بن اختر میمن۔ صفحات: ۵۹۸۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ ارسلان، کراچی۔

"تقریظ"

ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جائے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے والے بن جائیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا طریقۂ کار کیا ہے؟ یہ کیونکر پتا چل سکتا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور کون نہیں؟ اور یہ کہ محبتِ الٰہی کی علامات کیا ہیں؟

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب زیدہ مجدہٗ کے مسترشد جناب محمد ارسلان بن اختر میمن نے نہایت محنت وعرق ریزی سے، سلاست سے معمور اور مستند حوالوں سے مزین زیرِ نظر کتاب مرتب فرمائی ہے۔

حضرت حکیم صاحب مدظلہٗ کی تقریظ اور تحسین لائقِ اعتماد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو نافع بنائے۔ آمین!

دلائل السلوک (پہلا ایڈیشن)

جناب مولانا اللہ یار خاں صاحب چکڑالوی۔ ترتیب: حافظ عبدالرزاق صاحب، ایم اے لیکچرار گورنمنٹ کالج، جہلم۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت قسم اوّل: ۵ روپے۔ نیوز پرنٹ: ۳ روپے۔ ناشر: ادارۂ نقشبندیہ اویسیہ، چکوال، ضلع جہلم۔

مولانا المحترم "مسلکاً دیوبندی اور مشرباً نقشبندی اویسی ہیں"(۱) زندگی کا اکثر حصہ فرقِ باطلہ کی تردید میں گزرا، لیکن اب آخری عمر میں اَشغالِ تصوف اور بیعت وتلقین کا سلسلہ شروع فرمادیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب انہوں نے "تصوف اور صوفیا سے متعلق عوام اور علماء کے دِلوں میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کے اِزالہ اور عوام وخواص کی علمی تشفی کے لیے لکھی ہے۔"(۲) کتاب بڑے بڑے بیس عنوانات پر مشتمل ہے اور ہر عنوان کے تحت ذیلی عنوان آتے گئے ہیں۔ فاضل مؤلف کی محنت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس تالیف کے لیے پچاس سے زائد کتابوں کا تصفح کیا ہے، اور بڑی دیدہ ریزی سے حوالے تلاش کیے ہیں۔

---

(۱) ص:۱۵۱ (۲) ص:۱

بلاشبہ مؤلف کا مقصد نہایت مبارک اور محنت قابلِ ستائش ہے، مگر کتاب کی زبان صوفیانہ تو مطلق نہیں، بیشتر متکلمانہ ہے، جس میں کہیں کہیں مناظرانہ تلخی کی آمیزش نے اسے بے لطف کر دیا ہے۔ مثلاً ''کشف'' کی بحث میں یہ عبارت:

''یہ بحث قدرے طویل ہوگئی، دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے بعض نئے رُفقائے حلقہ سے ''کشفِ قبور'' کے متعلق اظہار ہوتا ہے تو بات ذرا آگے چلتی ہے، نورِ بصیرت سے محروم مولوی نما لوگ جب سنتے ہیں تو چیں بہ جبیں ہو جاتے ہیں اور جھوٹے..... مدعیانِ ولایت وخلافت وسجادگی - جو اعلیٰ حضرت، خلیفہ مجاز، پیرِ طریقت، رازدانِ شریعت، قطب الاقطاب اور نہ جانے کیا کیا بنے بیٹھے ہیں- جب یہ باتیں سنتے ہیں تو دِل ہی دِل میں اپنی تہی دامنی پر نادم ہوتے ہیں، مگر اپنا جھوٹا وقار قائم رکھنے کے لیے بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں۔'' الخ(۱)

نفسِ مسئلہ (کشفِ قبور) سے قطعِ نظر! نہ صرف یہ کہ یہ زبان تصوف جیسے پاکیزہ موضوع کے شایانِ شان نہیں، بلکہ یہ عبارت فاضل مؤلف کے بلند مقصد کو مشتبہ اور ان کی تمام محنت کو بے قیمت بھی کر دیتی ہے۔ ان کی ''دراصل بات یہ ہے'' سے مترشح ہوتا ہے کہ ان کے ''نئے رُفقائے حلقہ'' اور بعض علماء و مشائخ کے درمیان ''کشفِ قبور'' کے موضوع پر معرکۂ کارزار گرم ہے، اور زیرِ نظر تالیف سے فاضل مؤلف کا اصل مقصد اپنے ''بعض نئے رُفقائے حلقہ'' کے لیے اِظہارِ کشفِ قبور کی سند مہیا کرنا اور انہیں مخالفین کے مقابلہ میں مناظرہ کے لیے تیار کرنا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ واقعتاً فاضل مصنف کا مقصدِ تالیف یہی ہے، بلکہ کہنا یہ ہے کہ ان کی مذکورہ بالا عبارت قاری کو یہ غلط اور ناخوش گوار تأثر دیتی ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ تأثر ان کے اہم اور وقیع مقصد کے لیے کوئی اچھی فضا پیدا نہیں کر سکتا۔ اس تالیف میں ''اِنکشافات'' بالکل نئے ہیں، مثلاً:

''فائدہ: تصوف جزوِ دین ہے، اور انتفائے جزو مستلزم ہے انتفائے کل کو، پس اِنکارِ تصوف مستلزم ہوگا اِنکارِ دین کو۔''(۲)

تصوف بمعنیٰ تزکیۂ قلب، تعمیرِ باطن اور اِصلاحِ اخلاق - کوئی شک نہیں کہ - دِین کا اہم شعبہ ہے، اس لیے یہ کہنا تو صحیح ہے کہ اس کے بغیر دِین ناقص رہتا ہے۔ لیکن اس کے انتفاء سے انتفائے دِین کا دعویٰ..... صرف ''نیا'' ہی نہیں بلکہ محلِ نظر بھی ہے اور فاضل مؤلف کی تقریب بھی تام نہیں۔ اور اگر تصوف سے مراد ان کا اِصطلاحی تصوف لیا جائے جس کے لوازم میں ''کشف'' (قبور وغیرہ) کو بھی شمار کر لیا گیا ہے،(۳) تو پھر ان کروڑوں صلحاء کے ایمان کا اللہ ہی حافظ ہے جو کشفِ قبور وغیرہ کی دولت سے محروم رہے ہیں۔

---

(۱) ص:۱۲۳ (۲) ص:۱۳۰ (۳) ص:۱۸۵

فاضل مؤلف ''لطائف اور شیخ کامل'' کے عنوان کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

''صوفیائے کرام میں فقہائے مجتہدین کے مقابلہ میں ایک قوت زائد ہوتی ہے کہ وہ صاحب کشف والہام ہوتے ہیں، فقہا محض ذاتی رائے سے مسائل کا استخراج کرتے ہیں، اور یہ لوگ الہام وکشف کی روشنی میں۔ اور کشف والہام: اعلام واطلاع من اللہ ہوتی ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ اعلام من اللہ محض ذاتی رائے سے افضل ہے۔''(۱)

تمام فقہائے مجتہدین کا استخراج ''محض ذاتی رائے'' اور وہ ''صفائے باطن سے محروم!'' اور ہر صوفی کا دعوائے کشف: ''اعلام واطلاع من اللہ!'' انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! پھر ستم بالائے ستم یہ کہ ''محض ذاتی رائے'' کو منصب امامت حاصل اور ''اعلام واطلاع من اللہ'' کو ربقۂ تقلید نصیب! چنانچہ فاضل مؤلف لکھتے ہیں:

''میں ذاتی طور پر فقہائے مجتہدین کے اجتہاد کو کشف والہام پر مقدم سمجھتا ہوں۔ اس کی دلیل صوفیا کا تعامل ہے، تمام صوفیا محققین: مجتہدین کے مقلد رہے ہیں، پس فقہ کے اجتہاد کا مقدم ہونا ثابت ہوگیا۔''(۲)

کاش! فاضل مؤلف کو مقام اجتہاد اور مقام کشف والہام کا ''صحیح کشف'' ہوجاتا تو ان کی تحقیق شاید یہ نہ ہوتی جس سے ان کے بیان میں تضاد، صوفیاء کے موقف تقلید میں پیچیدگی، ائمۂ اجتہاد کے اعتماد میں اشتباہ اور ہماری حیرت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

فاضل مؤلف ''شیخ کامل'' کی پہچان کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''۸۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رُوحانی تعلق قائم کردے، جو بندے اور خدا کے درمیان واحد واسطہ ہیں۔

اس ناچیز کا طریقہ یہی ہے کہ اپنے ہاتھ پر بیعت کبھی نہیں لی، صرف تعلیم دیتا ہوں اور ابتدائی منازل طے کراکے دربار نبوی میں پیش کردیتا ہوں جو تمام جہاں کے پیر ہیں۔ صرف زبانی جمع خرچ کافی نہیں کہ پیر صاحب فرمادیں کہ لو! تمہیں دربار نبوی میں پہنچادیا، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ سالک خود مشاہدہ کرے کہ سلوک طے کر رہا ہے اور دربار نبوی میں پہنچ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر رہا ہے۔ اگر کوئی مدعی دربار نبوی تک رسائی نہیں رکھتا، پھر بیعت لیتا ہے تو وہ دھوکا باز ہے، ماخوذ ہوگا۔ پس کامل وناقص کی یہی پہچان ہے، خوب سمجھ لو!''(۳)

---

(۱) ص:۳۳ (۲) ص:۳۳ (۳) ص:۳۸

فاضل مؤلف کو اگر یہ مقامِ رفیع حاصل ہے کہ صرف ''ابتدائی منازل'' طے کرانے کے بعد براہِ راست سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر وہ اپنے حلقۂ ارادت کے راہ نوردانِ طریقت کی بیعت کرا دیتے ہیں تو یہ ان کے مریدین کی بڑی سعادت مندی ہے۔ ہم نے جن اکابر اولیاء کو دیکھا، سنا ہے: وہ تو اپنے کو اس کا اہل بھی نہیں سمجھتے کہ بیداری میں نہ سہی خواب ہی میں... اور بلاواسطہ نہ سہی بالواسطہ ہی... سلامِ نبوی سے مشرف ہو جائیں۔ بہرحال! یہ تو اپنا اپنا ظرف ہے، لیکن کوئی مدعی جب تک مؤلفِ محترم کی تشریح کے مطابق دربارِ نبوی تک رسائی نہ رکھے، اسے بیعت کے لیے نااہل، دھوکا باز اور ماخوذ قرار دینا بالکل جدید انکشاف اور کامل اور ناقص کی پہچان کے لیے نئی کسوٹی ہے! ہر صدی میں مشکل ہی کوئی بزرگ اس معیار پر پورا اُترا ہوگا۔

''پہلے بیان کر چکا ہوں کہ آدمی رضائے الٰہی کو مقصد بنا کر اور طلبِ صادق لے کر ہمارے سلسلہ میں آ جائے تو اِن شاء اللہ تعالیٰ! چھ ماہ کے عرصہ میں رُوح سے کلام بھی کرے گا، رُوح کو دیکھ بھی لے گا۔''(۱)

اس سے پہلے فاضل مؤلف ہمیں بتلا چکے ہیں کہ ''رُوح عالمِ اَمر سے'' ہے، اور عالمِ اَمر کی تشریح امام غزالیؒ کے حوالہ سے اس طرح بیان کر چکے ہیں کہ:

''عالمِ اَمر عبارت ہے موجدات سے؛ جو حس، خیال، جہت، مکان اور حیز سے خارج ہے، عالمِ اَمر انتفائے کمیت کی وجہ سے مساحت و تقدیر کے تحت نہیں آ سکتا۔''(۲)

اور یہ کہ:

''پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ یہاں رُوح کی تعریف بالوجہ ہوگی نہ کہ بالکنہ، کیونکہ رُوح کی حقیقت کے متعلق اِرشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔''(۳)

اب ایسی چیز جس کی نہ تو حقیقت اور کنہ معلوم ہو، نہ وہ مساحت و تقدیر کے تحت آ سکتی ہو، نہ حس اور خیال کا وہاں دخل ہو، نہ جہت، مکان اور حیز کے دائرہ میں اسے لایا جا سکے، صرف چھ ماہ کے عرصہ میں اسے آنکھوں سے دِکھا دینے کا اِنکشاف بالکل نئی چیز ہے، ورنہ ہماری طرح عام لوگ بھی رُوح کو غیر محسوس اور غیر مرئی چیز ہی سمجھتے رہے، جیسا کہ اِمام غزالیؒ کی تصریح فاضل مؤلف نے نقل کی ہے۔

''قصدِ رسول اور کشفِ قبور'' کے تحت فاضل مؤلف فرماتے ہیں:

''چوتھی اُصولی بات یہ ہے کہ تصوف و احسان؛ دین کا اہم شعبہ ہے، اور قاعدہ ہے: اذا ثبت الشیء

(۱) ص:۱۷۶ (۲) ص:۲۷ (۳) ص:۲۳

نسبت بسلو لازمہ اور الہام اور کشف کا ہونا تصوف کے لوازمات سے ہے، اس لیے دین کو تسلیم کرنے کے ساتھ دین کے اہم جز تصوف و احسان کو تسلیم کرنا پڑے گا، اسے تسلیم کیا تو کشف و الہام کو ماننا پڑے گا کیونکہ لازم و ملزوم ہیں۔"(۱)

بلاشبہ بعض اوقات اللہ کے مقبول بندوں کو کشف و الہام بھی ہوتا ہے (جو نہ تصوف اور خدا رسیدگی کے شرائط میں سے ہے، نہ لوازم میں سے، نہ اس میں دوام ہے نہ اختیار، پھر نہ ان چیزوں کو ذرہ برابر قرب خداوندی میں دخل ہے، نہ ان کے نہ ہونے سے قرب و رضا میں اَدنیٰ خلل واقع ہوتا ہے۔ لیکن "کشفِ قبور" تک کو لوازمِ تصوف اور ضروریاتِ دین میں داخل کرنا، اور اس کے اِثبات و نفی کو دین کے اِثبات و نفی کے ساتھ لازم و ملزوم قرار دینا، پہلی دفعہ مؤلف کے یہاں دیکھا، جب کہ مؤلف محترم "تصوف کیا نہیں" کے عنوان سے خود ہمیں بتلاتے ہیں:

"تصوف کے لیے نہ کشف و کرامت شرط ہے، نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے......نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے، اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں، حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوفِ اِسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔"(۲)

ان تمام چیزوں کو "خرافات" اور "اِسلامی تصوف کی ضد" قرار دینے کے بعد دین اور کشفِ قبور کے درمیان ملازمہ کے دعویٰ کو "اُصولی بات" بتلانا اور بھی انوکھا سا تجربہ ہے...!

ایک جگہ عنوان ہے:

"سماعِ موتیٰ پر اِجماعِ اُمت ہے۔"(۳)

راقم خود بھی "فی الجملہ سماعِ موتیٰ" کے ثبوت کا منکر نہیں، مجھے بڑی خوشی ہوتی اگر مؤلف محترم اس "اِجماع" پر کوئی نقل پیش کرتے، لیکن افسوس کہ اس "اِجماع" پر کوئی تصریح پیش نہیں کی۔ اس صورت میں خواہ ہم کتنا ہی چاہیں مگر اس نزاعی مسئلہ پر "اِجماعِ اُمت" کا دعویٰ نہ صرف غیر واقعی بات ہے، بلکہ اس سے "اِجماعِ اُمت" کا تقدس بھی مجروح ہوتا ہے۔ یعنی ہماری اس اِنتہاپسندی سے سماعِ موتیٰ تو اِجماعی نہیں بنے گا، ہاں! یہ خطرہ ضرور ہے کہ خدانخواستہ "اِجماعِ اُمت" کا مسئلہ بھی "سماعِ موتیٰ" بن کر نہ رہ جائے۔ فالی اللہ المشتکیٰ!

(۱) ص:۱۸۵ (۲) ص:۹،۸ (۳) ص:۱۶۱

ایک جگہ فاضل مؤلف نے امام غزالیؒ کے ذکر کردہ اس نکتہ سے کہ ''آسمان دُعا کا قبلہ ہے'' یہ انتہا پسندانہ نتیجہ نکالا ہے:

''فائدہ: معلوم ہوا کہ جس طرح کعبہ کی طرف رُخ کیے بغیر نماز اَدا کی جائے تو نماز اَدا نہیں ہوتی اور نہ ہی قبول ہوتی ہے، اسی طرح ہاتھ اُٹھائے بغیر دُعا کی جائے تو وہ دُعا قبول نہیں ہوتی۔

۲- یہاں سے ثابت ہوا کہ اگر قبر کے پاس ہاتھ اُٹھا کر دُعا نہ کی جائے تو مقبول نہیں، اگر دُعا مقبول نہیں تو میّت کو ثواب کس چیز کا پہنچے گا؟ گویا قبر کے پاس جا کر بغیر ہاتھ اُٹھائے دُعا کرنا ایک بے کار فعل ہوا، پس ثابت ہوا کہ دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا مسنون ہے، اس میں قبر اور غیر قبر کی قید نہیں۔''(۱)

بعض جگہ بلاشبہ دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا مسنون ہے، اور اگر کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو قبرستان میں دُعا کرتے وقت بھی رفعِ یدین کی اجازت میں بھی مضائقہ نہیں، لیکن امام غزالیؒ کے نکتہ سے یہ کلیہ اَخذ کرلینا کہ ''ہاتھ اُٹھائے بغیر دُعا کرنا ایک بے کار فعل ہے'' یقیناً کوئی علمی انداز نہیں! کیا ہر دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا عادۃً ممکن ہے؟

بعض جگہ فاضل مؤلف کے اِستدلال میں توازن نہ رہنے کی وجہ سے جدل کا رنگ پیدا ہوگیا ہے، مثلاً:

''کوئی حسد کی آگ ذرا علمی رنگ میں اُگلتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ کشف ظنی چیز ہے، اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ بجا! مگر یہ بھی تو فرمائیے کہ کتبِ فقہ میں مذکور... تمام مسائل قطعیہ ہی ہیں؟ کیا ذخیرۂ احادیث کی تمام حدیثیں متواتر اور قطعی ہیں؟ کیا وتر، سنت، نفل کی تعیین نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے؟ اگر محض ظنی ہونے کے اِحتمال پر کشف کی کوئی اہمیت نہیں تو فقہِ اسلامی سے کیا سلوک کریں گے؟''(۲)

(ہمیں مؤلف محترم سے آج تک نہ تو تعارف کا شرف حاصل ہے، نہ اس کتاب کی وصولی سے قبل ان کے اسمِ گرامی ہی سے واقفیت تھی، اس لیے ''ذرا علمی رنگ میں حسد کی آگ اُگلنے'' کا فقرہ اُمید ہے کہ ہم پر بھی چست نہ کیا جائے گا!) ظنیت کے خاص اِصطلاحی لفظ کے سہارے ایک طرف کشف کو اور دُوسری طرف فقہ وحدیث، واجباتِ دِین اور سننِ ہدیٰ کو رکھ کر ایک ہی میزان سے تولنا، اور اِصرار یہ کرنا کہ ''یا تو دونوں پر ایمان لاؤ! یا دونوں سے دستبردار ہوجاؤ!'' اسے خالص جدل تو کہا جاسکتا ہے، مگر اسے ''کشفی تحقیق'' یا ''علمی تشفی'' کا نام دینا بے اِنصافی ہے۔ بعض جگہ ان کی جدلی نکر سے پورے دِین کے لیے خطرہ پیدا ہوجاتا ہے، چنانچہ:

''کوئی کہتا ہے کہ اس (کشف) میں غلطی کا اِحتمال ہے۔ اس کا جواب دیا جاچکا ہے کہ دِین نقل ہے،

(۱) ص:۲۰۱   (۲) ص:۱۲۳

اور نقل خبر ہے، اور خبر میں احتمال صدق وکذب دونوں کا ہے، تو پھر اس احتمال پر پورے دین کو چھوڑ دینا چاہیے۔''(۱)

اُف توبہ...!! علمائے ظاہر کی ''سطحیات'' اور صوفیاء کی ''شطحیات'' سنی تھیں، لیکن علمائے جدل کی ''نطحیات'' کا یہ انوکھا تجربہ ہوا۔ کشف میں غلطی اور پورے دین میں غلطی، دونوں کا ایک حکم...! ''فرق مراتب نہ کنی زندیقی!'' کیا کسی نے غلط کہا تھا؟ کیا پورے دین میں 'احتمالِ کذب' کا شعلہ خرمنِ ایمان کو خاکستر نہیں کردے گا؟ استغفر اللہ...!

بعض جگہ مؤلف محترم کے دعویٰ ودلیل میں قاری کو 'محض سخن سازی' کا احساس ہوتا ہے، مثلاً ص:۱۱۳ میں مؤلف نے عنوان قائم کیا ہے: ''عدمِ کشف بڑا حجاب ہے' اور دلیل میں قرآنی آیت: ''کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون''(۲) پیش فرمائی گئی ہے، اور مزید تشریح کے لیے امام رازی کی عبارت مع ترجمہ دی گئی ہے، مگر بڑی کاوش کے بعد بھی مؤلف کے دعویٰ ودلیل کے درمیان کوئی ادنیٰ ربط نہیں ملتا۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ: ''کفار کے دُنیا میں کفر اور لذاتِ فانیہ میں منہمک رہنے کی وجہ سے قیامت کے دن انہیں دیدارِ خداوندی نصیب نہ ہوگا۔'' اب اس سے یہ استدلال کرنا کہ ''جن اہلِ ایمان واخلاص کو دُنیا میں کشف نہیں ہوتا، وہ اس آیت کا مصداق ہیں!'' محض بناوٹ ہی کہلائے گی۔ کتاب میں جگہ جگہ اسی قسم کے غیر متوازن اور انتہا پسندانہ نوادر کی بھرمار ہے۔

مؤلف محترم ماشاء اللہ! سنی العقیدہ نقشبندی اور دیوبندی ہیں، مگر ان کی یہ تالیف نہ اُصولِ اہلِ سنت کی ترجمانی کرسکی ہے، نہ تصوف کے حقائق کا صحیح انکشاف اس سے ہوسکا ہے، نہ دیوبندی مسلک اور نقشبندی مشرب ہی کو نبھا سکی ہے۔ نیک نیت مؤلف اس کتاب کے ذریعہ تصوف سے متعلقہ غلط فہمیوں کے ازالہ اور عوام وخواص کی علمی تشفی کا قصد رکھتے ہیں، مگر ہمارا خیال ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر عوام اور بالخصوص جدید طبقہ کے ذہن میں دین اور تصوف کے بارہ میں مزید غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں تو یہ مؤلف کی بڑی کامیابی اور ان کے قارئین کی بڑی سعادت ہوگی...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی محرم ۱۳۸۷ھ)

دلائل السلوک (دُوسرا ایڈیشن)

مولانا اللہ یار خان چکڑالوی۔ صفحات: ۲۹۱۔ قیمت (مجلد): ۵۰/۷ روپے۔ پتا: ادارۂ

(۱) ص: ۱۲۳،۱۲۴ (۲) المطففین: ۱۵

نقشبندیہ اویسیہ، چکوال۔

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن پر ''بینات'' (بابت محرم الحرام ۱۳۸۷ھ) میں ایک مفصل تبصرہ ہم نے کیا تھا، اور آج دس سال بعد جب ہم نے اس کتاب کے دُوسرے ایڈیشن کا مطالعہ کیا، تب بھی ہماری رائے نہیں بدلی، بلکہ اس میں اُلجھنیں بھی نظر آئیں جن کا تذکرہ غیرضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۷ھ)

***

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

الامام القاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ۔ صفحات: ۵۰۰۔ قیمت (مجلد): ۳۶ روپے۔ پتا: فاروقی کتب خانہ، بیرون بوہڑگیٹ، ملتان۔

حضرت الامام قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض رحمہ اللہ (م: ۵۴۴ھ) کی کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سیر وشمائل، اَخلاق وفضائل اور دُنیوی واُخروی کمالات میں اپنی مثال آپ ہے۔ زیرِ نظر نسخہ ''مصطفیٰ البابی'' کے نسخہ کا چربہ ہے، جو بہترین اور خوش نما ٹائپ میں ۱۳۶۹ ہجری میں قاہرہ سے شائع ہوا تھا۔ اس متبرک کتاب کا مطالعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ومحبت میں اِضافہ کا موجب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۰ھ)

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حکیم الامت مجددِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحات: ۳۳۱۔ ناشر: مکتبہ لدھیانوی، ۱۸-سلام کتب مارکیٹ، نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

''پیش لفظ''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ شریف (بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو) اعلیٰ ترین عبادت ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ازدیادِ محبت وتعلق کا قوی ترین ذریعہ ہے، اس لیے ہر دور میں اہلِ علم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر تالیفات فرمائی ہیں۔ (الحمدللہ! کہ بعض اکابر کی فرمائش پر اس

رُوسیاہ کے قلم سے بھی ''عہدِ نبوت کے ماہ وسال'' کے نام سے ایک کتاب نکل چکی ہے، جو اپنے موضوع پر ایک لحاظ سے منفرد اور اچھوتی کتاب ہے، اور جسے اہلِ نظر نے بہت ہی پسند فرمایا ہے)۔ لیکن حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی (قدس سرہٗ) کی کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللّٰہ علیہ وسلم" متعدد خصوصیات کی بنا پر بہت بابرکت کتاب ہے، جی چاہتا ہے کہ یہ متبرک کتاب مسلمانوں کے گھر گھر میں پڑھی جائے۔

خوش قسمتی سے اِس متبرک کتاب کا ایک نسخہ - جو میرے شیخ برکۃ العصر، قطب الاقطاب حضرت الحاج الحافظ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی (نوّر اللہ مرقدہٗ) نے اپنے دستِ مبارک سے مجھے عطا فرمایا تھا - میرے پاس موجود تھا، یہ نسخہ حضرت مولانا حکیم سیّد محمد الیاس صاحب سہارنپوری نے حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کے حکم سے ''کتب خانہ اِشاعت العلوم، محلّہ مفتی، سہارنپور'' سے شائع کیا تھا۔ اس لیے چند وجوہ سے اِس نسخہ کی اِشاعت کا داعیہ پیدا ہوا۔

اَوّلاً:... اِس رسالہ کے متبرک ہونے کی وجہ سے (اس کی بعض برکات کا بیان آپ حضرت حکیم الامتؒ کے مقدمہ میں پڑھیں گے)۔

ثانیاً:... یہ نسخہ ہمارے شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کی خصوصی توجہ اور فرمائش پر شائع کیا گیا تھا، پس اس کی اِشاعت سے حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کی خواہش کی بھی تکمیل ہوگی۔

ثالثاً:... اس نسخہ کا خط بڑا عمدہ اور پاکیزہ ہے، مزید براں اس میں تصحیح کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، چونکہ یہ نسخہ ظاہر و باطن کا جامع ہے، اس لیے اس کا عکس شائع کردینا مناسب معلوم ہوا۔

البتہ کتاب کی افادیت میں مزید اِضافہ کرنے کے لیے دو (۲) ترمیمیں کی گئی ہیں، ایک یہ کہ: فہرست اَزسرِنو مرتب کرائی۔ دوم یہ کہ: اس نسخہ کے ہر صفحہ کی پیشانی پر دائیں طرف ''نشر الطیبؒ عکسی'' اور بائیں طرف ''جلد نمبر'' کا لفظ لکھا ہوا تھا، حالانکہ کتاب کی ایک ہی جلد ہے۔ اِس اِشاعت میں ''جلد نمبر'' کی جگہ ہر صفحہ پر فصل کا نمبر لکھ دیا گیا ہے۔ جس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہر صفحہ سے یہ معلوم ہوگا کہ یہاں فلاں نمبر کی فصل چل رہی ہے اور آپ کی مطلوبہ جگہ پیچھے رہ گئی ہے یا آگے آرہی ہے (فہرست میں فصل نمبر کا لفظ نمایاں کردیا گیا ہے)۔

حق تعالیٰ شانہٗ اِس خدمت کو قبول فرمائیں اور مسلمان بھائیوں کو اِس سے نفع اُٹھانے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائیں، اور ناشرین وقارئین کے لیے اِس کو سعادتِ دارین کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ بنائیں۔ آمین!

حجة الوداع وعمرات النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (عربی)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)۔ صفحات: ۳۳۲۔
قیمت: ۲۰ روپے۔ پتا: مجلسِ علمی، میری ویدر ٹاور، پوسٹ بکس: ۴۸۸۳، کراچی۔

یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر اَدا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا بظاہر معمولی واقعہ بھی کسی نہ کسی پہلو سے اُمت کے لیے اُسوۂ حسنہ ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کا واقعہ سیرتِ نبویہ کا عظیم الشان واقعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری سفر۔ جس میں ایک لاکھ سے زائد نفوسِ قدسیہ کو ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا۔ علم وعمل اور رُشد وہدایت کی گویا ایک متحرک درس گاہ تھی، جس سے اُمت کے لیے حکمت و دانش کا ایک دفتر کھل گیا، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت سے دین پر قائم رہنے اور اس کے سلسلۂ تعلیم وتبلیغ کو جاری رکھنے کا عہد و میثاق لے کر انہیں الوداع کہا، اس میں رُسومِ جاہلیت کی پامالی اور دین کی تکمیل کا اعلان ہوا، اس میں مہماتِ دین اور مناسک حج کی تعلیم دی۔

اِس سفرِ مبارک کی ایک ایک بات صحابہ کرامؓ نے اَمانتِ نبوت سمجھ کر اُمت تک منتقل کی، علمائے اُمت نے اس سے ہزاروں مسائل اَخذ کیے اور حدیث وفقہ اور سیرت کی کتابوں کے علاوہ بہت سے اکابر نے قصہ حجۃ الوداع کو مستقل تالیفات کا موضوع بنایا۔ اِسی بابرکت سلسلہ کی ایک کڑی حضرت شیخ دامت برکاتہم کا رسالہ ''جزء حجۃ الوداع'' ہے، جس میں سفرِ حجۃ الوداع کا پورا واقعہ تلخیص و اختصار کے ساتھ بطور متن ذکر کیا گیا ہے، اور اس کے ایک ایک فقرہ سے متعلقہ لغوی، اَدبی، تاریخی، حدیثی اور فقہی مباحث کو شرح میں ذکر کیا گیا ہے، موضوع سے متعلق چھوٹی بڑی تمام بحثوں کا اِستیعاب، ہر مسئلہ میں اَئمہ فقہ کے مذاہب و دلائل کی تلخیص اور متقدمین و متاخرین کی کتابوں سے بہترین نقول کی فراہمی، حضرت مصنف کی دِقتِ نظر، تبحرِ علم، وسعتِ مطالعہ اور قوتِ حافظہ کا ثبوت مہیا کرتی ہے۔

حضرت شیخ مدظلہم نے رسالہ کا متن ربیع الاوّل ۱۳۴۲ھ میں صرف ایک دن رات میں تحریر فرمایا تھا، اور تعلیقات کا اضافہ وقتاً فوقتاً ہوتا رہا۔ ۳۸ سال تک یہ گنجِ گراں مایہ قلمی مسودہ کی شکل میں مدفون رہا، اس دوران کئی بزرگوں نے اس کی نقلیں بھی لیں اور طباعت پر بھی اِصرار کیا، مگر شیخ اپنے علمی مشاغل کی بنا پر اس کی ترتیب وتہذیب پر توجہ نہ دے سکے، بالآخر اَحباب کے اصرار پر اسے مرتب فرمایا۔ اور بعض غیبی اشارات کے مطابق ''قصہ حجۃ الوداع'' کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرات سے ضروری سمجھی گئی، چنانچہ اسی کے ساتھ ایک دُوسرا رسالہ ''جزء عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' تالیف فرمایا۔ حق تعالیٰ نے اِن دونوں

رسالوں کو شرفِ قبول بخشا اور یہ مناماتِ صالحہ میں سماعِ نبوی سے مشرف ہوئے، جس کی تفصیل کتاب کے آخر میں درج ہے۔

غالباً اسی قبولیت کا ظاہری اثر یہ ہے کہ دو سال کے مختصر عرصہ میں اس کے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ سب سے پہلے مولوی نصیرالدین، ناظم کتب خانہ یحیوی (سہارنپور) کے اہتمام سے لیتھو طباعت ہوئی، بعد ازاں ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بہترین ٹائپ سے طبع کیا، اور پھر مجلسِ علمی کے جواں ہمت ارکان نے بیروت سے بہت ہی اعلیٰ کاغذ پر ٹائپ کے جلی حروف میں ایسا خوش نما طبع کرایا کہ باید وشاید! (یہی نسخہ اِس وقت پیشِ نظر ہے) مگر عجیب بات ہے کہ یحیوی نسخہ سب سے زیادہ صحیح ہے۔ ان دونوں رسائل کا اُردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے، اِن شاء اللہ! عنقریب شائع ہوگا۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۳۹۲ھ)

خصائلِ نبوی اُردو ترجمہ وشرح شمائلِ ترمذی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ۔ صفحات: ۴۰۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبۃ الشیخ بہادرآباد، کراچی۔

"پیش لفظ"

"خصائلِ نبوی" شمائلِ ترمذی کی شرح ہے، جو الشیخ الامام الحافظ الحجۃ الثقۃ الثبت الامین سیدی ومرشدی قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے ایک بزرگ کی فرمائش پر تحریر فرمائی۔ جب کہ حضرت شیخ کا سن مبارک ۲۹ برس تھا۔ اس شرح میں جن اُمور کا اِلتزام فرمایا گیا، اس کی تفصیل حضرت نے "تمہید" کے زیرِ عنوان درج فرمائی ہے۔

آنحضرت سیدالمرسلین وخاتم النبیین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین ومحبوبِ ربّ العالمین کی ذاتِ قدسی صفات محبوبیتِ کبریٰ کی حامل ہے۔ رُوئے زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں ہوا، اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بڑھ کر کوئی عاشق جاں نثار چشمِ فلک نے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات اور خصائل وشمائل، حسن ومحبوبیت کا مرقع ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک اُدا پر شانِ محبوبیت جلوہ گر ہے۔

حضرت شیخ نوّراللہ مرقدہٗ کی یہ کتاب "درسِ محبت" ہے، جس میں محبوبِ ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت کو اس طرح نمایاں کیا گیا ہے کہ قارئین کے قلب سے بے ساختہ محبت جھلکنے لگے۔ حضرت عارفی نوراللہ مرقدہٗ کے بقول:

یہاں تک بڑھ گئی وارفتگیٔ شوقِ نظارہ
حجاباتِ نظر سے پھوٹ نکلا حسنِ جانانہ
بہارِ حسن کو یوں جذب کرلوں دیدہ و دل میں
محبت پر مرا ذوقِ نظر معیار ہوجائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت کی مثالیں جگہ جگہ قارئینِ کرام کی نظر سے گزریں گی، اس لیے حضرت شیخ نوّراللہ مرقدہٗ اپنے اَحباب کو اس کے مطالعہ کی بار بار تاکید فرماتے تھے۔

"خصائلِ نبویؐ" ہندوپاک کے بہت سے مطابع نے شائع کی، لیکن پاکستان کے ناشرین نے کتاب کے عربی حواشی کو جونہایت بیش قیمت علمی فوائد پر مشتمل تھے، حذف کردیا، یہ اہلِ علم کا بڑا نقصان تھا، حق تعالیٰ شانہٗ جناب مولانا محمد یحییٰ مدنی مدظلہ العالی کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ آپ نے عربی حواشی والا وہ نسخہ شائع کرنے کا اہتمام فرمایا، جو حضرت شیخ نوّراللہ مرقدہٗ کے کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے حضرتؒ کی تصحیح ونگرانی میں شائع ہوا تھا۔

حق تعالیٰ شانہٗ حضرت شیخ نوّراللہ مرقدہٗ کے اس صدقۂ جاریہ کو عام فرمائیں اور اُمت کے تمام طبقات کو اس سے اِستفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ واللہ الموفق لکل خیر وسعادۃ!

النبی الخاتم (صلی اللہ علیہ وسلم)

مولانا سیّد مناظر اَحسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحات: ۱۴۰۔ اعلیٰ کتابت وطباعت۔ قیمت (مجلد): ۴ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، ۳۲/۱ اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں، لیکن حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ اور سیرتِ طیبہ کو جس اچھوتے اور البیلے انداز میں پیش کیا، اس کی نظیر ڈھونڈنے سے کہیں نہیں ملے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ایک "معجزہ" ہے، لیکن سیرت کے متعدد واقعات میں سطح بین نظریں اس اعجازی شان کا ادراک نہیں کرپاتیں۔

حق تعالیٰ مولانا گیلانیؒ کی بال بال مغفرت فرمائیں، انہوں نے سطحیت کے پردے چاک کیے اور ثابت کر دکھایا کہ سیرتِ طیبہ کا ایک ایک واقعہ سراپا اعجاز ہے۔ دورانِ تالیف مولانا مرحوم پر جو کیفیات گزریں، اُن کا ذکر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے اپنے مقدمہ میں کیا ہے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ کتاب کا قاری بھی مولانا مرحوم کے ان قلبی واردات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور سیرتِ مقدسہ کے بہت سے نئے پہلو اس کے سامنے آجاتے ہیں۔

یہ کتاب متعدد ناشروں نے طبع کی ہے، لیکن پیش نظر ایڈیشن اس نرالی کتاب کا نرالا ایڈیشن ہے۔ مکتبہ رشیدیہ نے اسے خوب سے خوب تر شکل میں پیش کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا، البتہ سہوِ کتابت کا دھبا کہیں کہیں باقی رہ گیا ہے، طبع دوم میں اسے بھی دُھل جانا چاہیے۔ اور بعض جگہ تو عنوانات بھی بے محل سے چسپاں کردیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۸ھ)

نور البصر فی سیرة خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ۔ صفحات: ۲۷۰۔ قیمت: ۲۴ روپے۔ پتا: سنی پبلی کیشنز، لاہور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری رحمہ اللہ نے یہ کتاب ایک خاص انداز میں تحریر فرمائی ہے، جس میں واقعاتِ سیرت کو نہایت جامعیت و اختصار اور وجازت و بلاغت کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں مقدمہ، تاریخ اور حالاتِ عرب قبل از اسلام کا ذکر ہے اور خاتمہ میں خاندانِ نبوّت، شمائلِ نبوی اور خصائصِ نبوی کا دِل آویز تذکرہ ہے۔ بعض مسائل جن میں دورِ جدید میں شبہات پیدا کردیے گئے ہیں، ان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ سیرت اس لائق ہے کہ جدید طبقہ اس کا بطورِ خاص مطالعہ کرے اور اسے جدید تعلیم گاہوں کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ **واللہ الموفق!**

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ)

سیرتِ مبارکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جلد اوّل)

حضرت مولانا سیّد محمد میاںؒ۔ صفحات: ۶۲۴۔ قیمت: ۶۴ روپے۔ پتا: ۱:...مکتبہ محمودیہ،

بیت الحمد، جامعہ مدنیہ کریم پارک، راوی روڈ، لاہور۔ ۲...مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

سیرتِ مبارکہ کے موضوع پر ہر دور اور ہر زبان میں مختصر اور مفصل ہر طرح کی کتب لکھی گئیں۔ سیرتِ مقدسہ ایسا زندۂ جاوید موضوع ہے جس کی شگفتگی اور تابانی چودہ سو سال گزرنے پر کیا، ان شاء اللہ تعالیٰ! تا قیامت ماند نہیں ہوگی۔ یہ دعویٰ تو ممکن نہیں کہ فلاں کتاب یا فلاں مصنف نے سیرتِ مطہرہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرلیا ہے، ہاں! البتہ یہ ضرور ہے کہ بعض کو بعض پر سبقت ضرور حاصل ہے۔

زیرِ نظر کتاب اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو دارالعلوم دیوبند کے نامور فرزند حضرت مولانا سید محمد میاں قدس سرہ العزیز کے عشقِ نبوی میں اِنہماک کی ایک تابندہ مثال ہے۔

کتاب کے شروع میں: ''سرگزشتِ انسان، مختصر قصص الانبیاء، انسان اور انسانیت، منزل بمنزل اور اُس کے سچے راہ نما'' کے عنوان پر مشتمل کتاب کا مقدمہ درج ہے، جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا مختصر تذکرہ آگیا ہے۔ مزید: ''انسان کیا ہے؟ انسانیت کیا ہے؟ نبوت، رسالت، اور وحی کی ضرورت اور تکمیلِ دین'' وغیرہ جیسے عنوانات پر بھی قلم اُٹھایا گیا ہے۔ جب کہ ''عرب: قبلِ اسلام اپنے آئینہ میں، مکہ اور تمدنِ مکہ، آبادی، انقلابات، تعمیر، تہذیب، تنظیمِ مملکت، مکہ و بنائے کعبہ'' جیسے نفیس مضامین پر مشتمل سیرتِ مبارکہ کا دیباچہ بھی شاملِ اشاعت ہے۔

کتاب کا پہلا حصہ حجۃ الوداع تک کے حالات پر مشتمل ہے، اِس کے بعد کے حصے جو ''عہدِ زرّیں'' کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں، نئے ایڈیشن میں انہیں بھی ''سیرتِ مبارکہ'' کے نام سے شائع کیا جائے گا۔

کتاب کے آخر میں حضرت مولانا سید حامد میاں دامت برکاتہم کے قلم سے حضرت مؤلف موصوف کا مفصل سوانحی خاکہ، دینی خدمات، اور مجاہدانہ کارنامے وغیرہ پر مشتمل مختصر تعارف شاملِ اشاعت ہے۔

کتاب ہر اِعتبار سے مکمل ہے، خوب صورت ڈائی دار جلد نے کتاب کو جاذبِ نظر بنا دیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۴۰۷ھ)

لامية المعجزات (عربی منظوم)

حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰنؒ (ناظم دارالعلوم دیوبند)۔ اُردو ترجمہ و تشریح: حضرت مولانا

محمد اعزاز علی دیوبندی قدس سرہٗ۔ صفحات: ۸۸۔ قیمت: ۴۷ روپے۔ پتا: مکتبۃ العارفی، جامعہ اِسلامیہ اِمدادیہ، گلشن اِمداد، فیصل آباد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ معجزات سے عبارت تھا، مگر بایں ہمہ اکابرینِ اُمت نے بعض خاص خاص معجزات کی نشان دہی فرمائی اور انہیں مرتب فرما کر اُمت کی راہ نمائی کا سامان فرمایا۔

یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بیان پر مشتمل متعدد کتب دستیاب ہیں، مگر زیرِ نظر مجموعہ اِس اِعتبار سے ممتاز ہے کہ اس میں مؤلف موصوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو معجزات کو منتخب کر کے ان کو نظم کی حسین لڑی میں پرو دیا۔

کتاب کے شروع میں مصنف موصوف نے ۱۳ اُشعار میں اپنے نفس سے خطاب کرتے ہوئے نفس و معاشرہ اور فرد و قوم کے اندر موت اور مابعد الموت کے معاملہ میں جو کوتاہی کی جاتی ہے، اس کی نشان دہی فرمائی ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں اِلتجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے متعلق اشعار ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و مناقب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و خصائل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات، بعثتِ نبوی سے قبل دُنیا کی حالت، بعثتِ نبوّت کے بعد آپ سے دُنیا کو کیا کچھ حاصل ہوا؟ اس پر ۳۹ اُشعار موزون کیے گئے ہیں۔

ان تمام اشعار کی لغات مع اَدبی تخریج اور ترجمہ وتشریح شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علیؒ (شیخ الادب دار العلوم دیوبند) نے نہایت خوب صورت انداز میں فرمائی ہے۔ مکتبۃ العارفی، جامعہ اِسلامیہ اِمدادیہ، فیصل آباد کے اَربابِ بست وکشاد قابلِ مبارک باد ہیں کہ اُنہوں نے اس خزانۂ عامرہ کو شائع فرما کر اہلِ اِیمان پر احسان فرمایا ہے۔ پیشِ نظر اِشاعت ہندوستانی نسخہ کا عکس ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ)

سیرتِ کبریٰ

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ۔ صفحات: ۱۰۲۴۔ قیمت (دوجلد): ۱۵ روپے۔ ملنے کا پتا:
۱:...مکتبہ صدیقیہ، بیرون بوہڑ دروازہ، ملتان، ۲:...مکتبہ اِسلامیہ، مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی نمبر۱۔

سیرت النبی پر ہر دور اور تقریباً ہر زبان میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں، پھر لکھنے والوں میں قریب

قریب ہر ذوق، ہر ذہن، بلکہ ہر مذہب کے لوگ شامل ہیں۔ زیرِ نظر تالیف سیرت نبویہ کے زرّیں سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو بعض امتیازات کی وجہ سے اس موضوع پر کامیاب اور جامع تالیف کہلانے کی مستحق ہے:

۱:... مؤلفؒ کو اس امر کا خاص اہتمام ہے کہ سیرت کا کوئی اہم اور مستند واقعہ حیطۂ تحریر سے خارج نہ رہنے پائے۔ ۲:... واقعات کو افسانوی رنگ آمیزی سے مبرا رکھ کر سادہ مگر دل کش اور فصیح زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ ۳:... ایک واقعہ کی جتنی تفصیلات متفرق کتابوں میں بکھری پڑی تھیں، انہیں اچھے سلیقہ سے یکجا کرکے مربوط شکل میں ڈھال دیا گیا ہے۔ ۴:... مختلف روایات میں تطبیق و ترجیح محققانہ انداز سے دی گئی ہے۔

۵:... وقائع نبویہ کے ذیل میں فقہ و عقائد اور اخلاق و معاشرت کے مسائل بھی زیرِ قلم آتے گئے ہیں۔

۶:... پیش آمدہ شبہات کو سلامتیٔ فکر سے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اصل کتاب ۶۳ فصلوں پر مشتمل ہے اور شروع میں بطور مقدمہ سیرت نبویہ کا مطالعہ کرنے والوں کی بصیرت افروزی کے لیے ۱۲۲ اہم مقالات سپردِ قلم کیے گئے ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ نبوّت، مدارج کمال اور اکثر حالات کا سمجھنا موقوف ہے۔ افسوس ہے کہ مصنفؒ اس کی تکمیل نہیں فرماسکے! جنگِ بدر تک پہنچ کر قلم یکا یک رُک گیا۔ حجرِ اَسود کے بارہ میں مولفؒ کے بیان میں تشنگی محسوس ہوتی ہے۔[1] اور عیاشؓ بن ابی ربیعہ کے تذکرہ میں ابوجہل کا ''معاہدۂ حدیبیہ کے بعد'' مدینہ منورہ آنا ذکر کیا ہے۔[2] یہ واقعہ بالکل صحیح ہے، لیکن یہ آغازِ ہجرت کا واقعہ ہے، ''معاہدۂ حدیبیہ کے بعد'' کا لفظ سہوِ قلم ہے۔ ان معمولی مسامحات سے قطعِ نظر یہ تالیف نہایت وقیع اور اسم بامسمّٰی ہے۔

جناب مفتی محمد عبداللہ صاحب (مالک مکتبہ صدیقیہ) کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں! جنہوں نے اس عظیم الشان تالیف کو عمدہ کتابت وطباعت سے آراستہ کرکے شائع کرنے کی ہمت فرمائی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۸۷ھ)

مختصر سیرت نبویہ

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۵/۷۵ روپیہ۔ پتا: حافظ عبدالقدیر، مکتبہ اِصلاح وتبلیغ، ہیرآباد، جامع مسجد روڈ، حیدرآباد (سندھ)۔

اِمامِ اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مختصر سیرت

(۱) ص: ۱۱۱
(۲) ص: ۳۶۴

طیبہ آیاتِ قرآن کریم کی روشنی میں مرتب فرمائی ہے۔ زبان عام فہم مگر عالمانہ، واقعات مختصر اور مستند۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۱ھ)

اُسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی صاحب دامت برکاتہم۔ صفحات: ۶۵۶۔ قیمت (مجلد مع پلاسٹک کور): ۳۲ روپے۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک کراچی۔

قرآنِ کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کو اُمت کے لیے ''اُسوۂ حسنہ'' قرار دیا ہے، حدیث وسیرت کی تمام کتابیں فقہ وشریعت کے تمام مسائل اور احسان وطریقت کے تمام منازل اسی اُسوۂ حسنہ کی تشریح وتفسیر ہیں، اور عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی مدت فیوضہم کی زیرِ نظر تالیف اُسوۂ نبوی کا دِل کش و اِیمان افروز مرقع ہے۔ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے: پہلا حصہ: اِفتتاحی مضامین کا ہے۔ دُوسرا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارمِ اَخلاق کا مظہر ہے۔ تیسرا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وشمائل کا عکاس ہے۔ اور چوتھا: حصہ ہر شعبۂ زندگی سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات پر مشتمل ہے، جسے حضرت مؤلف نے آٹھ ابواب (اِیمانیات، عبادات، معاملات، معاشرت [معاشریات کا لفظ غیر مانوس ہے] اخلاقیات، معمولاتِ یومیہ، مناکحت ونومولود، مرض وعیادت اور موت ومابعد موت) پر تقسیم کیا ہے۔

اور اَب حضرت مصنف کی اِصلاح وترمیم اور اِضافوں کے ساتھ اسے ایچ ایم سعید کمپنی نے دُوبارہ شائع کیا ہے۔ کتابت وطباعت اور ظاہری حسن وخوبی کے اِعتبار سے بھی کتاب کا معیار بہت اعلیٰ ہے۔ دِن رات کے کسی حصہ میں اس بابرکت کتاب کا مساجد اور گھروں میں پڑھ کر سنانا خیر وسعادت کا موجب ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان شوال ۱۳۹۶ھ)

تذکرۂ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم (جلد اوّل)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم۔ صفحات: ۴۵۲۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ پتا: دارالارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر۔

مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفًا کو صاحبِ لولاک سے نسبت کی وجہ سے جو شرف وعزت کا مقام ملا ہے،

بے شک وہ اپنی جگہ ایک اِنفرادی اِعزاز ہے۔ اسی نسبت سے جس طرح سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (فداہٗ أبی و اُمّی و رُوحی) کی ذاتِ باکمال کی سیرت نگاری میں ہر نفس و قلم نذرانۂ عقیدت پیش کرنے میں اپنی سعادت سمجھتا رہا ہے، ٹھیک اسی طرح مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب اور حالات پر بیسوں کتابیں لکھی گئیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو نویں صدی کے مشہور محقق علامہ ابوالحسن نورالدین سمہودی قدس سرہٗ کی مدینہ منورہ کی مبسوط تاریخ اور مشہورِ زمانہ کتاب "وفاء الوفاء" کا اُردو ترجمہ ہے۔ مترجم موصوف -جنہیں اپنے اکابر سے محبتِ نبوی ورثہ میں ملی ہے- اس عظیم کارنامہ پر بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔

مترجم موصوف نے کتاب کے ترجمہ میں جن اُمور کا لحاظ رکھتے ہوئے ترجمہ فرمایا ہے، انہی کے الفاظ میں درج کیے جاتے ہیں۔

"اس اَمر کا التزام کیا ہے کہ:

۱:...ترجمہ سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ جامع ہو کہ کوئی عبارت نہ رہ جائے۔

۲:...چونکہ یہ کتاب آج سے پانچ سو سال پہلے مرتب کی گئی ہے، جس کی زبان لامحالہ آج کی عربی سے قدرے مختلف ہے، اس لیے ترجمہ کو مروّجہ عربی کے ترجمہ میں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳:...بعض کلمات و عبادات کی وضاحت کے لیے دُوسری کتبِ حدیث اور تاریخ سے مدد لی گئی ہے۔

۴:...یہ کتاب آج سے پانچ سو سال پہلے مرتب کی گئی تھی، اُس وقت بعض مقامات موجود تھے جو آج ناپید ہیں، اُن کے محلِ وقوع کی نشان دہی کردی گئی ہے۔

۵:...بعض مقامات کے نام اس وقت کچھ اور تھے اور آج ان کے نام بدل گئے ہیں، تو اس اَمر کی وضاحت کی گئی ہے۔"(۱)

یہ کتاب کا پہلا حصہ ہے۔ ان شاء اللہ! عاشقانِ رسالت کے لیے باعثِ تسکین ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف، مترجم، ناشرین اور معاونین کی اس کوشش کو بارگاہِ عالی میں شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے باعثِ نجات بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۴۰۸ھ)

---

(۱) ص:۱۸

با محمد صلی اللہ علیہ وسلم با وقار

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: دارالارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر، پاکستان۔

رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی سیرتِ مقدسہ کے موضوع پر ہر دور اور ہر زبان میں بیش از بیش لکھا گیا اور ان شاء اللہ تعالیٰ! لکھا جاتا رہے گا، لیکن بایں ہمہ کوئی اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ "میں نے سیرتِ طیبہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرلیا ہے۔"

یہ ضرور ہے کہ "ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است" کے مصداق ہر ایک نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے کسی ایک گوشہ سے نقاب کشائی کی کوشش کی۔ مؤلف موصوف نے قرآن و حدیث کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقار وعظمت اور محبوبیت اور برکات جیسے نفیس عنوانات پر قلم اُٹھایا ہے، اس کے علاوہ سیرتِ طیبہ پر دُوسرے بیسیوں عنوانات کو نہایت ہی سلیقہ سے جمع فرمادیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کے اس ہدیۂ عقیدت کو قبول فرما کر ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ)

محسنِ اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم)

جناب مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی۔ صفحات: ۹۵۔ قیمت: ۳۵ روپے۔ پتا: دارالارشاد، خانقاہ مدنی، مدنی روڈ، اٹک شہر۔

کتاب۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان پر مشتمل ہے، جس کی تقریب یہ ہوئی کہ مؤلف موصوف نے جناب الحاج محمد عثمان غنی صاحب واہ کینٹ کے گھر پر آیتِ کریمہ: "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" (۱) پر چار ماہ تک مسلسل درس دیا، جس میں ثابت کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت بلکہ کائنات کے لیے بطورِ محسن تشریف لائے ہیں، اس لیے اصل میں کتاب کا نام ہے:

(۱) آل عمران: ۱۶۴

"خالقِ کائنات جل شانہٗ کے ارشادات کی روشنی میں رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف، بنام "محسنِ اعظم" صلی اللہ علیہ وسلم۔"

کتاب کا انداز درسِ قرآن کا سا ہے، مگر کلام و بیان کی شیرینی اس لائق ہے کہ آدمی اسے پڑھتا ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف، ناشر اور قارئین کی مغفرت کا اور اُمت کے نفع کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شوال ۱۴۱۹ھ)

ہادیٔ عالم (صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم)

جناب محمد ولی رازی صاحب۔ صفحات: ۴۰۸۔ قیمت (مجلد): ۵۲ روپے۔ پتا: ۴۳۷-بی، اشرف منزل، ویب روڈ، گارڈن ایسٹ، کراچی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر ہر زمانہ میں نہ معلوم کن کن زبانوں میں اور کس کس انداز سے قلم اُٹھایا گیا، لیکن اس سدا بہار موضوع کی سرسبزی و شادابی آج تک اہلِ علم، اہلِ قلم، اہلِ قلب اور اربابِ عشق و محبت کو "ھل من مزید!" کی دعوت دے رہی ہے، اور تلاش کرنے والوں کو کوئی نہ کوئی جدید اور منفرد اندازِ نظر میسر آجاتا ہے۔

زیرِ نظر تالیف "ہادیٔ عالم صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم" اسی جستجوئے عشق و محبت کا ایک عظیم مظہر ہے۔ جناب مصنف نے پوری سیرتِ طیبہ غیر منقوط صنعت میں مرتب کی ہے، نام سے اختتام تک تقریباً چار سو صفحات کی پوری کتاب کو "اُردوئے معرا" سے آراستہ کیا ہے۔ یہ ایک ایسا انفرادی شاہکار ہے جس کی نظیر نہ صرف سیرتِ طیبہ کے وسیع ترین کتب خانہ میں نہیں ملتی، بلکہ اُردو ادب میں کسی اور موضوع پر بھی اس صنعت میں کوئی چھوٹا بڑا رسالہ نظر سے نہیں گزرا۔ اس لیے "ہادیٔ عالم صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم" صرف سیرتِ طیبہ پر ہی اپنی نوعیت کی پہلی کتاب نہیں، بلکہ اُردو ادب میں ایک نئے باب کا اِضافہ ہے۔ کتاب کے مصنف حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی قدس سرہٗ کے فرزندِ ارجمند ہیں، اور شمعِ رسالت سے پروانہ وار عشق و محبت اُن کی خاندانی میراث ہے۔

کتاب (علاوہ بدیع صنعت کے) ایسے والہانہ انداز میں لکھی گئی ہے کہ دورانِ مطالعہ بعض اوقات قارئین کو جذباتِ قلب پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے، اور وہ اشک ہائے محبت کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

کتاب کے شروع میں حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی مدظلہ العالی کی ''تقریظ''، جناب ڈاکٹر سید عبداللہ کا ''تعارف'' اور جناب مولانا محمد تقی عثمانی کا فاضلانہ ''مقدمہ'' ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۳ھ)

داعیٔ اسلام

جناب صادق علی صادق دریابادی بستوی۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: الرحیم اکیڈمی، اے/۷/۷، اعظم اسکوائر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی۔

''داعیٔ اسلام'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوم اور غیر منقوط سیرت پر لکھی گئی بے نظیر کتاب ہے۔ اگر چہ اُردوئے معریٰ کا رواج نہیں رہا، لیکن اس سے قبل جناب محمد ولی رازی صاحب نے ''ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھ کر اس کی طرح ڈالی، جس نے ہندو پاکستان میں اہلِ علم حلقہ کی طرف سے خوب خوب دادِ تحسین حاصل کی۔ زیرِ نظر کتاب اس انداز کا دُوسرا نقش ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ نثر تھی اور یہ منظوم ہے، ورنہ ترتیب مضامین اور انداز میں اس کی نقل ہے، چنانچہ خود مصنف نے ''اظہارِ حقیقت'' میں اعتراف فرمایا ہے:

> ''مولانا عبدالرحیم نے فرمایا: تم ہادیٔ عالم کو نظم کردو! میں نے عرض کیا: ان شاء اللہ! کوشش کروں گا۔ گھر واپسی کے بعد سوچا کہ اس کتاب کو حفیظ مرحوم کی شاہ نامہ اسلام کے اسٹائل پر لانا چاہیے تاکہ غیر منقوط شاہ نامہ اسلام ہوجائے۔''(۱)

مصنف موصوف دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور صاحب علم وعمل شخصیت ہیں، بلاشبہ ان کا یہ کارنامہ نہایت عظیم الشان اور قابلِ مبارک باد ہے۔ کتاب میں چونکہ الفاظ معریٰ لاتا تھے، اس لیے بلاشبہ بعض اوقات دُوسری زبانوں کے الفاظ مستعار لینے سے کتاب کی سلاست پر اثر پڑا ہے۔ بہر حال! لائقِ صد تحسین کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب عبدالرحمٰن غضنفر صاحب کو! جن کی محنت وکوشش سے یہ کتاب پاکستان میں چھپ کر اہلِ علم کے ہاتھوں تک پہنچی۔ اللہ تعالیٰ مصنف اور ناشر کی مساعی کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۳ھ)

---

(۱) ص:۷

شمائلِ کبریٰ (جلد اوّل)

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب (اُستاذ حدیث جامعہ ریاض العلوم گورینی، جون پور)۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ پتا: زم زم پبلشرز، شاہ زیب سینٹر، گوالی لائن نمبر ۳، نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح اور اُسوۂ حسنہ انسانیت کی راہ نمائی، اصلاح وتربیت اور تہذیبِ اخلاق کے لیے نسخۂ کیمیا ہے، بگڑے ہوئے معاشرہ اور گمراہ انسانیت کے لیے ہادی اور رہبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ زندگی کو اپنانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ"(۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک عمل، قول، فعل اور آپ کی ہر حرکت وسکون کا نام شریعت اور دین ہے، جس کے اپنانے میں دونوں جہاں کی راحت وسکون اور فلاح وکامرانی ہے۔

ہر زمانہ میں علمائے اِسلام نے اپنے ذوق وانداز میں سیرتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھی اور بارگاہِ نبوّت میں عقیدت ومحبت کے ان پھولوں کا نذرانہ پیش کیا۔ زیرِ نظر تصنیف بھی اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے جو شمائل وسنن کا ایک حسین وجامع ذخیرہ ہے۔ حرفِ اوّل میں کتاب کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے:

''کتاب کی ترتیب میں اس کا اِلتزام کیا گیا ہے کہ شمائل کے متعلق حدیث صحیح، حسن، ضعیف جو روایتیں مل سکی ہیں، لی گئی ہیں۔ جیسا کہ اصحابِ سیر وشمائل کا طریقہ رہا ہے۔ البتہ واہی اور موضوع سے گریز کیا گیا ہے، تاہم ابنِ جوزیؒ جیسی گرفت کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ اور حدیث وسیرت وغیرہ کے جن بیش بہا ذخیروں سے مواد حاصل کیے گئے ہیں، ان کے حوالے بقید جلد وصفحات مذکور ہیں، تاکہ اہلِ ذوق حضرات کو مراجعت میں آسانی ہوسکے۔ یہ کتاب اس ترتیب کی پہلی جلد ہے جو کھانے، پینے اور لباس کے سنن پر مشتمل ہے، ضمناً آداب ومسائل بھی - جو انہیں سے ماخوذ ہیں - ذکر کردیئے گئے ہیں۔''(۲)

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ''زم زم پبلشرز'' کے اَربابِ حل وعقد کو! جنہوں نے اس اہم کتاب کی پاکستان میں اشاعت کا اِنتظام کیا ہے۔ کتاب ماشاء اللہ! خوب صورت ٹائٹل، اچھی جلد اور کتابت کے ساتھ آفسٹ پیپر پر شائع ہوئی ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی محرم ۱۴۳۶ھ)

(۱) الاحزاب ۲۱ (۲) ص: ۳

اُسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی۔ صفحات: ۲۳۸۔ قیمت (مجلد): ۵/۷ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ ۳۲-اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کی کامل اتباع کی جاتی، بجائے اس کے دورِ حاضر کے مسلمانوں نے غیروں کی تہذیب کو اس حد تک اپنایا کہ طور وطریق ہی بدل گئے، شکلیں مسخ ہوگئیں اور کسی شعبہ میں بھی اسلامی امتیاز باقی نہ رہا۔

فاضل مصنف کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ اُنہوں نے زیرِ نظر کتاب میں اُمت کے سامنے اُسوۂ نبوی کا آئینہ رکھ دیا ہے، جسے دیکھ کر اُمتِ اسلامیہ اپنے چہرے سے کافرانہ تہذیب کے داغ دھبے صاف کرسکتی ہے۔ کتاب کے تین باب ہیں: ۱:...اُسوۂ رسول شکل وصورت میں، ۲:...لباس وپوشاک میں اور ۳:...خورد ونوش میں۔ اگر ان تین شعبوں میں اُمت کو اُسوۂ نبوی پر چلنے کی توفیق ہوجائے تو اُمت کی قسمت ہی بدل جائے۔ زبان بڑی سادہ اور عام فہم ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ کتاب مساجد ومحافل میں پڑھ کر سنائی جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۳۹۵ھ)

نبوی لیل ونہار

مولانا محمد اشرف (فاضل وفاق المدارس)۔ صفحات: ۶۶۶۔ قیمت: ۱۳۰ روپے۔ پتا: مکتبہ حسینیہ، قذافی روڈ، گرجا گھر، گوجرانوالہ، صوبہ پنجاب، پاکستان۔

محسنِ کائنات جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول وفعل شریعت اور اُس کی اتباع پر کامرانی کا مدار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شبانہ روز زندگی بلکہ ہر حرکت وسکون کو اپنانے کو معیارِ کامیابی قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا: ''**لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة**''(۱) اِسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وخصائل پر متعدد مختصر ومطول کتابیں لکھی گئی۔

زیرِ نظر کتاب بھی اِسی سلسلہ کی ایک اَہم اور مستند کڑی ہے جو درحقیقت امامِ نسائی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ''**عمل اليوم والليلة**'' کا اُردو ترجمہ ہے، جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شب وروز کے

---

(۱) الاحزاب: ۲۱

معمولات مبارکہ پر مشتمل ہے۔ اگر چہ اِس پاکیزہ موضوع پر بہت سے اَصحابِ فضل وکمال نے دادِ تحقیق دی ہے، لیکن اِمام نسائی رحمہ اللہ کی زیرِ نظر کتاب اپنی جامعیت واَوّلیت کے پیشِ نظر اپنی مثال آپ ہے۔ کتاب کے مضامین کا تعارف کراتے ہوئے مترجم موصوف لکھتے ہیں:

''اِمام نسائی کی کتاب ''عمل الیوم واللیلة'' اِس سلسلہ کی سب سے پہلی اور جامع کتاب ہے جس میں نظرِ بد، جنات وشیاطین سے بچاؤ اور تقریباً ہر بیماری کے لیے دَم، نیز غم، مصیبت اور پریشانی کے لیے اَوراد ووظائف کے علاوہ تمام انسانی ضروریات کے لیے دُعائیں موجود ہیں، پیدائش سے وفات تک دن رات میں جس دُعا کی بھی ضرورت ہو، وہ اس میں موجود ہے۔ گویا کہ اگر کوئی اپنی مکمل زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقہ کے مطابق گزارنا چاہے تو یہ کتاب اس کے لیے بہترین راہ نما ثابت ہوگی۔''(۱)

کتاب کے شروع میں جناب سید اَنور حسین شاہ نفیس رقم الحسینی خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کا پیش لفظ ثبت ہے۔ ماشاء اللہ! کتاب ہر اعتبار سے حسین سے حسین تر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ)

مجموعہ سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (کامل دو حصے)

تالیف: شیخ محمد اَحمد برانق۔ مترجم: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی)۔ صفحات: ۸۳۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دارالتصنیف جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح کو قرآن کریم نے اُسوۂ حسنہ سے تعبیر فرما کر اُمتِ مسلمہ کی صلاح وفلاح کا ذریعہ اور کامیابی کا نسخۂ کیمیا فرمایا۔ اسی اُسوہ پر چل کر حضرت ابوبکر ''صدیق''، حضرت عمر ''فاروق''، حضرت عثمان ''ذُوالنورین'' اور حضرت علی ''اسداللہ'' (رضی اللہ عنہم اجمعین) قرار پائے۔

کون ہوگا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سیرت وسنت اور اُسوۂ حسنہ سے عقیدت واُلفت نہ ہوگی؟

زیرِ نظر کتاب ایک عرب عالم جناب شیخ محمد اَحمد برانق کی تالیف ہے، جسے اس کی اہمیت وافادیت

(۱) ص: ۱۴

خصوصاً بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی کے اُستاذِ حدیث اور ماہنامہ ''بینات'' کے مدیرِ مسئول حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی قدس سرہٗ کے حکم و ترغیب سے جامعہ کے مدیرِ محترم جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار زید مجدہم نے اُردو کے قالب میں ڈھال کر عوام و خواص کے لیے دو حصوں میں ایک اچھا گلدستہ تیار کر دیا، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لے کر وفات تک مختصر طور پر تقریباً مکمل سیرت آگئی ہے۔

اُمید ہے اس بہترین مرقع کی پذیرائی میں بخل سے کام نہیں لیا جائے گا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۵ھ)

مختصر جہادِ نبوی

اَز: ڈاکٹر رضا سراج عبدالغنی۔ مترجم: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی)۔ صفحات: ۵۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دارالتصنیف جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اُسوۂ حسنہ کا ایک اہم ترین حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور جہاد پر مشتمل ہے، جہاد کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نامکمل ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ بھی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو درحقیقت ایک عرب عالم جناب ڈاکٹر رضا سراج عبدالغنی صاحب کا کارڈوں سے تیار کردہ ایک سیٹ ہے، جسے جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار زید مجدہم نے عمرہ کے سفر سے واپسی پر مطالعہ کیا اور پسند آنے پر ترجمہ کر کے کتابی شکل دے دی ہے۔ جس میں کہیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ مختلف کارڈوں پر مشتمل سیٹ کا ترجمہ ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ ذوق اس میں ضرور دلچسپی لیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۵ھ)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ اِرشاد اَحمد دیوبندی۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: افضل لائبریری،

ظاہر پیر، ضلع رحیم یار خان، صوبہ پنجاب، پاکستان۔

یہ کتابچہ حافظ صاحب کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر وقتاً فوقتاً لکھے گئے۔ آخر میں ایک مضمون (صفحہ: ۶۹ سے آخر تک) ''علمائے دیوبند بآستانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے، جو علمائے دیوبند کی حبِ نبوی کا مظہر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۲ھ)

ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جناب محمد حسام اللہ شریفی۔ صفحات: ۴۸۔ بلا قیمت۔ ناشر: اسلامی اکادمی، پاپڑ منڈی، لاہور نمبر ۷۔

یہ ایک تقریرِ سیرت ہے، جس میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جذباتِ عقیدت پیش کیے گئے ہیں۔ فاضل مصنف نے اس میں غیر مسلم شہادتوں کے اہم اقتباس بھی پیش کیے ہیں، اور صحیح اتباع کی طرف بھی راہنمائی فرمائی ہے۔ آخر میں ۲۵ اَحادیثِ مقدسہ مع ترجمہ وتشریح پیش کی گئی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۸۷ھ)

سیرتِ طیبہ

الحاج منشی امیرالدین۔ صفحات: ۵۱۶۔ قیمت: ۱۸/۰۰ روپے۔ پتا: ناظم مدرسہ تعلیم القرآن، نواں شہر، ملتان۔

سیرتِ طیبہ کے لذیذ وشیریں تر موضوع پر ہزاروں بندگانِ خدا نے قلم اُٹھایا اور اپنی اپنی بساط کے مطابق حکمت ودانش کے موتی جمع کیے۔ زیرِ نظر کتاب بھی سیرتِ طیبہ کا جامع مرقع ہے، کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مؤلف نے مندرجہ ذیل اُمور کا بطورِ خاص اہتمام کیا ہے: اوّل:... مندرجات مستند کتابوں سے لیے ہیں۔ دوم:... زبان بڑی سلیس، عام فہم اور سادہ مگر شیریں ہے۔ ہر باب کے آخر میں بطورِ خلاصہ ان اسباق ونتائج کی نشان دہی کی گئی ہے جو اُمت کو سیرتِ مقدسہ کے اس حصہ سے حاصل کرنے چاہئیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۵ھ)

حیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جناب ڈاکٹر ایوب صاحب۔ صفحات: ۲۲۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ تنویر القرآن، اُردو بازار، لاہور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ایک ایسا خوش گوار موضوع ہے کہ اس پر سینکڑوں نہیں، ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ زیرِ نظر ''سیرت'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا جامع مرقع ہے، جس میں مکی و مدنی زندگی کے سوانح کو ترتیب سنین پر مرتب کیا گیا ہے۔ مزید برآں ص:۱۵۷ سے ص:۱۶۸ تک حیاتِ طیبہ کے سنین وسوانح کا خاکہ ایک جدول کی شکل میں پیش کیا گیا ہے، اور اُمت کو حیاتِ طیبہ سے جو سبق حاصل کرنا چاہیے، اس کو بھی تفصیل سے لکھا ہے۔ ص:۲۱۸ پر اَزواجِ مطہرات کے ضمن میں ''ماریہ قبطیہ (رضی اللہ عنہا)'' کا نام بھی درج ہے، یہ صحیح نہیں۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی نہیں، باندی تھیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

سیرتِ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر غلام احمد حریری۔ صفحات: ۳۸۰۔ قیمت: ۷۵ روپے۔ پتا: کتاب مرکز، بھوانہ بازار، فیصل آباد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو جو شانِ محبوبیت حاصل ہے، اس کا اندازہ خود کلامِ الٰہی "لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ أسوۃ حسنۃ"(۱) (اور بلاشبہ تمہارے لیے اللہ کے رسول کی ذات میں اُسوۂ حسنہ ہے) سے لگایا جاسکتا ہے، پھر اس سے بڑھ کر ارشادِ باری: "قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ"(۲) (فرما دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو پھر میری اِتباع کرو تب اللہ بھی تم کو محبوب رکھیں گے) میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور تعلق کا معیار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو قرار دیا۔ ان تصریحات کی روشنی میں واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اِتباع اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوبیت کی کلید و مفتاح ہے۔ اسی شانِ محبوبیت کے پیشِ نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل اور ہر اَدا کو

---

(۱) الاحزاب:۲۱

(۲) آل عمران:۳۱

جاں نثاروں نے نہ صرف محفوظ کرلیا، بلکہ نقشِ قلب کرلیا، اور عشاق نے ہر دور میں اپنی اپنی بساط و طاقت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح سے تلبس کر کے حلقۂ عشاق میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کرنا چاہی۔

زیرِ نظر کتاب بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو دراصل حافظ ابنِ کثیرؒ کی تصنیف "الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول" کا اُردو ترجمہ ہے، جسے جناب پروفیسر غلام احمد حریری نے اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے: جس میں حصہ اوّل سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و غزواۃ: اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی اور آپ کی نبوّت کے اعلام و خصائص کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور دُوسرے جزء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اخلاق اور خصائص وغیرہ، اولاد و ازواجِ مطہرات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ)

آؤ مدینہ چلیں!

حافظ نذر احمد (پرنسپل شبلی کالج، لاہور)۔ صفحات: ۱۰۸۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: مسلم اکادمی ۱۸/۲۹، محمد نگر، علامہ اِقبال روڈ، لاہور۔

دارِ محبوب (فداہ ابی و امی و روحی و جسدی صلی اللہ علیہ وسلم) سے واپسی پر بعض حضرات کی کیفیت تو یہ ہوتی ہے۔

قلم بشکن، سیاہی ریز و کاغذ
حسن ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

اور

آنجا کر ادماغ کہ پرسد ز باغباں
گل چہ گفت و بلبل چہ شنید و صبا چہ کرد

تاہم بعض باہمت حضرات ایسے بھی ہیں جو "سفرِ حجاز" کی رُوئیداد مرتب کرلاتے ہیں، یوں پہلوں کا عشق اگر لازم ہے تو ان کا متعدی ہوجاتا ہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں فاضل مرتب نے حجازِ مقدس کے دس سفرناموں کا (جن میں ایک خود ان کا اپنا ہے) دلچسپ خلاصہ اِقتباساتی شکل میں پیش کیا ہے، جس سے

عازمینِ حجاز بہت کچھ رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

طوبیٰ

پروفیسر ہارون رشید۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: ہارون اکیڈمی: ۲۹۴/۸، محمد مصطفیٰ کالونی، بلاک ایم، سیکٹر ساڑھے گیارہ، اورنگی ٹاؤن، کراچی نمبر ۴۱۔

خوب صورت نام کی خوب صورت کتاب حمد و نعت اور منقبت پر مشتمل ہے، جس میں حمد باری تعالیٰ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح پر بہترین، سادہ، پُرکشش نعت گوئی اور شعری مجموعوں کے علاوہ یارِ غار حضرت سیدنا صدیقِ اکبرؓ، سیدنا فاروقِ اعظمؓ، حضرت عثمانِ غنیؓ، سیدنا علی المرتضیٰؓ، اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تک کی شان میں قصیدے پیش کیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ)

تذکارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جناب حکیم محمد سعید صاحب۔ صفحات: ۱۷۵۔ قیمت: ٦ روپے۔ پتا: ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن، کراچی۔

یہ ان مقالات کا مجموعہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر ''شامِ ہمدرد'' کی مختلف مجالس میں پڑھے گئے اور جن میں چوٹی کے دانش وروں نے حصہ لیا۔ بعض جزوی آرا سے قطع نظر مقالات فکر انگیز اور معلومات افزا ہیں اور جناب حکیم محمد سعید صاحب کی یہ کوشش مستحقِ تحسین و تبریک ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۲ھ)

اَحمدِ مرسل

پتا: گورنمنٹ بوائز سیکنڈری اسکول، ناظم آباد نمبر ۱، کراچی۔

سیرت طیبہ کے مختلف عنوانات پر متعدد طلبہ کے مقالات کا مجموعہ۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان و شوال ۱۳۹۴ھ)

شانِ سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

جناب عبدالرزاق جانگڑا (ایم اے علوم اسلامیہ)۔ صفحات: ۳۰۰۔ قیمت: ۱۲۵ روپے۔ پتا: سعد عبدالرزاق، ۶۸/۳، سی پی برار سوسائٹی، کراچی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت، تعلق دُنیا و آخرت کی سعادت کی کلید اور شفاعت نبوی کا باعث ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ کی سیرت و سوانح اُمت مسلمہ کے لیے زادِ راہ اور متاع حیات ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ سے راہنمائی حاصل کرنا حکم ربانی اور فرمان الٰہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عقیدت و محبت کے تعلق کو اُجاگر کرنا ہر مسلمان کے دل کی خواہش اور مقصود و مراد ہے، کیونکہ ہر آدمی چاہتا ہے کہ میری کسی بھی درجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جائے اور میں بھی "خریدارانِ یوسف" میں سے محشور ہو جاؤں۔

اس جذبہ کے تحت ہمیشہ سے اکابر علمائے اُمت اور مصنفین کا معمول رہا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح لکھ کر اپنا رشتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُستوار کرتے رہے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح پر لکھی گئی ہے۔ کتاب اپنے موضوع پر نہایت سلیقہ اور شستہ انداز سے مرتب کی گئی ہے، عنوانات نہایت سلیقہ سے قائم کرکے سیرت و سوانح کو ایک سلسلہ میں پرو دیا گیا ہے۔ کتاب کے اکثر مآخذ اکابر علمائے دیوبند کی تصنیفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی مساعی جمیلہ کو قبول فرماکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ)

رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر جی سنگھ دارا (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، ایڈیٹر انڈیا، لندن)۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۶۰ روپے۔ پتا: سیرت اکیڈمی، ۳۲/۱ے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، پاکستان۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور صداقت و امانت کا آفتاب نیم روز جلوہ گر ہوا تو پوری

کائنات اس کی نورانی کرنوں سے بہرہ ور ہوئی۔ اپنوں کے ایمان ویقین میں اضافہ ہوا تو اغیار بھی اس سے متأثر اور مسحور ہوئے، اور "والفضل بما شهدت به الاعداء" کے مصداق دُنیائے کفر کے بہت سے بے تعصب اور غیر جانب دار مفکر بھی نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکمال اور صداقت ودیانت اور امانت ومتانت کے نہ صرف قائل ہوئے، بلکہ اُس کا برملا اعتراف بھی کیا۔

یہ کتاب بھی اِسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے جو ایک سکھ پروفیسر کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت ہے۔ مؤلف موصوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانحی خاکہ کو اس انداز سے مرتب کیا ہے کہ بعض مقامات پڑھتے ہوئے جذبات پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض بعض مقامات پر اُن سے تسامح ضرور ہوا ہے۔

کتاب کے شروع میں جناب حفیظ جالندھری، مؤرّخِ اسلام حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی اور جناب مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہم اللہ جیسی ہستیوں کی تقریظ ہے، جس سے کتاب کے بارہ میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

شروع میں "مرحبا" کے عنوان سے برادرم جناب مولانا حافظ عبدالرشید اَرشد زید مجدہٗ کا تعارف ہے۔ کتاب کیا ہے؟ موتیوں کا ایک حسین گلدستہ ہے! کمپیوٹر کی کتابت، عمدہ طباعت اور رنگین کی تجلید نے اس کی عظمت ورفعت میں اضافہ کر دیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ)

اِیمان کی جان؛ شہد سے میٹھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام

جناب مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی۔ صفحات: ۵۱۲۔ قیمت: ۹۰ روپے۔ پتا: مکتبہ انوارِ مدینہ، جامع مسجد صدیق اکبر، محلہ صدیق آباد، (اپر چنی) مانسہرہ، سرحد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو تو آدمی مؤمن نہیں کہلا سکتا، اور نہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت وتقرّب حاصل کر سکتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"لا يؤمن احد كم حتى أكون احب اليه من والده وولده والناس أجمعين." (۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس محبوبیت ومرجعیت پر فائز فرمایا، اس کی اس کائنات میں مثال نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی اصل، اسلام کا شعار اور محبوبیتِ خداوندی کی نشانی اور

(۱) متفق عليه، مشكاة المصابيح، ص: ۱۲، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی

علامت ہے، جس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع کا سرمایہ نہیں، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔
یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے اپنے انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہارِ محبت کرتا ہے اور محبوبِ ربّ العالمین کی شفاعت کی تمنا کرتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں جناب مؤلف نے آنحضرت صلی اللہ وسلم کی محبوبیت اور کائنات کی اسی محبت کی داستان رقم کی ہے، چنانچہ اس کتاب میں تین ابواب ہیں: پہلے باب میں کائنات کی مختلف اشیاء پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدرتی طور پر نمودار ہونے کے واقعات کی نشان دہی کی گئی ہے، جب کہ اسی باب میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مفتیٔ اعظم پاکستان نوّر اللہ مرقدہٗ کے رسالہ ''شہادتِ کائنات'' کو بھی بعینہٖ درج کردیا گیا اور ''عظمتِ صحابہ کرامؓ: جس کا ذکر آسمانوں میں'' کے عنوان سے ۳۸ صفحات کا ایک مضمون بھی درج ہے۔ دُوسرے باب میں ''عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چند کرنیں'' کے عنوان سے مختلف مضامین کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ جب کہ تیسرے باب میں مختلف زبانوں میں پیش کیے گئے خراجِ عقیدت بصورتِ نعت کو جمع کرکے بہترین منتخب نعتوں کا مجموعہ اکٹھا کردیا گیا ہے۔ افسوس! کہ اتنی بڑی کتاب کی کوئی فہرست وغیرہ نہیں ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۱۵ھ)

حضورِ پُرنور (صلی اللہ علیہ وسلم) اور چار زندہ نبی (علیہم السلام)

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت درج نہیں۔ ملنے کا پتا: کتب خانہ سروری، واہگہ، ضلع لاہور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ پر بحث۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

تذکرۃ الانبیاء علیہم السلام (اُردو، ۲ جلد)

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ۔ صفحات: ۱۰۳۹۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، پاکستان چوک، کراچی نمبر۱۔

حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے مختصر و مطول تذکروں کی تعداد ڈیڑھ صد سے بھی زیادہ ہے، مگر ان میں سے کچھ کی زبان مشکل ہے تو کسی کے سمجھنے کے لیے علم وعرفان کی ضرورت ہے، اور ان میں اکثر ایسے ہیں جن میں افسانوی رنگ آمیزی اور اسرائیلی روایات کی بھرمار ہے، اس لیے ان میں یہ تمیز کرنا مشکل ہے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے؟

محقق علماء میں سے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی قدس سرہٗ نے ''قصص القرآن'' کے عنوان سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے نہایت مستند قصص کا بیان نہایت ہی تفصیل سے قلم بند فرمایا۔ وہ اپنی جگہ ایک اہم تحقیقی دستاویز ہے، مگر اُس کی زبان عالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بلند پایہ تفسیر کا ایک حصہ ہے، اُس کا ارتقائی اُسلوبِ بیان، تشریحاتِ قرآن کے سوا دیگر کتب سماوی کے تعارضات، موازانہ ومحاکمہ، اور قصص کے بصائر کا معیار اِس قدر اُونچا ہے کہ اِس سے عوام الناس کا استفادہ کرنا مشکل ہے، اِس کے علاوہ اِس کی اُردو اب اِس قدر پُرانی ہو چکی ہے کہ بعض اوقات قاری کسی واقعہ کے ضمن میں اُلجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ عامۃ المسلمین کو انبیاء علیہم السلام کے مفصل تذکروں پر مشتمل ایک صحیح اور مستند ذخیرہ مہیا کیا جائے تا کہ جہاں وہ روایتی غلط شائع شدہ کتب کے پڑھنے سے محفوظ رہ سکیں، وہاں وہ صحیح معلومات حاصل کر کے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عقیدت ومحبت کے تعلق کو مستحکم کر کے اپنے ایمان کو جلا بخش سکیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب کو! جنہوں نے نہایت عرق ریزی سے یہ کام اپنے ذمہ لگا کر نہایت خوش اُسلوبی سے سرانجام دیا۔ وہ اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں؟ اِس کا اندازہ تو قارئین کو کتاب پڑھنے پر ہوگا، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اِس میں دو باتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے: ایک تو آسان اور عام فہم انداز، اور دُوسرے صحیح اور مستند واقعات کا اندراج۔

کتاب کا پہلا حصہ حضرت آدم علیہ السلام کے مقدس تذکرہ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام انبیاء علیہم السلام کے تفصیلی احوال وواقعات پر مشتمل ہے۔

کتاب کا دُوسرا حصہ مستقل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک تذکرہ پر مشتمل ہے، جس کا عنوان بھی ''تذکرہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم'' رکھا گیا ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تریسٹھ سالہ زندگی کو نہایت ہی پیارے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اِس محنت وکوشش کو باعثِ نجات بنائے، آمین یا ربّ العالمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۸ھ)

قصص النبیین (عربی، کامل تین حصے)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ۔ صفحات: ۶۴، ۶۰، ۱۲۸۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی، ساہیوال۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا معروف رسالہ جو موصوف نے بچوں کی ابتدائی عربی تعلیم کے لیے تحریر فرمایا تھا، بچوں کی نفسیات کے مطابق، عبارت آسان، الفاظ ہلکے پھلکے، جملے مختصر، زبان بڑی پیاری، واقعات بالکل سچے اور نصیحت وعبرت کا مرقع۔ پہلے حصہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف (علیٰ نبینا وعلیہما السلام) کا قصہ۔ دُوسرے میں حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت صالح (علیٰ نبینا وعلیہم السلام) کا واقعہ۔ اور تیسرے میں حضرت موسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہ السلام) اور فرعون کی داستان۔

یہ رسالہ بہت سے مدارس میں درسی ہے اور ماشاء اللہ! بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے نہایت مفید اور کارآمد۔ ناشرین نے اسے بچوں کے ذوق کے مطابق بڑا خوش نما چھاپا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۳۹۴ھ)

* * *

تذکرہ حضراتِ صحابہ واہلِ بیت رضی اللہ عنہم

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شانِ اَصحابِ رسول (رضی اللہ عنہم)

پروفیسر حافظ عبدالمجید۔ صفحات:۲۵۶۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ رضوان، محلہ عثمان آباد، چکوال، ضلع جہلم صوبہ پنجاب، پاکستان۔

اِمامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیفات خصوصاً مکتوباتِ شریفہ میں حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارہ میں جو تحقیقات آئی ہیں، وہ آبِ زَر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ جناب مؤلف نے ان تمام جواہر پاروں کو زیرِ نظر رسالہ میں جمع کردیا ہے۔ آخر میں اہلِ سنت والجماعت کی حقانیت کے بارہ میں حضرت مجددؒ کے اِفادات دے دیے گئے ہیں اور شروع میں حضرت مجدد رحمہ اللہ کے حالات پر ایک مبسوط مقدمہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۴ھ)

مناقبِ صحابہؓ

ڈاکٹر محمد اِسماعیل میمن مدظلہٗ خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ۔ صفحات:۱۸۹۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ مدنیہ، ۱۷/اُردو بازار، لاہور، پاکستان۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدسی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا ناقل اور محافظ منتخب فرمایا اور ختمِ نبوّت کے باعث خلافتِ نبوّت کا اِعزاز بھی اُن کے حصہ میں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے اُن سے بغض رکھنے کو کفر سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا: ''**لیغیظ بھم الکفار** ....الخ''(۱) اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہؓ کو نشانہ نہ بنانا، جس نے اُن سے محبت رکھی، اُس

(۱) الفتح:۲۹

نے مجھ سے محبت رکھی اور جو اُن سے بغض رکھتا ہے، وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ (۱)

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رشکِ ملائک جماعت کا یہ فضل و کمال - جو درحقیقت اسلام کا شرف و مقام تھا - یہود و نصاریٰ سے برداشت نہ ہوا اور روزِ اوّل سے ہی مختلف حیلوں اور بہانوں سے شکوک و شبہات پیدا کر کے اُن کی مطہر اور پاکیزہ سیرت کو ناقابلِ اعتماد کرنے اور صاحبِ قرآن سے اعتماد اُٹھانے میں مصروف رہے اور شومیٔ قسمت کہ عوام الناس کا ایک معتدبہ حصہ ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھتا رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں مؤلف موصوف نے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب و فضائل بیان فرما کر اپنی قلبی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایمانی تعلق کو واضح فرمایا ہے۔ کتاب میں نہایت سلیقہ کے ساتھ قرآن و حدیث اور اکابر علمائے اُمت کی تصریحات کی روشنی میں حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقام و مرتبہ کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ کتاب ہر اعتبار سے قابلِ مطالعہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ)

سیرۃ الصدیقؓ

مولانا مفتی محمد صابر، کراچی۔ صفحات: ۳۴۴۔ قیمت (غیر مجلد): ۶ روپے۔ پتا: جناب مولانا محمد شاکر صاحب، سعود آباد، ملیر کالونی، ایس ۲۲/۷/۲، کراچی۔

''سیرۃ الصدیقؓ'' سیّدنا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی جامع اور مفصل سوانح حیات ہے۔ مصنف محترم کی کوشش یہ ہے کہ سیرتِ صدیقؓ کے کسی دور کا کوئی گوشہ تشنہ نہ رہے، اور قدیم و جدید، موافق و مخالف تمام مآخذ سے جتنا مواد فراہم ہو سکے، کر دیا جائے۔ غالباً اُردو میں یہ اپنے موضوع کی سب سے ضخیم، مفصل اور محققانہ کتاب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ)

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ، ایم اے۔ صفحات: ۴۵۴۔ قیمت: ۳۳ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، مراد اسٹریٹ، متصل پاکستان چوک، کراچی۔

(۱) مشکاۃ المصابیح، ص: ۵۵۴، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و اخلاق اور خلافت کے حالات پر مشتمل بیسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، جس کا تعارف لوح کتاب پر ان الفاظ میں درج ہے:

"خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نہایت مفصل و مبسوط تذکرہ جس میں آپ کے ذاتی حالات و سوانح، عظیم الشان کارناموں، دینی اور سیاسی خدمات جلیلہ، اخلاق و مکارم اور عہدِ صدیقی کے تمام چھوٹے بڑے واقعات کے علاوہ اس دور کے اہم دینی، سیاسی، فقہی اور تاریخی مباحث و مسائل پر بڑی جامعیت اور تحقیق سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔"

اُمید ہے اہلِ علم حضرات اس کی پذیرائی میں بخل سے کام نہ لیں گے۔ کتاب ہر اعتبار سے جامع، مکمل اور دیدہ زیب ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۴۰۷ھ)

مناقبِ صدیقِ اکبرؓ

جناب حافظ محمد فاروق خاں سعیدی۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۴ روپے۔ پتا: ادارۂ تبلیغ اہلِ سنت، محلہ جال شیخ موسیٰ، اندرون پاک گیٹ، ملتان۔

اہلِ حق کا عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وارضاہ تمام انسانوں سے افضل ہیں، (شیعوں کے علی الرغم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر ائمۂ اہلِ بیت بھی اس عقیدہ کا اعلان فرماتے تھے)۔ زیرِ نظر مجموعہ میں فاضل مرتب نے بیالیس (۴۲) شعراء کی چھپن (۵۶) نظمیں جمع کی ہیں، جس کا مجموعی تاثر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب اور اوصاف و کمالات کا ذکر بالخیر اور آپ کی بارگاہِ عالی میں نذرانۂ عقیدت ہے۔ فاضل مرتب جزائے خیر کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اہلِ سنت کے گل ہائے عقیدت کا حسین گلدستہ بڑی محنت و سلیقہ سے مرتب کیا ہے۔ بعض اشعار لائقِ اصلاح و تأویل ہیں، مثلاً:

خدا کی قسم! بعد ذاتِ پیمبر
جہاں بھر سے بہتر ہیں صدیقِ اکبر(۱)

"ذاتِ پیمبر" سے اگر مطلق انبیاء مراد ہیں تو صحیح ہے، اور اگر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ

(۱) ص: ۳۲

اطہر مراد ہے تو تاویل و اصلاح کی ضرورت ہے۔ اسی طرح دُوسرے مصرعہ میں ''جہاں بھر'' کا لفظ بھی محتاج اصلاح ہے۔

رسولوں کے ہادی شفیع الوریٰ ہیں
اماموں کے رہبر ہیں صدیقِ اکبرؓ(۱)

شاعر کی مراد یہ ہے کہ حضرت شفیع الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کے امام ہیں، اور انبیاء کے ماسوا تمام پیشوایانِ دین کے امام صدیقِ اکبرؓ ہیں۔

جہاد و سفر میں، حریم حرا میں
انیسِ پیمبر ہیں صدیق اکبرؓ(۲)

شاعر ''حریم حرا میں'' سے واقعہ ہجرت کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہے، جیسا کہ اس کے ایک اور شعر میں یہی مضمون ہے:

غارِ حرا میں جان کی بازی
اپنے نبی پر تم نے لگادی(۳)

مگر یہ واقعہ غارِ حرا نہیں، غارِ ثور سے متعلق ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

خلافتِ صدیقِ اکبرؓ اور تحریکِ ختمِ نبوّت

حافظ ارشاد احمد دیوبندی۔ صفحات: ۶۲۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: افضل حق لائبریری، ظاہر پیر، ضلع رحیم یار خان۔

زیرِ نظر کتابچہ مؤلف موصوف کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کارناموں پر وقتاً فوقتاً لکھے گئے اور ہفت روزہ ''لولاک'' میں قسط وار شائع ہوتے رہے۔ موصوف کی کوشش قابلِ قدر ہے۔ کتاب کے پڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہؓ کے ہاں ناموسِ رسالت کی حفاظت کو کس قدر اہمیت حاصل تھی! یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کسی چیز کی پروا کیے بغیر مرتدین اور منکرینِ ختمِ نبوّت سے برسرِ پیکار ہوگئے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی رواداری سے کام نہ لیا۔

(۱، ۲) ص: ۳۲ (۳) ص ۳۳

اَندازِ بیان شستہ، آسان اور عام فہم ہے، کتابت وطباعت بھی معیاری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۵ھ)

جامع الآراء فی مراتب الخلفاء

جناب مولانا سیّد لعل شاہ بخاری۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: ۶/۵۰ روپے۔ پتا: مدنی مسجد، لائق علی چوک، واہ کینٹ۔

زیرِ نظر کتابچہ فاضل مؤلف کی کتاب ''الشیخین المعظمین'' کا دیباچہ ہے، جس میں فرقوں کا تعارف، تفضیل کے اُصول وقواعد اور مراتب ودرجات کی تشریح کرنے کے بعد اکابرِ اُمت کی شہادتوں سے واضح کیا گیا ہے کہ حضراتِ شیخین (سیّدنا ابوبکر الصدیق اور سیّدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہما) کی افضلیت قطعی ہے، اُن کے بعد حضرت عثمان اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ وجوہم کا مرتبہ ہے۔ یہی اہلِ سنت کا عقیدہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۹ھ)

ثانی اثنینؓ

مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: ۸ روپے۔ پتا: مکتبہ اہلِ سنت وجماعت، ۳۸۶ قاسم آباد، لیاقت آباد، کراچی۔

مولانا شرر مرحوم ماضی قریب کے نامور ادیب تھے، ناول نگاری میں ان کا خاص شہرہ تھا، اور سوانح نویسی ان کا پسندیدہ موضوع تھا۔ موصوف نے ''حضرات خلفائے راشدینؓ'' کے یومِ وفات پر مقالات لکھ کر بزمِ اَحباب میں سنانے کا سلسلہ شروع فرمایا تھا۔ زیرِ نظر رسالہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی تھی، جس میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے حالات، (ولادت سے وفات تک) آپ کے کارنامے، آپ کا اندازِ حکمرانی اور آپ کے اخلاق وشمائل کو اِختصار وجامعیت کے ساتھ بڑی خوب صورتی سے قلم بند کیا گیا ہے۔ رسالہ پر جناب ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کا فاضلانہ مقدمہ ہے، جس میں کتاب اور صاحبِ کتاب کا اچھا تعارف آگیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۵ھ)

حیاتِ فاروقِ اعظمؓ

تصنیف: امام ابن جوزی۔ ترجمہ: شاہ حسن عطا۔ صفحات: ۴۵۰۔ قیمت: ۴۰ روپے۔
پتا: قاضی حمید الدین ناگوری اکیڈمی، ۱۲۳۰/۹، دستگیر، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت پر حافظ جمال الدین ابوالفرج بن جوزیؒ کی کتاب سب سے زیادہ جامع اور مستند ہے اور بعد کے مؤرخین بیشتر اسی سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہمارے ملک کے معروف ادیب جناب شاہ حسن عطا مرحوم نے اسے اُردو میں منتقل کیا ہے۔ فاضل مترجم کی محنت لائق صد تشکر ہے، لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ ترجمہ میں ادبیت پر کچھ زیادہ ہی زور دیا گیا ہے، جس سے ترجمہ بے کیف ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کے ساتھ فاضل مترجم نے کہیں کہیں اپنی طرف سے بھی ''پیوند کاری'' فرمائی ہے، جسے حاشیہ کے بجائے متن میں شامل کر دیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ)

عثمان ذُوالنورینؓ

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ، ایم اے۔ صفحات: ۳۲۲۔ قیمت: ۳۳ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، پاکستان چوک، مراد اسٹریٹ، کراچی۔

بلاشبہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت تاریخ اسلام میں جس درجہ اَہم اور عظیم الشان ہے، اسی درجہ اُن کا واقعہ شہادت اسلام کا سب سے بڑا المیہ ہے۔

حیرت و تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ سبائی تحریک کی اُڑائی ہوئی دُھول اور پروپیگنڈا نے ایسا اَثر دکھایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عظمت سے مرعوب منافقانہ ذہنیت نے اُن کی قدآور شخصیت پر جو کیچڑ اُچھالا تھا، اس سے اکثر مؤرخین اور اَربابِ قلم بھی متاثر ہوئے، اور بعض دریدہ دہن مصنفین نے اسی پروپیگنڈا سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُن کی شخصیت پر ناروا اعتراضات کیے۔ موجودہ دور کے ایک نام نہاد محقق نے بھی کچھ اسی نوعیت کی ''دادِ تحقیق'' دی جس سے ایک صحابیٔ رسول سے بدظنی پیدا ہوتی ہے، اور کسی صحابیٔ رسول بلکہ خلیفۂ راشد کے بارہ میں ذہن میں بدظنی پیدا ہونا سلبِ ایمان کا باعث ہے۔ اسی لیے ضرورت تھی کہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذاتِ عالی پر ایسی جامع اور محققانہ کتاب لکھی جائے جس میں اس قسم کے تمام اعتراضات کا جائزہ لے کر حقائق کو واضح کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا سعید احمد

اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو جنہوں نے اِس اَہم علمی، تحقیقی و تاریخی خدمت کو سرانجام دے کر اُمتِ مسلمہ پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔

لوحِ کتاب پر اِس اَہم دستاویز کا تعارف اِن الفاظ میں کرایا گیا ہے:

''خلیفۂ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا نہایت مفصل اور مبسوط تذکرہ؛ جس میں آپؓ کے ذاتی حالات وسوانح، عظیم الشان ذہنی وسیاسی اور اِصلاحی کارناموں اور خدماتِ جلیلہ کے علاوہ، اُس عہد میں جو فتنہ پیدا ہوا، اُس کے اسباب وعلل اور اس سلسلہ کے تمام واقعات وحوادث پر نہایت جامع اور محققانہ بحث وگفتگو کر کے احقاقِ حق کیا گیا ہے۔''

ہمارے خیال میں یہ کتاب ہر سنی مسلمان کے گھر ہونی چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۰ھ)

شہادت کیوں اور کیسے؟

ڈاکٹر احمد حسین کمال۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۱ روپیہ۔ پتا: مجلس عثمان غنی، ۱۲۷/A ۵۸، کورنگی نمبر ۶، کراچی، نمبر ۳۱۔

خلیفۂ مظلوم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات بلاسند وحوالہ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

حضرت علیؓ اور حضراتِ خلفائے راشدینؓ

تالیف: ڈاکٹر بشار عواد معروف۔ اُردو ترجمہ: مولانا ڈاکٹر عبد الرزّاق اسکندر۔ صفحات: ۵۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ بینات، علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ، کراچی۔

''مقدمہ''

حق تعالیٰ اپنے لطف واحسان سے جس کو جو نعمت چاہتے ہیں، عطا فرما دیتے ہیں ''واللّٰہ یختص برحمتہ من یشاء۔''

انبیاء علیہم السلام کے بعد رُوئے زمین کا سب سے زیادہ خوش قسمت گروہ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی جماعت ہے، جنہیں ان ناسوتی آنکھوں سے سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا کی

زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ وہ دولتِ کبریٰ ہے جو بعد کے کسی ولی وقطب اور غوث وابدال کو نصیب نہیں ہوسکی۔ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان ہی کی جماعت ہے جسے ارادۂ ازلیہ نے پوری کائنات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ورفاقت اور اسلام کی نصرت وحمایت کے لیے منتخب فرمایا، جسے "رضي الله عنهم ورضوا عنه" کے تاجِ کرامت سے سرفراز فرمایا، جسے پوری دُنیا کی امامت کے منصب پر فائز فرمایا اور جسے بعد کی اُمت کی سیادت وقیادت کا شرف بخشا۔

یہی حضرات نبوتِ محمدیہ (علیٰ صاحبها الصلاة والسلام) کے عینی شاہد اور نزولِ قرآن کے چشم دید گواہ ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دُنیا سے تشریف لے گئے تو انہی حضرات کو اسلام اور قرآن کے پاسبان بنا کر گئے، یہی حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد کی پوری اُمت کے درمیان واسطة العقد ہیں، اگر اس درمیانی کڑی کو درمیان سے نکال دیا جائے تو بعد کی اُمت اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یکسر کٹ جاتی ہے۔

یہی حضرات ہیں جن کے ایمان واسلام کو دُوسروں کے لیے معیار قرار دیا گیا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

"وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ"(۱)

"اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ۔"

"فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا"(۲)

"سو اگر وہ بھی اسی طریق سے ایمان لے آویں جس طریق سے تم (اہلِ اسلام) ایمان لائے تب تو وہ بھی راہِ (حق) پر لگ جاویں گے۔"

یہی حضرات ہیں جن کے متبعین بالاحسان سے رضائے الٰہی اور جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، ارشادِ باری ہے:

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ."(۳)

"اور جو مہاجرین اور انصار ایمان لانے میں سب سے سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ اُمت میں) جتنے لوگ اِخلاص کے ساتھ اُن کے پیرو ہیں، اللہ اُن سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی

(۱) البقرۃ:۱۳

(۲) البقرۃ:۱۳۷

(۳) التوبۃ:۱۰۰

ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ایسے باغیچے مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔''

یہی حضرات ہیں جن کے اِجماع کو حجتِ قاطعہ قرار دیا گیا ہے اور جن کی راہ چھوڑ کر چلنے والوں کو ''فی النار و السقر'' ٹھہرایا گیا ہے، اِرشادِ خداوندی ہے:

''وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا''(۱)

''اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اُس کو اَمرِ حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دُوسرے رستہ ہولیا، تو ہم اُس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اُس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے جانے کی۔''

یہی حضرات ہیں جن کو ''خیرِ اُمت'' کا خطاب دیا گیا، جیسا کہ فرمانِ اِلٰہی ہے:

''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ''(۲)

''تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔''

یہی حضرات ہیں جن کے اِستخلاف فی الارض اور ان کے دِین کو جو کہ پسندیدۂ خداوندی ہے، زمین میں جما دینے کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا''(۳)

''تم میں جو لوگ اِیمان لاویں اور نیک کام کریں، اُن سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ اُن کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ اُن سے پہلے (اہلِ ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی، اور جس دِین کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے پسند کیا ہے (یعنی اِسلام) اُس کو اُن کے (نفع آخرت) کے لیے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو اَمن سے بدل دے گا۔''

قرآنِ کریم نے شہادت دی ہے کہ ان حضرات کے درمیان کوئی عداوت و دُشمنی نہیں، بلکہ وہ آپس میں

(۱) النساء:۱۱۵
(۲) آلِ عمران:۱۱۰
(۳) النور:۵۵

رحیم وشفیق تھے۔ ارشادِ باری ہے: ''رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ''[1] (وہ آپس میں نہایت رحم دِل ہیں)۔

لیکن قرآنِ کریم کے اعلان کے علی الرغم منافقوں کا ایک ٹولہ یہ پروپیگنڈا کرتا ہے کہ دو چار کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم -نعوذ باللہ- مرتد تھے، آلِ رسول (رضی اللہ عنہم) کے دُشمن تھے، اُنہوں نے علی رضی اللہ عنہ کا حقِ خلافت غصب کرلیا تھا، وغیرہ وغیرہ۔

یہ منافق ٹولہ نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا، اسلام کا اور قرآن کا دُشمن ہے بلکہ یہ ٹولہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی دُشمن ہے (جن سے عقیدت ومحبت کا بظاہر دعویٰ کرتا ہے)۔

اس مختصر سے رسالہ میں تاریخی دلائل وشواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ دُشمنانِ صحابہ کا یہ نظریہ -کہ صحابہ کرام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دُشمن تھے- قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے، کیونکہ فریقین کے ذکر کردہ تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ:

۱:... حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم (ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے اور اُن کے کمالات کے معترف تھے۔

۲:... حضرت علی رضی اللہ عنہ اِن اکابر کی تعریف میں رطب اللسان اور اُن کے مقام ومرتبہ وافضلیت کا اعلان فرماتے تھے۔

۳:... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کی اولاد نے اِن اکابر کے خاندان میں رشتے ناطے کیے۔

۴:... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے نام اِن اکابر کے نام پر رکھے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بھی اِن اکابر کے ناموں سے برکت حاصل کرنے کا سلسلہ جاری وساری رہا۔

۵:... حضرت علی رضی اللہ عنہ اِن اکابر کے وزیر ومشیر تھے اور اہم اُمور میں آپ نے اِن اکابر کو نہایت اخلاص ومحبت سے ایسے اَہم اور زرّیں مشورے دیئے، جن کو اسلامی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

یہ تمام حقائق اِس اَمر کی قطعی دلیل ہیں کہ حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے تعلقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (کہ وہ خود بھی خلیفۂ راشد ہیں) نہایت خوش گوار بلکہ لائقِ رشک تھے۔ اس لیے جو لوگ حبِ علی کی نقابِ تقیہ اوڑھ کر اکابر صحابہؓ کے خلاف زہر پھیلانا چاہتے ہیں، ان حقائق کے مطالعہ سے ان کے تمام حربے کند ہوجائیں گے۔

زیرِ نظر رسالہ عراق کے مشہور عالم ڈاکٹر بشار عواد معروف نے تصنیف فرمایا ہے، اس رسالہ کی افادیت کے پیشِ نظر رفیقِ محترم جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر زید مجدہم نے اس کو عربی سے اُردو میں نقل

(۱) محمد:۲۹

فرمایا۔ حق تعالیٰ رسالہ کے فاضل مصنف اور ترجمہ نگار کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اُنہوں نے ایک اہم موضوع پر قلم اُٹھا کر اُمت کی رہنمائی فرمائی۔ اہلِ شوق کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

رحماء بینهم (حصہ سوم)

حضرت مولانا محمد نافع صاحب (جامعہ محمدی شریف، جھنگ)۔ صفحات: ۲۱۰۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔ پتا: شعبۂ تصنیف و تالیف، جامعہ محمدی شریف، ضلع جھنگ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عموماً اور حضرات خلفائے ثلاثہؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خصوصاً ایک خاص مکتبِ فکر نے دو متخالف اور متخاصم گروہوں میں بانٹ رکھا ہے۔ اس مکتبِ فکر کی تعلیم یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین؛ اہلِ بیتِ نبوی (علیٰ صاحبہا وآلہ الصلوٰۃ والسلام) کے دُشمن تھے اور حضرات خلفائے راشدینؓ؛ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خون کے پیاسے تھے۔ جب کہ یہ نظریہ ''دو دونی پانچ'' کی طرح غلط ہے، عقل و منطق کی رُو سے بھی، حقائق و واقعات کے اعتبار سے بھی، اور قرآن و سنت کی شہادت کے لحاظ سے بھی...! اس لیے مدّت سے خیال تھا کہ جو حضرات اہلِ بیتؓ سے محبت کا دَم بھرتے اور صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ سے بغض و عناد رکھتے ہیں، اُنہی کے لٹریچر سے ان اکابرؓ کی باہمی اُلفت و محبت کے شواہد تلاش کیے جائیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مولانا محمد نافع صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اُن کی زیرِ نظر تالیف اِسی خیال کا حسین مظہر ہے۔

مولانا نے اس تالیف کو صدیقی، فاروقی، عثمانی؛ تین حصوں پر تقسیم کیا ہے اور ہر حصہ (جو الگ الگ جلدوں میں ہے) پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر حصہ عثمانی کے پہلے باب میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے خاندانی و نسبی تعلق کا خاکہ پیش کیا گیا ہے، اور اس میں دونوں خاندانوں کے سات رشتے ذِکر کیے گئے ہیں۔ دُوسرے باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور اُنہیں بجان و دِل خلیفہ تسلیم کرنے کا ذِکر ہے۔ تیسرے باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اور اُن کے اَخلاف و اَمجاد (رضی اللہ عنہم) کی زبان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب مذکور ہیں۔ چوتھے باب میں چھ عنوان ہیں:

۱:...اُمورِ خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تعاون۔

۲:...عثمانی خلافت میں ہاشمی حضرات کے عہدے اور مناصب۔

۳:... ہاشمی حضرات کا عثمانی عدالت سے رُجوع کرنا۔
۴:... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہاشمی حضرات کا اعزاز واکرام۔
۵:... عثمانی خلافت میں ہاشمی حضرات کا جہاد وغزوات میں شریک ہونا۔
۶:... ہاشمیوں کے لیے عثمانی عطیات۔

پانچویں باب میں محاصرۂ عثمانی کے دوران کے وہ واقعات مذکور ہیں جن سے دونوں حضرات کے باہمی تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔

قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ کو "رحماء بینھم" (آپس میں شفیق) فرمایا ہے، اور یہ پوری کتاب جو فریقین کی کتابوں کے حوالوں سے مرصع ہے، گویا اس ارشادِ الٰہی کی ایمان افروز تفسیر ہے، اس لیے اس کا نام بھی بہت حسین اور اِسم با مسمّٰی ہے۔ حضرت مؤلف کا اُسلوب سہل اور سادہ، کلام مناظرانہ نہیں بلکہ محققانہ ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

مسئلۂ اقرباءنوازی

حضرت مولانا محمد نافع صاحب (جامعہ محمدی شریف، جھنگ)۔ صفحات: ۴۰۸۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔ پتا: جامعہ محمدی شریف، ضلع جھنگ۔

زیرِ نظر کتاب حضرت مصنف کی کتاب "رحماء بینھم" (حصہ سوم) کا تتمہ ہے۔ دورِ قدیم وجدید کے باطل پرستوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ناروا اعتراضات کیے ہیں، اُن میں سے بدترین اعتراض آپ پر خویش پروری اور اَقربا نوازی کا اِلزام ہے۔ جن لوگوں نے یہ اِعتراض تصنیف کیا، اُن کا مقصد اُن مفسد بلوائیوں کی کارگزاری کو برحق ثابت کرنا تھا، جنھوں نے خلیفۂ مظلوم کے خونِ ناحق میں اَپنے ہاتھ رنگین کرکے اپنے لیے دوزخ کا اور اُمت کے لیے فتنوں کا دروازہ کھول دیا۔

جناب مصنف نے اس کتاب کو بھی (اصل کتاب کی طرح) اِبتدائی تمہیدات کے بعد پانچ اَبواب پر تقسیم کیا ہے اور ہر باب کا عنوان "بحث" تجویز کیا ہے۔

پہلی بحث میں اُنھوں نے عثمانی خلافت کے اُمراء، والیوں اور منصب داروں کی فہرست پیش کرکے بتایا ہے کہ ان میں صرف پانچ چھ آدمی ایسے ہیں جن کو حضرت عثمانؓ کے اَقارب میں شمار کیا جاتا ہے، اور جن کا نام لے کر حضرت عثمانؓ پر اَقرباپروری کی تہمت دھری جاتی ہے۔ بارہ سالہ طویل وعریض حکومت میں

منصب داروں کی جو تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہوگی، اگر اُس میں پانچ چھ نام خلیفہ کے اہلِ خاندان کے بھی آجائیں تو کیا دُنیا کا کوئی عقل مند اِس کو خویش پروری کہہ سکتا ہے؟ جب کہ دُوسرے خاندانوں کا حصہ کسی طرح کم نہیں۔

دُوسری بحث میں ان پانچ چھ اَشخاص کو تاریخ کی میزان میں تول کر دِکھایا گیا ہے کہ آیا ان حضرات کو حضرت عثمانؓ نے جس منصب کے لیے منتخب کیا، وہ اُس کے اہل بھی ثابت ہوئے یا نہیں؟ (واضح رہے کہ ان میں پانچ حضرات صحابیؓ ہیں، اور مروان بن حکم وفاتِ نبوی کے وقت ہشت سالہ تھے، مگر لقاء ورُؤیت ثابت نہیں)۔

تیسری بحث میں یہ بتایا ہے کہ اہلِ قرابت اور قرابت کا تصوّر ہی بعد کے ذہن کی پیداوار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں دیکھا یہ جاتا تھا کہ کس کام کے لیے کون موزوں ہے؟ یہ نہیں دیکھا جاتا تھا کہ جس شخص کو منتخب کیا جارہا ہے، وہ کہیں خلیفہ کا اہلِ قرابت تو نہیں؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ سعادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اہلِ قرابت کو عہدے دیئے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مشہور ہے کہ وہ اپنے اہلِ قرابت کو عہدے نہیں دیتے تھے، حالانکہ ان کے عہد میں بھی دیئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفۂ راشد ہونا تو فریقین کو مسلّم ہے، اُنہوں نے بھی اپنے اہلِ قرابت کو خدمات پر مامور فرمایا۔ پس اگر یہ چیز موجبِ اِعتراض ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں ہی کیوں ہے؟ لگانے والوں کو اَقربانوازی کا اِلزام ان تمام حضرات پر لگا کر اَپنا نامۂ اَعمال سیاہ کرلینا چاہیے تھا...!

چوتھی بحث میں ''اَقربا کے لیے مالی عطیات'' کے اِلزام کا تجزیہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ کذبِ خالص اور صریح بہتان ہے۔ بیت المال میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی ایسا تصرف ثابت نہیں۔

پانچویں اور آخری بحث میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، سلف صالحین رحمہم اللہ اور بزرگانِ دِین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت وحکومت کو ان تمام شوائب سے مبرا سمجھتے تھے، جو اُن کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔

یہ کتاب (اپنی اصل کی طرح) بڑے متین اور ٹھوس دلائل سے آراستہ ہے، اور خوشی کی بات یہ ہے کہ مصنف کا قلم رافضی غلو کا بھی تریاق ہے اور ناصبی غلو کا بھی۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

بناتِ اَربعہ؛ یعنی چار صاحب زادیاں

حضرت مولانا محمد نافع صاحب (جامعہ محمدی شریف، جھنگ)۔ قیمت (مجلد): ۵۰ روپے۔
پتا: مکہ بکس، بخشی اسٹریٹ، متصل چوک، اردو بازار، لاہور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے محبت وعقیدت جزوِ ایمان ہے۔ لیکن اہلِ بیت کون ہیں؟ ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ ''اہلِ بیت'' کا مفہوم صرف چار افراد تک محدود ہے۔ یعنی ایک صاحب زادی (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا)، ایک داماد (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) اور دو نواسے (حضرات حسنین رضی اللہ عنہما)۔ اس نظریہ کا نتیجہ یہ ہے کہ:

الف:... اَزواجِ مطہراتؓ جن کو قرآنِ کریم میں ''یا اھل البیت''(۱) سے خطاب کرکے اُن کی کامل تطہیر کا وعدہ کیا گیا ہے، قرآنی تصریح کے علی الرغم انہیں ''اہلِ بیت'' کے مفہوم سے خارج کردیا گیا اور اُن کو کسی اِحترام کا مستحق نہیں سمجھا گیا۔ حالانکہ قرآنِ کریم میں اُن کو ''اُمہاتُ المؤمنین'' قرار دے کر تمام اہلِ ایمان کے لیے حد درجہ لائقِ اِحترام قرار دیا گیا ہے۔(۲)

ب:... قرآنِ کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد صاحب زادیوں کی صراحت کی گئی ہے: "یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک"(۳) لیکن اس گروہ نے قرآنِ کریم کے صریح اعلان کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باقی تین بہنوں کا نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹ ڈالا اور اُنہیں کسی عزّت واِحترام کا مستحق نہیں سمجھا۔

ج:... قرآنِ کریم نے اَصحاب النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) خصوصاً مہاجرین واَنصار کے فضائل ومناقب بیان فرمائے اور اُن کی پیروی کو شرطِ ایمان ونجات قرار دیا "والذین اتبعوھم باحسان"،(۴) لیکن اس گروہ نے ایک داماد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور اُن کے دو چار رُفقاء کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی خویش واَقارب، مہاجرین واَنصار اور پوری جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو (نعوذ باللہ) ظالم وخائن اور منافق وبے ایمان قرار دے کر اُن سے براءت کا اِظہار کردیا۔

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حبِ اہلِ بیت کے پردہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت، آپ صلی

(۱) الاحزاب:۳۳
(۲) دیکھیے: الاحزاب:۶
(۳) الاحزاب:۵۹
(۴) التوبہ:۱۰۰

اللہ علیہ وسلم کے خویش واَقارب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَعوان واَنصار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُفقا ومصاحبین کے ساتھ دُشمنی کا یہ مظاہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کس قدر تکلیف دہ اور ایذا رساں ہوگا! اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حبِ اہلِ بیت کے اُن برخود غلط دعویداروں سے کس قدر بے زار ہوں گے، جنہوں نے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو معاف کیا، نہ بیٹیوں کو چھوڑا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش واقارب اور رُفقاومصاحبین کا کوئی لحاظ کیا...!

زیرِ نظر کتاب اِسی گروہ کی اِصلاح کے لیے لکھی گئی ہے، جس میں قرآنِ کریم، اَحادیثِ صحیحہ اور فریقین کے اکابر کی تصریحات سے ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحب زادیاں تھیں: حضرت زینب، حضرت رُقیہ، حضرت اُمِّ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ نیز اِن چاروں کے حالات وسوانح مستند مآخذ سے جمع کیے گئے ہیں، اور ہر صاحب زادی کے بارہ میں فریقِ مخالف کے شبہات واوہام کو دلائل کی روشنی میں رفع کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر رسائل تو متعدّد لکھے گئے ہیں، لیکن یہ کتاب اپنی متانت وجامعیت کے لحاظ سے منفرد ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مولانا محمد نافع صاحب (جھنگ)۔ صفحات: ۷۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکہ بکس، ۵ بخشی اسٹریٹ، متصل چوک اُردو بازار، لاہور۔

زیرِ نظر رسالہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والدین کریمین حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت ہند بن عتبہ (رضی اللہ عنہما) کے مناقب وفضائل اور ان کے مخلصانہ کارنامے حدیث وسیر کے مستند حوالوں سے جمع کردیئے گئے ہیں، جو ان حضرات کی عظمت وشہامت پر وقیع دلیل ہیں، اور اس ضمن میں جو شبہات لوگوں کو پیش آتے ہیں، اُن کا ازالہ کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ)

مندرجہ بالا کتب کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد نافع صاحب سے ہونے والی خط وکتابت

پہلا خط:

''محترم ومعظم مولانا محمد نافع زیدت معالیہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

(باقی اگلے صفحے پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) .... "رحماء بینھم" اور "مسئلہ اقربا نوازی" کا ایک ایک نسخہ موصول ہوا، اوّل الذکر کو تو ایک ہی دن میں ختم کرکے دَم لیا، دُوسری کا دوتہائی پڑھ چکا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ نے بڑی متانت و اعتدال کے ساتھ لکھا ہے، جس میں نہ کسی کی دل آزاری ہے، نہ مسلکِ اہلِ حق سے انحراف، اور سب سے بنیادی نکتہ جس پر نظر مرکوز رہی ہے "قبائلی تعصب سے اِس معاشرہ کا پاک ہونا!" یہ ہر جگہ نمایاں ہے۔ فجزاکم اللّٰہ احسن الجزاء!

قاضی ابوبکر بن العربی کو بعض لوگوں نے نواصب میں شمار کیا ہے، اگرچہ امام ربانی مجدد الف ثانی کا ان سے استشہاد کرنا کافی ضمانت ہے، تاہم بہتر ہوتا کہ ان کے حوالوں کے ساتھ تائیدی حوالے بھی نقل کردیئے جائیں!

آپ کی کتابیں کیا کراچی میں دستیاب ہیں؟ ہیں، تو کہاں سے ملیں گی؟ دعواتِ صالحہ کی درخواست ہے۔ تبصرہ کے بارہ میں حکم کی تعمیل ہوگی۔ ان شاء اللہ!

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۰۱/۸/۲۳ھ"

دُوسرا خط:

"حضرت مخدوم و مکرم (مولانا محمد نافع) زیدت مکارمہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب کی دونوں کتابوں کا تعارف رمضان، شوال ۱۴۰۱ھ کے پرچہ میں شائع ہوا ہے، وہ پرچے بھجوا رہا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہٗ جناب کے علوم و معارف میں برکت فرمائے۔ رافضیوں کی ایک کتاب "مناظرۂ بغداد" کے نام سے شائع ہوئی ہے، کتاب کیا چھوٹا سا رسالہ ہے، مگر بڑا گندا۔ جناب کی نظر سے گزرا ہوگا، کوئی صاحب مثبت انداز میں اس کا جواب لکھ دیں تو بہت اچھا ہو۔ دعواتِ صالحہ کا خواست گار ہوں۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۰۱/۱۱/۸ھ"

حضرت مولانا محمد نافع صاحب کا خط:

"صاحب العز والافتخار حضرت مولانا لدھیانوی صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاجِ گرامی! تسلیماتِ مسنونہ کے بعد معروض ہے کہ کتاب "بناتِ اَربعہ" کے دو عدد نسخے جناب کی خدمت میں "بینات" میں تبصرہ کے لیے ۲۴/مارچ ۱۹۸۵ء مطابق ۲/رجب ۱۴۰۵ھ کو اِرسال کیے تھے۔ اُمید قوی ہے کہ آنجناب نے از راہِ کرم نوازی تعارف شائع فرمایا ہوگا۔ چونکہ "بینات" یہاں نہیں آتا، اس لیے عرض ہے جس پرچہ میں "بناتِ اربعہ" پر تبصرہ کیا گیا ہو، اس کی ایک کاپی برائے نوازش میرے نام ارسال فرمادیں اور پرچہ کی قیمت بیان فرمادیں، اس کے عوض ٹکٹ ڈاک اتنی مقدار ارسال کردیئے جائیں گے۔ گزارش منظور فرمادیں، مہربانی ہوگی۔ حضرت محترم مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب کی خدمت میں ہدیہ سلام عرض ہے۔

نوٹ: کتاب ہٰذا ایک رافضی مبلغ خادم حسین وزیرآبادی کی کتاب "الاصول فی توحید بنت الرسول" کے جواب میں بندہ نے مرتب کی ہے، لیکن اُس کا نام نہیں ذکر کیا۔ مزید اس کتاب کے متعلق لائقِ مشورہ اور قابلِ اصلاح کوئی چیز ہو تو اُس سے بلاتکلف مطلع فرمادیں۔ آئندہ طبع میں اُس کا تدارک اِن شاء اللہ! کردیا جائے گا۔ جواب کے لیے لفافہ ڈاک پیشِ خدمت ہے۔

والسلام مع طلب الدعا

ناچیز دعاجو محمد نافع عفا اللہ عنہ"

حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق

مولانا محمد تقی عثمانی۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت (مجلد): ۱۰/۵۰ روپے۔ پتا: ادارۃ المعارف، دار العلوم کورنگی، کراچی، نمبر۱۴۔

مولانا مودودی کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کے جس حصہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر رکیک حملوں کا طومار باندھا گیا ہے، برادرم مولانا محمد تقی عثمانی نے اس پر مفصل علمی وتنقیدی جائزہ تحریر کیا، جو ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی میں کئی قسطوں میں شائع ہوا، اور علمی حلقوں میں پسند کیا گیا۔ جناب ملک غلام علی صاحب نے مولانا مودودی صاحب کی طرف سے قبل اَز وقت اس کا جواب لکھنا شروع کیا جو ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' لاہور میں سال بھر چھپتا رہا۔ مولانا محمد تقی عثمانی نے جناب ملک صاحب کے جواب الجواب میں ''البلاغ'' کا خاص نمبر محرم الحرام ۱۳۹۱ھ میں شائع کیا۔

مولانا محمد تقی عثمانی کے یہ دونوں قیمتی مقالے زیرِ نظر کتاب میں یکجا کردیے گئے ہیں۔ مزید افادہ کے لیے ''حضرت معاویہؓ شخصیت وکردار اور کارنامے'' کے عنوان سے ایک تیسرے مقالہ کا اِضافہ کردیا گیا ہے، جو مولانا محمود اشرف عثمانی کے قلم سے ہے اور جس میں حضرت معاویہؓ کے فضائل ومناقب اور سیرت وسوانح کو اچھے سلیقہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ مولانا محمد تقی عثمانی کی یہ تحقیقی کتاب اُن کے محاسن میں سے شمار ہوگی اور ایک منصف مزاج قاری کے اِطمینان کے لیے کافی وشافی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۲ھ)

سیّدنا اُمیر معاویہؓ کا مقام

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ایک روپے پچیس پیسے۔ پتا: مکتبہ مدینہ، مسجد اقصیٰ، بادشاہی روڈ، کراچی۔

یہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے قلم سے تین سوالوں کا جواب ہے:

۱:... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والا کیسا ہے؟

۲:... کیا احادیث سے ثابت ہے کہ جب دو خلیفے قتل کریں تو ایک ملعون ہے؟

۳:... کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے قتل کیا؟

جواب کی ثقاہت وافادیت کے لیے حافظ ابنِ تیمیہؒ کا نام سند ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ عربی سے اُردو ترجمہ کس نے کیا؟

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ)

تذکرۂ کاتبِ وحی سیدنا معاویہؓ

مولانا قاری قیام الدین الحسینی۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ادارۂ نشر واِشاعت اسلامیات، پنڈ دادن خان، ضلع جہلم۔

"تقریظ"

قرآنِ کریم اور اَحادیثِ شریفہ میں حضرات صحابہ کرامؓ کے بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں۔ اس لیے ان اکابر کے ساتھ عقیدت ومحبت تقاضائے ایمان ہے، اور ان سے بغض وعداوت: علامتِ نفاق ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ عقیدۂ سلفیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"وحبهم دين وايمان واحسان وبغضهم نفاق وطغيان۔"(۱)

"صحابہ کرامؓ سے محبت دین وایمان اور احسان ہے، اور ان سے بغض نفاق وطغیان ہے۔"

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

"ومن احسن القول في اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وازواجه واولاده فقد برىء من النفاق۔"(۲)

"جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَصحاب واَزواج اور اولاد سے حسنِ عقیدت رکھے اور بھلی بات کہے وہ نفاق سے بَری ہے۔"

صحابہ کرامؓ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے گوناگوں فضائل وکمالات کی وجہ سے ممتاز ہیں، اجتہادی رائے کی بنا پر ان کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان مشاجرات کی نوبت آئی۔ اس لیے شیعہ اور ان کے ہم نواؤں نے طعنِ صحابہؓ کے لیے ان کی ذاتِ گرامی کو زینہ کے طور پر استعمال کیا، اور اُن کے حق میں یاوہ گوئی کر کے اپنے نفاق وطغیان کا مظاہرہ کیا۔ بہت سے خام فہم اہلِ قلم نے بھی ان کی عظمت وجلالت کو ملحوظ نہیں رکھا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اور

(۱) ص:۳۲
(۲) ص:۳۳

کارناموں کی اِشاعت کی جائے تاکہ اہلِ فہم کو ان کے مقام و مرتبہ سے آگاہی ہو۔ اس سلسلہ میں ہمارے محترم جناب مولانا قیام الدین صاحب نے یہ کتاب تالیف فرمائی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اُن کی اس خدمت کو شرفِ قبول نصیب فرمائیں اور اہلِ اِسلام کو اس سے مستفیض فرمائیں۔ وللّٰہ الحمد اوّلاً و آخراً!

تذکرۂ کاتبِ وحی سیّدنا معاویہؓ

مولانا قاری قیام الدین الحسینی۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ نشر و اشاعت اسلامیات، پنڈ دادن خان، ضلع جہلم۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کو بلا اِمتیاز و تخصیص اپنی رضا و رضوان کا باعث و سبب قرار دیا ہے، جس میں کسی پہلے اِیمان لانے اور بعد والوں کی کوئی قید نہیں، چنانچہ اِرشادِ خداوندی ہے:

"والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجري تحتها الانهار خالدين فيها ابدًا ذلك الفوز العظيم."(۱)

"اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے، اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ، اللہ راضی ہوا اُن سے، اور وہ راضی ہوئے اس سے، اور تیار کر رکھے ہیں ان کے واسطے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں، رہا کریں انہی میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی کامیابی۔"(۲)

اللہ تعالیٰ کے ہاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کا یہ مقام ہے، لیکن اِسلام دُشمن "صحابہ دُشمنی" کے عنوان سے مسلمانوں کو ان نفوسِ قدسیہ سے بدظن کرکے اِسلام و اِیمان سے محروم کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ وہ اپنے مذموم مقاصد کے لیے اکابر صحابہؓ اور خصوصاً حضرت معاویہؓ پر کیچڑ اُچھالتے رہتے ہیں، اور ان کے اس پروپیگنڈا سے بعض خام فہم اہلِ قلم اور اہلِ اِیمان بھی متأثر ہوئے۔ ضرورت تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات کی روشنی میں مرتب کیا جائے، جس سے اہلِ اِیمان کے قلوب کو شفا اور اہلِ زیغ و ضلال کو اس عنوان سے سوچنے کا موقع ملے۔

جناب مولانا قیام الدین صاحب نے اس مقصد کے لیے ماشاء اللہ! زیرِ نظر مبسوط و مفصل کتاب

(۱) التوبۃ: ۱۰۰

(۲) ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ۔

ترتیب دی ہے، جس کے تعارف کے لیے جناب حضرت سید انور حسین نفیس رقم الحسینی شاہ صاحب کی تقریظ کے یہ الفاظ سند کا درجہ رکھتے ہیں کہ:

''قاری صاحب نے یہ رسالہ حق و اعتدال کے دائرہ میں رہ کر بہت مدلل لکھا ہے اور صحیح روایات اس میں نقل فرمائی ہیں۔ اُمید ہے کہ یہ رسالہ اہلِ سنت کے بعض مسموم ذہنوں کے لیے تریاق ثابت ہوگا۔''(۱)

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے قاری صاحب کو کہ موصوف نے اس کتاب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمتِ شان و جلالتِ قدر کو مدِنظر رکھتے ہوئے اِفراط و تفریط سے ہٹ کر اِعتدال کی راہ اپنائی ہے۔ اُمید ہے اہلِ علم اور اہلِ سنت اس کی پذیرائی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۲ھ)

سیّدنا حضرت امیر معاویہؓ

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی، ایم اے۔ صفحات: ۹۴۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، مرکزی جامع مسجد حویلیاں، ضلع ایبٹ آباد، جدون بک ڈپو، حویلیاں۔

زیرِنظر رسالہ بقولِ مؤلف:

''نہ تو حضرت معاویہؓ کی مکمل سیرت پر مشتمل ہے، اور نہ ہی آپ پر لگائے گئے الزامات کا مکمل جواب ہے، مگر آپ کے ذاتی محاسن و کمالات کا مختصر تعارف ضرور ہے۔ جس میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ اس رسالہ کو پڑھنے کے بعد ان سے ایسی گہری عقیدت و محبت پیدا ہو جائے کہ کوئی مسلمان ان کے خلاف کسی بھی لفظ کو سننے کے لیے تیار نہ ہو۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۴ھ)

الصواعق المحرقة

الشیخ المحدث احمد بن حجر الهيتمی المکی۔ صفحات: ۳۶۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: کتب خانہ مجیدیہ، بیرونِ بوہڑ دروازہ، ملتان۔

(۱) ص: ۱۹

شیخ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۷۴ھ) کا اِسم گرامی ان اکابرِ اُمت کی فہرست میں شامل ہے، جنھیں اپنے دور میں اُمت کی اِصلاح وتربیت اور قیادت وسیادت کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی تمام تصنیفات نہایت مفید اور اَہم موضوعات پر ہیں۔ چنانچہ یہ کتاب ''الصواعق المحرقة'' حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب اور اُن کی خلافت کی حقانیت کے موضوع پر بے نظیر سمجھی گئی ہے، جس کے غیر متعصبانہ مطالعہ سے شیعہ روافض کے تمام وساوس کافور ہوجاتے ہیں۔ خود مصنف علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں:

"فجاء كتابا في فنه حافلاً...... ومهذا قاصمًا لحجج المبطلين واعناق شرار المبتدعين الضالين، لما اشتمل عليه من البراهين العقلية والادلة الواضحة المنقحة النقلية، التي يعقلها العالمون، ولا ينكرها الا الذين هم بآيات الله يجحدون."

یہ کتاب دسویں صدی ہجری کے وسط میں لکھی گئی تھی، جب کہ دُنیا ابھی آمد ورفت اور نشر واِشاعت کے نئے ذرائع سے آشنا نہیں تھی، مگر اِس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ خود مصنف کی زندگی میں اس کے بے شمار نسخے تیار ہوئے اور دُور دراز علاقوں اور ملکوں تک منتقل ہوگئے، مثلاً: اقصائے مغرب، ماوراء النہر، سمرقند، بخارا، کشمیر وغیرہ، ہندوستان اور یمن۔ (۱)

کتاب کے ساتھ مصنف ہی کے قلم سے ایک رسالہ شامل ہے جو سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب اور اُن کی خلافت کی حقانیت پر مشتمل ہے، اور جس میں مصنف نے ان تمام اِعتراضات کا شافی جواب دیا ہے جو سیّدنا معاویہؓ پر رافضی حلقوں کی جانب سے کیے جاتے ہیں۔

دراصل سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس پر طعن (جس میں بہت سے احمق اہلِ سنت بھی مبتلا ہوجاتے ہیں) حضراتِ خلفائے راشدینؓ پر طعن کا مقدمہ ہے، ان پر اِعتراض دراصل قرآنِ کریم اور سنتِ نبویہ کو مشکوک کرنے کی سازش ہے، اس لیے شیخ اِبنِ حجر مکیؒ کے یہ دونوں رسالے بہت قابلِ قدر ہیں اور حرزِ ایمان بھی...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۸ھ)

شہیدِ کربلاؓ: المعروف ''فاطمہ کا چاند''

مولانا عبدالصمد رحمانی، بہار، انڈیا۔ صفحات: ۲۳۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ،

(۱) ص: ۲۳۶

قاری منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

سبطِ رسول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سانحہ ''واقعہ کربلا'' کے نام سے تاریخ کا ایک المناک حادثہ ہے، جو استدادِ زمانہ کے باوجود آج بھی تازہ ہے۔ ''شہیدِ کربلا'' کے عنوان سے متعدد کتب و رسائل شائع ہو چکے ہیں، زیرِ نظر رسالہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس میں مؤلف موصوف نے بلاشبہ صحیح تاریخی حقائق کو آسان اُردو کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ کتابچہ اپنے اختصار کے باوجود حقائق کے متلاشی قارئین کی تسکین کا باعث ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۶ھ)

شہادتِ حسینؓ

مولانا حافظ حکیم عبدالشکور مرزا پوری۔ صفحات: ۷۶۔ قیمت: ۳ روپے۔ ناشر: ادارہ تحفظِ ناموسِ اہلِ بیت، پاکستان۔

حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کا واقعہ اسلامی تاریخ کا نہایت المناک سانحہ ہے، آج جس طرح اہم حوادث کے لیے اعلیٰ سطح کے تحقیقاتی کمیشن بٹھائے جاتے ہیں اور وہ حادثہ کے تمام اطراف و جوانب کی تحقیق و تفتیش کے بعد اس کے اسباب و علل، اور اس میں ملوث افراد کی نشان دہی کرتے ہیں، ٹھیک اس انداز میں زیرِ نظر رسالہ میں مؤلف مرحوم نے تفصیل سے بتایا ہے کہ شہادتِ حسینؓ کے اسباب و علل کیا تھے؟ اور اس کی تمام تر ذمہ داری کن لوگوں پر عائد ہوتی ہے؟ جنہوں نے غلط واقعات کی تخلیق کرتے ہوئے سیدنا حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دی، اور جب وہ ان کی حمایت و نصرت پر اعتماد کرتے ہوئے عازمِ کوفہ ہوئے تو یہی لوگ لشکر کی شکل میں امامِ مظلوم سے نبرد آزما ہوئے، وہ کون تھے...؟

اس سلسلہ میں مصنف نے تاریخی شہادتوں کے علاوہ قاتلوں کی شہادتیں، مقتول کا بیان اور عینی شاہدوں کی شہادتیں نقل کی ہیں۔ اس رسالہ سے یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ایک خاص حلقہ کی جانب سے ''محبتِ اہلِ بیت'' کا جو نعرہ بلند کیا جاتا ہے، وہ محض نمائشی ہے، ورنہ ان کے اسلاف نے عملی طور پر ائمہ اہلِ بیت سے جو سلوک روا رکھا ہے، وہ نعرہ کی بالکل ضد ہے۔ ہماری پُرزور استدعا ہے کہ یہ رسالہ تمام اہلِ دانش کو پڑھنا چاہیے اور اس کے مندرجات پر عدل و انصاف سے غور کرکے صحیح فیصلہ کرنا چاہیے۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۵ھ)

قاتلانِ حسینؓ کی خانہ تلاشی

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ تحفظ حقوقِ اہلِ بیت، اے۲۱۹، سی بلاک، شمالی ناظم آباد، کراچی۔

یہ اِمامِ اہلِ سنت حضرت العلامہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کا مشہور رسالہ ہے، جس میں دو باب ہیں۔ پہلے باب میں مستند کتابوں کے حوالوں سے بتایا گیا ہے کہ:

۱:...وہ کون لوگ تھے جنہوں نے سیّدنا علی (کرم اللہ وجہہ) کو اِس قدر ستایا کہ آپ نے اُن سے فرمایا: ''تم نے میرا دِل پیپ سے بھر دیا اور میرا سینہ غصہ سے لبریز کر دیا۔ تُف ہے تم پر! میں تمہیں سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا ہوں!''

۲:...جن کو شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے نافرمان، بے وفا، بزدل، خائن، مفسد، حیلہ ساز، بدعہد، بداِعتقاد، بے غیرت وغیرہ وغیرہ کے اوصاف سے موصوف فرمایا۔

۳:...جنہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مال واسباب لوٹا، اُن کی حرموں کے پازیب تک اُتار لیے، اور اُن کو قتل کرانا چاہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اُن کو بددُعائیں دیں اور بجائے اُن کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ناموسِ اہلِ بیت کا محافظ فرمایا۔

۴:...جن کو حضرت زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے غدار و مکار کا لقب دیا، اور اہلِ بیت سے اُن کی عداوت کا شکوہ کیا۔

۵:...جنہوں نے حضرت باقر رحمہ اللہ تعالیٰ کو ''پیرِ بے دماغ'' کہا۔

۶:...جنہوں نے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ پر لعنت کی، اُن کو قتل کے لیے پکڑ کر لے گئے اور اِمام نے اُن کو ملعون، کذّاب اور مفتری ٹھہرایا۔

۷:...جنہوں نے حضرت اِمام رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کو قتل کیا۔

دُوسرے باب میں باحوالہ بتایا گیا ہے کہ وہ کون تھے جنہوں نے نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی، جب وہ تشریف لائے تو یہی لوگ اُن سے برسرِ پیکار ہوئے، اُنہیں خاک وخون میں تڑپایا، آپؓ کو شہید کرنے کے بعد اُنہیں ندامت ہوئی، کوفہ میں محفلِ ماتم برپا کی، اپنا نام ''توابین'' (توبہ کرنے والے) رکھا، بقولِ غالب۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!

وہ آج تک "قتل حسینؓ" پر نوحہ وشیون کرتے ہیں، مگر اُن کا یہ سنگین جرم معاف ہوا، نہ ہوگا۔ یہ معرکۃ الارا رسالہ بڑا دلچسپ، سنجیدہ، مدلل اور محققانہ ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۷ھ)

شہدائے کربلا پر اِفترا

حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ اہلِ سنت والجماعت۔ ۳۸۶، قاسم آباد، لیاقت آباد، کراچی۔

سبط النبی رضی اللہ عنہ کی کربلا میں شہادت ایک ایسا جگر گداز سانحہ ہے جس نے یزید کے نام کو ہمیشہ کے لیے گالی بنادیا ہے۔ عارف رُومیؒ کا یہ شعر کس کو یاد نہیں ۔

از بروں طعنہ زنی بر بایزید
وز درونت ننگ می دارد یزید

حمایتِ یزید کی جو تحریک جناب محمود احمد عباسی نے شروع کی تھی، اُس نے بزعم خود یزید کو فرشتہ صفت ثابت کرنے کے ہزار جتن کیے، لیکن "لن یصلح العطار ما افسده الدھر" یزید کی پیشانی سے قتلِ حسین کا داغ مٹا، نہ مٹے گا...! حامیانِ یزید کی بے بسی اس سے ظاہر ہے کہ وہ یزید اور عمالِ یزید کی معصومیت ثابت کرنے کے لیے نت نئے افسانے تراشتے ہیں، جن سے کسی اور کو تو کیا اطمینان ہو، شاید ان افسانہ تراشوں کا اپنا ضمیر بھی مطمئن نہیں، چنانچہ جناب محمود احمد عباسی نے تو یہ افسانہ تراشا تھا کہ:

> "عمر بن سعد کی ملاقات کے نتیجہ میں حضرت حسینؓ جب آمادہ ہوگئے کہ امیر المومنین (یزید) سے بیعت کرلیں، ان سے مطالبہ ہوا کہ دمشق تشریف لے جانے سے پہلے ہی ان کے نمائندہ کے ہاتھ پر یہیں بیعت کریں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ نے اس طرح بیعت کرنے اور ابن زیاد کو حاکم ماننے سے اِنکار کردیا کہ مجھ جیسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرلینے سے تو موت بہتر ہے۔ آپ کے اس اِنکار پر دُوسرا مطالبہ بمزید اِحتیاط یہ ہوا کہ وہ سب آلاتِ حرب اور ہتھیار جو حسینی قافلہ کے ساتھ ہیں، نمائندگانِ حکومت کے حوالہ کردیں۔ حکام کوفہ کے اس مطالبہ نے برادرانِ مسلم بن عقیلؓ کو۔ جو پہلے

ہی سے جوشِ انتقام سے مغلوب ہو رہے تھے۔ مشتعل کردیا، نیز ان کوفیوں کو بھی جو حسینی قافلہ میں شامل تھے۔ اُنہوں نے اس اشتعال کو اس شدت سے بھڑکایا کہ انتہائی ناعاقبت اندیشی سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر۔ جو ہتھیار رکھوانے کی غرض سے گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ اچانک قاتلانہ حملہ کردیا۔ آزاد محققین و مستشرقین نے بے لاگ تحقیق سے اسی بات کا اظہار کیا ہے کہ حکومت کے فوجیوں پر اسی طرح اچانک حملہ سے یہ حادثہ حزن پیش آ گیا۔"(۱)

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے معمولی عقل وفہم سے بھی نوازا ہو، وہ یہ سمجھنے میں ذرا بھی دِقت محسوس نہیں کرے گا کہ جناب عباسی صاحب کی خود تراشیدہ کہانی کا بین السطور خود ہی اس کی تردید کر رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ جناب عباسی کے مقلدین خود بھی اس پر مطمئن نہ ہو سکے اور انہیں ایک نئی داستان گھڑنے کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ ڈاکٹر احمد حسین کمال صاحب نے "داستانِ کربلا" کے نام سے ایک نئی "داستان" تصنیف فرمائی، جس کا خلاصہ موصوف ہی کے الفاظ میں یہ ہے:

"ساٹھوں کوفی (جو حسینی قافلہ کے ساتھ تھے۔ ناقل) یہ سمجھ گئے کہ اب حضرت حسینؓ کا ان کے قابو میں آنا مشکل ہے، لیکن ان سے جدا ہونا ابنِ زیاد کی گرفت میں پڑ جانا ہے، جو یقیناً عبرت ناک سزا دے کر رہے گا، ابنِ زیاد کا فوجی دستہ ساتھ میں....! اس لیے ان سب نے باہم صلاح ومشورہ کر کے عصر و مغرب کے درمیان کیمپ میں ہنگامہ برپا کرنے اور قافلۂ حسینی کے تمام افراد کو ہلاک کر کے رات کی تاریکی میں بھاگ کر نکل جانے کا منصوبہ بنایا۔

چنانچہ عصر کی نماز کے بعد یہ سب کے سب ایک دم حضرت حسینؓ اور ان کے اہلِ بیت کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت حسینؓ سمیت کئی افراد کو قتل کر ڈالا، خیمہ میں شور برپا ہو گیا، بچے عورتیں وغیرہ خیمہ سے باہر نکل آئے، کچھ دفاع اور جوابی کارروائی کرنے لگے، شور وغل اور ہنگامہ کی آواز دُور محافظ دستہ نے بھی سنی۔ حر، شمر اور عمر بن سعد حسینی کیمپ کی طرف دوڑے، شام کا جھٹپٹا ہو چکا تھا، ان سب نے اگرچہ تمام کوفیوں کو گھیر کر اور پکڑ پکڑ کر قتل کر ڈالا، ایک آدھ ہی بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو سکا، لیکن افسوس کہ اس دوران حضرت حسینؓ کئی زخم کھا کر شہید ہو چکے تھے۔ ان کے صاحب زادے علی اکبر اور عبداللہ بھی قتل ہو گئے تھے۔ حضرت حسنؓ کے تین صاحب زادے عبداللہ، قاسم، ابوبکر بھی قتل کر دیے گئے تھے۔ عبداللہ بن جعفر کے لڑکے عون اور محمد بھی مارے گئے تھے، اور حضرت عقیل کے چاروں لڑکے، جعفر، محمد، عبدالرحمٰن، عبداللہ اور عبداللہ ثانی بھی مارے جا چکے تھے، یعنی جب تک عمر بن سعد، شمر بن ذی

(۱) خلافتِ معاویہؓ ویزید، طبع چہارم، صفحہ: ۲۲۹ ملخصاً۔

الجوشن اور حر خاندانِ علیؓ کو کوفیوں کے حملہ سے بچانے کے لیے دوڑ کر پہنچے، اس خاندان کے اکیس افراد حضرت حسینؓ سمیت شہید کیے جاچکے تھے۔ حر بھی کوفیوں کو مارتے ہوئے ایک کوفی کے وار سے قتل ہو گئے۔''(۱)

اس ''داستانِ کمال'' کا ایک ایک حرف طبع زاد افسانہ ہے، جس میں شہید مظلوموں کو ''قاتل'' اور قاتلوں کو ''معصوم'' ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں اس خالص افترائی داستان کی دھجیاں اُڑائی گئی ہیں۔

چونکہ حامیانِ یزید کا اصل نشانہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ اُن کے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، یہ حضرات یزید کو تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر چلنے والا خلیفۂ راشد ثابت کرتے ہیں، چنانچہ جناب محمود احمد عباسی صاحب لکھتے ہیں:

''امیر یزید کو حکومت و سیاسی اُمور میں ہی حضرت فاروقِ اعظمؓ کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرزِ معاشرت میں بھی ان کی پیروی کرتے تھے۔''(۲)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''نظامِ خلافت بالکل اسی طرح برپا تھا جس طرح امیر یزید سے پہلے خلفاء کے زمانہ میں رہا۔''(۳)

لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حضرات خلیفۂ راشد تسلیم کرنے کے لیے بھی تیار نہیں! ان کے خیال میں حضرت علیؓ کو قاتلینِ عثمان نے خلیفہ بنایا تھا، اس لیے زیرِ نظر رسالہ میں خلافتِ مرتضوی پر بھی بہت عمدہ بحث کی گئی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس رسالہ کو شرفِ قبولیت نصیب فرمائے اور ان حضرات کو بھی فہمِ سلیم نصیب فرمائے جو حمایتِ یزید اور عداوتِ اہلِ بیت النبی میں اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ)

دفاعِ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ

مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب (اُستاذ حدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک)۔ صفحات: ۲۷۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک پشاور۔

---

(۱) شہدائے کربلا پر افتراء، ص ۱۱۰-۱۱۱

(۲) خلافتِ معاویہؓ و یزید، ص ۱۰۱

(۳) ص ۱۳۰

منکرینِ حدیث کو چونکہ اَحادیث کا اِنکار کرنا ہے، اِس لیے وہ ایسا ہر کام کرنے کو تیار ہیں جس میں اُن کا یہ مقصد حاصل ہو جائے، حتیٰ کہ اُن کو اگر حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم پر جرح و طعن کرنا پڑے تو وہ اس سے بھی نہیں چوکتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ عالی سے چونکہ اَحادیثِ نبوی کا بیشتر ذخیرہ مروی ہے، اِس لیے معتزلہ، روافض، منکرینِ حدیث اور مستشرقین کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ واسطہ کا بیر ہو گیا ہے، اِس لیے یہ بدباطن اور اشقیاء آپ رضی اللہ عنہ پر طرح طرح کے اِعتراضات کرکے اُمتِ مسلمہ کو تشکیک میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں، تاکہ "نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری" کے مصداق جب اُن کو ہی غیر ثقہ، مجروح ثابت کرلیں گے تو اُن سے منقول ذخیرۂ حدیث آپ سے آپ ہی غیر معتمد قرار پائے گا۔

زیرِ نظر کتاب میں جناب مؤلف موصوف نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات و صفات اور عظمت و رفعت کو نہایت ہی عمدگی سے نکھارنے کی کوشش فرماتے ہوئے بدباطن اشقیاء کی اُڑائی ہوئی دُھول کو صاف فرما کر حبِ صحابہ کا ثبوت دیا ہے۔ کتاب: ابواب، اِفتتاحیہ، پیش لفظ، تأثرات اور حرفِ اوّل پر مشتمل ہے۔ کتاب اپنی جگہ بہت ہی عمدہ ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ)

فتوحاتِ شام (پہلا ایڈیشن)

مولانا فضل محمد (اُستاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی)۔ صفحات: ۲۸۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ دعوۃ الاسلام، جامعہ یوسفیہ بنوریہ، شرف آباد، کراچی۔

"تقریظ"

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآنِ کریم کے اوّلین مخاطب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاواسطہ تلمیذ اور بعد کی پوری اُمت کے معلمِ اوّل ہیں۔ بعد کے لوگوں کو جو کچھ ملا اُنہی کے دم قدم سے ملا! اگر اِنسانی تاریخ میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرامؓ سے اعلیٰ و ارفع اور افضل و اکمل کوئی اور مخلوق ہوتی تو حق تعالیٰ شانہٗ اپنے محبوب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے مشرف کرنے کے لیے اسی کا اِنتخاب فرماتے، اور اسے مقامِ صحابیت پر فائز فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل ہیں، اور آپ کے اصحاب تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے اصحاب سے افضل الاصحاب ہیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ حق تعالیٰ شانہٗ کے اس ارشاد کا مصداق تھے:

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ط وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ"(۱)

''اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور اُن کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں، پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔ وعدہ ہو چکا اس کے ذمے پر سچا توراۃ میں اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ؟ سو خوشیاں کرو اس معاملے پر جو تم نے کیا ہے اس سے، اور یہی ہے بڑی کامیابی۔''(۲)

ان حضرات نے اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر دیا اور قیصر و کسریٰ کے تخت اُلٹ دیئے۔ ان کے مجاہدانہ کارناموں کو مؤرّخ شہیر علامہ محمد بن عمر والواقدی (۱۳۰ھ-۲۰۷ھ) نے "المغازی النبویة"، "فتوح الشام"، "فتوح العراق"، "فتح العجم"، "فتح مصر والاسکندریة" وغیرہ میں قلم بند کیا ہے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی نظر میں دُنیا کی زندگی کس قدر بے قیمت و بے وقعت تھی، ان کے لیے راہِ خدا میں جان کا نذرانہ پیش کرنا کتنا آسان تھا، انہوں نے اِعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جان و مال کی کیسی کیسی قربانیاں پیش کیں، وہ بے سروسامانی کے عالم میں کس قوتِ ایمانی کے ساتھ جابر طاغوتی طاقتوں سے ٹکرائے؟ اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کے اخلاص و ایمان کو کس قدر پذیرائی بخشی اور نصرتِ خداوندی کس طرح ان کے شاملِ حال رہی؟ بلاشبہ صحابہ کرامؓ کے یہ مجاہدانہ کارنامے ملتِ اِسلامیہ کا سرمایۂ حیات ہیں، جن کے پڑھنے سے ایمان کو جلا حاصل ہوتی ہے، اور دِینِ قیم کی صداقت کا اذعان و وجدان نصیب ہوتا ہے۔

ضرورت تھی کہ صحابہ کرامؓ کی ان فتوحات کو جدید سے جدید اُسلوب میں مرتب کر کے عام مسلمانوں تک پہنچایا جائے، تاکہ صحابہ کرامؓ کے سینوں کی یہ امانت (الجهاد فی سبيل الله) بھی آئندہ نسلوں تک منتقل ہو۔

رفیقِ محترم جناب مولانا فضل محمد صاحب زیدت مکارمہم نے اس ضرورت کا احساس فرمایا اور علامہ واقدیؒ کی ''فتوح الشام'' سے صحابہ کرامؓ کے چند ایمان افروز مجاہدانہ کارناموں کو پیشِ نظر مجالہ میں مرتب فرمایا اور بعض دیگر کتب سے بھی چند اہم واقعات کا انتخاب فرمایا۔ فجزاهم الله احسن الجزاء!

(۱) التوبۃ: ۱۱۱

(۲) ترجمہ شیخ الہندؒ

دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف سے جناب مؤلف کی اس محنت کو شرفِ قبول نصیب فرمائیں اور عام قارئین کے ساتھ اس ناکارہ رُوسیاہ کو بھی اپنے ان محبوب ومقبول بندوں کی محبت اور آخرت میں ان کی معیت ورفاقت نصیب فرمائیں۔ آمین یا رب العلمین!

ملکِ شام کی عظیم الشان فتوحات

اور صحابہ کرامؓ کے مجاہدانہ کارنامے! (دُوسرا ایڈیشن)

مولانا فضل محمد صاحب (اُستاذ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی)۔ صفحات: ۲۸۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ دعوۃِ اِسلام، جامعہ یوسفیہ بنوریہ، شرف آباد، کراچی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں جناب مولانا فضل محمد صاحب نے حضرات صحابہ کرامؓ کے مجاہدانہ کارنامے، ایمان افروز اور دلچسپ واقعات اور جان فروشی وجاں سپاری کی داستانوں کو نہایت ہی خوب صورت انداز سے مشہور مؤرّخ علامہ واقدی کی ''فتوح الشام'' اور دُوسری معتبر ومستند کتابوں سے اس طرح ترتیب دیا ہے کہ اپنے موضوع کی بہترین تصنیف بن گئی ہے۔ مضامین کا تسلسل اور واقعات کی ترتیب اس قدر اَچھوتی، حسین ودل کش ہے کہ کتاب کو شروع کرکے ختم کیے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

ماشاء اللہ! مؤلف موصوف نے واقعات اور جنگی معرکوں کی اِس قدر بہترین منظرکشی کی ہے کہ کتاب پڑھتے پڑھتے بعض اوقات قاری جذباتی انداز میں اپنے آپ کو اُس میدان میں شریک تصوّر کرتا ہے۔

کتاب اِن شاء اللہ! اپنی اسی چاشنی، حلاوت اور مٹھاس کے باعث عوام وخواص میں شرفِ قبولیت سے سرفراز ہوگی۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ اہلِ ذوق اس کی پذیرائی میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ)

فتوحاتِ مصر وفارس

مولانا فضل محمد، اُستاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ صفحات: ۳۲۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مولانا فضل محمد، اُستاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

فاضل مصنف نے اس سے قبل علامہ واقدی کی کتاب ''فتوح الشام'' سے حضرات صحابہ کرامؓ کی جاں نثاری وجاں سپاری کے مجاہدانہ کارناموں کی تلخیص پیش فرمائی تھی، جس پر راقم الحروف نے تبصرہ کیا تھا۔

زیرِ نظر کتاب اس سلسلہ کی دُوسری کڑی ہے، جس میں فتوحاتِ مصر و فارس اور صحابہ کرامؓ کے مجاہدانہ کارناموں کو نہایت ہی عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ 'بینات' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ)

عدالتِ حضراتِ صحابہ کرامؓ

مولانا مہر محمد میانوالوی (متخصص علومِ حدیث، مدرسہ عربیہ، نیوٹاؤن)۔ صفحات: ۳۶۸۔ قیمت: ۵۰/۷ روپے۔ ناشر: مکتبہ عثمانیہ، ۱-۴/۴، پاک کالونی، منگھو پیر روڈ، کراچی نمبر ۱۶۔ ساہیوال میں ملنے کا پتا: مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی، ساہیوال۔

نبوّت کے بعد اِنسانیت کا سب سے اُونچا شرف صحابیت ہے، جس طرح نبی کے کمالات کا نقطۂ معراج وصفِ رسالت ہے، اسی طرح کسی اُمتی کے مجموعۂ کمالات اور مجمعِ محاسن ہونے کے لیے اتنا بس ہے کہ وہ صحابی ہے۔ باجماعِ اہلِ حق دُنیا بھر کے غوث و ابدال اور اولیاء و اقطاب سب مل کر بھی کسی ادنیٰ صحابی -ولیس فیهم دني- کی گردِ راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی صحابی کا نام سنتے ہی اُمت کی گردنیں ادب و احترام سے جھک جاتی ہیں، اور اس کی شخصیت زیرِ بحث آئے تو زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں، اُمت بس اتنا کہہ سکتی ہے کہ: "الصحابة كلهم عدول رضي الله عنهم اجمعين "(۱) اس سے آگے جرح و تعدیل کے سارے پیمانے ٹوٹ جاتے ہیں۔

بلاشبہ صحابہؓ مافوق البشر نہیں، نہ غیر معصوم ہیں، مگر ان کی کسی خطا و لغزش پر اِصلاح دینا اُمت کا نہیں بلکہ ان کے نبیٔ معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کا یا ان کے خالق و مالک جل شانہٗ کا کام ہے۔ باپ کا بیٹے کی کسی لغزش پر تنبیہ کرنا عین شفقت اور منصبِ پدری کا مقتضا ہے، مگر صاحب زادہ کا اَبا میاں کی غلطیوں کی فہرست شائع کرنا علم کی نہیں، بدتمیزی کی بات ہے ع

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی!

جن لوگوں پر مقامِ نبوّت کی نزاکتوں کا ٹھیک انکشاف نہیں ہوا، ان کے لیے مقامِ صحابیت کا سمجھنا ممکن نہیں، مجوبین کا یہ گروہ نہ انبیائے کرام علیہم السلام کو غلطیوں سے پاک سمجھتا ہے، نہ صحابہ کرامؓ کو تنقید سے بالاتر، تا بدیگراں چہ رسد!

مولانا مہر محمد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیں کہ موصوف نے زیرِ نظر کتاب میں اس مجوبیت کا تریاق مہیا کیا

---

(۱) شرح فقہ اکبر ص: ۸۵-۸۶

ہے۔ کتاب ایک مقدمہ، آٹھ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، جس میں صحابہ کرامؓ کی عدالت کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے قرآنِ کریم، احادیثِ نبوی، اقوالِ سلف اور ارشاداتِ ائمۂ اہلِ بیت سے مقامِ صحابیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ ناقدین جن اُمور سے صحابہ کرامؓ کو مطعون کرتے ہیں، ان سے بھی خوب تعرض کیا گیا ہے۔ خاتمہ میں حضرت معاویہؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کا مختصر ذکرِ خیر ہے۔ مصنف کے قلم میں ناپختگی یا تحریر میں کہیں کہیں تلخی کی گھلاوٹ پر حرف زنی کی جاسکتی ہے، مگر موصوف نے کمالِ محنت و عرق ریزی سے اس موضوع پر اس قدر مواد جمع کر دیا ہے جو کسی دُوسری کتاب میں یکجا دستیاب نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے موصوف نے سو سے زیادہ کتابوں کی مراجعت کر کے بڑے قیمتی نقول اکٹھے کیے ہیں۔ مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ صرف اہلِ سنت کے حوالوں پر اِکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ جگہ جگہ شیعہ کی مستند کتابوں سے بھی خوب اِستفادہ کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ تمام حق پسند طبقے اس کتاب کو قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ)

عظمت الصحابہؓ

علامہ دوست محمد قریشی۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۷۵ پیسے۔ پتا: مکتبہ اہلِ سنت، قریش آباد، نزد کالونی النہار، احمد پور شرقیہ، ضلع بہاولپور۔

زیرِ نظر رسالہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقام و مرتبہ اور ان کی باہمی اُخوت و مودّت کا تذکرۂ حسنہ ہے جو اہلِ سنت کے ساتھ شیعی حوالوں سے بھی مؤید ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

وقائع زندگانی اُمِّ ہانیؓ

محمود احمد عباسی۔ صفحات: ۱۹۴۔ قیمت: ۳/۷۵ روپے۔ ناشر: مکتبہ محمود ۲۶/۱، بی ایریا، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں، معراج کے سلسلہ میں ان سے ایک روایت مروی ہے، جسے محمد بن اسحٰق صاحبِ مغازی نے بلاسند اور بعض حضرات نے بسندِ مجروح نقل کیا

ہے۔ اس روایت کی بنیاد پر بعض مؤلفین نے ان کو اُمہات المؤمنین میں شمار کرڈالا۔ زیرِ نظر کتاب کا اصل موضوع تو اس روایت پر تنقید ہے، مگر ضمناً اُمِّ ہانیؓ کے حالات، ان کے مکان کا محل وقوع، ان کے شوہر ہبیرہ مخزومی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت اور اس کا کفر پر خاتمہ، اُمِّ ہانیؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (دوبار خطبہ کے باوجود) نکاح نہ ہونا، معراج کے جسمانی یا رُوحانی ہونے کی بحث، معراج سے متعلقہ رافضی روایات پر تنقید، ابوطالب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق، وغیرہ اس قسم کی اور کئی بحثیں آتی گئی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ فاضل مؤلف نے بڑی محنت سے بعض اچھی تاریخی معلومات فراہم کی ہیں، مگر افسوس ہے کہ موصوف کا قلم اِفراط وتفریط اور ژولیدہ بیانی سے محفوظ نہیں رہ سکا...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

عقدِ اُمِّ کلثوم

مولانا عبدالمؤمن فاروقی۔ صفحات: ۳۳۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ادارۂ تحفظ ناموسِ اہلِ بیت، اے-۲۱۹، بی بلاک، شمالی ناظم آباد، کراچی۔

شیعہ حضرات نے اہلِ بیت سے اپنے مخصوص نقطۂ نظر سے صدرِ اوّل کی تاریخ وضع کی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ صحابہ کرام خصوصاً خلفائے ثلاثہ اور اہلِ بیت کے درمیان بغض وعداوت اور نفرت وحقارت کی دیوار حائل تھی، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ مذہب کے اہم شعائر ومسائل کی طرح یہ تاریخ بھی زمانہ مابعد کی پیداوار ہے، مثلاً: مندرجہ ذیل حقائق ایسے ہیں جن کو سامنے رکھیے تو شیعوں کی وضع کردہ تاریخ فرضی افسانہ نظر آتی ہے:

الف:...ابوالائمہ سیّدنا حیدر کرار (کرّم اللہ وجہہ) نے اُئمۂ ثلاثہ -رضوان اللہ علیہم اجمعین- کے ہاتھ پر بیعت کی، اور ۲۵ برس کی طویل مدّت تک اُن کی اِقتدا میں جمعہ جماعت اَدا فرماتے رہے۔

ب:...اتنی طویل مدّت تک وزیر ومشیر کی حیثیت سے قریباً تمام قومی واجتماعی مسائل میں خلفائے ثلاثہ کو مشورے دیتے رہے۔

ج:...خلفائے ثلاثہ کی قیادت میں جہاد، مالِ غنیمت، خمس اور دیگر متعلقات میں برابر شریک رہے۔

د:...صحابہ کرام سے رشتہ ناطہ رکھا۔

ہ:...اپنی اولاد کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ وغیرہ رکھے۔

و:...حضرت ابوبکرؓ کی بیوہ سے خود عقد کیا۔

ز:...اپنی صاحب زادی سیدہ اُمِّ کلثوم کا عقد حضرت عمرؓ سے کیا۔

ح:...اپنے دورِ خلافت میں علیٰ رؤوس المنابر خلفائے ثلاثہ کی مدح وتوصیف میں رطب اللسان رہے۔

الغرض! دینی، سماجی اور معاشرتی اُمور میں ۳۵ برس تک خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام کے ساتھ شیر وشکر رہے، اور یہ تمام حقائق خود شیعی لٹریچر میں موجود ہیں۔ ان حقائق کی موجودگی میں کیا عقل باور کرسکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے برتاؤ اسی طرح کا ہوگا جو شیعہ تاریخ پیش کرتی ہے؟ شیعہ حضرات کو ان حقائق سے گلوخلاصی کے لیے تاریخ سازی کے ساتھ ایک اور فن بھی ایجاد کرنا پڑا، جسے ''فنِ سخن سازی'' کہنا بجا ہے، زیرِ نظر رسالہ میں فاضل مؤلف نے (جو امامِ اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی نوراللہ مرقدہٗ کے خلف الرشید ہیں) ''عقدِ اُمِّ کلثوم'' کے سلسلہ میں شیعہ ''سخن سازی'' کا مرقع پیش کیا ہے۔

سیّدہ اُمِّ کلثوم کا عقدِ اِزدواج امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا، سیّدنا حضرت علیؓ نے خود کیا، چار ہزار مہر بندھا، ان کے بطن سے زید بن عمر بن خطاب تولد ہوئے۔ لیکن شیعہ حضرات کو اس تاریخی واقعہ سے بے حد پریشانی ہے، کیونکہ تنہا اسی ایک واقعہ سے تشیّع کی ساری فرضی عمارت منہدم ہوجاتی ہے۔ اِس لیے شیعہ صاحبان پہلے تو اس واقعہ سے صاف مکر جاتے ہیں، اور جب ان کے سامنے ان کی مستند اور معتبر کتابیں (**الکافی، تہذیب طوسی، مسالک ابی القاسم قمی، مجالس المؤمنین، ناسخ التواریخ، طراز مذہب مظفری وغیرہ**) کھول کر رکھ دی جائیں تو ان پر ''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن'' کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ زیرِ نظر رسالہ اسی کیفیت کی دِلچسپ اور سبق آموز داستان ہے۔ کاش! ہمارے شیعہ بھائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سے اِنصاف کرتے تو انہیں اس تأویلاتی گورکھ دھندے میں اُلجھنے کی ضرورت پیش نہ آتی! جو ہستیاں چودہ سو سال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلِ رحمۃ للعالمینی میں- پس از مرگ بھی- رفاقت ومصاحبت کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز ہیں، کیا حرج ہے اگر شیعہ عدالت سے اُن کو بھی اِیمان کی سند مل جائے؟ آخر ملا باقر مجلسی کو یہ سند عطا کرنا ہی پڑی کہ:

''دادنِ دختر بعمر کہ جناب امیر المؤمنین را۔ اتفاق افتاد بایں جہت بود کہ اظہار شہادتین مے نمود وزبانِ اِقرار بہ فضیلت رسول مے کشود۔''(۱)

(۱) مجالس المؤمنین، عقدِ اُمِّ کلثوم، ص:۱۵

''جناب امیر نے عمر کو بیٹی اِس لیے دی کہ وہ شہادتین کا اِظہار کرتا تھا اور زبان اِقرارِ فضیلتِ رسول کے ساتھ کھولتا تھا۔''

حضرت علی، عمر (رضی اللہ عنہما) کے کلمہ و ایمان پر اعتماد کرکے بیٹی دے دیتے ہیں، مگر موجودہ شیعوں سے تو.... صرف اِتنی گزارش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت یا کم از کم جناب امیرؓ کی دامادی کا کچھ تو لحاظ فرمایئے! ان حضرات کا کلمہ و ایمان آپ بھی تسلیم کرہی لیجیے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۵ھ)

''اَخیارِ اُمت'' المعروف سیرتِ اَصحابِ سیّد المرسلین

الحاج ڈاکٹر مولانا عبدالمجید شاکر چغتائی۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔ پتا: جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ، کہروڑپکا، ملتان۔

مولانا عبدالمجید شاکر کے قلم سے متعدّد کتابیں نکل چکی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت پر ہے۔ مصنف نے اس کو تین ابواب پر تقسیم کیا ہے: پہلے باب میں صحابہ کرامؓ کا مقام ومرتبہ واضح کیا ہے۔ دُوسرے میں صحابہ کرامؓ کے اوصاف واخلاق کا بیان ہے۔ اور تیسرے میں صحابہ کرامؓ کے اتباع کا بیان ہے۔ کتاب کی تعریف میں جناب مولانا عبدالمجید صاحب (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا) کا ایک جملہ کافی ہے:

''میں نے اس کے دو ابواب طائرانہ نظر سے دیکھے ہیں۔ ترتیب کی ندرت، مضمون کی جامعیت، بیان کی تاثیر تعریف سے بالاتر ہے۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ)

اہلِ بیتؓ

مولانا سلمان احمد صاحب۔ صفحات: ۲۲۴۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: کتب خانہ قاسمیہ، مرکزی جامع مسجد، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

سبائی گروہ نے قلعہ اِسلام کی شان دار عمارت کو ڈھانے کے لیے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ جماعت ''صحابہؓ'' کو۔ نعوذ باللہ۔ منافق و کافر باور کرانے میں عبداللہ ابن سبا کی ہدایت پر عمل کیا۔ اسی

طرح ان کا دُوسرا وار خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تک جا پہنچا، جس میں انہوں نے اپنی مخصوص تکنیک سے قرآنی تصریحات کے علی الرغم حضراتِ اُمہات المومنین کے اہلِ بیت میں شامل نہ ہونے کا جھوٹا راگ اس زور سے الاپا کہ عوام اہلِ سنت والجماعت کی خاصی تعداد بھی ''اہلِ بیت'' صرف حضرت علی و فاطمہ اور حضراتِ حسنین -رضی اللہ عنہم اجمعین- کو سمجھنے لگے۔

زیرِ نظر تبصرہ کتاب میں قرآن و سنت کی روشنی میں اس دجل و تلبیس کو آشکارا کیا گیا ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احساب و انساب، حیاتِ مقدسہ کے واقعات مع تاریخ شمسی و قمری، اہلِ بیت کی تعریف، مقام و فضائل صحابہؓ اور تعدد ازواج جیسے مباحث کو مدلل طور پر سمجھانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، نیز شیعوں کے بارہ اماموں کے عقیدہ کا سنجیدگی سے اِبطال کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ)

فضائلِ اہلِ بیتؓ

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری صاحب۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ قادریہ، واہگہ، ضلع لاہور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت باعثِ نجات اور ذریعۂ فوز و فلاح ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو جو شانِ محبوبی حاصل ہے، اس کا تقاضا ہے کہ آپ کی آل و اولاد اور اہلِ بیت اَطہار سے (جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی و دُنیاوی طور پر اقربیت کا تعلق حاصل ہے) محبت و اُلفت کا معاملہ بھی سرمایۂ ایمان ہے۔

یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میدانِ حشر اور پھر جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے، اس لیے جو لوگ ان حضرات سے محبت کرنے والے ہوں گے، وہ بھی ان کے ہمراہ ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشادِ گرامی ہے:

''المرء مع من احب''(۱)

''آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھتا ہوگا۔''

اس لیے حضرات اہلِ بیتِ نبوی اور ازواجِ مطہراتؓ کی محبت و عظمت اور حرمت عین ایمان ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں مؤلف موصوف نے اس عالی شان موضوع پر قلم اُٹھایا ہے۔ مؤلف جہاں اکابر علمائے حقہ

(۱) متفق علیہ، مشکاۃ المصابیح، ص:۴۲۶

سے شرف نیاز رکھتے ہیں، وہاں اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں بھی نہایت ثقہ اور مستند علماء کی تحقیقات پر مبنی مضامین کو منتخب کیا گیا ہے، جس میں سے حضرت مجددّالفِ ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت نواب قطب الدین؛ صاحبِ مظاہرِحق، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ کے اَسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ کتاب عمدہ معلومات کا ذخیرہ ہے۔ اِن شاء اللہ! اس کے مطالعہ سے حضرات اہلِ بیت سے محبت وعقیدت میں اِضافہ ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ)

فضائلِ صحابہؓ واہلِ بیتؓ

از: حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ۔ ترتیب ومقدمہ: محمد ایوب قادری۔ صفحات: ۱۵۲۔ قیمت (مجلد): ۶ روپے۔ پتا: مکتبہ سیّد احمد شہید ۱/۱۴۱، وحید آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

زیرِ نظر کتاب چار رسائل کا مجموعہ ہے:

۱:...ستر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل: شاہ صاحبؒ ''تحفۂ اثناعشریہ'' کی تالیف سے فارغ ہوئے تو بعض احباب کی اِستدعا پر یہ رسالہ تصنیف فرمایا، جس میں گیارہ مقدمات میں مسئلہ ''تفضیل'' کی وضاحت فرمائی اور اسے ''تحفہ'' کا تتمہ قرار دیا، یہ رسالہ ''فتاویٰ عزیزی'' جلد دوم میں شامل ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (ثم کراچوی) نے اس کا اُردو ترجمہ ۱۹۴۹ء میں کیا تھا اور رسالہ ''قاسم العلوم، دیوبند'' کی کئی اِشاعتوں میں چھپا۔ مفتی صاحب کے اُردو ترجمہ کے ساتھ یہ رسالہ اس مجموعہ میں شامل ہے۔

۲:...عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس: اس رسالہ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے خلفائے اَربعہؓ کے فضائل کی احادیث جمع کی ہیں، اور آخر میں فضائلِ اہلِ بیت کی احادیث کو ذکر فرمایا ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ مرزا حسن علی لکھنوی نے، اور اُردو ترجمہ وتحشیہ مولانا نظام الدین کیرانوی نے کیا، یہ رسالہ اُردو ترجمہ کے ساتھ ۱۹۰۴ء میں چھپا تھا، یہ دونوں ترجمے زیرِ نظر مجموعہ میں شامل ہیں۔

۳:...وسیلۃ النجات (فارسی مع اُردو ترجمہ): اس رسالہ میں شاہ صاحب نے آیاتِ بینات کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ مسلکِ اہلِ سنت ہی راہِ نجات ہے جو حرمتِ صحابہؓ پر مبنی ہے۔

۴:...آخر میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہما اللہ کے چند

مکتوب- جو بعض اہم فوائد و مسائل پر حاوی ہیں- اُردو ترجمہ کے ساتھ اس مجموعہ کی زینت ہیں- اس کتاب پر بھی جناب محمد ایوب قادری کا مبسوط مقدمہ ہے، جس میں ہندوستان میں فتنۂ رفض وتفضیلیت کے پھیلاؤ اور شاہ صاحب کی اصلاحی کوششوں کا بالغ نظری سے جائزہ لیا گیا ہے۔

ناشرین کی یہ کوشش لائقِ تحسین ہے کہ انہوں نے شاہ صاحبؒ کے منتشر افادات کو بڑی خوبی سے مرتب کر کے علم وحکمت کا یہ حسین گلدستہ اہلِ ذوق کی خدمت میں پیش کیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ)

۱:...تاج دارِ مدینہ کی شہزادیاں

جناب سلام اللہ صدیقی۔ صفحات: ۷۶۔ قیمت: ۱ روپیہ۔ بیت التوحید، ۱۳۷/ ۱ ای، آصف کالونی، کراچی نمبر ۱۶۔

۲:...حضرت عائشہ صدیقہؓ

جناب سلام اللہ صدیقی۔ صفحات: ۸۰، قیمت: ۱ روپیہ۔ پتا: بیت التوحید ۱۳۷/ ۱ ای، آصف کالونی، کراچی نمبر ۱۶۔

پہلے رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحب زادیوں حضرت زینب، رُقیہ، اُمِّ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن کا تذکرہ ہے، اور دُوسرے رسالہ میں اُمّ الموٴمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرتِ طیبہ کا بیان ہے۔ مصنف محترم نے یہ دونوں رسالے عام فہم اور آسان زبان میں مسلمان بہنوں اور بچیوں کے لیے لکھے ہیں، جو ان پاک باز خواتین جنت کے نقشِ قدم پر چل کر دُنیا وآخرت سنوارنا چاہتی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال المکرم ۱۳۹۰ھ)

شانِ صحابہؓ

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم۔ صفحات: ۷۲۔ قیمت: ۱/۰۰ روپیہ۔ پتا: دارالارشاد، کیمبل پور۔

زیرِ نظر کتابچہ میں مولانا محترم نے قرآنِ کریم کی آیاتِ طیبہ سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کے فضائل ومناقب جمع کرکے اَحادیثِ صحیحہ کی روشنی میں ان کی تشریح فرمائی ہے۔ کتاب عمدہ فوائد پر مشتمل اور لائقِ مطالعہ ہے۔ ایک جگہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ''امام معصوم'' لکھا ہے، غالباً یہاں معصوم سے ''معصوم اللدم'' مراد ہے، مگر یہ تعبیر صحیح نہیں!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۱ھ)

مقامِ صحابہؓ اور مسئلۂ خلافت وشہادت

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: ۴ روپے۔ ملنے کا پتا: مؤتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور۔

اس کتاب میں شہادتِ حسینؓ، مسئلۂ خلافتِ شیخینؓ، حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے باہمی تعلق اور دیگر اہم مضامین پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

مدحِ صحابہؓ

مولانا محمد عثمان الوری۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مکتبہ مدنیہ، بادشاہی روڈ، مسجد اقصیٰ، کراچی نمبر ۳۔

زیرِ نظر کتابچہ میں مرتب محترم نے قرآنِ کریم کی آیاتِ طیبہ سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل ومناقب جمع کرکے اَحادیثِ صحیحہ اور اکابرینِ اُمت کے ارشادات کی روشنی میں ان کی تشریح فرمائی ہے۔ کتاب نہایت عمدہ فوائد پر مشتمل اور لائقِ مطالعہ ہے۔ رسالہ کے اخیر میں خلفائے راشدین، حضرات عشرۂ مبشرہ واہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا تذکرہ شامل کردیا گیا ہے، نیز شرکائے بدر اور شہدائے اُحد (رضی اللہ عنہم) کے اسمائے گرامی کی فہرست بھی درج ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ)

◆◆◆

تذکرہ و سوانح
(حالات اور واقعات)

قصص الاکابر

اِفادات: حکیم الامت مجدّدِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ۔ مرتب: مولانا شہاب الدین۔ صفحات: ۱۲۶۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ قیمت (مجلد مع گردپوش): ۳ روپے ۵ پیسے۔ پتا: کتب خانہ جمیلی، ۵۰ گولڈنگ روڈ، لاہور۔

قرآنِ کریم نے اپنی پُر تاثیر دعوت میں انبیائے کرام علیہم السلام اور اُن کی اُمتوں کے واقعات کا ذکر بار بار فرمایا ہے، جسے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی اِصطلاح میں "التذکیر بایام اللّٰہ" کہا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صالحین و طالحین کے واقعات ترغیب و ترہیب میں نہایت مؤثر عامل ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ اپنے مواعظ و ملفوظات میں اکابر اہل اللہ کے بہت سے واقعات ذِکر فرمایا کرتے اور اُن سے بڑے قیمتی فوائد اَخذ فرمایا کرتے تھے، حضرتؒ کے ایک متوسل مولانا شہاب الدینؒ نے ان تمام حکایات کو "قصص الاکابر لحصص الاصاغر" کے نام سے جمع کردیا تھا، زیرِ نظر کتاب اس کا جز اَوّل ہے، جس میں ۲۱ بزرگوں کے جستہ جستہ واقعات ذِکر ہوئے ہیں۔ مقبولانِ اِلٰہی کا تذکرہ، وہ بھی حضرت تھانویؒ کی زبان سے! جتنا مفید ہوسکتا ہے، محتاجِ تشریح نہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

قصص الاولیاء

مولانا محمد فاضل عثمانی، مہاجر مکی۔ صفحات: ۶۵۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: محمد عبیداللہ سیفی

۴۴/۲-۸، عزیز آباد، کراچی ۳۸۔

اِصلاحِ اَحوال کے لیے اہل اللہ کی صحبت کے فوائد و ثمرات اہلِ علم سے مخفی نہیں، مگر اس کا میسر آنا جس قدر مفید ہے؛ فی زمانہ اس کا حصول اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اہل اللہ کا یہ اِرشاد آبِ زَر سے لکھنے کے لائق ہے کہ:

''قاری کے ذہن پر کسی مصنف کی تحریر کے وہی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو اُس کی معیت و صحبت سے وارد ہوتے ہیں، لہٰذا جتنی دیر کسی مصنف کی تحریر کو پڑھتا رہے؛ یوں سمجھے جیسے اُس کی صحبت میں بیٹھا ہوا ہے۔''

جناب مولانا محمد فاضل عثمانی مہاجر مکی نے اِسی جذبہ اِصلاح کے تحت زیرِ نظر کتاب کی تلخیص و اِنتخاب کا مبارک کام اپنے ناتواں کاندھوں پر لیا۔

اِس ذخیرہ کے مؤثر و مفید ہونے کے لیے اِس سے بڑھ کر اور کیا سند ہوگی کہ اصل عربی کتاب ''نـزهة البساتین'' کا ترجمہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ایما پر ہوا، جسے بعد میں حضرت تھانویؒ نے ہی سالکین کے لیے بطورِ نصاب منظور و منتخب فرمایا، مگر اصل کتاب چونکہ طویل تھی، اِس لیے ہمارے کرم فرما مولانا محمد فاضل عثمانی صاحب نے اپنے خاص انداز اور ستھرے ذوق سے اُسے ایک مستند اور تحقیقی دستاویز بنا دیا ہے۔ کیونکہ اہلِ علم اس سے خوب واقف ہیں کہ فضائل و مناقب اور تذکروں میں رطب و یابس اور ہر قسم کی کچی پکی روایات در آتی ہیں، اور صحیح سے سقیم کا ممتاز کرنا عوام کا کام نہیں، بلکہ اِس طرح کی معلومات سے بعض اوقات غلط فہمیاں بھی جنم لیتی ہیں، اِس لیے جناب مؤلف نے تلخیص و اِنتخاب کے علاوہ کتاب کی اِبتدا میں دو اَہم اور خاصے جان دار مقدمے بعنوان ''اِبتدائیہ'' اور ''اِنتباہیہ'' لکھے، جن میں تالیف کی غرض و غایت اور اِختصار میں ملحوظ اُمور کے علاوہ بیشتر اَہم معلومات نہایت سلیقہ، قرینہ اور کمالِ سادگی سے جمع فرما دیے ہیں۔ کتاب کے حصہ اَوّل میں مرد اَولیاء اللہ اور حصہ دوم میں خواتین اَولیاء اللہ کی حکایات ہیں۔

کتاب کی اَہمیت اور اِفادیت کے پیشِ نظر ہمارا خیال ہے کہ اِس کتاب کا ہر مسلمان گھرانے میں ہونا ضروری ہے، اور روزانہ کسی وقت تمام گھر والوں کو جمع کر کے بطورِ تعلیم اس میں مندرج واقعات سے کوئی ایک پڑھ کر سنا دیا جائے، جس سے قارئین و سامعین نہ صرف محظوظ ہوں گے، بلکہ فکرِ آخرت کے سرمایہ میں بھی خود کفیل ہو جائیں گے۔ اِن شاء اللہ! کتاب ماشاء اللہ! ہر اِعتبار سے مکمل اور دیدہ زیب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ)

تذکرۂ ائمہ اربعہؒ

مولانا اسلام الحق اسعدی مظاہری۔ صفحات: ۳۰۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ اسحاقیہ، جونا مارکیٹ، کراچی نمبر۲۔

حضراتِ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ پر مفصل ومختصر عربی اور اُردو میں بعض تذکرے دستیاب ہیں، لیکن یکجا ائمہ اربعہؒ کا مختصر، جامع اور مستند تذکرہ اُردو میں کوئی نہ تھا، جناب مولانا اسلام الحق اسعدی صاحب نے زیرِ نظر کتاب میں نہایت مستند مآخذ سے حضرات ائمہ اربعہؒ اور امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اجل تلامذہ: امام زُفر، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے حالات قلم بند فرمائے ہیں۔ عبارت میں بعض جگہ اگرچہ نرمی ضرور ہے، مگر چونکہ یہ مجموعہ طالب علموں کے اذہان کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھا گیا ہے، اِسی لیے یہ کوئی سقم نہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب حاجی عبدالغنی صاحب (مالک کتب خانہ اسحاقیہ) کو جنہوں نے مؤلف موصوف سے اِجازت لے کر کتاب پاکستان میں شائع کرکے تشنگانِ علومِ اِسلامیہ کی پیاس بجھائی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۸ھ)

مسانید الامام أبی حنیفة رحمه اللّٰه (عربی)

مولانا محمد امین اورکزئی (رفیق مجلس دعوت وتحقیق جامعہ علوم اسلامیہ کراچی)۔ صفحات: ۱۸۰۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ پتا: مجلسِ دعوت وتحقیقِ اِسلامی، جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر۵۔

رفیقِ محترم جناب مولانا محمد امین اورکزئی زید مجدہٗ ہمارے ''جامعة العلوم الاسلامیہ'' کے اُستاذ اور شعبۂ دعوت وتحقیقِ اِسلامی کے رُکن ہیں، زیرِ نظر کتاب ان کا وہ مقالہ ہے جو ''التخصص فی علوم الحدیث'' کی امتیازی سند کے لیے اُنہوں نے پیش کیا تھا، جسے حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی صاحب کی نظرِ ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ مقالہ تین حصوں پر مشتمل ہے: پہلے حضرت الامام رحمہ اللہ کے حالات، اُن کی سیرتِ طیبہ، اُن کے علمی کمالات، خصوصاً علومِ حدیث میں مہارت پر مختصر مگر سیر حاصل تبصرہ ہے۔ دُوسرے حصہ میں ان تمام کتابوں کا تفصیلی تعارف ہے جو حضرت الامام علیہ الرحمة کی مرویات ومسانید پر لکھی گئی ہیں۔ اور تیسرے حصہ میں ان مسانید کی تعداد پیش کی گئی ہے۔ اُمید ہے کہ اس علمی خدمت کا علمی حلقوں میں پُرتپاک خیرمقدم کیا جائے گا...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۹ھ)

حیاتِ حضرت اِمام ابوحنیفہؒ

مصنف: پروفیسر ابوزہرہ مصری۔ ترجمہ: پروفیسر غلام احمد حریری۔ صفحات: ۷۰۸۔ قیمت (مجلد مع پلاسٹک کور): ۵۰ روپے۔ پتا: ملک سنز، تاجران کتب، کارخانہ بازار، فیصل آباد۔

کلیۃ الشریعہ، فواد یونیورسٹی، قاہرہ مصر کے پروفیسر شیخ محمد ابوزہرہ کی کتاب "ابو حنیفۃ؛ حیاتہٗ وعصرہٗ، آراؤہٗ وفقھہٗ" ان کے فاضلانہ لیکچروں کا مجموعہ ہے جو دورِ جدید کی اچھی کتابوں میں شمار کی گئی ہے۔ اُردو میں اس کا پہلا ترجمہ جناب رئیس احمد جعفری صاحب نے کیا تھا، جو بازار میں دستیاب ہے۔ دُوسرا ترجمہ جناب پروفیسر غلام احمد حریری (صدر شعبۂ اسلامیات زرعی یونیورسٹی، فیصل آباد) کے قلم سے ہے۔ فاضل مترجم کو ترجمہ نگاری کا اچھا سلیقہ ہے اور متعدد تراجم ان کے قلم سے نکلے ہیں۔ کتاب پر ہمارے فاضل دوست جناب مولانا عطاء اللہ حنیف کے حواشی ہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے بارہ میں حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ مشہور ہے کہ: "وہ "فتح الباری" میں حنفیہ کو مچھر کے پَر کے برابر بھی فائدہ نہیں پہنچانا چاہتے۔" یہ مقولہ اس کتاب کی تعلیقات و حواشی پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ ان سطور میں فاضل تعلیق نگار کی آرا کے تجزیہ و تحلیل کی گنجائش نہیں، تاہم ان کو "خراجِ تحسین" پیش کیا جانا چاہیے کہ ان تعلیقات کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فقہی مقام کو اُجاگر کرنے کے لیے نہیں لکھی گئی، بلکہ کتاب کا موضوع امام کی ہر رائے کو۔ جو دیگر ائمہ کے خلاف ہو۔ غلط ثابت کرنا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

مناقب الاما م ابو حنيفة
وصاحبيه أبي يوسف ومحمد بن الحسن (عربی)

الامام الحافظ ابی عبد اللّٰہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی۔ صفحات: ۵۷۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک، کراچی۔

حافظ شمس الدین ذہبی (م: ۷۴۸ھ) نے "تذکرۃ الحفاظ" میں امامِ اعظم اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے تراجم میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ: انہوں نے حضرت امامؒ پر اور صاحبینؒ پر الگ الگ رسالے لکھے ہیں۔ مولانا ابوالوفا افغانیؒ نے ان رسالوں کو بڑی محنت سے تلاش کرایا، اور شیخ محمد زاہد الکوثریؒ سے ان پر تعلیقات

لکھوائیں، اور کچھ حواشی خود بھی تحریر فرمائے، اور ۱۳۶۶ھ میں بڑے اہتمام سے ''لجنة احیاء المعارف النعمانیة، حیدر آباد دکن'' کے زیر اہتمام ان کو مصر سے یکجا طبع کرایا۔ یہ رسالہ ان دنوں بالکل نایاب تھا، حق تعالیٰ جناب حاجی محمد ذکی صاحب کو جزائے خیر دیں کہ انہوں نے اس کا عکس شائع کر کے علم اور اہلِ علم پر احسان فرمایا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ)

دِفاعِ اِمام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات: ۳۵۲۔ قیمت: ۴۵ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور، پاکستان۔

اِمام الائمہ اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نابغہ روزگار شخصیت کو قدرت کی طرف سے جس قدر کمالات، فضل وشرف کے بے پناہ خزانوں اور تلقی بالقبول کی نعمت سے سرفراز فرمایا گیا، یہ صرف انہی کا حصہ ہے، مگر شب پرہ کو سورج کی روشنی نہ صرف یہ کہ شاق گزرتی ہے، بلکہ اگر اُس کا بس چلے تو سورج کو بے نور کردے۔ کچھ یہی سلوک کیا جاتا رہا ہے سراج الامت اِمام اعظمؒ کی ذاتِ والاصفات کے ساتھ...!

بہت سے ناعاقبت اندیش اور فکرِ فردا سے غافل ناشائستہ اور نہایت ہی گھٹیا انداز میں اِمام صاحبؒ کا نہ صرف تذکرہ کرتے ہیں، بلکہ نہایت ہی بدبودار، جھوٹ اور غلط اِتہامات اِمام صاحبؒ کی طرف منسوب کر کے اپنے دِلی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے، بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جب سے شیطانی عیال کو فقہِ حنفی کے چکاچوند کر دینے والے عالی شان محل کو دیکھ کر اَپنے تارِ عنکبوت کی حقیقت کا احساس ہوا ہے، اُن کے ہاں کھلبلی مچی ہوئی ہے کہ کہیں مسلمان ہمارے اِس سازشی منصوبہ کو ناکام بنا کر ہمارے تعصب وحسد کے پوشیدہ راز کو طشت اَزبام نہ کردیں، اِسی لیے وہ دُنیا بھر کی بُرائیاں فقہِ حنفی میں، اور جہاں بھر کے نقائص حضرت الامامؒ کی ذات میں ثابت کر کے مسلمانوں کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کا موقع ضائع نہیں ہونے دیتے۔

ملّی غیرت اور اِحقاقِ حق کے جذبہ سے سرشار جناب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے اِس بڑھتی ہوئی جہالت کی اِس دُھند کو صاف کر کے اِمامِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کے خدوخال نہایت ہی سنجیدگی

اور متانت سے واضح فرمادیے ہیں۔ لوحِ کتاب پر مندرجات کی نشان دہی فرماتے ہوئے لکھا ہے:

''جس میں اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت وسوانح، علمی وتحقیقی کارنامے، تدوینِ فقہ، قانونی کونسل کی سرگرمیاں، دلچسپ مناظرے، حجیتِ اجماع وقیاس پر اعتراضات کے جوابات، حیرت انگیز واقعات، نظریۂ انقلاب وسیاست، فقہِ حنفی کی قانونی حیثیت وجامعیت، تقلید واِجتہاد کے علاوہ قدیم وجدید اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرے!''

ماشاءاللہ! کتاب ہر اِعتبار سے کامل ومکمل ہے۔ خداتعالیٰ موصوف کے اِس جذبۂ صادق کو شرفِ قبول سے نوازے۔

مگر کتاب کے صفحہ نمبر:۱۳۱ پر اِمام ابوحنیفہؒ کے بغداد تشریف لانے پر اُن کے کبار تلامذہ اِمام ابو یوسف، زُفر اور اسد بن عمرو رحمہم اللہ تعالیٰ، اور اُن کے علاوہ حضرت الامامؒ کے قدیم فقہاء تلامذہ کی طرف سے حضرت اِمامؒ کو زچ کرنے اور اُنہیں اُلجھن میں ڈالنے کا جو واقعہ لکھا ہے، اُس میں نہ صرف اِمام صاحبؒ کے قدیم تلامذہ کی توہین ہے، بلکہ حضرت الامامؒ کی بھی توہین ہے۔ کیا کوئی تلمیذ اور اِمام ابو یوسف وزُفر رحمہما اللہ جیسے تلمیذ اَپنے اُستاذ اور اِمام ابوحنیفہؒ جیسے اُستاذ کے بارہ میں سوچ سکتا ہے کہ:

''.....ایسی بحث کریں گے کہ اِمام کو پیچھا چھڑانا مشکل ہوگا۔ پھر جب اُنہوں نے ''تیار شدہ مسئلہ'' اِمام صاحب سے پوچھا تو اَپنے سوچے ہوئے جواب کے خلاف اِمام کا جواب سن کر ایک دم شور مچ گیا اور مجمع کی مختلف سمتوں سے لوگ چلانے اور فقرے کسنے لگے: اے ابوحنیفہ! تمہیں سفر نے بالکل ہی حواس باختہ بنادیا اور عقل وخرد سے خارج کردیا۔''

یہ حضرت اِمام رحمہ اللہ کی مدح وتوصیف ہے یا توہین؟ کیا حضرت اِمامؒ نے اپنے قدیم تلامذہ کو یہی آداب سکھلائے تھے؟ یہی اُن کی تربیت تھی کہ وہ اَپنے اُستاذ اور ایک جلیل القدر تابعی کی شان میں فرماتے ہیں کہ: ''آپ حواس باختہ اور عقل وخرد سے خارج ہوچکے ہیں'' بہرحال! حقیقت کچھ بھی ہو، مندرجہ بالا اور صفحہ:۱۳۴ کی مندرجہ ذیل عبارت:

''تو اِمام صاحب نے فرمایا: اچھا سنو! اور اِس مسئلہ کا ایک تیسرا جواب اِختراع کیا۔''

کے طرزِ تحریر سے ہمیں اِختلاف ہے۔ اُمید ہے! آئندہ اِس طرف توجہ دی جائے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ)

اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات

مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت (مجلد): ۵۰ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک نوشہرہ صوبہ سرحد، پاکستان۔

حضرت اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اِسلام کے معجزات میں سے ایک اَہم ترین معجزہ تھا۔ اُن کے وَرَع وتقویٰ، زُہد وعبادت، خشیت وانابت، ایثار ومروّت، ہمدردی وغم خواری، عقل ودانش، فہم وبصیرت اور فقہ وذکاوت کے واقعات حیرت انگیز بھی ہیں اور دِلچسپ وسبق آموز بھی!

حضرت اِمامؒ کی سیرت وسوانح پر نظر ڈالیے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صحابہؓ وتابعینؒ کے بعد اُن کی ٹکر کا آدمی پیدا نہیں ہوا۔

مولانا عبدالقیوم حقانی کو حضرت اِمامؒ کی سیرت وسوانح سے خصوصی شغف ہے اور وہ اس موضوع پر ''دِفاعِ اِمام ابی حنیفہ'' کے نام سے ایک وقیع کتاب مرتب کرچکے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اِس لحاظ سے خاص اَہمیت رکھتی ہے کہ اِس میں حضرت اِمامؒ کی سیرت وکردار کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک حسین ترتیبی رشتہ میں پرودیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے نہ صرف اہلِ علم اپنے علم وتفقہ میں گراں قدر اِضافہ کرسکیں گے، بلکہ یہ عام قارئین کے لیے بھی شاہراہِ عمل مہیا کرے گی، اور خطباء و واعظین ان واقعات کو بطورِ نمونہ قوم کے سامنے پیش کرکے درسِ عمل دے سکیں گے۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ)

علمائے اَحناف کے حیرت انگیز واقعات

مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات: ۲۸۰۔ قیمت: ۵۱ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور، صوبہ سرحد، پاکستان۔

مولانا عبدالقیوم حقانی کو اللہ تعالیٰ نے جہاں توفیق وصلاحیت سے نوازا ہے، وہاں موصوف کو فقہائے اَحناف سے خاص عقیدت اور قلبی تعلق کی نعمت سے بھی مالامال فرمایا ہے۔ موصوف کی دِلچسپی، عقیدت اور محبت کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بہت ہی محدود مدّت میں اُنہوں نے اِس موضوع پر اچھا خاصا کام کرلیا ہے۔ موصوف کی زیرِ نظر تصنیف بھی اِسی سلسلہ کی ایک اَہم کڑی ہے، اِس سلسلہ کے حصہ اوّل میں اِمام ابوحنیفہؒ کی سیرت وسوانح میں بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کیا گیا تھا، اب اس جلد میں حضرت الامامؒ کے

اَجل تلامذہ اور ناقلینِ مذہب حضرت اِمام ابو یوسف اور اِمام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے حیرت انگیز واقعات اور علمی و معلوماتی اور دِلچسپ فقہی موشگافیوں کے ساتھ ساتھ اُن کے حالات اور سوانح کو عمدہ اور شستہ زبان میں قلم بند کیا ہے۔ کتاب ہر اِعتبار سے وقیع ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ)

الخیرات الحسان (عربی)

مفتیٔ حجاز الشیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی المکیؒ۔ صفحات: ۸۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

''الخیرات الحسان فی مناقب الامام الأعظم ابی حنیفة النعمان'' حضرت اِمامِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے فضائل و مناقب اور اُن کے علمی و عملی کمالات پر شیخ ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا معروف رسالہ ہے، جو تین مقدموں، چالیس فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

زیرِ نظر طباعت دار الکتب العربیة الکبریٰ مصر کے نسخہ مطبوعہ: ۱۳۲۶ھ کا عکس ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۴۰۴ھ)

الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان

العلامہ الشیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی الشافعی۔ صفحات: ۲۴۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

اِمام الائمہ حضرت اِمام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جس علوِ مرتبت، عظمت و رفعت اور بلندیٔ شان سے ہم کنار فرمایا تھا، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جس کی واضح مثال حضرت اِمامؒ کی حیات و سوانح اور مناقب و مزایا پر متعدد و مختلف اکابرین کی تصنیفات ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اِسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس کے لیے نہایت مختصر الفاظ میں یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ''مفتیٔ حجاز شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی الشافعیؒ کا حضرت اِمامؒ کو بہترین خراجِ عقیدت ہے۔''

کتاب میں ماشاء اللہ! حضرت اِمامؒ کی حدیث و فقہ میں جلالت و عظمت، زُہد و وَرَع، اِطاعت و عبادت، خوف و خشیتِ اِلٰہی، آپؒ کے لیل و نہار، عادات و خصائل، عقل و ذکاء، فہم و فراست، حیران کن

حاضر جوابی، دقیق و باریک مسائل میں دقیقہ رسی، حدیث و آثار صحابہ تک کی اِتباع، فقہ و تعلیم میں سعی و جہد، شاہی اِنعامات کی واپسی اور خودداری، فقہاء و محدثین کی مالی اِعانت و سرپرستی، اور عہدۂ قضا قبول نہ کرنے پر اذیت و آزمائش میں مبتلا ہونے کے علاوہ، ہم عصروں اور متأخرین کا خراجِ تحسین وغیرہ تمام مضامین کو نہایت جامعیت اور عمدگی سے جمع کیا گیا ہے۔

یہ کتاب اس سے قبل بھی کئی بار پاکستان سے اور خود اسی مکتبہ سے شائع ہوچکی ہے، لیکن زیرِ نظر اِشاعت کئی اِعتبار سے سابقہ تمام اِشاعتوں سے ممتاز ہے، اس لیے کہ اس پر جناب مولانا محمد عاشق اِلٰہی برنی مدظلہ کا مقدمہ اور تعلیق ہے، جب کہ اس کے ساتھ سیّد مرتضیٰ زبیدی رحمہ اللہ کا رسالہ ''عقود جواهر المنیفة'' اور مولانا محمد عاشق اِلٰہی برنی ہی کا مختصر رسالہ ''مواهب الشریفة فی مناقب الامام أبی حنیفةؒ'' بھی شامل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۴ھ)

اِمامِ اعظمؒ اور علم الحدیث

مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی۔ صفحات: ۸۷۰۔ قیمت (مجلد): ۱۵ روپے۔ ملنے کا پتا: دار العلوم الشہابیہ، سیالکوٹ شہر۔

اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لیے جامعیتِ علومِ شرعیہ کی سند اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ بارگاہِ علم سے ''فقیہ الامت''، ''فقیہ الملت''، ''اِمام الائمہ'' اور ''اِمامِ اعظم'' جیسے عظیم الشان خطابات سے آپ کو نوازا گیا، اور حق تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ نے ہر دور میں دو تہائی اُمتِ مرحومہ کو آپ کی اِتباع پر جمع فرمایا!

زیرِ نظر ضخیم کتاب میں اِمامؒ کی محدثانہ زندگی کے نقوش پیش کیے گئے ہیں۔ اِمامِ اعظم اور طلبِ حدیث، اِمامؒ کے اساتذہ و تلامذہ، اِمامؒ کا درسِ حدیث، تدوینِ حدیث میں اِمامؒ کا حصہ، حدیث کے بارہ میں اِمامؒ کے اُصولی نظریات، اِمامؒ کے محدثانہ خصائص و مآثر اور زُمرۂ محدثین میں آپ کا مقام؛ جیسے اہم مسائل تو خیر کتاب کا اصل موضوع ہیں، لیکن تمہیداً یا استطراداً بہت سے بیش قیمت فوائد زیرِ قلم آتے گئے ہیں۔

بعض جگہ مؤلف محترم کی تحقیق، اِستنباط اور تعبیر و اِصطلاح سے غالباً اِتفاق نہیں کیا جاسکے گا، لیکن اس میں شک نہیں کہ اِمامؒ کی محدثانہ زندگی اور علم حدیث کے بارہ میں معلومات کا اتنا بڑا ذخیرہ شاید پہلی بار اس کتاب کے ذریعہ اُردو زبان میں منتقل ہوا ہے۔ شروع کے ۳۵ صفحات اِشاریہ کے لیے وقف ہیں، جس میں

کتاب میں ذکر کردہ اسمائے کتب، رجال اور اَمکنہ کا اِستیعاب بحوالہ صفحات کیا گیا ہے۔ چند جگہ مؤلف محترم نے یہ خوش خبری سنائی ہے کہ اِمامؒ کے فقہی مآثر پر "اِمامِ اعظمؒ اور علم الشرائع" کے عنوان سے ایک اور کتاب زیرِ تالیف ہے۔

مجھ ایسے بے توفیقوں کے لیے مؤلف محترم کی یہ اِطلاع حیرت انگیز ہوگی کہ سینکڑوں صفحات پر پھیلی ہوئی اس ضخیم کتاب کی ترتیب و تبویب کا کام اُنہوں نے صرف ۱۷ دن میں کیا ہے، اور وہ بھی جنگِ ستمبر ۱۹۶۵ء کے سترہ دن! پھر کسی پُرسکون جگہ بیٹھ کر نہیں، بلکہ سیالکوٹ میں بیٹھ کر، جہاں کے در و دیوار کانپ رہے تھے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ)

اِمام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے اُن کی روایت

مولانا محمد عبدالشہید نعمانی (اُستاذ شعبۂ عربی، جامعہ کراچی)۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: الرحیم اکیڈمی، اے ۷/۷، اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

اِمام الائمہ حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اَئمہ اَربعہؒ میں سے آپ کبار تابعین میں سے ہیں، آپ کو براہِ راست حضراتِ صحابہ کرامؓ سے کسبِ فیض کا شرف حاصل ہوا ہے، اور آپ نے بچشمِ خود صحابہ کرامؓ کی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دُوسری تمام عبادات کو ٹھیک اسی طرح ملاحظہ فرمایا، جس طرح اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھیں۔ دُوسرے لفظوں میں حضرت اِمامؒ کو ایک واسطہ سے بارگاہِ رسالت سے تلمذ کا شرف و اِختصاص حاصل ہے۔ ظاہر ہے یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ حاسدین و معاندین سے یہ برداشت نہ ہوسکا تو اُنہوں نے حضرت اِمام علیہ الرحمۃ کی تابعیت کا اِنکار کرکے اپنے جذبۂ عناد کی تسکین کرنا چاہی اور اس پر بعض حضرات نے خامہ فرسائی بھی کی۔

زیرِ نظر رسالہ اس منفی پروپیگنڈے کا مثبت جواب ہے، جو اپنے موضوع پر بہترین کوشش ہے، جسے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ جناب مولانا محمد عبدالشہید صاحب بن حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی دامت برکاتہم نے مرتب کیا ہے۔

رسالہ میں "تابعی کی تعریف، فضیلت" کے علاوہ یہ بتلایا گیا ہے کہ حضرت اِمامؒ نے کن کن صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا ہے اور آپ کی کن کن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی ہے؟ اس کے علاوہ مخالفین کے

موقف اور دلائل کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز وہ تمام اَحادیث جو حضرت امامؒ نے حضراتِ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہیں، ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ان تمام اُمور کی نشان دہی کی گئی ہے جو حضرت امامؒ کے فضل واختصاص پر دلالت کرتے ہیں۔ کتاب ماشاءاللہ! بہت ہی عمدہ تحقیق کا مجموعہ ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ)

اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظریۂ انقلاب وسیاست

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مؤتمر المصنفین، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور، پاکستان۔

زیرِ نظر رسالہ مؤلف کی مبسوط کتاب "دِفاعِ اِمام ابی حنیفہؒ" کا گیارھواں باب ہے، جس میں مؤلف موصوف نے نہایت ہی حسین اور دل کش اُسلوب سے اِمام الائمہ حضرت اِمامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نظریۂ سیاست وانقلاب پر مفصل کلام کیا ہے۔ کتاب کا تعارف کراتے ہوئے مدیر "الحق" مولانا سمیع الحق صاحب لکھتے ہیں:

> "یہ مقالہ مختصر ہونے کے باوجود اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت وسوانح، شخصی وقومی کردار، علمی، فقہی اور آئینی خدمات، سیاسی حکمت وتدبر، حنفی فقہ کی جامعیت، اس کی قانونی وآئینی وسعت وہمہ گیری اور ہر دور میں قابلِ نفاذ اور کامیاب نظام؛ جیسے اہم عنوانات کو جامع اور سیر حاصل مباحث پر مشتمل ہے۔"

"دِفاعِ اِمام ابی حنیفہؒ" اپنی جگہ مبسوط ومفصل اہم دستاویز ہے، جس کے مندرجات میں سے گیارہویں باب کو اِفادۂ عام کے لیے الگ کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ حقیقت میں یہ اسی لائق ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔ اُمید ہے کہ اہلِ ذوق اس گراں قدر کاوش کو سراہیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شوال ۱۴۰۸ھ)

اِمام ابوحنیفہؒ اور اُن کے ناقدین

مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانیؒ (نواب صدر یار جنگ)۔ تحشیہ: مولانا عبدالرشید نعمانی۔ صفحات: ۱۸۴۔ قیمت (مجلد): ۶ روپے۔ پتا: نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، آرام باغ، کراچی۔

حافظ ابوبکر خطیب بغدادیؒ (م:۴۶۳ھ) نے ''تاریخ بغداد'' میں حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے تذکرہ میں ان حضرات کے فضائل ومناقب کے ساتھ ان کے مثالب کی روایات بھی درج کی ہیں، زیرِ نظر کتاب میں مولانا شروانی مرحوم نے ''تاریخ بغداد'' سے ان تینوں اکابر کے مناقب کی تلخیص کرتے ہوئے ان پر کی گئی تنقیدوں کا اُصولی جواب دیا ہے۔

ناشرین نے کتاب کے آغاز میں مولانا شروانی مرحوم کا تذکرہ بھی ''یادِرفتگاں'' سے نقل کردیا ہے، اور آخر میں ائمۂ ثلاثہ سے متعلق ''تاریخ بغداد'' کا اصل متن بھی شاملِ کتاب ہے۔ اس طرح یہ کتاب ایک بہترین علمی وتاریخی دستاویز بن گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۱ھ)

الانتصار والترجيح للمذهب الصحيح

المحدث الفقيه الشيخ ابو المظفر جمال الدين يوسف بن فرغل بن عبدالله البغدادى سبط ابن جوزى۔ صفحات: ۳۰۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: الرحیم اکیڈمی، اے/۷/۷، اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

الشیخ جمال الدین یوسف بن فر ، بن عبداللہ بغدادیؒ (متوفی: ۶۵۴ھ) اپنے دور کے مایۂ ناز جہابذہ محدثین اور بلند پایہ مفسرین اور حنبلی المسلک فقہاء میں سے تھے، موصوف کثیر التصانیف مصنف، نہایت ذہین وذکی اور بحث ومناظرہ کے امام تھے، قادر الکلامی اور قبولیتِ عامہ کے شرف سے مشرف تھے۔

آپ کا وعظ عوام وخواص، سلاطین واُمراء اور علماء میں یکساں مقبول تھا۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابنِ قدامہ جیسے اساطینِ اُمت آپ کی مجلسِ وعظ میں حاضری کو اپنے لیے سعادت تصور فرماتے۔ آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی جس میں کوئی جماعت آپ کے ہاتھ پر بیعت وتوبہ نہ کرتی۔ لکھا ہے کہ جس صبح آپ نے جامع مسجد دمشق میں وعظ فرمانا ہوتا، لوگ وفورِ شوق سے وہ رات مسجد میں ہی گزارتے۔

زیرِ نظر کتاب موصوف کی جلالتِ قدر کی رعنائیاں لیے ہوئے حضرت امام الائمہ امام ابوحنیفہؒ کی ذات واخلاق، علوِ مرتبت، رفعتِ شان اور حضراتِ محدثین کی آرا اور فقہ وحدیث میں آپ کے مقام، اور مذہب حنفی کی احتیاط وخصوصیات پر مشتمل ہے۔ کتاب کا ایک ایک لفظ اپنے مصنفِ جلیل کے جذبات کا عکاس ہے۔ دُوسرے الفاظ میں یہ ایک حنبلی المسلک امام کا حضرت امام کی شان میں نذرانۂ عقیدت ہے جو اہلِ تعصب

کے لیے ایک تازیانہ اور اَحناف کے لیے ایک اہم سرمایہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۱۱ھ)

تاج التراجم فی طبقات الحنفیة

حافظ زین الدین قاسم بن قطلو بغاؒ (المتوفی: ۸۷۹ھ)۔ صفحات: ۱۳۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، اَدب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

''تاج التراجم'' حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب ہے، جس میں تقریباً تین صد علمائے اَحناف کے حالات بہت مختصر ذکر کیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ)

تصنیفاتِ شیخ کوثریؒ

۱:...حسن التقاضی فی سیرة الامام ابی یوسف القاضیؒ. ۲:...بلوغ الامانی فی سیرة الامام محمد بن الحسن الشیبانیؒ. ۳:...لمحات النظر فی سیرة الامام زفرؒ. ۴:...الامتاع بسیرة الامامین الحسن بن زیاد وصاحبه محمد بن شجاع. ۵:...الحاوی فی سیرة الامام ابی جعفر الطحاویؒ. ۶:...فقه اهل العراق وحدیثهم. ۷:...تاسیس النظر؛ امام ابو زید دبوسیؒ. پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، اَدب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

خلافتِ ترکیہ کے آخری نائب شیخ الاسلام الشیخ الامام العلامہ محمد زاہد بن حسن بن علی الکوثری رحمہ اللہ (المتوفیٰ: ۱۹رذیقعدہ ۱۳۷۱ھ) چودھویں صدی کے بے نظیر محدث، فقیہ، اُصولی، مؤرّخ اور اَدیب تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے محیر العقول حافظہ و اِستحضار عطا فرمایا تھا۔ پچاس سے زائد کتابیں موصوف کے قلم سے نکلیں، جو معلومات کا خزانہ اور تحقیق و تدقیق کا شاہکار ہیں۔ موصوف متصلب حنفی تھے اور اُنہیں اَئمۂ اَحناف سے عشق تھا، اس لیے اَئمۂ اَحناف: امام ابو یوسف، امام محمد، امام زُفر، امام حسن بن زیاد، امام محمد بن شجاع اور امام طحاوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے مستند حالات و سوانح پر موصوف نے الگ الگ رسائل مرتب فرمائے (جن کے نام علی الترتیب اُوپر نمبر ۵ تک ذِکر کیے گئے ہیں) اور ایک مقالہ اَئمۂ اَحناف کے فقہ و حدیث پر لکھا (یہ ہمارے

شیخ حضرت العلامہ مولانا سیّد محمد یوسف بنوری قدس سرہ کی فرمائش پر "نصب الرایہ" کے مقدمہ کے طور پر تحریر فرمایا تھا)۔ شیخ کوثریؒ کے یہ مفید ترین رسائل ہمارے یہاں بالکل نایاب تھے، حق تعالیٰ شانہٗ جناب حاجی محمد زکی صاحب کو جزائے خیر دیں کہ انہوں نے ان کی اِشاعت کی طرف توجہ فرمائی۔

ان رسائل کے علاوہ اِمام ابوزید عبداللہ بن عمر بن عیسیٰ الدبوسی (المتوفی: ۴۳۰ھ) کا مشہور رسالہ ''تاسیس النظر''ہے، جس میں اِختلافِ ائمہ کے اُصول بیان کیے گئے ہیں۔ اسی کے ذیل میں امام ابوالحسن عبیداللہ بن حسین کرخی (المتوفی: ۳۴۰ھ) کا چھوٹا سا رسالہ ''الاصول''مع امثلہ اَز اِمام نجم الدین ابوحفص عمر ابن محمد النسفی (المتوفی: ۵۳۷ھ) شامل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۴ھ)

سیرتِ منصور حلاج

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر اَحمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ صفحات: ۲۷۸۔ تقطیع: $\frac{۱۸\times۲۲}{۸}$۔
قیمت (مجلد): ۶۱ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر۱۴۔

شیخ حلاج (مصلوب: ۳۰۹ھ) اِسلامی تاریخ کی ایک نہایت ہی پُراسرار، متنازع فیہ شخصیت ہیں، بعض حضرات اُنہیں ساحر و زِندیق ٹھہراتے ہیں، اور بعض اُنہیں صاحبِ کرامت عارف باللہ تصوّر کرتے ہیں۔

قولِ محقق یہ ہے کہ اُنہیں مغلوب الحال سمجھ کر اُن سے حسنِ ظن رکھا جائے، اور جو اَقوالِ موحشہ اُن سے منسوب ہیں، اُن کو یا تو غلط سمجھا جائے یا ان میں مناسب تأویل کی جائے۔

زیرِ نظر کتاب جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے حکم سے انہی کی نگرانی میں لکھی گئی، اسی موقف کی ترجمان ہے۔ مدّت ہوئی کہ یہ کتاب ''القول المنصور فی ابن منصور'' کے نام سے شائع ہوئی تھی، اور اَب جدید ترتیب و تزئین کے ساتھ مکتبہ دارالعلوم کراچی نے اسے دُوبارہ شائع کیا ہے۔ جدید ترتیب میں کتاب چار حصوں پر منقسم ہے: پہلے حصہ میں حسین بن منصور کے سوانح، اُن کے اَقوال و نظریات اور اُن کے بارہ میں متقدمین و متأخرین اکابر کی آرا کو جمع کیا گیا ہے۔ دُوسرے حصہ میں اُن کی جانب منسوب اَشعار کی تشریح ہے (یہ حصہ بیشتر حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے قلم سے ہے)۔ تیسرے حصہ میں متعدد ضمیمے ہیں، اور چوتھے حصہ میں عربی کتابوں کی اصل عبارتیں ہیں جن پر "القول المنصور" کا مدار ہے۔

حصہ اوّل کے تیسرے باب میں شیخ ابنِ منصور کے معاصر سے لے کر ہمارے دور تک کے اُن اکابر اولیاء اللہ کے اقوال پیش کیے گئے ہیں جو ابنِ منصور کے حامی تھے، مثلاً: امام ابوالقاسم نصر آبادی، شیخ ابوالعباس بن عطا، شیخ محمد بن خفیف ضَبّی شیرازی، حضرت ابوبکر شبلی، امام ابوالقاسم قشیری، حضرت عبدالقادر جیلانی، شیخ محی الدین ابنِ عربی، شیخ فریدالدین عطار، مولانا رُومی، مولانا جامی، علامہ شعرانی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی، شیخ عبدالحق ردولوی، شیخ عبدالرؤف مناوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حکیم الامت حضرت تھانوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ان اکابرِ اُمت کا کسی شخصیت کے بارہ میں اچھی رائے رکھنا ہم ایسے عامیوں کے لیے حسنِ ظن کی کافی دلیل ہے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''منصور مجبور تھے، بے ہوش ہوگئے تھے، اُن پر فتویٰ کفر کا دینا بے جا ہے، اُن کے باب میں سکوت چاہیے، اُس وقت رفعِ فتنہ کے واسطہ قتل کرنا ضروری تھا۔ فقط۔''(۱)

دُوسری جگہ فرماتے ہیں: ''بندہ کے نزدیک وہ ولی تھے۔''

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ''القول المنصور'' کے مسودہ کے حاشیہ پر تحریر فرمایا:

''میری رائے ابنِ منصور کے متعلق یہ ہے کہ وہ اہلِ باطل میں سے تو نہیں اور ایسے اَقوال (اور اَحوال جن سے اُن کے صاحبِ باطل ہونے کا وہم ہوتا ہے) یا غلط ہیں، یا مؤوّل، یا قبل دُخول فی الطریق ایسے حالات ہوں (گے)۔ مگر اس کے ساتھ ہی کاملین میں سے نہیں، مغلوب الحال ہیں، اس لیے معذور ہیں۔ اشرف علی۔''(۲)

اور شیخ عبدالحق ردولوی رحمہ اللہ کا یہ مشہور فقرہ بھی نقل کیا ہے کہ:

''منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد، واینجا مردانند کہ دریاہا فرو برند و آروغ نہ زنند۔''

چوتھے باب میں اُن اسباب پر بڑی تفصیل سے بحث کی گئی ہے، جس کی بنا پر شیخ ابنِ منصور کی تکفیر کی گئی اور اُنہیں گردن زدنی قرار دیا گیا، اور اس سلسلہ میں شیخ ابنِ منصور کے دِفاع کی کوشش کی گئی اور اس دفاع کا خلاصہ وہی ہے جو حضرت حکیم الامتؒ کے اِرشاد میں گزر چکا، یعنی: ''ایسے اَقوال یا غلط ہیں، یا مؤوّل۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ)

مآثر الکرام (فارسی)

مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی۔ صفحات: ۲۹۶۔ قیمت (مجلد): ۱۶/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ

(۱) ص:۸۷ (۲) ص:۸۸

احیاء العلوم الشرقیہ، ۳۹، شارع علامہ اقبال، لاہور۔

حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی کا نام نامی شہرۂ آفاق اور سرزمینِ ہند کے لیے مایۂ اِفتخار ہے، موصوف ایک محقق عالم دین، عربی و فارسی کے ماہر اَدیب و شاعر، اِنصاف پسند موٴرخ اور صفاکیش درویش تھے، رجال و شخصیات پر مصنف کے قلم سے متعدد کتابیں نکلیں، ان میں ایک ''مآثر الکرام'' ہے، جس کے حصہ اَوّل میں بلگرام کے فقراء و فضلاء کا تذکرہ ہے، اور حصہ دوم بلگرام کے شعراء و اُدبا کے لیے وقف ہے، جو ''سروِ آزاد'' کے نام سے معروف ہے، گویا ''مآثر الکرام'' صرف حصہ اَوّل کا نام ہے۔

''مآثر الکرام'' اگرچہ اِصالۃً ''در ذکر صاحب کمالان بلگرام'' ہے، لیکن ضمناً بہت سے غیر بلگرامی حضرات کا تذکرہ بھی آیا ہے، تذکرہ میں نہ صرف اس دور کی علمی، اخلاقی اور معاشرتی جھلک صاف نظر آتی ہے، بلکہ جگہ جگہ لطائف اور علمی فوائد کے جواہر سے بھی مرصع ہے۔

یہ کتاب ۱۹۱۰ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی تھی اور اَب تقریباً نایاب تھی، گزشتہ سال جناب شیخ شمس الحق (مکتبہ اِحیاء العلوم، لاہور) نے ''ایران کے ڈھائی ہزار سالہ جشنِ شہنشاہی'' کی تقریب سے اسے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ یہ ''ایران کا ڈھائی ہزار سالہ جشنِ شہنشاہی'' اور اس کی تقریب تو ہماری عقل و فہم سے بالاتر چیز ہے، تاہم کسی بھی تقریب سے سہی، اس کی اِشاعت پر شیخ صاحب تمام علمی حلقوں کے تشکر و امتنان کے مستحق ہیں۔

طبع جدید میں مولانا محمد عبدہ (لائل پوری مترجم ''مفردات القرآن'') کے حواشی کا اِضافہ سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے، فاضل حاشیہ نگار نے اکثر جگہ ''مآثر الکرام'' میں واردشدہ اَحادیث کی تخریج کی ہے، اور کتاب میں جو سینکڑوں نام ضمناً آئے ہیں، اُن کے مختصر تراجم، تذکرے اور اُن کے مصادر و مراجع کی نشان دہی کی ہے۔ کتاب کے شروع میں دیباچہ و مقدمہ کے علاوہ ایک جدوَل میں رجالِ ''مآثر الکرام'' کے تذکرہ کے لیے دیگر مراجع و مصادر کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان مفید اِضافوں کے ساتھ گویا یہ ایک نئی کتاب بن گئی ہے، مگر افسوس ہے کہ تصحیح کا اہتمام کما حقہٗ نہیں کیا جاسکا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۲ھ)

ذُوالنون مصریؒ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (مفتیٔ اعظم پاکستان)۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۴۴ پیسے۔
پتا: اِدارۃ المعارف، دارالعلوم کورنگی، کراچی، نمبر ۱۴۔

حضرت ذُوالنون مصری رحمہ اللہ تیسری صدی کے اکابر اولیاء میں سے ہیں، حضرت مفتی صاحب نے اس رسالہ میں آپ کے حالات و ملفوظات، تاریخ ابنِ عساکر سے ترجمہ کر کے درج کیے۔ یہ چھوٹا سا رسالہ گویا چھوٹی سی ''دُکانِ تصوف'' ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۲ھ)

حیاتِ باقی ؒ

جناب حافظ سیّد رشید احمد ارشد، ایم اے (لیکچرار شعبۂ عربی کراچی یونیورسٹی)۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: کاشانۂ اَرشد، دستگیر سوسائٹی ۳۱۵/۱۵، کراچی ۳۸۔

شیخ المشائخ حضرت خواجہ (رضی الدین) محمد باقی باللہ رحمہ اللہ سلوک و معرفت کے تاج دار اور ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کے مؤسس تھے۔ حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ انہی کے فیضِ تربیت سے ''مجدّدِ الف ثانی'' کے منصبِ رفیع پر فائز ہوئے۔ زیرِ نظر کتاب میں مؤلف محترم نے متفرق مآخذ سے حضرت خواجہؒ کے احوال و سوانح، اخلاق و عادات، تصنیفات و تعلیمات، ملفوظات و مجالس، خلفائے کرام اور باقیاتِ صالحات کا رُوح پرور تذکرہ مرتب کیا ہے، آخر میں آپ کی درگاہ کے حالات ذکر کیے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۹ھ)

سیرتِ بایزید

پروفیسر فضل احمد عارف (ایم اے)۔ صفحات: ۱۷۶۔ کتابت و طباعت: بہترین۔ قیمت: قسمِ اوّل: ۳ روپے ۵۰ پیسے۔ قسمِ دوم: ۲ روپے۔ پتا: سنگ میل پبلی کیشنز، چوک اُردو بازار، لاہور۔

جدید طبقہ میں صوفیائے کرام کے حالات کے مطالعہ کا رُجحان نمایاں ہے۔ اِدھر اُردو زبان میں اس موضوع پر معیاری کتابیں کم لکھی گئی ہیں، مگر الحمدللہ! یہ خلا تدریجاً پُر ہو رہا ہے۔ زیرِ نظر تالیف میں پروفیسر فضل احمد عارف نے مختلف تذکروں سے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ کے سوانح حیات، ظاہری و باطنی کمالات، معاصرین و مستفیدین کے حالات اور آپ کے کلماتِ طیبات کو اچھوتے انداز میں مرتب کیا ہے، جس کے لیے وہ ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ بارک اللّٰہ فی علمہ وعملہ ونسأ فی عمرہ. آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ)

مخدوم جہانیاں جہاں گشت

محمد ایوب قادری۔ صفحات: ۳۰۴۔ قیمت (مجلد): ۷ روپے۔ پتا: ادارۂ تحقیق وتصنیف ۱/۱۴۱، وحید آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

جناب محمد ایوب قادری بلند پایہ مصنف کی حیثیت سے ہمارے ملک کی جانی پہچانی شخصیت ہیں، تاریخ اُن کا خاص موضوع اور اکابر اہل اللہ کی سیرت نگاری اُن کا محبوب مشغلہ ہے۔ وہ جس تندہی اور عرق ریزی سے متعلقہ موضوع کی جزئیات کا استقصاء کرتے ہیں، اور پھر جس سلیقہ سے اُنہیں ترتیب دیتے ہیں، وہ اُن ہی کا حصہ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں موصوف نے آٹھویں صدی کے مشہور بزرگ شیخ جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاریؒ کے حالات وسوانح تفصیل سے لکھے ہیں۔ کتاب کافی تفتیش وتحقیق سے مرتب کی گئی ہے۔ متعلقہ موضوع کا کوئی گوشہ مشکل ہی سے مؤلف کی نظر سے اوجھل رہا ہوگا، آخر میں اعلام، کتب اور مقامات کا اشاریہ ملحق ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

سوانح بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ

وحید احمد مسعود۔ صفحات: ۲۹۶۔ قیمت (مجلد): ۶ روپے۔ ناشر: پاک اکیڈمی، ۱/۱۴۱، وحید آباد، کراچی۔

جن اکابر اہل اللہ کے انوارِ قدسیہ سے ویرانۂ ہند میں اسلام کی روشنی پھیلی، ان میں حضرت بابا صاحبؒ کا اسم گرامی سرِفہرست ہے، جن کے فیضِ تربیت سے سلطان الہند نظام الدین اولیاءؒ اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ جیسے اکابر، علم ومعرفت کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔ زیرِ نظر کتاب میں مختلف مراجع کی مدد سے حضرت بابا صاحبؒ کے سوانح زندگی کو مرتب کیا گیا ہے۔

مؤلف کی یہ محنت ان کے لیے سرمایۂ سعادت ہے، لیکن سوانح نگاری کے اُصول سے کچھ ایسی نہیں۔ اس میں ردّ وقدح اور قیاس آرائی میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ جو کیا گیا ہے، اس سے صاحبِ سوانح کے اصل نقوشِ زندگی دُھندلا کر رہ گئے ہیں۔ نیز کئی جگہ فاضل مرتب نے تصوف اور بدعت کے درمیان امتیاز نہیں کیا۔ عرس کے موقع پر پاک پتن شریف میں آج جو کچھ کیا جاتا ہے، اس کے کسی جز کو سلطان جیؒ سے منسوب کرنا ایک مؤرخ اور سوانح نگار کے قلم کی ذمہ داری سے فروتر چیز ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

سیرتِ جنیدؒ

پروفیسر فضل احمد عارف۔ صفحات: ۲۹۸۔ قیمت (مجلد): ۱۸ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، ۳۲-اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

پروفیسر فضل احمد صاحب معروف صاحبِ قلم ہیں، متعدد کتابیں اُن کے قلم سے منظرِ عام پر آچکی ہیں، اہل اللہ کے سیر وسوانح سے انہیں شغف ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''سیرتِ جنید'' ان کے اسی علمی وتحقیقی شغف کا شاہکار ہے، جس میں سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کی سیرت وسوانح سے متعلقہ ٹکڑوں کو عربی، فارسی، اُردو، انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں کی اکہتر (۷۱) کتابوں سے جمع کر کے انہیں بڑے سلیقہ سے نو (۹) ابواب پر مرتب کیا ہے۔ اُردو میں حضرت جنیدؒ پر اس سے جامع اور تحقیقی کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری۔

''تابعین اور تبع تابعین میں بلاشبہ ان (حضرت جنیدؒ) کے مقام ومرتبہ کا کوئی شخص ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔''(۱) ''حضرت جنیدؒ اپنے علم اور حال میں اپنے ہم عصروں بلکہ متقدمین ومتاخرین سے اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ کوئی شخص ان کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکا۔''(۲) اس قسم کے غلط اور مہمل فقرے آئندہ اِشاعت میں حذف کردیے جانے چاہییں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۶ھ)

اَحوال وآثار حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانیؒ

جناب مرزا ضیاء الدین بیگ۔ صفحات: ۲۴۸۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: ۶۷ فاران ہاوسنگ سوسائٹی، حیدر علی روڈ، کراچی نمبر ۵۔

آٹھویں اور نویں صدی کے مشہور عارف شاہ نعمت اللہ ولیؒ (م: ۸۳۴ھ) کا نام ان قصائد کی بنا پر شہرۂ آفاق ہے، جو آئندہ زمانہ کی پیش گوئیوں پر مشتمل ہیں۔

زیرِ نظر کتاب شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مفصل سوانح عمری ہے، جسے فاضل مؤلف نے بڑی تحقیق وجستجو اور وسیع مطالعہ کی روشنی میں مرتب فرمایا ہے۔ اس ضمن میں حضرت کے خاندانی حالات، رُوحانی کمالات، تالیفات، شعر وسخن، معاصر سلاطین، علماء ومشائخ، شعراء اور آپ کے اخلاف کے حالات بڑی کاوش سے

(۱) ص: ۱۲۲ (۲) ص: ۱۲۳

جمع کیے گئے ہیں۔ بعض قصائد شاہ صاحب سے غلط طور پر منسوب ہیں، بڑی تحقیق سے اُن کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ)

سیرت سیّد اَحمد شہیدؒ

مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ مقدمہ: محمد ایوب قادری۔ صفحات: ۳۹۶۔ قیمت (مجلد): ۱۲ روپے۔ پتا: مکتبہ سیّد احمد شہید، ۱۴۱/۱، وحید آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

امیر المؤمنین حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی شخصیت پر مختصر ومطول کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، مولانا محمد جعفر تھانیسری کی تالیف ''سوانح احمدی'' غالباً پہلی مطبوعہ کتاب ہے، جس میں سیّد شہیدؒ کے سوانح کو تفصیل سے مرتب کیا گیا۔ مصنف مرحوم چونکہ ''تحریکِ مجاہدین'' کے ایک رُکن تھے اور اسی جرم میں انہیں جلاوطنی کی سزا ملی، اس لیے ان کی یہ تالیف۔ بعض مسامحات سے قطع نظر۔ حیاتِ سیّد اَحمد شہیدؒ کا اہم ترین ماخذ ہے۔ مصنف نے اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا تھا: حصہ اوّل میں سیّد صاحبؒ کے ایامِ طفولیت سے سفرِ حج تک کے حالات۔ حصہ دوم میں ان کی تعلیمات کا تذکرہ۔ حصہ سوم میں جہاد کی سرگزشت۔ حصہ چہارم میں خلفائے کرام کا ذکرِ خیر، اور حصہ پنجم میں سیّد صاحبؒ کے مکتوباتِ طیبات۔

''نفیس اکیڈمی'' نے پہلے چار حصوں کو گیارہ ابواب میں ''سیرتِ سیّد اَحمد شہیدؒ'' کے نام سے شائع کیا ہے، جو اس وقت پیشِ نظر ہے، اور حصہ پنجم کو ''مکتوباتِ سیّد اَحمد شہیدؒ'' کے عنوان سے الگ شائع کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں جناب پروفیسر محمد ایوب کا فاضلانہ مقدمہ بجائے خود ایک قیمتی مقالہ ہے، جس میں ''تحریکِ مجاہدین'' کے اُصول و مقاصد اور اس کے مختلف ادوار پر روشنی ڈالی گئی ہے، نیز مصنف کا جامع تعارف پیش کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۰ھ)

سیّد اَحمد شہیدؒ کی اُردو تصانیف و اُردو اَدب پر اُن کی تحریک کا اثر اور سیّد شہیدؒ کا فقہی مسلک

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی۔ صفحات: ۹۵۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: الرحیم اکیڈمی،

اے/۷/۷، اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی ۱۹۔

مجاہدِ کبیر حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کو لوگ صرف ایک مجاہد سربکف اور ولی کامل کے عنوان سے جانتے ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ میں جناب مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی صاحب نے حضرت موصوف کی زندگی کے چند دیگر ایسے کمالات کی نشان دہی فرمائی ہے جو اِس سے قبل پردۂ خفا میں تھے، یا دُوسرے لفظوں میں یہ سید صاحبؒ کی تحریک کے وہ پہلو ہیں جو تشنہ بحث رہ گئے تھے۔ فاضل مؤلف نے اِس موضوع پر چند مقالات لکھے جو پہلے ماہنامہ ''بینات'' اور پھر ''الرحیم'' شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، سندھ میں قسط وار شائع ہوئے تھے، جسے اَب ''الرحیم اکیڈمی'' نے کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ کتابت، طباعت اور کاغذ عمدہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ)

بریلی سے بالاکوٹ

جناب قمر احمد عثمانی صاحب۔ صفحات: ۲۹۴۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ اِسلامیات، ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔

یہ الامام المجاہد حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ کا تذکرہ ہے۔ کتاب کا قاری مصنف کے ان الفاظ سے اِتفاق کرے گا:

''زیرِ نظر اوراق میں سیدؒ کے مجاہدات اور اُن کی قائدانہ مساعی کو ایک زندہ تحریک کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔''

مؤلف کے والد ماجد شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اپنی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''بعد الحمد والصلاۃ!

میرے قابل، فاضل اور لائق فرزند مولوی قمر احمد عثمانی سلمہٗ کا یہ دُوسرا علمی کارنامہ ہے، اس سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ پر ''اِمامِ راشد'' کے نام سے وہ ایک کتاب لکھ چکے ہیں، جو شائع ہوچکی ہے اور عام طور پر پسند کی گئی۔ یہ ان کی دُوسری علمی کاوش ہے جو مجددِ وقت حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے اِصلاح و تبلیغ، اِجرائے فریضۂ حج، اِبطالِ رُسومِ جاہلیت اور اِحیائے فریضۂ جہاد و ہجرت میں ان

کے مجددانہ کارناموں پر مشتمل ہے۔ اس کو پڑھ کر ناظرین کو اس مقولہ کی سچائی میں شبہ نہ رہے گا کہ:

''کم ترک الاول للآخر''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولی ۱۴۰۴ھ)

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی۔ صفحات: ۴۸۔ تقطیع خورد۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: جامع مسجد چک والا دروازہ، بھیرہ، ضلع سرگودھا۔

یہ مختصر سا کتابچہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہٗ کا سوانحی خاکہ ہے، جو ''بقامت کہتر وبقیمت بہتر'' کا مصداق ہے۔ اس کے مطالعہ سے حضرت شہیدؒ کی عظمت و رفعت اور ان کے علمی و عملی کمالات کا نقش لوحِ قلب پر ثبت ہوتا ہے۔ ''تقویة الایمان'' کے بارہ میں مصنف کی اس رائے سے اتفاق کرنا چاہیے کہ یہ حضرت شہیدؒ ہی کی تالیف ہے، جو رد شرک و بدعات میں غالباً اُردو کی پہلی کتاب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۷ھ)

انوارِ ولایتِ شمسیہ

جناب ماسٹر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب حبیب۔ صفحات: ۴۰۸۔ قیمت: ۴۰ روپے۔ پتا: مکتبہ حیاۃ الصحابہ، جامع مسجد صابری ٹرسٹ، گارڈن، کراچی نمبر ۳۔

حضرت سیّد آدم بنوریؒ، امامِ ربانی مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے اعاظم خلفاء میں تھے، جن کے فیوض سے ایک عالم مستفید ہوا، اور اُن کی نسبت سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کی ایک مستقل شاخ ''سلسلۂ آدمیہ'' کے نام سے چلی۔ اسی سلسلہ کے ایک شیخ خواجہ شمس الدینؒ سیّد پوری علاقہ کھوڑی ضلع مظفرآباد، آزاد کشمیر میں ہوئے ہیں، جن سے آزاد کشمیر، سرحد اور پنجاب میں رُوحانی مشعلیں روشن ہوئیں۔

زیرِ نظر کتاب حضرت خواجہ شمس الدینؒ کے ایک مسترشد کے قلم سے ہے، جس میں حضرت خواجہؒ کے حالات و ملفوظات، اخلاق و اشغال اور تعلیمات کو مرتب فرمایا گیا ہے۔ اسی ضمن میں حضرت خواجہؒ کی اولاد امجاد اور خلفائے کرام کا تذکرہ بھی تفصیل سے کیا ہے۔ نیز سالکین کے اِفادہ کے لیے تصوف، بیعت طریقت، سلسلۂ نقشبندیہ کے اسباق، اقسامِ اولیاء، اِصطلاحاتِ صوفیاء، مقاماتِ سلوک اور دیگر اُمورِ طریقت

کی تشریح بھی کی ہے، اور ازدیادِ محبت کے لیے اکابر اولیاء کا منظوم کلام اور کتبِ تصوف کی ایک فہرست بھی درج کی ہے۔ اس لیے اس کتاب کی حیثیت محض ایک بزرگ کے سوانح حیات کی نہیں، بلکہ اس کو ''کشکولِ تصوف'' کہنا بجا ہوگا۔ اس کے مطالعہ سے نہ صرف تصوف کے بارہ میں ضروری معلومات حاصل ہوتی ہیں، بلکہ تعلق مع اللہ اور اِصلاحِ نفس کا جذبہ بھی بیدار ہوتا ہے، اِس لیے یہ کتاب بجائے خود ایک مرشد کا کام دیتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ)

تذکرۃ المفسرین (طبع دوم)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم۔ صفحات: ۲۳۲۔ قیمت (مجلد): ۴۰ روپے۔ پتا: دار الارشاد، اٹک شہر۔

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی زید مجدہم، ہمارے ملک کی معروف شخصیت ہیں۔ حق تعالیٰ نے انہیں تحریراً وتقریراً قرآن وحدیث کی خدمت کی سعادت بخشی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں چودہ صدیوں کے اُن بزرگوں کے حالات درج ہیں، جنہوں نے قرآنِ کریم پر مکمل یا جزوی تفسیر لکھی ہے، یا اُنہوں نے قرآنِ کریم کے درس وتعلیم کا اِشتغال رکھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے کہ یہ کتاب اُردو میں پہلی کتاب ہے جس میں حضراتِ مفسرین کا تذکرہ اتنی تفصیل سے قلم بند کیا گیا ہے۔ مقدمہ میں حضرت مصنف نے علمِ تفسیر سے متعلق ضروری معلومات جمع کردی ہیں۔ یہ کتاب علمِ تفسیر پر کام کرنے والوں کو قاموس کا کام دے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ)

تذکرۂ مصنفینِ درسِ نظامی (پہلا ایڈیشن)

جناب اختر راہی۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مسلم اکادمی، ۱۸/۲۹، محمد نگر، لاہور۔

ایک مدت سے جی چاہتا تھا کہ ہمارے مدارس میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، ان کے مصنفین کے تراجم کو یکجا کیا جائے، مگر دیگر اہم مشاغل نے اس کی مہلت نہ دی۔ جناب اختر راہی صاحب کی زیرِ تبصرہ کتاب موصول ہوئی تو اُن کے لیے بے اِختیار دُعائیں نکلیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اُن کی اِس محنت کو قبول فرمائے اور اُنہیں اَجرِ جزیل سے نوازے۔ آمین!

یہ مجموعہ کوئی ستر سے زائد اَربابِ تصنیف کے تراجم پر مشتمل ہے جو مؤلف کی پانچ سالہ محنتِ شاقہ اور تفتیش وتتبع کا ثمرۂ شیریں ہے۔ اس میں درسِ نظامی کی متداول کتابوں کے قریباً تمام مصنفین کے تراجم آگئے ہیں۔ تاہم بعض مسامحات قابلِ اِصلاح بھی نظر آئے، ان میں سے یہاں صرف تین اُمور کی نشان دہی کی جاتی ہے:

۱:...تفسیر جلالین کے (جلال الدین محلیؒ اور جلال الدین سیوطیؒ) کے حالات اس مجموعہ میں شامل نہیں ہوسکے، اور فہرستِ کتب میں بھی جلالین کے مؤلف کی حیثیت سے صرف جلال الدین سیوطیؒ کا نام دیا ہے، یہ بھی مسامحہ ہے۔

۲:...شیخ ابوحیان اندلسی کی تصنیفات میں "الادراک"، "شرح تسهيل"، "ارتشاف" اور "هداية النحو" کا ذکر کیا ہے، لیکن ان کی مایۂ ناز تفسیر "البحر المحيط" اور اس کا خلاصہ "النهر الماد من البحر المحيط" - جن پر پورے اِسلامی کتب خانہ کو فخر ہے، ان کا ذکر نہیں کیا۔

۳:...صاحبِ ہدایہ کے حالات میں لکھا ہے: "كفاية المنتهي ہدایہ کے بعد کی تالیف ہے، لیکن ہدایہ سے بہت چھوٹی ہے، چار سو سے بھی کم ورق ہیں۔" غالباً فاضل مؤلف نے "ہدایہ" کا خصوصاً اس کے دیباچہ کا مطالعہ نہیں فرمایا، ورنہ انہیں "كفاية المنتهي" "ہدایہ" سے بہت چھوٹی نہیں، بلکہ "بہت بڑی" نظر آتی اور اس کے "چار سو سے بھی کم ورق" نہیں، بلکہ اس سے کہیں زیادہ اجزاء دستیاب ہوتے! اُمید ہے فاضل مرتب ان جیسے اُمور پر طبعِ ثانی میں نظرِ ثانی فرمائیں گے۔

بہرحال! ہمارے دِینی مدارس کے طلبہ واَساتذہ کے لیے یہ بے مثال تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے، جس پر جنابِ مؤلف تمام علمی حلقوں کی جانب سے داد وتحسین اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ ضاعف الله اجره!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

تذکرۂ مصنفینِ درسِ نظامی (دُوسرا ایڈیشن)

جناب پروفیسر اَختر راہی۔ صفحات: ۲۷۸۔ قیمت (مجلد): ۲۴ روپے۔ پتا: مکتبہ رحمانیہ، ۱۸-اُردو بازار، لاہور۔

ہمارے مدارسِ عربیہ میں جو کتابیں داخلِ نصاب ہیں، اُن کے مصنفین کے حالات عام طور سے پردۂ خفاء میں رہے ہیں۔ ہندوستان میں کتابوں کے ساتھ حالاتِ مصنف شائع کرنے کا رواج نہیں، بہت سے

اُساتذہ تو ''انظر ما قال ولا تنظر الی من قال'' کے اُصول کے پیشِ نظر دریافتِ حالات کا اہتمام ہی نہیں فرماتے، اور بعض حضرات اہتمام فرماتے ہیں تو اُن کی رسائی مآخذ تک مشکل ہوتی ہے۔

زیرِ نظر تالیف میں طلبہ و مدرّسین کی اِس ضرورت کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ ۱۹۷۵ء میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا تھا، جو نسبتاً مختصر تھا اور اس میں تراجم مکمل نہیں تھے، زیرِ نظر نقشِ دوم، نقشِ اوّل سے کمیت اور کیفیت میں فائق ہے۔ اس میں بڑی حد تک مؤلفینِ درسِ نظامی کے تراجم کا اِستیعاب کیا گیا ہے۔ کتاب ۴۷ حضرات کے تذکرہ پر مشتمل ہے، ترتیب حروفِ ابجد کے لحاظ سے رکھی گئی ہے، ہر تذکرہ میں سن ولادت (اگر مل سکے) اور سن وفات۔ حتی الوسع۔ قمری اور شمسی دونوں تقویموں کے مطابق ذکر کیا گیا ہے، اور مصنف کے ضروری حالات کے ساتھ اس کی اَہم تالیفات کے ذکر کرنے کا اہتمام بطورِ خاص کیا گیا ہے۔

جناب مؤلف کی یہ خدمت بلاشبہ لائقِ صد ستائش اور طلبہ و مدرّسین کے لیے گراں قدر تحفہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ)

فقہائے ہند (جلد دوم)

مولانا محمد اِسحٰق بھٹی۔ صفحات: ۲۸۰۔ قیمت (مجلد): ۵۰/۱۱روپے۔ پتا: اِدارۂ ثقافتِ اِسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

مولانا محمد اِسحٰق بھٹی معروف صاحبِ علم و قلم ہیں، کچھ عرصہ قبل اُن کے قلم سے ''برصغیر پاک و ہند میں علمِ فقہ'' کے نام سے ایک اچھی کتاب منصۂ شہود پر آئی تھی، اس کے بعد موصوف نے ''فقہائے ہند'' پر کام شروع کیا، اِس سلسلہ کی پہلی جلد پہلی صدی سے آٹھویں صدی تک کے ۲۹۵ فقہاء کے حالات پر مشتمل شائع ہو چکی ہے۔

زیرِ تبصرہ دُوسری جلد میں نویں صدی کے ۱۰۵ فقہائے کرام کا حروفِ تہجی کی ترتیب سے تذکرہ ہے۔ مصنف نے اپنے مبسوط مقدمہ میں (جو اسّی (۸۰) صفحات پر محیط ہے) نویں صدی ہجری میں ہندوستان کی سیاسی حالت، یہاں کی سلطنتوں کے عروج و زوال، سلاطین کی علم دوستی اور معدلت گستری کا بھی مختصر جائزہ لیا ہے۔ اس کتاب سے نہ صرف نویں صدی کے اِسلامی ہند کی تاریخ کا ایک اِجمالی خاکہ سامنے آجاتا ہے، بلکہ سلاطینِ اِسلام (کی کمزوریوں سے قطعِ نظر اُن) کی دِینی و ملّی خدمات، علمائے اُمت کی حق گوئی و بے باکی اور اِسلامی تمدن کے کچھ ایسے نمونے بھی سامنے آتے ہیں جو ہمارے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ حق تعالیٰ فاضل

مصنف کی مساعی میں برکت فرمائے اور اُنہیں اِس سلسلہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولی ۱۳۹۶ھ)

فقہائے ہند (جلد سوم)

مولانا محمد اِسحٰق بھٹی۔ صفحات: ۴۱۶۔ قیمت: ۲۲ روپے۔ پتا: اِدارہ ثقافتِ اِسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

''فقہائے ہند'' کی پہلی دو جلدوں کا تذکرہ اِن صفحات میں قارئین کی نظر سے گزر چکا ہے، اس سلسلہ کی زیرِ نظر تیسری جلد دسویں صدی کے ۲۵۲ فقہاء کے حالات اور اُن کی علمی و عملی سرگرمیوں کے لیے مختص ہے۔

فاضل مصنف نے (پہلی دونوں جلدوں کی طرح) اِس جلد کے مقدمہ میں بھی اِس صدی کے سیاسی حالات کا مختصر خاکہ پیش کیا ہے، اور ہندوستان کے مختلف حصوں میں جو سلاطین مسندِ اِقتدار پر فائز رہے، اُن کے عروج و زوال، اُن کے دِینی رُجحانات، اُن کی سماجی اِصلاحات اور علماء و مشائخ سے اُن کے روابط و تعلقات پر روشنی ڈالی ہے، چنانچہ مصنف لکھتے ہیں:

> ''مقدمہ کتاب میں اِختصار کے ساتھ ہم دو چیزوں کی وضاحت کریں گے: ایک یہ کہ سو سال کے اس طویل عرصہ میں جو سلاطین و ملوک اِس خطۂ اَرض میں دادِ حکمرانی دیتے رہے، وہ ان فقہائے عظام اور علمائے کرام سے کیا تعلق خاطر اور قلبی روابط رکھتے تھے اور اُن کے دِل کی پہنائیوں میں اُن کی کیا قدر و منزلت تھی؟ دُوسرے یہ کہ ان شاہانِ ہند کے خود اَپنی کتابِ حیات کے علمی اور دِینی پہلو کس درجہ نمایاں اور تابناک تھے؟''

فقہاء کے تذکرہ میں (جو حروفِ تہجی کی ترتیب سے ہے) اُن کی تعلیمی، تصنیفی اور اِصلاحی خدمات کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ خوبیوں کے ساتھ کہیں کہیں کمزوریوں کا ذِکر بھی آیا ہے۔

شیخ عبدالغنی اور مخدوم الملک عبداللہ انصاری کے تذکرہ میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کے بجائے شیخ محمد اکرام صاحب کی رائے زیادہ صائب، وزنی اور مدلل نظر آتی ہے۔

زیرِ نظر جلد میں ''مہدی جونپوری'' کا تذکرہ بھی فاضل مصنف نے خاصی تفصیل سے کیا ہے اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ''تذکرہ'' سے اس کی، اور اس کے پیروؤں کی حمایت نقل کی ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ مولانا آزاد مرحوم کو مہدویت کے صحیح مطالعہ کا موقع نہیں ملا، ورنہ اُن کے قلم سے ایسے

برخود غلط مدعی کی (جس نے ہزاروں بندگانِ خدا کو گمراہ کیا) حمایت ایک اعجوبہ ہے۔ مولانا کی یہ دلیل کتنی کمزور ہے:

''میرا خیال یہ ہے کہ سیّد محمد (جونپوری) اپنے اس دعویٰ میں سچے تھے کہ وہ مہدی ہیں اور ملک کی جو حالت اس وقت ہورہی تھی وہ یقیناً ایک مہدی کے ظہور کی مقتضی ومنتظر تھی، نہ کہ ایک مضل اور دجال کی۔''

یہ وہی دلیل ہے جو قادیانی صاحبان مرزا غلام اَحمد کی مہدویت کے لیے پیش کرتے ہیں۔ یہاں مولانا کو دیکھنا یہ چاہیے تھا کہ جونپوری کے ذریعہ واقعتاً ہدایت پھیلی یا دَجل وضلال میں اِضافہ ہوا؟ تاریخ کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ جون پوری کے فتنۂ مہدویت نے دسویں اور گیارہویں صدی میں ایک طوفان مچائے رکھا اور علی متقی سے لے کر مجددِ الفِ ثانی رحمہما اللہ تک کو اس فتنہ کے فرو کرنے کے لیے اپنی صلاحیتیں صَرف کرنا پڑیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر اس بات میں کیا شبہ رہ جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کی طرح اس کا وجود ایک مہدی کا نہیں، بلکہ ایک مضل دَجال کا وجود ثابت ہوا! مولانا آزاد آگے لکھتے ہیں:

''البتہ غلطی یہ ہوئی کہ لفظ ''مہدی'' کو اُنہوں نے آخرالزماں سمجھ لیا۔ چونکہ شہرت و اِنتظار عام طور پر اسی مہدی کی نسبت ہے اور جب لفظ ''مہدی'' بولا جاتا ہے تو سب سے پہلے ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اور یہ رائے بھی اسی صورت میں ہے جب کہ خود اُن کی نسبت مہدیٔ آخرالزماں کا مدعی ہونا قطعی طور پر ثابت ہوجائے۔ ورنہ بہت ممکن ہے کہ اُن کے قلب پر جو وارِدہ گزرا ہو، وہ صرف یہ ہو کہ ''انت المھدی!'' اسی کا انہوں نے اظہار کیا ہو، اور معتقدین نے شہرت عام کی بنا پر ''مہدیٔ آخرزماں'' سمجھ کر تمام علائم (علامات) وآثار مرویہ کو ان پر چسپاں کرنا شروع کردیا ہو۔''

اِس عبارت کے شروع میں اگر مولانا ابوالکلام آزادؒ کا نامِ نامی نہ ہو تو قطعاً یقین نہیں آتا کہ ایسی سطحی منطق مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے قلم سے بھی نکل سکتی ہے!

کتنے افسوس کی بات ہے کہ تاریخ اور واقعات کو پشت انداز کرکے مولانا ''بہت ممکن ہے'' کے سہارے اپنے دلائل کا تانا بانا بُن رہے ہیں! اگر مولانا کی نظر سے کم از کم مولانا محمد زمان شہید کا ''ہدیۂ مہدویہ'' گزرا ہوتا تو اُن کی رائے شاید کچھ اور ہوتی۔ نامناسب نہ ہوگا اگر مولانا مرحوم کی مندرجہ بالا عبارت کے سلسلہ میں چند اُمور پر تنبیہ کردی جائے:

اوّلاً:... اِسلام کے وہ اِصطلاحی الفاظ جو مخصوص معنوں میں اِستعمال ہوتے ہیں، انہیں کسی تأویل کے ذریعہ اصل معانی سے ہٹادینا ''اِلحاد'' کہلاتا ہے۔ انہی الفاظ میں سے ایک لفظ ''المھدی'' ہے جو اِسلامی

اِصطلاح میں اپنا ایک خاص مفہوم رکھتا ہے، جیسا کہ خود مولانا مرحوم کو بھی اِعتراف ہے کہ: ''جب لفظ ''مہدی'' بولا جاتا ہے تو سب سے پہلے ذہن اسی (مہدیٔ آخرالزماں) کی طرف منتقل ہوتا ہے۔'' اب جب ایک شخص ''مہدی'' ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اوّل تو اس اِصطلاحی لفظ کا اِستعمال ہی اِلحاد ہے۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ یہ وضاحت بھی نہیں کرتا کہ میرے دعویٰ میں ''مہدی'' کے لفظ سے مہدیٔ آخرالزماں مراد نہیں، بلکہ برعکس اس کے وہ مہدی کی علامات کو بھی اپنے اُوپر چسپاں کرنے کی حماقت کرتا ہے تو اس کے ملحد و زندیق ہونے میں کیا کسر رہ جاتی ہے؟ اِسلام کے اِصطلاحی الفاظ کو اگر اسی طرح احمقوں کا تختۂ مشق بننے دیا جائے تو کیا خدا اور رسول سے لے کر نماز و روزہ تک تمام شرعی اِصطلاحات کو مسخ نہیں کردیا جائے گا...؟

ثانیاً:... کسی حدیث میں یہ نہیں آتا کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان مہدویت کا دعویٰ کریں گے، بلکہ ہوگا یہ کہ اُس وقت کے اَربابِ بصیرت اور اہلِ قلوب علامات سے اُن کو پہچان لیں گے، اور ان کے انکار کے باوجود اِصرار کے ساتھ ان کی بیعت کریں گے اور انہیں خلیفہ منتخب کرلیں گے۔ مگر مہدی جونپوری کے بشمول ہماری تاریخ میں مصنوعی مہدیوں کا جو غول نظر آتا ہے، ان کی ساری عمر بس دعویٰ کرنے اور دعویٰ کو سخن سازیوں کے ذریعہ منوانے میں گزر جاتی ہے۔ اب اگر بقول مولانا آزاد مرحوم: ''سیّد محمد اپنے دعویٰ میں سچے تھے کہ وہ مہدی ہیں'' تو ان کو دعویٰ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی...؟

''مہدی'' کے لغوی معنی ''ہدایت یافتہ'' کے ہیں۔ اگر جونپوری کی مہدویت اس معنیٔ لغوی کے اِعتبار سے تھی تو سوال یہ ہے کہ کیا جونپوری صاحب سے پہلے اس اُمت میں کوئی ''ہدایت یافتہ'' شخص نہیں گزرا تھا؟ ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر جونپوری صاحب کے وقت تک کے ''ہدایت یافتہ'' حضرات نے اپنی ہدایت یافتگی کی نمائش کے لیے کبھی ''مہدی'' ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، نہ اپنی مہدویت منوانے کے لیے لوگوں کو دعوت دی۔ اب اگر جونپوری صاحب واقعتاً مہدی یعنی ہدایت یافتہ تھے، تو ان کے سر میں دعویٔ مہدویت کا سودا کیوں ہوا؟ کسی شخص کا مہدی ہونے کا دعویٰ کرنا، اور پھر اس دعویٰ پر دعوت کی بنیاد رکھنا، اور اس کے نہ ماننے والوں کی تکفیر کرڈالنا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا دعویٰ غلط ہے، وہ ہادی و مہدی نہیں، بلکہ ضال اور مضل ہے۔

ثالثاً:... مہدی جونپوری کا دعویٔ مہدویت کوئی معصوم غلطی نہیں تھی، جیسا کہ مولانا مرحوم ہمیں باور کرانا چاہتے ہیں، بلکہ اُس نے اس کے لیے شرمناک کھیل کھیلا۔ وہ نسباً سیّد نہیں تھا، مگر مہدویت کی ضرورت کے لیے اُس نے سیّد ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کا اصل نام ''محمد'' نہیں تھا، بلکہ مہدی بننے کے لیے نام تبدیل کیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ آپ مہدی ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟ جواب دیا: ''پس آیند!'' (پیچھے آتے

ہیں) چنانچہ اس کے مریدوں میں سے بعض نے عیسیٰ ہونے کا دعویٰ جڑ دیا۔ (تفصیل کے لیے "ہدیۂ مہدویہ" کا مطالعہ کیجیے!) کیا اس قسم کے اُمور کو سامنے رکھ کر یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ یہ ایک معصوم غلطی تھی؟ اور جان بوجھ کر اس نے مہدیٔ آخرالزماں ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا؟

رابعاً:... مہدی جونپوری نے اگر صرف مہدویت کا دعویٰ کیا ہوتا تو تب بھی شاید مولانا آزاد کی تاویل کی کوئی گنجائش نکل آتی، مگر اس ظالم نے تو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اپنی مہدویت کے انکار پر تمام اُمتِ مسلمہ کو کافر بناڈالا۔ چنانچہ ہمارے فاضل مصنف رقم طراز ہیں:

"پھر وہ گلبرگہ (دکن) گئے اور وہاں سے حرمین شریفین کا عزم کیا۔ مکہ مکرمہ پہنچے اور وہاں جاکر دُوسری مرتبہ اپنی مہدویت کا اعلان کیا اور کہا: "من تبعني فهو مؤمن" (جو میری اِتباع کرے گا وہ مؤمن ہے۔) یہ ۹۰۱ ہجری کا واقعہ ہے..... مکہ مکرمہ سے مراجعت ہند کی..... احمد آباد میں تیسری مرتبہ علیٰ رؤوس الاشهاد اِعلانِ مہدویت کیا۔ اس موقع پر علمائے احمد آباد نے متفقہ طور پر ان کو شہر سے نکال دینے کا فتویٰ دیا، چنانچہ والیٔ گجرات سلطان محمود نے ان کو شہر بدر کردیا اور وہ ایک موضع "سولہ سانج" چلے گئے۔ پھر "پٹن" اور وہاں سے "بریلی" کا قصد کیا جو پٹن سے تین میل کی مسافت پر واقع تھا، یہاں اُنہوں نے چوتھی مرتبہ اپنے دعویٔ مہدویت کا اعلان کیا، اس کے منکر کو کافر ٹھہرایا۔"(۱)

اور پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ اس نے ایک مستقل نظامِ شریعت بھی وضع کیا جس کا خلاصہ "ہدیۂ مہدویہ" میں دیکھا جاسکتا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ: "سیّد محمد اپنے اس دعویٰ میں سچے تھے کہ وہ مہدی ہیں..... البتہ غلطی یہ ہوئی....."

اور اگر بایں ہمہ "سیّد محمد سچے تھے" تو پھر یہ باور کرنا مشکل ہے کہ دُنیا میں کوئی مدعی جھوٹا بھی ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے...؟

خامساً:... مولانا مرحوم کا ارشاد ہے کہ: "بہت ممکن ہے کہ ان کے قلب پر جو وارِدہ گزرا ہو، وہ صرف یہ ہو کہ: انت المهدي!" حالانکہ یہاں بحث اِمکان سے نہیں، بلکہ واقعات سے ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض اوقات اہل اللہ کے قلب پر ایسے واردات گزرتے ہیں، مگر اِلہام اور قلبی واردات کوئی حجتِ شرعیہ نہیں، اس لیے بقائمی ہوش و حواس نہ تو اُن پر تیقن کی اجازت ہے، نہ اُن کے افشا کا حکم ہے۔ بلکہ ایسے وقت میں کسی عارف و محقق سے مشورہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہاں! کسی کے منہ سے غلبۂ سُکر میں ایسے الفاظ نکل جائیں اور وہ ضبط نہ کرسکے تو معذور ہے۔ لیکن اگر

(۱) ص:۳۵۰

وہ اپنے قلبی واردات پر دعووں کا محل تعمیر کرنا شروع کردے اور لوگوں کو اس پر یقین و ایمان لانے کی دعوت دینے لگے تو وہ معذور نہیں بلکہ مستوجبِ تعزیر ہے۔ خام صوفیوں کو انہی "قلبی واردات" نے گمراہ کیا، اور وہ کسی مرشد کی راہنمائی کے بغیر اُن "اِلہامات" و "واردات" کے جنگل میں بھٹکنے لگے، خود بھی گمراہ ہوئے اور ہزاروں بندگانِ خدا کے لیے بھی غارت گر ایمان ثابت ہوئے۔

پس اگر مولانا کی یہ تاویل تسلیم بھی کرلی جائے تب بھی جونپوری مہدی کو اس وقت تک معذور سمجھا جاسکتا تھا جب تک کہ وہ سکر کی حالت میں رہتا، اور مولانا کے بقول اس "قلبی وارده" کو اپنی دعوت و دعویٰ کی بنیاد نہ بناتا۔ لیکن جب معاملہ سر سے گزر گیا، پانی ناک سے اُوپر تک پہنچ گیا، اس کے دعووں نے ایک طوفانِ فتنہ برپا کردیا، لاکھوں اِنسانوں کے اِیمان برباد ہوگئے، اُمت میں ہرج مرج کا ظہور ہوا، تو اس کے بعد بھی اسے معذور سمجھنا اور اس کی صفائی کے لیے تاویلیں کرنا، کیا علم و عقل سے اِنصاف ہے...؟

سادساً:... مولانا مرحوم کا یہ اِرشاد کہ:

"اگرچہ آگے چل کر اس فرقے کے عقائد میں بہت سی نئی نئی باتیں اور حدِ غلو سے گزرے ہوئے اعتقادات شامل ہوگئے، لیکن میرا خیال ہے، اس کی بنیاد صداقت و حق پرستی پر پڑی تھی۔"(۱)

یہ مہدویت کے بارہ میں وہی "لاہوری نظریہ" ہے جو مرزا قادیانی کے بارہ میں لاہوری پارٹی کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا مرحوم "حدِ غلو سے گزرے ہوئے اِعتقادات" کی ذمہ داری "مہدی" کے بجائے غریب مہدویوں کے سر ڈال کر اُسے سبکدوش کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اگر مہدویت کی تاریخ پیشِ نظر ہوتی تو معلوم ہوتا کہ مہدویوں نے ان تمام غلط عقائد کی سند اپنے "مہدی" سے پیش کی ہے۔ ان عقائد کے موجد مہدوی نہیں تھے، بلکہ خود نام نہاد جونپوری مہدی تھا۔

سابعاً:... جونپوری مہدی کے بارہ میں مولانا مرحوم کو جس چیز نے حسنِ ظن پر آمادہ کیا، وہ خود مولانا ہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

"سیّد موصوف نے (میں عرض کرچکا ہوں کہ وہ واقعتا سیّد نہیں تھا، بلکہ بناوٹی سیّد تھا- ناقل) اِحیائے شریعت اور قیامِ اَمر بالمعروف کا غلغلہ بلند کیا، اور لوگوں سے کہا کہ اب نہ کسی مجاہدہ کی ضرورت ہے اور نہ ذکر و شغل کی، (حالانکہ اُصولی طور پر یہی سب سے پہلی غلطی تھی- ناقل) سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ خلق اللہ کو سیدھی راہ پر لگاؤ اور اَحکامِ شرعیہ کے قیام کی راہ میں اپنی جانیں تک لڑادو! عشق کی صداقت اور قلب کی پاکی نے اُن کے دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں

(۱) ص:۳۵۳

ہزاروں آدمی حلقۂ اِرادت میں داخل ہوگئے، (مسیلمہ کذاب کی دعوت پر بھی ہزاروں آدمی اس کے حلقۂ اِرادت میں داخل ہوگئے تھے، کیا مولانا کے نزدیک یہ بھی ''عشق کی صداقت'' اور ''پاکیٔ قلب'' کا کرشمہ تھا؟ ناقل) اور متعدد سلاطینِ وقت نے اُن کی بیعت کی۔ ان لوگوں کے طور طریق کچھ عجیب عاشقانہ و والہانہ تھے، اور ایسے تھے کہ صحابہ کرامؓ کے خصائصِ اِیمانی کی یاد تازہ کرتے تھے، عشقِ اِلٰہی کی ایک جاں سپار جماعت تھی جس نے اپنے خون کے رشتوں اور وطن و زمین کی فانی لذتوں کو اِیمان و محبت کے رشتہ پر قربان کردیا تھا، اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہِ حق میں ایک دُوسرے کے رفیق و غم گسار بن گئے تھے۔''(۱)

گویا مولانا مرحوم مہدی جونپوری کی دو باتوں پر فریفتہ ہیں، ایک: ''اِحیائے شریعت کا غلغلہ'' اور دُوسرے: ''اس کے پیروؤں کا اِیمانی ولولہ'' حالانکہ مولانا مرحوم نے اگر ذرا بھی تأمل کیا ہوتا تو انہیں نظر آتا کہ یہ سب جھوٹے سکے کی چندروزہ چمک تھی۔

باطل پرست مدعیوں کے حالات پڑھو! یہ دونوں چیزیں کمی بیشی کے تفاوت کے ساتھ ہر جگہ موجود نظر آئیں گی۔ ہر مدعی کو اپنی دعوت کے آغاز میں صلاح و تقویٰ، دعوت و عزیمت اور قیامِ شریعت کے غلغلہ کی نمائش لازم ہوتی ہے، حتیٰ کہ دجالِ اکبر کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بھی شروع شروع میں زُہد و تقویٰ کی نمائش کرے گا، پھر نبوّت کا مدعی ہوگا، اور بعد میں مکمل طور پر خدائی کا منصب سنبھال لے گا۔

کھلی بات ہے کہ اگر یہ جھوٹے مدعی اِبتدائے حال میں صلاح و تقویٰ کا مظاہرہ نہ کریں تو اُن کی دعوت کو فروغ کیسے حاصل ہو؟ اور اُن کی دُکانِ مکر کیسے چلے؟ اور اگر ''قیامِ شریعت'' کا نعرہ نہ لگائیں تو مسلمان اُن کے دامِ اِعتقاد میں کیسے پھنسیں؟ اور اُن کے پیروؤں میں جوش و ولولہ کہاں سے آئے...؟

اِسی طرح کسی نئی دعوت کے نتیجہ میں جو جماعت تیار ہوتی ہے، ان میں جوش و خروش اور والہانہ ولولہ کا پایا جانا بھی ایک عام بات ہے۔ دورِ قدیم میں خوارج کے حالات پڑھو کہ زُہد و تقشف، صلاح و تقویٰ، صدق و امانت اور ریاضت و مجاہدہ کی وہ مثالیں اُنہوں نے قائم کیں جن کے بارہ میں لسانِ نبوّت سے صحابہ کرامؓ کو فرمایا گیا:

"یحقر أحدکم صلاتہ مع صلاتھم و صیامہ مع صیامھم"(۲)

(۱) ص:۳۵۴

(۲) الصحیح لمسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان الخوارج و احکامھم، ص: ۳۴۱

''تم اُن کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو، اور اُن کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔''

اور دورِ جدید میں قادیانیت کی مثال ہمارے سامنے ہے، جس کے ابتدائی دور کو دیکھ کر شاعرِ مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کو ''نمونہ اسلامی سیرت'' کا شبہ ہوتا تھا۔ اسی طرح دورِ جدید میں کمیونسٹ تحریک کے فریب خوردوں میں جو ولولہ اور جوش دیکھنے میں آیا، وہ سب کو معلوم ہے۔ کیا یہ ان کی حق پرستی کی دلیل ہے؟

الغرض! جھوٹے نگینوں کی یہ چمک دمک ناواقفوں کو تو فریب دے سکتی ہے، مگر مولانا آزاد مرحوم ایسے بلند نظر لوگوں کا اس سے فریب کھا جانا، ایک حیرت افزا عجوبہ ہے...!

کسی تحریک کا محض شور و غوغا، یا اس کے متبعین کا وقتی جوش و ولولہ، اس تحریک یا بانیٔ تحریک کی صداقت کی ضمانت نہیں، بلکہ سب سے پہلے اُسے دینِ قیم کی کسوٹی پر کس کر دیکھنا چاہیے کہ اس کی چمک دمک اصلی ہے یا جعلی؟ اور پھر اس کے آثار و نتائج پر غور کرنا چاہیے کہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچا، یا ضرر؟ اس سے اسلام کی بنیادیں مستحکم ہوئیں یا متزلزل؟ مسلمانوں میں اس سے وحدتِ ملی کی رُوح پیدا ہوئی یا اُن کے انتشار و خلفشار میں اضافہ ہوا؟ اس معیار پر جب ہم جونپور کی تحریکِ مہدویت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس کے اور قادیان کی تحریکِ مسیحیت کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا!

بہتر ہوتا کہ فاضل مصنف ''فقہائے ہند'' کی محفل میں مہدی جونپوری کو شریک ہونے کی دعوت نہ دیتے۔ یہ نہیں تو کم از کم مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو اُس کے وکیلِ صفائی کی حیثیت سے کھڑا نہ کرتے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۳۹۷ھ)

فقہائے ہند (جلد چہارم، حصہ اوّل)

مولانا محمد اسحٰق بھٹی۔ صفحات: ۲۹۲۔ قیمت (مجلد): ۱۶ روپے۔ پتا: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۲ کلب روڈ، لاہور۔

مولانا محمد اسحٰق بھٹی نے کچھ عرصہ پہلے برصغیر پاک و ہند کے فقہاء پر لکھنا شروع کیا تھا، اس سلسلہ کی تین جلدوں کا تعارف ان صفحات میں آچکا ہے، زیرِ نظر چوتھی جلد (حصہ اوّل) گیارہویں صدی کے ۱۲۵ علماء و فقہاء کے حالات پر ہے، یہ حصہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے تذکرہ پر ختم ہوتا ہے۔ (اور مصنف کے مطابق اس جلد کا حصہ دوم ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ سے شروع ہوگا۔)

فاضل مصنف کا اِلتزام ہے کہ وہ ہر جلد کے مقدمہ میں متعلقہ دور کے سیاسی حالات، حکومتوں کے عروج وزوال، حکمرانوں کے دینی ومذہبی رُجحانات اور اُن کے اہلِ علم کے ساتھ روابط وتعلقات پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، تاکہ اہلِ علم کی خدمات کی وسعت وگہرائی کا اندازہ کیا جاسکے۔ اِس اِلتزام کے مطابق زیرِ نظر حصہ اوّل میں مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں۔ (جہانگیر اور شاہ جہاں کے حالات حصہ دوم میں درج ہوں گے)۔ مصنف نے اکبر کی زندگی کے تین دور تجویز کیے ہیں: پہلے دور میں اکبر خاصا مذہبی تھا، اَعمالِ دین کا پابند تھا، شعائرِ دین کا اِحترام کرتا تھا۔ دُوسرے دور میں اس نے اِلحاد کا راستہ اپنایا، ''دینِ اِلٰہی'' کے نام سے ایک نئے دین کی طرح ڈالی، شعائرِ دین کو پامال کیا اور خالص کفر پھیلانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔

مصنف، اکبر کے فتنۂ زیغ وضلال کی تفصیل ذکر کرنے کے بعد اس کی گمراہی کے اصل سبب کی نشان دہی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''حیاتِ اکبر کے دُوسرے دورِ حکمرانی کا اصل المیہ یہ ہے کہ بادشاہ کے زیادہ تر اور مؤثر ترین اَرکانِ سلطنت یا تو غیر مسلم تھے، یا وہ ''مسلمان'' جو اپنی خاص مصلحتوں کی بنا پر اسے اِسلام سے قطعی دُور رکھنا چاہتے تھے۔ واقعات کی رفتار کے تسلسل سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اس مقصد میں کامیاب رہے اور بادشاہ کو اِسلام اور اس کے اَحکام واَوامر سے بہت دُور لے گئے۔ بلاشبہ اس دور میں بھی اکبر کے دربار میں اور مختلف بلاد واَمصار کے اَہم مناصب پر اِسلام کا صحیح درد رکھنے والے اُمراء وعلماء متعین تھے، لیکن اُن کی آواز بہت حد تک بے اثر ہوکر رہ گئی تھی۔''(۱)

فاضل مصنف کے اس تجزیہ پر اگر غور کیا جائے تو یہ خود ہمارے ملک کا المیہ ہے۔ پاکستان کا قیام ہی اِسلام کے لیے عمل میں آیا تھا، لیکن اِبتدا ہی سے یہاں کے ''بادشاہوں'' (خواہ وہ جدید اِصطلاح میں ''گورنر جنرل'' کہلاتے ہوں یا ''صدر'' اور ''وزیراعظم'') کے گرد جن لوگوں نے ہالہ بنائے رکھا، وہ یا تو خالص غیر مسلم (قادیانی، دہریے) تھے، یا وہ ''مسلمان'' جو اپنی خاص مصلحتوں کی بنا پر اُنہیں اِسلام سے قطعی دُور رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ تیس سال تک اِسلام کے مصنوعی نعرے تو سارے اَربابِ اِقتدار نے لگائے، مگر عملی طور پر پاکستانی معاشرہ کو اِسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل اِختیار کیے، نتیجہ یہ کہ قوم مذہبی، معاشرتی اور سیاسی انارکی کا شکار ہوکر رہ گئی۔

اکبر کی زندگی کے تیسرے اور آخری دور کے بارہ میں مصنف ''رودِ کوثر'' کے حوالہ سے بتاتے ہیں کہ

(۱) ص:۱۲۷

فیضی مر چکا تھا، ابوالفضل کا رابطہ دربار سے ٹوٹ چکا تھا، اکبری اِلحاد کے بال وپر کٹ چکے تھے، خود اکبر کا آفتابِ حیات لبِ بام تھا، اس لیے اب اکبر کے رُجحانات میں تبدیلی آچکی تھی، اس تبدیلی کے قرائن وشواہد ذکر کرنے کے بعد مصنف لکھتے ہیں:

''ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو کسی کے اِلحاد وزندقہ پر زور دیں، یا اسے جہنمی بنانے پر اِصرار کریں.... اگر یہ مان لیا جائے کہ آخری دِنوں میں وہ اسلام کی حقانیت پر اِیمان لے آیا تھا اور وہ مسلمان کی حیثیت سے اس دُنیا سے رُخصت ہوا، تو ہمارا کیا بگڑتا ہے؟..... بہر کیف موت کے بعد اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگیا، وہی نیتوں کا جاننے والا ہے۔''(۱)

علماء کے تراجم اکثر مختصر ہیں اور کہیں کہیں مفصل، اِس جلد میں سب سے زیادہ مفصل تذکرہ اِمامِ ربانی مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

فاضل مصنف کی یہ محنت علم کی بہت بڑی خدمت ہے، اہلِ علم اس کی جتنی پذیرائی کریں کم ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ)

فقہائے ہند (جلد چہارم، حصہ دوم)

مولانا محمد اِسحٰق بھٹی۔ صفحات: ۴۳۲۔ قیمت (مجلد): ۲۵ روپے۔ پتا: اِدارہ ثقافتِ اِسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

مولانا محمد اِسحٰق بھٹی (مدیر ماہنامہ ''ثقافت''، لاہور) کی اس کتاب کے پہلے چار حصوں سے ہمارے قارئین متعارف ہوچکے ہیں، زیرِ نظر جلد اِس سلسلہ کی پانچویں کڑی ہے، چوتھی جلد فاضل مصنف نے گیارہویں صدی کے فقہائے ہند کے لیے مخصوص کی تھی، جسے دو حصوں پر تقسیم کیا تھا، اس کا دُوسرا حصہ پیشِ نظر ہے۔ جس میں ۷۶ علماء وفقہاء کے تراجم ہیں، اور اس کا آغاز مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے ترجمہ سے ہوتا ہے۔ اپنی رَوِش کے مطابق فاضل مصنف نے مغل بادشاہ جہانگیر اور شاہ جہاں کے حالات، اُن کی زندگی کا مدوجزر، اُن کی دِینی، معاشرتی خدمات اور اُن کی علم نوازی اور معارف پروَری کا مفصل تذکرہ بھی کیا ہے۔

فاضل مصنف اس محنت وجانفشانی پر بارگاہِ علم وفضل میں دادوتحسین اور قبولیت وپذیرائی کے مستحق ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ)

(۱) ص: ۳۳

فقہائے ہند (جلد پنجم، حصہ اوّل)

مولانا محمد اِسحٰق بھٹی۔ صفحات: ۳۷۰۔ قیمت: ۲۴ روپے۔ پتا: اِدارۂ ثقافتِ اِسلامیہ، ۲، کلب روڈ، لاہور۔

''فقہائے ہند'' کی سابقہ جلدوں کا تعارف ان صفحات میں آچکا ہے، اِن کی پانچویں جلد بارھویں صدی کے علماء وفقہائے ہند کے حالات پر مشتمل ہے، جسے فاضل مصنف نے دوحصوں میں تقسیم کردیا ہے۔ زیرِ نظر حصہ اوّل میں حروفِ تہجی کی ترتیب ''الف'' سے ''کاف'' تک ۱۶۲ حضرات کا تذکرہ ہے، اور حصہ دوم میں ''م'' سے ''ی'' تک کے اَسماء کا ذکر ہوگا۔

جناب مصنف نے یہ اِلتزام کیا ہے کہ مقدمہ میں متعلقہ دور کے حکمرانوں کا تذکرہ کیا جائے اور اُن کی علمی ودینی دِلچسپیوں اور اہلِ علم کے ساتھ اُن کے تعلقات وروابط کا جائزہ لیا جائے۔ اِس اِلتزام کے مطابق زیرِ نظر حصہ کا مقدمہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کے حالات کے لیے وقف ہے۔ جناب مصنف نے اِس نیک دِل اور علم پرور بادشاہ کی شخصیت کے تقریباً ہر پہلو کا بڑے اِختصار کے ساتھ جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ گزشتہ دور میں ان کو بدنام کرنے کے لیے جو پروپیگنڈا کیا گیا، اس مقدمہ سے اس کا بڑی حد تک اِزالہ ہوجاتا ہے۔ جن اکابر کا تذکرہ اِس حصہ میں آیا ہے، اُن میں سے حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ (حضرت شاہ ولی اللہؒ کے والد ماجد)، میر غلام علی آزاد بلگرامی اور مولانا قطب الدین سہالوی (رحمہم اللہ) کا تذکرہ خاصا مفصل ہے۔

فاضل مصنف نے جس محنت سے دفاتر کو کھنگال کر یہ دل آویز مرقع تیار کیا ہے، یہ اُن کی حسنات میں شمار ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۰ھ)

نزھۃ الخواطر (جلد ہشتم)

حضرت مولانا سیّد عبدالحی حسنی ندویؒ۔ صفحات: ۵۶۸۔ قیمت (مجلد): ۵۰ روپے۔ پتا: نور محمد کارخانۂ تجارتِ کتب، آرام باغ، کراچی۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے والد ماجد حضرت العلامہ مولانا سید عبدالحی حسنی ندویؒ (سابق

ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ) کی اُردو اور عربی میں متعدد کتابیں شائع ہوچکی ہیں، ان میں "الثقافة الاسلامية في الهند" اور "نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر" تو ایسی ہیں کہ برصغیر کی علمی و دینی اور ثقافتی تاریخ کے لیے ڈکشنری کا کام دیتی ہیں۔ "نزهة الخواطر" میں مصنفؒ نے پہلی صدی سے اپنے دور (چودھویں صدی) تک (غیر منقسم) ہندوستان کے علماء و مشائخ اور اعیان و اکابر کے حالات جمع کرنے کا عزم کیا۔ سفر طویل تھا، منزل بعید ترین، اور پھر سر پر اُمورِ خانہ ذمہ داریوں کا کوہِ گراں! مگر مصنف کی اُولوالعزمی اور ہمتِ مردانہ نے اس عظیم الشان مہم کو تیس سال کی مسلسل محنت و عرق ریزی کے بعد سر کر ہی لیا، اور آٹھ جلدوں میں ایک کتاب مرتب کردی، جسے اعلامِ ہند کا "دائرۃ المعارف" کہنا بجا ہوگا، اور جس پر صرف ہندوستان ہی نہیں، بلکہ پورا عالمِ اسلام فخر کرسکتا ہے۔

زیرِ نظر آٹھویں جلد چودھویں صدی کے ۱۵۶۳ اعیان و اکابر کے تراجم پر مشتمل ہے۔ ان میں بہت سے تراجم ابھی زیرِ تکمیل اور اصحابِ تراجم بقیدِ حیات تھے کہ حضرت مصنفؒ ۱۵ رجمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ کو جوارِ رحمتِ الٰہی میں پہنچ گئے، اس لیے ان کی تکمیل حضرت مصنفؒ کے خلف الرشید ہمارے مخدوم مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے قلم سے ہوئی۔ چونکہ اس میں خاصا حصہ مولانا محترم کی نگارشات کا ہے، اس لیے اس جلد کو باپ بیٹے کی مشترکہ تالیف کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ مولانا نے حضرت مصنفؒ کے اُسلوبِ نگارش کا تتبع ایسا کیا ہے کہ اصل و اضافہ کے درمیان خطوط وحدانی سے جو اِمتیاز پیدا کیا گیا ہے، وہ نہ ہوتا تو اِمتیاز مشکل تھا، اس لیے جہاں کہیں یہ اِمتیازی نشان سہواً رہ گئے ہیں، وہاں اِضافہ کا مبدا تلاش کرنے میں بڑی اُلجھن پیش آتی ہے۔ مکمل کتاب "دائرۃ المعارف" حیدرآباد دکن سے شائع ہوچکی ہے۔ آٹھویں جلد پاکستان میں نایاب تھی اور بہت سے لوگوں کے سیٹ نامکمل تھے، اس لیے بعض اہلِ علم کے تقاضے سے اسے نور محمد کارخانۂ تجارتِ کتب، کراچی نے (غالباً متعلقہ حضرات کی اِجازت کے بعد) شائع کیا ہے۔ فجزاه الله عن العلم خير الجزاء!

اس آٹھویں جلد میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیر و مرشد حکیم نور دین کے علاوہ ایک اور مرزائی کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ مرزا قادیانی کے حالات سے یہ فائدہ تو ضرور ہوگا کہ عالمِ اسلام اس کے کذب و اِفترا سے آگاہ ہوجائے گا، لیکن بہتر یہ تھا کہ "نزهة الخواطر" کی اس مقدس محفل کو، جس میں ہزاروں اہل اللہ بزم آرا ہیں، ان مرتدین کے تذکرہ سے بدمزہ نہ کیا جاتا...!

بہرحال! اِس تصنیف پر حضرت مصنفؒ اور اُن کے صاحب زادۂ گرامی جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے علاوہ وہ تمام حضرات جزائے خیر کے مستحق ہیں، جن کی سعی ومحنت سے یہ عظیم الشان شاہکار منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۷ھ)

سوانح حیات وکرامات حضرت حاجی بہادر کوہاٹیؒ

جناب سیّد لعل شاہ صاحب۔ صفحات: ۳۲۸۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار، پشاور۔

حضرت سیّد عبداللہ کوہاٹیؒ - جو ''حاجی بہادر'' کے نام سے معروف تھے- حضرت سیّد آدم بنوری مہاجر مدنیؒ (م: ۱۰۵۳ھ) کے ممتاز خلیفہ اور صاحبِ اِستقامت وکرامت بزرگ تھے۔ گیارہ سال مرشد کی خدمت میں رہے اور اس کے بعد تقریباً تیس سال تک مسندِ اِرشاد پر فائز رہ کر ۱۰۹۰ھ یا ۱۰۹۹ھ میں سفرِ آخرت فرمایا۔

زیرِ نظر کتاب میں حضرت حاجی صاحبؒ کے اِیمان افروز حالات وکرامات کو مرتب کیا گیا ہے، اور جناب مؤلف نے ضمناً بہت سے مسائل پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ کتاب بڑی دِلچسپ ہے اور اس کے پڑھنے سے اِیمان ویقین کی خنکی نصیب ہوتی ہے، مگر افسوس ہے کہ اَہم واقعات کو درج کرتے ہوئے اُن کے مأخذ کا حوالہ دینے کی زحمت نہیں کی گئی، جس سے درج شدہ واقعات کی تاریخی حیثیت بڑی کمزور، بلکہ مشتبہ ہوجاتی ہے۔ مثلاً: صفحہ: ۳۸ سے صفحہ: ۵۶ تک عالمگیرؒ کی مجلسِ مناظرہ اور اس کے نتیجہ میں عالمگیرؒ اور ان کے ارکانِ دولت کا حاجی صاحبؒ سے بیعت ہونا ایسا معمولی واقعہ نہیں کہ اسے بغیر سند کے درج کردیا جائے۔ اِسی طرح صفحہ: ۲۴۰ پر شیخ رحمکارؒ کا واقعہ کتنا رُوح پرور اور وجد آفرین ہے، مگر حوالہ ندارد! ہمیں اُمید ہے کہ نظرِ ثانی میں جناب مؤلف اس کمی کو پورا کرکے کتاب کو اور زیادہ مفید بنانے کی سعی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ)

تذکرۂ اِمامِ ربانی مجدّد الفِ ثانیؒ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ۔ صفحات: ۳۵۴۔ قیمت (جلد کارڈ بورڈ): ۲۲ روپے۔

پتا: مکتبہ سراجیہ، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔

حضرت المخدوم مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ نے ''الفرقان'' کے دورِ شباب میں حضرت الامام الربانی شیخ احمد سرہندی مجددِ الفِ ثانی قدس اللہ سرہٗ (متوفی: ۱۰۳۴ھ-۱۶۲۴ء) پر ایک بہترین نمبر نکالا تھا، جو نہ صرف ''الفرقان'' بلکہ دینی مجلات کی تاریخ میں ایک منفرد حیثیت کا نمبر تھا، بعد ازاں اس میں مزید اضافوں اور کچھ حذف وترمیم کے بعد مولانا موصوف نے ''تذکرۂ امام ربانی مجددِ الفِ ثانیؒ'' کے نام سے اسے مستقل کتابی صورت میں بھی شائع فرمایا۔ پاکستان میں ''الفرقان'' کا ''مجددِ الفِ ثانیؒ نمبر'' تو کیا ملتا، اس کا نقشِ دوم ''تذکرۂ امامِ ربانیؒ'' بھی نایاب تھا، خود راقم الحروف کو اس کے حصول کی شدّت سے آرزو تھی، حق تعالیٰ مکتبہ سراجیہ کے کارپردازوں کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے حضرت مؤلف کی اجازت سے اسے پاکستان میں شائع کر کے علمی حلقوں پر عظیم احسان فرمایا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۹ھ)

حضرت مجددِ الفِ ثانیؒ

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب۔ صفحات: ۸۱۶۔ قیمت (مجلد): ۲۵۰ روپے۔

پتا: حاجی محمد اعلیٰ، ادارہ مجددیہ ۲/۵، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی، نمبر ۱۸۔

امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانیؒ حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ (متوفی: ۱۰۳۴ھ-۱۶۲۴ء) کا نامِ نامی آفتابِ نیمروز سے زیادہ روشن ہے، آپ کی تجدیدی اصلاحات سے ایک عالم منوّر ہوا، اور اب تک یہ آفتابِ انوار فیض رساں ہے، بقول ہمارے ایک بزرگ کے:

''حضرت مجدد قدس سرہٗ الفِ ثانی (ہزارۂ دوم) کے مجدد ہیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر صدی پر جو تجدید کا کام ہوگا وہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے اُصولوں پر ہوگا۔''

ظاہر ہے کہ آپ کے سیر وسوانح، آپ کے ارشادات وتعلیمات، اور آپ کی تجدیدات و اصلاحات سے واقف ہونا ہزارۂ دوم میں آنے والے مسلمانوں کے لیے ضروری ہوا، حضرت مجدد قدس سرہٗ پر فارسی میں بڑی وقیع کتابیں لکھی گئی ہیں، اور اُردو میں بھی حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور مولانا محمد منظور نعمانی وغیرہ اکابر اہلِ قلم نے بڑے قیمتی مقالے لکھے

ہیں، (فجزاهم الله احسن الجزاء!) تاہم اُردو کا دامن ایک ایسی جامع تالیف سے خالی تھا، جس میں حضرت مجدّد قدس سرہ کے کامل و مکمل سوانح و حالات کے ساتھ آپ کے تجدیدی کارناموں اور اِصلاحات وتعلیمات کو پوری تفصیل سے قلم بند کیا گیا ہو، حق تعالیٰ حضرت مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے زیرِ نظر کتاب مرتب کر کے اُردو کے ذمہ کا سارا قرض چکا دیا۔

حضرت مؤلف سلسلۂ نقشبندیہ مجدّدیہ کے صاحبِ سلسلہ بزرگ ہیں، انہیں حضرت مجدّد قدس سرہٗ کے علوم ومعارف سے خاص شغف اور فطری مناسبت ہے، موصوف حضرت مجدّد قدس سرہٗ کے تمام رسائل ترجمہ وتصحیح کے ساتھ شائع کر چکے ہیں، اور مکتوباتِ مجدّدیہ کا وہ بیش قیمت نسخہ جو مولانا نور احمد صاحب مرحوم کی تصحیح و حواشی کے ساتھ امرتسر سے چھپا تھا، موصوف کے ایما پر ان کے متوسلین نے اس کا عکسی فوٹو شائع کیا ہے۔ حضرت موصوف لکھتے ہیں:

”....جب اِدارۂ مجدّدیہ ناظم آباد کراچی حضرت اِمامِ ربانی مجدّدالفِ ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کے علاوہ جملہ رسائل شائع کر چکا تو خیال آیا کہ حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کی ایک مختصر سوانح حیات بھی اِدارہ کی جانب سے شائع کی جائے، بالآخر رفتہ رفتہ اس خیال نے ایک عملی صورت اختیار کر لی اور حضرت موصوف کی سوانح حیات کے متعلق جملہ کتب کی تلاش وجستجو شروع کر دی گئی۔“

مگر اب یہ ”مختصر سوانح حیات“ نہیں رہی، بلکہ عربی، فارسی، اُردو (مطبوعہ وغیر مطبوعہ) تذکروں میں جتنا مواد اس موضوع پر مل سکا، بڑی خوب صورتی کے ساتھ اس میں جمع کر دیا گیا۔ یوں ”اس کتاب میں حضرت موصوف کے تمام تذکروں کی جامعیت پیدا ہوگئی۔“ کتاب کا خاص باب جو اس کے ۱۹۷ صفحات پر محیط ہے، وہ ہے: ”حضرت مجدّدؒ کی تعلیمات، مکتوبات کی روشنی میں“ اس میں مختلف عنوانات کے تحت حضرت مجدّد قدس سرہٗ کے مکتوبات شریفہ کے اِقتباسات کا اُردو ترجمہ جو حضرت مؤلف نے خود کیا ہے، نقل کیا گیا ہے۔ اور آخر میں ان ۱۹۲ حضرات کے ناموں کی فہرست ملحق ہے جو حضرت مجدّد قدس سرہٗ کے مکتوب الیہم تھے، ہر نام کے ساتھ اس کا مختصر تعارف اور تعدادِ مکتوبات۔ حضرت مؤلف کی تصریح کے مطابق کتاب کی تدوین وتسوید میں ان کے مسترشد جناب حاجی محمد اعلیٰ کا بھی گراں قدر حصہ ہے۔ حضرت مجدّد قدس سرہٗ پر اُردو میں یہ پہلی کتاب ہے جو اس قدر جامعیت اور تحقیق سے لکھی گئی ہے۔

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی، محرم ۱۳۹۲ھ)

انوارِ معصومیہ

حضرت مولانا سیّد زوّار حسینؒ۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔ پتا: اِدارہ مجدّدیہ، ۲/۵، اِیچ، ناظم آباد، کراچی۔

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب نقشبندی مجدّدی قدس سرہٗ (متوفی: ۱۴۰۰ھ-۱۹۸۰ء) کو حق تعالیٰ نے علومِ مجدّدیہ کی نشر و اشاعت کی خاص توفیق عطا فرمائی تھی۔ موصوف نے حضرت اِمام ربانی مجدّد الفِ ثانیؒ کے متعدد رسائل کو اُردو میں منتقل کیا، حضرت مجددؒ کے سوانح پر ایک ضخیم کتاب مرتب فرمائی، حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مکتوبات کا اُردو میں ترجمہ کیا، اور حضرت خواجہؒ کے حالات پر زیرِ نظر کتاب ''انوارِ معصومیہ'' مرتب فرمائی۔

کتاب کے اصل مآخذ ''زبدۃ المقامات''، ''الروضۃ القیومیہ'' اور ''مکتوباتِ معصومیہ'' ہیں، ان کے علاوہ ساٹھ کے قریب کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ اَوّل حضرت خواجہؒ کی ولادت باسعادت سے لے کر ان کی سجادہ نشینی تک کے حالات ہیں، اس ضمن میں ''قیومت'' کی اِصطلاح کی تشریح بھی خاصی تفصیل اور عمدگی سے آئی ہے۔ اس کے بعد (صفحہ: ۳۹ سے صفحہ: ۱۱۶ تک) ۱۰۳۴ھ (جو حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی رحلت اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی سجادہ نشینی کا سال ہے) سے لے کر ۱۰۷۹ھ تک ۴۵ سالوں کے حالات و واقعات سن وار ذکر کیے گئے ہیں۔ ۱۰۶۷ھ میں حضرت خواجہؒ حج پر تشریف لے گئے تھے، آپ کا سفرنامہ حرمین حضرت خواجہ محمد عبیداللہ نے ''یواقیت الحرمین'' کے نام سے عربی میں مرتب فرمایا تھا، اس کا فارسی ترجمہ ''حسنات الحرمین'' کے نام سے شیخ محمد شاکر صاحب نے کیا تھا، اس سال کے واقعات کے ضمن میں اس فارسی رسالہ کا اُردو ترجمہ بھی شاملِ کتاب ہے۔ صفحہ: ۱۱۷ سے صفحہ: ۱۴۸ تک آپ کی اولاد اَمجاد کا تذکرہ ہے۔ صفحہ: ۱۴۹ سے صفحہ: ۱۷۶ تک خواجہ محمد زبیر کے حالات ہیں جو خواجہ محمد معصومؒ کے پروتے اور اپنے زمانہ میں مجدّدی خاندان کے عالی قدر اور نامور شیخ تھے۔

چونکہ شاہانِ مغلیہ کا مجدّدی خاندان سے گہرا تعلق رہا ہے، اس لیے (صفحہ: ۱۷۳ سے صفحہ: ۱۸۰ تک) ایک عنوان ہے: ''شاہانِ مغلیہ ایک نظر میں'' جو اختصار کے باوجود بڑا معلوماتی ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم کا ایک رسالہ اَذکار و اَدعیہ پر ہے، صفحہ: ۱۸۱ سے صفحہ: ۲۲۲ تک اس کا مکمل ترجمہ شاملِ کتاب ہے، اور مکتوباتِ معصومیہ میں جن اَوراد و اَذکار کا ذکر آیا ہے، ان کو بھی تلاش کر کے اس کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے۔

کتاب کا سب سے ضخیم، پُرمغز اور کارآمد حصہ (صفحہ:۲۳۱ سے صفحہ:۳۴۰ تک) حضرت عروۃ الوثقیٰ کی وہ تعلیمات ہیں جن کو آپ کے مکتوباتِ شریفہ سے چن کر ایک خاص ترتیب سے جمع کردیا گیا ہے۔ یہ ۱۱۰ صفحے اگر الگ رسالہ کی شکل میں شائع کردیے جائیں تو بہت ہی نفع کی اُمید ہے۔

صفحہ:۳۴۱ سے صفحہ:۳۵۵ تک حضرت خواجہؒ کے خلفائے کرام کا تذکرہ ہے، اور کتاب کے آخر میں حضرت خواجہؒ کے مکتوب الیہم کے اسمائے گرامی کی حروفِ تہجی کے اعتبار سے فہرست ہے، بعض کا مختصر یا مفصل تعارف بھی پیش کیا گیا ہے، اور ہر نام کے ساتھ ان کے نام کے مکتوبات کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔

کتاب کے اس اِجمالی خاکہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مصنفؒ نے اس کی ترتیب میں کس قدر محنت و جانفشانی سے کام لیا ہوگا! اُمید ہے کہ ان کی یہ خدمت ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہوگی اور ان کے رفعِ درجات کا موجب بنے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ)

بارگاہِ رسالت اور بزرگانِ دیوبند

جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب (مہتمم مدرسہ دارالہدیٰ، بھکر)۔ صفحات: ۴۸۔ کتابت وطباعت: دیدہ زیب۔ قیمت: ۵۰ پیسے۔ پتا: اِدارہ اسلامیہ، بھکر، ضلع میانوالی۔

گزشتہ ایک صدی سے دینِ اِسلام کے اِحیا و تجدید، نشر و اشاعت اور تعلیم و تبلیغ کا کام جس قدر دارالعلوم دیوبند کے اکابر سے لیا گیا ہے، شاید پورے عالمِ اِسلام میں اس کی نظیر نہیں ملے گی، لیکن قدر ناشناسی کی حد ہے کہ ان ہی نفوسِ قدسیہ کو بدنام کرنے کے لیے مختلف پروپیگنڈے کیے گئے، یہاں تک کہ ان کے بارہ میں یاد کرایا گیا کہ وہ (خاکم بدہن) بارگاہِ رسالت (فداہ آبائنا وامھاتنا وارواحنا صلی اللّٰہ علیہ وسلم) میں متادب نہیں۔ معاذ اللہ! اس الزام کا تفصیلی جواب تو ان بزرگوں کے علمی و عملی کارنامے ہیں، لیکن اس افراتفری کے دور میں ہر شخص کو نہ اتنی فرصت، نہ ہمت! مصنف محترم جزائے خیر کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ رسالہ لکھ کر اکابرِ دیوبند کی نسبت مع اللہ اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر منصف کے سامنے پیش کردی ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحی من حی عن بینۃ!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ)

اکابر علمائے دیوبند؛ اِتباعِ شریعت کی روشنی میں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۱۲۰۔ قیمت: ۳/۷۵ روپے۔
ملنے کا پتا: ملک سنز بک سیلرز اینڈ پبلشرز، کارخانہ بازار، فیصل آباد۔

علمائے دیوبند کون ہیں؟ کیا ہیں؟ کتاب وسنت، صحابہ کرامؓ، اولیاء عظامؒ، سلف صالحینؒ اور بزرگانِ دین کے ساتھ ان کے کیسے تعلقات ہیں؟ زیرِ نظر رسالہ میں بسط وتفصیل کے ساتھ ان حضرات کے اِتباعِ شریعت، شغفِ نماز، اِہتمامِ رمضان، اِنفاق فی سبیل اللہ، شوقِ حرمین شریفین، اِحیائے سنت اور زُہد وتقویٰ اور علم وعمل کی جامعیت اور سلف صالحین کے ساتھ عقیدت کے واقعات کو قلم بند کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ)

اکابر علمائے دیوبند

جناب حافظ قاری سیّد محمد اکبر شاہ بخاری۔ صفحات: ۳۶۸۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔
پتا: ادارہ اِسلامیات، ۱۹۰/انارکلی، لاہور۔

برادرم جناب حافظ سیّد محمد اکبر شاہ صاحب بخاری کا نام علمی حلقوں کے لیے غیرمعروف نہیں ہے، اکابر کی وفیات پر اُن کے بہت سے مضامین ملک کے رسائل ومجلّات میں شائع ہوچکے ہیں، موصوف کی متعدّد کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں، جن میں ''تحریکِ پاکستان اور علمائے دیوبند'' ایک عظیم تاریخی شاہکار ہے، جسے علمی وادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ''سیرتِ عثمانیؒ''، ''ذکرِ طیبؒ''، ''سوانحِ خلیلؒ''، ''تذکرۂ خطیب الامتؒ''، ''مفتیٔ اعظم پاکستانؒ''، ''ذکرِ متینؒ''، ''حیاتِ اِحتشامؒ''، ''خطباتِ اِحتشامؒ''، ''سیرتِ بدرِ عالمؒ''، ''حیاتِ مالکؒ'' اور ''ذکرِ خیر محمدؒ'' قابلِ قدر تصانیف ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''اکابر علمائے دیوبند'' موصوف کی ایک نہایت ہی جامع، دلچسپ اور مفید تصنیف ہے، جس میں موصوف نے ۶۸ مشاہیر علمائے دیوبند کے مختصر حالات اور اُن کے علمی وعملی کمالات وخدمات کا خاکہ بڑے سلیقہ سے مرتب کیا ہے۔ یہ تذکرہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نوّراللہ مرقدہٗ سے شروع ہوکر جناب مولانا محمد رفیع عثمانی (مہتمم دارالعلوم کراچی) کے ذکرِ رفیع پر ختم ہوتا ہے۔ جناب مؤلف کی یہ کوشش لائقِ تحسین وستائش ہے۔

کتاب کا پیش لفظ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی قدس سرہٗ کے قلم سے ہے، جس میں علمائے

دیوبند کے نمایاں اور اِمتیازی اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرتؒ نے لکھا ہے:

''بہرحال یہاں (دیوبند) سے علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مولانا سیّد اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا اِعزاز علی امروہیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد اِدریس کاندھلویؒ جیسے ہزاروں علم وعمل کے آفتاب و ماہ تاب پیدا ہوئے اور دارالعلوم دیوبند درحقیقت انہی عظیم شخصیتوں اور اِسی طرزِ فکر کا نام ہے۔''(۱)

ان ہزاروں میں سے ۶۸ کا اِنتخاب جناب مؤلف کا حسنِ ذوق ہے، ورنہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، اَمیرِ تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور اَمیرِ ثالث مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ وغیرہ ہزاروں مشاہیر ایسے ہیں جن میں ''اکابر علمائے دیوبند'' سے زیادہ ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں، اور لکھی بھی گئیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ)

بیس بڑے مسلمان

مولانا حافظ عبدالرشید اَرشد۔ صفحات: ۱۲۰۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، ۳۲-اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

زیرِ نظر کتاب جو اپنی نوعیت کی پہلی اور اچھوتی تالیف ہے، مندرجہ ذیل بیس نادرۂ روزگار ہستیوں کا سوانحی خاکہ ہے۔ جس سے ہماری گزشتہ ڈیڑھ صدی کی منضبط تاریخ سامنے آجاتی ہے:

۱... حاجی اِمداداللہ مہاجر مکیؒ۔ ۲... مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔ ۳... مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ ۴... شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ۔ ۵... حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ ۶... علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ۔ ۷... مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ۸... مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ۔ ۹... مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ۔ ۱۰... علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ ۱۱... مولانا محمد اِلیاس کاندھلویؒ۔ ۱۲... مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ۔ ۱۳... مولانا احمد علی لاہوریؒ۔ ۱۴... مفتی محمد حسن امرتسریؒ۔ ۱۵... مولانا ابوالکلام آزادؒ۔ ۱۶... مولانا محمد علی جوہرؒ۔ ۱۷... مولانا سیّد سلیمان ندویؒ۔ ۱۸... مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔ ۱۹... مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ۔ ۲۰... سردار احمد جان پٹھانی۔

ان بزرگوں کا نام ان اکابر میں سرفہرست آتا ہے جن کے اِخلاص و عزیمت اور جہدِ مسلسل سے ویرانۂ ہند میں شمعِ نبوّت کے اَنوار جگمگاتے رہے۔ جنھوں نے گزشتہ ڈیڑھ صدی میں علم وعمل، زُہد وتقویٰ، اِخلاص و

(۱) ص:۷

للہیت، عزم وہمت، ایثار وقربانی اور جاں بازی وجاں نثاری کا اعلیٰ وارفع نمونہ پیش کیا، جنھوں نے مشکل سے مشکل وقت میں بھی حریم نبوت کی پاسبانی اور کاروانِ ملت کی راہنمائی کا کٹھن فریضہ انجام دیا، جو ''خود تو ملک بدر ہوئے، قید وبند سے گزرے، شعلوں میں کودے، آگ سے کھیلے، طوفانوں سے ٹکرائے، اور سلطنتِ برطانیہ کے جاہ وجلال اور جبر واستبداد کا مقابلہ کیا، لیکن اس کے بدلے ہمیں صحیح دین، خالص توحید، عشقِ رسالت، احترام سلف، علم وعمل کے بے پناہ جذبے اور آزادی کی نعمتِ عظمیٰ کی دولت سے مالا مال کر گئے۔'' اور جن کی زندگی کل کی طرح آج بھی روشنی کا مینار ہے۔

کتاب کا مبسوط پیش لفظ جناب علامہ خالد محمود صاحب (ایم اے، برمنگھم یونیورسٹی) کا تحریر فرمودہ ہے، جس میں مسلکِ دیوبند کی تشریح اور علمائے دیوبند کی مختلف النوع دینی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ۵۶ صفحات میں دارالعلوم دیوبند کی مختصر تاریخ؛ مرتبہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب بطور مقدمہ شاملِ کتاب ہے۔

یہ ضخیم کتاب جس محنت وجانفشانی اور خلوص سے مرتب کی گئی ہے، اسی کا ثمر ہے کہ اس کا پہلا ایڈیشن چھ ماہ کی قلیل مدت میں ہاتھوں ہاتھ نکل گیا، اور دوسرا ایڈیشن (بعض گراں قدر اضافوں کے ساتھ) اس وقت پیش نظر ہے۔ حق تعالیٰ مرتب کی اس عظیم خدمت کو شرفِ قبول سے نوازے اور تمام علمی حلقوں کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۱ھ)

سوانح عمری حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ۔ صفحات: ۲۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، ۳۲-اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء-۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء) کے حالات نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ (متوفی: ۱۳۰۲ھ-۱۸۸۴ء) نے قلم بند فرمائے تھے، اسی کو متن بنا کر حضرت المخدوم مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ نے تین جلدوں میں سوانح قاسمی مرتب فرمائی۔ یہ رسالہ ہندوستان میں تو بارہا شائع ہوا، مگر پاکستان میں اس کی اشاعت نہ ہونے کے برابر رہی۔ مکتبہ رشیدیہ نے قدیم نسخہ کا عکس لے کر اسے شائع کیا ہے۔ ایک اقتباس:

''اَیامِ طالب علمی میں مولوی صاحب (حضرت نانوتویؒ) نے ایک اور خواب دیکھا تھا کہ میں خانۂ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے نکل کر ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں۔ جناب والد مرحوم (مولانا مملوک علی نانوتویؒ) سے ذکر کیا، اُنہوں نے فرمایا کہ تم سے علمِ دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا۔''

حضرت نانوتویؒ کا یہ خواب اور اس کی تعبیر؛ جو ان کے اُستاذِ محترم نے بیان فرمائی، کیسی صحیح نکلی...!

یہ رسالہ بہت مفید، متبرک ہے، ضرورت ہے کہ اہلِ خیر اسے خرید کر ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کریں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۸ھ)

اَنوارِ قاسمی (جلد اوّل)

جناب پروفیسر مولانا محمد انوار الحسن شیرکوٹی۔ صفحات: ۵۸۸۔ قیمت (مجلد): ۱۲ روپے۔

پتا: اِدارہ سعیدیہ مجدّدیہ ۱۸/۷/۳۷، چیمبرلین روڈ، لاہور۔

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نوّر اللہ مرقدہٗ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کی حیاتِ طیبہ پر چھوٹی بڑی کئی کتابیں لکھی جاچکی ہیں، تاہم ایک ایسی جامع، مفصل اور مستند کتاب کی ضرورت بڑی شدّت سے محسوس کی جارہی تھی، جس میں اس تاریخ ساز شخصیت کی زندگی کے تمام تاریخی پہلوؤں کا حتی الامکان اِحاطہ کیا گیا ہو۔ سلطان القلم مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے آخری عمر میں اسی مبارک مقصد کے لیے قلم اُٹھایا اور اُن کا اشہب خامہ ''سوانحِ قاسمی'' کے میدان میں ایک ہزار صفحے کی منزل طے کرچکا تو اُنہیں احساس ہوا کہ راستہ کی کئی منزلیں ابھی طے کرنا باقی ہیں۔ دراصل اُن کے قلم کا البیلا پن سادہ تاریخ نویسی کا متحمل نہیں تھا۔ محبت ومعرفتِ اِلٰہی اور وجد وشوق کا جولاوا اُن کے پاک اور صاف دِل میں اُبل رہا تھا، جب وہ قلم ہاتھ میں لیتے تو سینے کی یہی امانت، حسین فقروں کی شکل میں سفینوں میں منتقل ہونے لگتی، اور محویت و وارفتگی کی جادہ پیمائی میں وہ کہیں سے کہیں جانکلتے۔ اِس لیے خالص تاریخی نقطۂ نظر سے لکھی گئی کتاب کی ضرورت پھر باقی رہ گئی تھی۔ زیرِ نظر کتاب بڑی حد تک اس خلا کو پُر کرتی ہے۔

فاضل مصنف نے کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا: پہلا حصہ جو اس وقت پیشِ نظر ہے؛ اس میں حضرت نانوتویؒ کے حالاتِ زندگی کو مؤرخانہ نقطۂ نظر سے قلم بند کیا ہے، اور اس سلسلہ میں ان تمام جزئیات کو جمع کردیا ہے، جن کے بغیر کسی سوانحِ حیات کو مکمل نہیں کیا جاسکتا۔ دُوسری جلد میں (جو ابھی تک مراحلِ طباعت میں

ہے) آپ کے علمی تبرکات اور آثار وباقیات پر بحث کی گئی ہے۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب تشنگانِ فیوضِ قاسمی کے لیے آبِ حیات ثابت ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ)

سیرتِ یعقوب ومملوک

پروفیسر مولانا محمد انوار الحسن شیرکوٹی۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت (مجلد): ۱۵/۷۵ روپے۔ پتا:
۱:...مکتبہ دار العلوم کورنگی، کراچی ۱۴۔ ۲:...مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن، جمشید روڈ، کراچی ۵۔

جنابِ مصنف: حضرت امام العصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذِ رشید ہیں۔ موصوف کو اکابرِ دیوبند کی سوانح نگاری سے شغف ہے، وہ اس سے قبل ''تجلیاتِ عثمانی''، ''حیاتِ امداد'' اور ''اَنوارِ قاسمی'' مرتب کرچکے ہیں۔ زیرِ نظر تالیف دار العلوم دیوبند کے صدرِ اوّل حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور اُن کے والد ماجد اُستاذ العلماء حضرت مولانا مملوک علی (رحمہما اللہ) کے علمی وعملی کمالات کا مرقع ہے۔ جناب مؤلف نے ان دو بزرگوں کے حالات وسوانح کی منتشر کڑیاں جمع کرنے میں بڑی محنت وجانفشانی سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کی حیاتِ طیبہ کا مربوط اور جامع خاکہ پیش کرتی ہے، بلکہ ایک صدی قبل کے اخلاقی عروج، علمی ذوق، خشیت وللّٰہیت کا نقشہ بھی قاری کے سامنے آجاتا ہے۔ جنابِ مصنف اِس ''خزینۂ فوائد'' کی ترتیب پر لائقِ تحسین اور مستحقِ اجر ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۵ھ)

مولانا محمد احسن نانوتویؒ

جناب محمد ایوب قادری۔ صفحات: ۲۸۸۔ قیمت: ۴ روپے۔ ناشر: مکتبہ عثمانیہ ۲۲۸۰، پیرالٰہی بخش کالونی، کراچی نمبر ۵۔

یہ تیرہویں صدی کے مشہور عالمِ دین مولانا محمد احسن نانوتویؒ کا جامع تذکرہ، اور اُن کی دینی، ملی اور سماجی خدمات کا حسین مرقع ہے۔ ضمناً بیسیوں شخصیات اور اس صدی کے اہم واقعات کا ذکر بھی آگیا ہے۔ کتاب بڑی دلچسپ اور معلوماتی ہے، اس کے مطالعہ سے ہماری معلومات میں اچھا خاصا اضافہ ہوا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

کلیاتِ شیخ الہندؒ (پہلا پاکستانی ایڈیشن)

حضرت مولانا میاں سیّد اصغر حسین دیوبندی رحمہ اللہ۔ صفحات: ۲۶۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔
پتا: مکتبہ محمودیہ، جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور۔

رسالہ کا مختصر مگر جامع تعارف اس کی لوح پر درج ہے:

''حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی قدس سرہ کی مختصر سوانح عمری اور آپ کا تمام منظوم کلام وقصائد، مراثی، تاریخہائے وفات بزرگاں، حالاتِ دارالعلوم پر پُر جوش نظم اور مالٹا کے دو خطوط مبارک۔''

ناشرین جزائے خیر کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے یہ ''تبرک'' بہت ہی عمدہ لباس میں اہلِ نظر کے سامنے پیش کیا ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ نظر اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۶ھ)

کلیاتِ شیخ الہندؒ (دُوسرا پاکستانی ایڈیشن)

حضرت مولانا میاں سیّد اصغر حسین دیوبندیؒ۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ محمودیہ، جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء-۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کی مختصر سوانح عمری اور آپ کے قصائد اور مرثیوں کا مجموعہ ہے۔

اور آخر میں حضرت شیخ الہندؒ کے دو مکتوب درج ہیں جو آپ نے مالٹا سے تحریر فرمائے تھے۔ پہلا خط حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام ہے، اور دُوسرا خط حضراتِ منتظمین دارالعلوم دیوبند کے نام ہے۔ یہ دونوں خط بے حد تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۸ھ)

تذکرۂ صوفیائے میوات

مولانا حبیب الرحمٰن خان میواتی۔ صفحات: ۶۷۸۔ قیمت: ۷۵ روپے۔ پتا: مکتبہ مدینہ، اُردو بازار، لاہور۔

میو قوم ہند و پاکستان میں ایک مشہور اور جانی پہچانی ہے، اور دیکھا جائے تو اب اُس کی شہرت عالمگیر

ہو چکی ہے، کیونکہ تبلیغی جماعت کا ابتدائی سلسلہ علاقہ میوات سے شروع ہوا، اور وہ قوم میو ہی تھی جس نے مجدّدِ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی قدس سرہٗ (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء-۱۳۶۲ھ/۱۹۴۴ء) کی دعوت وتحریک پر لبیک کہا۔

فاضل مؤلف نے ۵ ہزار سال پر محیط میو قوم کی تاریخ کو اس حسن سلیقہ سے سمیٹا ہے کہ قدیمی تاریخی واقعات کو نہایت محقق کر کے پیش فرمایا ہے، جب کہ اس علاقہ میں صوفیائے کرامؒ کی آمد اور اُن کے تبلیغی کام کو خصوصیت کے ساتھ نہایت عمدہ پیرائے میں پیش فرمایا ہے۔ نیز میو قوم کی خصوصیات، اِمتیازات، میو قوم کے قدیم مساکن، میوات کے مدارسِ دینیہ، میوات کی خانقاہیں اور میوات کے علماء وصوفیا؛ غرض تاریخ میوات کے ہر ہر گوشہ پر روشنی ڈالی ہے۔

کتاب کے شروع میں موجود جناب حضرت سیّد نفیس الحسینی دامت برکاتہم کا ''پیش لفظ'' کتاب کی ثقاہت پر مہرِ تصدیق ثبت کر رہا ہے۔

خوبصورت ڈائی دار رنگین جلد اور عمدہ طباعت وکتابت نے مزید جاذبیت وکشش پیدا فرمادی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۸ھ)

تذکرۂ علمائے پنجاب

جناب اختر راہی۔ صفحات: ۸۶۰۔ قیمت (مکمل دو جلدیں): ۶۶ روپے۔ پتا: مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور۔

اہلِ علم کے تراجم وتذکرہ نویسی کی متین اور سنجیدہ علمی روایت بہت قدیم ہے، کبھی صوفیوں، عالموں، ادیبوں، طبیبوں، شاعروں، فلسفیوں کے تذکرے الگ الگ بھی مرتب کیے جاتے ہیں، کبھی خاص زمان ومکان کے حدود میں رہ کر یہ کاوش کی جاتی ہے، اسی سلسلہ کی ایک کوشش زیرِ نظر کتاب ہے۔ جس میں تیرھویں اور چودھویں صدی کے ان علماء کے حالات وتراجم یکجا کیے گئے ہیں، جن کا تعلق خطۂ پنجاب سے کسی نوعیت کا بھی رہا، عام اس سے کہ وہ اربابِ قلب ہیں یا اَربابِ قلم، اور اہلِ سنت ہیں یا اہلِ بدعت۔

کتاب کی دونوں جلدوں میں ۳۴۶ تذکرے اصل کتاب میں ہیں، اور ۴۴ تکملہ میں (جو جلد دوم ہی کا حصہ ہے)۔ دو صدیوں کے اہلِ علم کے حالات جمع کرنا - خواہ ان کا تعلق ایک محدود خطہ ہی سے کیوں نہ ہو- کتنا مشکل کام ہے؟ اس کا صحیح اندازہ انہی کو ہوسکتا ہے جنہیں کبھی ایسے کاموں سے سابقہ پیش آیا ہو!

فاضل مؤلف نے ۱۶۸ کتابوں اور ۲۷ رسائل و جرائد سے اِستفادہ کیا ہے، جن کی فہرست کتاب کے آخر میں ملحق ہے۔ تراجم میں ضروری احوال و کوائف مہیا کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے، اس کے باوجود مواد کی عدم دستیابی کی شکایت ہر مؤلف کو رہتی ہے۔

مقدمہ میں ''پنجاب'' کی وجہ تسمیہ کے ساتھ ساتھ مختلف ادوار میں اس کے حدود اَربعہ کا تعین کیا گیا ہے، اور ''علمائے پنجاب'' کے تذکروں پر مفصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ فاضل مؤلف کی یہ سعیٔ مشکور لائقِ تحسین ہے۔ اُمید ہے علمی حلقوں میں اس کو شرفِ قبول حاصل ہوگا، اور گوہر شناس اس کی کما حقہٗ پذیرائی کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۴۰۱ھ)

حکیم الامتؒ کے حیرت انگیز واقعات

اِفادات: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ ترتیب: حافظ محمد اِسحٰق ملتانی۔ صفحات: ۸۰۳۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان، پاکستان۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ و نوّر اللہ مرقدہٗ (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء-۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کے علوم و معارف، افادات اور ملفوظات کے بے بہا خزانہ کی ترتیب و تجمیع کا کام ایک عرصہ سے مختلف اِداروں نے اپنے اپنے انداز سے شروع کر رکھا ہے، مگر حیرت ہوتی ہے کہ اس گلدستۂ علم و حکمت کی رعنائی روز افزوں ہے! ہر نئے مجموعہ کو دیکھنے پر اس میں نئی مہک، تازگی اور رعنائی نظر آتی ہے۔ سچ ہے کہ یہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی کرامت اور تجدیدی کارنامہ ہے کہ ان کے ارشادات و ملفوظات میں روز بروز جلا اور نکھار بڑھتا جارہا ہے۔

زیرِ نظر حسین اِنتخاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں مختصر سوانح کے بعد عدل و انصاف، عبدیت و فنائیت، اندازِ تربیت، قبولیتِ ہدیہ کی شرائط، اہم واقعات، اشرف اللطائف، اشرف الملفوظات، اشرف المعمولات اور تذکرۂ گلدستۂ اشرف؛ ایسے اہم عنوانات پر حضرتؒ کے حیرت انگیز واقعات کو یکجا کرکے شائع کردیا گیا ہے۔

کتاب قابلِ مطالعہ اور ہر اِعتبار سے عمدگی سے مزین ہے۔ ریگزین اور ڈائی دار جلد نے کتاب کو چار چاند لگادیے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۱ھ)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ: اکابر ومعاصرین کی نظر میں

جناب سیّد محمود حسن۔ صفحات: ۲۸۰۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ ناشر: کتب خانہ مظہری، ۴-جی، ۱/۱۲، ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی شخصیت میں حق تعالیٰ نے جو کمالات ودیعت فرمائے تھے؛ اُن کو جاننے و پہچاننے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: اوّل یہ کہ حضرتؒ کی تالیفات اور مواعظ کا بکثرت مطالعہ کیا جائے! چند دِنوں بعد ہی اِن شاء اللہ! حضرتؒ کی مجدّدانہ شان کے نقوش اُجاگر ہونے لگیں گے۔ دُوسری صورت یہ ہے کہ جو حضرات حضرت حکیم الامتؒ کی صحبت میں رہے، یا خود حضرتؒ جن اکابر کی صحبت میں رہے، حضرتؒ کے بارہ میں اُن کی رائے معلوم کی جائے۔

زیرِ نظر کتابچہ میں یہی مختصر راستہ اِختیار کیا گیا ہے۔ جس میں تین باب ہیں: پہلے باب میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے اکابر میں سے سترہ (۱۷) حضرات کے اِرشادات وتأثرات جمع کیے گئے ہیں۔ یہ وہ حضرات تھے جن کو اپنے دور کے اقطاب وابدال کہنا بے جا نہ ہوگا۔ دُوسرے باب میں حضرتؒ کے مسترشدین میں خواجہ عزیز الحسن مجذوب، علامہ سیّد سلیمان ندوی، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوری، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا محمد اِسحق صدیقی کے رشحاتِ قلم شامل ہیں۔ تیسرے باب میں مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی، مولانا محب الدین، مولانا میاں سیّد اَصغر حسین دیوبندی اور مولانا عبدالماجد دریابادی کے علاوہ اَربابِ جرائد ومجلات کی آرا مندرج ہیں۔

فاضل مرتب نے پوری کتاب میں (پیش لفظ کے سوا) اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا، بلکہ ''اشرف السوانح''، ''جامع المجددین''، ''حکیم الامت'' اور ''سیرتِ اشرف'' کے اِقتباسات کو نہایت خوبی سے مرتب کردیا ہے۔ چونکہ گل کا تصوّر بوئے گل کے بغیر بے معنی ہے، اس لیے یہ کتاب صرف منقبت نامہ نہیں، بلکہ حضرتؒ کے اخلاق وتعلیمات کا مرقع ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۷ھ)

علامہ سیّد محمد اَنور شاہ کشمیریؒ اور اُن کی علمی خدمات

مولانا تاج الدین مدنی۔ صفحات: ۱۶۸۔ قیمت: ۳۵ روپے۔ پتا: دارالعلوم امینیہ، تخت نصرتی کرک، صوبہ سرحد، پاکستان۔

امام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کی نابغہ روزگار شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت کشمیریؒ کو قدرت کی جانب سے جن اوصاف و کمالات سے نوازا گیا تھا، عصرِ حاضر میں بلکہ قریب قریب اس کی مثال نہیں ملتی۔ بلاشبہ ان کے کمالات واوصاف کے اظہار کے لیے الفاظ وکلمات ساتھ چھوڑ جاتے اور فکر وسوچ اپنی کوتاہ دامنی کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔

آپ کی ذہانت وذکاوت، علمی ذوق وشوق اور جودتِ طبع کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے بخاری شریف پڑھنے سے قبل ہی رمضان المبارک میں ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' کا مکمل مطالعہ کیا، اور بسا اوقات ایک جلد کا مطالعہ ایک ہی نشست میں مکمل ہوجاتا، اور ''فتح القدیر شرح ہدایہ'' جیسی ضخیم کتاب کا مطالعہ صرف بیس دن کی قلیل مدت میں مکمل فرمایا، اور پھر بعد میں جب کبھی بھی استدلال کی ضرورت ہوئی، مراجعت کی نوبت پیش نہ آئی۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی عبقری شخصیت کے متعدد تذکرے اور سوانحی خاکے لکھے گئے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں فاضل مصنف نے مستند مآخذ کے حوالہ سے حضرت شاہ صاحبؒ کی حیات اور علمی خدمات کا جائزہ لیا ہے، جس پر اکابرین کی تقاریظ نے اس کی ثقاہت میں مزید اضافہ کردیا ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ ذوق اس علمی جوہر کی قدر کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ)

شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات

مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی۔ صفحات: ۲۸۶۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، جی ٹی روڈ، ساہیوال۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز (۱۲۹۵ھ/۱۸۷۹ء-۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) کی ذات ستودہ صفات علم وعمل، شریعت وطریقت، دین وسیاست، عزیمت ومجاہدہ، زُہد وتقویٰ اور تعلق و نسبت مع اللہ میں اپنی مثال آپ تھی۔ زیرِ نظر کتاب میں حضرت قدس سرہٗ کی زندگی کے واقعات (مختلف حضرات کی مستند اور ثقہ روایتوں سے) قلم بند کیے گئے ہیں۔

سہولت کے لیے کتاب کو پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ بابِ اوّل ''کرامات''، اس کے ذیل میں دو عنوانات کے تحت واقعات جمع کیے گئے ہیں: رُؤیائے صالحہ اور خوارقِ عادات۔ دُوسرا باب ''کردار وعمل کے

آئینہ میں'' اس میں حضرتؒ کے کمالِ تقویٰ، صبر و استقلال، استغنا و توکل، عفو و کرم، مہمان نوازی، فروتنی و خدمتِ خلق اور آلام و مصائب کے واقعات ہیں۔ تیسرا باب ہے ''واقعات و مشاہدات'' اس کے ذیل میں تین عنوان ہیں: درس آموز و ایمان افروز، دلچسپ و حیرت انگیز، لطائف و ظرائف۔ چوتھا باب ''تأثرات'' کا ہے، اور پانچواں باب ''حیاتِ شیخ الاسلامؒ کا اجمالی خاکہ'' گویا ایک مستقل اور جامع رسالہ ہے۔

اس اجمالی تعارف ہی سے اندازہ ہوا ہوگا! یہ کتاب اپنے موضوع پر اچھوتی مگر کامیاب تالیف ہے، جس میں مبالغہ کا کوئی عنصر نہیں، صرف واقعات کو جمع کردیا گیا ہے اور یہ واقعات دلچسپ اور حیرت انگیز تو ہیں ہی، مگر اس سے زیادہ سبق آموز اور رہنمائے باطن ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنیؒ؛ حیات و کارنامے

ڈاکٹر رشید الوحیدی (جامعہ ملیہ، بھارت)۔ صفحات: ۵۱۲۔ قیمت: ۷۵ روپے۔ پتا: الجمعیۃ بک ڈپو، جمعیت بلڈنگ، گلی قاسم جان، دہلی، بھارت۔

حضرت حاجی اِمداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی دُعائے صبح گاہی کا ثمر، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تڑپ کا نقش، حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے جذبۂ جہاد کا عملی نمونہ، شاملی اور بالاکوٹ کی امانتوں کا وفاشعار پاسبان، اور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہٗ ونوّر اللہ مرقدہٗ کی ذاتِ عالیہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپؒ کے شب و روز کتاب و سنت کے آئینہ دار اور قول و فعل اُسوۂ حسنہ کا زرّیں نقش تھے۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ کی ہمہ گیر اور آفاقی شخصیت جہاں دِن کو اُمتِ مسلمہ کے مفادات اور اَرضِ ہند پر غاصبانہ قبضہ سے مضطرب و بے چین نظر آتی ہے، وہاں وہ دِن بھر کی تھکاوٹ کے احساس سے بے نیاز رات کو مصلے پر ہوتے اور ''في اللیل رھبان وبالنھار فرسان'' کی سچی تصویر نظر آتے۔

زیرِ نظر کتاب حضرت شیخ الاسلامؒ کی حیات و کارناموں پر مشتمل ایک اَہم دستاویز ہے، جو ۱۸؍مارچ ۱۹۸۸ء کو حضرت کی حیات و کارناموں کے عنوان پر منعقدہ سیمینار میں پڑھے گئے مقالات کا مجموعہ ہے۔ جس میں پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے اکابر، زعماء اور اہلِ قلم نے اپنے نہایت جان دار مقالات سے حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات و کارناموں کو کسی حد تک اُن کے متوسلین تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

کتاب کا ایک ایک عنوان اِس قابل ہے کہ اسے پڑھا جائے، بلکہ اسے یاد کیا جائے!

یوں تو ہر ایک اپنے اکابر کے بارہ میں اِتنا ہی خوش اِعتقاد و اِعتماد ہوتا ہے، مگر یہ سچ ہے کہ مسلکی وابستگی سے بالاتر ہوکر سوچا جائے تو یوں اِحساس ہوتا ہے کہ ہندوستان کی سرزمین اور دارالعلوم دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت کی اس بلندی سے نوازا کہ اسے بلاشبہ قرونِ اُولیٰ کے دور کے رجال کا زمہیا فرمادیے کہ ایک ہی وقت میں تدریس، تقریر، تحریک اور سیاست میں ایسا نام پیدا کیا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

کتاب کی ترتیب میں جناب ڈاکٹر رشید الوحیدی صاحب نے جو عرق ریزی کی ہے، وہ قابلِ ستائش ولائقِ مبارک باد ہے۔ اِن شاء اللہ! اِس کتاب کے پڑھنے سے جہاں بہت سی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں، وہاں اِس میں یہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ حضرت مدنی علیہ الرحمۃ دارالعلوم دیوبند میں کب اور کن حالات میں تشریف لائے؟ اور کب شیخ الحدیث کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہوئے؟ یہ اور اِس طرح کے دُوسرے تاریخی، علمی اور رُوحانی حقائق و معلومات کا حسین گلدستہ نہایت خوب صورت رنگزین جلد کے ساتھ بہت معمولی رقم پر حاصل کیا جاسکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ)

چراغِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (مکمل)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ۔ صفحات: ۶۷۲۔ قیمت: ۴۰۰ روپے، علاوہ ڈاک خرچ۔ پتا: دارالاشاعت، مدنی روڈ، اٹک شہر۔

زیرِ نظر اِشاعت اس کتاب کا نقشِ دوم ہے، جو بہت سے مفید اور ضروری اِضافوں سے مزین ہے، اور ''نقاش کا نقشِ ثانی نقشِ اوّل سے بہتر ہوتا ہے'' کا مصداق ہے، اس سے کتاب کی ضخامت اور حجم بھی بڑھ گیا اور ظاہری و معنوی اِعتبار سے پہلے سے کئی اِعتبار سے بڑھ گئی ہے۔

اب جب کہ مؤلف موصوف دارالفنا سے دارالبقا کی طرف جاچکے ہیں، مگر اُن کی حسنات، اُن کا عشقِ رسالت مآب اور اکابر و مشائخ سے عقیدت و محبت کی یادگاریں باقی ہیں اور اِن شاء اللہ قیامت تک باقی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس کتاب کو ان کے لیے ذریعۂ نجات اور ہم سب کے لیے باعثِ ہدایت بنائے۔ آمین! کتاب کا ہر لائبریری میں ہونا اس لائبریری کی زینت کا سبب ہوگا، خصوصاً نئی نسل کے لیے

اپنے اکابر کے حالات وکارناموں سے روشناس ہونا ان کی ضرورت اور باعثِ ہدایت ہوگا، اس لیے اہلِ ذوق اس تاریخی دستاویز کو ضرور حاصل کریں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم۱۴۲۱ھ)

حیاتِ شیخ الاسلامؒ

مولانا مقصود احمد جالندھری۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت: ۳/۷۵روپے۔

اس کتاب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ کے سبق آموز حالات وسوانح اور اکابر علماء کے مشاہدات وتأثرات کو بڑے مؤثر اَنداز میں جمع کیا گیا ہے۔ مؤلف کی نوآموزی نے بعض الفاظ کی بے محل تکرار سے کچھ بے لطفی پیدا کردی ہے، اگر نظرِ ثانی میں اس کی اِصلاح کردی جائے اور کتاب کو مآخذ کے حوالوں سے مزین کردیا جائے تو یہ ایک قیمتی دستاویز بن سکتی ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان۱۳۹۲ھ)

حیاتِ شیخ الاسلامؒ (منظوم)

مولانا مقصود احمد جالندھری۔ صفحات: ۱۶۔ قیمت: ۵۰ پیسے۔

مؤلف نے حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، جس میں بعض سوانح کی جانب بھی اِشارات ہیں۔ بعض اَشعار تو بہت ہی جان دار ہیں، بعض لائقِ حذف اور بعض محتاجِ اِصلاح!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان۱۳۹۲ھ)

مولانا مدنیؒ اور اہلِ قلم

صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۱۰/۵۰روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، جی ٹی روڈ، ساہیوال۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کا وصال بروز پنج شنبہ، ۱۲رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ بمطابق ۵ردسمبر ۱۹۵۷ء کو ہوا۔ آپ کے وصال پر اخبارات ومجلات کے اَربابِ قلم نے جن تأثرات کا اِظہار کیا، زیرِ نظر رسالہ میں ان سب کو جمع کردیا گیا ہے، جس سے نہ صرف مختلف مذاق کے

لوگوں کے اظہارِ تأثر کا اندازہ سامنے آجاتا ہے، بلکہ حضرتؒ کی سیرت کے بہت سے خفی گوشے بھی سامنے آجاتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ)

مولانا آزادؒ اور اُن کے ناقد

ایم اے شاہد۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ ملنے کا پتا: اسلامی کتب خانہ، عقب جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

اس مجموعہ میں مرتب نے وہ مضامین شامل کیے ہیں جو امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت، سیرت، افکار کے ان پہلوؤں کے بارہ میں ہیں جن پر کوئی طعنہ زن ہوا، یا کسی نے اعتراض کیا۔ لکھنے والے سب وہی حضرات ہیں جنہیں کبھی نہ کبھی زندگی کی کسی راہ میں یا کسی موڑ پر مولانا مرحوم کی معیت اور رفاقت حاصل رہی ہے۔

البتہ اس مجموعہ میں ہماری ناقص معلومات کے مطابق دو قیمتی مضامین شامل ہونے سے رہ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک شورش کاشمیری مرحوم کا مضمون ''ماہر القادری سماعت فرمایئے!'' جو ہفت روزہ ''چٹان'' میں چھپا، اور دُوسرا املا واحدی کا مضمون جو ماہنامہ ''فاران'' میں چھپا تھا۔ مجموعی طور پر مرتب کی کوشش وسعی لائقِ تحسین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

فخر العلماء

جناب سیّد اشتیاق اظہر صاحب۔ صفحات: ۳۵۸۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ پتا: میزان ادب بی-۷۲، کے، خالد آباد، گل بہار کالونی، کراچی۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد جس طرح دہلی تخت وتاراج ہوئی، علمی ادبی مجالس اور خانقاہیں اُجڑ گئیں، مدرسے اور کتب خانے برباد ہوگئے، قریب تھا کہ ہندوستان سے علم واَدب کا نام اور مذہب ودِین کا نشان مٹ جاتا! مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دِین کو قیامت تک باقی رکھنا تھا، اس لیے ہندوستان میں اس کی بقا اور اشاعت وترویج کے لیے چند اُولوالعزم افراد اور ایسے نفوسِ قدسیہ کا قدرت نے

انتخاب فرمایا، جنھوں نے نئے جوش و جرأت، ہمت اور ولولہ سے اشاعت علوم اسلامیہ اور انتصار دین کا بیڑا اُٹھایا اور ایک اسلامی علوم کی درس گاہ کی داغ بیل ڈالی۔ چنانچہ دہلی کے قریب دیوبند میں قائم ہونے والی اس دینی درس گاہ نے دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان میں مرکزیت حاصل کرلی اور اس درس گاہ سے نامی گرامی علماء پیدا ہوئے۔ انہی علماء میں حضرت مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ بھی ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ کی جماعت میں تیسرے حضرت مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ ہیں، جب کہ حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا علی امروہویؒ بھی اسی جماعت کے رُکنِ رکین تھے۔

علم و ادب، حدیث و فقہ اور فن مناظرہ میں مولانا فخرالحسن گنگوہی قدس سرہٗ کی استعداد کا یہ عالم تھا کہ خود حضرت نانوتوی قدس سرہٗ ہندوؤں اور آریہ ساجوں کے مقابلہ میں انہیں منتخب فرماتے اور ابوداؤد شریف کا حاشیہ ''التعلیق المحمود'' انہیں کا ہے، مگر اتنی عظیم شخصیت اور دیوبند کے نامور سپوت کی آج تک کوئی باقاعدہ سوانح نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب اشتیاق اظہر صاحب کو کہ جنھوں نے یہ عظیم کام انجام دے کر علماء کی طرف سے ایک قرض چکایا ہے۔ یہ کتاب کا دُوسرا ایڈیشن ہے۔ پہلے ایڈیشن کی کتابت قدرے باریک تھی، نیا ایڈیشن ہر طرح کی خوبیوں سے مزین ہے۔ یہ کتاب دیوبند کے نام لیواؤں کے لیے ایک حسین گلدستہ ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم اس تاریخی سرمایہ کی قدردانی میں بخل نہ فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ)

حیاتِ سعیدیہ

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب نقشبندی۔ صفحات: ۲۵۶۔ قیمت: ۳/۵۰ روپے۔
پتا: ادارہ مجددیہ۔ ۲/۵/۵ ایچ، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی نمبر ۱۸۔

زیرِ نظر کتاب میں حضرت مولانا سیّد زوّار حسین صاحب نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد سعید قریشیؒ، متوطن احمد پور شرقیہ (م: ۱۳۶۲ھ-۱۹۴۳ء) کے سوانح حیات مرتب کیے ہیں۔ موصوف سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں خواجہ محمد فضل علی شاہ صاحبؒ سے مجاز تھے، جن کا سلسلۂ ارادت چھ واسطوں سے حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ تک پہنچتا ہے۔ خواجہ محمد سعیدؒ زہد و انابت، تقویٰ و طہارت، عزم و ہمت، تواضع و اخلاص، اتباع

سنت اور دعوت وارشاد میں ممتاز اور باکرامت بزرگ تھے۔ یہ کتاب آپ کے حالات کا سبق آموز اور حسین مرقع ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی محرم ۱۳۹۱ھ)

تحفۂ سعدیہ

جناب مولانا محبوب اِلٰہی (اِدارہ سعدیہ مجدّدیہ، لاہور)۔ صفحات: ۳۴۴۔ قیمت (مجلد): ۱۵ روپے۔

حضرت مولانا احمد خان قدس سرہٗ (مؤسس خانقاہ سراجیہ کندیاں) کے حالات وسوانح پر ایک رسالہ حضرت کے خلیفہ مجاز مولانا نذیر عرشیؒ (شارحِ مثنوی) نے شائع کیا تھا، جو بیشتر ذاتی تجربات ومشاہدات پر مشتمل تھا۔ زیرِ نظر کتاب دراصل مولانا عرشی مرحوم کے رسالہ کا نقشِ ثانی ہے، جس میں حضرت کے اکابرِ سلسلہ نیز آپ کے خلفاء کے احوال ومعارف کا گراں قدر اِضافہ کیا گیا ہے، اور حسبِ ذیل اکابرِ سلسلہ کے سوانح درج کیے گئے ہیں:

۱:... حضرت الحاج مولانا دوست محمد قندھاریؒ (خلیفہ شاہ احمد سعید دہلوی مجدّدیؒ) (التوفی: ۱۲۸۷ھ)۔

۲:... خواجہ محمد عثمان دامانیؒ (جانشین حضرت حاجی صاحبؒ) (التوفی: ۱۳۱۴ھ)۔

۳:... خواجہ سراج الدینؒ (خلف الرشید خواجہ محمد عثمانؒ) (التوفی: ۱۳۳۳ھ)۔

۴:... حضرت مولانا احمد خانؒ (خلیفۂ اعظم خواجہ سراج الدینؒ ومؤسس خانقاہ سراجیہ) (التوفی: ۱۳۶۰ھ)۔

۵:... حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ (جانشینِ اوّل خانقاہ سراجیہ) (التوفی: ۱۳۷۶ھ)۔

۶:... حضرت مولانا خان محمد مدظلہٗ (جانشینِ حال خانقاہ سراجیہ)۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا ہوگا کہ یہ کتاب نہ صرف مندرجہ بالا اکابرِ سلسلہ کے اِیمان افروز حالات وسوانح پر مشتمل ہے بلکہ سلسلۂ عالیہ مجدّدیہ کے شجرۂ طوبیٰ کی ایک بلند وبالا شاخ کی اِجمالی تاریخ پر بھی محیط ہے۔ مقدمہ میں حضراتِ نقشبندیہ کی چند اِصطلاحات کی تشریح اور مولانا عرشی مرحوم کے حالات بھی دیے گئے ہیں۔ خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف سلسلۂ مجدّدیہ کا وہ چشمۂ فیض ہے جس سے ایک خلقت معرفت واخلاص کے ''آبِ حیات'' سے سیراب ہوتی رہی ہے، اور اب بھی ہورہی ہے، لیکن اکابرِ خانقاہ کے حالات ومعمولات اور ان کے مخصوص اندازِ تربیت پر کسی تحریری دستاویز کے نہ ہونے کے سبب بہت سے لوگ اس

''چشمۂ حیوان'' سے بے خبر ہیں۔

مولانا محبوب الٰہی شکریہ کے مستحق ہیں کہ زیرِ نظر کتاب کے ذریعہ انہوں نے یہ ''سلسلۃ الذہب'' مرتب کر کے تشنگانِ اخلاص ومعرفت کی راہنمائی کا اہم فرض انجام دیا ہے۔ کتاب جناب مؤلف کے پتے سے طلب کی جاسکتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۴ھ)

آپ بیتی (نمبر ۱، ۲، ۳)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی دامت برکاتہم۔ صفحات: ۳۰۸۔ قیمت: ۸ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی، ساہیوال۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی دامت برکاتہم بچپنے سے پیرانہ سالی تک حق جل شانہٗ کے جن گوناگوں خصوصی الطاف وعنایات کا مورد رہے ہیں، وہ اس دور میں نادر الوجود ہیں۔ دعوت وتبلیغ کے دوسرے اُمیر حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء-۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء) کے سوانح مولانا سید محمد ثانی حسنی ندوی نے مرتب کیے تو اس کے بابِ اوّل میں- جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زیدمجدہم کے قلم سے تھا- حضرت شیخ مدظلہٗ کے ر،الات وسوانح اور آپ پر الطاف وعنایاتِ ربانی کا ایک مختصر تذکرہ آیا، حضرت شیخ مدظلہٗ نے اس کی اشاعت پر مؤلفِ سوانح یوسفی کے نام ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا کہ: ''جو باتیں لکھنے کی تھیں، وہ چھوڑ دیں اور جو نہ لکھنے کی تھیں، وہ لکھ دیں۔'' اور اس باب کی اصلاح کے لیے اسی گرامی نامہ میں اپنے چند واقعات ذکر فرمائے۔ یہ گرامی نامہ آپ بیتی (نمبر ۱) قرار پایا۔ بعد ازاں اَحباب کے تقاضوں سے مزید واقعات لکھوانا شروع کیے اور انہیں ابواب وفصول پر مرتب فرمادیا، چنانچہ اب تک اس کے چھ اجزا ہندوستان میں طبع ہوچکے ہیں اور پاکستان کے متوسلین کی ضرورت کے پیشِ نظر ''مکتبہ رشیدیہ'' نے ابتدائی تین حصوں پر مشتمل پہلی جلد شائع کی ہے اور بقیہ حصص غالباً دُوسری جلدوں میں شائع ہوں گے۔

سیر وسوانح میں ''آپ بیتی'' سب سے دلچسپ اور مبنی برحقائق صنف ہے، اور کسی نابغہ شخصیت کی ''آپ بیتی'' تمام تر سادگی، جذبۂ خمول اور کسرِ نفسی کے باوصف محض دلچسپ ہی نہیں، حکمت آگیں اور سبق آموز بھی ہوا کرتی ہے۔ ''آپ بیتی'' سے مصنف کی شخصیت، اس کے اخلاق وعادات اور نفسیات کے دقیق سے دقیق پہلو بھی بلاحجاب سامنے آجاتے ہیں۔ اور پھر حضرت شیخ مدظلہٗ کی ''آپ بیتی'' صرف ''آپ بیتی''

ہی نہیں، بلکہ اپنے اکابر کے حالات وسوانح کا حسین مرقع اور مختصر سا انسائیکلو پیڈیا ہے، جس کے مطالعہ سے نہ صرف دل و دماغ اور قلب ونظر کی بہت سی گرہیں کھلتی ہیں، بلکہ قاری کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان ملکوتی صفت اہل اللہ کی محفلِ علم وعرفان سے مستفیض ہو رہا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

آپ بیتی (مکمل)

قطب العالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ۔ صفحات: ۱۲۹۲۔ قیمت (مجلد تین جلد): ۱۰۰ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، قاسم منزل، جی ٹی روڈ، ساہیوال۔

آج سے نو سال قبل رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ کے شمارہ میں ہم نے ''آپ بیتی'' کے ابتدائی تین حصوں کا تعارف لکھا تھا۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی آپ بیتی کا یہ سلسلہ سات حصوں میں مکمل ہوا، مکتبہ رشیدیہ نے اسے تین جلدوں میں شائع کیا ہے۔

پہلی جلد میں آپ بیتی کے چار نمبر ہیں، دُوسری جلد میں نمبر۵ اور نمبر۶، اور تیسری جلد آپ بیتی نمبر ۷ ہے۔ اس پاکیزہ سلسلہ کی اِفادیت حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی حیات میں بھی کچھ کم نہیں تھی، لیکن اب جب کہ حضرت نوراللہ مرقدہٗ اِس دُنیا سے تشریف لے گئے ہیں، آپ کی یہ ''آپ بیتی'' اور دیگر تالیفات ہی آپ کی صحبت کا بدل ہیں۔

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

ضرورت ہے کہ حضرتؒ کے متوسلین ''آپ بیتی'' کو بار بار پڑھیں اور حضرتؒ کے کلماتِ طیبات سے رُوح وقلب کو منوّر کریں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ)

قطب الارشاد مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ اور دیگر اَکابر کا رمضان

جناب ڈاکٹر محمد اِسمٰعیل میمن مدنی خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ۔ صفحات: ۲۰۵۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دارالعلوم المدنیہ، ۱۸۲- سوبیسکی اسٹریٹ، بفیلو، نیویارک ۱۵۰۶-۱۴۲۱۲،

امریکا۔ ناشر: دارالاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔

"تقریظ"

ماہِ مبارک اہلِ ایمان کے لیے موسمِ بہار ہے، اور عارفین کے لیے ترقیاتِ رُوحانی کی معراج ہے۔ ہمارے شیخ قطب العالم، برکۃ العصر حضرت الحاج الحافظ الحُجّۃ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو شروع ہی سے رمضانُ المبارک کا خاص اہتمام رہا، لیکن اُس کے اَلوان مختلف تھے۔ ابتدائی زمانہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا اہتمامِ رمضان "وتبتل الیہ تبتیلا"(۱) کی کامل تصویر تھا، پورے رمضانُ المبارک میں کسی کے ساتھ ایک لفظ بولنا اور گفتگو کرنا گوارا نہیں تھا، لیکن بعد میں رفتہ رفتہ دُوسرا رنگ غالب آتا چلا گیا، یعنی طالبین کی اِصلاح و تربیت کا اِہتمام اور اس کی حرص اور اس کا شوق، چنانچہ آخری زمانہ میں لوگوں نے دیکھا کہ حضرت شیخؒ کے یہاں ہزاروں اَفراد کا مجمع ہوتا تھا اور اس میں اگرچہ کچھ تعداد مجھ جیسے ناقص الاستعداد اَفراد کی بھی ہوتی تھی، لیکن اُن میں اکثر و بیشتر ان حضرات کی تھی جو شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے ذوق و معیار پر الحمدللہ! پورے اُترتے تھے۔

میرے مخدوم و معظم جناب ڈاکٹر محمد اسمٰعیل میمن دامت برکاتہم نے - جو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے قافلہ کے ممتاز ترین افراد میں شمار کیے جاتے ہیں - حضرت شیخؒ کے رمضانُ المبارک کا یہ مرقع مرتب کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی طرف سے بہت کم لکھا ہے، بلکہ دُوسرے اکابر نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اُس کو ایک خاص طریقہ سے مرتب فرمایا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اِس کو قبول فرمائے اور جیسا کہ میں سنتا رہتا ہوں، جناب ڈاکٹر صاحب کا رمضان اور طالبین کا اُن سے رُجوع، ماشاء اللہ! حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے رمضانُ المبارک کی یاد تازہ کرتا ہے، اُمید ہے کہ اُن کا یہ رسالہ بھی طالبین کے لیے مشعلِ راہ بنے گا اور وہ اس کو علماً و عملاً، ذوقاً و حالاً اپنے وجود میں سرایت کریں گے تاکہ ہمارے شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا سلسلۂ فیض ہمیشہ جاری رہے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ!

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کا سفر نامہ افریقہ وانگلینڈ اور حیاتِ طیبہ کا آخری رمضان

مرتب: مفتی محمد شاہد (خلیفہ مجاز مولانا محمد زکریاؒ)۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت درج نہیں۔

---

(۱) المزمل: ۸

''مقدمہ''

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کو ان کے شیخ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ نے خرقۂ خلافت عطا کرتے ہوئے فرمایا:

''باری تعالیٰ ترا علم وعقل وعشق دادہ است۔ وہر کہ بدیں صفت موصوف باشد از وخلافت مشائخ نیکو آید۔''

باری تعالیٰ نے تم کو علم وعقل اور عشق کی دولت عطا فرمائی ہے، اور جو ان صفات کا جامع ہو وہ مشائخ کی خلافت کی ذمہ داریوں کو خوب خوب نبھاتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

''تم ایک سایہ دار درخت ہوگے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پائے گی، استعداد کی ترقی کے لیے مجاہدہ کرتے رہنا۔''

قطب الاقطاب، مرشدِ عالم، حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ کی پوری زندگی بچپن سے جوانی تک اور جوانی سے پیرانہ سالی تک علم وعقل اور عشق ومجاہدہ سے عبارت تھی اور رمضان المبارک میں تو انقطاع وتبتل اور ریاضت ومجاہدہ کی کیفیت اس قدر بڑھ جاتی تھی، جس کا تصوّر بھی اس زمانہ میں ممکن نہیں، اور جس کی نظیر صرف اکابر سلف کے تذکروں میں مل سکتی ہے۔

دورِ جدید میں مادیت کے غلبہ سے عقائد میں تزلزل پیدا ہوا، اعمالِ شرعیہ کی قدر وقیمت قلوب سے نکل گئی، اِخلاص ویقین، احسان وسلوک اور ذکرِ اِلٰہی کی لذت سے قلوب نا آشنا ہوگئے، خانقاہیں ویران ہوگئیں، جس کے نتیجہ میں اُمتِ مرحومہ نہ صرف تعلق مع اللہ کی دولت سے محروم ہوگئی، بلکہ شکل وصورت، اخلاق ومعاشرت، اعمال واشغال اور عقائد ونظریات میں مسلم وغیر مسلم کے درمیان اِمتیاز کرنا مشکل ہوگیا۔ اُمتِ مرحومہ کا یہ نقشہ ہر دردمند دِل کو بے چین کرنے کے لیے کافی ہے۔

حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ جو اَپنے دور کے اکابر ومشائخ کی نسبتوں کے جامع اور ان تمام کے جانشین اور ترجمان تھے، اُمتِ مسلمہ کی اس زبوں حالی کو دیکھ کر خدا ہی بہتر جانتا ہے، ان کے قلبِ مبارک کی کیا کیفیت ہوگی؟ حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ ایک طبیبِ حاذق کی طرح خوب جانتے تھے کہ اس مریض جاں بلب کے مرض کے اسباب وعلل کیا ہیں؟ اور اس کے مرض کا اِزالہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ چنانچہ آخری دور میں حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ پر ایک ہی فکر سوار تھی کہ ذکرِ اِلٰہی کی لائن کو کس طرح زندہ کیا جائے؟ اور ٹوٹے ہوئے دِلوں کا رشتہ کس طرح حق تعالیٰ شانہ سے جوڑا جائے؟ کہ یہی مرض کا اصل علاج ہے! اسی کے لیے

حضرتؒ کے اَسفار ہوتے، ان کی مجلس میں اسی کا چرچا ہوتا، ان کے حلقہ میں یہی موضوع لائق توجہ ہوتا۔ خطوط اور مراسلات میں اسی کی تاکید اور بار بار تاکید ہوتی کہ ذکرِ الٰہی کے حلقے قائم کیے جائیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ذکر کی طرف متوجہ کیا جائے۔

قرآنِ کریم میں ماہِ مبارک کے روزوں کی فرضیت کی غرض وغایت "لعلکم تتقون" فرمائی گئی ہے۔ گویا رمضان کے اعمال: تقویٰ کا نصاب کامل ہیں۔ یہ نکتہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ پر حق تعالیٰ شانہٗ نے بطورِ خاص منکشف فرمادیا تھا۔ چنانچہ آپ پورے ماہِ مبارک کا اعتکاف فرماتے، اَطراف واَکناف سے کھنچ کھنچ کر ہزاروں کی تعداد میں متوسلین آپ کے گرد جمع ہوجاتے، اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ مردہ دلوں کی مسیحائی فرماتے۔ اس طرح نہ جانے کتنے خوش قسمت ہر سال صاحبِ نسبت ہوکر نکلتے۔ سال ہا سال سے سہارنپور میں رمضان المبارک کے اِعتکاف کا معمول تھا، اور ہجرتِ مدینہ کے بعد مدینہ طیبہ میں بھی اس کی نوبت آئی، لیکن من جانب اللہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو یہ چیز اِلقا کی گئی کہ پورے عالم میں ذکر کے حلقوں میں زندگی و تابندگی پیدا کرنے کے لیے آپ مختلف علاقوں اور مختلف ملکوں میں رمضان کریں۔ اِستخارہ ومشورہ کے بعد جس جگہ کا اِنتخاب ہوجاتا، وہاں گویا ایمان کی بہار آجاتی اور تعلق مع اللہ کا جذبہ عام ہوجاتا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا آخری رمضان جنوبی افریقہ میں ہوا تھا اور رمضان المبارک کے بعد آپ نے لندن کا سفر فرمایا تھا، جس کی تفصیلات پیشِ نظر کتاب میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے مجاز جناب مولانا مفتی محمد شاہد صاحب اور حضرتؒ کے خادمِ خاص جناب مولانا نجیب اللہ صاحب نے قلم بند کی ہیں۔ خیال تھا کہ یہ کتاب حضرتؒ کی زندگی میں شائع ہوجائے گی، لیکن مشیت کو کچھ اور منظور تھا، حضرتؒ کا ظاہری سایہ خدام کے سر سے اُٹھ گیا۔ اب حضرت شیخؒ کے رمضان المبارک کے مناظر کو آنکھیں ترسا کریں گی۔ تاہم حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے سفر کی یہ رُوئیداد اور رمضان المبارک میں آپ کے یہ معمولات جو اس کتاب میں قلم بند ہوگئے ہیں، وہ ان تمام حضرات کے لیے مشعلِ راہ کا کام دیں گے جو حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے طرز پر اور حضرتؒ کی خواہش کے مطابق ذکر کی لائن کو زندہ کرنے میں کوشاں ہیں، اور اِس سلسلہ میں وہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے نقشِ قدم پر چلنے کے خواہش مند ہیں۔ اس طرح حضرت کے خدام ومتوسلین کی تمام مساعیٔ جمیلہ اِن شاء اللہ تعالیٰ! حضرتؒ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوں گی۔ حق تعالیٰ حضرتؒ کے بہت ہی درجات بلند فرمائے اور عشق ومحبت کی جو دولت حضرتؒ مدّت العمر تقسیم کرتے رہے، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو عام فرمائے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی زِیدمجدہم۔ صفحات: ۳۱۸۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: مجلس نشریاتِ اسلام، ا کے ۳، ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

سوانح نگاری کے لیے چند چیزیں ناگزیر ہیں:

اوّل:... قوتِ مشاہدہ و لطافتِ اِدراک! تاکہ سوانح نگار صاحبِ سوانح کے اوصاف و کمالات کا صحیح ادراک کرسکے اور تاحد اِمکان اس کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کا مطالعہ و اِحاطہ کرسکتا ہو۔

دوم:... زبان و بیان کی قدرت! کہ سوانح نگار اَپنے مافی الضمیر کے اَدا کرنے پر پوری طرح قادِر ہو، اور اَپنے محسوسات و مشاہدات کی اَمانت کو سینہ سے سفینہ میں منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

سوم:... اعتدال و توازن! کہ وہ افراط و تفریط کا شکار نہ ہو، بلکہ وہ صاحبِ سوانح کے نقوشِ سیرت کو بے کم و کاست نقل کردے، اور اس کا مرتب کردہ خاکہ صاحبِ سوانح کی فرضی تصویر نہیں، بلکہ جیتی جاگتی تصویر ہو، جس میں صاحبِ سوانح کی شخصیت جھلکتی نظر آئے۔

چہارم:... ترتیب و تہذیب کا خاص ذوق اور سلیقہ! جو صرف فنِ سیرت نگاری کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ اس کی ضرورت ہر جگہ پیش آتی ہے۔

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدّت فیوضہم کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جہاں اور بہت سے اوصاف و کمالات سے ممتاز فرمایا ہے، وہاں سیرت نگاری کے مندرجہ بالا تمام اوصاف و لوازم سے بطورِ خاص آراستہ فرمایا ہے، اس لیے ہمارے دور میں اُنہیں فنِ سیرت نگاری میں درجۂ اِمامت حاصل ہے، اور یہ اُن کی سعادت ہے کہ جتنے اکابر اولیاء کے تذکرے اُن کے قلم سے نکلے ہیں (راقم الحروف کی ناقص معلومات کی حد تک) ہمارے دور میں اِتنے کسی اور کے قلم سے نہیں نکلے۔

خوب یاد ہے کہ چند سال پہلے جب اُن کی کتاب ''پُرانے چراغ'' (جلد اوّل) چھپ کر آئی تو راقم الحروف رات بھر اس کے مطالعہ سے لطف اندوز رہا، اور بے ساختہ زبان سے نکلا کہ کاش! اس قلم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ نکلی ہوتی! حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ تمنا بہت جلد پوری فرمائی، اگلے ہی دِن ڈاک آئی تو اس میں ''البعث الاسلامی'' (دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا عربی ماہنامہ) کا پرچہ بھی تھا، جس میں مولانا کی عربی سیرت کا اشتہار تھا، جس کا اُردو ترجمہ بھی بعد میں ''نبیٔ رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم)'' کے نام سے ہندو پاک دونوں جگہ سے شائع ہوچکا ہے۔

مندرجہ بالا اوصاف ولوازم کے علاوہ مولانا مدّت فیوضہم کو برکۃ العصر حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے مزید اختصاص یہ حاصل تھا کہ موصوف کو ایک طویل عرصہ تک حضرت شیخ سے بہت ہی قریبی اور خصوصی رابطہ رہا اور خلوت وجلوت اور سفروحضر میں حضرتؒ کی شخصیت کے عمیق مطالعہ کے مواقع انہیں خوب خوب میسر آئے۔ مولانا لکھتے ہیں:

''ناچیز مصنف کو حضرت شیخ کی خدمت میں ۱۹۴۰ء کی ابتدا سے نیاز حاصل ہے۔ ان کی اس کے حال پر جو شفقت وعنایت خصوصی رہی ہے، اور اپنے گرامی ناموں میں جس طرح اس کا اظہار فرمایا ہے، اس کے بارہ میں اس کے سوا کچھ نہیں لکھ سکتا کہ۔

بہرِ تسکین دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقتِ ناز کچھ جنبش ترے ابرو میں تھی

آمدورفت ومراسلت کا سلسلہ پورے اکتالیس بیالیس سال قائم رہا۔ اپنی سی پوری کوشش رہی کہ طویل سے طویل مکتوب گرامی سے لے کر چھوٹے چھوٹے پرچہ تک کوئی ضائع نہ ہونے پائے۔ یہ دعویٰ تو نہیں کیا جاسکتا کہ یہ شفقت نامے۔ جو ذاتی محبت وتعلق کے علاوہ بیش قیمت آراء، گراں قدر مشوروں، رہنمائیوں اور قیمتی سوانحی معلومات، نیز دلی جذبات وخیالات کے آئینہ دار ہیں۔ سوفی صدی محفوظ رہے، لیکن ان کی تعداد ۳۵۰ سے کم نہیں۔ ان خطوط کے مطالعہ سے خاص طور پر اس کتاب کے باب نہم: ''خداداد کمالات، یگانہ مزاجی وطبعی خصوصیات'' میں بڑی مدد ملی۔''[1]

مزید براں یہ کہ مولانا کو خواہرزادۂ گرامی جناب مولانا سید محمد ثانی حسنی ندوی مرحومؒ کی فرمائش پر ''سوانح یوسفی'' کے لیے حضرت شیخ کا ایک سوانحی خاکہ مرتب کرنے کی سعادت حضرتؒ کی حیات میں میسر آئی، اور اس کے لیے ضروری معلومات خود حضرت شیخؒ سے شفاہاً یا کتابتاً حاصل کیں۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

''میں نے حضرت شیخ سے خطوط کے ذریعہ سوالات کر کر کے بہت سی قیمتی معلومات حاصل کیں، بہت سی باتیں زبانی پوچھ پوچھ کر نوٹ کیں۔ قدرتی طور پر ان کے لیے یہ ایک بہت بڑا مجاہدہ اور ایثار تھا لیکن اس کو میری خوش قسمتی کہیے یا ہنرمندی یا ان کی شفقت ودل نوازی کہ میں نے اکثر ضروری معلومات حاصل کرلیں اور ان کی مدد سے ان کی سوانح حیات کا ایک سرسری مختصر خاکہ حاصل کرلیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ ضروری کام تقدیرِ الٰہی سے اُس وقت انجام نہ پا گیا ہوتا تو میرے لیے اس سوانح

(۱) ص۔ ۱۵۔

کی تکمیل کا کام بہت مشکل ہوتا، اور اگر وہ انجام بھی پا جاتا تو وہ اِتنا مستند و قابلِ اِعتماد نہ ہوتا جتنا موجودہ صورت میں نظر آتا ہے۔''(۱)

حضرت مولانا ندوی مدّت فیوضہم کی ان تمام خصوصیات کی بنا پر -جن کی طرف اُوپر اِشارہ کیا گیا ہے- اُن کی زیرِ نظر کتاب، جو گیارہ ابواب پر مشتمل ہے: ''ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیاں اُپنا'' کی مصداق ہے۔

حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ اس آخری دور میں شریعت و طریقت کے اِمام اور علماء و مشائخ کے مرجع و مقتدا تھے، اور اس اِمامِ زمانہ وقطبِ دوراں کے اوصاف و کمالات کو حضرت مولانا ندوی مدظلہٗ سے بہتر کون اُجاگر کرسکتا ہے...! حق تعالیٰ شانہٗ مولانا کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۳ھ)

انوار النظر فی آثار الظفر

شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا ظفر احمد عثمانی (شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ، ٹنڈو الہ یار)۔ صفحات: ۱۰۰۔ قیمت (مجلد کارڈ بورڈ): ۲ روپے۔ پتا: مرکزی مجلس صیانۃ المسلمین ۶۹، شارع قائدِ اعظم، مسجد اشرفی، لاہور۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی مدفیضہم کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، ساٹھ سالہ دینی و علمی خدمات کے علاوہ ان کی نادر تالیف ''اعلاء السنن'' (۱۹ جلدیں) اتنا بڑا کارنامہ ہے، جو ضخیم کتب خانہ پر بھاری ہے۔

جناب مولانا حسام اللہ شریفی نے کسی سلسلہ میں موصوف کے سوانح معلوم کرنے کے لیے بیس دفعات پر مشتمل ایک سوال نامہ موصوف کے پاس بھیجا تھا، زیرِ نظر کتاب اسی سوال نامہ کا جواب ہے، جسے چاہا جائے تو مولانا کی ''خودنوشت سوانحِ حیات'' کہہ لیا جائے۔ اس میں مولانا کے بچپن سے لے کر اب تک کی زندگی سے متعلق جو معلومات محفوظ ہوگئی ہیں، وہ آنے والے مؤرخ کے لیے قیمتی سرمایہ ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ)

(۱) ص:۱۳

تذکرۃ الظفر

تالیف: مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی۔ ترتیب: مولانا قمر احمد عثمانی۔ صفحات: ۵۲۸۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔ پتا: مطبوعات علمی، کمالیہ (ضلع فیصل آباد)۔

شیخ المحدثین حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نوراللہ مرقدہٗ: حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنیؒ کے شاگرد خاص وخلیفہ مجاز، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خواہرزادہ اور خلیفہ مجاز، حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے رفیقِ کار اور تحریکِ پاکستان کے صفِ اوّل کے مجاہد تھے۔ ان کی پوری زندگی تعلیم وتدریس، وعظ وتبلیغ اور ارشاد وتلقین میں گزری۔

زیرِ نظر کتاب اُن کی مفصل سوانح حیات ہے، جو اُن کے مسترشد جناب مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی (ساہیوال، ضلع سرگودھا) کی تالیف ہے، اور جسے حضرت مرحوم کے صاحب زادے جناب مولانا قمر احمد عثمانی نے مرتب کیا ہے۔ کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے:

پہلے باب میں مولانا کے تعلیم سے فراغت تک کے سوانح درج ہیں، اسی ضمن میں ان کے حجوں کی بھی تفصیل درج ہے۔

دُوسرا باب ان کی علمی خدمات پر ہے جس میں جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور، امداد العلوم تھانہ بھون، ڈھاکہ یونیورسٹی، مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں ان کی تدریسی خدمات کا تذکرہ ہے۔

مولانا کی تدریسی زندگی نصف صدی پر محیط تھی اور اس عرصہ میں ہزاروں علماء نے اُن سے استفادہ کیا، جن میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، مولانا سیّد محمد بدرِعالم میرٹھی مہاجر مدنی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی مدظلہ العالی ایسے اکابر شامل ہیں۔

تیسرے باب میں علومِ قرآن، علوم حدیث، علم فقہ، علم تصوف اور سیرت وتاریخ پر مولانا کی قریباً چالیس تصانیف کا تعارف ہے، جن میں بعض ضخیم ہیں اور بعض مختصر۔ علمی مقالات ومضامین ان کے علاوہ ہیں۔

چوتھے باب میں مولانا کی تبلیغی خدمات اور پانچویں باب میں اُن کی اصلاحات کی تفصیل ہے۔

چھٹے باب میں اُن کے سلوک وتصوف، بیعت وخلافت اور ارشاد وتلقین کا تذکرہ ہے، اسی ضمن میں اُن کے خلفائے مجازین کی فہرست اور اُن کے افاداتِ خاصہ بھی درج ہیں۔

ساتویں باب میں ہم عصر علمائے کرام ومشائخ عظام سے ان کے تعلقات، اور آٹھویں باب میں اُن کا سیاسی مسلک اور تحریکِ پاکستان کے سلسلہ میں اُن کی خدمات کی تفصیلات ہیں۔

نویں اور آخری باب میں اُن کے سفرِ آخرت کے حالات اور اُن کے بارہ میں تأثرات اور تعزیتی پیغامات کا ذکر ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا ہوگا کہ زیرِ نظر کتاب مولانا مرحوم کی جامع سوانح عمری ہے، جس میں ان کی زندگی کے بھی گوشوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اور کتاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا بیشتر مواد خود مولانا کی تحریروں سے ماخوذ ہے۔ کتاب کی ترتیب وتالیف پر فاضل مؤلف ومرتب مبارک باد کے مستحق ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۳۹۸ھ)

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور ان کے خلفاء

جناب حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب (صدر شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد)۔
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت (مجلد): ۱۲/۵۰ روپے۔ پتا: پاکستان بک سینٹر، ۴۰/اُردو بازار، لاہور۔

جناب حافظ قاری فیوض الرحمٰن کے اسمِ گرامی سے علمی حلقے متعارف ہیں، موصوف کوئی تین درجن کتابوں کے مؤلف ہیں، سیرت وسوانح سے انہیں گہرا شغف ہے، اور تراجم وحالات کی فراہمی سے بڑی لگن ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء-۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء) سے متعلق ایسا مواد جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ان کی سوانح عمریوں میں یکجا نہیں ہوسکا، نیز حضرت کے ۲۱ خلفاء ومسترشدین کے حالات بھی بڑی محنت وجستجو سے جمع کیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۷ھ)

سوانح مولانا محمد رسول خانؒ

جناب حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب۔ صفحات: ۱۷۶۔ تقطیع: $\frac{۲۰\times۳۰}{۱۶}$۔ قیمت (مجلد): ۵ روپے۔ پتا: پاکستان بک سینٹر، ۴۰/اُردو بازار، لاہور۔

اُستاذ الکل حضرت مولانا محمد رسول خاں نوّر اللہ مرقدہٗ کی شخصیت پر بیس حضرات کی نگارشات کا مجموعہ! لکھنے والوں میں اکابر بھی ہیں، اصاغر بھی۔ خود جناب مرتب کا حصہ سب سے زیادہ بھی ہے اور قیمتی بھی۔ انہی

کی نگارشات وترتیب سے یہ گلدستۂ سوانح اچھی خاصی پرکشش سوانح بن گئی ہے۔ فجزاه الله عن العلم خیر الجزاء!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۳۹۷ھ)

حیاتِ طیبہ (مجلد)

ڈاکٹر صاحب زادہ محمد حسین انصاری تمیمی للّٰہی۔ صفحات: ۲۳۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: القادر ناشران کتب اسلامی، ۴۱/سی، عبدالحمید بن بادیس روڈ، لاہور۔

اس کتاب کا ذکر خیر ''بینات'' میں آچکا ہے، جناب مصنف کا ایک مضمون ''ایک ضروری اصلاح'' کے عنوان سے ''بینات'' کے محرم الحرام ۱۴۰۶ ہجری کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے، جس کے تمہیدی نوٹ میں راقم الحروف نے لکھا تھا:

''جناب صاحب زادہ ڈاکٹر محمد حسین انصاری تمیمی للّٰہی (ایم اے، پی ایچ ڈی) قطب الارشاد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہ وقدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ہیں۔ گزشتہ سال موصوف نے اپنے مرشد ومربی حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کے حالات وملفوظات ''حیاتِ طیبہ'' کے نام سے شائع کیے، یہ کتاب ایسے نفیس اور قیمتی افادات پر مشتمل ہے کہ اسے مکمل کیے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔''

اسی شمارہ میں اس کتاب کے چند اقتباسات بھی شائع کیے گئے تھے، جنہیں قارئین نے بہت پسند کیا تھا۔ ہمیں توقع ہے کہ قارئین کرام اِس گراں قدر سرمایہ کو دلچسپی سے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۶ھ)

تذکرہ شیخ ہالیجوی رحمہ اللہ تعالیٰ

جناب مولانا اعجاز احمد اعظمی، اعظم گڑھ، یوپی۔ صفحات: ۲۶۰۔ قیمت: ۹۰ روپے۔ پتا: مکتبہ حمادیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۲، کراچی ۷۵۲۳۰۔

قدرتِ الٰہیہ کا یہ تکوینی نظام ہے کہ اُس نے ہر شر کے مقابلہ میں خیر اور ہر باطل کے مقابلہ کے لیے حق کو وجود بخشا ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے: ''لكل فرعون موسى'' ایک طرف اگر نفس وشیطان کے مکائد

ہیں تو دُوسری طرف اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت وراہنمائی کے لیے بعثتِ انبیاء کا سلسلہ جاری فرمایا جو انہیں نفس وشیطان سے منزہ فرمائے۔

حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرامؓ اور حاملینِ علومِ نبوت، اولیاء، اقطاب وابدال سے یہ کام لیا گیا اور اصلاح وارشادِ اُمت کا فریضہ ان کے سپرد ہوا تو انہوں نے نہ صرف نبھایا بلکہ نبھانے کا حق ادا کردیا۔

زیرِ نظر کتاب -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- انہی مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے ایک رُکنِ رکین شیخ المشائخ، عارف باللہ اور قطب الارشاد حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی قدس سرہٗ کے تذکرہ پر مشتمل ہے، جسے ان کے خلیفہ مجاز جناب مولانا عبدالواحد مدظلہٗ نے (اپنے مسترشد جناب مولانا اعجاز احمد اعظمی صاحب سے) مرتب کراکے شائع کیا ہے۔

کتاب کو سولہ ابواب پر تقسیم کیا گیا، جس میں ولادت، خاندانی حالات، تحصیلِ علوم ظاہری وباطنی، تکمیلِ علوم، سندھ میں سلسلۂ قادریہ اور اس کے اکابرین، حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ حالات وواقعات، وفات حضرت ہالیجویؒ، حضرت امروٹیؒ کی خدمت میں، اتباعِ ومحبتِ شیخ اور اتباعِ سنت ومحبتِ نبوی، محبتِ الٰہی، تصوف اور اصحابِ تصوف کی اہمیت، اور حضرت کی تعلیمات وملفوظات وغیرہ تمام مضامین کو اس کتاب میں نہایت ہی سلیقہ سے جمع کیا گیا ہے۔

کتاب اس قابل ہے کہ ہر کتب خانہ میں اس کو ہونا چاہیے۔ اور ایسے لوگ جو موجودہ دور کے نام نہاد پیروں کے طرزِ عمل کو دیکھ کر اولیاء اللہ اور اصحابِ تصوف سے متنفر ہوچکے ہیں، ان کے لیے اس کتاب کا پڑھنا ان شاء اللہ! مفید ثابت ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ)

تجلیاتِ رحمانی

جناب مولانا قاری سعید الرحمٰن۔ صفحات: ۴۸۰۔ قیمت (مجلد): ۱۰ روپے۔ پتا: جامعہ اسلامیہ، کشمیر روڈ، صدر، راولپنڈی۔ مفتی احمد الرحمٰن مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نیوٹاؤن کراچی نمبر ۵۔

فقیہ العصر حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمہ اللہ کا شمار اس صدی کی ان شخصیتوں میں ہے جو اسلام کے لیے مایۂ صد فخر ہیں۔ حضرت مرحوم؛ حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے

تلمیذِ رشید اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ کم گوئی و بے آزاری، حلم و وقار، رحمت و شفقت، زُہد و قناعت، تواضع و انکسار اور خداترسی و نیک شعاری جیسے اَخلاقِ فاضلہ تو گویا آپ کے فطری ملکات تھے، اس پر اکابر اہل اللہ کی نظرِ عنایت اور فیضانِ صحبت نے آپ کو کندن بناڈالا تھا۔ صورت و سیرت ''اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ''(۱) کا مظہر اور رفتار و گفتار ''وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا''(۲) کا مصداق تھی۔

زیرِ نظر کتاب آپ کے حالات و کمالات، عادات و خصائل، تعلیم و تدریس، تلقین و تربیت کا جامع مرقع ہے۔ جسے صاحب زادہ مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب نے بڑی محنت و جانفشانی اور تحقیق و تفتیش سے مرتب کیا ہے۔ کتاب پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوگا گویا آپ حضرتؒ کی مبارک مجلس میں آپ کے اَنفاسِ قدسیہ سے مستفید ہو رہے ہیں۔ کتاب مندرجہ بالا پتوں سے طلب کی جاسکتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۹ھ)

سیّد الاحرار

صفحات: ٦۴۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: مکتبہ تحریکِ اِسلام، چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال۔

اَمیرِ شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نوراللہ مرقدہٗ پر چند مقالات، خطبات اور واقعات کا مجموعہ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۳۹۴ھ)

قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

قاری نورالحق قریشی (ایم، اے)۔ صفحات: ۵٦۰۔ قیمت (مجلد): ١٦ روپے۔ پتا: مکتبہ احسان، چوک جہلیک، کچہری روڈ، ملتان۔

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی مرحوم کا نام سنتے ہی ایک ایسی شخصیت کا سراپا سامنے آتا ہے، جس کے اجزائے تحلیلیہ سے حسن و جمال، عفت و طہارت، اِخلاص و اَخلاق، شفقت و رحمت، عزم و

(۱) کنز العمال، ج:۱، ص:۲۱۸، برقم الحدیث:۱۷۸۳

(۲) الفرقان:٦۳

استقلال، غیرت وحمیت، تواضع و انکسار اور محبت ومحبوبیت کا خمیر تیار ہوتا ہے۔ وہ اپنے بڑوں کے سامنے ایسے مِٹے تھے کہ ''خبر نیست کہ ہست'' کا سماں بندھتا تھا، اور ''دُنیا کے بڑوں'' کو ایسا للکارتے تھے کہ ابلیس کا لشکر اُن کے سامنے ''ھباءً منثورًا'' نظر آتا تھا۔ اُنہوں نے انگریزی طاغوت سے ٹکر لی اور اُسے ملک چھوڑ کر جاتے بنی۔ مسیلمۂ پنجاب اور اُس کی ذُرّیت کا قادیان سے ربوہ تک تعاقب کیا، بالآخر اُن کے حریف کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ چنانچہ مرزا محمود کو ۱۹۵۳ء میں اپنے باوا کے ''پیغمبرانہ فتووں'' کے علی الرغم عدالت کے کٹہرے میں اعلان کرنا پڑا کہ: ''ہم غیراحمدیوں کو کافر نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔''(۱)

یہ معما تو قادیانی اُمت کو حل کرنا چاہیے کہ اپنے سابقہ اعلانات کے خلاف ''مصلحِ موعود'' کا یہ بیان ''نسخ'' کی کون سی قسم کے ذیل میں آتا ہے؟ یا پھر یہ تنقیح ''منیر عدالت'' کو کرنی چاہیے تھی کہ یہ بیان مرزا صاحب اور اُن کے والدِ محترم کے موقف سے واقعی مطابقت رکھتا ہے یا محض ''دروغِ مصلحت آمیز'' کا مرقع ہے؟ بہرحال! ہمیں اس سے سروکار نہیں، مگر اس اعلان سے اتنی بات تو بہرحال واضح ہوگئی کہ ''قادیانی نبوّت'' کا سارا کھٹ راگ ایک افسانۂ باطل ہے۔

سب جانتے ہیں اور سبھی کو جاننا چاہیے کہ اوّل سے آخر تک نبوّت کی تاریخ یہ ہے کہ نبی کی آمد پر انسانیت دو کیمپوں میں بٹ جاتی ہے: اس پر ایمان لانے والے ''مؤمن'' کہلاتے ہیں، اور اس کا انکار کرنے والے ''کافر''! عقل وفہم اور علم و دانش کی بساط پر اس مزعومہ نبوّت کی کوئی قیمت نہیں جو مؤمن ومنکر کے درمیان خطِ امتیاز کھینچ دینے سے قاصر رہے۔ اہلِ نظر کے نزدیک یہ نبوّت نہیں بلکہ بازارِ سیاست کا کھوٹا سکہ ہے کہ جب برطانوی سرکار کا سایۂ عاطفت حاصل ہو تو لوگوں کو ذریۃ البغایا، ولد الحرام، خنازیر الفلا ایسے ''مقدس خطابات'' سے نوازو، اور جب سر پر آن پڑے تو فوراً پینترا بدل کر ''با مسلماں اللہ اللہ، با برہمن رام رام!'' کا وظیفہ شروع کردو۔ جس ''نبوّت'' کے ماننے اور نہ ماننے والے دونوں پکے سچے مسلمان ہوں، سوچنا چاہیے کہ آخر وہ نبوّت ہوئی یا دیوانہ کی بڑ...؟

الغرض! قاضی صاحبؒ کے صرف دو حریف تھے: انگریز اور قادیانی۔ ۱۹۴۷ء میں انگریزی اقتدار کی بساط اُلٹ گئی اور ۱۹۵۳ء میں مرزا محمود کے بازدوی بیان سے قادیانی نبوّت کا ''تاج محل'' زمیں بوس ہوکر رہ گیا اور قاضی صاحب دونوں حریفوں کو شکست دے کر اللہ کے حضور سرخ رُو ہوئے۔

جناب قاری نورالحق (ایل، ایل، بی ایڈووکیٹ) حضرت قاضی صاحب مرحوم کے نسبتی فرزند ہیں۔ مرحوم کی زندگی کا ایک ایک گوشہ اُن کی شنید نہیں، دِید ہے۔ حق تعالیٰ اُنہیں جزائے خیر دیں کہ اُنہوں نے

(۱) منیر انکوائری رپورٹ، ص:۱۹۹

قاضی صاحب مرحوم کے سوانح بڑی لیاقت ومہارت سے مرتب کر کے نصف صدی کی قومی اَمانت قوم کے حوالے کردی۔ مصنف نے کانگریس، مسلم لیگ اور اَحرار کی سیاست پر جو بے لاگ تاریخی تبصرہ کیا ہے، وہ اس کتاب کے محاسن میں شمار ہوگا۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ کسی انصاف پسند مؤرخ کو صحیح زاویۂ نگاہ سے غور وفکر کی دعوت دے۔ اور ''قادیانیت کا سیاسی جائزہ'' اس کتاب کا زرّیں باب ہے، قادیانیت شروع ہی سے ایک ''سیاسی نبوّت'' تھی اور دِن بدن اس کا یہ رنگ کھلتا چلا گیا، مگر اَفسوس ہے کہ اس کے سیاسی رُخ کی نقاب کشائی بہت کم کی گئی۔

البتہ کتاب میں ایک نقص نظر آیا کہ مصنف نے متعلقہ مواد کی تنقیح وتلخیص کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ اگر وہ غیرضروری مواد کو حذف کردیتے تو کتاب کی ضخامت گھٹ جاتی اور وزن بڑھ جاتا۔ قاضی صاحبؒ کے سوانح اور قاری صاحب کی تصنیف! اور گرد پوش کے اندر و باہر تصویر؟ ہم ایسے 'بدنام کنندگان نکونامے چند' کے لیے تو ڈُوب مرنے کی بات ہے۔

علماء وصلحاء کی کتابیں بھی اِس لعنت سے پاک نہ ہوں تو عوام کی کیا شکایت کی جائے ع

چوکفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ)

قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ: سوانح واَفکار

مولانا محمد اِسمٰعیل شجاع آبادی۔ صفحات: ۴۰۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت، حضوری باغ روڈ، ملتان، پاکستان۔

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی نوراللہ مرقدہٗ کی ذاتِ گرامی اور اُولوالعزم شخصیت برصغیر پاک و ہند کے عوامی اور علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی باغ و بہار شخصیت، آپ کی ظرافت و بذلہ سنجی، آپ کا علم وعمل، طہارت وتقویٰ اور سارقینِ نبوّت کے خلاف جد وجہد محتاجِ بیاں نہیں۔ آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے اَمیر دوم، حضرت اَمیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے سچے جانشین اور قافلۂ حق کے حدی خواں تھے۔ آپ کی حیاتِ مستعار عشقِ رسول کی جیتی جاگتی تصویر اور دُشمنانِ نبوّت کے لیے صاعقۂ آسمانی تھی۔

مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند کے دِین وایمان کا تحفظ اور قادیانی فتنہ کی بیخ کنی آپ کی کوششوں کے

مرہونِ منت ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کے ذمہ قرض تھا کہ آپ کی سیرت و سوانح، علمی کارناموں اور فتنۂ قادیانیت کے خلاف ان کی جدوجہد کو مرتب کر کے نئی نسل کو ان سے متعارف کرایا جائے، اور ان کے لیے اس میدان میں راہِ عمل کے خطوط کی نشان دہی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جواں سال اور جواں ہمت مبلغ جناب مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی کو! جنہوں نے اس فرض کو نبھایا اور نبھانے کا حق ادا کر دیا، اور حضرت قاضی صاحب کی سیرت و سوانح اور ان کے افکار کو کتابی صورت دے کر ایک بہترین مجموعہ مرتب کر کے اُمتِ مسلمہ خصوصاً نئی نسل پر احسان فرمایا ہے۔ کتاب ''سوانحِ احسان''، ''نگارشاتِ احسان''، ''مکتوباتِ احسان''، ''خطباتِ احسان''، ''پریس کا خراجِ تحسین'' اور ''منظوم خراجِ عقیدت'' کے خوب صورت عنوانات پر مشتمل ہے۔

کتاب ہر اعتبار سے دیدہ زیب، جاذبِ نظر اور لائقِ تحسین ہے۔ اُمید ہے اہلِ ذوق اور عشقِ رسالت سے سرشار حضرات اس گوہرِ نایاب کی قدردانی میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اسی انداز کی مستند تاریخی دستاویز مصنف موصوف حضرت اُمیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ کی سیرت و سوانح اور حیات و اَفکار پر بھی مرتب فرماتے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ)

مقاماتِ زوّاریہ

جناب الحاج محمد اعلیٰ صاحب۔ صفحات: ۳۵۲۔ قیمت (مجلد): ۴۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ مجدّدیہ، ۲/۵، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔

حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے اِسمِ گرامی سے ''بینات'' کے قارئین خوب متعارف ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ سلسلۂ نقشبندیہ مجدّدیہ کے قوی النسبت شیخ تھے۔ ایک طرف اُن کی گراں قدر تصنیفات (عمدة السلوک، زبدة الفقه، عمدة الفقه وغیرہ) سے ہزاروں لوگ مستفید ہوئے تو دُوسری طرف انہوں نے اپنے باطنی فیضان سے بے شمار قلوب کو مصفّٰی ومجلّٰی اور روشن و منوّر کیا۔

زیرِ نظر کتاب میں مخدومِ مکرّم جناب حاجی محمد اعلیٰ صاحب نے حضرت شاہ صاحب کے حالات و مقامات مرتب فرمائے ہیں، اور حضرت شاہ صاحب کے شخصی حالات و سوانح، اخلاق و عادات، ملفوظات، علوم و معارف اور افادات و ارشادات کو مختلف تحریروں سے مدوّن فرمایا ہے، آخر میں حضرت شاہ صاحب کے

گرامی قدر خلفاء کا تذکرہ ہے۔ اکابر کے حالات و سوانح ان کی صحبت کا بدل ہیں۔ یہ کتاب نہ صرف شاہ صاحبؒ کے متوسلین کے لیے خضرِ راہ کا کام دے گی، بلکہ دُوسرے حضرات بھی ایک عارفِ ربانی کے تذکرہ سے اِکتسابِ فیض کرسکیں گے۔

تصحیح کی کوشش کے باوجود کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں، مثلاً صفحہ:۱۵۷ پر ایک عبارت ہے: ''ان اللّٰہ لا یغفر الذنوب الخ '' یہ غالباً اس آیتِ کریمہ کی طرف اشارہ ہے: ''ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ''(۱) لیکن سہوِ کتابت سے الفاظ کچھ کے کچھ بن گئے اور معنی بھی بالکل بگڑ گئے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ)

تذکرہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

مرتبہ: مولانا حافظ عبدالرشید اَرشد۔ صفحات: ۲۸۸۔ کاغذ، کتابت، طباعت اعلیٰ۔ پتا: ۱:...مکتبہ رشیدیہ، ۳۲-۱ے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔ ۲:... مکتبہ رشیدیہ، میاں چنوں، ضلع ملتان۔ ۳:...مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی، ساہیوال۔

دعوت و تبلیغ کے اَمیرِ دوم حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نوّراللہ مرقدہٗ (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء-۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء) کی شخصیت یقین و ایمان، اعتماد و توکل، اخلاق و اعمال اور دعوت و دُعا کا پیکر تھی۔ جن لوگوں کو مولانا مرحوم کی زیارت نصیب نہیں ہوئی، وہ شاید اسے مبالغہ سمجھیں، لیکن واقعہ یہی ہے کہ سینکڑوں حقائقِ شرعیہ ان کی خدمت میں چند لمحات گزارنے سے حل ہوجاتے تھے۔ وہ ''جنت و دوزخ'' کا تذکرہ فرماتے تو دُنیا کی بے ثباتی کی داستان چھیڑ دیتے۔ ''اللہ سے سب کچھ ہوتا ہے، مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا'' کے موضوع پر بولتے تو سامعین کو محسوس ہوتا کہ وہ اس عالمِ ناسوت میں نہیں، بلکہ ہنگامۂ محشر بپا ہے اور وہ اللہ کے حضور میں کھڑے جنت و دوزخ کے فیصلے کے منتظر ہیں، گویا صحابہ کرامؓ کے بیان: ''کاننا نری اللّٰہ'' یا ''کاننا نری الجنۃ و النار'' کا عملی منظر سامنے آجاتا تھا۔

مولانا مرحوم کے وصال پر ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ، ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور اور دُوسرے بعض مجلات نے خاص نمبر اور مقالات شائع کیے تھے، فاضل مرتب نے زیرِ نظر مجموعہ میں ان جواہرات کو جمع

(۱) النساء:۴۸

کر دیا ہے۔اس کتاب کے مطالعہ سے مولاناؒ کی شخصیت کے تمام نہیں تو بیشتر پہلو تو سامنے آ ہی جاتے ہیں اور مولاناؒ کے قلب کی گرمیٔ ایمان کاغذی پردوں سے گزر کر بھی دلوں کو گرما جاتی ہے۔نور اللہ مرقدہٗ!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۷ھ)

تذکرۂ امیرِ تبلیغؒ

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری۔صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: ۲۴ روپے۔ ملنے کا پتا: ذوالنورین اکادمی، بھیرہ ضلع سرگودھا۔

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ انہوں نے قحط الرجال کے اس دور میں اللہ تعالیٰ کے آخری دین کی تبلیغ واشاعت اور اس کی سربلندی کے لیے کیا خدمات انجام دیں؟ کتاب کا اصل موضوع یہی ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے حضرت امیرِ تبلیغ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم، ان کے علمی مقام، ان کے افکار ونظریات، سلوک وتصوف، نظام الاوقات، اخلاق وعادات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔اطرافِ عالم میں دعوت وتبلیغ خصوصاً لندن اور جاپان کے اجتماعات کا آنکھوں دیکھا حال بھی قلم بند کیا ہے۔صفحہ: ۲۶۰ سے آخر تک ''اخبار وافکار'' کے عنوان سے حضرت امیرِ تبلیغؒ کی وفات پر مختلف شخصیات اور پاک وہند کے اہم رسائل وجرائد کے تاثرات درج کیے ہیں۔امیرِ تبلیغؒ کی تبلیغی مساعی پر روشنی ڈالنے والی بہت مفید کتاب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ)

مفتیٔ اعظم پاکستان؛ اکابر ومعاصرین کی نظر میں

جناب قاری حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری۔صفحات: ۲۰۸۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: ادارہ اسلامیات، ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔

حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندی قدس سرہٗ دار العلوم دیوبند کے تیسرے دور کے اکابر میں سے تھے، حق تعالیٰ نے ان کے علوم سے امت کو بہت ہی مستفید فرمایا، بے شمار فتاویٰ ان کے قلم سے نکلے، ہزاروں تشنگانِ علم ان کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔یہ سلسلہ بحمد اللہ ''دار العلوم'' کی شکل میں ان کے

لیے اب بھی صدقۂ جاریہ ہے۔ بہت سے حضرات اُن کے علومِ باطنی سے مستفیض ہوئے اور ان کے ذریعہ اصلاح و ارشاد کا سلسلہ جاری ہوا، یہ بھی ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہے۔ پھر ان کی تصنیفات ایسی سلیس اور مفید ہیں کہ ان سے بے شمار لوگ نفع اُٹھا رہے ہیں اور ان شاء اللہ! یہ سلسلہ بھی صدقۂ جاریہ کی حیثیت سے قائم و دائم رہے گا۔

زیرِ نظر کتابچہ میں حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بارہ میں حضرتؒ کے اکابر، معاصرین اور تلامذہ میں سے ۵۸ حضرات کے تأثرات قلم بند کیے گئے ہیں۔ جن سے حضرت مفتی صاحب کے مرتبہ و مقام کو سمجھنے میں کسی عامی کے لیے بھی دقت نہیں رہ جاتی، اور جن حضرات کے تأثرات جمع کیے گئے ہیں مختصراً اُن کا تعارف بھی کرا دیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ)

نقوشِ حضرت افغانیؒ

صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ ناشر: ادارہ شمس المعارف، ترنگ زئی، ضلع چارسدہ، پشاور۔

زیرِ نظر مجموعہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے امام المتکلمین، شیخ التفسیر حضرت مولانا شمس الحق افغانی قدس سرہٗ کی شخصیت پر حضرات اکابر، علماء اور محققین کے تأثرات اور عقیدت و محبت کا گلدستہ ہے۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانی قدس سرہٗ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے جن اوصاف و کمالات سے نوازا تھا، اس کی نظیر نہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے علومِ انور شاہؒ کا وارث اور رازی و غزالی کے معارف کا امین بنایا تھا، جب وہ کسی موضوع پر بولتے تو اس موضوع کا حق ادا کر دیتے، معلوم ہوتا کہ ساری زندگی آپ نے صرف اسی عنوان پر تحقیق و ریسرچ فرمائی ہے، چنانچہ اس طرح کے ایک بیان کا راقم الحروف عینی شاہد ہے کہ آپ نے ''انعاماتِ الٰہیہ شکر و حمد'' کے عنوان پر بیان فرماتے ہوئے جامعہ خیر المدارس ملتان کے جلسہ میں فرمایا:

''انسان پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات ہیں، بعض محسوس ہیں اور بعض غیر محسوس! عام طور پر محسوس انعامات پر شکر بجالایا جاتا ہے، جب کہ غیر محسوس انعامات کی طرف توجہ نہیں جاتی، چنانچہ انسان کے تنفس، سانس کی بحالی اور آمد و رفت پر جو آکسیجن خرچ ہوتی ہے، اگر انسان کو وہ قیمتاً خریدنا پڑتی تو اس کو اس کی قدر ہوتی۔ کیونکہ ہر انسان روزانہ اوسطاً چودہ ہزار گیلن آکسیجن استعمال کرتا ہے اور سستی

سے سستی چیز بھی ایک روپیہ فی گیلن سے کم نہیں ملتی، اس طرح انسان کے روزانہ کے تنفس کی بحالی پر چودہ ہزار روپے کا خرچ آتا مگر اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو یہ مفت فراہم کی ہے۔''

اسی طرح اور بیشتر مثالیں بیان فرمائیں اور مجمع کو مسحور فرمادیا۔ زیرِ نظر مجموعہ میں آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو مختلف اکابر و بزرگوں نے اپنے اپنے انداز میں بیان کر کے گلدستۂ عقیدت پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ قبولِ عام سے نوازے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ)

مفتی محمود؛ شخصیت و کردار

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی۔ صفحات: ۳۲۰۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: فاروق پبلی کیشنز، قاسم بازار، سمندری، ضلع لائل پور (فیصل آباد)۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی شخصیت مذہب و سیاست کا سنگم ہے۔ اُن کے پاس نہ پروپیگنڈا کا ڈھنڈورا ہے، نہ ابن الوقتوں کے ایسی عیارانہ ڈپلومیسی۔ اُن کی سیاست کا اہم اُصول صداقت و شرافت، اِخلاص و جفاکشی اور ظاہر و باطن کی یکسانیت ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں حضرت مفتی صاحب کے شخصی حالات، دینی و علمی خدمات اور سیاسی و ملی کارناموں کا خاکہ مرتب کیا گیا ہے، جو بہت ہی خوب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ)

مولانا مفتی محمود (پہلا ایڈیشن)

نعیم آسی۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ ناشر: مسلم اکادمی وزیر پورہ، سیالکوٹ۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کون ہیں؟ کیا ہیں؟ ان کے کیا نظریات وعزائم ہیں؟ تحریکِ آزادیٔ برصغیر، تحریکِ ختمِ نبوت، تحریکِ بحالیٔ جمہوریت اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ میں انہوں نے کس قسم کی خدمات انجام دیں؟ نیز انہوں نے اپنے محدود و مختصر سے دورِ حکومت میں کیا کچھ کیا؟ نظامِ حکومت کو کس حد تک کنٹرول میں رکھا؟ اور صوبائی حد تک معاشرہ کی اِصلاح، قرآنی تعلیم کے رِواج، اسکولوں، کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والی نئی پود کو دِین سے روشناس کرانے کے لیے کیا اقدامات کیے؟ مرتب نے ان تمام خدمات و مساعی کو بالاختصار جمع کر دیا ہے جو یقیناً قابلِ ستائش ہے۔

کتاب بیس ابواب پر مشتمل ہے۔ ایک اچھے سیاست دان کے حالات زندگی سے دلچسپی رکھنے والوں، غلط و صحیح اور کھرے کھوٹے لیڈروں میں فرق و امتیاز کرنے والوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

مولانا مفتی محمودؒ: حیات و خدمات (دُوسرا ایڈیشن)

نعیم آسی۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ پتا: مسلم اکادمی، مجاہد روڈ، سیال کوٹ۔

حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ (۱۳۲۷ھ/۱۹۱۹ء-۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء) پر اُن کی زندگی ہی میں بہت سے حضرات نے قلم اُٹھایا، لیکن جواں سال مگر پختہ قلم نعیم آسی کی یہ کتاب (جو ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی) سنجیدگی و متانت، حسنِ ترتیب اور جامعیت کے لحاظ سے (اپنے اختصار کے باوصف) سب پر بھاری رہی۔ اس چھوٹی سی کتاب میں حضرت مفتی صاحب کے بچپن، جوانی، تعلیم، تدریس، افتاء، سیاسی و ملی خدمات اور اُن کے افکار و نظریات: الغرض! ہر پہلو کو خوب صورتی سے مرتب کیا گیا ہے۔

جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہٗ نے مختصر الفاظ میں بات سمجھانے اور منتشر مواد مرتب کرنے کا خاص سلیقہ عطا فرمایا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ)

مفتی محمودؒ: ایک قومی راہنما

محمد فاروق قریشی۔ قیمت: ۱۳۰ روپے۔ ناشر: جمعیت پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی اسکول، وحدت روڈ، لاہور، پاکستان۔

''تقریظ''

حق تعالیٰ شانہٗ نے دینِ قیم کی خدمت و پاسبانی اور اپنے وعدہ: ''ہم نے ہی قرآن کریم نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' کی تکمیل کے لیے ہر دور اور ہر صدی میں ایسے مردانِ حق آگاہ پیدا فرمائے ہیں، جنہوں نے سوز دروں اور خونِ جگر سے گلشنِ دین کی آب یاری کی اور اسے ہمیشہ تر و تازہ، سرسبز و شاداب اور سدا بہار رکھا، اور یہ سلسلہ اِن شاءاللہ! قیامت تک جاری رہے گا۔

صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

''میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی اور وہ قیامت تک غالب رہیں گے، پس عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اُن کا اَمیر عرض کرے گا کہ: آیئے ہمیں نماز پڑھایئے! وہ فرمائیں گے: نہیں! (بلکہ تم ہی نماز پڑھاؤ، کیونکہ) تمہارے بعض، بعض پر اَمیر ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اُمت کا اعزاز ہے (کہ ایک جلیل القدر نبی اِس اُمت کی اِقتدا میں نماز پڑھیں)۔''

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے اس تکوینی نظام کے ذریعہ چودھویں صدی میں ایسے بھی مردانِ حق باخدا کو کھڑا کیا، جن کے علم وفضل، صلاح وتقویٰ، زُہد وقناعت، دعوت وعزیمت اور ہمت وشجاعت نے سلف صالحین کا نمونہ پیش کیا اور جن کے ذریعہ اِسلام کی حجت قائم ہوئی۔

چودھویں صدی کے اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی حضرت مولانا مفتی محمود نوراللہ مرقدہٗ کی ذاتِ والا صفات تھی۔ حق تعالیٰ شانہٗ کے لطف وکرم اور اُس کی قدرتِ کاملہ کا تماشا دیکھیے کہ ڈیرہ اسمٰعیل خان کے ایک غیرمعروف قصبہ سے ایک فرد کو کھینچتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے عالم، حافظ، قاری، فقیہ، مفتی، محدث، متکلم اور پھر وزیر اعلیٰ سے لے کر قائدِ حزبِ اِختلاف تک بنادیتے ہیں۔

حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ دُنیا سے اس وقت رُخصت ہوئے، جب اہلِ علم اُن کے علم وفقہ کے محتاج تھے، اہلِ دانش کو اُن کے فہم وتدبر کی احتیاج تھی اور اہلِ سیاست اُن کی قیادت واِمامت کے حاجت مند تھے۔

ان کی وفات بیک وقت علم ودانش، فقہ وحدیث، سیادت وقیادت، حلم وتدبر، شجاعت وبسالت اور شہامت وزعامت کا ماتم ہے۔ اُن کی تنہا ذات سے دین اور خیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی ان کے خلا کو پُر کرنے سے قاصر رہے گی۔

یہ چند جملے میں نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر برجستہ تحریر کیے تھے، اور خیال تھا کہ مختلف رسائل اور اخبارات حضرت مفتی محمود صاحبؒ پر خصوصی نمبر نکالیں گے تو اس کے لیے تفصیلی مضمون تحریر کروں گا، مگر ہمارے رُفقاء نے جتنی ناقدری مفکرِ اِسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اور جانشینِ بنوریؒ مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی، کی، اس کی مثال ماضی قریب میں، میں نے نہیں دیکھی۔

آج حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی اِس دُنیا سے تشریف بَری کو تقریباً بیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، مگر ہفت روزہ ''ترجمانِ اِسلام'' لاہور کے سوا کوئی نمبر میری نگاہ سے نہیں گزرا، اور نہ ہی آج تک اُن کی کوئی سوانح مرتب ہوئی اور نہ ہی آپ کے علمی، فقہی، تفسیری اور حدیثی اِفادات اور جواہر پاروں کو کسی نے جمع

کرنے کی کوشش کی۔ بارہا دل چاہا کہ احباب سے اس کا گلہ کروں مگر عدیم الوقتی آڑے آتی رہی۔ نہ خود لکھ سکا اور نہ ہی کسی کو اس طرف متوجہ کر سکا۔

گزشتہ دنوں برادر مکرم مولانا محمد جمیل خان نے بتایا کہ حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو اُجاگر کرنے اور آپ کے علمی ذخائر کو محفوظ کرنے کے لیے جناب مفتی نظام الدین شامزئی (شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) کے زیرِ نگرانی ''مفتی محمود اکیڈمی'' قائم کی گئی تھی، جس کے تحت ایک علمی سیمینار منعقد ہوا تھا، اس میں اہلِ علم وقلم نے جو جو مقالے پیش کیے تھے، اُن کو کتابی شکل میں شائع کرنے کے لیے مرتب کر دیا گیا ہے، آپ اس سلسلہ میں تقریظ تحریر کر دیں۔

اس خبر سے مجھے بہت زیادہ مسرّت ہوئی اور دل سے دُعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ہمارے بزرگ مخدوم ومکرم حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر و افادات کو اُمت کے سامنے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہی گزارش ان حضرات سے ہے بھی کہ اس اکیڈمی کے ذریعہ کسی سطحی کام کی بجائے مفتی صاحبؒ کی حیاتِ طیبہ پر ٹھوس کام کر کے ایک وقیع سوانحِ حیات اور آپ کے علمی نوادرات کو شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ''مفتی محمود اکیڈمی'' کی پہلی کاوش کو قبول فرمائے اور اُمت کے لیے نافع بنائے۔

سوانح وتعلیمات حضرتِ عارفیؒ

سید ریاض الدین۔ صفحات: ۶۵۴۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: ادارۃ المعارف کراچی۔

''تقریظ''

میرے مخدوم ومعظم جناب سیّد ریاض الدین صاحب نے حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی رحمہ اللہ کی ایک جامع سوانح مرتب فرمائی ہے۔ اُن کا اور صاحب زادۂ گرامی مخدومی جناب حسن عباس صاحب مدظلہٗ کا اصرار ہے کہ یہ ناکارہ ''پیش لفظ'' کے طور پر چند کلمات لکھ دے، ہر چند کہ یہ ناکارہ خامہ وقرطاس سے دوستی میں خاصا بدنام ہے۔ لیکن کئی دن سے کاغذ قلم لے کر بیٹھتا ہوں، مگر کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں، کہاں سے بات شروع کروں اور کہاں ختم کروں؟ اسی عالم تحیر میں کئی دن گزر گئے، بہت سے مسودے بدلے، کئی عنوان سوچے اور اُنہیں قلم زد کیا، مگر دل کی بات زبان پر قلم لانے سے قاصر ہی رہا،

حضرت عارفیؒ کے بقول۔

بہت عنوان سوچے اور بہت خاکے بناڈالے
مرتب ہوسکا لیکن نہ دردِ دِل کا افسانہ

شاید یہ بھی نسبتِ عارفیؒ کا اثر ہے، حضرت عارفی رحمہ اللہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:
''بھئی! ہم پر کبھی کبھی احساسِ کم تری غالب آجاتا ہے۔''

بہرحال اَب چونکہ مزید تاخیر کی مہلت نہیں مل رہی، اس لیے اُلٹا سیدھا جو کچھ بن پڑا پیش خدمت ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے چودھویں صدی میں تجدید و اِحیائے دِین کی خدمت کے لیے حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ العزیز کو کھڑا کیا، اور اُن کے ذریعہ تجدیدِ دِین کا ایسا عظیم الشان کام لیا جس سے گزشتہ صدیوں کے اکابر مجدّدینِ اُمت کی یاد تازہ ہوگئی۔ دِینِ قیم کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں اس مجدّدِ ملتؒ نے تجدیدی خدمات انجام نہ دی ہوں۔ دینی علوم (تفسیر وحدیث، فقہ وکلام، عقائد وتصوف) میں سے ہر ایک پر گراں قدر تالیفات فرمائیں، اور ان کے بارہ میں دورِ حاضر کے تمام شبہات کا اُصولاً وفروعاً اِزالہ فرمایا۔ عقائد وعبادات، اخلاق ومعاشرت اور معاملات وسیاسیات کے دائروں میں مسلمانوں کی اِجتماعی و اِنفرادی زِندگی میں جس قدر علمی وعملی کوتاہیاں در آئی تھیں، ایک ایک کرکے اُن کی نشان دہی فرمائی اور اُن کی اِصلاح کے لیے نہایت مفید تجاویز وتدابیر مرتب فرمائیں۔ الغرض! دورِ حاضر کا کوئی اَہم مسئلہ مشکل ہی سے ایسا ملے گا جس پر آپ نے قلم نہ اُٹھایا ہو، اور اُسے اپنے مجدّدانہ اُسلوب سے حل نہ فرمایا ہو۔ بالخصوص دِینِ قیم کا ایک اَہم ترین شعبہ جسے ''احسان و اِخلاص'' اور ''تصوف وسلوک'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، حضرت حکیم الامتؒ نے تحریر وتقریر، وعظ و اِرشاد اور تعلیم وتربیت کے ذریعہ اُسے ایسا نکھار دیا، اور اُس کے اُصول وفروع کو اِس قدر صاف اور منقح کردیا کہ صدیوں کے لیے یہ طریق روشن ہوگیا، اور اس کے گرد اِفراط وتفریط کی جو تاریکیاں ایک مدّت سے چھائی ہوئی تھیں، سب چھٹ گئیں، جس کو دیکھ کر کہنے والوں نے کہا، اور بالکل صحیح کہا۔

کہیں مدّت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

مزید یہ کہ حضرت حکیم الامتؒ کی اِصلاح وتربیت، فیضانِ نظر اور صحبتِ کیمیا اَثر کی برکت سے لاکھوں اِنسانوں نے سلوک اِلی اللہ کی منزلیں طے کیں اور تعلق مع اللہ کی دولتِ کبریٰ سے سرفراز ہوئے۔ ان خوش قسمت حضرات میں ایک بڑی جماعت وہ تھی جو نہ صرف خود اقلیمِ ولایت کے تاج دار ہوئے، بلکہ طالبین

وسالکین کی راہ نمائی اور اُن کی اِصلاح وتربیت کی صلاحیت بھی رکھتے تھے، یعنی نہ صرف یہ کہ خود ولی تھے، بلکہ ''ولی گر'' تھے۔ ایسے حضرات کو حضرت حکیم الامتؒ نے خلافت و اجازت کی سند عطا فرما کر اُنہیں اِصلاح وارشاد کی مسند پر فائز فرمایا۔

اُنہیں نفوسِ قدسیہ کی فہرست میں ہمارے حضرت سیدی ومرشدی ومولائی ووسیلۃ یومی وغدی حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کا نامِ نامی بعنوانِ جلی درج ہے۔ جن کی سوانح حیات آپ کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت عارفیؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کی تعلیمات و اِصلاحات، اُن کے حسنِ اِعتدال وحسنِ کمال، اُن کے شانِ جمال اور ذوق ومزاج کو ایسا جذب کر لیا تھا کہ اپنے شیخ ومرشد کی سیرت کا مرقع بن گئے تھے۔ حضرت عارفیؒ کا قلب وقالب اور ظاہر وباطن اِتباعِ سنت کے نور سے منور تھا، آپ کے قلبِ مبارک میں معرفت ومحبتِ اِلٰہیہ کا بحرِ مواج موجزن تھا۔ آپ کی ایک ایک اَدا سے محبت ٹپکتی تھی، ایک ایک لفظ سے معرفت کے سوتے اُبلتے تھے، فنائیت کا یہ عالم تھا کہ ذرا ذرا سی بات پر تواضع کا پیمانہ چھلک چھلک جاتا تھا، آپ کی صحبت میں ہر شخص کو سکون واطمینان اور یقین و ایمان کی خنکی میسر آتی تھی، غفلت کا غبار ڈھلتا ہوا محسوس ہوتا تھا، حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کا جذبہ اُبھرتا تھا، اِتباعِ سنت کا شوق پیدا ہوتا تھا اور مردہ دِل زندگی کی نئی رمق محسوس کرتے تھے۔

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ اِصلاح وتربیت سے آدمی کے فطری جوہر کھلتے ہیں، جس کا جوہرِ فطرت جس قدر عالی ہو، وہ کسی کامل کی صحبت وتربیت سے اپنے جوہرِ عالی کے بقدر مقاماتِ عالیہ پر فائز ہوتا ہے۔ یہی راز ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو اِبتدائے فطرت ہی سے عالی جوہر پیدا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث ہرقل میں ہے کہ جب اس نے ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں سب سے پہلا سوال یہ کیا تھا کہ: ''کیف نسبه فیکم؟'' (ان صاحب کا نسب کیسا ہے؟) ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جب یہ بتایا کہ: ''ھو فینا ذو نسب'' (یہ صاحب ہم میں بڑے عالی نسب ہیں) تو ہرقل نے کہا: ''وکذالک الرسل تبعث فی نسب قومھا'' (اسی طرح تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قوم میں عالی نسب ہوتے ہیں)۔[1]

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے جدِ امجد شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا

(۱) صحیح بخاری، ص:۳، ج:۱

قصہ سناتے تھے کہ ایک موقع پر اُن کے مرشد عالی مقام حضرت امامِ ربانی مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا:

''شیخ آدم! آج کل تم پر ایسے علوم و اسرار کا فیضان ہو رہا ہے کہ جن کو سمجھنے والا بھی کوئی باقی نہیں رہا۔''

اُنہوں نے عرض کیا: ''حضرت! یہ سب پیر و مرشد کا فیضانِ نظر ہے!''

فرمایا: ''نہیں! بلکہ یہ تمہارے علوِ استعداد کا ثمرہ ہے۔''

عرض کیا: ''یہ بھی حضرت پیر و مرشد ہی کا فیض ہے!''

ہمارے حضرت عارفی ؒ نسباً صدیقی تھے اور اُن کے جوہرِ فطرت میں اُن کے جدِ امجد سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی شہامت و اُولوالعزمی اور علوِ ہمت ودیعت تھی، چنانچہ حضـ ... نیؒ اپنی مجلسوں میں فارسی کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

یہ فطری بلند ہمتی و اُولوالعزمی جو حضرت عارفی ؒ کے جوہرِ فطرت : ''ـ ـ یقی وراثت'' کے طور پر ودیعت رکھی گئی تھی، جب اپنے دور کے قطب الارشاد مرشد تھانویؒ کی آغوشِ تربیت میں آئی تو سراپا محبت میں ڈھل گئی اور حضرت عارفی ؒ کو صدیقی وراثت نے مقاماتِ عالیہ پر فائز کر دیا۔ حضرت عارفی ؒ اپنے مرشد تھانویؒ کے اس فیضانِ نظر کے ہمیشہ ممنونِ احسان رہے، کبھی اس کا اظہار یوں فرماتے۔

کھلا کرتا ہے اس پر میکدہ میں رازِ مے نوشی
نگاہِ مست ساقی سے جو دل سرشار ہو جائے
بہارِ حسن کو یوں جذب کرلوں دیدہ و دل میں
محبت میں مرا ذوقِ نظر معیار ہو جائے
میری آنکھوں میں چشمِ مست ساقی کا وہ عالم ہے
نظر بھر کر جسے بھی دیکھ لوں، مے خوار ہو جائے

اور کبھی یوں گویا ہوتے۔

چشمِ مست ناز ساقی کے پرستاروں سے پوچھ
تشنگی ہوتی ہے کیسی؟ میکشی ہوتی ہے کیا؟

میں نے ساری عمر کی ہے خدمتِ پیرِ مغاں
مجھ سے پوچھو مے کدہ کی زندگی ہوتی ہے کیا!

مولانا فضل حق خیر آبادیؒ اپنے دور کے معقولات کے امام تھے، اُنہوں نے اپنے بارہ میں کہا تھا کہ ۔

رائد ہو جائیں گے قانون و شفا میرے بعد

مرزا غالب نے ''میرے بعد'' پر ایک پوری نظم ہی کہہ ڈالی، جس کا ایک شعر یہ ہے ۔

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی میں صلا میرے بعد

حضرت عارفیؒ کو جو دولت مرشدِ تھانویؒ کی بارگاہِ عالی سے میسر آئی تھی، اُس کا بے ساختہ اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

محفلِ سوز و گدازِ غم کو گرمائے گا کون؟
اہلِ دل کو اپنے دردِ دل سے تڑپائے گا کون؟
موجزن ہے کس کے دل میں آتشِ سیالِ غم
مستیٔ خونِ جگر آنکھوں سے برسائے گا کون؟
کس پر طاری ہے جنونِ عشق کی وارفتگی؟
یوں زباں پر والہانہ رازِ دل لائے گا کون؟
عارفیؔ میرا ہی دل ہے محرمِ ناز و نیاز
بعد میرے رازِ حسن و عشق سمجھائے گا کون؟

حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے محترم جناب سید ریاض الدین صاحب زید فضلہٗ کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائیں کہ اُنہوں نے پیش نظر کتاب میں ہمارے حضرت عارفیؒ کی سیرت و سوانح کا ایک حسین مرقع مرتب فرما کر حضرت عارفیؒ کی صحبت کا بدل مہیا فرما دیا ہے۔ کتاب کی زیارت تو طباعت کے بعد ہی ہو سکے گی، تاہم فہرست پر اِجمالی نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب حضرتؒ کی حیاتِ طیبہ کے قریباً تمام گوشوں پر محیط ہے۔ اِس میں حضرتؒ کے خاندانی حالات بھی ہیں، آپ کے اخلاق و عادات، اوصاف و کمالات اور اِمتیازی خصوصیات بھی، اور آپ کی تعلیمات اور طریق اِصلاح و اِرشاد بھی، آپ کے مواعظِ حسنہ اور ملفوظات و اِفادات کی تلخیص بھی۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے اس کو شرفِ قبول نصیب فرمائیں اور اُمتِ مسلمہ کو عموماً اور حضرتؒ کے متوسلین کو خصوصاً اس سے زیادہ سے زیادہ اِستفادہ کی توفیق نصیب فرمائیں اور حضرت

رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کے متعلقین کو رحمت و رضوان کے مقاماتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔

حیاتِ حضرت شروانیؒ

جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: کتب خانہ مظہری، ۴/جی، ۱/۱۲، ناظم آباد، کراچی۔

زیرِ نظر کتابچہ حضرت محمد حبیب الحسن خان شروانی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ حضرت شروانیؒ حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ مؤلف مدظلہٗ نے اُن کے اَیامِ زندگی اور مشاغلِ زندگی کو مختصر طور پر قلم بند کر کے ایک قابلِ قدر خدمت اَنجام دی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ)

فیضانِ خورشید

جناب محمد عثمان الوری۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مکتبہ مدینہ، بادشاہی روڈ، مسجد اقصیٰ، کراچی۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ (۱۲۹۵ھ/۱۸۷۹ء-۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) کے خلیفہ مجاز حضرت پیر خورشید احمد صاحب کا تذکرہ، سلسلۂ چشتیہ، سہروردیہ، صابریہ، اِمدادیہ کا شجرۂ طیبہ اور متوسلین کے لیے اعمال واشغال!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ)

تذکرۂ مسیح الامتؒ

حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب۔ صفحات: ۲۱۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان، شاخ حیدر آباد، دفتر دار العلوم مظاہر العلوم، لطیف آباد نمبر ۹ حیدر آباد، سندھ۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان قدس سرہٗ حکیم الامت مجددِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں تھے۔ آپ پر حضرت تھانوی قدس سرہٗ شروع ہی سے نہ صرف اعتماد فرماتے تھے بلکہ

حضرت والا غائبانہ آپ کے اوصاف وکمالات کی تعریف وتوصیف فرماتے تھے۔

زیر نظر کتاب میں -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- حضرت مولانا مسیح اللہ خان قدس سرہٗ کے حالات وواقعات اور اوصاف وکمالات کو حضرت کے خلیفہ جناب ڈاکٹر حافظ تنویر احمد صاحب نے نہایت بہترین انداز سے ذکر کیا ہے۔

جناب مؤلف موصوف نے حضرت کی بے نفسی، تواضع، حلم وحوصلہ اور فضل وکمال کو اپنے چشم دید واقعات بلکہ آپ بیتی کے انداز سے بیان فرمایا ہے، جس کی حلاوت ولذّت کا اندازہ پڑھنے سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔ کتاب ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مرصع ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ)

سیرتِ ولیٔ کامل حضرت مولانا غلام قادرؒ

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری۔ صفحات: ۲۰۲۷۲۔ قیمت (قسم اوّل): ۳۵ روپے۔ (قسم دوم): ۲۲ روپے۔ پتا: مدرسہ اسلامیہ صادقیہ عباسیہ، مچکن آباد، ضلع بہاول نگر۔

حضرت مولانا غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۳۴۸ھ) (سابق) ریاست بہاولپور کے ایک نام ور عالم حقانی، عارف ربانی اور شیخ طریقت تھے، جن کی پوری زندگی اِصلاحِ معاشرہ، تزکیۂ نفوس اور علومِ دینیہ کے اِحیاء میں گزری۔ دیگر آثار کے علاوہ ''مدرسہ اسلامیہ صادقیہ عباسیہ، مچکن آباد'' انہی کا صدقۂ جاریہ ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری نے -جو اہل اللہ کی سوانح نگاری کے لیے موفق ہیں- مولانا مرحوم کے حالات بڑی محنت وجستجو سے مختلف یادداشتوں اور زبانی روایتوں کے حوالہ سے جمع کرکے انہیں بڑے سلیقہ سے مرتب کیا۔ حضرت مرحوم کے حالات وسوانح گویا دبستانِ معرفت ہے، جن کے مطالعہ سے ایمان کو بالیدگی اور بصیرت کو جلا ملتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۵ھ)

حیاتِ صدرُ المدرّسین

مولانا محمد ابراہیم فانی (مدرّس دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک)۔ صفحات: ۵۱۲۔ قیمت: درج

نہیں۔ پتا: مؤتمر المصنّفین، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پاکستان۔

اہلِ قلوب و معرفت کا اِرشاد ہے کہ اگر کسی شخص کو اہل اللہ کی صحبت میسر نہ ہو تو ان کے ملفوظات و تحریرات کا بغرضِ اِستفادہ مسلسل مطالعہ کرتا رہے، تو اس کے اندر بھی اہل اللہ کا سا ایمان و عمل منتقل ہو جائے گا اور وہ قالب سے گزر کر قلب و رُوح میں اُتر جاتا ہے۔

اکابرین علمائے اُمت و بزرگانِ دِین کے حالات، واقعات اور سوانحی تذکرے اس اعتبار سے فیوض و برکات اور ضوفشانی میں ان بزرگوں کی صحبت کا بدل ثابت ہوتے ہیں، جن سے مسافرانِ آخرت کو تو اس کا نفع محض اتنا ہی ہوگا کہ شاید کوئی بندۂ خدا ان کے حالات و واقعات سے متاثر ہو کر ان کے لیے دُعا کے ہاتھ اُٹھائے یا پھر ان کی سیرت و سوانح سے متاثر ہو کر اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے اور اس کی اطاعت و عبادت مرحوم کے لیے ذریعہ نجات ثابت ہو جائے۔

لیکن بزرگانِ دِین کی سیرت و سوانح کا تذکرہ اُمت کے لیے نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔ اس سے جہاں اسلاف و اکابرین کی تاریخ سے آگاہی ہوگی، وہاں ان کے پڑھنے سے مستقبل کے لیے نقوشِ راہ متعین کرنے میں آسانی ہوگی۔ پھر جہاں اس سے جذبۂ عمل میں تقویت ملے گی وہاں مسابقت فی الخیر میں بھی مدد ملے گی۔

زیرِ تبصرہ کتاب ''حیاتِ صدر المدرّسین'' بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم اور گراں قدر کڑی ہے، جس میں مؤلف موصوف نے اپنے عظیم والد جناب حضرت مولانا عبدالحلیم زروبی (صدرُ المدرّسین دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک) کی زندگی کے مخفی اور پوشیدہ علمی، ادبی، تاریخی، تدریسی اور تحقیقی گوشوں کو نہایت محنت و لگن اور محبت و عقیدت سے یک جا کر کے ایک تاریخی سوانحی کتاب مرتب کر دی ہے۔

کتاب نہایت عمدگی اور سلیقہ سے مرتب کی گئی ہے، جس کو دیکھ کر پہلا تاثر یہ اُبھرتا ہے کہ مؤلف موصوف اپنے مقصد میں کامیاب و سرخ رُو ہو کر نکلے ہیں۔ کتاب میں اِمکانی حد تک حضرت مولانا رحمہ اللہ کی زندگی کے تمام گوشوں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب پڑھنے پر بے اختیار یہ مصرعہ کہنے کو جی چاہتا ہے:

"اولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم!"

مؤلف موصوف چونکہ ماہنامہ ''الحق'' میں باقاعدہ لکھتے ہیں، اس لیے ان کی تحریر میں روانی، شائستگی اور سلاست پائی جاتی ہے، جس سے کتاب پڑھتے ہوئے لطف اور کیف و سرور محسوس ہوتا ہے۔

لوحِ کتاب پر کتاب کا تعارف خود مؤلف کے قلم سے یوں ہے:

"آپؒ کے خاندانی مشائخ واساتذہ کا تعارف، حالاتِ زندگی، کمالات وخصوصیات، علمی وادبی خدمات اور دیگر امتیازات پر مفصل تبصرہ وتعارف آگیا ہے، اس طرح یہ کتاب نہ صرف حضرت مرحوم کی سوانح حیات ہے، بلکہ دار العلوم حقانیہ کی اِجمالی تاریخ بھی ہے۔"

بلاشبہ کتاب مندرجہ بالا خوبیوں سے بکمال وتمام مزین ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۱۲ھ)

میری علمی اور مطالعاتی زندگی

مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات: ۳۵۶۔ قیمت: ۹۰ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، سرحد۔

اس دور میں جب کہ علمی، تحقیقی اور تدریسی میدان میں پہلے جیسا شوق و ذوق نہیں رہا، اور رنگ روز بروز پھیکا ہوتا جارہا ہے، ضرورت تھی کہ اکابر علماء ومشائخ کی زندگیوں کے واقعات بیان کیے جائیں اور اس چیز کو سامنے لایا جائے کہ اُن کی زندگیوں میں اِنقلاب اور اندازِ فکر میں تفوق وبلندی کے کیا اسباب ووجوہ تھے؟ وہ کون سی کتابیں اور مصنفین تھے جن سے وہ متاثر ہوکر شاہراہِ علم وفن پر گامزن ہوئے؟ اور ان پر کون کون سی کتابوں نے کیا کیا نقوش چھوڑے؟ کن مجلات اور جرائد سے وہ متاثر ہوئے؟ برادرم جناب مولانا سمیع الحق صاحب (مدیر ماہنامہ "الحق") نے اس مضمون پر مشتمل ایک سوال نامہ مرتب کیا، جو ملک اور بیرونِ ملک: علماء ومشائخ، زعماء ودانش وران اور اکابر واساتذہ کرام کی خدمت میں بھیجا گیا، جنھوں نے اپنی علمی اور مطالعاتی زندگی کے تجربات، مشاہدات اور اس سلسلہ کی مفید آراء پر مشتمل مختصر ومفصل مضامین تحریر فرمائے، جو ماہنامہ "الحق" میں شائع ہوتے رہے، جنہیں بعد میں کتابی شکل دے دی گئی، جو "میری علمی اور مطالعاتی زندگی" کی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سلسلہ میں جناب مولانا سمیع الحق صاحب کے سوال نامہ کے جواب میں حضرت بنوری رحمہ اللہ نے جو جوابی خط تحریر فرمایا، وہ ذیل میں نقل کیا جارہا ہے:

"برادرِ گرامی قدر محترم مولانا سمیع الحق صاحب وفقکم اللہ، تحیۃ وسلاما!

آپ کا طویل وعریض نامہ سوالات آیا، میری زندگی میں کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں، نہ فرصت نہ ہمت نہ شوق، خاتمہ بالخیر ہونے کا آرزومند ہوں، دورِ حاضر کے فتنوں سے بچنے کی دُعا کرتا ہوں، جو کام

سپرد ہے اس کی اہلیت بھی نہیں، نہ اس کے تقاضے پورے کرسکتا ہوں، محض اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائیں تو نعمت ہے۔

والسلام

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

۵؍رجب ۱۳۹۱ھ۔''

کتاب ہر اعتبار سے قابلِ قدر اور ظاہری و معنوی خوبیوں سے مزین ہے۔ اُمید ہے اہلِ ذوق حضرات اس کی قدر افزائی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ)

قطف الثمار من هدى النثار

مولانا محمد یعقوب الدین (جامعہ امدادیہ کشور گنج، مشرقی پاکستان)۔ صفحات: ۲۱۶۔ قیمت: ۲ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: مہتمم صاحب مدرسہ فیض عام تالباڑی، ڈاک خانہ علی، ضلع سلہٹ۔

پاکستان کا مشرقی بازو دینی و علمی حیثیت سے مغربی بازو سے زیادہ پُر فضا ہے، اور یہ صدقہ ہے ان علمائے حقانی اور اہلِ قلوب کا جو خاموشی سے خلقِ خدا کی تعلیم و تدریس اور اصلاح و تربیت کا اہم فریضہ حسبۃً للّٰہ سنبھالے ہوئے ہیں۔ ان ہی مخلص علمائے ربانیین میں مولانا نثار علی صاحبؒ تھے جن کا وصال ابھی گزشتہ سال ہوا۔ آپ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے تربیت یافتہ، حضرت مولانا اطہر علی صاحبؒ (خلیفہ حکیم الامتؒ) کے خلیفہ اور مدرسہ فیض عام (تالباڑی) کے بانی تھے۔ ساری عمر اصلاح و تربیت میں صَرف ہوئی۔ زیرِ نظر کتاب آپ کی حیاتِ طیبہ، فضائل و شمائل، وعظ و ارشاد اور اصلاح و تربیت کا تذکرہ ہے۔

اہل اللہ کے سوانح حیات محض دلچسپ ذخیرۂ معلومات نہیں ہوتے، بلکہ بعد والوں کے لیے نشانِ راہ اور درسِ موعظت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی نقطۂ نظر سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو نفع ہوتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۹ھ)

رجل رشید

مولانا زاہد الراشدی۔ صفحات: ۲۲۴۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مکتبہ مدینہ، جامع مسجد مدنی،

باغبان پورہ جدید، گوجرانوالہ۔

جمعیت علمائے اسلام بلوچستان کے سابق صدر مولانا سید شمس الدین شہیدؒ کی مثال ستارۂ صبح کی ہے، جوسب سے زیادہ روشنی، مگر سب سے کم عمر لے کر طلوع ہوتا ہے۔ ۲۸-۲۹ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے! لیکن مرحوم شہید نے حیاتِ مستعار کے چند مختصر لمحات میں نہ صرف دُنیوی عزت ووقار کا بلندتر مقام حاصل کیا، بلکہ دینی حیثیت سے بھی وہ منصب پایا جو انبیاء اور صدیقین کے بعد سب سے اُونچا منصب ہے، یعنی شہادت فی سبیل اللہ۔ زیرِ نظر کتاب شہید مرحوم کے سوانح پر مشتمل ہے، جو ان کے رفیق جناب مولانا زاہد الراشدی نے مرتب کیے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۶ھ)

معاصرین

جناب مولانا عبدالماجد دریابادیؒ۔ صفحات: ۲۲۴۔ قیمت (مجلد): ۲۴ روپے۔ پتا: مجلسِ نشریاتِ اسلام، ۱/ کے، ۳، ناظم آباد مینشن، کراچی۔

جس شخصیت سے کسی نوع کا تعلق رہا ہو، اس کے بارہ میں ہر شخص اپنے ذہن وفکر کے مطابق ایک رائے قائم کرتا ہے، اور ان تأثرات کو جب کاغذ پر منتقل کردیا جائے تو وہ قلمی خاکے بن جاتے ہیں۔ پیش نظر کتاب کی یہی نوعیت ہے، جس میں بقولِ مصنف:

''معاصرین کے سرسری خاکوں میں ذکر آگیا ہے اپنے قریب ترین عزیزوں کا، نیز اُن بزرگوں کا جو کسی بھی حیثیت سے اپنا اثر ڈال گئے، اپنی شخصیت سے اس ناکس پر.....

کتاب تین حصوں میں تقسیم ہے: تینتالیس (۴۳) بڑے، اُنتیس (۲۹) برابر والے، آٹھ (۸) چھوٹے، کبھی کسی ایک عنوان کے اندر دو دو صاحب آگئے اور اِس طرح کل تعداد اَسی (۸۰) ہوگئی۔''(۱)

کتاب میں تذکرہ مسلمانوں کا بھی ہے، غیر مسلموں کا بھی، رندوں کا بھی، صوفیوں کا بھی، اور تذکروں کے دلچسپ ہونے کے لیے دریابادی قلم ہی کیا کم ضمانت ہے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

(۱) ص:۵

یادِ رفتگاں

حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ۔ صفحات: ۵۲۸۔ قیمت (مجلد): ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ سیّد احمد شہید، ۱/۱۴۱، وحید آباد، کراچی، نمبر ۱۸۔

مؤرّخِ اسلام سیّد الملّت والدّین حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ۱۹۱۶ء سے ۱۹۵۰ء تک جن اکابر و عمائد کی وفیات پر جو کچھ نکلا، اس میں سے ۱۳۵ حضرات کا تذکرہ ''یادِ رفتگاں'' کی زینت ہے۔ ان ''رفتگان'' میں مسلم بھی ہیں اور کافر بھی، نواب بھی اور فقیر بھی، ارباب عمائم بھی ہیں اور اہلِ سیاست بھی، ادیب بھی ہیں اور شاعر بھی، مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔ یہ تنوع جہاں مصنفؒ کی فراخ قلبی و عالی حوصلگی اور بلند اخلاقی کا حسین مرقع ہے، وہاں نصف صدی کی سیاسی، مذہبی، ادبی اور ملّی تاریخ کا مختصر اشاریہ بھی ہے۔ ان تمام اُمور کے علاوہ حضرت سیّد صاحبؒ کے ادبی جواہر پارے اس کتاب کو انمول بنادیتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ)

پُرانے چراغ

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۴۶۴۔ قیمت (مجلد): ۲۴ روپے۔ پتا: مجلسِ نشریات اسلام، اے، کے-۳، ناظم نمبر ا، کراچی نمبر ۱۸۔

یہ کتاب محترم مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو ''یادِ رفتگاں'' کی حیثیت سے محبوب و محترم شخصیتوں کی وفات پر اُن کے قلم سے نکلے، گویا ع

افسانہ کہ گفت نظیریؔ کتاب شد

کتاب پانچ عنوانات پر تقسیم ہے: ''چند بلند پایہ عالم و راہنما'' کی محفل میں مولانا سیّد سلیمان ندوی، مولانا سیّد مناظر احسن گیلانی اور مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہم اللہ صدر نشین ہیں۔ ''چند مشائخِ کبار و مصلحین'' کی مسند ارشاد پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا وصی اللہ فتح پوری رحمہم اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہیں۔ ''چند اَساتذۂ کرام'' کے حلقہ میں شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان ٹونکی، مولانا خلیل عرب اور مولانا سیّد طلحہ حسنی رحمہم اللہ کے درس و افادہ کی گونج ہے۔ ''چند ہستیاں: بلند مقام لیکن گمنام'' کے خلوت کدہ میں مولانا شاہ حلیم عطا سلونی، مولانا حکیم سیّد حسن مثنّیٰ ندوی امروہی، سیّد صدیق حسن

آئی، سی، ایس اور الحاج سید محمد خلیل نہوڑی کی سیرت کے رُخِ تاباں کی نقاب کشائی ہو رہی ہے۔ اور سب سے آخر میں حضرت مصنف کے'' کچھ دوست کچھ بزرگ'' یعنی مولانا مسعود عالم ندوی، جگر مراد آبادی، ڈاکٹر سید محمود، ڈاکٹر محمد عبدالجلیل فریدی اور مولانا شاہ معین الدین ندوی رحمہم اللہ بزم آرا ہیں۔

حضرت مصنف کو ان مرحومین سے خصوصیت رہی ہے، اور اُنہوں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اپنی یادداشت، اپنے تجربات و مشاہدات اور واقعات و احساسات کی روشنی میں لکھا ہے۔ یہ ان کے ذوق کی جامعیت ہے کہ وہ ان مختلف النوع سلسلوں کے مختلف المزاج افراد سے ہم صفیر و ہم رنگ ہو کر اُن کی سیرت و اخلاق کے دقیق سے دقیق پہلوؤں کا مطالعہ کرتے، اور ان کے ذوق و وجدان کے خفی سے خفی گوشوں کا سراغ لگاتے ہیں، اور پھر زبان و اَدب کی قدرت اور تحریر و انشا کی مہارت سے اسے الفاظ کا عمدہ قالب عطا کرتے ہیں۔

سیرت نگاری اور سوانح نویسی ان کا آبائی ورثہ اور جدی فن ہے۔ ''سیرت سید احمد شہیدؒ''، ''سوانح مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ''، ''مولانا محمد الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت''، ''سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ''، ''صحبتے با اہلِ دل''، ''حیاتِ عبدالحی'' اور ''نقوشِ اقبال'' وغیرہ کے علاوہ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کا ضخیم سلسلہ اس فن میں ان کی مہارت و حذاقت کا شاہکار ہے۔ لیکن زیرِ نظر کتاب کی مخصوص انفرادیت یہ ہے کہ جناب مصنف نے ان مرحومین کی قدآور شخصیات کے سوانحی خاکوں میں اپنے جذبات و احساسات، متانت و سنجیدگی، شرافت و سیادت، سوز و ساز، درد دل اور خونِ جگر بھی شامل کیا ہے۔

''اس سے ان شخصیتوں کے بہت سے ایسے خدوخال نمایاں ہو گئے ہیں جو روایتی سوانح عمریوں اور رسمی تاریخوں میں عام طور پر نمایاں نہیں ہوتے، اس لیے سوانح نگاروں اور تاریخ نویسوں کو بھی ان میں زندگی کی بہت سی گمشدہ کڑیاں، چہروں کا اُتار چڑھاؤ، زندگی کے نشیب و فراز، دل کی دھڑکنیں اور اقبال کے الفاظ میں: ''دلوں کی تپش اور شبوں کا گداز'' ملے گا، جو بڑے ضخیم تذکروں اور پُر جلال تاریخوں میں بھی نہیں ملتا۔''

یہی وجہ ہے کہ کتاب کو بار بار پڑھنے سے بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی اور ہر مرحوم کا تذکرہ پڑھتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جناب مصنف نے اپنے علم و اَدب اور لطافتِ تعبیر کا سارا سرمایہ یہیں صَرف کر دیا ہے اور آگے کچھ کہنے کے لیے اُن کے پاس کچھ نہیں بچا ہوگا، لیکن دُوسرا تذکرہ شروع کیجیے تو ع

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ)

کاروانِ آخرت

مولانا سمیع الحق، مدیر ماہنامہ ''الحق''۔ مرتب: مولانا محمد ابراہیم فانی۔ صفحات: ۴۴۸۔ قیمت: ۷۵ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک پشاور، پاکستان۔

برادرم جناب مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ (مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک) حلقۂ اہلِ علم میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے جہاں دُوسری گوناگوں صفات سے نوازا ہے، وہاں وہ تحریر وانشا کا ایک ستھرا اور لطیف ذوق بھی رکھتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی انہی کے رشحاتِ قلم اور تحریری تأثرات کا مجموعہ ہے، جس کا تعارف کراتے ہوئے مؤلف ''پیش لفظ'' میں لکھتے ہیں:

''کاروانِ آخرت احقر کے ان مضامین اور تحریری تأثرات کا مجموعہ ہے جو مشاہیر علماء، سیاسی زعماء، ادباء، شعراء، اساتذہ و مشائخ، معاصر قومی راہنماؤں، عالمی سیاست دانوں، نام ور سیاسی، قومی اور ملی شخصیات کی وفات پر ماہنامہ ''الحق'' کے اِدارتی صفحات کے لیے قلم بند کیے گئے۔''

اس کا تو مؤلف کو بھی اعتراف ہے کہ یہ مضامین دُنیا سے جانے والی شخصیات کے سوانح یا اُن کے مفصل تذکرہ کے طور پر نہیں لکھے گئے، بلکہ عُجلت و رواروی میں کسی حادثہ پر ذاتی یادداشتوں، مشاہدات، قلبی احساسات اور تأثرات سے جو مضمون اُبھرتا، اسے بھی سمیٹ سمیٹ کر حسبِ گنجائش صفحہ ڈیڑھ صفحہ میں اس دُنیا سے جانے والوں کے حق میں خراجِ عقیدت پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مگر اس سب کے باوجود کتاب کی اہمیت و افادیت سے اِنکار نہیں کیا جاسکتا۔ یقیناً یہ اپنے موضوع پر ایک اہم علمی اِضافہ ہے۔

مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب نے ان مضامین کو جو ''الحق'' کی بیس سالہ فائلوں میں متفرق اوراق میں بکھرے ہوئے تھے، یکجا کر کے ایک قابلِ قدر خدمت سرانجام دی ہے۔ جس سے جہاں سوانح و شخصیات کے موضوع پر کام کرنے والے حضرات کو سہولت و آسانی ہوگی، وہاں ایک عمومی فائدہ یہ ہوگا کہ گزشتہ بیس سال میں اس دُنیا سے کوچ کرنے والے مسافرانِ آخرت کے سنینِ وفات کی تفتیش وتلاش میں بہت ہی مدد ملے گی۔ کتاب اس اعتبار سے ہر طبقہ کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔ ماشاء اللہ! ٹائٹل، تجلید اور طباعت معیاری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۹ھ)

میرے خلیل

جناب محمد اشفاق اللہ واجد مجددی۔ صفحات:۱۴۲۔ قیمت:۱۲۵ روپے۔ پتا: مدرسہ دارالقرآن سراجیہ، احمد ٹاؤن، پنیسرہ روڈ، گوجرہ۔

یہ کتاب حضرت خواجہ خواجگان سراج العلماء حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم (سجادہ نشین کندیاں، ضلع میاں والی) کے احوال ومعارف پر مشتمل ہے۔ مؤلف موصوف حضرت اقدس کے مرید باصفا اور مسترشد ہیں۔ کتاب میں حضرت اقدس کے ملفوظات، حقائق و معارف اور مصنف کے ذاتی مشاہدات وتاثرات درج ہیں۔ کتاب پر رفیق دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی جناب مولانا مفتی محمد شفیق عارف صاحب سلمہٗ کی تائیدی تقریظ بھی ثبت ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر۱۴۲۱ھ)

احوال الصادقین

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ۔ ترجمہ: مولانا حبیب احمد کیرانویؒ۔ صفحات: ۳۲۰۔ قیمت: ۳ روپے پچھتر پیسے۔ پتا: مکتبہ صدیقیہ، بیرون بوہڑدروازہ، ملتان۔

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ دسویں صدی کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ بعض اکابر نے انہیں ''**قطب الارشاد والتکوین**'' کے خطاب سے یاد کیا ہے۔ ان کی تمام تصانیف اُمت کے لیے نافع ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ان کی تصنیف ''تنبیہ المغترین فی القرن العاشر فیما خالفوا فیہ سلفھم الطاھر'' کا اُردو ترجمہ ہے، جو حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی حسنِ توجہ اور حضرت العلامہ مولانا ظفر احمد تھانوی مدفیضہٗ کی تحریک پر مولانا حبیب احمد کیرانوی مرحوم نے کیا تھا۔ اس کتاب میں سلف صالحین کے اخلاق، افادات اور ملفوظات کا قیمتی ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے۔

یہ ترجمہ۔ مدت ہوئی۔ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے مہتمم اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے برادرزادہ حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانویؒ نے شائع کیا تھا، اب تقریباً نصف صدی کے بعد'' مکتبہ صدیقیہ ملتان'' کو اس کی اشاعت کی سعادت میسر آئی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے خواص و عام سبھی مستفید ہو سکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

حکایات الأسلاف عن روایات الأخلاف

جناب اعجاز احمد خان سنگھانوی، ایم اے۔ صفحات: ۳۱۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: کتب خانہ انور شاہ، ۶۸۲/بی، حضرت عثمان غنی روڈ، کورنگی ٹاؤن شپ، کراچی نمبر۳۱۔

بزرگانِ دین کی سبق آموز حکایات کے اس مجموعہ کو پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، جس میں علمائے دیوبند وسہارنپور اور صوفیاء حقہ ایسے ستر اکابرین کی مستند حکایات درج کی گئی ہیں، جن کو پڑھ کر زندگی کی حقیقی راہ، اعمالِ صالحہ کی تحریک اور جذبۂ خیر بیدار ہوتا ہے۔

کتاب کو مؤلف موصوف نے اس سلیقہ سے جمع کیا ہے کہ جب پڑھنا شروع کریں تو ختم کیے بغیر رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ کتاب کی ترتیب کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے موصوف مؤلف لکھتے ہیں:

> ''ان حکایات کو جمع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنے اسلاف کے عظیم کارناموں سے پوری پوری واقفیت حاصل کریں، تاکہ ان میں راست بازی، دیانت داری، خوش معاملگی، حسنِ اخلاق، صبر واستقلال، اُخوت ومساوات اور عدل وانصاف کے جوہر پیدا ہوں۔''(۱)

اس اہم مجموعہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان تمام مؤثر حکایات کو مستند کتب ورسائل سے ترتیب دیا گیا ہے اور ہر حکایت کے آخر میں اس کے مأخذ کا حوالہ نقل کردیا گیا ہے۔

اُمید ہے قارئین اس سعیٔ بلیغ کی خوب سے خوب انداز میں پذیرائی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۰ھ)

اقبال کے ممدوح علماء

قاضی افضل حق قریشی۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت (مجلد): ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ محمودیہ، کریم پارک، راوی، لاہور۔

نقاشِ پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم پر بہت سی کتابیں اور بے شمار مقالات لکھے گئے ہیں، اُن کی زندگی کا شاید ہی کوئی گوشہ ایسا باقی رہا ہو جس پر اُن کے مداحوں نے قلم نہیں اُٹھایا۔ زیرِ نظر کتاب بھی (جو چند مقالات کا مجموعہ ہے) اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو علامہ مرحوم کی زندگی کے ایک اچھوتے اور منفرد پہلو کو

(۱) ص: س۔

اُجاگر کرتی ہے اور وہ یہ کہ علامہ مرحوم نے کن اکابر علماء سے اِکتسابِ فیض کیا اور علمائے اُمت کے ساتھ اُن کے رسمی روابط اور قلبی تعلق کیسا رہا؟

دیباچہ اور افتتاحیہ کے علاوہ کتاب کے نو میں سے چار مقالے خود فاضل مؤلف کے ہیں، اور باقی پانچ مولانا محمد انوری، سید صباح الدین عبدالرحمن، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، شورش کاشمیری اور حکیم فضل الرحمن کے قلم سے ہیں۔

مقالات بڑے جان دار اور معلوماتی ہیں۔ ان سے ایک طرف اقبال مرحوم کی تواضع، علمی و دینی شغف اور حق پژوہی کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے، اور دوسری طرف ان اکابر کی بلندیٔ مرتبت واضح ہو جاتی ہے، جن سے اقبال نے استفادہ کیا یا انہیں خراجِ تحسین پیش کیا۔

افتتاحیہ میں فاضل مصنف نے ڈاکٹر صاحب کی تحریروں کی روشنی میں بتایا ہے کہ اقبال علمائے کرام کے عموماً اور علمائے دیوبند کے خصوصاً کتنے مداح تھے، اور اسی کے ساتھ انہیں علمائے سوء خصوصاً علمائے بریلی کا کردار کس قدر کھٹکتا تھا...؟

یہ اِفتتاحیہ اِتنا نفیس ہے کہ اسے مستقل کتابچہ کی شکل میں شائع کیا جانا چاہیے۔ اسی طرح مصنف کا آخری مقالہ ''خراجِ تحسین'' بھی بڑی محنت سے مرتب کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۸ھ)

ماں

مولانا محمد واصل عثمانی۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۷ روپے۔ پتا: لائبریری پروموشن بیورو، قدیم طلبہ لاج، جامعہ کراچی۔

جناب واصل عثمانی صاحب (اُستاذ اِسلامیہ کالج، کراچی) نے یہ کتاب اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں مرتب کی ہے، جس میں ماں کی ممتا، ان کی عظمت و رفعت، ان کے تقدس و حرمت کو قرآن و حدیث اور اقوالِ حکما کی روشنی میں اُجاگر کیا ہے، اور اکابر سے اصاغر تک کی چند ماؤں کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ آخر میں ''ماں کی یاد میں'' مختلف شاعروں کا اچھا خاصا کلام یکجا کر دیا ہے۔

کتاب پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا مفتی ولی حسن صاحب کی تقریظ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۷ھ)

پاکستان کے نعت گو شعراء

جناب سیّد قاسم۔ صفحات: ۳۶۸۔ قیمت: ۳۰۰ روپے۔ پتا: ہارون اکیڈمی ۸/۲۹۴، محمد مصطفیٰ کالونی، بلاک ایم، سیکٹر ساڑھے گیارہ، اورنگی، کراچی نمبر ۳۱۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس کتاب میں پاکستان کے اُن شعراء کا تذکرہ ہے جو نعت گو ہیں اور ان کی شاعری میں نعت کا پہلو نمایاں ہے۔ ''نعت گوئی'' کہنے کو تو آسان سا لفظ ہے، مگر حقیقت میں یہ ایک دقیق اور مشکل موضوع ہے، اس لیے کہ خالق، مخلوق اور عبد و معبود کی شان و مقام کا احساس اور فرق و امتیاز کا ادراک نہایت ہی احتیاط کا کام ہے۔

اس لیے شاعری خصوصاً صحیح نعت گوئی اس وقت تک ممکن ہی نہیں، جب تک آدمی سیرت و سوانح اور اُصولِ دین سے آگاہ نہ ہو۔ اس اِعتبار سے فنِ نعت گوئی جہاں لطیف ہے، وہاں مشکل ترین بھی۔

زیرِ نظر کتاب میں پاکستان کے ان شعراء کا مختصر تعارف و تذکرہ اور ان کی نعتیہ شاعری کے نمونے پیش کیے گئے ہیں جنہوں نے اپنے کلام کو نعت گوئی سے مزین کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ)

کتابِ زندگی

جناب منشی عبد الرحمٰن خان صاحب۔ صفحات: ۶۰۸۔ قیمت: ۴۵ روپے۔ پتا: جاوید اکیڈمی، (گوشہ عافیت) چہلیک، ملتان۔

جناب منشی عبد الرحمٰن صاحب کی کتابیں پڑھنے کا بھی اِتفاق ہوا تھا، اور ایک آدھ بار ان سے شرفِ ملاقات بھی حاصل ہوا، لیکن موصوف نے ''کتابِ زندگی'' میں جو اپنی آپ بیتی رقم کی ہے، واقعہ یہ ہے کہ بہت چونکا دینے والی ہے۔ مصنف نے اپنے حالات کے بیان میں کسی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا، لیکن جو حقائق و واقعات انہوں نے بلا کم و کاست زیبِ رقم کیے ہیں، وہ نہ صرف مصنف کی عظمت اور ذہنی بالیدگی کا اِظہار کرتے ہیں، بلکہ قدم قدم پر درسِ عبرت و موعظت بھی ہیں۔ ''کتابِ زندگی'' واقعی کتابِ زندگی ہے، جس کے مطالعہ سے آدمی کو اپنی زندگی کا صحیح رُخ متعین کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۴ھ)

حیاتِ وحیدالزماں

مولانا عبدالحلیم چشتی۔ صفحات: ۱۶۶۔ قیمت: ۴ روپے۔ ناشر: نور محمد کتب خانہ تجارتِ کتب، آرام باغ، کراچی۔

زیرِ نظر کتاب میں فاضل مولف نے صحاحِ ستہ کے مشہور مترجم اور "لغات الحدیث" کے مؤلف مولانا وحیدالزماں کے سوانحِ زندگی اور علمی و عملی کارناموں کو بڑے سلیقہ سے مرتب کیا ہے۔ "مولانا کا مسلک" کے عنوان سے فاضل مؤلف لکھتے ہیں:

"مولانا وحیدالزماں کا خاندان چونکہ حنفی تھا، اس لیے اوائل عمر میں مولانا کو حنفی مسلک سے بڑا شغف رہا... مگر بعد میں آپ اپنے برادر بزرگ مولانا بدیع الزماں کی صحبت اور حدیث کی کتابوں کے ترجمہ کی وجہ سے غیر مقلد بن گئے تھے.... مولانا کے مزاج میں ایک نوع کا تلون اور انتہا پسندی بھی تھی، جس کی وجہ سے بعض مسائل میں جمہور اہلِ حدیث سے بھی آپ کا اختلاف رہا۔"

"افسوس! حیدرآباد میں اُمرا کی صحبت، "دراسات اللبیب فی اسوۃ الحسنۃ بالحبیب" مؤلفہ ملامعین ٹھٹھوی (المتوفی: ۱۱۶۱ھ) اور شیخ طریحی کی "مجمع البحرین" کے مطالعہ نے اخیر عمر میں اہلِ بیت سے محبت غلو کے درجہ تک پہنچادی تھی اور تفضیلی قسم کے تسنن کا رنگ غالب آگیا تھا۔"

"اسی فرطِ محبت کا یہ اثر تھا کہ آپ محرم کو مستقل ماتم کا مہینہ سمجھتے تھے اور اس سے سالِ نو کا آغاز نہیں خیال کرتے تھے۔"(۱)

پوری کتاب دلچسپ، معلوماتی اور بعض عمدہ فوائد پر مشتمل ہے، بالخصوص کتاب کا آخری حصہ۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ)

سیرتِ فریدیہ

سرسید احمد خاں۔ مرتبہ: حکیم محمود احمد برکاتی۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت (مجلد): ۳ روپے۔ ناشر: پاک اکیڈمی، ۱/۱۴۱، وحید آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

سرسید مرحوم نے اپنے نانا خواجہ فریدالدین احمد کے کچھ حالات "سیرتِ فریدیہ" کے نام سے لکھے تھے،

(۱) ص: ۱۰۰ تا ۱۱۲، ملخصاً۔

جس کی پہلی طباعت ۱۸۹۶ء میں ہوئی اور دُوسری طباعت اب حکیم صاحب کی جدید ترتیب وتقدمہ کے ساتھ ہوئی ہے۔

اصل کتاب سے زیادہ مفید اور قابلِ قدر یہی مقدمہ ہے جو سرسیّد کے افکار وکردار کا ناقدانہ جائزہ، اُن کی سیاسی رَوِش پر تنقید، اور ''سیرتِ فریدیہ'' پر جامع تبصرہ ہے۔ فاضل مرتب شکریہ کے مستحق ہیں کہ سلجھے ہوئے انداز میں انہوں نے سرسیّد مرحوم کی زندگی کا وہ رُخ بھی پیش کیا، جس کی طرف اب تک کم توجہ کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

نقوشِ قائدِاعظم

جناب پروفیسر رحیم بخش شاہین، ایم اے۔ صفحات: ۴۸۰۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔ پتا: شیخ اکیڈمی، بل روڈ، لاہور۔

گزشتہ سال کو ''قائدِاعظم کا سال'' قرار دیا گیا تھا، اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے جناب محمد علی جناح صاحب کی شخصیت پر مقالات لکھے اور کچھ کتابیں بھی مرتب ہوئیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ میں منسلک ہے، جس میں وہ ۴۶ منتخب اور چیدہ مقالات جمع کردیے گئے ہیں جو معروف اہلِ قلم نے بانیٔ پاکستان پر مختلف اوقات میں لکھے اور متفرق اوقات میں شائع ہوئے۔

چند اہم مقالات کے عنوانات یہ ہیں:... قائدِاعظم؛ آئینۂ ایام میں... قائدِاعظم... قائدِاعظم کا حکم... قائدِاعظم؛ کردار کی چند جھلکیاں... قائدِاعظم اور دوقومی نظریہ... قائدِاعظم؛ مسلم لیگ پٹنہ کے اجلاس میں... قائدِاعظم کا ورودِ لاہور... قائدِاعظم راولپنڈی میں... قائدِاعظم کراچی میں... مسٹر جناح کی نخوت کا راز... قائد ہندو ہوٹل میں... جب قائدِاعظم نے حکم دیا... قائدِاعظم اور اعلانِ آزادی... قائد کی امانت... حیاتِ قائد کا آخری سال... قائدِاعظم بسترِ مرگ پر... قائدِاعظم کے آخری ایام... قائدِاعظم اغیار کی نظر میں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۷ھ)

کردارِ قائدِاعظم

جناب منشی عبدالرحمٰن صاحب (چہلیک، ملتان)۔ صفحات: ۵۲۰۔ قیمت (مجلد): ۳۰

روپے۔ پتا: شیخ اکیڈمی، بل روڈ، لاہور۔

زیرِ نظر کتاب چھ ابواب پر تقسیم ہے، جن کے جلی عنوانات کی ترتیب حسبِ ذیل ہے:

پہلا باب:... حسنِ آغاز... وکالت و عدالت... تربیت طلبہ... سیاست کاری... انتخابی منشور۔

دُوسرا باب:... موانعات و مشکلات... ہندو مسلم اتحاد... سیاسی سرگرمیاں... عملی جدوجہد... پاکستان کا مطالبہ... پاکستان کا طرزِ حکومت... وزارتی حال... حصولِ پاکستان۔

تیسرا باب:... معاشرتی زندگی... عادات و معمولات... اخلاق و اطوار... جادو بیانی... حاضر جوابی... رقیق القلبی... لطف و مزاح... معیارِ انتخاب... حب الوطنی... نقوش و تأثرات۔

چوتھا باب:... کانگریس کی محاذ آرائیاں... گاندھی کی عیاریاں... نہرو کی کم ظرفیاں... ہندو کی چال بازیاں... انگریزوں کی ہندو نوازیاں... لوگوں کی اِلزام تراشیاں... تلبیس و تحریف۔

پانچواں باب:... تعمیری اِقدامات... ترقیاتی منصوبے... خارجہ پالیسی... قاتلانہ حملہ... قیامتِ صغریٰ... قتل کا منصوبہ۔

چھٹا باب:... مذہب و عقیدہ... سفرِ آخرت... اعترافِ عظمت... خراجِ تحسین... مقامِ قائدِ اعظم۔

''پاکستان کا طرزِ حکومت'' کے ذیل میں مصنف نے ''اَمیرِ شریعت کے اندیشے'' کا عنوان قائم کر کے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر کا (جو ۲۶ر اپریل ۱۹۴۶ء کو اُردو پارک، دہلی کے عظیم الشان جلسہ میں کی گئی) یہ اِقتباس نقل کیا ہے:

''اِس وقت آئینی و غیر آئینی دُنیا میں یہ بحث چل رہی ہے کہ آیا ہندوستان میں ہندو اکثریت کو مسلم اقلیت سے جدا کر کے برِ عظیم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے؟ قطعِ نظر اس کے کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ مجھے پاکستان بن جانے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا کہ اس بات پر کہ صبح کو سورج مشرق سے طلوع ہوگا، لیکن یہ وہ پاکستان نہیں بنے گا جو دس کروڑ مسلمانانِ ہند کے ذہنوں میں موجود ہے، اور جس کے لیے آپ بڑے خلوص سے کوشاں ہیں۔ ان مخلص نوجوانوں کو کیا معلوم کہ کل ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ بات جھگڑے کی نہیں، سمجھنے اور سمجھانے کی ہے۔ تحریک کی قیادت کرنے والوں کے قول و فعل میں بلا کا تضاد ہے۔ اگر آج مجھے کوئی اس بات کا یقین دِلا دے کہ کل ہندوستان کے کسی قصبہ کی کسی گلی میں، یا کسی شہر کے کسی کوچہ میں حکومتِ اِلٰہیہ کا قیام اور شریعتِ اِسلامیہ کا نفاذ ہونے والا ہے، تو ربِّ کعبہ کی قسم! میں آج ہی اپنا سب کچھ چھوڑ کر آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں، لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جو لوگ اپنی ڈھائی من کی لاش اور چھ فٹ کے قد پر اسلامی قوانین نافذ نہیں

کر سکتے، جن کا اُٹھنا بیٹھنا، جن کا سونا جاگنا، جن کی وضع قطع، جن کا رہن سہن، بول چال، زبان وتہذیب، کھانا پینا، لباس وغیرہ؛ غرض کہ کوئی چیز بھی اسلام کے مطابق نہ ہو، وہ دس کروڑ انسانی آبادی کے ایک قطعۂ زمین پر اسلامی قوانین کیسے نافذ کر سکتے ہیں؟ یہ ایک فریب ہے اور میں فریب کھانے کے لیے تیار نہیں.....

ہندو اپنی مکاری وعیاری سے پاکستان کو ہمیشہ تنگ کرتا رہے گا، اسے کمزور بنانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا، اس تقسیم کی بدولت آپ کے دریاؤں کا پانی روک لے گا، آپ کی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کی جائے گی، آپ کی یہ حالت ہوگی کہ بوقتِ ضرورت مشرقی پاکستان مغربی پاکستان کی، اور مغربی پاکستان مشرقی پاکستان کی کوئی سی مدد کرنے سے قاصر ہوگا۔ اندرونی طور پر پاکستان میں چند خاندانوں کی حکومت ہوگی اور یہ خاندان زمینداروں، صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کے ہوں گے۔ امیر دن بدن امیر تر ہوتا چلا جائے گا اور غریب غریب تر۔''(۱)

اس پر مصنف لکھتے ہیں:

''گو بعد کے واقعات نے اَمیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمۃ کے اندیشوں کو صحیح بلکہ سو فی صد صحیح ثابت کر دیا، لیکن.....''

اور اس ''لیکن'' کے بعد مصنف ہمیں بتاتے ہیں کہ لیگ کے سربرآوردہ قائدین نے مسلمانوں کو یقین دِلایا کہ پاکستان میں قرآن اور اِسلام کی حکومت ہوگی، مثلاً:

''مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآنِ پاک میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآنِ پاک غور سے پڑھیں۔ قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دُوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔''(۲)

''قرآن مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے۔ مذہبی، سماجی، شہری، فوجی، کاروباری، عدالتی، تعزیری اور قانونی ضابطۂ حیات ہے، جو مذہبی تقریبات سے لے کر جسم کی صحت تک، تمام اَفراد سے لے کر ایک فرد کے حقوق، اخلاق سے لے کر جرم تک، اس دُنیا کی جزا وسزا سے لے کر اگلے جہاں کی جزا وسزا تک حد بندی کرتا ہے۔''(۳)

(۱) ص:۱۵۶، ۱۵۷

(۲) قائدِاعظم، ص:۱۵۸

(۳) ص:۱۵۸

''مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرزِ حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کا طرزِ حکومت متعین کرنے والا میں کون؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے، اور میرے خیال میں مسلمانوں کے طرزِ حکومت کا آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآنِ حکیم نے فیصلہ کر دیا ہے۔''(۱)

''اِس وقت ہماری قوم کے سامنے سب سے اَہم سوال یہ ہے کہ کن اُصولوں پر اِسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جائے گی؟ اِس سوال کا جواب مسلمان کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو سال قبل دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغامِ اِلٰہی لائے تھے، وہ اَب ہمارے پاس موجود ہے۔ وہ دُنیا کی عظیم المرتبت کتاب قرآن شریف ہے، جو بنی نوعِ اِنسان کی ہدایت اور رہنمائی کرنے کے لیے موجود ہے۔ اللہ ہی ہمارا بادشاہ اور وہی ہمارا حکمران ہے۔''(۲)

''لیگ کا نصب العین پاکستان ہے، اور لیگ اِس پر تلی ہوئی ہے کہ اِس سرزمین میں اِسلام کی اَساسی بنیادوں پر شریعتِ مطہرہ کی حکومت قائم کرے۔''(۳)

مصنف لکھتے ہیں:

''یہی وہ اِعلانات تھے جن پر اِعتماد کرتے ہوئے عوام نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور اسے عوامی تحریک کا جامہ پہنایا۔ اِن اِعلانات کے بعد مسلم لیگ کو جو عزت وعظمت نصیب ہوئی تھی، اِس سے قبل کبھی اسے حاصل نہ ہوسکی تھی۔''(۴)

اِس میں شک نہیں کہ قوم نے لیگ کے ان وعدوں پر بھرپور اور بے مثال اِعتماد کا مظاہرہ کیا، مگر سوال یہ ہے کہ لیگ نے قیامِ پاکستان کے بعد خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اِسلامیانِ ہند کے ساتھ کیے گئے ان پے در پے وعدوں کو طاقِ نسیان پر کیوں رکھ دیا...؟

پاکستان میں اِسلامی نظام کے نفاذ کا وعدہ پورا کر کے اَمیرِ شریعت رحمہ اللہ کے اس چیلنج کو قبول کیوں نہ کیا؟ کیا آج تیس سال بعد دُنیا یہ سمجھنے پر مجبور نہیں کہ لیگ کے یہ حسین وعدے پورا کرنے کے لیے نہیں تھے، بلکہ یہ سیاسی معشوقوں کی "کہہ مکرنی" تھی؟ اس لیے اَمیرِ شریعت اور ان کے رُفقاء لیگ کے عزائم ومقاصد کے بارہ میں جو کچھ کہتے تھے ''قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید!'' کے مطابق ٹھیک ہی کہتے تھے۔ اور منشی عبدالرحمٰن صاحب

(۱) ص:۱۵۹
(۲) نوابزادہ لیاقت علی خان، ص:۱۶۰
(۳) نواب محمد اسماعیل خان، ص:۱۶۱
(۴) ص:۱۶۱

کے پیر و مرشد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے بھی لیگ کا تجربہ کرنے کے بعد یہی فرمایا تھا۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

''معیارِ انتخاب'' کے ذیل میں ظفر اللہ خان قادیانی کے بارہ میں مصنف لکھتے ہیں:

''ظفر اللہ خاں کا تعلق فرقہ ضالہ مرزائیہ سے تھا، اسی لیے اس نے قائدِاعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ آپ کے ظفر اللہ خاں سے ویسے بھی کوئی خاص مراسم نہ تھے۔ اسی نے گول میز کانفرنس کے بعد جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے مندوبین میں سے قائدِاعظم کا نام خارج کرادیا تھا، اگرچہ قائدِاعظم نے اپنی عالی ظرفی کے تحت اس کا بُرا نہ منایا، مگر قائدِاعظم کے مخلص معتقدین نے اس حرکت کو از حد محسوس کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد وزارتِ خارجہ کے لیے جب کسی موزوں شخص کے انتخاب کا سوال پیدا ہوا تو قائدِاعظم نے اپنے ذاتی معاملہ کو نظر انداز کرتے ہوئے ظفر اللہ خان کو وزیرِ خارجہ بنادیا، کیونکہ قائدِاعظم کی نظر میں قومی مفاد کا تقاضا یہی تھا۔ اگر قائدِاعظم کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ دُوسروں پر اپنے کسی رشتہ دار کو اس منصب کے لیے ترجیح دیتا۔''(۱)

سر ظفر اللہ خان مرزائی کے بارہ میں مصنف نے جو کچھ لکھا ہے، اگر وہ صحیح ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے معاند کو (جو غیر مسلم بھی ہو اور انگریز بہادر کا پروردہ بھی) ایک نومولود مملکتِ اسلامیہ پاکستان کا وزیرِ خارجہ بناتے ہوئے ''قومی مفاد'' کے بجائے دینی مفاد کو کیوں نہ ملحوظ رکھا گیا؟ کیا قائدِاعظم کی نظر میں ''دینی مفاد'' کی کوئی اہمیت نہیں تھی...؟ اور پھر یہ کہ کیا قائدِاعظم کی ٹیم میں سر ظفر اللہ خان سے زیادہ موزوں کوئی اور شخص نہیں تھا؟ اور پھر یہ کہ وہ ''قومی مفاد'' کیا تھا جو سر ظفر اللہ خان کے ذریعہ قوم کو حاصل ہوا؟ یہی کہ اسلامی ممالک سے ہماری نوزائیدہ مملکت کے تعلقات ناگفتہ بہ حد تک خراب ہوئے اور ان سب کی حمایت و ہمدردی ہمارے بجائے ہندوستان کو حاصل ہوئی، اندرونِ ملک وزیرِ خارجہ کے اثر و رسوخ سے اس کے پیر مرزا بشیر الدین کو پاؤں پھیلانے کا موقع ملا، اس کی مٹھی بھر جماعت پاکستان کے کلیدی مناصب پر تیندوے کی طرح چھا گئی، جس کا خمیازہ آج تک مسلمان بھگت رہے ہیں، بیرونِ ملک ہمارے سفارت خانوں سے تبلیغِ قادیانیت کا فائدہ اُٹھایا گیا۔ بہتر ہوتا! اگر فاضل مصنف اس ''قومی مفاد'' کی بھی ذرا سی تشریح کردیتے جو اس ملحد و معاند کو وزیرِ خارجہ بناتے ہوئے قائدِاعظم کے پیشِ نظر تھا۔

(۱) ص: ۲۶۴

چھٹے باب کے ایک ذیلی عنوان کے تحت مصنف رقم طراز ہیں:

''کارسازِ حقیقی نے مسٹر محمد علی جناح کو قرآن اور اقبال کا مردِ ''مومن'' بنانے کے لیے تین حضرات سے کام لیا: حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، مجددُ الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ اور حضرت غازی۔''(۱)

جہاں تک علامہ اقبال مرحوم کا تعلق ہے! وہ بڑے بلند پایہ فلسفی تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کا گہرا درد ان کے سینہ میں موجزن تھا، لیکن اسلامی مسائل میں انہیں کبھی اتھارٹی کی حیثیت حاصل نہیں ہوئی، کجا کہ انہیں رُوحانی پیشوا اور مرشد بننے کا شرف حاصل ہوتا۔ وہ اپنے آپ کو اسلام کا طالب علم سمجھتے تھے اور آخر عمر تک اکابرِ اُمت سے استفادہ کرتے رہے۔ انہیں قائدِ اعظم کے مرشد رُوحانی کی حیثیت سے پیش کرنا اقبال اور جناح دونوں سے ستم ظریفی ہے۔

اسی طرح حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو قائدِ اعظم کے مرشد بننے کا شرف کبھی حاصل نہیں ہوا۔ اگر جناب مصنف نے ان ایک دو خطوط و وفود سے۔ جو حضرت تھانویؒ نے قائدِ اعظم کی طرف روانہ فرمائے تھے۔ یہ نتیجہ اخذ کر لیا تو ان کے اس استدلال کو ''خوش عقیدگی'' ہی کہا جا سکتا ہے...!

سب سے اچھوتا انکشاف مصنف کے تجویز کردہ قائدِ اعظم کے تیسرے مرشد ''حضرت غازی'' کے بارہ میں یہ ہے:

''یہ بظاہر تاجر اور آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کے رُکن تھے، مگر بباطن ''ابدال'' تھے، اور انہیں دربارِ بغداد سے قائدِ اعظم کی رُوحانی تربیت کے لیے بھیجا گیا تھا..... راقم الحروف بھی ۱۹۴۲ء سے ان کے زیرِ تربیت رہا ہے..... ان کے مکتوبات بھی ''اندازِ سخن'' میں شائع ہو چکے ہیں۔''(۲)

''ابدال''، ''دربارِ بغداد'' اور ''رُوحانی تربیت'' کے لیے بھیجا جانا یہ سارے ''انکشافات'' ہی چونکا دینے والے ہیں! جن کی کوئی سند مصنف کے پاس ان کے رازہائے دروں سینہ کے سوا نہیں ہے۔ اور لطف یہ کہ یہ ''ابدال'' ایک طرف تاجر کا بھیس بدل لیتا ہے، اور دُوسری طرف فٹ سے آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کا رُکن بن جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ابدالِ شام حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ کی بیعت کریں گے اور ان کے لشکر میں آ شامل ہوں گے۔(۳) مصنف شاید قائدِ اعظم کو بھی امام مہدی بنانا چاہتے ہیں، اس

(۱) ص:۳۱۴

(۲) ص:۴۷۳

(۳) ابوداؤد، ج:۲، ص:۲۳۳

لیے انہوں نے ''ابدال'' کے قائدِاعظم کی لیگ میں شامل ہونے کا افسانہ رقم کیا ہے، اور اسی بنا پر وہ قائدِاعظم کو ''مہدیٔ پاکستان'' کا خطاب دیتے ہیں:

''قائدِاعظم محمد علی جناح عین اس سال ''مہدیٔ پاکستان'' بن کر آئے (اور آئے بھی لندن سے۔ناقل) جس سال برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ نے ''قیصرِہند'' کا لقب اختیار کیا۔''(۱)

مصنف اِفراط وغلوّ میں اتنا آگے نکل جاتے ہیں کہ صریح خلافِ عقل باتیں رقم کرنے سے بھی ان کا قلم ابا نہیں کرتا، مثلاً لکھتے ہیں:

''قائدِاعظم کو بھی چونکہ ''عارف'' کا مرتبہ بخشا گیا تھا اور رُوحانی دُنیا کے دستور کے مطابق عارف کی تدفین ابدال کے ذمہ ہوتی ہے، اسی لیے غازی صاحب نے تنِ تنہا قائدِاعظم کو لحد میں اُتارا۔''(۲)

کاش! انہوں نے یہی سوچ لیا ہوتا کہ ایک شخص نے تنِ تنہا میت کو لحد میں کیسے اُتار دیا؟ اور پھر رُوحانی دُنیا کا یہ دستور کہاں لکھا ہے کہ ''عارف'' کو ''ابدال'' ہی قبر میں اُتارا کرتے ہیں؟ بہرحال! ہمیں جناب مصنف کی بہت سی نگارشات سے اِختلاف ہے، جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ افسوس ہے کہ جناب مصنف نے معمولی واقعات پر خوش فہمی، خوش عقیدگی، غلوّ اور اِفراط کے ایسے غلاف چڑھادیے کہ کتاب محض خیالاتی افسانہ بن کر رہ گئی...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۷ھ)

شہر سدوم

جناب شفیق مرزا۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت: ۸ روپے۔ پتا: مہتاب پبلی کیشنز، ۴۰ بی، لوئر مال، لاہور۔

جناب مرزا محمود احمد صاحب کی سیرت وسوانح کا مستند ریکارڈ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

(۱) ص:۴۸

(۲) ص:۴۷۳

آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان

شیخ بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی الحنفی۔

صفحات: ۲۵۶۔ تقطیع: $\frac{۲۰×۲۶}{۸}$۔ قیمت (مجلد): ۲۴ روپے۔ پتا: نور محمد اصح المطابع، آرام باغ، فریئر روڈ، کراچی۔

جنات کے حالات واحکام پر آٹھویں صدی کے فقیہ ومحدث شیخ بدرالدین ابوعبداللہ بن محمد بن عبداللہ الشبلی الحنفی (التوفی: ۷۶۹ھ) کی شہرۂ آفاق تالیف "آکام المرجان" اپنے موضوع پر سب سے جامع اور مستند ہے۔

کتاب میں کل ایک سو چالیس باب ہیں، جن میں سے پہلے کے چوراسی باب عام جنات کے حالات واَحکام سے متعلق ہیں، اور بقیہ ۵۶ باب ابلیسِ لعین کے لیے مختص ہیں۔

کتاب کا آغاز اس بحث سے ہوتا ہے کہ آیا جنات کا وجود ہے بھی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ہمیشہ سے عقلاء کا معرکہ رہا ہے۔ مصنف، امام الحرمین رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

"بہت سے فلاسفہ، بیشتر قدریہ اور تمام زنادقہ شیاطین اور جنات کے وجود کے سرے سے منکر ہیں، اور جو شخص نہ تدبر رکھتا ہو نہ کسی شریعت کا قائل ہو، وہ اگر جنات کے وجود سے انکار کرے تو جائے تعجب نہیں، تعجب تو قدریہ کے انکار پر ہے کہ نصوصِ قرآن، تواترِ اَخبار اور استفاضۂ آثار کے باوجود وہ کیسے منکر ہیں؟"(۱)

"اور قدریہ بھی سب کے سب جنات کے وجود سے منکر نہیں تھے، بلکہ بقول ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسلامی فرقوں کے بعض لوگ مثلاً: جہمیہ اور معتزلہ اس سے منکر ہیں، مگر ان کے جمہور اور ائمہ ان کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ جنات کے بارہ میں انبیائے کرام علیہم السلام کے اَخبار قطعی متواتر ہیں، اور ان سے بالبداہت ثابت ہوتا ہے کہ جنات ایک زندہ، عاقل اور فاعل بالارادہ مخلوق ہے، وہ امر نہی کے مکلف ہیں۔ انسان وغیرہ کی صفات واعراض کا نام "جن" نہیں، جیسا کہ بعض ملاحدہ کا خیال ہے۔ چونکہ جنات کا وجود انبیائے کرام علیہم السلام سے کھلے تواتر کے ساتھ ثابت ہے، جن کو ہر عام وخاص جانتا ہے، اس لیے انسانوں کا کوئی ایسا گروہ جو انبیائے کرام علیہم السلام کو مانتا ہو، جنات کے وجود کا منکر نہیں ہوسکتا.... الخ۔"(۲)

(۱) ص:۳

(۲) ص:۵

جنات کے وجود کو ثابت کرنے کے بعد مصنفؒ نے ان کی تخلیق، ان کے اجسام، ان کی اَشکال، ان کے مساکن، ان کے اَکل وشرب، اور توالد وتناسل کا ذکر کیا ہے، اور پھر یہ بتایا ہے کہ جن بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں۔

ایک باب اس بحث میں ہے کہ کیا جنات میں رسول بھی ہوئے ہیں؟ مصنف لکھتے ہیں:

"جمهور العلماء سلفًا و خلفًا على انهٗ لم يكن من الجنّ قط رسولٌ، ولم تكن الرسل الاّ من الانس."(۱)

''جمہور علمائے سلف وخلف کے نزدیک جنات میں سے کبھی کوئی رسول نہیں ہوا، رسول صرف انسانوں میں سے ہوئے ہیں۔

اس کے برعکس حافظ ابنِ حزم کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کبھی کوئی انسان جنات کی جانب مبعوث نہیں کیا گیا۔(۲)

یہ بحث تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل زمانہ سے متعلق تھی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں مصنف لکھتے ہیں:

"لم يخالف احد من طوائف المسلمين فى ان الله تعالىٰ ارسل محمدًا صلى الله عليه وسلم الى الجنّ والانس."(۳)

''اس میں مسلمانوں کی کسی جماعت کے کسی فرد کا اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔''

کتاب کی طویل ترین بحث "لیلة الجن" سے متعلق ہے۔(۴)

مصنف اس سلسلہ کی تمام روایات پر کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بارگاہِ نبوی میں جنات کے وفود کی حاضری چھ مرتبہ ہوئی۔(۵)

جنات کے متعلق ایک بحث یہ ہے کہ کیا جنات جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ مصنف نے اس میں چار قول نقل کیے ہیں۔ جمہور علماء کا جواب اِثبات میں ہے، مگر مصنف، اِبنِ حزم کے حوالہ سے کہتے ہیں:

(۱) ص:۳۴
(۲) ص:۳۵
(۳) ص:۳۶
(۴) از ص:۳۸تا۵۳
(۵) ص:۵۳

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ جنت میں نہیں جائیں گے، ان کا ثواب بس یہی ہے کہ انہیں دوزخ سے نجات مل جائے گی۔ (۱)

کتاب کی تصحیح وتعلیق کا فرض جناب مولانا عبداللہ محمد صدیق نے انجام دیا ہے۔ تعلیقات بہت مختصر ہیں اور وہ بھی بیشتر "آکام المرجان" کے لفظ "المرجان" اور "عقد المرجان" کے تقابل تک محدود ہیں، کبھی شاذ ونادر کسی مشکل لفظ کی تشریح بھی کی گئی ہے۔ بعض جگہ فاضل محشی عبارت کو خود نہیں سمجھ سکے، مثلاً صفحہ:۵۳ پر حدیث میں "فی یدہ عظم حائل وروثة وحممة" آیا ہے، یہاں "حممة" پر تحریر فرماتے ہیں: "ھکذا فی الاصل ولعلہ وحماة" حالانکہ صفحہ:۴۷ پر دوبارہ یہی لفظ آیا ہے اور وہاں فاضل حاشیہ نگار نے "مصباح" کے حوالہ سے اس کی لغوی تشریح بھی فرمائی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ص:۵۳ کی تصحیح انہوں نے محض اجتہاد سے فرمائی ہے، لغت یا شروحِ حدیث دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ یہ حدیث مشکوٰۃ میں بھی موجود ہے، "مظاہرِ حق" دیکھ لینی چاہیے تھی...!

ایک جگہ "عن الحسن بن الحسن" کا لفظ ہے۔ (۲) یہاں فاضل محشی نے صرف اتنا لکھا ہے: "کذا بالاصل، وابو سعید کنیة للحسن البصری، فالیحرر" حالانکہ سیدھی بات تھی کہ یہاں "عن الحسن بن ابی الحسن" کا لفظ ہونا چاہیے تھا۔ فاضل محشی کی یہ "تصحیحات" بھی صفحہ:۸۰ پر جاکر ختم ہوجاتی ہیں۔ ضرورت تھی کہ اُصول وماٰخذ کی مراجعت کرکے پوری کتاب کو باقاعدہ ایڈٹ کیا جاتا، جس سے کتاب کی اسنادی حیثیت بہت بڑھ جاتی۔

بہرحال! کتاب کا ہر صفحہ فقہی، حدیثی، کلامی، تاریخی اور اخباری علوم وافادات کا گنجینہ ہے۔ "کارخانہ تجارتِ کتب" نے اپنے روایتی انداز میں اسے بہترین کاغذ اور دیدہ زیب ٹائپ پر طبع کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں علامہ کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیری (المتوفیٰ:۸۰۸ھ) کی کتاب "حیاة الحیوان" سے "الجن" کا باب ملحق کردیا گیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت میں گراں قدر اضافہ ہوگیا ہے۔

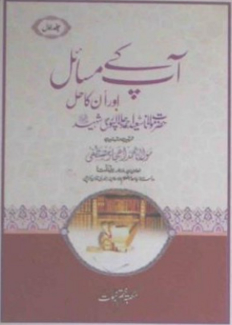
(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۳۹۸ھ)

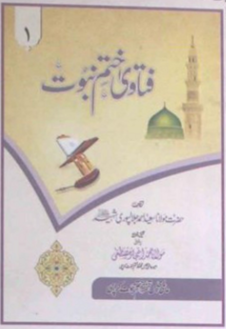
*****

---

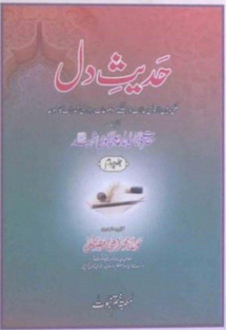
(۱) ص:۵۵

(۲) ص:۷۱









DESIGN BY TALHATAHIR

مکتبہ ختمِ نبوت
دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
021-32780337,021-32780340